

اِنَّ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلٰى سَيِّدِنَا وَسَلِّمُوْا

کتاب مُستطاب

صحاح السیر

فہدے

خیر البشر صلی اللہ علیہ وسلم
یعنی

سوانح اقدس جناب سرورِ عالم احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

جس میں مقدمہ سیرت مع تاریخ عرب قبل بعثت مختصر مگر نہایت جامع ہے پھر سیرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم از ولادت تا وفات۔ انساب کا حال مکمل کتاب المغازی مکمل کتاب الاموال کتاب لوفود حضور کا قصہ مکاتیب حجۃ الوداع کا مفصل حال ازواج النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات اور بے شمار معلومات کا ذخیرہ ہے۔ بہت سے اہم معرکۃ الاراء مسائل پر عالمانہ بحث ہے۔ اور یہ سب چیزیں اصح ترین روایات سے ماخوذ ہیں۔

— (تالیف) —

حضرت مولانا حکیم ابوالبرکات عبد الرؤف صاحب دانا پوری

ناشر فضل ربی ندوی

مجلس نشریات اسلام

۱/ کے۔ ۳۔ ناظم آباد سنش کراچی
نزد دفتر ناظم آباد

DATA ENTERED

۲۹۷۹۹۲۱ جملہ حقوق محفوظ
۲۸۲ عید
۲۷۹۷۱



نام کتاب _____ اصح السیر
تالیف _____ مولانا حکیم ابوالبرکات عبدالرؤف،

قادری دانا پوری

سال اشاعت _____ ۱۹۷۹ء

تعداد _____ ہزار

مطبوعہ _____ آئیڈیل پیکجز کراچی

قیمت _____ = ۱۰ روپے



ناشر

فضل ربی ندوی

مجلس نشریات اسلام - ناظم آباد - کراچی

شکریہ

یہ کتاب مطالبہ معانی اور مضامین کے لحاظ سے جس پایہ کی ہر اس پر
 اصحاب علم اور اصحاب نظر خود رائے قائم کریں گے۔ مگر شکریہ کہ بلحاظ محاسن
 ظاہری کے بھی اچھی چھپ گئی ہے۔ علمی مضامین کا جمع کر دینا تو میرا
 کام تھا۔ مگر اتنی بڑی کتاب کا اچھی نگرانی اور عمدہ صحت کے ساتھ طبع کرانا
 اور اس کا خرچ برداشت کرنا میرے بس کی بات نہ تھی۔ یہ صرف حضور
 صلی اللہ علیہ وسلم کے نام کی برکت تھی جو کتاب طبع ہو گئی جن لوگوں نے
 اس عظیم المرتبت کام میں میری امداد کی ہر انہیں جناب حاجی محمد اسماعیل صاحب کا
 میں بہت ممنون ہوں۔ حاجی صاحب موصوف اگر ابتدا نہ کرتے تو شاید
 یہ کتاب ابھی طبع نہ ہو سکتی۔ موصوف نے دو سو جلدوں کی پیشگی قیمت
 ادا کر کے مجھ کو اس قابل کر دیا کہ میں نے طباعت شروع کر دی۔ اسکے بعد
 اور لوگوں نے بھی اسی طرح حصہ لیا جزا ہما للہ خیر الجزاء

ابوالبرکات عبدالرؤف عفی عنہ

قادری۔ دانا پوری

مطالب میں رد و بدل انہوں نے اس لیے کیا کہ عیسائیوں کا جواب دیا جائے اور بتایا جائے کہ غزوہ بدر کیسے نہیں ہوا کہ رسول اللہ قریش کے قافلہ تجارت پر حملہ کی نیت سے نکلے تھے بلکہ اس لیے ہوا کہ خود قریش مدینہ پر حملہ کرنے آئے تھے۔ مگر مولانا کی یہ تکلیف دیکار ہے۔ صرف بدر کے واقعات کو دہلنے سے کچھ نہیں ہو سکتا۔ اسلام نے حارب قوم کی تجارت کو روکنے کی اجازت دی ہے۔ حضور کا قافلہ کثرت سے اس کے ثبوت میں پیش کیا جاسکتا ہے اور دنیا کی تمام مہذب قوموں کا اس پر عمل ہے۔ مگر عین سے کہنے کے اسلام کی تعلیم صرف تحریکات پر قائم نہیں ہے۔ یہی تعلیم ہے۔ اور حارب قوم کے مقابلہ میں بغیر اس عمل کے چارہ نہیں ہے۔

کتاب الاموال پر قدما کی تصنیفات تھیں۔ مگر اب وہ مفقود ہیں۔ یعنی صرف احادیث اور فقہ کی مدد کی آپس کتاب الاموال مرتب کیا ہے۔ بعض جگہ سیرت کی روایتوں سے مدد لی ہے۔ اور اب یہ بحث بہت سے اہم معلومات کا ذخیرہ ہو گئی ہے یہ چیز علما اور طلباء کے خاص توجہ کی ہے۔

ارکان اسلام پر مفصل بحث حصہ دوم کے تعلیمات میں ہوگی۔ مگر اس جلد میں بھی جو جن مقامات سے جن ارکان اسلام کا خاص تعلق ہے وہاں اس کو بیان کر دیا ہے۔ لیکن حجۃ الوداع کو جزئیات کی پوری تفصیل کے ساتھ مع مالہ و ما علیہ اسی جلد میں بیان کر دیا ہے۔

جن ضروری فقہی مسائل کا سیرت کے کسی خاص محل پر خاص تعلق تھا ان کو وہاں بتا دیا ہے اور بعض معرکۃ الآراء فقہی مسئلہ پر ایسی جامع بحث اور متوسط بحث لکھ دی گئی ہے کہ اہل انصاف کو انشاء اللہ تعالیٰ اس مسئلہ خاص میں شبہ کی ضرورت باقی نہ رہے گی مثلاً اراضی حرم کا حکم فتح مکہ میں۔ نکاح محرم کی بحث عقرۃ النکاح میں۔ متعہ کی بحث غزوہ خیبر اور فتح مکہ میں۔ قنوت نازل اور قنوت فجر کی بحث بزمِ موسیٰ میں۔ خلافت اور امامت کی بحث بقۃ الوداع کے آخر میں۔ پر وہ شرعی کی بحث۔ ازدواج مطہرات کے حالات میں اسی طرح اور بحث بھی ہیں جن کا حال فہرست سے معلوم ہوگا۔

ازادہ تھا کہ اس کتاب میں صحابہ کرام کے انساب اور آپس کے تعلقات کو بالاسی جامع بتایا جائے مگر اس خیال کو بدلتا پڑا کیسے کہ کتاب کا بڑا حصہ سیرۃ کے بجائے صحابہ کے حالات میں ہو جاتا۔ تاہم حضور کے اتمام و تکمات اور ان کی اولاد و مہمات النورین اور ان کے انساب۔ جا بجا صحابہ کے آپس کے رشتہ جتنی تفصیل سے اس کتاب میں ہیں شاید ایک جگہ ان کا ملنا ممکن نہیں ہے۔

مشقۃ السہل پر مشکل الفاظ۔ اور مقامات کے نام کا مجمع احواب بتا دیا ہے اور جہاں ضرورت معلوم ہوئی وہاں معنی کی توضیح بھی کر دی ہے۔

افسوس ہے کہ طباعت کا تجربہ نہ ہونے کی وجہ سے اس کتاب کی ابتدا میں دو غلطیاں ہو گئی ہیں۔ اول یہ کہ

بہت سے حوالجات مسودہ سے علیحدہ حاشیہ کے لئے دوسرے کاغذ پر لکھے ہوئے تھے غلطی سے وہ پریس میں نہ دیا گیا۔ دوم مسودہ میں عربی عبارتوں کا ترجمہ نہ تھا۔ ہجرت تک کتاب چھپ گئی تب غلطی معلوم ہوئی اس لئے وہ حوالجات بھی رہ گئے۔ اور حدیث کے بعض ٹکروں کا۔ اور بعض اشعار کا ترجمہ بھی رہ گیا۔ یہ دونوں کوتاہیاں صرف ابستدار کتاب میں ہیں۔ ہجرت کے بعد جتنے اوسع اس کا پورا لحاظ رکھا گیا ہے۔

اس کتاب میں جن جن روایتوں کے متعلق ابن سعد کا حوالہ ہے۔ وہ روایتیں محض طبقات ابن سعد مطبوعہ یورپ کے بھر دسہ پر نہیں لکھی گئی ہیں۔ اس کی وجہ مقدمہ میں لکھ چکا ہوں۔ میں نے صرف وہی روایتیں لی ہیں جن کو اصحاب نقل میں سے کسی نے اپنی کتاب میں درج کیا ہو مثلاً زاد المعاد ابن قیم۔ شرح مسلم نووی۔ شرح بخاری ابن حجر۔ شرح بخاری عینی۔ اصابہ۔ اسد الغابہ۔ شرح مواہب زرقانی۔ شرح بخاری قسطلانی۔ شرح سفر السعادت شاہ عبدالحق صاحب۔ مدارج النبوة منہ۔ وغیرہ طبقات کی جو روایتیں اصحاب نقل کی کتابوں میں نہ ملی ہیں اُس کو چھوڑ دیا ہے۔ ابن حجر نے ابن سعد کی بعض روایتیں لکھی ہیں۔ اور وہ روایت طبقات میں موجود ہے مگر دونوں کے الفاظ بھی کچھ فرق ہے میں نے ایسے موقع پر ابن حجر کے حوالہ کو ترجیح دی ہے۔ دوسری روایتوں میں مجھ کو یہ اتفاق ہوا ہے۔

ابن اسحق کی روایتیں بھی مذکورہ بالا کتابوں سے یا سنن کی روایتوں سے ماخوذ ہیں لیکن بعض روایتیں صرف سیرۃ ابن ہشام سے بھی لی گئی ہیں بعض جگہ یہ بھی ہے کہ ان لوگوں نے جو روایت ابن اسحاق کی لکھی ہے وہ اُس کے خلاف ہے جو ابن ہشام نے ابن اسحاق کی روایت لکھی ہے جیسا کہ غزوہ احزاب کے شرکار کی تعداد میں ذکر کیا ہے۔ ایسی حالت میں بھی اصحاب نقل کے بیان کو ترجیح ہوگی۔ واللہ اعلم

ابتداء کتاب میں جن جن روایتوں کا حوالہ رہ گیا ہے وہ یا تو سیرۃ ابن ہشام سے ماخوذ ہے یا زاد المعاد سے یا صحاح ستہ کی کتابوں سے۔ اور آیات کے محل نزول کا جہاں جہاں ذکر ہے وہ یا تو ابن اسحاق کی روایت ہے اور سیرۃ ابن ہشام سے ماخوذ ہے یا تفسیر کبیر امام رازی۔ تفسیر معالم التنزیل بغوی۔ تفسیر بیضاوی۔ یا تفسیر اتقان وغیرہ سے۔

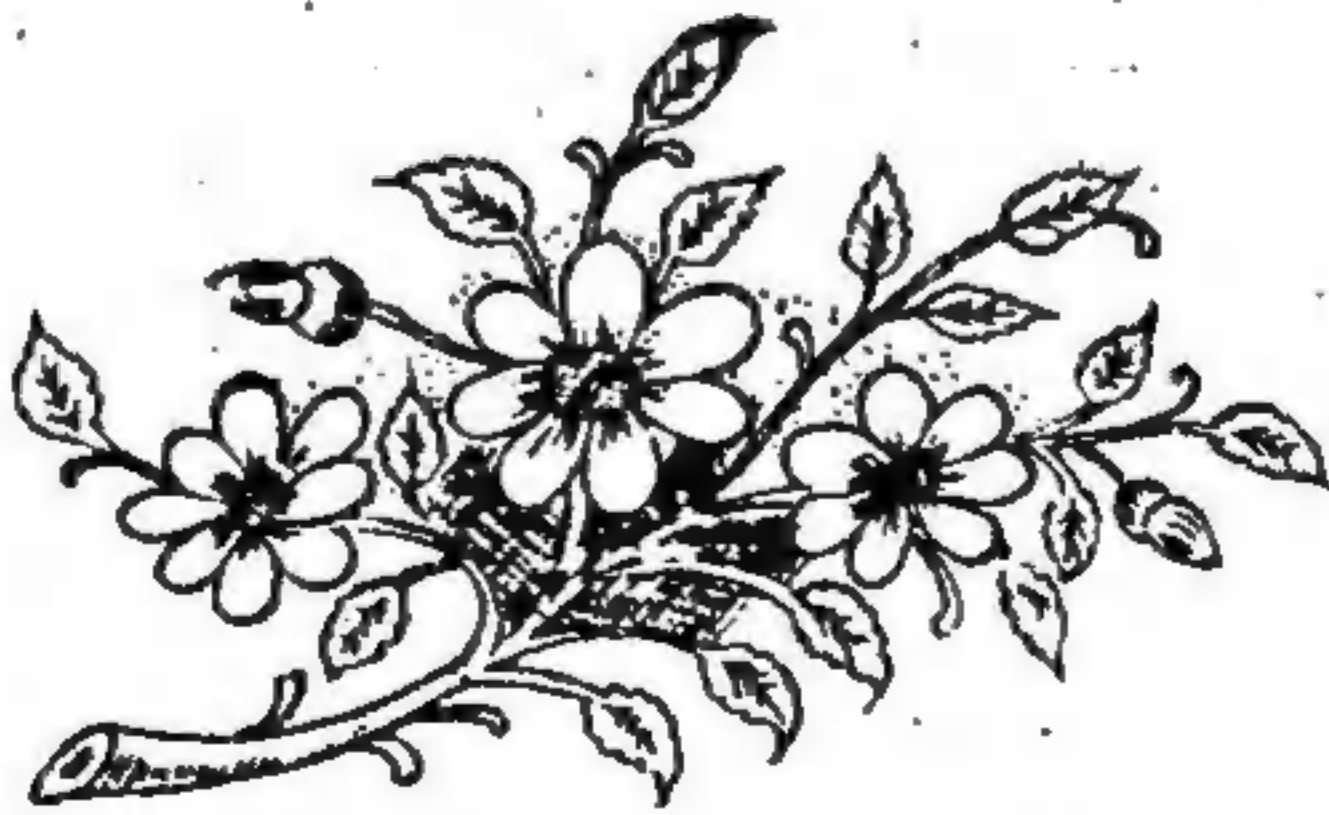
الفاظ کی تعریب و تصحیح میں زیادہ امداد نہایہ ابن اثیر اور قاموس سے لی گئی ہے لیکن زرقانی شرح مواہب۔ نیل الاوطار قاضی شوکانی۔ اصابہ۔ فتح الباری۔ معنی وغیرہ سے بھی بہت جگہ امداد لی گئی ہے ان کے علاوہ احادیث کی روایتوں کا ماخذ بالالتزام روایتوں کے ساتھ ذکر کر دیا ہے۔ شاید صحیحین کی بعض روایتوں کا ساتھ حوالہ مذکور نہ ہو۔ اور غایۃ اعتماد کی وجہ سے بے پردائی ہو گئی ہو تو ممکن ہے۔

بہت سے صحابہ کے حالات بہت سے مقامات کی توضیح بہت سے علمی اختلافات کے متعلق اہم مباحث اس کتاب کے حاشیہ میں ہیں مگر افسوس ہے کہ اس کی فرست مرتب نہ ہو سکی۔ کتاب کی طباعت میں تاخیر بہت ہو گئی ہے اور طبع کے قبل فرست مرتب نہیں ہو سکتی تھی۔ احباب کا اتفاقاً شدید ہے ایسے اب اشاعت میں تاخیر نہیں کیا جاسکتی۔ اگر خداوند کریم نے توفیق دی اور حصہ دوم کی طباعت کا جلد موقع ملا تو اس میں دونوں حصہ کے حاشیہ کی مکمل فرست دی جائے گی۔

عموماً اصحاب سیرت سنین پر کتاب کو تقسیم کرتے ہیں۔ اور ایک ایک سال میں ہر قسم کے واقعات کو جمع کرتے ہیں۔ لیکن اس میں اکثر دو خرابیاں ہوتی ہیں۔ غلط بحث بھی ہو جاتا ہے اور مباحث منتشر بھی ہو جاتے ہیں۔ ایک ایک چیز کیلئے مختلف سنین میں مباحث دیکھنے پڑتے ہیں اور جن لوگوں نے سنین کی پابندی کے ساتھ مباحث کو ایک جگہ جمع کرنے کی کوشش کی ہو وہ فی الواقع سنین کی پابندی نہ کر سکے ہیں۔ اس کتاب میں حضور کے حالات کو دو حصہ پر تقسیم کر دیا ہے۔ اول حصہ میں اگرچہ از ولادت تا وفات حضور کے حالات ہیں مگر وہی حالات جن کا تعلق اسلام کی تبلیغ و اشاعت اور مبرور اسلامی قوت کی ترقی سے ہے جس کو حضور کی مجاہدانہ زندگی کہہ سکتے ہیں یعنی یہ کہ حضور نے اسلامی قوت کو ترقی دینے میں کیا کیا ذرائع اختیار کیے۔ حصہ دوم میں پیغمبرانہ زندگی ہوگی یعنی دلائل النبوة۔ معجزات۔ معراج۔ مراتب۔ شمائل اور سب سے بڑی بات یہ کہ آپ نے دنیا کے سامنے کیا چیز پیش کی یعنی تعلیمات اور اصلاحات وغیرہ اور وہ حصہ بھی از ولادت تا وفات پوری زندگی کے حالات کو شامل ہوگا۔ کیا عجب ہے کہ اہل علم اس ترتیب کو زیادہ پسند کریں کیونکہ اس میں غلط بحث بھی کم ہوگا اور مباحث بھی زیادہ منتشر نہ ہوں گے واللہ العالی وعلیہ التکلیف۔

ابوالبرکات عبدالرؤف عینی عنہ
قادری۔ دانا پوری

جمادی الاول ۱۳۵۱ھ ہجری
مطابق ستمبر ۱۹۳۲ء



فہرست مقدمہ

اصح البیرونی ہدی خیر البشر صلی اللہ علیہ وسلم

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۱۲	بعض کاتبوں کی خصوصیت حضور کے خطوط صلی اللہ علیہ وسلم دہیہ نامہ وغیرہ	۷	امام ابن شہاب زہریؒ رستہ آجٹلوگوں نے تصنیف شروع کی امام مالکؒ	۲	انبیاء کرام کی بعثت انبیاء کی تعلیم بھلا دی گئی حضرت یحییٰ کی کتاب توریت کی حالت
۱۳	سیرۃ کی تدوین	۸	سیرۃ	۳	قرآن شریف
۱۴	امام زہریؒ موسیٰ بن عقبہ اور ابن اسحاقؒ ابن اسحاقؒ پر جرح کا حال واقعی مدین سعدؒ طبقات ابن سعد کا موجود نسخہ بے سند ہے۔	۸	اصحاب سیرۃ و اصحاب حدیث معیار ترجیح محدثین کا بے مثل احتیاط مداد کے مدارج	۴	قرآن پاک کی حفاظت کے ذرائع غازی قرآن کا فرض ہونا کتابت و لہجوں کی ترتیب سورتوں کی ترتیب حفاظ اور ختم قرآن
۱۵	اہمات کتب میر متاخرین کا قاعدہ	۹	اصحاب میر و اصحاب حدیث دو نہیں ہیں۔	۵	سنن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
۱۶	اس سیرۃ کی ترتیب	۱۰	سیرۃ کی ضروریات محدثین اور اصحاب میر کا طرز محدثین کی روایات کا مترجہ	۶	ما سو اقرآن کی تحریر سے منع حضور کے وقت کے کلمے ہوئے احکام حضرت عمر کا ارادہ تدوین سنن کا اور تردد خلیفہ عمر ابن عبدالعزیز کا اہتمام ابوبکر محمد ابن حزمؒ
۱۷	مضامین کی تقسیم از ولادت تا بعثت ورقہ ابن نوفل کی پیشین گوئی بحرہ والی روایت نسطور راہب والی روایت از بعثت تا ہجرت	۱۱	سیرۃ کا تحریری مواد حضور کے کاتب	۷	

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۱۸	از ہجرت تا وفات	۲۳	یورپ کی اندھی تقلید	۳۱	قدیم عرب
۱۸	درایت اور عقل	۲۴	ذہنی غلامی	۳۲	قدیم تاریخی معلومات کے ذرائع
۱۹	یورپ کی سطحی تعلیم کا اثر عقل کو معیار بنانا	۲۵	ایک اعلیٰ تعلیم یافتہ رہنما کا خط	۳۳	کتبات و آثار
۲۰	بت پرستوں کی محبت اور مشرکوں کی تعلیم کا اثر	۲۶	وطنیت کی عظمت	۳۴	قوم ماد کا حال قرآن پاک میں
۲۱	بدعات و رسوم کے پابند مولانا ٹپلی کا ایک بیان	۲۷	حب وطن کی موضوع رویتیں	۳۵	قوم ثمود کا حال قرآن پاک میں
۲۲	درایت کے معنی	۲۸	قرمان کا حال	۳۶	عرب کی تاریخ
۲۳	ابن قیم کی توضیح	۲۹	حق کی غمایت میں تلوار	۳۷	بنی قحطان
۲۴	کیا جو باتیں عقل سے بالا ہیں وہ قابل رد ہیں	۳۰	کس بات کے لئے جنگ	۳۸	سلاطین سبا حمیر و شیخ
۲۵	موضوع حدیثیں بدلنے والے	۳۱	ضروری ہے	۳۹	ذو نواس صاحب اخذ و ہے
۲۶	احسن نہ تھے	۳۲	بت پرستی کوئی مذہب نہیں ہے	۴۰	حبش کی حکومت میں پر
۲۷	متبعہ صوفیہ	۳۳	وطنیت اور نسل قومیت کا	۴۱	ابرہہ کا حملہ کعبہ پر
۲۸	نوح ابن مریم	۳۴	معیار نہیں ہے	۴۲	سیف ذی یزن نے حبشیوں کو نکالا
۲۹	عبدلکریم ابن ابی العوجار	۳۵	اعلا رکھنا اللہ کا حکم اور نتیجہ	۴۳	بہن آزاد نہ رہا
۳۰	اسانید کی اہمیت	۳۶	توحید کا غلبہ یهود و نصاریٰ	۳۸	تبصرہ
۳۱	درایت کا حکم اور مرتبہ	۳۷	کیوں پسند نہیں کرتے	۳۹	سبا و حمیر
۳۲	عقل کی گمراہی	۳۸	نصاریٰ کا اعتراض	۴۰	سبا کے تمدن کا حال قرآن پاک میں
۳۳	عقل کی صحیح ہدایت	۳۹	یہ امر میں یورپ کا پروپیگنڈا ہے	۴۱	بیل و عرم نے تغیر عظیم پیدا کر دیا
۳۴	غلط علم اور غلط تجسس کا عقلی نتیجہ	۴۰	سلاوون پاس پروپیگنڈا کا اثر	۴۲	سبا کوں تھا
۳۵		۴۱	کیا جہاد صرف مدافعت ہے	۴۳	سبا کا تمدن بلقیس کے زمانہ میں
۳۶		۴۲	شریفاء خدایات کے فنا ہونیکا اثر	۴۴	لحم کی حکومت حمیر میں
۳۷		۴۳	عقل سلیم	۴۵	ملوک عثمان
۳۸		۴۴	عظیم تفاوت ہیں در عقلا میں اختلاف	۴۶	خلاصہ
۳۹		۴۵	خلاقیات میں بھی یہی ہے		
۴۰		۴۶	رسول اللہ کی صحیح تعلیم		

فہرست مضامین اصح البیتر فی ہدی خیر البشیر صلعم

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۲۲	ہجرت حبشہ	۱۳	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زید بن عمرو سے گفتگو	۱	نسب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
۲۳	مراجعت ہجرت ثانیہ	۱۴	بعثت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم	۲	اجداد و جدات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
۲۵	کفار کا حبشہ آدمی بھیجنا	۱۵	سابقین اولین	۳	اولاد ہاشم
۲۶	اسلام عربین الخطاب رضی اللہ عنہ	۲۶	تغزیب	۴	اولاد عبد المطلب یعنی اعمام و عمات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
۲۹	کفار کا تحریری معاہدہ	۲۸	آغاز دعوت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور اس کا طریقہ	۵	عمات النبی صلی اللہ علیہ وسلم
۵۰	نزول قل یا ایہا الکافرون معاہدہ کا خاتمہ اور بنی ہاشم کا باہر آنا	۲۹	دعوت کا دوسرا دور خواجہ ابو طالب کے پاس کفار کا پہلا وفد	۶	والدہ ماجدہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
۵۲	حضرت طفیل دوسی رضی اللہ عنہ کا اسلام	۳۰	دوسرا وفد خواجہ ابو طالب کا اضطراب	۷	ولادت دینی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
۵۳	قصہ راشی	۳۱	کفار کا تیسرا اجتماع کفار کے مظالم	۸	رضاعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
۵۴	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا رکانہ سے مصارت کرنا	۳۲	اشاعت اسلام	۹	والدہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور خواجہ عبد المطلب کا انتقال
۵۵	نجران کے نصاریٰ	۳۳	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ساحر شہور کرنا	۱۰	سفر شام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور بحری
۵۶	آپ کے پڑوسی وہم جوار عام الحزن	۳۴	حضرت حمزہ کا اسلام عتبہ کا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آنا	۱۱	دوسرا سفر
۵۷	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا طائف کا سفر	۳۵	کفار کا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اجتماع	۱۲	خدیجہ بنت خویلد رضی اللہ عنہا سے عقد
۵۸	مواہج رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تسلیخ میں	۳۶	کفار کا یہود سے مشورہ استنزا کا مشورہ		رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد
۵۹	سنی و کوشش	۳۷	قرآن پاک کی کشش		قعدہ تحکیم
	مقدمہ ہجرت	۳۸	ابتلا و صحابہ رضی اللہ عنہم		

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۵۹	عقبہ اولے	۸۲ تا ۷۹	غزوہ بدر سے پہلے از ۷۹ تا ۸۲	۹۰	سورہ جنگ
۶۰	ثانیہ			۹۱	حضور کی دعا
۶۱	ثالثہ	۸۰	سریہ عبیدہ بن الحارث رضی اللہ عنہ	۹۲	امیہ بن خلف کا حال
۶۲	صحابہ رضی اللہ عنہم کی ہجرت	۸۱	سریہ عبد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ	۹۳	عکاشہ بن محسن رضی اللہ عنہ کی تلامذہ
۶۳	دارالندوہ کا مشورہ	۸۲	غزوہ ودان	۹۴	حضور صلعم کا اعلان
۶۴	ہجرت کا حکم اور ہجرت نبوی صلعم	۸۳	غزوہ بواط	۹۵	ابو انجری مارا گیا
۶۵	عیال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم	۸۴	غزوہ سفوان یا بیدادے	۹۶	ابو جہل کا سر
۶۶	قبلہ	۸۵	غزوہ ذی العشرہ	۹۷	کفار کی نفشوں سے خطاب
۶۷	مواعظ اور تنظیم	۸۶	سریہ عبد اللہ بن جحش رضی اللہ عنہ	۹۸	مراجعت
۶۸	کفار و مشرکین مدینہ	۸۷	غزوہ بدر اور قتال	۹۹	اصحاب بدر اور شہداء کی تعداد
۶۹	حکم جہاد و قتال	۸۸ تا ۹۸	از ۸۳ تا ۹۸	۱۰۰	عثمان ابن عفان رضی اللہ عنہ کی شہادت
۷۰	قبائل یہود	۸۹	تیاری	۱۰۱	ابو العاص بن ربیع رضی اللہ عنہ
۷۱	بنو قینقاع	۹۰	روائی	۱۰۲	ایک جماعت قتل ہوئی ہجرت نہ کرنے کی
۷۲	بنو النضیر	۹۱	ابوسفیان کا انتظام	۱۰۳	قیدیوں سے سلوک
۷۳	بنی قریظہ	۹۲	قریش کا جوش	۱۰۴	بدر و احد کے درمیان
۷۴	کفار کے ساتھ معاملہ	۹۳	قریش کی خبر اور مشورہ	۱۰۵	از ۹۹ تا ۱۰۱
۷۵	منافقین	۹۴	سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کی تقریر	۱۰۶	غزوہ بنی سلیم
۷۶	مومنین و منافقین	۹۵	حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کی تقریر	۱۰۷	غزوہ سویق
۷۷	مغازی و سرایا	۹۶	ابوسفیان نکل گیا	۱۰۸	غزوہ بنی فلفلان
۷۸	رسول اللہ صلعم	۹۷	قریش کی رائے میں اختلاف	۱۰۹	غزوہ بخران
۷۹	از ۷۹ تا ۸۴	۹۸	ابوسفیان کی خبر مسلمانوں کو نہ ملی	۱۱۰	غزوہ بنی قینقاع
		۹۹	قریش کے پہنچنے کی خبر	۱۱۱	قتل کعب بن اشرف
		۱۰۰	سحای حالات اور سلاو کی تعداد	۱۱۲	غزوہ احد
		۱۰۱	جنگ کی تمہید	۱۱۳	از ۱۰۱ تا ۱۱۳
		۱۰۲	عکیم بن حزام اور عجبہ کی روش	۱۱۴	سبب غزوہ احد
		۱۰۳	ابو جہل کی شرارت	۱۱۵	قریش کی عورتیں

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۱۳۸	بنی عقیان سے مصالحت کی گفتگو	۱۲۷	بدر ثانیہ	۱۰۲	مشورہ اور اختلاف آراء
۱۳۹	سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کا	۱۲۸	غزوہ دومہ الجندل	۱۰۳	ردائی
۱۴۰	مردع ہونا	۱۲۹	بنی المصطلق	۱۰۴	اختلاف
۱۴۱	لطیفہ ریغی اور کفار میں اختلاف	۱۳۰	از ۱۲۸ تا ۱۳۱	۱۰۵	جنگ کی ابتدا
۱۴۲	دوسری امر ایسی یعنی طوفان	۱۳۱	غزوہ بنی المصطلق کب ہوا	۱۰۶	غیل الملائکہ رضی اللہ عنہ
۱۴۳	غزوہ بنی قریظہ	۱۳۲	ام المؤمنین جویرہ رضی اللہ عنہا	۱۰۷	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قتل کی خبر
۱۴۴	قتل ابورافع	۱۳۳	منافقین کی مشرارت	۱۰۸	اور اضطراب
۱۴۵	غزوہ بنی لحيان	۱۳۴	قصہ اناک	۱۰۹	حضور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے
۱۴۶	سریہ نجد	۱۳۵	تیمم کا حکم	۱۱۰	ابی ابن خلف کا حال
۱۴۷	غزوہ ذی قرد	۱۳۶	غزوہ خندق	۱۱۱	امیر مثنیٰ اللہ عنہ
۱۴۸	بعض سراپا	۱۳۷	از ۱۳۲ تا ۱۳۳	۱۱۲	قرآن کا حال
۱۴۹	محمد بن حسن رضی اللہ عنہ بفر	۱۳۸	تاریخ غزوہ خندق	۱۱۳	غیرین یودی
۱۵۰	محمد بن سلمہ رضی اللہ عنہ بزی القعہ	۱۳۹	غزوہ خندق	۱۱۴	شہداء کی تجیز و تکفین
۱۵۱	ابی صیدہ ابن البراء رضی اللہ عنہ	۱۴۰	سبب غزوہ خندق	۱۱۵	عسل شہید کا حکم
۱۵۲	بذی القعہ	۱۴۱	قریش کی ردائی	۱۱۶	کفن شہید کا حکم
۱۵۳	زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ بری سلم	۱۴۲	مسلمان فارسی رضی اللہ عنہ کا شہر	۱۱۷	صلوۃ جنازہ شہید کی بحث
۱۵۴	زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ بطریق ثعلبہ	۱۴۳	مقام خندق	۱۱۸	تدفین
۱۵۵	زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ بیض	۱۴۴	بعض معجزات کا ظہور	۱۱۹	سریہ ابو سلمہ رضی اللہ عنہ
۱۵۶	ابو العاص کا قافلہ اور زینب	۱۴۵	کتبہ مدت میں خندق کھدایا	۱۲۰	سریہ عبداللہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ
۱۵۷	رضی اللہ عنہا کی سفارش	۱۴۶	کفار اور قبائل کا مقام	۱۲۱	یوم الرجیع
۱۵۸	یہ قصہ کب کا ہے	۱۴۷	بنی قریظہ کی بدعہدی اور	۱۲۲	واقعہ بدر معونہ
۱۵۹	ابو بصیر رضی اللہ عنہ اور ابو جندل	۱۴۸	مسلمانوں کا اضطراب	۱۲۳	قنوت نازلہ
۱۶۰	رضی اللہ عنہ کی جمعیت	۱۴۹	منافقین کا اتفاق	۱۲۴	قنوت فی الفجر
۱۶۱	سریہ زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ حبشی	۱۵۰	کفار کی آخری ہمد	۱۲۵	غزوہ بنی النضیر
۱۶۲	سریہ علیؑ بہ فدک	۱۵۱		۱۲۶	غزوہ ذات الرقاع

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۱۹۳	حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا	۱۷۶	صلح نامہ کا مضمون	۱۶۱	جلال بن عوف رضی اللہ عنہ
=	حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کا خواب	۱۷۷	معاہدہ پر کن لوگوں کے دستخط ہوئے	=	بدر و متا جندل
۱۹۴	ولیمہ اور حجاب	=	نوسلم عورتیں اس صلح کے شریک تھیں	=	زید بن عاص رضی اللہ عنہ
=	قلعہ الزبیر	۱۷۸	داخل نہ تھیں	=	بوادی القرنی
=	بقیہ قلعجات	=	بعض ہجرات	۱۶۵	کرز بن جابر انہری
۱۹۵	غبارہ	۱۷۹	غزوہ طح	=	عقل و عزم
۱۹۶	فدک کا حال	۱۸۰	فتح مبین	✓ صلح حدیبیہ از ۱۶۶ تا ۱۸۳	
=	خیبر کے اراضی کی تقسیم	=	اس صلح کے فوائد عظیم	۱۶۶	صلح حدیبیہ کب ہوئی
۱۹۷	گھوڑوں کا حصہ	=	مستضعفین کو	۱۶۷	صحابہ عمرہ حدیبیہ کی تعداد
۱۹۸	زمین کے تقسیم کا حکم	۱۸۱	ابو عبیدہ اور ابوجندل رضی اللہ عنہما	=	عمرہ کی وجہ
۲۰۰	مراجعت اہل حبشہ	۱۸۲	غزوہ خیبر	=	روایتی اور سامان
۲۰۲	زہر دینے کا واقعہ	از ۱۸۳ تا ۲۱۶		۱۶۸	قریش کے مخالفت کی خبر
=	حجاج بن علاط			=	بعض ہجرات
احکام فقہیہ متعلق خیبر از ۲۰۳ تا ۲۰۹		۱۸۳	تاریخ غزوہ خیبر	=	قریش کے پاس حضور ﷺ حضرت
		۱۸۴	خیبر کے کل قلعے	=	عثمان کو بھیجا
۲۰۳	غبارہ	۱۸۵	مرینہ سے روانگی	۱۶۹	ایک افواہ اور بیچہ الزخوان
=	ممنوعات خیبر	۱۸۷	حملہ	۱۷۰	گفت و شنید
=	حقوق	=	قلعہ النظارة	=	بذیل بن ورقا کا پیغام اور
۲۰۵	خالی شہر حرام	=	عمود بن سلمہ رضی اللہ عنہ	=	عردہ بن مسود کا آنا
=	تحریم محرم الحرام لایہ	۱۸۸	اسود راعی رضی اللہ عنہ	=	حلیس کا آنا
=	طہارت	=	ایک اعرابی	=	البدنہ سہیل بن عمرو کا آنا اور
متعدہ کا حکم		۱۸۹	قلعہ صعب	۱۷۲	صلح نامہ لکھا جانا
		۱۹۰	قلعہ قنوص	=	غزوہ کے درمیان ابوجندل
۲۱۰	فدک وادی القرنی دیتار	۱۹۱	مرحبہ یهود	۱۷۵	بن شہیل کا آنا
۲۱۱	مراجعت	۱۹۲	حضرت علی اکرم رضی اللہ عنہ کی دیری	=	حضرت عمر کا طیش اور صحابہ کا رخ

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۲۱۲	رد منافع الانصار	۲۱۲	قصہ بنت حمزہ رضی اللہ عنہا	۲۱۲	۲- صفوان بن ایتہ
۲۱۳	غیر کا انتظام	۲۱۳	۱- ۲۳۰ تا ۲۳۲	۲۱۳	۳- عکرمہ بن ابی جہل
۲۱۳	تنبیہ	۲۱۳	۲- ۲۳۲ تا ۲۳۵	۲۱۳	۴- عبد اللہ بن سعد بن ابی سرح
۲۱۳	رسول اللہ کی خاص زمیں	۲۱۳	۳- ۲۳۵ تا ۲۳۸	۲۱۳	۵- حویرث شاہ
۲۱۶	بعض سرائیا	۲۱۶	۴- ۲۳۸ تا ۲۴۱	۲۱۶	۶- عقیس
۲۱۶	۱- ۲۱۶ تا ۲۲۱	۲۱۶	۵- ۲۴۱ تا ۲۴۴	۲۱۶	۷- ہبہ بن الاسود
۲۱۶	۲- ۲۲۱ تا ۲۲۴	۲۱۶	۶- ۲۴۴ تا ۲۴۷	۲۱۶	۸- حارث بن طلطلہ
۲۱۶	۳- ۲۲۴ تا ۲۲۷	۲۱۶	۷- ۲۴۷ تا ۲۵۰	۲۱۶	۹- کعب بن زہیر شاہ
۲۱۶	۴- ۲۲۷ تا ۲۳۰	۲۱۶	۸- ۲۵۰ تا ۲۵۳	۲۱۶	۱۰- وحشی قاتل حضرت حمزہ
۲۱۶	۵- ۲۳۰ تا ۲۳۳	۲۱۶	۹- ۲۵۳ تا ۲۵۶	۲۱۶	۱۱- عبد اللہ بن زہیر شاہ
۲۱۶	۶- ۲۳۳ تا ۲۳۶	۲۱۶	۱۰- ۲۵۶ تا ۲۵۹	۲۱۶	۱۲- ہند بنت عتبہ
۲۱۶	۷- ۲۳۶ تا ۲۳۹	۲۱۶	۱۱- ۲۵۹ تا ۲۶۲	۲۱۶	۱۳- قریبہ
۲۱۶	۸- ۲۳۹ تا ۲۴۲	۲۱۶	۱۲- ۲۶۲ تا ۲۶۵	۲۱۶	۱۴- قرینا
۲۱۶	۹- ۲۴۲ تا ۲۴۵	۲۱۶	۱۳- ۲۶۵ تا ۲۶۸	۲۱۶	۱۵- آزیت
۲۱۶	۱۰- ۲۴۵ تا ۲۴۸	۲۱۶	۱۴- ۲۶۸ تا ۲۷۱	۲۱۶	۱۶- سارہ
۲۱۶	۱۱- ۲۴۸ تا ۲۵۱	۲۱۶	۱۵- ۲۷۱ تا ۲۷۴	۲۱۶	۱۷- ام سعد
۲۱۶	۱۲- ۲۵۱ تا ۲۵۴	۲۱۶	۱۶- ۲۷۴ تا ۲۷۷	۲۱۶	۱۸- دوسرا خطبہ
۲۱۶	۱۳- ۲۵۴ تا ۲۵۷	۲۱۶	۱۷- ۲۷۷ تا ۲۸۰	۲۱۶	۱۹- اندام منام
۲۱۶	۱۴- ۲۵۷ تا ۲۶۰	۲۱۶	۱۸- ۲۸۰ تا ۲۸۳	۲۱۶	۲۰- خالد بن ولید الخ بنی جزیہ
۲۱۶	۱۵- ۲۶۰ تا ۲۶۳	۲۱۶	۱۹- ۲۸۳ تا ۲۸۶	۲۱۶	۲۱- حکم ارغی و مکانات مکہ
۲۱۶	۱۶- ۲۶۳ تا ۲۶۶	۲۱۶	۲۰- ۲۸۶ تا ۲۸۹	۲۱۶	۲۲- خطبات عظیمہ
۲۱۶	۱۷- ۲۶۶ تا ۲۶۹	۲۱۶	۲۱- ۲۸۹ تا ۲۹۲	۲۱۶	۲۳- متعہ کی بقیہ بحث
۲۱۶	۱۸- ۲۶۹ تا ۲۷۲	۲۱۶	۲۲- ۲۹۲ تا ۲۹۵	۲۱۶	۲۴- عام معافی با ستنا چہ
۲۱۶	۱۹- ۲۷۲ تا ۲۷۵	۲۱۶	۲۳- ۲۹۵ تا ۲۹۸	۲۱۶	۲۵- عبد العزی بن خل
۲۱۶	۲۰- ۲۷۵ تا ۲۷۸	۲۱۶	۲۴- ۲۹۸ تا ۳۰۱	۲۱۶	۲۶- بعض قضایا
۲۱۶	۲۱- ۲۷۸ تا ۲۸۱	۲۱۶	۲۵- ۳۰۱ تا ۳۰۴	۲۱۶	۲۷- بعض قضایا
۲۱۶	۲۲- ۲۸۱ تا ۲۸۴	۲۱۶	۲۶- ۳۰۴ تا ۳۰۷	۲۱۶	۲۸- بعض قضایا
۲۱۶	۲۳- ۲۸۴ تا ۲۸۷	۲۱۶	۲۷- ۳۰۷ تا ۳۱۰	۲۱۶	۲۹- بعض قضایا
۲۱۶	۲۴- ۲۸۷ تا ۲۹۰	۲۱۶	۲۸- ۳۱۰ تا ۳۱۳	۲۱۶	۳۰- بعض قضایا
۲۱۶	۲۵- ۲۹۰ تا ۲۹۳	۲۱۶	۲۹- ۳۱۳ تا ۳۱۶	۲۱۶	۳۱- بعض قضایا
۲۱۶	۲۶- ۲۹۳ تا ۲۹۶	۲۱۶	۳۰- ۳۱۶ تا ۳۱۹	۲۱۶	۳۲- بعض قضایا
۲۱۶	۲۷- ۲۹۶ تا ۲۹۹	۲۱۶	۳۱- ۳۱۹ تا ۳۲۲	۲۱۶	۳۳- بعض قضایا
۲۱۶	۲۸- ۲۹۹ تا ۳۰۲	۲۱۶	۳۲- ۳۲۲ تا ۳۲۵	۲۱۶	۳۴- بعض قضایا
۲۱۶	۲۹- ۳۰۲ تا ۳۰۵	۲۱۶	۳۳- ۳۲۵ تا ۳۲۸	۲۱۶	۳۵- بعض قضایا
۲۱۶	۳۰- ۳۰۵ تا ۳۰۸	۲۱۶	۳۴- ۳۲۸ تا ۳۳۱	۲۱۶	۳۶- بعض قضایا
۲۱۶	۳۱- ۳۰۸ تا ۳۱۱	۲۱۶	۳۵- ۳۳۱ تا ۳۳۴	۲۱۶	۳۷- بعض قضایا
۲۱۶	۳۲- ۳۱۱ تا ۳۱۴	۲۱۶	۳۶- ۳۳۴ تا ۳۳۷	۲۱۶	۳۸- بعض قضایا
۲۱۶	۳۳- ۳۱۴ تا ۳۱۷	۲۱۶	۳۷- ۳۳۷ تا ۳۴۰	۲۱۶	۳۹- بعض قضایا
۲۱۶	۳۴- ۳۱۷ تا ۳۲۰	۲۱۶	۳۸- ۳۴۰ تا ۳۴۳	۲۱۶	۴۰- بعض قضایا
۲۱۶	۳۵- ۳۲۰ تا ۳۲۳	۲۱۶	۳۹- ۳۴۳ تا ۳۴۶	۲۱۶	۴۱- بعض قضایا
۲۱۶	۳۶- ۳۲۳ تا ۳۲۶	۲۱۶	۴۰- ۳۴۶ تا ۳۴۹	۲۱۶	۴۲- بعض قضایا
۲۱۶	۳۷- ۳۲۶ تا ۳۲۹	۲۱۶	۴۱- ۳۴۹ تا ۳۵۲	۲۱۶	۴۳- بعض قضایا
۲۱۶	۳۸- ۳۲۹ تا ۳۳۲	۲۱۶	۴۲- ۳۵۲ تا ۳۵۵	۲۱۶	۴۴- بعض قضایا
۲۱۶	۳۹- ۳۳۲ تا ۳۳۵	۲۱۶	۴۳- ۳۵۵ تا ۳۵۸	۲۱۶	۴۵- بعض قضایا
۲۱۶	۴۰- ۳۳۵ تا ۳۳۸	۲۱۶	۴۴- ۳۵۸ تا ۳۶۱	۲۱۶	۴۶- بعض قضایا
۲۱۶	۴۱- ۳۳۸ تا ۳۴۱	۲۱۶	۴۵- ۳۶۱ تا ۳۶۴	۲۱۶	۴۷- بعض قضایا
۲۱۶	۴۲- ۳۴۱ تا ۳۴۴	۲۱۶	۴۶- ۳۶۴ تا ۳۶۷	۲۱۶	۴۸- بعض قضایا
۲۱۶	۴۳- ۳۴۴ تا ۳۴۷	۲۱۶	۴۷- ۳۶۷ تا ۳۷۰	۲۱۶	۴۹- بعض قضایا
۲۱۶	۴۴- ۳۴۷ تا ۳۵۰	۲۱۶	۴۸- ۳۷۰ تا ۳۷۳	۲۱۶	۵۰- بعض قضایا
۲۱۶	۴۵- ۳۵۰ تا ۳۵۳	۲۱۶	۴۹- ۳۷۳ تا ۳۷۶	۲۱۶	۵۱- بعض قضایا
۲۱۶	۴۶- ۳۵۳ تا ۳۵۶	۲۱۶	۵۰- ۳۷۶ تا ۳۷۹	۲۱۶	۵۲- بعض قضایا
۲۱۶	۴۷- ۳۵۶ تا ۳۵۹	۲۱۶	۵۱- ۳۷۹ تا ۳۸۲	۲۱۶	۵۳- بعض قضایا
۲۱۶	۴۸- ۳۵۹ تا ۳۶۲	۲۱۶	۵۲- ۳۸۲ تا ۳۸۵	۲۱۶	۵۴- بعض قضایا
۲۱۶	۴۹- ۳۶۲ تا ۳۶۵	۲۱۶	۵۳- ۳۸۵ تا ۳۸۸	۲۱۶	۵۵- بعض قضایا
۲۱۶	۵۰- ۳۶۵ تا ۳۶۸	۲۱۶	۵۴- ۳۸۸ تا ۳۹۱	۲۱۶	۵۶- بعض قضایا
۲۱۶	۵۱- ۳۶۸ تا ۳۷۱	۲۱۶	۵۵- ۳۹۱ تا ۳۹۴	۲۱۶	۵۷- بعض قضایا
۲۱۶	۵۲- ۳۷۱ تا ۳۷۴	۲۱۶	۵۶- ۳۹۴ تا ۳۹۷	۲۱۶	۵۸- بعض قضایا
۲۱۶	۵۳- ۳۷۴ تا ۳۷۷	۲۱۶	۵۷- ۳۹۷ تا ۴۰۰	۲۱۶	۵۹- بعض قضایا
۲۱۶	۵۴- ۳۷۷ تا ۳۸۰	۲۱۶	۵۸- ۴۰۰ تا ۴۰۳	۲۱۶	۶۰- بعض قضایا
۲۱۶	۵۵- ۳۸۰ تا ۳۸۳	۲۱۶	۵۹- ۴۰۳ تا ۴۰۶	۲۱۶	۶۱- بعض قضایا
۲۱۶	۵۶- ۳۸۳ تا ۳۸۶	۲۱۶	۶۰- ۴۰۶ تا ۴۰۹	۲۱۶	۶۲- بعض قضایا
۲۱۶	۵۷- ۳۸۶ تا ۳۸۹	۲۱۶	۶۱- ۴۰۹ تا ۴۱۲	۲۱۶	۶۳- بعض قضایا
۲۱۶	۵۸- ۳۸۹ تا ۳۹۲	۲۱۶	۶۲- ۴۱۲ تا ۴۱۵	۲۱۶	۶۴- بعض قضایا
۲۱۶	۵۹- ۳۹۲ تا ۳۹۵	۲۱۶	۶۳- ۴۱۵ تا ۴۱۸	۲۱۶	۶۵- بعض قضایا
۲۱۶	۶۰- ۳۹۵ تا ۳۹۸	۲۱۶	۶۴- ۴۱۸ تا ۴۲۱	۲۱۶	۶۶- بعض قضایا
۲۱۶	۶۱- ۳۹۸ تا ۴۰۱	۲۱۶	۶۵- ۴۲۱ تا ۴۲۴	۲۱۶	۶۷- بعض قضایا
۲۱۶	۶۲- ۴۰۱ تا ۴۰۴	۲۱۶	۶۶- ۴۲۴ تا ۴۲۷	۲۱۶	۶۸- بعض قضایا
۲۱۶	۶۳- ۴۰۴ تا ۴۰۷	۲۱۶	۶۷- ۴۲۷ تا ۴۳۰	۲۱۶	۶۹- بعض قضایا
۲۱۶	۶۴- ۴۰۷ تا ۴۱۰	۲۱۶	۶۸- ۴۳۰ تا ۴۳۳	۲۱۶	۷۰- بعض قضایا
۲۱۶	۶۵- ۴۱۰ تا ۴۱۳	۲۱۶	۶۹- ۴۳۳ تا ۴۳۶	۲۱۶	۷۱- بعض قضایا
۲۱۶	۶۶- ۴۱۳ تا ۴۱۶	۲۱۶	۷۰- ۴۳۶ تا ۴۳۹	۲۱۶	۷۲- بعض قضایا
۲۱۶	۶۷- ۴۱۶ تا ۴۱۹	۲۱۶	۷۱- ۴۳۹ تا ۴۴۲	۲۱۶	۷۳- بعض قضایا
۲۱۶	۶۸- ۴۱۹ تا ۴۲۲	۲۱۶	۷۲- ۴۴۲ تا ۴۴۵	۲۱۶	۷۴- بعض قضایا
۲۱۶	۶۹- ۴۲۲ تا ۴۲۵	۲۱۶	۷۳- ۴۴۵ تا ۴۴۸	۲۱۶	۷۵- بعض قضایا
۲۱۶	۷۰- ۴۲۵ تا ۴۲۸	۲۱۶	۷۴- ۴۴۸ تا ۴۵۱	۲۱۶	۷۶- بعض قضایا
۲۱۶	۷۱- ۴۲۸ تا ۴۳۱	۲۱۶	۷۵- ۴۵۱ تا ۴۵۴	۲۱۶	۷۷- بعض قضایا
۲۱۶	۷۲- ۴۳۱ تا ۴۳۴	۲۱۶	۷۶- ۴۵۴ تا ۴۵۷	۲۱۶	۷۸- بعض قضایا
۲۱۶	۷۳- ۴۳۴ تا ۴۳۷	۲۱۶	۷۷- ۴۵۷ تا ۴۶۰	۲۱۶	۷۹- بعض قضایا
۲۱۶	۷۴- ۴۳۷ تا ۴۴۰	۲۱۶	۷۸- ۴۶۰ تا ۴۶۳	۲۱۶	۸۰- بعض قضایا
۲۱۶	۷۵- ۴۴۰ تا ۴۴۳	۲۱۶	۷۹- ۴۶۳ تا ۴۶۶	۲۱۶	۸۱- بعض قضایا
۲۱۶	۷۶- ۴۴۳ تا ۴۴۶	۲۱۶	۸۰- ۴۶۶ تا ۴۶۹	۲۱۶	۸۲- بعض قضایا
۲۱۶	۷۷- ۴۴۶ تا ۴۴۹	۲۱۶	۸۱- ۴۶۹ تا ۴۷۲	۲۱۶	۸۳- بعض قضایا
۲۱۶	۷۸- ۴۴۹ تا ۴۵۲	۲۱۶	۸۲- ۴۷۲ تا ۴۷۵	۲۱۶	۸۴- بعض قضایا
۲۱۶	۷۹- ۴۵۲ تا ۴۵۵	۲۱۶	۸۳- ۴۷۵ تا ۴۷۸	۲۱۶	۸۵- بعض قضایا
۲۱۶	۸۰- ۴۵۵ تا ۴۵۸	۲۱۶	۸۴- ۴۷۸ تا ۴۸۱	۲۱۶	۸۶- بعض قضایا
۲۱۶	۸۱- ۴۵۸ تا ۴۶۱	۲۱۶	۸۵- ۴۸۱ تا ۴۸۴	۲۱۶	۸۷- بعض قضایا
۲۱۶	۸۲- ۴۶۱ تا ۴۶۴	۲۱۶	۸۶- ۴۸۴ تا ۴۸۷	۲۱۶	۸۸- بعض قضایا
۲۱۶	۸۳- ۴۶۴ تا ۴۶۷	۲۱۶	۸۷- ۴۸۷ تا ۴۹۰	۲۱۶	۸۹- بعض قضایا
۲۱۶	۸۴- ۴۶۷ تا ۴۷۰	۲۱۶	۸۸- ۴۹۰ تا ۴۹۳	۲۱۶	۹۰- بعض قضایا
۲۱۶	۸۵- ۴۷۰ تا ۴۷۳	۲۱۶	۸۹- ۴۹۳ تا ۴۹۶	۲۱۶	۹۱- بعض قضایا
۲۱۶	۸۶- ۴۷۳ تا ۴۷۶	۲۱۶	۹۰- ۴۹۶ تا ۵۰۰	۲۱۶	۹۲- بعض قضایا
۲۱۶	۸۷- ۴۷۶ تا ۴۷۹	۲۱۶	۹۱- ۵۰۰ تا ۵۰۴	۲۱۶	۹۳- بعض قضایا
۲۱۶	۸۸- ۴۷۹ تا ۴۸۳	۲۱۶	۹۲- ۵۰۴ تا ۵۰۸	۲۱۶	۹۴- بعض قضایا
۲۱۶	۸۹- ۴۸۳ تا ۴۸۷	۲۱۶	۹۳- ۵۰۸ تا ۵۱۲	۲۱۶	۹۵- بعض قضایا
۲۱۶	۹۰- ۴۸۷ تا ۴۹۱	۲۱۶	۹۴- ۵۱۲ تا ۵۱۶	۲۱۶	۹۶- بعض قضایا
۲۱۶	۹۱- ۴۹۱ تا ۴۹۵	۲۱۶	۹۵- ۵۱۶ تا ۵۲۰	۲۱۶	۹۷- بعض قضایا
۲۱۶	۹۲- ۴۹۵ تا ۴۹۹	۲۱۶	۹۶- ۵۲۰ تا ۵۲۴	۲۱۶	۹۸- بعض قضایا
۲۱۶	۹۳- ۴۹۹ تا ۵۰۳	۲۱۶	۹۷- ۵۲۴ تا ۵۲۸	۲۱۶	۹۹- بعض قضایا
۲۱۶	۹۴- ۵۰۳ تا ۵۰۷	۲۱۶	۹۸- ۵۲۸ تا ۵۳۲	۲۱۶	۱۰۰- بعض قضایا
۲۱۶	۹۵- ۵۰۷ تا ۵۱۱	۲۱۶	۹۹- ۵۳۲ تا ۵۳۶	۲۱۶	۱۰۱- بعض قضایا
۲۱۶	۹۶- ۵۱۱ تا ۵۱۵	۲۱۶	۱۰۰- ۵۳۶ تا ۵۴۰	۲۱۶	۱۰۲- بعض قضایا
۲۱۶	۹۷- ۵۱۵ تا ۵۱۹	۲۱۶	۱۰۱- ۵۴۰ تا ۵۴۴	۲۱۶	۱۰۳- بعض قضایا
۲۱۶	۹۸- ۵۱۹ تا ۵۲۳	۲۱۶	۱۰۲- ۵۴۴ تا ۵۴۸	۲۱۶	۱۰۴- بعض قضایا
۲۱۶	۹۹- ۵۲۳ تا ۵۲۷	۲۱۶	۱۰۳- ۵۴۸ تا ۵۵۲	۲۱۶	۱۰۵- بعض قضایا
۲۱۶	۱۰۰- ۵۲۷ تا ۵۳۱	۲۱۶	۱۰۴- ۵۵۲ تا ۵۵۶	۲۱۶	۱۰۶- بعض قضایا
۲۱۶	۱۰۱- ۵۳۱ تا ۵۳۵	۲۱۶	۱۰۵- ۵۵۶ تا ۵۶۰	۲۱۶	۱۰۷- بعض قضایا
۲۱۶	۱۰۲- ۵۳۵ تا ۵۳۹	۲۱۶	۱۰۶- ۵۶۰ تا ۵۶۴	۲۱۶	۱۰۸- بعض قضایا
۲۱۶	۱۰۳- ۵۳۹ تا ۵۴۳	۲۱۶	۱۰۷- ۵۶۴ تا ۵۶۸	۲۱۶	۱۰۹- بعض قضایا
۲۱۶	۱۰۴- ۵۴۳ تا ۵۴۷	۲۱۶	۱۰۸- ۵۶۸ تا ۵۷۲	۲۱۶	۱۱۰- بعض قضایا
۲۱۶	۱۰۵- ۵۴۷ تا ۵۵۱	۲۱۶	۱۰۹- ۵۷۲ تا ۵۷۶	۲۱۶	۱۱۱- بعض قضایا
۲۱۶	۱۰۶- ۵۵۱ تا ۵۵۵	۲۱۶	۱۱۰- ۵۷۶ تا ۵۸۰	۲۱۶	۱۱۲- بعض قضایا
۲۱۶	۱۰۷- ۵۵۵ تا ۵۵۹	۲۱۶	۱۱۱- ۵۸۰ تا ۵۸۴	۲۱۶	۱۱۳- بعض قضایا
۲۱۶	۱۰۸- ۵۵۹ تا ۵۶۳	۲۱۶	۱۱۲- ۵۸۴ تا ۵۸۸	۲۱۶	۱۱۴- بعض قضایا
۲۱۶	۱۰۹- ۵۶۳ تا ۵۶۷	۲۱۶	۱۱۳- ۵۸۸ تا ۵۹۲	۲۱۶	۱۱۵- بعض قضایا
۲۱۶	۱۱۰- ۵۶۷ تا ۵۷۱	۲۱۶	۱۱۴- ۵۹۲ تا ۵۹۶	۲۱۶	۱۱۶- بعض قضایا
۲۱۶	۱۱۱- ۵۷۱ تا ۵۷۵	۲۱۶	۱۱۵- ۵۹۶ تا ۶۰۰	۲۱۶	۱۱۷- بعض قضایا
۲۱۶	۱۱۲- ۵۷۵ تا ۵۷۹	۲۱۶	۱۱۶- ۶۰۰ تا ۶۰۴	۲۱۶	۱۱۸- بعض قضایا
۲۱۶	۱۱۳- ۵۷۹ تا ۵۸۳	۲۱۶	۱۱۷- ۶۰۴ تا ۶۰۸	۲۱۶	۱۱۹- بعض قضایا
۲۱۶	۱۱۴- ۵۸۳ تا ۵۸۷	۲۱۶	۱۱۸- ۶۰۸ تا ۶۱۲	۲۱۶</	

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۲۱۸	غزوہ کی وجہ	۲۹۱	مراجعت	۲۷۹	سردہ کا طہرنت ابی الاسد
"	فوج کی تیاری	۲۹۲	دفعہ ہوازن بہ جہرانہ	۲۷۷	زمرہ کی عورت کا لڑکا
"	بکاؤن کا حال	۲۹۳	مالک بن عوف کے تعلق حکم		
۳۱۹	ابو موسیٰ الاشعریؓ	۲۹۵	تقسیم غنیمت بہ جہرانہ		غزوہ حنین و طاس طائف
۲۲۰	عبد بن زید	"	ہر ایک کے حصے	۲۷۷ تا ۳۰۲	
"	مغزوہ رین	"	مؤلفہ القلوب	۲۷۷	غزوہ حنین
"	ردائی اور خلفین	۲۹۶	مؤلفہ القلوب کی دوسری فہرست	۲۷۸	ہوازن کی تیاری
۳۲۱	منافقین	"	غلط فہمی	"	درید بن الصمد اور مالک بن عوف
۳۲۲	حضرت علی کرم	۲۹۸	توضیح مقصد	۲۷۹	مالک بن عوف کا انتظام
۳۲۳	ابو خیر رضی اللہ عنہ	۳۰۳ تا ۳۰۴	مسئلہ کی حقیقت	۲۸۰	ہوازن کی خبر اور تحقیق
"	دیار ثمود	۳۰۳	عمرہ جہرانہ	"	ہوازن کا اچانک حملہ
۳۲۳	ادنیٰ کا گم ہونا	۳۰۳	غزوہ طائف کی تاریخ	۲۸۱	نوسم کفار تک کا اتفاق
۲۲۵	حضرت ابوذر غفاریؓ کا تنہا سفر			۲۸۳	انصار کا اجتماع
۳۲۶	منافقین کی شرارت	۳۰۵	عالمین صدقہ کا تقرر	۲۸۴	زول ملائکہ
۳۲۸	عین تبوک		بعض سرائیا	"	کفار کی ہزیمت
"	اطراف سے مصالحت	۳۱۷ تا ۳۱۸		۲۸۶ تا ۲۸۵	غزوہ نخلہ و طاس
۳۲۹	خالد بن الولیدؓ کے اکیدر	۳۰۷-۳۰۸	سرہینہ و دفعہ بنی نضیم	۲۸۷	بنی سعد بن بکر کی درخواست
۳۳۰	بقیہ حال تبوک	۳۱۱	سرہینہ بن عامرؓ	"	حنین کے سپاہیاد غنائم
۳۳۱	وفات ذوالجہادینؓ	"	سرہینہ بن سفیانؓ		
"	منافقوں کی انتہائی شرارت	۳۱۲	سرہینہ بن مجزائے الحبشہ		غزوہ طائف
۳۳۲	مسجد خزار	۳۱۵-۳۱۳	سرہینہ علی کرم الیٰ علی	۲۸۸ تا ۳۰۲	
۳۳۶	رسول اللہؐ کی سجدیں	۳۱۷-۳۱۵	کعب بن زہیر شاعر	۲۸۸	طائف کا ارادہ اور ذوالکھفین کا
"	مدینہ میں داخلہ			۲۸۹	بتخانہ
"	منافقین کی حضرت زبیرؓ کے ساتھ			۲۹۰	طائف کا محاصرہ اور منہنق
"	کا حال	۳۲۱ و ۳۲۲	غزوہ تبوک و عیش العرہ و متعلقات	"	غلاموں کے متعلق اعلان
۳۳۹	قبولیت استغفار و معافی	۳۱۷	مقام اور غزوہ کا زمانہ	۲۹۱	اطراف کے بتخانے
					حضور کا خواب اور تعبیر

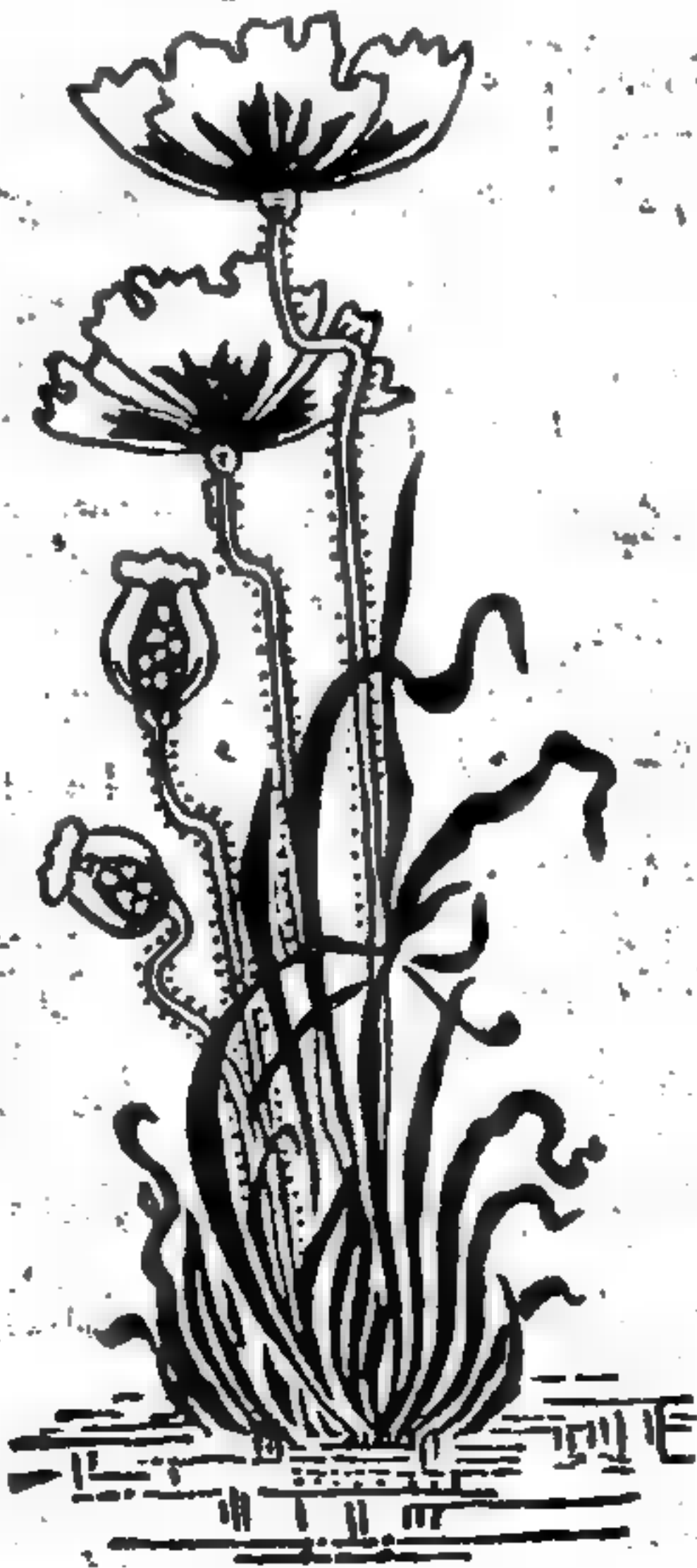
صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۳۴۱	نقیر عام کا حکم	۳۴۱	اموال قابل زکوٰۃ	۳۴۹	الجزئیہ
	قصر صلوة	=	وقت زکوٰۃ	=	از ۳۴۰ تا ۳۴۳
	قضائے الظاہر	=	مقدار زکوٰۃ	=	
	صدقہ علی البشارۃ	۳۴۱	ریکا زکی زکوٰۃ	=	ہدایا و تحائف
			زراعت کی زکوٰۃ	۳۵۰	از ۳۴۳ تا ۳۴۶
	متعلق جمیع غزوات و سرمایہ		اموال تجارت کی زکوٰۃ	=	اموال مہجورہ
	از ۳۴۴ تا ۳۴۷		نصاب زکوٰۃ	=	از ۳۴۶ تا ۳۴۹
	تعداد غزوات	۳۴۱	زکوٰۃ مویشی	۳۵۱	العشر و الخراج
	بڑے بڑے غزوات	۳۴۲	زکوٰۃ اونٹ	=	از ۳۴۸ تا ۳۵۱
	نزول ملائکہ	=	زکوٰۃ گائے	۳۵۲	حضور کے قاصد
	حراست	=	زکوٰۃ غنم	۳۵۳	از ۳۸۳ تا ۳۸۸
	حدی غوانی	۳۴۳	طریق اخذ زکوٰۃ	=	
	جہاد کی فضیلت	=	مصارف زکوٰۃ	۳۵۴	وقت اور اہتمام
	آداب جہاد	۳۴۴		۳۵۴	عروا بن امیہ الضمری حبشہ
	کفار سے استعانت	۳۴۵	غنائم کا حکم	۳۵۵	دحیہ بکلی شام
	تقدیم دعوت	=	از ۳۵۵ تا ۳۶۲	۳۵۵	عبداللہ بن عذافہ السہمی ایران
	احتیاط	۳۴۶	حلت غنیمت	۳۵۶	عاطب اسکندریہ
	بعض دستور	=	تقسیم کا قاعدہ	۳۵۷	شجاع ابن وہب بلقا
	طعام غنیمت	۳۴۷	صفی رسول اللہ صلم	=	سیط بن عمرو یمامہ
			غیر حاضرین کا سهم	۳۵۸	عرو بن العاص عمان
			تفصیل	۳۵۹	علاء الحضری بحرین
			اسلاب کا حکم	۳۶۰	ہاجر ابن ابی امیہ شہین
				۳۶۱	ابو موسیٰ اشعری یمن
				۳۶۲	معاذ بن جبل یمن
				۳۶۳	جریر بن عبداللہ الجلی یمن
				۳۶۴	عروا بن امیہ الضمری یمامہ
				۳۶۵	سائب بن العوام یمامہ
				۳۶۶	
				۳۶۷	
				۳۶۸	
				۳۶۹	
				۳۷۰	
				۳۷۱	
				۳۷۲	
				۳۷۳	
				۳۷۴	
				۳۷۵	
				۳۷۶	
				۳۷۷	
				۳۷۸	
				۳۷۹	
				۳۸۰	
				۳۸۱	
				۳۸۲	
				۳۸۳	
				۳۸۴	
				۳۸۵	
				۳۸۶	
				۳۸۷	
				۳۸۸	
				۳۸۹	
				۳۹۰	
				۳۹۱	
				۳۹۲	
				۳۹۳	
				۳۹۴	
				۳۹۵	
				۳۹۶	
				۳۹۷	
				۳۹۸	
				۳۹۹	
				۴۰۰	

نمبر	مضمون	صفحہ	مضمون	نمبر	مضمون
۳۳۲	قدوم غلام بن ثعلبہ	۳۱۵ تا ۳۱۱	وفد عبد القیس	۳۸۸	فروۃ الجذامی کا قصدا آیا
۳۳۳	وفد نجیب	۳۱۵	وفد بنی حنفیہ	۳۸۹	عیاش ابن ابی ریحہ
۳۳۵	بنی ابذی کے ارک کے کا حال	"	سیلہ کا حال	رسول اللہ کے خطوط ملوک کے نام از ۳۸۹ تا ۴۰۰	
۳۳۶	مدارح کا اعتبار	۳۱۶	سیلہ کا خط		
"	وفد سعد بن جهم من قضاء	"	حضور کا جواب	۳۸۹	قیصر روم کے نام
۳۳۷	وفد بنی خزاعہ	"	صحیحین کی روایت	۳۹۱	کسری کے نام
۳۳۸	وفد بنی اسد	۳۱۷	وفد طمی	۳۹۲	شاہ حبشہ کے نام
۳۳۹	وفد ہزار	۳۱۸	وفد کندہ	۳۹۳	شاہ اسکندریہ کے نام
۳۴۰	وفد غزیرہ	۳۱۹	وفد الاشعریین	۳۹۴	اس کا جواب
۳۴۱	وفد بنی	۳۲۰	وفد زرد	۳۹۵	صاحب یمامہ کے نام
۳۴۲	ضیافہ کا حکم	۳۲۱	وفد بنی حارث بن کعب	"	جواب
"	غتم ضائف کا حکم	"	وفد ہمدان	۳۹۶	غسانی بادشاہ کے نام
۳۴۳	وفد ذی مرہ	۳۲۳	وفد مزینہ	"	شاہ عمان کے نام
"	وفد غولان	"	وفد بخران	صدیق اکبر کا حج از ۴۰۰ تا ۴۰۵	
۳۴۴	وفد عمارب	"	رسول اللہ کے پاس بود و نصائی کا		
۳۴۵	وفد صداء	۳۲۴	اجماع	۴۰۰	حضرت صدیق کے جانے کی غرض
۳۴۶	بعض مسائل	۳۲۵	حضور کا خط اہل بخران کو	"	حضرت علی بھی گئے
۳۴۸	وفد غسان	۳۲۷	اہل وفد کے سوالات	۴۰۱	یہ حج کے فرض کے قبل تھا یا بعد
۳۴۹	وفد سلمان	۳۲۸	مباہلہ کا حال	۴۰۲	حضرت علی کم کیوں بھیجے گئے
"	وفد بنی جہس	"	اہل بخران کے نام حضور کا عندلہ	۴۰۳	سورہ اقلیٰ تہیں میں سورہ فتح ہوا
۴۵۰	وفد غامد	۳۳۰	بعض توضیحات	۴۰۵	مباہلہ کی تہیں اور سب کا حکم
۴۵۱	وفد زرد	۳۳۱	مباہلہ	کتاب الوفود از ۴۰۵ تا ۴۲۵	
۴۵۲	وفد بنی المنتفق	"	ربوا		
۴۵۳	وفد نخع	"	خوراک دعا رتہ	۴۱۰ تا ۴۰۵	وفد تکلیف
کتاب حجۃ الوداع از ۴۵۵ تا ۵۰۰			۴۲۱	صدقہ و جزئہ	
۴۵۶	حج و عمرہ کا فرق اور حج کی تہیں	"	قدوم رسول فروۃ الجذامی		

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۵۲۶	انصار کا اضطراب	۲۸۹	حلق راس اور مونے مبارک کی تقسیم	۲۵۷	حضور کا عمر
۵۲۸	حضور کی آخری نماز یا جماعت	۲۹۰	طواف افاضہ	۲۶۰	حج کب فرض ہوا
۵۳۰	اور صدیق کی امامت	۲۹۱	طواف سواری پر	۲۶۵-۲۶۱	حضور کا حج کس قسم کا تھا
۵۳۲	حضرت صدیق کے امامت کی تاکید	۲۹۱	طواف دن کے وقت کیا	۲۶۵-۲۶۷	روانگی کا دن
۵۳۲	ردائے کا عجیب شبہ	۲۹۱	حضور نے ظہر کہاں پڑھی	۲۶۷	مدینہ سے خروج
۵۳۶-۵۳۳	رحلت مصطفیٰ	۲۹۲	رجوع اور منیٰ میں قیام	۲۶۸	روح ہار
۵۴۰-۵۳۷	وفات کا اثر	۲۹۳	طواف وداع	۲۶۸	اثاب
۵۴۰	غیر خم کا خطبہ اور مسئلہ امامت	۲۶۹	غیر خم کا خطبہ اور مسئلہ امامت	۲۶۹	عرج
۵۴۱	تکفین	۲۶۹	از ۲۹۵ تا ۵۰۰	۲۶۹	ابواب
۵۴۲	صلوۃ جنازہ	۲۷۰	آخری فوج اور وفات	۲۷۰	مقام سرف
۵۴۲	تدفین	۲۷۲	وفات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم	۲۷۲	ذی طوی و مکہ
۵۴۲	قبر	۲۷۲	از ۵۰۲ تا ۵۴۲	۲۷۲	طواف
۵۴۲	دفن کا دن	۵۰۵	وفات لازمی تھی	۲۷۲	مناسک
متردات		۵۰۵	وفات کاظم اور وداع	۲۷۵	مردہ پر شرعی حکم
از ۵۴۲ تا ۵۵۵		۵۰۶	پہلی طلاع	۲۷۵	فسخ الحج بالعمہ کا اختلاف
۵۴۳	حضور نے کچھ چھوڑا یا نہیں	۵۰۹	ابتداء مرض	۲۷۵	حکم کے عام ہونے کی دلیلیں
۵۴۵	زمینیں	۵۱۱	کس روز بیمار ہوئے اور کتنے روز	۲۷۸	دلائل تخصیص حکم بصحابہ
۵۴۷	مکانات	۵۱۱	بیمار رہے	۲۷۹	وہ حدیثیں جو فسخ الحج کے متعارض ہیں
۵۵۰	لباس	۵۱۳	اشد ادمرض اور حضرت عائشہ کے	۲۸۱	حج کا بقیہ حال
۵۵۱	سواری کے جانور	۵۱۳	گھر قیام	۲۸۱	عرفہ کا خطبہ
۵۵۲	بکریاں	۵۱۳	مرض کی ترقی	۲۸۳	دوق عرفہ
۵۵۳	اسلحہ وغیرہ کی فرست	۵۲۰-۵۱۵	مرض الموت کا خطبہ	۲۸۳	دین کی تکمیل
۵۵۳	ایک دوسری فرست	۵۲۰	عجوب ترین انسان	۲۸۳	محرم کا انتقال
موالی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم		۵۲۲	حضرت فاطمہ کا روٹنا اور منشا	۲۸۳	مزدلفہ و منیٰ
از ۵۵۵ تا ۵۵۹		۵۲۲	لدود	۲۸۷	منیٰ کا خطبہ
۵۵۵	زید بن حارثہ	۵۲۲-۵۲۱	واقف قرطاس اور آخری وصیت	۲۸۸	قربانی

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۵۵۵	ابورافع سلمہ	۵۵۵	ریحانہ	۵۵۵	ام المومنین حفصہ
۵۵۶	ثوبان	۵۵۶	برکات	۵۵۶	ام المومنین زینب بنت خویلد
۵۵۷	ابوبکر سلیم	۵۵۷	بربرہ	۵۵۷	ام المومنین ام سلمہ
۵۵۸	شقران	۵۵۸	خدا	۵۵۸	ہجرت کا قصہ
۵۵۹	رباع نوبی	۵۵۹	از ۵۶۲ تا ۵۶۳	۵۵۹	مولے مبارک کی روایت
۵۶۰	یسار نوبی	۵۶۰	انس بن مالک	۵۶۰	امام حسین کے شہادت کی روایت
۵۶۱	مدغم	۵۶۱	عبد اللہ بن مسعود	۵۶۱	جیش کے خسف ہونے کی روایت
۵۶۲	کرکرہ نوبی	۵۶۲	عقبہ بن عامر الجعفی	۵۶۲	ام المومنین زینب بنت جحش
۵۶۳	انجسہ	۵۶۳	اسلع بن شریک	۵۶۳	حضرت زید سے عقد
۵۶۴	سفینہ	۵۶۴	بلال	۵۶۴	سورم حاجی اور طلاق
۵۶۵	انس	۵۶۵	سعد مولے ابی بکر	۵۶۵	حضور سے عقد
۵۶۶	افلح	۵۶۶	ابوذر غفاری	۵۶۶	ولید اور حجاب کا حکم
۵۶۷	ذکوان	۵۶۷	ایمن بن عبیدہ	۵۶۷	کفار کا اعتراض و جواب
۵۶۸	ابو موسیٰ	۵۶۸	ام ایمن	۵۶۸	حجاب یعنی پردہ شرعی
۵۶۹	ماہور خضی	۵۶۹	معیقب	۵۶۹	از ۵۸۶ تا ۵۹۶
۵۷۰	سند	۵۷۰	موزنین سول اللہ صلیم	۵۷۰	حجاب کا اثر
۵۷۱	حنین	۵۷۱	از ۵۶۲ تا ۵۶۳	۵۷۱	اعزہ و اقربا کا حکم
۵۷۲	عورتیں	۵۷۲	از ۵۶۲ تا ۵۶۳	۵۷۲	حجاب کا طریقہ
۵۷۳	سلی ام زافع	۵۷۳	از ۵۶۲ تا ۵۶۳	۵۷۳	شان و دل میں اختلاف اور تطبیق
۵۷۴	میمونہ بنت سعد	۵۷۴	از ۵۶۲ تا ۵۶۳	۵۷۴	نار کیلئے مسجد جانے کی اجازت
۵۷۵	خضرہ	۵۷۵	از ۵۶۲ تا ۵۶۳	۵۷۵	مسجد جانے کا حکم اور صحابہ
۵۷۶	رزینہ	۵۷۶	از ۵۶۲ تا ۵۶۳	۵۷۶	ام ولد اور لونڈیوں کا حکم
۵۷۷	الرمیصاریا العیصاریہ	۵۷۷	از ۵۶۲ تا ۵۶۳	۵۷۷	حجاب اور ستر
۵۷۸	ام فہیرہ	۵۷۸	از ۵۶۲ تا ۵۶۳	۵۷۸	لابیدین زینب بنت جحش کے معنی
۵۷۹	ماریہ قبطیہ	۵۷۹	از ۵۶۲ تا ۵۶۳	۵۷۹	الاماظر سے کیا مراد ہے

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۶۰۴	اسمار بنت نعمان	۵۹۳	آیۃ مجاہد احزاب کی آیت ہے یا سورہ فوری		
۶۰۸	بخاری کی روایۃ ابنۃ الجون کی	۵۹۵	دو نوں آیتوں کا حکم		
"	دوسری روایۃ حمزہ بن اسید کی	۵۹۶	ام المؤمنین جویریہؓ		
"	مسلم کی روایۃ سهل بن سعد کی	۵۹۷	ام المؤمنین ام حبیبہؓ		
۶۰۹	سرداری	۶۰۱	ام المؤمنین صفیہؓ		
"	مہر	۶۰۳	ام المؤمنین میمونہؓ		
۶۱۱	اسلام کی خدمت				
			واہب		
			ایمہ بنت شراحیل		



بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ
 کتاب مستطاب

اصح السیر

فی ہدی

خیر البشر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

یعنی

سواخ اقدس جناب سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

حصہ اول مجاہدانہ زندگی

جس میں

مقدمہ سیرت مجمل تاریخ عرب سیرت مدارج تبلیغ اور نایاب فقہی تحقیقات

— المؤلف —

حضرت لانا حکیم ابوالبرکات عبدالرزاق صاحب قادری نابوری

ناشر فضل ربی ندوی

مجلس نشریات اسلام

ارکے۔ سوناظر آباد پیشکرچی
 نزد قناد۔ ناظم آباد



مُقَدِّمَةٌ

الحمد لله رب العالمين والصلاة والسلام على خير الخلائق محمد وآله واصحابه
وآذواجهم وذرياتهم واهل بيته اجمعين

اما بعد۔ کائنات عالم میں جتنے علمی و عملی کام ہیں ان میں سب سے مقدم اور سب سے ضروری کام یہ ہے
کہ خود انسان کے اخلاق حسنہ کی تربیت کی جائے۔ اور ان کو مرتبہ کمال تک پہنچایا جائے۔ اور اسی کام کے لئے خدا نے
ذوالجلال نے ابتدائے آفرینش عالم سے اس وقت تک ہمیشہ اپنے بے شمار انبیاء اور رسول بھیجے بہت سی کتابیں اور
صحائف نازل کیں۔ اور دنیا کا کوئی خطہ باقی نہ رہا جہاں اللہ پاک کی طرف سے معلم اخلاق نہ آیا ہو وان لھمن امثو
لا اخلا فیہا نذیر۔ ان سارے انبیاء اور مرسلین کا مقصد ایک تھا۔ تعلیم ایک تھی۔ ایک دوسرے کے مُصَدِّق تھے کسی
کبھی کسی دوسرے کی مخالفت نہ کی۔ اولاد نبی آدم کا ان سے زیادہ بہتر و ہر دو کوئی دوسرا نہیں۔ ان سے زیادہ سچی اور
صحیح تعلیم دینے والا کوئی انسان ہو سکتا ہے نہ فرشتہ۔ ان خدا کے پاک بندوں نے جو کچھ کہا وہ اپنی طرف سے نہ کہا
ان کی تعلیم خدا کی تعلیم تھی جس کو وہ خدا کے بندوں تک پہنچانے آئے تھے۔ اور اپنے کام کو اپنی اپنی وسعت بھر انجام
دیکر چلے گئے۔ آج اچھے اخلاق کے جتنے نمونے دنیا کے کسی خطہ یا دنیا کی کسی قوم میں پائے جاتے ہیں وہ انہیں بزرگن
کے قدم کی برکت سے ہیں۔

مگر انسان نے کیا کیا اور اپنے فرائض کو کیونکر انجام دیا؟ تم کو حیرت ہوگی جب تم ان لاکھوں رہبران
قدرت کی تعلیمات کو تلاش کرنا چاہو تو ساری عمر تلاش کرنے کے بعد تعلیم کا ایک ورق بھی تم کو ایسا نہیں مل سکتا
جس کو یقینی طور پر کسی نبی یا رسول کی طرف منسوب کر سکو۔ دنیا کا اکثر خطہ آج یہ بھی نہیں بتا سکتا کہ اس ملک میں

لے کوئی جماعت نہیں ہے مگر ان میں ڈالے دلا گزر چکا ہے (قرآن کریم) ۲۰

کوئی خدا کا پیغمبر آیا بھی یا نہیں۔ اسلام کے قبل دنیا میں صرف دو قومیں تھیں یہود اور نصاریٰ جو حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ کی اُمت ہونے کا دعویٰ کرتی تھیں۔ اور انہیں کے ذریعہ سے بعض اور انبیاء و رسل کے نام زندہ تھے۔ ان میں سے نصاریٰ کے پاس تو کوئی ایسی کتاب موجود ہی نہ تھی جس کو حضرت عیسیٰ نے خدا کی کتاب کہا ہو۔ حضرت عیسیٰ کے چار عواری مسمیٰ۔ مرقس۔ لوقا۔ اور یوحنا نے اپنی اپنی سمجھ کے موافق حضرت عیسیٰ کے بعض وعظوں کو جمع کیا ہے۔ بس وہی ہے جس کو خدا کی کتاب کو باعواروں کی کتاب۔ اس میں بھی کچھ کچھ تغیر و تبدل ہوا۔ یا بعینہ اُسی طرح باقی ہے جس طرح اُن بزرگان نے جمع کیا تھا اس کی تحقیق مشکل ہے۔ نہ اس کے لئے کوئی سند ہے نہ ثبوت۔

باقی توریت۔ تو جس کو یہود توریت کہتے تھے اُس کے مضامین سے یہ ظاہر ہے کہ اُس کا بہت ماحضہ حضرت موسیٰ کے بہت بعد لکھا گیا۔ اور جس حصہ کو کہہ سکتے ہیں کہ حضرت موسیٰ کے وقت میں لکھا گیا۔ اُس کے متعلق بھی کچھ نہیں کہا جاسکتا کہ یہ الہامی الفاظ ہیں یا مضافیم۔ اور روایت بالسنن۔ احکام عشر کے سوا سب مشکوک ہے اور اس کا بھی قطعاً کوئی ثبوت نہیں ہے کہ یہ تحریر حضرت موسیٰ کے وقت سے اب تک بعینہ محفوظ ہے اور اس میں تغیرات اور تبدیلیاں نہیں ہوئیں۔ بلکہ روایت یہ ہے کہ ڈیڑھ سو برس تک تابوت سلیمانہ کے ساتھ توریت بھی بت پرستوں کے قبضہ میں رہی۔ اور یہود کے پاس کوئی توریت نہ تھی۔ اس لئے کہ اس کا ایک ہی نسخہ تھا۔ ایک بزرگ نے اپنی یاد دیا اپنے الہام سے توریت لکھوا دی تھی۔

قرآن شریف

اب انبیاء و رسل کی تعلیمات اور احکام خداوندی کے جاننے کا صرف ایک ذریعہ ہے۔ اور وہی ہے جو خاتم النبیین جناب احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بتایا۔ قرآن پاک کی حفاظت کا ذمہ خود خداوند پاک نے لیا۔ اور اس کے الفاظ میں رد و بدل کرنا انسان کے اختیار سے باہر ہو گیا۔ ہم بہت اختصار کے ساتھ بتائیں گے کہ ابتداء نزول سے اب تک یہ کیونکر محفوظ ہے اور آئندہ اس کی حفاظت کے کیا ذرائع ہیں۔

خداوند کریم نے رسول اللہ کے ذریعہ جو احکام بھیجے۔ دو طرح کے ہیں۔ ایک وحی متلو یعنی قرآن پاک یعنی کلام اللہ۔ اور دوسرے وحی غیر متلو۔ قرآن پاک کی حفاظت کیونکر ہوئی۔ غور کیجئے۔

(۱) نماز ہر مسلمان پر فرض ہوئی۔ روزانہ پانچ وقت میں شترہ کعتیں تو صرف فرض ہیں۔ اس کے علاوہ سُنن و نوافل ہیں۔ اور ہر رکعت میں کچھ قرآن پڑھنا ضرور ہے فاقروا ما آتیتکم منہ۔ اس لئے ہر شخص پر فرض

لے جتنا قرآن آسانی پڑھنا ممکن ہو پڑھو (قرآن) ۱۴۴۰ھ

ہو گیا کہ مسلمان ہونے کے بعد کچھ صحیح قرآن پڑھنا سکے۔ چاہے وہ کسی ملک کا ہو۔ اور قرآن کا مطلب سمجھنا ہو یا نہ سمجھنا قرآن کی تعلیم حاصل کرنا اور اس کے مفہوم کو سمجھنا ہر شخص پر فرض میں نہیں ہو سکتا۔ مگر جو چیز جو عبادت ہو گئی اس کو مستثنیٰ نہیں ہو سکتا۔ اس کا لازمی نتیجہ یہ ہوا کہ قرآن جس جس طرح نازل ہوا گیا لوگوں کے سینوں میں محفوظ ہوتا گیا۔ اور چونکہ عبادت کی صحت اس کی صحت پر موقوف تھی اس لئے اعراب۔ طریق ادا۔ تلفظ اس طرح مشق ہوا گیا کہ اعراب اور تلفظ میں بھی تغیر و تبدل ناممکن ہو گیا۔ آیہ بالا سے معلوم ہو گیا کہ نماز میں قرآن پڑھنے کا حکم ہے اور قرآن کا ترجمہ قرآن نہیں ہوتا اس لئے اگر کوئی شخص نماز میں قرآن کا ترجمہ پڑھے تو نماز نہ ہوگی اس لئے ان الفاظ ہی کا یاد کرنا ضرور ہے۔

نماز میں اگر آیات قرآنی کو بھکر پڑھے تو اس کے بہتری میں کلام نہیں۔ لیکن نہ سمجھے تاہم نفس نماز میں اس کوئی خرابی نہیں پیدا ہوتی۔ نماز ایک عبادت ہے اور اس سے مقصود اصلی خشوع و خضوع پیدا کرنا ہے اور وہ آیات کا مطلب نہ سمجھنے سے بھی پیدا ہو سکتا ہے۔ ایک بے علم جو آیات کو کلام اللہ سمجھ کر پڑھ لیتا ہے۔ دل سے خدا کی طرف متوجہ رہتا ہے۔ خشوع و خضوع اس پر غالب ہوتی ہے اس کی نماز اس عالم کی نماز سے ہزار گونہ بہتر ہے۔ جو آیات کو پڑھ کر معانی کی تحقیق اور مسائل کے استخراج میں بھنس جاتا ہے۔ اور عبادت کے وقت علمی تحقیقات کرنے لگتا ہے۔

(۲) یاد کے علاوہ خود حضور نے دوسرا اہتمام یہ کیا کہ جیسے جیسے آیتیں نازل ہوتی گئیں آپ اپنے کاتبوں سے اس کو لکھواتے گئے حضور کے کاتب بہت تھے جن کا ذکر آگے آتا ہے۔ ان میں بہت سے کاتب وحی کے لقب سے مشہور ہیں۔ ساری آیتیں ایک طرح نہیں لکھی جاسکتی تھیں۔ اس لئے کہ کاتب کا اس وقت کوئی خاص انتظام نہ تھا۔ درخت کے چھالوں پر۔ جانوروں کے چمڑوں پر۔ اونٹ اور غنم کی چوڑی پٹیوں پر۔ پتھر کے پتلے اور چوڑے ٹکڑوں پر۔ یہ آیتیں لکھی گئی تھیں۔ یہ لکھی ہوئی آیتیں حضور کے پاس تھیں۔ کاتبان وحی کے پاس تھیں اور دوسرے اصحاب کے پاس بھی اصل یا اس کی نقلیں پھیل گئی تھیں۔

(۳) آیتیں متفرق طور پر بھی ایک کبھی چند نازل ہوتی تھیں۔ ان آیات کو جس ترتیب سے جس سورہ میں رکھنا ہوتا تھا وہ خود حضور بتاتے تھے۔ اس لئے سورہیں حضور کے سامنے بن گئی تھیں۔ اور سورتوں کا نام بھی اسی وقت بتوڑ چکا تھا۔ صحاح و سنن کی بے شمار روایتوں میں موجود ہے کہ حضور نے کس کس نماز میں کون کون سی سورہ پڑھی۔ اور کون کون سی سورہ پڑھنے کے لئے صحابہ سے کہا۔ لیکن یہ ترتیب زبانی اور حافظہ پر تھی۔ لکھی ہوئی آیتیں اسی طرح متفرق تھیں۔ اس کو حضور کے سامنے مرتب نہیں کیا گیا اور نہ حضور کے سامنے سورتوں میں ترتیب مقرر ہوئی تھی یعنی یہ طوئیں ہوا تھا کہ کون کون سی سورہ کے بعد رکھی جائے۔

(۴) جنگ یمامہ کے بعد سب سے پہلے حضرت صدیق اور حضرت فاروقؓ نے اس کی ضرورت محسوس کی کہ تحریر میں بھی تمام متفرق آیتوں کو جمع کر لیا جائے۔ انہوں نے حضرت زید ابن ثابتؓ اور دوسرے کاتبانِ وحی اور تمام صحابہ کے مشورہ سے خاص اہتمام کے ساتھ اس طرح لکھی ہوئی تہم آیتوں کو جمع کر کے حفاظ صحابہ کے زیر نگرانی مرتب کیا۔ علامہ سیوطی نے تفصیل سے اس ترتیب کا حال تفسیر اتقان میں لکھا ہے۔ یہ مرتب مجموعہ پہلے حضرت ابو بکرؓ کے پاس تھا۔ پھر جناب فاروقؓ کے پاس۔ ان کے بعد حضرت حفصہؓ کے پاس۔

(۵) یہ مجموعہ مرتب ہو گیا تھا۔ مگر معلوم ہوتا ہے کہ سورہ کی ترتیب کا یا تو کوئی متفقہ فیصلہ اس وقت طے نہ پایا۔ یا اس کی کوشش ہی نہ کی گئی۔ اس کی تکمیل حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے اپنے وقت میں کی۔ اور اسی لئے ان کو جامع القرآن کہتے ہیں۔

(۶) قرآن پاک ابتدائے نزول سے اب تک بارہ سینوں میں محفوظ رہا۔ ہر ملک میں۔ ہر قریہ میں۔ اور ہر گھر میں جہاں اسلام پہنچا اس کی تلاوت ہوتی رہی۔ ہزار ہا ظلمی نسخے ہمیشہ موجود رہے بیحد و حساب تفسیریں لکھی گئیں۔ اس کے ایک ایک حرف گن ڈالے گئے۔ ایک ایک لفظ پر مختلف اعتبارات سے بڑی بڑی بحثیں تیار کر لی گئیں۔ اقطاع عالم کی لاکھوں مساجد میں ہر سال رمضان کے مہینہ حفاظ از ابتداء تا انتہا پورا قرآن سناتے رہے۔ اور خبیث سے خبیث شخصوں کے لئے بھی کوئی راستہ باقی نہ رہا کہ خدا کی اس کتاب میں کسی طرح ادنیٰ تغیر و تبدل بھی کر سکیں۔

سنن رسول اللہ صلم

یہ تو قرآن پاک کا حال تھا۔ لیکن رسول اللہ کے احکام اس کے سوا اور بھی ہیں۔ اور وہ بھی وحی اور حکم خداوندی ہے۔ اللہ پاک فرماتا ہے مَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوَىٰ اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُوحَىٰ۔ یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی خواہش سے کچھ نہیں بولتے۔ وہی کہتے ہیں جو ان پر وحی کی جاتی ہے۔ ابوداؤد و ابن ماجہ اور آری میں حضرت مقداد بن مودکیر رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے لوگو! آگاہ ہو جاؤ جس طرح مجھ کو خدا کی طرف سے قرآن دیا گیا اسی طرح اور احکام بھی دیئے گئے ہیں۔ ایسا ہو گا کہ آسودہ لوگ اپنی گدیوں پر بیٹھ کر کہیں گے کہ قرآن میں جو حلال یا حرام کیا گیا طرف اسی کو حلال یا حرام سمجھو۔ حالانکہ بہت سی چیزیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حرام بتائیں اور وہ بھی اسی طرح حرام ہیں جس طرح خدا کی بتائی ہوئی چیزیں۔ جب حال یہ ہے تو ضرور ہو گیا کہ قرآن شریف کے علاوہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو احکام دیئے وہ بھی

۱۵ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی طرف سے کچھ نہیں بولتے جو وہ کہتے ہیں وہ خدا کی وحی ہے جو ان کو بھیجی گئی۔ (قرآن) ۱۲ منہ

اصلی حالت میں محفوظ رہیں مگر مشکل یہ تھی کہ جس طرح قرآن پاک کی آیتیں حضور لکھوادیتے تھے اگر اسی طرح ان احکام کو بھی لکھوادیتے تو قرآن کے ساتھ التباس کا اندیشہ تھا۔ اس لئے حضور نے منع کر دیا کہ میرے احکام میں سے قرآن پاک کے علاوہ اور کچھ نہ لکھو جیسا کہ صحیح مسلم میں ہے۔

حضور کے منع کر دینے سے حضور کے احکام اُس وقت باقاعدہ نہ لکھے گئے۔ تاہم جلیل القدر اصحاب کے پاس بعض احکام لکھے ہوئے موجود تھے۔ حضرت ابو بکرؓ کے پاس ایک تحریر تھی جس میں صدقات کی مقدار حضور نے متعین کر دی تھی۔ اور حضرت صدیقؓ نے اُس کی نقل حضرت انسؓ کو دی تھی جب اُن کو صدقہ وصول کرنے کے لئے بحرین بھیجا تھا۔ بخاری میں وہ تحریر ہے اور اُسی پر جمہور اہل اسلام کا عمل ہے۔ زکوٰۃ ہی کے متعلق ایک دوسری تحریر حضرت عمرؓ رضی اللہ عنہ کے پاس تھی۔ تیسری تحریر وہ تھی جو آپؐ نے عین بھیجی تھی۔ اُس میں دیات۔ زکوٰۃ۔ احکام طلاق۔ عتاق۔ صلوة وغیرہ کے بہت سے مسائل تھے۔ کبار کا ذکر تھا جس معص کا حکم تھا۔ اُس کی نسبت امام احمدؒ صاحب کہتے ہیں کہ بلاشبہ وہ رسول اللہؐ کی تحریر ہے۔ اور دیات کی مقدار میں تمام فقہانے اُس سے استدلال کیا ہے۔ اُس کو حاکم اور نسائی نے متصل روایت کیا ہے۔ اور ابو داؤد نے مرسل۔ ایک خط آپؐ کا بنی زہریؒ کے پاس تھا جس کا ذکر میں نے مغازی میں کیا ہے۔ حضرت علیؓ کے پاس ایک تحریر تھی جس میں دیت کا حکم تھا۔ بخاری۔ مسلم۔ نسائی۔ اور سند امام احمدؒ وغیرہ میں روایت ہے کہ حضرت علیؓ سے پوچھا گیا کہ آپؐ کے پاس کوئی کتاب ہے، فرمایا کہ نہیں۔ صرف کتاب اللہ ہے اور یہ صحیفہ۔ وہ صحیفہ نکال کر دکھایا تو اُس میں دیت کا حکم تھا۔ صحیح مسلم کے مقدمہ میں ابنا سی صحیفہ کا ذکر ہے کہ حضرت ابن عباسؓ کے پاس ایک کتاب لائی گئی جس میں حضرت علیؓ کے قضایا تھے تو انہوں نے بقدر ایک ذرہ چھوڑ کر باقی کو چھوڑ دیا یہ اسلئے کہ لوگوں نے اس میں غلطی کر دیا تھا۔ ان میں ایک تحریر وہ بھی شمار کی جاسکتی ہے جو بخاری وغیرہ میں مروی ہے کہ میں جب حضورؐ نے خطبہ ارشاد فرمایا تو میں نے ایک شخص نے جن کو ابو شاہ کہتے تھے حضورؐ سے کہا کہ یا رسول اللہؐ خطبہ مجھے لکھ دیجئے۔ آپؐ نے حکم دیا کہ اس خطبہ کو ابو شاہ کے لئے لکھ دو۔ حضرت عبداللہ بن عمروؓ کے پاس بھی کچھ تحریر تھی۔ حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ عبداللہ بن عمرؓ حدیث لکھ لیا کرتے تھے جیسا کہ بخاری اور ترمذی وغیرہ میں ہے۔ الغرض بڑی تلاش و جستجو کے بعد احکام کے متعلق چند متفرق تحریروں کا پتہ ملتا ہے جو اُس وقت لکھ لی گئی تھیں۔ ورنہ رسول اللہؐ کی تئیس برس کی تعلیم جلیل القدر اصحاب کے قوت حافظہ اور قوت ضبط کی وجہ سے اُن کی یاد پر موقوف تھی۔

ابن سعدؒ نے زہریؒ سے روایت کیا ہے کہ حضرت عمرؓ نے ایک دفعہ چاہا کہ سنن رسول اللہؐ کو جمع کر لیا جائے۔ اس کے لئے ایک مہینہ تک انہوں نے استخارہ کیا۔ آخر ایک روز صبح کے وقت اس کے خلاف

فیصلہ کر لیا۔ اور فرمایا کہ ہمیں ایک قوم یاد دہانی جس نے خود کتاب لکھی اور اُس میں بھنپیں گئی۔ اور خدا کی کتاب کو چھوڑ دیا مطلب یہ تھا کہ اگر سنن جمع کر دی جائیں تو ممکن ہے کہ لوگ کتاب اللہ سے غافل ہو جائیں۔ اور سیوطی نے موطا کی شرح میں عروہ بن الزبیر سے بھی اسی طرح کی روایت لکھی ہے اُس میں ہے کہ حضرت عمرؓ نے صحابہ سے اس بارہ میں مشورہ کیا۔ عاتقہ صحابہ اس پر راضی تھے۔ مگر خود حضرت عمرؓ کو تردد تھا۔ ایک مہینہ تک استخارہ کرتے رہے۔ اور آخر فیصلہ کیا کہ سنن جمع نہ کی جائیں۔ اس لئے کہ اس سے اندیشہ ہے کہ لوگ کتاب اللہ سے غافل ہو جائیں گے۔

صحابہ کرام اور کبار تابعین زبانی روایتیں بیان کرتے تھے۔ اور زبانی یاد کرتے تھے۔ اُن میں بڑے بڑے حفاظ تھے۔ بڑی بڑی طویل روایتیں بسند متصل بلفظہ اُن کو یاد تھیں۔ مگر جب ایسے علماء ائمہ میں سے بہتوں کا انتقال ہو گیا تو اندیشہ پیدا ہوا کہ ایسا نہ ہو کہ ان بزرگوں کے ساتھ ان علوم کا خاتمہ ہو جائے۔ امیر المومنین عمر ابن عبد العزیز نے اس اندیشہ کو زیادہ محسوس کیا۔ اور موطا امام محمدؒ میں امام مالکؒ سے مروی ہے کہ امیر المومنین عمر ابن عبد العزیز نے ابو بکر محمد بن حزم کو لکھا کہ رسول اللہؐ کی حدیثیں حضور کے سنن اور اسی طرح کی چیزیں لکھ لیں۔ اس کو امام بخاریؒ نے بھی تعلیقاً اپنے صحیح میں ذکر کیا ہے۔ اور ابو نعیم نے تاریخ مہمان میں لکھا ہے کہ عمر بن عبد العزیز نے تمام ملک میں لکھا کہ رسول اللہؐ کی حدیث جہاں لے جمع کرو ابن عبد البرؒ نے تہذیب میں امام مالکؒ سے روایت کیا ہے کہ امیر المومنین عمر بن عبد العزیز نے تمام اصحاب میں لکھا۔ اور ابو بکر بن عمر بن حزم کو بھی لکھا کہ رسول اللہؐ کی سنتیں جمع کریں۔ اور لکھ کر ان کے پاس بھیجیں ابن حزم کے لکھا مگر بھیجنے سے پہلے امیر المومنین کا انتقال ہو گیا۔ ابن حجر بخاریؒ کی شرح میں یہ بھی لکھتے ہیں کہ عمر بن عبد العزیز کی خلافت میں اُن کے حکم سے سب سے پہلے ابن شہاب نے حدیثوں کو مدون کیا۔ اور ابو نعیم نے علیہ میں مالک بن انسؒ سے روایت کیا ہے کہ علم کو پہلے پہلے ابن شہاب نے مدون کیا ہے۔ سیوطی لکھتے ہیں کہ حدیث کی کتاب پہلے تصنیف کی اور حدیثوں کو مرتب کیا۔ امام مالکؒ نے مدینہ میں ابن جریج نے مکہ میں۔ ربيع بن حجاج یا سعید ابن ابی عروبہ۔ یا حماد ابن سلمہ نے بصرہ میں۔ سفیان ثوری نے کوفہ میں۔ اور اعلیٰ نے شام میں۔ مجہم نے واسط میں۔ معمر نے یمن میں جریر بن عبد الحمید نے رمی میں۔ ابن المبارک نے خراسان میں۔ حافظ ابن حجر اور عراقی ان لوگوں کے نسبت لکھتے ہیں کہ یہ سب ایک زمانہ کے لوگ تھے اس لئے نہیں کہا جاسکتا کہ ان میں کس کی تصنیف پہلے ہوئی کس کی پیچھے۔ لیکن اس میں شبہ نہیں کہ ابواب پر حدیثوں کی ترتیب سب سے پہلے امام مالک صاحب موطا میں کی۔ اور یہی طریقہ پیچھے پسند ہوا۔ اُن کے بعد لوگوں نے اُن کی اقتدا کی لیکن موطا میں ابواب بھی تھوڑے

تھے اور حدیثیں بھی کم تھیں، پیچھے لوگوں نے بڑھایا حتیٰ کہ امام بخاریؒ اور امام مسلمؒ نے تنقید و ترجیح میں اور اصحاب سنی نے ابواب اور ضروریات کے استیعاب میں انتہائے کمال تک پہنچایا۔

سیرۃ

اصحاب حدیث دراصل تین امور کو جمع کرتے ہیں (۱) رسول اللہؐ نے کیا فرمایا (۲) رسول اللہؐ نے کیا کام کیا (۳) رسول اللہؐ کے سامنے یا رسول اللہؐ کے وقت میں کیا کیا گیا۔ اصحاب سیرۃ بھی انہیں تین امور کو جمع کرتے ہیں۔ اس لئے اصل کام دونوں کا ایک ہے۔ مگر باوجود اس کے دونوں میں بڑا فرق ہے۔ اصحاب حدیث کا مقصود بالذات احکام کو جاننا ہوتا ہے۔ اور رسول اللہؐ کی ذات سے اُن کی بحث ضمنیاً یا التزاماً ہوتی ہے۔ اور اصحاب سیرۃ کا مقصود بالذات رسول اللہؐ کو جاننا ہے۔ احکام پر اُن کے یہاں بحث ضمتاً ہوتی ہے۔ اس لئے محدثین کا مدار بحث یہ ہوتا ہے کہ یہ فعل یا یہ قول رسول اللہؐ کا ہے یا نہیں۔ اُن کی تمارق قوت اس تحقیق میں صرف ہوتی ہے کہ اس قول یا فعل کا انتساب رسول اللہؐ کی طرف صحیح ہے یا نہیں لیکن اصحاب سیرۃ کو یہ بھی کرنا پڑتا ہے اور اس کے سوا اس کے ساتھ دو باتیں اور معلوم کرنی پڑتی ہیں ایک یہ کہ حضورؐ نے کب ایسا کہا یا کیا۔ دویم یہ کہ ایسا کتنے یا کتنے کی وجہ کیا ہوئی۔ اصحاب سیرۃ حضورؐ کے اقوال و افعال کو مسلسل درمربوط بنانے کی کوشش کرتے ہیں۔ اور اُس کے اسباب و علل کو بھی جاننا چاہتے ہیں۔ اصحاب حدیث کہتے ہیں کہ اس کی ضرورت نہیں ہے جب صحت کے ساتھ یہ معلوم ہو جائے کہ یہ قول یا فعل رسول اللہؐ کا ہے تو وہ رسول اللہؐ کی سنت اور آپؐ کا طریقہ ہو گیا۔ گو یہ نہ معلوم ہو کہ رسول اللہؐ نے کب کس دن کس تاریخ ایسا کیا یا ایسا کیا۔

اس فرق کی وجہ سے اصحاب سیرۃ اور اصحاب حدیث کی دو جماعتیں الگ الگ بن گئیں۔ اور معیار تحقیق بھی دونوں کا جدا ہو گیا۔ محدثین روایۃ کی ثقاہت۔ تقویٰ اور دیانت کی کمی زیادتی کی بنا پر مقبول روایۃ کی روایتوں میں اختلاف کے وقت ترجیح دیتے ہیں۔ اور اصحاب سیرۃ حالات کی موافقت اور واقعات کے علم کی بنا پر ترجیح دیتے ہیں۔

محدثین نے رسول اللہؐ کے قول و فعل کی صحت دریافت کرنے کے لئے جیسے احتیاط سے قواعد بنائے ہیں اُس کی نظر عالم میں نہیں مل سکتی۔ وہ بے سند کسی بات کو قبول نہیں کرتے۔ روایۃ حدیث میں سے ایک ایک کے حالات کی نہایت احتیاط سے تحقیق کی ہے۔ مدارج مقرر کر دیئے ہیں اور بتا دیا ہے کہ کس کی بات کہاں تک قابل قبول ہے اور کہاں تک قابل رد۔ اصحاب حدیث ہوں یا اصحاب سیرۃ

جھوٹوں کی روایتیں کوئی قبول نہیں کرتا جس راوی پر جرح شدید ہو اس کی بات کوئی قبول نہیں کرتا مگر جہاں فرق ہوتا ہے وہ ذیل کے بیان سے سمجھ میں آئے گا۔

امام مسلم اپنے مقدمہ میں لکھتے ہیں کہ معتبر اور مقبول روایات میں بھی مراتب کا فرق ہے۔ مثلاً حسن بصری اور ابن سیرین کے دو شاگرد ہیں جو تقویٰ، امانت اور احتیاط میں بہت عالی مرتبہ ہیں۔ ابن عون اور ابویوب سختیانی اور انہیں کے دو شاگرد اور ہیں۔ عوف بن جمیلہ۔ اور اشعث الحمرانی جو معتبر تو ہیں مگر مرتبہ میں ابن عون اور ابویوب سختیانی سے کم ہیں۔ اگر کوئی روایت عوف اور اشعث کی ابن عون اور ابویوب کے خلاف ہو تو محدثین اس بنا پر اس سے انکار کر دیں گے کہ ان سے بڑے مرتبہ کے لوگوں نے ان کے خلاف روایت کیا ہے (مگر اصحاب سیرۃ یہ نہیں کریں گے۔ وہ کہیں گے کہ سب معتبر ہیں جسکے روایت کی تصدیق واقعات سے ہوگی اس کی روایت معتبر ہوگی۔ اور مثلاً عطاء ابن السائب۔ یزید بن ابی زیاد اور لیث بن سلیم محدثین کے نزدیک معتبر اور مستند ہیں۔ لیکن ان کا مرتبہ اسمعیل بن ابی خالد سلیم بن الاعمش۔ اور منصور المعتمر کے مثل نہیں ہے۔ لہذا اگر کوئی روایت عطاء۔ یزید۔ اور لیث کی ان کے خلاف ہو تو محدثین کے نزدیک مقبول نہ ہوگی۔ مگر اصحاب سیرۃ واقعات سے جانچ کر ترجیح دیں گے۔

بہت سے روایات محدثین کے نزدیک اس وجہ سے متروک یا منکر ہیں کہ ان کی روایتیں مشاہیر اہل علم و دیانت کے خلاف ہیں۔ مثلاً عبداللہ بن محرز تبع تابعین۔ رقبہ کے قاضی تھے۔ حسن قتادہ۔ زہری اور نافع مولیٰ ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں وہ اسی بنا پر متروک ہیں۔ ابوالعطوف اور جراح بن منہال۔ حکم بن عتبہ اور زہری کے شاگرد ہیں۔ اور یزید بن ہارون کے استاد۔ وہ اسی بنا پر منکر الحدیث ہیں۔ اس طرح ترجیح کے بارے میں اصحاب سیرۃ اور اصحاب حدیث کا راستہ مختلف ہو گیا۔

یہاں پر یہ بات یاد رکھنی چاہیے کہ اصحاب سیرۃ اور اصحاب حدیث واقعی دو جماعت نہیں ہیں جتنے اصحاب سیرۃ ہیں وہ اصحاب حدیث بھی ہیں۔ اور جتنے اصحاب حدیث ہیں وہ اصحاب سیرۃ بھی مگر سیرت پر جب ان کو واقعات جمع کرنے پڑتے ہیں۔ اور سیرۃ کے مقاصد کو پورا کرنا ہوتا ہے تو اس کے شرائط اور وجوہ ترجیح میں مناسب تبدیلی کرنی پڑتی ہے۔ اصل یہ ہے کہ ہر زمانہ میں بڑے بڑے اصحاب تقویٰ و دیانت ان امور کی طرف بہت کم توجہ کرتے ہیں جس کا اصحاب سیرت کو بیان کرنا ضرور ہے۔ اور جس کو اصحاب حدیث نے بھی ناسخ و منسوخ سمجھنے کے لئے۔ احکام کی ترتیب کو جاننے کے لئے اور بہت سے احادیث کا صحیح مطلب سمجھنے کے لئے ضروری سمجھا ہے۔ اس لئے اصحاب سیرۃ کو ایسے معلومات کا

اخذ کرنا ضرور ہو گیا گو وہ ایسے لوگوں سے ملے جو ثقاہت اور تدین میں بہت اعلیٰ پایہ کے نہ ہوں مگر معتبر ہوں اور ان پر شدید جرح نہ ہوئی ہو۔

اصحاب سیر لکھتے ہیں کہ حضور کی پیدائش کے وقت یا اس کے قریب حجاز کی معاشرتی یا مذہبی حالت کیا تھی۔ اس کے لکھنے کا نشانہ یہ ہوتا ہے کہ حضور کی تعلیمات سے حالات میں کیا تغیرات ہوئے۔ اور کون سا حکم کس کس مناسبت سے دیا گیا۔ یہ غیر ان حالات کو جانے ہوئے معلوم نہیں ہو سکتا۔ محدثین کے شرائط کے موافق ایک روایت بھی ان معلومات کے متعلق نہیں مل سکتی۔ الا وہ جو خود جناب رسول اللہ نے بیان کی پیدائش سے بتوت تک کے حالات کی بھی یہی حالت ہے۔ بڑے سے بڑے مخاطب محدثین نے بھی یہی کیا کہ رسول اللہ کے بیان کے علاوہ صحابہ اور کبار تابعین کے صحیح اقوال کو جمع کیا ہے۔ گو واقعہ کے وقت وہ موجود نہ تھے۔ کیونکہ اس کے سوا چارہ نہیں ہے۔

مغازی کے حالات دونوں لکھتے ہیں۔ محدثین بھی اور اصحاب سیرۃ بھی۔ مگر دونوں کے لکھنے میں فرق ہے۔ فتح مکہ کے متعلق محدثین اتنا لکھتے ہیں کہ قریش نے حدیبیہ کے معاہدہ کو توڑا۔ اور بنی خزاعہ پر ظلم کیا جو رسول اللہ کے حلیف تھے۔ اس لئے رسول اللہ نے حملہ کیا اور فتح مکہ ہوا۔ لیکن اصحاب سیرۃ اتنا ہی نہیں لکھتے وہ یہ بھی بتاتے ہیں کہ یہ معاہدہ کتنا اہم تھا۔ بنی بکر اور بنی خزاعہ کی جنگ عرصہ سے چلی آرہی تھی۔ اس معاہدہ کی وجہ سے وہ جنگ رک گئی تھی۔ قریش نے عہد توڑ کر پھر اس جنگ کو مشتعل کر دیا تھا۔ اس کی توضیح اسی طرح ممکن تھی کہ بنی بکر اور بنی خزاعہ کے نزاعات کی کچھ تاریخ بیان کریں۔ مگر اس باب میں محدثین کے شرائط کے موافق واقعات تک متدین مسلمانوں کی متصل روایت کیونکر مل سکتی تھی اور ایسی روایت نہ ملنے کا یہ مطلب نہیں ہو سکتا کہ بنی الدیل کے لوگوں نے جو کچھ اپنے کافر باپ دادا سے سنا تھا اور جس میں عرصہ تک وہ خود مبتلا رہ چکے تھے وہ سب قابل اعتبار نہ ہو اور رد کر دیا جائے۔ بخران کے نصارائے اور خیبر کے یہود کے متعلق بہت سی اہم باتیں تھیں جو انہیں کے ذریعہ سے معلوم ہو سکتی تھیں۔ محدثین اس کی اجازت کیونکر دیتے۔ مگر اہل سیرۃ نے ان کے واسطے سے بھی روایتیں جمع کیں۔

الغرض محدثین کے یہاں جو صحیح روایتیں ہیں۔ اصحاب سیرۃ کو ان کی ترجیح میں کلام نہیں ہے۔ لیکن ان کو اپنی ضروریات کے لئے اور روایتیں بھی یعنی پڑتی ہیں۔ جن کے لئے وہ اپنا معیار الگ قائم کرتے ہیں۔ بلاشبہ جس طرح حدیث کی کتابوں میں محدثین کے شدید احتیاط کے باوجود بہت سی غلط اور موضوع روایتیں داخل ہو گئی ہیں اس طرح سیرۃ میں بھی بہت سی موضوعات ہیں۔ لیکن ان موضوعات کو

خارج کر دیا جائے تو دنیا کے کسی قوم کی کوئی تاریخ اس کا مقابلہ نہیں کر سکتی۔ اس لئے کہ اور کہیں نہ سند
موضوعات کو جدا کیا جاسکتا ہے۔

اصحاب سیرۃ جو باتیں بتاتے ہیں وہ تاریخوار مسلسل اور مربوط ہوتی ہیں۔ احادیث صحیحہ کے
تمام واقعات بھی سیرۃ کی اس توضیح کی وجہ سے اپنی اپنی جگہ نمایاں نظر آتے ہیں۔ محدثین اپنے اسانید علیہ
کے باوجود واقعات کو سمجھنے کیلئے اصحاب سیر کے محتاج ہوتے ہیں۔ بلکہ بعض جگہ اپنے نقص کو تسلیم کرنے پر
مجبور ہو جاتے ہیں۔

صحیح مسلم کی روایت ہے جس کی سند عالی ہونے میں شبہ نہیں کہ ابوسفیان نے رسول اللہ سے
کہا کہ میں ام حبیبہ کو آپ کے عقد میں دیتا ہوں۔ اور آپ نے قبول کیا۔ اصحاب سیرۃ کہتے ہیں کہ یہ صحیح
نہیں ہے۔ بالفاق اہل سیرۃ ام حبیبہ کا عقد حبشہ میں ہوا۔ اور اس وقت ہوا جب ابوسفیان کافر اور
محارب تھا۔ جمہور محدثین تسلیم کرتے ہیں کہ صحیح مسلم کی یہ روایت قابل قبول نہیں ہے۔

بخاری کی روایت ہے کہ ایک عائشہ صدیقہؓ کے بعد حضورؐ نے مسجد میں فرمایا کہ کون ہے جو ان
مناقضوں کے مقابلہ میں مستعد ہو حضرت سعد بن معاذؓ کھڑے ہوئے اور عرض کیا کہ میں مستعد ہوں۔
یا رسول اللہ۔ اصحاب سیرۃ کہتے ہیں کہ یہ صحیح نہیں ہے۔ اصحاب سیرۃ متفق ہیں کہ حضرت سعدؓ کا غزوہ
احزاب کے بعد بنی قریظہ کا فیصلہ کر کے انتقال ہو گیا۔ اور صحیح یہ ہے کہ غزوہ ربیعہ جس میں ایک کا
قصد ہوا وہ اس کے بعد ہوا۔ اس لئے حضرت سعدؓ تو افک کے وقت تھے ہی نہیں۔ اکثر محدثین تسلیم
کرتے ہیں کہ حضرت سعد بن معاذ کا نام اس روایت میں رواۃ کا تسامع ہے۔

سیرۃ کا تحریری مواد

میں عرض کر چکا ہوں کہ احکام کے متعلق تحریری سرمایہ حضورؐ کے وقت میں جمع نہ ہو سکا اور
جو کچھ تھا وہ بہت کم۔ لیکن سیرۃ کے متعلق اس سے بہت زیادہ تحریری مادہ جمع ہو چکا تھا۔
جن حضرات نے حضورؐ کی تحریری خدمت انجام دی ان کے نام ابن تیمیہ نے حسب ذیل لکھے ہیں۔
حضرت ابو بکرؓ حضرت عمرؓ حضرت عثمانؓ حضرت علیؓ حضرت زبیرؓ عامر بن فہرہؓ عمرو بن العاصؓ ابی
بن کعبؓ۔ عبداللہ بن الارقمؓ ثابت بن قیس بن ساسؓ حنظلہ بن الربیعؓ الاندلیؓ مغیرہ بن شعبہؓ۔
عبداللہ بن رواحہؓ خالد بن الولیدؓ خالد بن سعیدؓ ابن العاصؓ معاویہؓ ابن ابی سفیانؓ۔ نید بن ثابتؓ
اور علامہ ذرقانی نے ان کے علاوہ اور نام بھی لکھے ہیں۔ طلحہ بن عبید اللہؓ سعید بن العاصؓ ان کے

دو بھائی خالد بن ابانؓ سعد بن ابی وقاصؓ شریک بن حسنہؓ اعلیٰ الحضریؓ معیقبؓ دوستیؓ حذیفہؓ
ابن الیمانؓ مویطؓ ابن عبد العزیؓ۔

یہ سب حضورؐ کے کاتب ہیں۔ ان میں وحی لکھنے والے بھی ہیں اور خط و کتابت کرنے والے بھی۔ بخاری
میں حضرت انسؓ کی روایت قنادہؓ سے ہے کہ رسول اللہؐ کے وقت میں تجارت آدمیوں نے قرآن جمع کیا تھا۔ ابی
سعودؓ ابو زیدؓ زید بن ثابتؓ مدینیؓ کہتے ہیں کہ زید بن ثابتؓ وحی لکھتے تھے۔ اور معاویہؓ آپ کے اور
قبائل کے درمیان خط و کتابت کرتے تھے۔ حضرت علیؓ نے صلح حدیبیہ لکھا تھا۔ عبد اللہ بن الارقمؓ بادشاہ
کے نام خطوط لکھتے تھے۔ ابی ابن کعبؓ عثمانؓ کا خط لکھا تھا۔ عریاض بن ساریہؓ کی روایت ہے کہ حضورؐ نے
دعا کی تھی اللہم علم معاویہ الحساب والکتاب۔ بخاری میں تعلقاً مذکور ہے کہ حضورؐ نے زید
بن ثابتؓ سے کہا تھا کہ یہودیوں کی تحریر سیکھ لو۔ انہوں نے سیکھا چنانچہ یہودیوں کو وہی خط لکھتے تھے
اور ان کے خطوط کا وہی جواب دیتے تھے۔

حضورؐ نے ہر قریب کو روم خط لکھا۔ کسریٰ کو ایران۔ نجاشی کو حبشہ۔ مقوقس کو اسکندریہ۔ منذراب
ساوی کو بحرین۔ ہودہ بن علی کو یمامہ۔ حلیث بن ابی شمر غسانی کو دمشق۔ یسیرہ کا عظیم الشان تحریری
سرایہ ہے۔ یہ خطوط حضورؐ نے خود لکھوائے۔ اور انہیں حضرات نے لکھے تھے۔ اس لئے بقرینہ غالب
ان کے پاس اُس کی نقلیں موجود ہونگی۔

ان خطوط کے علاوہ یحٰیہ ابن رویہ صاحب ایلہ کو آپؐ نے ایک صلحنامہ لکھ کر دیا۔ اہل جربا اور
اذرج کو ایک صلحنامہ لکھ کر دیا۔ اکیدر صاحب دومۃ الجندل کو صلحنامہ لکھ کر دیا۔ اہل خیبر سے بٹانی کا
معاملہ تحریری ہوا۔ اہل فک سے تحریری صلح ہوئی۔ علامہ زرقانیؒ لکھتے ہیں کہ تمیم داریؒ کی قوم
دارین کے لئے آپؐ نے ایک ہبہ نامہ لکھا جس میں بیت عینون۔ جردن۔ مرطوم اور بیت ابراہیم
سب ان لوگوں کو ہمیشہ ہمیشہ کے لئے لکھ دیا۔ ابن ہشامؒ لکھتے ہیں کہ جب ہجرت کر کے حضورؐ مدینہ
تشریف لائے۔ تو ایک معاہدہ حضورؐ نے لکھوایا جس میں مہاجرین انصار اور یہود کے حقوق اور
مل کر مدینہ کی حفاظت کا قاعدہ بتایا گیا۔ اس کے علاوہ علیحدہ علیحدہ یہود کے قبائل بنی قینقاع۔
بنی نضیر۔ اور بنی قریظہ کے ساتھ آپؐ کا تحریری معاہدہ ہوا۔ کہ اور مدینہ کے درمیان جو قبائل تھے ان
میں سے اکثر کے ساتھ آپؐ کی تحریری صلح ہوئی۔ بہت سے خطوط اور صلحنامہ کا ذکر میں نے کتاب المغازی
میں کیا ہے۔

یہ سب تحریری سراہہ حضورؐ کی سیرت کا ضروری حصہ ہے۔ اور ان سب کی نقل کا حضورؐ کے

کاتبوں کے پاس موجود ہونا قرین قیاس ہے لیکن محدثین کے اعلیٰ اسناد کے ساتھ ان میں سے صرف چند چیزیں ملتی ہیں ورنہ سب اصحاب سیرۃ کے پاس ہیں۔ اور احادیث کے بھی انہیں کتابوں میں ہے جن کو سیرۃ کی روایتیں کہہ سکتے ہیں۔

سیرۃ کی تدوین

امام مالک صاحب کی روایت سے پہلے معلوم ہو چکا ہے کہ حضور کے سنن کو سب سے پہلے امام ابن شہاب زہری نے جمع کیا۔ یہ بھی روایت ہے کہ مغازی کو بھی سب سے پہلے انہیں نے مرتب کیا۔ امام بخاری نے افک کا قصہ ان سے روایت کیا ہے۔ اس سے انداز معلوم ہو جاتا ہے کہ انہوں نے متعدد روایات کو ایک ساتھ کیونکر جمع کیا ہے۔ فرماتے ہیں کہ عروہ ابن الزبیر، سعید ابن المستنبط، علقمہ ابن وقاص، عبید اللہ بن عبد اللہ سب نے حضرت عائشہ سے روایت کیا ہے اور ہر ایک کی روایت میں متفرق اور کم و بیش باتیں تھیں۔ سب کو ہم نے جمع کر دیا ہے۔ اس کے بعد روایت ہے۔

امام زہری سے پہلے سیرۃ اور حدیث کے عالموں میں کچھ زیادہ فرق نہ تھا۔ البتہ بعض علماء اصحاب المغازی کے نام سے مشہور تھے۔ شاید اس وجہ سے کہ ان کو مغازی کی روایتیں زیادہ معلوم تھیں۔ یا اس وجہ سے کہ مغازی کی روایتیں زیادہ بیان کرتے تھے۔ امام زہری کے وقت میں چار عالم بے نظیر سمجھے جاتے تھے۔ ابن المستنبط مدینہ میں، شعبی کوفہ میں، حنفی بصرہ میں۔ اور کحول شام میں۔ یہ سب ائمہ حدیث بھی ہیں اور ائمہ سیر بھی۔ زہری ان چاروں کے فیض یافتہ تھے۔ اور امام زہری کے شاگردوں ہی نے سنن اور سیرت کو بظاہر دونوں کی حیثیت سے نمایاں کیا۔ ایک طرف امام مالک اور سفین ابن عجبہ جیسے ائمہ حدیث ان کے شاگرد تھے جنہوں نے علم حدیث کی بنیاد کو مستحکم کیا۔ اور دوسری طرف امام التیور والخبار محمد بن اسحق بن یسار۔ اور موسیٰ بن عقبہ ان کے شاگرد تھے جن کی روایات اور تصنیفات سے فن سیرۃ ایک مستقل فن بن گیا۔

مغازی موسیٰ بن عقبہ۔ اور مغازی ابن اسحق سیرۃ کی پہلی دو تصنیفات ہیں۔ اس فن میں پیچھے جتنی کتابیں لکھی گئی ہیں سب کی بنیاد ان دو کتابوں پر ہے۔ دونوں بڑے مرتبہ کے محدث تھے موسیٰ بن عقبہ پر تو کسی کو اعتراض نہیں ہے۔ مگر ابن اسحق پر امام مالک صاحب نے جرح کی ہے۔ محدثین کی بڑی جماعت اس جرح کو قبول نہیں کرتی۔ اور شاید اسی جرح کی وجہ سے محدثین نے یہ قاعدہ بنایا کہ معاصر کی جرح معاصر کے حق میں مقبول نہ ہوگی۔ گو جرح کرنے والا کسی مرتبہ کا ہو۔ امام مالک صاحب کا پایہ جیسا عالی ہے اس سے کون ناواقف ہے۔ مگر باوجود ان کی جرح کے تمام اصحاب سنن نے

محمد بن اسحق سے روایت لی ہے۔ امام بخاری نے بھی تعلیقات میں ان کا ذکر کیا ہے۔ اور غزوہ مریسج کی تاریخ کے اختلاف میں ان کا حوالہ دیا ہے۔ جزاء القراءۃ میں ان کی روایت کو صحیح کہا ہے۔ یحییٰ بن سعید۔ سفیان ثوری۔ نخعی۔ ابن عیینہ ایسے محدثین نے ان سے روایت لی ہے۔

محمد بن اسحاق پر دو جرح ہے اول یہ کہ قدیس کرتے تھے۔ دوم اہل کتاب سے روایت لیتے تھے۔ مدلسین سے تمام ائمہ حدیث روایت لیتے ہیں۔ البتہ جس روایت میں مدلس کا شبہ ہو اس سے استدلال صحیح نہ ہوگا۔ اور مدلس کا عنعنہ ہمیشہ قابل اعتبار نہیں ہوتا۔ دوسری جرح کی صحیح وجہ معلوم نہیں ہوتی۔ بخران کے نصاریٰ یا خیر کے یود سے ان واقعات کی تحقیق کرنا جو مسلمانوں کو معلوم نہیں ہو سکتیں کیوں قابل اعتراض ہے۔ البتہ احکام میں ان سے استدلال درست نہ ہوگا۔

الغرض ان دو ائمہ فن کی تصنیف کی وجہ سے سیرۃ کی طرف لوگوں کو عام رغبت پیدا ہو گئی۔ اور اس فن پر مختلف کتابیں لکھی گئیں۔ اس کے بعد واقعی کا ظہور ہوا۔ واقعی نے مغازی اور سیرت پر روایات کا انبار لگا دیا۔ اور واقعات کو اس تفصیل و تسلسل سے بیان کیا کہ خود جو شخص ان واقعات کے وقت موجود ہوتا وہ بھی جزئیات کو اس تفصیل سے یاد نہیں رکھ سکتا۔ واقعی کی ان تفصیلات کی وجہ سے محدثین متفق ہو گئے کہ واقعی اور واقعی کی روایتیں اعتبار کے قابل نہیں ہیں اور واقعی باتفاق محدثین متروک ہیں۔ لیکن متروک ہونے کے باوجود شاید سیرۃ مغازی۔ اور رجال کی کوئی کتاب ایسی موجود نہیں ہے جو واقعی کی روایتوں سے خالی ہو۔ اصل یہ ہے کہ واقعی گو متروک ہیں مگر حجاز کے مقامات اور غزوات و سراپا اور دوسرے واقعات کے محل و مقامات کو جتنا صحت و صفائی سے واقعی بیان کرتے ہیں کوئی دوسرا نہیں کر سکتا۔ واقعی کی واقفیت اور تبحر علمی سے انکار نہیں کیا جاسکتا۔ مگر اس میں شک نہیں کہ ان کے تفصیلی بیانات سب مشتبہ ہیں۔ ابن حجر عسقلانی تقریب میں لکھتے ہیں کہ محمد بن عمر بن واقد الاسلمی الواقعی مدینہ کے رہنے والے اور قاضی تھے۔ بغداد میں قیام کر لیا تھا۔ باوجود اس کے کہ ان کا علم بڑا وسیع تھا یہ متروک ہیں۔

واقعی متروک ہیں۔ مگر ان کے ایک شاگرد محمد بن سعد مقبول دربرے پایہ کے شخص ہیں۔ ان کی کتاب طبقات ابن سعد بہت مشہور اور بہت مقبول کتاب ہے۔ صحابہ کے حالات میں

سہ ایک یہ بھی کہا گیا ہے کہ ان پر تشیع کا شبہ تھا۔ مگر اس وقت کا تشیع یہ تھا جو اب ہے۔ امام بخاری نے ایسے لوگوں سے روایتیں لی ہیں جن پر تشیع کا شبہ تھا۔ اور یہ شبہ تو امام شافعی پر بھی کیا گیا ہے۔ یہ کیف اگر وہ بھی تو اس سے سیرکی روایات غیر معتبر نہ ہونگی۔ واللہ اعلم بالصواب۔

اس سے پہلے اتنی بڑی کوئی کتاب نہیں لکھی گئی۔

موسیٰ ابن عقیبہ کی معازی عرصہ ہوا مفقود ہو گئی۔ مگر تقریباً ساری کتاب متفرق طور پر متاخرین کی تصنیفات میں نقل کر لی گئی ہے۔ معازی ابن اسحق کا اصل نسخہ مفقود ہے۔ مگر ابن ہشام نے نئے طریقے سے معازی ابن اسحق کو درست کیا۔ الفاظ کی تصحیح۔ اشعار کی شرح اور بعض جگہ کی وزیادتی کی مشکل ایسا کی توضیح اور کچھ روایات کے اضافہ کے ساتھ مرتب کیا۔ جو سیرت ابن ہشام کے نام سے مشہور ہے۔ یہ کتاب بار بار چھپی اس کا مہری نسخہ موجود ہے۔ اس کے علاوہ ابن اسحق کی روایتیں بھی تمام متداول کتابوں میں موجود ہیں۔ طبقات ابن سعد عرصہ سے مفقود تھی مسلمانوں کے پاس اس کا مکمل نسخہ کہیں بھی موجود نہ تھا۔ اب یورپ کے عیسائیوں نے اس کو چھپوایا ہے۔ اور وہی میرے پیش نظر ہے۔ مگر اس کی کوئی سند نہیں ہے۔ یہ نسخہ اصل تصنیف کے موافق ہے۔ وفات رسول اللہ کے متعلق اور انہماک المومنین کے متعلق بعض ایسی روایتیں اس میں موجود ہیں جن کا اسلامی تصنیفات میں باوجود تلاش کے مجھ کو پتہ نہ ملا۔ ابن سعد کی اکثر روایتوں کو متاخرین نے نقل کیا ہے۔ مگر ان معلات کو کسی نے نہیں لکھا۔ میں یقین کے ساتھ یہ تو نہیں کہہ سکتا کہ یہ یورپ کا الحاق ہے۔ اس لئے کہ طبقات ابن سعد خود کوئی ایسی کتاب نہیں جس کی ساری روایتیں قابل قبول ہوں۔ تاہم چونکہ یہ پوری کتاب میں یورپ کے واسطے سے ملی ہے اس کے بھر دہ پر ابن سعد کا حالہ بھی جائز نہیں ہو سکتا۔ جب تک اس کی سند متداول کتابوں سے نہ ملجائے۔ حدیث سیرت اور تفسیر کی اور کتابیں بھی عیسائیوں نے چھاپی ہیں۔ ان کتابوں کی بھی کوئی سند نہیں ہے۔ اور نہ ان پر اعتماد ہے ان میں سے صرف وہی باتیں قابل قبول ہونگی جسکی سند متداول کتابوں میں ملجائے ملا علی قاری موضوعات کبیر میں لکھتے ہیں۔ قلت ومن القواعد الکلیۃ ان نقل الاحادیث | میں کتابوں کو ایک قاعدہ کلیہ ہر کلام حدیث بنو میسائل

سے تعجب یہ ہے کہ بعض علماء محمد ابن اسحاق کو اس بنا پر مجروح قرار دیتے ہیں کہ انہوں نے بعض یہود اور نصاریٰ سے روایت لی مگر خود اپنی تصنیف کا مدار عیسائیوں کی تصنیفات پر رکھتے ہیں یا ان کتابوں پر جو اگرچہ ائمہ فن کی تصنیف ہیں مگر اس وقت وہ صرف عیسائیوں کے ذریعہ سے ملی ہیں۔ ان کتابوں میں بہت سی روایتیں متداول اسلامی کتابوں کے خلاف ہیں اور اس کا کوئی ثبوت نہیں کہ یہ مدائیں اصل کتاب کی ہیں یا الحاق ہے۔ مولانا شبلی نے سیرۃ میں مفسرین کی روایتوں کا غور کیا ہے۔ یہی کہ بعض روایتوں کا معمولی حرج کی بنا پر انکار کیا ہے مگر عیسائیوں کی روایتوں کو بڑی بے پروائی سے قبول کیا ہے حالانکہ اسلامی اصول و محدثین کے قاعدہ کے موافق ان روایتوں کا کوئی اعتبار نہیں ہے بلاشبہ مفسرین کی بہت سی روایتیں قابل اعتبار نہیں ہیں اصحاب کبیر کا بھی صوب روایت جو نہیں ہے لیکن پھر بھی ان کی تمام روایتوں کا علی العموم انکار صحیح نہیں ہے لیکن عیسائیوں کی تو کوئی روایت بھی حجت نہیں ہو سکتی۔ واللہ اعلم۔

الشبونية والمسائل الفقهية والتفاسير
القرآنية لا يجوز الا من الكتب
المتداولة لعدم الاعتماد على
غيرها من وضع الزنادقة والمحاق
الملاحدة بخلاف كتب المحفوظة
فان نسخها يكون صحيحة متعددة.

فقہاء وقرآن کی تفسیر میں صرف انہیں کتابوں سے نقل
کرنے کی اجازت ہے جو متداول و رائج ہوں کیونکہ جو کتابیں رائج اور
متداول نہیں ہیں ان پر اعتماد نہیں رہا۔ زندیقیوں کی باتیں
گروہی ہیں۔ بلاحدہ نے اپنی طرف سے ملا دیا ہے محفوظ اور
متداول کتابوں میں شبہ نہیں رہتا کیونکہ اس کے صحیح متعدد
نسخے موجود رہتے ہیں اس میں یہ شرارت نہیں چل سکتی۔

یہ قاعدہ ان کتابوں کے لئے بھی ہے جس کا اتفاق کوئی نسخہ کسی مسلمان کے پاس پایا جائے گروہ
کتاب متداول نہ ہو۔ تو جو کتاب مسلمانوں کے پاس بالکل نہ ہو محض عیسائیوں کے ذریعہ سے آئی ہو اس کا
کیا اعتبار ہے۔

بہر کیف سیرۃ کی یہ تین کتابیں اہمات کتب ہیں۔ اور ان کی ایک ایک روایت کو محدثین نے
جانچا ہے اور اس کی توثیق کی ہے یا انکار۔ ان کے بعد جو کتابیں لکھی گئیں ان میں بھی جو قابل توجہ
تھیں اور اصحاب فن کی تصنیف تھیں ان کی روایتوں پر بھی محدثین نے سند اور معنی کے اعتبار
سے بحث کی ہے اور بتایا ہے کہ کون سی روایت کس درجہ کی ہے۔ کون قابل قبول ہے اور کون قابل رد۔
متاخرین یہ کرتے ہیں کہ پہلے موسیٰ بن عقبہ۔ محمد بن اسحاق۔ یا ابن سعد میں سے جس کی جس کی
روایت ملے اس کو لکھتے ہیں۔ پھر ان کی تائید یا مخالفت میں دوسرے اصحاب سیرۃ میں سے کسی کی
روایت ہو تو لکھتے ہیں اس کے بعد اگر اس روایت کے متعلق اہل حدیث میں سے کسی کی تنقید
یا توثیق ہو تو اس کو درج کرتے ہیں اور پھر اس کے موافق یا مخالف حدیث کی روایتیں ہوں تو اس کو
لکھتے ہیں۔ پھر رجال و اسناد کی امداد سے کسی روایت کو راجح کسی کو مرجوح قرار دیتے ہیں۔ شراح
حدیث بھی یہی کرتے ہیں۔ اور فی الواقع دونوں کا کام ایک ہوتا ہے صرف ترتیب کا فرق ہوتا ہے حدیث
کی کتابیں فقہی ابواب پر تقسیم ہوتی ہیں۔ اور سیرت کی کتابوں کی سپین پر واقعات کی ترتیب ہوتی ہے۔
تحقیق کی یہی صورت ہے مگر اس سے لازمی طور پر کتاب کا طویل ہو جانا ضرور ہے۔ اس لئے اس سے
عام فائدہ حاصل نہیں ہو سکتا۔ سب سے بہتر صورت اب یہ ہے کہ تحقیق کے بعد جو باتیں راجح قرار پائیں صرف
انہیں روایتوں کو جمع کیا جائے۔

اس سیرۃ کی ترتیب

سیرۃ کی ابتدا کرتے ہی خود بخود دو سوالات پیدا ہوتے ہیں۔ چنور کیا تھے؟ اور آپ کیا کیا؟

فطرۃ اسی ترتیب کے جواب بھی ہونا چاہئے۔ میں نے اسی سوال کی بنا پر سیرۃ کا دوسرا حصہ کر دیا ہے۔ مگر ضرورت کے لحاظ سے اس کے جواب کی ترتیب بدل دی ہے۔ جلد دوم میں نبوۃ دلائل النبوة۔ معجزات شق صدر۔ شق قر۔ معراج۔ اور شمائل کا بیان ہوگا۔ اور اس میں تعلیمات پر مفصل بحث ہوگی۔ عبادات اور اخلاق کا ذکر ہوگا۔ اور اصلاحات کی تفصیل ہوگی۔ اور جلد اول میں یہ بیان ہے کہ حضورؐ نے کیا کیا اور کس طرح کیا۔ اس میں پیدائش سے وفات تک مسلسل حالات ہیں۔ اور اس سے حضورؐ کی مبلغانہ اور مجاہدانہ زندگی کا پورا نقشہ آئینہ کی طرح ظاہر ہو جائیگا۔

پیدائش سے نبوت تک کے حالات صحیح روایتوں سے جتنا معلوم ہے وہ بہت کم ہے اور اس زمانہ کی بہت سی اہمیتیں معجزات کی ہیں۔ جن کی جگہ جلد ثانی ہے۔ اس جلد میں صرف خاندانی حالات۔ خانگی زندگی اور عادات و اطوار کے متعلق بالکل سادہ حالات ہیں۔ البتہ ذخیرہ اہم اور بحث طلب ہے۔ ورقہ ابن نوفل کی پیشین گوئی۔ اور بحیرہ و سنطورہ کی روایت۔ ورقہ کی پیشین گوئی بخاری کی روایت سے ثابت ہے۔ اس میں کسی کو کلام نہیں ہو سکتا۔ البتہ بحیرہ کا قصہ ہے اس کو میں نے معجزہ کی حیثیت سے نہیں لکھا۔ صرف یہ دکھانا مقصود تھا کہ حضورؐ نے شام کا سفر بچپن میں بھی کیا تھا۔ اس سفر کا حال تقریباً تمام اہل سیر لکھتے ہیں۔ اور بحیرہ سے ملنے کا مال بھی لکھتے ہیں۔ لیکن سب سے بہتر وہ روایت ہے جو ترمذی میں ابو موسیٰ اشعریؓ سے مروی ہے۔ ابن حجر اصحاب میں لکھتے ہیں کہ اس روایت کے رجال سب ثقہ ہیں لیکن اس کے آخر میں ایک جملہ ہے جو بالکل لغو ہے۔ وہ یہ کہ ابو طالب نے حضورؐ کو واپس کیا۔ اور ابو بکرؓ نے بلال کو آپ کے ساتھ کر دیا۔ یہ لغو اس لئے ہے کہ اس وقت ابو بکرؓ نہیں تھے۔ اور بلالؓ حبشی اُن کے پاس نہ تھے۔ ابن حجر کہتے ہیں کہ احتمال ہے کہ راوی نے کسی اور روایت کا جملہ غلطی سے اس میں شامل کر دیا ہے۔ روایت صحیح ہے اور اس جملہ کے سوا اور کوئی بات اس میں قابل اشکار نہیں ہے مگر میری سمجھ میں نہ آیا کہ کس غلط سے معلوم ہوا کہ بلال سے مراد بلال حبشی مؤذن رسولؐ نہیں بلکہ کوئی اور بلال بھی ابو بکرؓ کے غلام ہوں۔ اور باوجود کہ کسی کے ابو بکرؓ بھی خواجہ ابو طالب کے ساتھ سفر میں گئے ہوں۔ واللہ اعلم۔

۱۸ مولانا شبلی نے اس روایت پر دو اعتراضات کئے ہیں۔ اول یہ کہ عبد الرحمن ابن عروان اس کے ایک راوی ہیں جو مورخ ہیں غلام اکہ عبد الرحمن مذکور صحیح بخاری کے رواۃ میں سے ہیں۔ دوم یہ کہ ابو موسیٰ اشعریؓ اس کے آخر راوی ہیں وہ واقعہ کے وقت موجود نہ تھے اور انہوں نے یہ بتایا نہیں کہ کس سے سنا۔ نہ بتایا مگر بلا تحقیق غلط بیانی کا تو ان سے قرینہ نہیں ہے۔ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا ہوگا۔ صحابہ کا بیان حجت ہے۔ واللہ اعلم ۱۸

نظور راہب کا قصہ ابن سعد نے واقعی سے روایت کیا ہے لیکن شرف المصطفیٰ میں ابی سعید خدری نے اس سفر کا حال لکھا ہے جبکہ حضرت خدریؓ نے یمصرہ کے ساتھ تجارت کے لئے آپ کو شام بھیجا تھا اور وہ راہب کا ملنا بھی لکھتے ہیں مگر اس دفعہ بھی راہب کا نام وہ بھیرا لکھتے ہیں۔ ابن مندہ اور ابونعیم نے حضرت ابن عباسؓ سے ایک اور سفر کا حال لکھا ہے کہ اس میں ابو بکرؓ بھی آپ کے ساتھ تھے۔ راہب کا نام بھیرا لکھا ہے۔ اصابہ اور اسد الغابہ دونوں میں بھیرا کا حال ہے۔ واشر اطم۔ دوسرا زمانہ بعثت سے ہجرت تک۔ یہ زمانہ ہے جس میں رسول اللہؐ اور ان کے ساتھیوں کے استقلال کی خدا کی طرف سے سخت آزمائش ہوئی جنہوں نے توحید کی صدا بلند کی اور سارا عرب۔ سارا حجاز۔ تمام قبائل اور خود اپنا خاندان دشمن ہو گیا۔ آپ کے ساتھ چند کمزور خدا کے بندے تھے اور وہ بھی اپنی اپنی مصیبتوں میں مبتلا تھے۔ مگر ایک دن کے لئے بھی آپ نے تبلیغ میں سستی نہ کی۔ ایک طرف اسلامی تعلیمات کا سنگ بنیاد رکھا جا رہا تھا۔ دوسری طرف خدا کے راستہ کی خدا کے بندوں کو دعوت دی جا رہی تھی۔ لیکن وہ زمانہ ایسا نہ تھا کہ صحابہ بالا استیعاب تمام واقعات کو جمع کرنے کا خیال کرتے۔ اس زمانہ کے اہم معجزات صحابہ کو یاد رہے جس کا ذکر جلد دوم میں ہے۔ ہجرت حبشہ۔ طائف کا سفر۔ اور ہجرت مدینہ ایسے واقعات ہیں جنکو صحابہ کسی طرح فراموش نہ کر سکتے تھے وہ رہے مظالم کی داستانوں میں سے صرف اہم باتوں کو میں نے جلد اول میں درج کیا ہے۔ اور جہاں تک ممکن ہو صرف انہیں واقعات کو لیا ہے جن پر اکثر اہل سیرت کا اتفاق ہے۔ اور احادیث میں بھی اس کی سند پائی جاتی ہے۔

تیسرا زمانہ ہجرت کے بعد وفات تک کا زمانہ ہے۔ یہ وہ زمانہ ہے جب مجبور ہو کر رسول اللہؐ نے توحید کی حمایت میں تلوار اٹھائی۔ اور پھر اعلا و کلمۃ اللہ کے لئے جو کچھ آپ نے کیا اس سے دنیا واقف ہے۔ اس مدت کا ایک ایک دن اور اس کا کام سیرۃ کی کتابوں میں آئینہ کی طرح روشن ہے جلد اول کا یہی حصہ ستم نشان ہے جس میں اس زمانہ کے حالات ہیں۔ اور میں نے کوشش کی ہے کہ اس زمانہ کے وہی حالات درج کئے جائیں جو محقق اور محترم ہوں۔ مروج روایتوں کو حتیٰ الوسع ترک کر دیا گیا ہے۔

درایت اور عقل

یورپ نے جو سطحی تعلیم ایشیا میں پھیلا دی ہے اس کا ایک اثر ہمارے نوجوانوں پر عجیب

نظور کا حال بھی اصابہ میں ہے ۱۲

وغریب پڑا ہے۔ اُن کا دعویٰ ہے کہ ہر بات کو عقل کے معیار پر جانچ کر قبول کرنا چاہئے۔ اور جو بات عقل کے خلاف ہو اُس کو رد کر دینا چاہئے۔ بظاہر یہ بہت معقول بات ہے۔ مگر اسی کے ساتھ جب یہ دیکھا جاتا ہے کہ وہ ہر ایسی بات کو جس کو اپنی بے علمی اور نادانیت کی وجہ سے سمجھ نہ سکیں خلاف عقل کہتے ہیں۔ اور ہر اُس چیز کو جو اُن کی رائے میں صحیح نہ ہو خلاف عقل کہتے ہیں۔ وہ علم سمجھ۔ رائے۔ دہم۔ قیاس وغیرہ کے فرق سے بالکل ناواقف ہوتے ہیں تو پھر ایسے لوگوں کا عقل کو معیار بنانا کس قدر مضحکہ خیز ہو جاتا ہے۔ یہ لوگ اسی فرضی عقل کے دھوکہ میں مبتلا ہو کر بہت سے مذہبی روایات اور تعلیمات کے متعلق مذہب ہو گئے ہیں۔ اور شکوک و شبہات میں مبتلا ہو رہے ہیں۔

جو چیزیں عقلاً اور حکماً کے نزدیک محال عادی ہیں ان کا بھی ہونا اور مادت کا ٹوٹ جانا ممکن ہے مثلاً یہ ہو سکتا ہے کہ آگ پانی کا کام دے اور پانی آگ کا۔ کیونکہ مادیات میں تغیرات جاری ہیں۔ اس کے ثبوت میں بے حد و حساب تاریخی شہادتیں موجود ہیں۔ اور یہ محض تاریخی مسئلہ ہے۔ کیونکہ خرق عادت تاریخ ہی سے ثابت ہو سکتا ہے۔ اس کے خلاف عقلی دلائل سپیش کرنا طغیان حرکت ہے۔ اس لئے کہ کلام محالات عقلیہ میں نہیں ہے۔ محالات عادیہ میں ہے۔ اس کی تفصیل انشاء اللہ تعالیٰ دلائل النبوة اور معجزات کے بحث میں آئے گی۔

لیکن ان کے مباحث کا دائرہ اب محالات عقلی یا محالات عادی تک محدود نہیں رہا انہوں نے بُت پرستوں کی صحبت میں پرورش پائی اور مشرکوں اور عیسائیوں سے تعلیم حاصل کی۔ اور انہیں کے زیر اثر بہت سی چیزوں کو اچھی اور بہت سی چیزوں کو بُری سمجھنے لگے اب اُن کی عقل قبول نہیں کرتی کہ جس کو وہ بُرا سمجھتے ہیں اُس کو رسول اللہ نے اچھا کہا ہو یا جس کو وہ اچھا سمجھتے ہیں اُس کو رسول اللہ نے بُرا کہا ہو۔ اور محض اسی بنا پر بہت سی حدیثوں کو وہ خلاف عقل قرار دیکر رد کرتے ہیں۔ اور بہت سے موضوعات کو صحیح قرار دیکر قبول کرتے ہیں۔ ان لوگوں پر مسلمانوں کے بدعات و رسومات کا تو کوئی اثر نہ ہوا اس لئے کہ ایسی صحبتوں میں نہ پلے نہ پرورش پائی۔ نہ تعلیم حاصل کی۔ مگر اُن پر مشرکوں اور بُت پرستوں کے خیالات غالب ہو گئے ہیں۔ توحید و رسالت کی عزت ہی اُن میں باقی نہ رہی۔ یہ اچھائی یا بُرائی کا معیار رسول اللہ کی تعلیم کو نہیں سمجھتے۔ بلکہ ہندوستان یا یورپ کے قائم کردہ معیار کے موافق رسول اللہ کو بنا جاتے ہیں۔

ایسے لوگ جو بدعات اور رسوم و رواج کے احاطہ کے اندر صاحب تہذیب ہوئے اُن کی حالت اس کے برعکس ہے۔ اُن کی عقل انہیں احادیث کو قبول کرتی ہے جو رواج کے موافق ہو گو نہ موضوع ہو

اور جو اس کے خلاف ہو وہ قابل رد ہے گو خدا صحیح ہو۔

کاش یہ حضرات سمجھتے کہ کوئی ذی عقل یہ حکم نہیں دے سکتا کہ ایسی خیالات رائیوں سے شہادتیں رد کر دی جائیں۔ سندیں شہادت کے مثل ہیں اور رسول اللہ کی تعلیم وہی ہے جو صحیح اسناد سے ثابت ہو گو وہ ان کے عقل کے خلاف ہو یا ان کے عقل کے۔

ان لوگوں کو جناب مولانا شبلی کے ایک بیان سے بڑی مدد ملی ہے۔ مولانا شبلی کے نسبت یہ گمان نہیں ہو سکتا کہ وہ ہر شخص کو اختیار دیں کہ کسی روایت کا محض اس بنا پر انکار کر دے کہ وہ اس کو عقل کے خلاف سمجھتا ہے۔ مگر واقعہ یہ ہے کہ ان کے بیان سے یہی مفہوم سمجھا جاتا ہے۔

مولانا سیرۃ میں بھی اور اپنی دوسری تصنیفات میں بھی بسط و تفصیل سے لکھتے ہیں کہ محدثین کے نزدیک احادیث کو پرکھنے کا ایک اصول درایت بھی ہے جس طرح قرآن کریم کے خلاف کوئی روایت ہو تو رد کر دی جائے گی۔ اور یہ نہیں دیکھا جائے گا کہ اس کی سند کیسی ہے۔ اسی طرح جو روایت عقل کے خلاف ہو وہ بھی رد کر دی جائے گی سند دیکھنے کی ضرورت نہیں۔

یہ مولانا کی تحریر کا خلاصہ ہے۔ مولانا سے تسامع یہ ہوا ہے کہ وہ درایت اور عقل کو ایک چیز سمجھتے ہیں۔ دویم درایت کو اسناد پر ترجیح دیتے ہیں۔ یہ دونوں باتیں غلط ہیں اور کسی محدث کا یہ سلک نہیں ہے۔ بلکہ صریح ابطال ان ہے۔

درایت کے معنی عقل نہیں ہے علم اور تجربہ کے بعد جو ملکہ حاصل ہوتا ہے اس کو درایت کہتے ہیں محدثین کا مطلب یہ ہے کہ جس شخص کو رسول اللہ کی سیرۃ سے پوری واقفیت ہو اور اس بارہ میں جتنی روایات صحیح ہیں وہ اس کے پیش نظر ہوں۔ رسول اللہ کے وقت کے واقعات اور حالات پر عبور رکھنا ہو ایسے شخص کو ایک طرح کی معرفت اور بصیرت حاصل ہو جائے گی۔ اسی کو درایت کہتے ہیں۔ ایسے شخص کے سامنے جب کوئی روایت آئے گی اور اس کی سند معلوم ہو تو وہ اپنی اسی بصیرۃ کی بنا پر کہہ سکیگا کہ یہ حدیث رسول اللہ کی ہو سکتی ہے یا نہیں۔ ملا علی قاری موضوعات کبیر میں لکھتے ہیں:-

ابن قیم جوزی سے پوچھا گیا کہ کیا ممکن ہے کہ حدیث موضوع کو کسی قاعدہ سے جان لیں بغیر سند دیکھے ہوئے۔ کہا یہ بڑے مرتبہ کا سوال ہے۔ یہ وہ شخص جانتا ہے جو سنن پر حاوی ہو اور جس کے خون اور گوشت میں وہ مخلوط ہو گئی ہوں۔ اور اس میں

وقد سئل ابن قیم الجوزية هل يمكن معرفة الحديث الموضوع بضابط من غير ان ينظر في سنده. فقال هذا سوال عظيم القدر. وانما يعرف ذلك من تطلع في معرفته

السنن الصحيحة - و خلطت بلحمه و
دمه و صار له فيها ملكة - واختصاص
شديد بمعرفة السنن والآثار
و معرفة سيرة الرسول عليه
الصلوة والسلام و هديه فيما
يامر به - وينهى عنه - و يخبر عنه
و يدعوا اليه - و يحثه و يكرهه
و يشرعه للامة بحيث كان
مخالطه عليه الصلوة والسلام -
بين اصحابه الكرام فمثل هذا يعرف
من احواله و هديه و كلامه و اقواله و افعاله -

اُس کو ملکہ حاصل ہو گیا ہو سنن اور آثار کے پہچاننے
میں۔ رسول اللہ کی سیرۃ کو پہچاننے میں۔ اور حضور
کی ہدایت کو پہچاننے میں جس کا حضور حکم دیتے تھے
جس سے منع کرتے تھے۔ جس بات کی خبر دیتے تھے
جس طرف دعوت دیتے تھے۔ جس بات کو پسند
کرتے تھے جس کو بُرا سمجھتے تھے۔ جس کی اُمت کو
تعلیم دیتے تھے سب کے جاننے میں اُس کو شدید
خصوصیت حاصل ہو گئی ہو۔ گویا وہ حضور کے ساتھ
صحابہ میں ملا ہوا موجود ہے۔ اس طرح کا آدمی حضور
کے احوال۔ ہدایت کلام۔ اور اقوال و افعال کو
جانتا ہے۔

عقل کو معیار بنانے کا اگر یہ مطلب ہے کہ جو بات عقل و سمجھ سے باہر ہو اس کا انکار کر دیا جائے۔
تو بڑی مشکل ہے۔ معاد کی باتیں اکثر ایسی ہیں جن کا ادراک عقل نہیں کر سکتی۔ حشر۔ نشر۔ عذاب قبر۔ اعمال
کا حساب و کتاب۔ جزا۔ سزا۔ جنت۔ دوزخ ایسی چیزیں ہیں جن کا ادراک صرف عقل سے نہیں ہو سکتا۔
اعتقادات کی اکثر باتیں ہیں جن میں عقل کو دخل نہیں ہے۔ یہ سب باتیں انبیاء کرام کی تعلیم سے معلوم ہوئی
ہیں۔ کیا ان چیزوں کا اس لئے انکار کیا جاسکتا ہے کہ یہ ہماری عقل میں نہیں آتیں۔

موضوع حدیث بنانے والے سب احمق نہ تھے۔ وہ بھی آج کل کے عقلمندوں کی طرح بہت سی
باتیں اچھی سمجھ کر لوگوں میں پھیلاتے تھے۔ حالانکہ وہی باتیں آج ہمارے لئے فتنہ کا باعث ہو رہی ہیں۔
متعبد صوفیہ کی ایک جماعت کرامیہ تھی۔ یہ لوگ کہتے تھے کہ ترغیب و ترہیب کے لئے حدیثیں بنانا جائز
ہے۔ بظاہر ان کی نیت خراب تھی نہ بیوقوفی تھی۔ مگر ان کی اس عقلمندی کا نتیجہ آج ہم دیکھ رہے ہیں
کہ ہزار ہا موضوعات حدیثوں میں داخل ہو گئی ہیں اور اختلافات کا باعث بن رہی ہیں۔

سید شریف جرجانی اپنے رسالہ اصول حدیث میں لکھتے ہیں کہ ابو عصہ نوح بن مریم نے
قرآن کریم کی سورتوں اور آیتوں کی فضیلت میں بہت سی حدیثیں وضع کیں۔ ان سے پوچھا گیا کہ ایک
ایک سورہ کی فضیلت میں جو تم عکرمہ عن ابن عباس کی سند سے روایتیں بیان کرتے ہو یہ کہاں سے
بیان کرتے ہو تو انہوں نے کہا کہ لوگوں نے قرآن چھوڑ دیا ہے۔ امام ابو حنیفہ کی نفی سے۔ اور

محمد ابن اسحاق کی معاذی میں بچیں گئے ہیں۔ اس لئے میں نے محض خدا کے واسطے حدیثیں بنا کر بیان کر دیں۔ تاکہ لوگوں کو قرآن کریم کی طرف رغبت ہو۔

ابن عدی لکھتے ہیں کہ عبد الکریم بن ابی العوجا کے قتل کا جب محمد بن سلیمان بن علی نے حکم دیا تو اس نے اقرار کیا کہ میں نے چار ہزار حدیثیں وضع کر کے تم لوگوں میں پھیلا دی ہیں جس میں کسی چیز کو حلال کسی چیز کو حرام بتایا ہے۔ لطف تو یہ ہے کہ ان اقرار کرنے والوں کا اقرار بھی قابل اعتبار نہیں ہو سکتا ہے کہ اس اقرار سے بھی شرارت مقصود ہو۔ غرض یہ ہو کہ لوگ رسول اللہ کی صحیح حدیثوں کی طرف سے مشکوک ہو جائیں۔ یہ حدیثیں خلاف عقل نہیں ہیں مگر فتنہ عظیم کا باعث ہیں۔

بلاشبہ بعض حدیثیں ایسی بھی ہیں جن سے اجتماع ضدین کا مثلاً جواز ثابت ہوتا ہے عقل ہی کے نہیں عقل صریح اور بدہمت کے بھی خلاف ہیں۔ مگر اس سے یہ اصول نہیں پیدا ہوتا کہ جو بات بھی عقل میں نہ آئے وہ رد کر دی جائے۔ ورنہ موضوعات سے زیادہ صحیح حدیثوں کو رد کر دینا ہو گا۔

جس طرح یہ ضرور ہے کہ موضوع اور جھوٹی حدیثیں رد کر دی جائیں اسی طرح یہ بھی ضرور ہے کہ رسول اللہ کی صحیح تعلیم ترک نہ ہونے پائے اس لئے تحقیق کی اصل چیز اسانید میں۔ کیونکہ یہ اسانید ثقہ اور معتبر لوگوں کی شہادتیں ہیں۔ جو روایتیں مستند اور صحیح الاسناد ہوں ان کو قبول کرنا واجب ہے۔ جن روایتوں کا موضوع ہونا ثابت ہو جائے ان کو رد کرنا واجب ہے۔ باقی وہ روایتیں جس کے اسناد نہ معلوم ہوں ان کے بارہ میں ان علماء کے بیان پر اعتماد ضروری ہے جن کا حدیث رسول اللہ اور سیرۃ نبویہ پر عبور اور ملکہِ راسخہ حاصل ہے۔ کیونکہ وہ الفاظ کی رکاکت و سخافت۔ طرز کلام اور دوسرے قرائن سے سمجھ سکتے ہیں کہ یہ رسول اللہ کا کلام ہو سکتا ہے یا نہیں۔ ایک مثلاً انشاء پر داز۔ ایک کہنہ مشق شاعر کسی کلام کو دیکھ کر کہہ سکتا ہے کہ یہ کس کا کلام ہے۔ ایک جو ہری کسی مونی کے آب و رنگ کو دیکھ کر کہہ سکتا ہے کہ سچا ہے یا جھوٹا۔ ایک مثلاً سونا رنیر کوئی پرکے بتا سکتا ہے کہ یہ سونا کس درجہ کا ہے مگر ان میں کوئی بھی کوئی قاعدہ نہیں بتا سکتا جس سے ہر شخص پرکھنے پر قادر ہو جائے۔ قادر وہی ہو گا جو شوق اور مزاولت سے اسی طرح کا ملکہ اور درایت حاصل کرے۔

۱۷۹۷۲

ایسے مثلاً علماء کا فرمانا اگرچہ بڑی حد تک قابل اعتبار ہو گا مگر اسی وقت تک جب تک اسناد کا علم نہ ہو جائے۔ اسناد معلوم ہو جانے کے بعد ان کے قیاسات بھی قابل قبول نہیں رہتے۔ ابن جوزی نے موضوعات پر بہت بڑی کتاب لکھی۔ مگر مجھے علماء نے بتایا کہ اس میں بہت سی حدیثیں ہیں جن کو موضوع نہیں کہہ سکتے۔ علامہ محمد الدین فیروز آبادی نے سفر السعادت میں بہت سی حدیثوں کا

انکار کیا مگر مولانا شیخ عبدالحق صاحب نے ان میں سے بہت سی حدیثوں کے ہستاد بتائے۔
 محدثین تو احادیث کا محض عقل و قیاس کی بنا پر کیا انکار کریں گے۔ بہت سے محدثین امام ابو حنیفہ
 کو صاحب قیاس و اہل رائے کہتے ہیں۔ مگر وہ بھی یہی کہتے ہیں کہ بسند صحیح رسول اللہ کی حدیث مل جائے
 تو قیاس و رائے کو ترک کر دو۔ فقہ حنفی کی کتابیں اٹھا کر دیکھو صد ہا مسائل میں وہ لوگ لکھتے ہیں کہ اگرچہ
 قیاس کا اقتضایہ تھا مگر فلاں حدیث کی وجہ سے قیاس ترک کیا گیا۔

البتہ جو حدیثیں قرآن کے خلاف ہوں اور تاویل ممکن نہ ہو۔ یا کوئی حدیث کسی دوسری صحیح
 اور قوی حدیث کے خلاف ہو اور تطبیق نہ ہو سکے تو یہ حدیث رد کر دی جائے گی۔ واللہ اعلم

عقل کی گمراہی

انسان میں بہتوں جو ہر عقل ہے۔ اور کسی چیز کی خوبی یا خرابی کی اصل تیز عقل ہی کے ذریعے
 ہو سکتی ہے مختلف مذاہب کے درمیان حق و باطل کا امتیاز بھی عقل ہی کے ذریعے ہو سکتا ہے۔ مگر عقل اس کا نام
 نہیں ہے کہ ہر چیز میں ہر شخص بلا سمجھ بوجھ مداخلت شروع کر دے۔ اور جس کا جودل چاہے کہنے لگے عقل کا منشا یہ ہے کہ جس علم
 یا جس فن میں کسی کو کمال ہو اس کی بات اس علم کے متعلق قبول کی جائے۔ مرض کے متعلق طبیب ہی کی رائے قبول کی جائے
 وکیل کی نہیں تبصرے کے متعلق انجینئر کا مشورہ قبول کیا جائے فلسفی کا نہیں سیطرہ مذہبی و اخلاقی مسائل میں انیس علم کی رائے
 قابل قبول ہوگی۔ جنہوں نے اس کی تعلیم و تحقیق میں اپنی عمر کا مقول حصہ صرف کیا ہو۔ ایسے لوگ اگر
 کسی روایت یا کسی مسئلہ کو عقل سلیم کے خلاف بتائیں۔ تو ان کی بات یقیناً قابل قبول ہوگی۔ مگر جس
 شخص نے مذہبی تعلیم حاصل کی ہو نہ اخلاقی۔ اُس کی عقل اس وادی میں کیا کام دے گی۔
 بسا اوقات جس کو ہم عقل سمجھتے ہیں وہ بے عقلی اور نادانی ہوتی ہے۔ غلط علم۔ اور غلط تجربہ کی وجہ
 سے انسانی عقل ماؤف ہو جاتی ہے۔ اچھی چیز کو بُری اور بُری کو اچھی سمجھنے لگتی ہے۔

یورپ کو ایشیا کے مقابلہ میں اس وقت جو مادی تفوق حاصل ہے اُس کا سب سے خراب نتیجہ یہ
 نکلا ہے کہ ایشیا کی ذہنی قابلیت تقریباً مفقود ہوتی جاتی ہے۔ اپنے لئے خود اپنا راستہ تجویز کرنے کی
 صلاحیت ہم میں باقی نہ رہی۔ عام غلامانہ ذہنیت ہم میں پھیل گئی ہے۔ یورپ کی اندھی تقلید کا نام ہم نے
 عقلندی رکھا۔ فکل۔ صورت۔ لباس۔ کھیل کود۔ فسق و فجور میں یورپ کی نقل ہمارے نزدیک حریت و
 آزادی ہے۔ اپنے مذہب۔ اپنی معاشرت۔ اپنی تاریخ۔ اپنی تہذیب کی مخالفت اور عفت۔ عصمت جیسا
 ادب۔ مروت سے دست برداری کا نام روشن خیالی ہے۔ اور اس حریت و ردِ کُشن خیالی کے غوبی کی

دیل ہمارے پاس صرف یہ ہے کہ یورپ میں یہ ہوتا ہے یا یورپ کے فلاں فلاں نے اس طرح کہا ہے۔
حقیقت یہ ہے کہ ایشیا کے ممالک اور علاقہ جات پر یورپ کا اس وقت جتنا قبضہ ہے۔ اُس سے
بہت زیادہ ہمارے عقول و اذہان پر اس کی حکومت ہے۔ تم دیکھو اس وقت اکثر محکوم ممالک
کوشش کر رہے ہیں کہ ہمارا ملک یورپ کے دستِ ظلم سے نجات حاصل کرے۔ مگر ذہنی غلامی کا یہ
حال ہے کہ کوئی ملک آزادی کا راستہ خود اپنے لئے اپنے مناسب حال تجویز نہیں کرتا۔ جن کی گرفت سے
نجات حاصل کرنا چاہتے ہیں انہیں کی ہدایات کو ذریعہ نجات بھی سمجھتے ہیں۔ یا بالعجب۔
جن لوگوں کی ذہنی غلامی کا یہ عالم ہو۔ اُن سے کیونکر امید کی جاسکتی ہے کہ وہ صحیح عقلی نتائج
حاصل کر سکیں گے۔ میں بعض مثالیں دینا چاہتا ہوں جس سے معلوم ہو جائے گا کہ ایسے ماؤن و داغ کیسی
عقلی گمراہی میں مبتلا ہیں۔

(۱) ایک بہت ہی اعلیٰ تعلیم یافتہ مشہور مسلم رہنما نے میرے پاس ایک دفعہ ایک خط لکھا کہ
”ہم لوگوں کو شرعی احکام کے متعلق رائے دینے سے کیوں روکا جاتا ہے۔ میں ڈارون کی تھیوری پڑھ
لکھتا ہوں۔ سکسپیر کی زبان پر اپنی رائے شائع کرتا ہوں۔ ... کے قانون پر تنقید کرتا ہوں
اور کوئی ہمیں نہیں روکتا۔ تو پھر کیا وجہ ہے کہ مذہبی اور اخلاقی تعلیم سے ہمیں روکا جاتا ہے۔ علماء اسلام
نے ہندو برہمنوں کی طرح مذہب کو صرف اپنے لئے مخصوص کر لیا ہے۔ اس کا میں سخت مخالف ہوں“
یہ قول کسی معمولی شخص کا نہیں ہے۔ بہت بڑے تعلیم یافتہ کا قول ہے۔

عالم برہمن کی طرح کسی ذات کا نام نہیں ہے۔ جو شخص شرعی علوم حاصل کرے وہ عالم ہے
مگر آپ گویا فرماتے ہیں کہ ہم بغیر قرآن پڑھے کہہ سکتے ہیں کہ قرآن کا مطلب یہ ہے۔ بغیر حدیث پڑھے
کہہ سکتے ہیں کہ حدیث کا حکم یہ ہے۔ بغیر فقہ پڑھے کہہ سکتے ہیں کہ امام ابو حنیفہؒ اور امام شافعیؒ کی رائے
یہ ہے۔ اور یہ کہنے کا حق ہمیں اس لئے حاصل ہے کہ ڈارون کی تھیوری سکسپیر کے ڈراما۔ اور.....
کے قانون میں ہمیں قابلیت حاصل ہے۔

(۲) اسلام کے قبل دنیا کی ایک بڑی لعنت و طینت تھی۔ دنیا میں جس قدر خوریزیاں
ہوئیں اُس میں بہت زیادہ حقہ اسی و طینت کا ہے۔ آج بھی جتنی لڑائیاں ہو رہی ہیں وہ اسی
و طینت کی برکت ہے۔ و طینت کا بڑا غلبہ یورپ میں ہے۔ اور اسی وجہ سے بہترین علم عقل و فہم کے
باوجود ہر وقت سارا یورپ آمادہ پیکار ہے۔

اسلام نے و طینت کی بنیاد اکھڑ دی تھی۔ بتایا کہ ہر ملک میں انسان دو طرح کے

ہیں۔ اچھے انسان۔ اور بُرے انسان۔ تمام دنیا کے اچھے ایک قوم ہیں اور بُرے ایک قوم فرمایا
 کو فَوَاعِبَادَ اللّٰہِ اِخْوَانًا۔ اور فرمایا الْکُفْرُ مِلَّةٌ وَّاحِدَةٌ۔

جدید عقلا کو اس سے تسکین نہیں ہوتی۔ کیونکہ یرپ میں قومیت کا معیار وطنیت ہی ہے۔ بڑے زور
 شور سے یہ امت پھر مسلمانوں کے سر منڈھی جا رہی ہے جس امت سے دنیا نے بشکل جبر دی نجات حاصل کی تھی
 وہی پھر دنیا پر سلط کی جا رہی ہے۔ اس کے لئے حب الوطن من الایمان اور اسی طرح کی دوسری
 متکثر امت صد نہیں شائع کی جاتی ہیں۔ انتہائی پیما کی سے اعلان کیا جاتا ہے کہ غوریا شہر رسول اللہ نے ملکی
 آزادی کے لئے جہاد کیا۔ حالانکہ حضور نے فرما دیا ہے کہ جو مقابلہ اعلان اللہ کے لئے کیا جائے وہی جہاد ہے۔
 غزوہ اُحد کی روایتوں میں آتا ہے کہ مدینہ میں ایک شخص قرمان تھا جس کو رسول اللہ نے جہنمی کہا تھا
 مگر غزوہ اُحد کے روز وہ نہایت شجاعت سے بڑے مور کی لڑائی لڑا۔ صحابہ کو حیرت ہوئی کہ ایسے شخص کو رسول اللہ
 نے جہنمی کیسے کہا۔ وہ زخمی ہوا تو صحابہ نے اُس کو نجات کی بشارت دی۔ مگر اس نے کہا کہ نجات کی بشارت کیسی
 میں تو قوم کے لئے محض قومیت کی پاسداری میں لڑا ہوں۔ صحابہ کو تسکین ہو گئی اور سمجھ گئے کہ رسول اللہ
 اس کو کیوں جہنمی کہتے تھے۔

۳ رسول اللہ نے توحید کا اعلان کیا اور تیرہ برس تک لوگوں کو دُعا و پند کے ذریعہ سمجھاتے
 رہے کہ نیکی کیا ہے اور بُرائی کیا ہے۔ ہر شخص رُشد دینی کو سمجھ گیا۔ حق و باطل واضح ہو گیا۔ حجت و دلیل
 کی تمام منزلیں طے ہو گئیں۔ لیکن باطل پرستی قائم ہوئی۔ تب آپ نے حق کی حمایت میں تلوار اٹھائی
 باطل کے ابطال پر عملی اقدام شروع کیا۔ اور ساری دنیا کے سامنے اعلان کیا تَعَاوُزًا عَلٰی الْبِرِّ وَالنَّقْوٰی
 وَلَا تَعَاوُزًا عَلٰی الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ۔ نتیجہ یہ ہوا کہ دس برس کے اندر وہ ملک جو نامہ شیطانوں کی
 آبادی تھی فرشتوں کی بستی بن گئی۔ ہر شخص بھلائی و نیکی کا مجتہد تھا بلکہ اس سے بھی کچھ زیادہ۔ اصحاب
 رسول اللہ ادا مِ کار کا ترک اور نواہی پر عمل دیکھ نہیں سکتے تھے۔ ظلم دنیا سے مٹ گیا۔ فسق و فجور فنا ہو گیا۔
 شرک و بت پرستی کا عدم ہو گئی۔ ہمت۔ دلیری۔ عدل و انصاف سے سینے معمور ہو گئے۔ خیال پس کی
 ہمتیں بےست ہو گئیں۔ باطل کا بازار سرد ہو گیا۔ اور ہر طرف جاء الحق و زهق الباطل ان الباطل
 کان زهوقاً کا عملی اعلان ہو گیا۔

غزوات کے یہ عملی نتائج ہمارے سامنے واضح ہیں۔ تاہم یہیں علی الاعلان اس کی شاہد ہیں مگر
 جدید عقلا کہتے ہیں کہ مذہب کے لئے جنگ نہیں چاہئے۔ ملک کے لئے لڑو۔ روپیہ کے لئے لڑو۔ اپنے

سہ اللہ کے بند و بھائی بھائی ہو جاؤ۔ ۱۲ منہ ملکہ کفر ایک بت ہے ۲ منہ

بنائے ہوئے قانون کو رائج اور قائم کرنے کے لئے لڑو۔ مگر خدا کی توحید اور خدا کا قانون رائج کرنے کے لئے نہ لڑو۔ نیکی کی معاونت اور بدی کی مخالفت کے لئے نہ لڑو۔ کیونکہ یورپ کے عقلا مذہب کے لئے جنگ کو منع کرتے ہیں۔ (۴۱) بُت پرستی کوئی مذہب نہیں ہے۔ کوئی انبی۔ کوئی مصلح۔ بلکہ کوئی اذی عقل یہ نہیں کہہ سکتا کہ مٹی یا پتھر کی صورت خود بناؤ۔ یا لکڑی۔ دھات یا کسی چیز کا بُت اپنے ہاتھ سے خود گرھو۔ اور خود اس کے سامنے سجدہ کرو۔ اُس کو حاجت روا سمجھو۔ یا اُس میں کسی طرح کی قدرت و اختیار کا اعتقاد رکھو۔ یہ جہالت ہے اور ہر ملک ہر مذہب ہر قوم کے آدمی جب جہالت و بے علمی میں مبتلا ہوتے ہیں تو شرک و بت پرستی میں بھی پھنس جاتے ہیں۔ جب مذہبی تعلیم مفقود ہو جاتی ہے تو لازمی طور پر شرک شائع ہو جاتا ہے۔ اور بت پرستی پھیل جاتی ہے۔ نہ بُت پرستوں کا کوئی رہبر ہے۔ نہ اُن کا کوئی مسئلہ قانون ہے۔ نہ کوئی ایک مذہبی یا اخلاقی طریقہ ہے۔ اس لئے بُت پرستی کو ایک مستقل مذہب سمجھنا خود ایک جہالت ہے۔ تمام مذاہب حقہ کے نزدیک کوئی اخلاقی جرم بُت پرستی سے زیادہ بُرا نہیں ہے۔ چوری۔ زنا کاری۔ جھوٹ۔ دغا بازی کو کوئی مذہبی عبادت بنائے تو وہ مذہب نہیں ہو جائے گا۔ اسی طرح بُت پرستی خود مذہب نہیں ہو سکتی۔ بُت پرستی۔ آتش پرستی۔ ستارہ پرستی۔ سب کا ایک حکم ہے۔ اُن کو چھوڑ کر اور جس قدر مذاہب ہیں جس کی بنیاد کسی نبی۔ کسی رسول یا کسی رہبر کی تعلیم پر ہے سب میں توحید کی تعلیم ہے۔ اور اسی تعلیم کے لئے انبیاء و رسل بعوث ہوئے۔ توحید کے اعتقاد کے بغیر کسی نیکی کی کوئی مستقل بنیاد باقی نہیں رہتی اور براہیوں سے بچنے کا دلی جذبہ پیدا نہیں ہو سکتا۔

ایسے لوگ بھی جن کو خدا پر اعتقاد نہ ہو براہیوں سے بچتے ہیں۔ اس لئے کہ براہیوں سے لوگوں میں ذلت ہوتی ہے لیکن ایسی براہیوں سے اُن کو کوئی چیز روک نہیں سکتی۔ جس کو وہ لوگوں سے چھپا سکیں۔ کیونکہ اُن کو کوئی خوف ہے نہ اُن کا دل اُن پر ملامت کرتا ہے۔ اسی لئے یہ لوگ بُرائی اُسی کو کہتے ہیں جو ظاہر ہو جائے۔ یا قانوناً ثابت ہو جائے۔ اسی طرح وہ نیکی بھی کرتے ہیں مگر صرف اس لئے کہ لوگ اس کو پسند کرتے ہیں اُن کی نیکی میں کوئی اخلاقی قوت پوشیدہ نہیں ہوتی۔

وطنیت اور نسل کی بنا پر بے شمار اور بے انتہا قبائل پیدا ہو گئے تھے۔ اور قومیں بن گئی تھیں اسلام نے قومیت کے ان دونوں بنیادوں کی مخالفت کی۔ ایک وطن۔ ایک زمین اور ایک ملک میں ایک موحد فرشتہ صفت انسان پیدا ہوتا ہے۔ اور اُسی جگہ اُس کے پڑوس میں ایک شیطان بدکردار بھی ہوتا ہے۔ نسل کی بھی یہی حالت ہے۔ آدزبت تراش کے گھر میں حضرت ابراہیم علیہ السلام پیدا ہوتے ہیں جو خدا کے خلیل اور رسول اعظم ہیں۔ اور حضرت نوح علیہ السلام نبی تھے۔ مگر اُن کی اولاد کافروں سے

بجائی ہے اور نبی کا خلافت کرتی ہے۔ اس لئے ان دونوں چیزوں کو اوقات اور قومیت کی بنیاد بنانا غلط اور دھوکہ تھا۔

اسلام نے بتایا کہ موحّد خدا پرست۔ نیک کردار کسی ملک اور کسی نسل کے ہوں بجائی بجائی اور ایک قوم ہیں۔ وہ ایک جماعت کے لوگ ہیں۔ اور ان کو حکم دیا گیا کہ نوا عباد اللہ اخوانا۔ یہی جماعت عند اللہ مقبول ہے۔ فرمایا ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم۔ اور جو لوگ مشرک بدکردار۔ خدا کے دشمن ہیں وہ کسی ملک اور کسی نسل کے ہوں سب ایک قوم ہیں۔ چاہے خدا کے سوا کسی چیز کی پرستش کرتے ہوں اس لئے فرمایا الکفر ملّة واحدة۔

جب یہ معلوم ہو گیا کہ خدا کی مخلوق دو حصہ پر خود بخود تقسیم ہے۔ نیک اور بد۔ تو خداوند کریم نے حکم دیا کہ نیکوں کا یہ بھی فرض ہے کہ نیکوں کو دنیا میں غالب رکھیں۔ اور اس کی حمایت میں اپنی تمام تر قوت صرف کر دیں۔ قرآن کریم کی صد ہا آیتیں۔ احادیث صحیحہ کا بڑا ذخیرہ اس حکم سے بھرا ہوا ہے۔ کہ اعلا رکلمہ اللہ کیلئے جہاد فرض ہے۔ دنیا نے دیکھا کہ اس حکم کے بعد کس طرح توحید کا غلبہ ہوا۔ کس طرح شیطان مغلوب ہوا۔ کینوکر بُت پرستی فنا ہوئی۔ کس طرح دنیا خدا کی حمد و ستائش سے بھر گئی۔ کس طرح وہ باتیں پوری ہوئیں جس کی تمنا میں حضرت ابراہیمؑ، حضرت موسیٰؑ، حضرت عیسیٰؑ اور تمام انبیاء کرام نے اپنی عمریں صرف کر دی تھیں عرب جو بُت پرستی کا سب سے بڑا مرکز تھا۔ وہاں سے شیطان مایوس ہو گیا۔ کہ اب اس سرزمین پر سوائے خدا کے ذوالجلال کے کسی کو سجدہ نہیں کیا جائیگا۔ ایران جہاں ایک شخص بھی خدا کے قدوس کا نام لے کر والا

لہ تم میں سے خدا کے نزدیک مکرم وہ ہے جو متقی زیادہ ہو ۱۱۔ خدا نے قرآن پاک میں جا بجا کفار کی نفاق اور دوستی کو منع کیا۔ سورہ توبہ رکوع ثین میں ہر یا ایہا الذین امنوا لا تتخذوا آباءکم و اخوانکم اولیاء ان استجبتوا الکفر علی الایمان ومن یتولہم منکم فاولئک هم الظالمون ۱۲۔ قل ان کان آباؤکم و ابناءکم و اخوانکم و ازواجکم و عشیرتکم و اموالکم و قریفہ و ہاد و تجارتکم و تخشون کسادہا و مسکن ترضونها احب الیکم من اللہ و رسولہ و جہاد فی سبیلہ فترضوا حتی یاقی اللہ بامرہ ۱۳۔ واللہ لا یہدی القوم الفاسقین ۱۴۔ ایمان والوں اپنے باپ اور اپنے بھائیوں کو رفیق نہ بناؤ۔ اگر وہ ایمان کے مقابلہ میں کفر کو پسند کریں وہ لوگ جہنم میں سے ان کی رفاقت کریں وہ لوگ ظالم ہیں۔ کہہ دو کہ اگر تمہارے باپ۔ تمہاری اولاد۔ تمہارے بھائی۔ تمہاری بیٹیاں۔ تمہاری بڑائی اور مال جو تم نے حاصل کیا ہے اور تجارت جس کے کساد باری سے ڈرتے ہو اور کمالات جو تمہیں پسند ہیں۔ یہ سب اگر خدا۔ خدا کے رسول اور جہاد فی سبیل سے زیادہ پسند ہو تو انتظار کرو کہ خدا اپنا حکم بھیجے۔ خدا نافرمان قوم کی ہدایت نہیں کرتا ۱۵۔ واللہ اعلم۔

نہ تھا وہاں لکھو کھا اور کر دیا سر خدا کے سامنے جھک گئے۔ شیطانی قوانین کو حضور نے اپنے پیروں کے نیچے روند دیا۔ اور خدائی احکام پر ہر جگہ حکومت ہونے لگی۔

کیا تو حیدر کا یہ غلبہ اور بُت پرستی کی شکست ایسی باتیں نہ تھیں جس پر حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ کی اُمت اور انبیاء کے ملتے والوں کو بھی خوشی حاصل ہوئی۔ اور کیا اگر خود حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ موجود ہوتے تو ان کے لئے بس سے زیادہ خوشی کی ادویات ہو سکتی تھی۔ آخر کس چیز نے یہود و نصاریٰ کو اس خوشی میں شرکت سے باز رکھا۔ بلکہ یہود کو علانیہ بُت پرستی کی حمایت پر آمادہ کر دیا۔ جیسا کہ غزوہ احزاب کے وقت ہوا۔ اسی نسلی تفریق اور وطنیت کی لعنت نے یہود کہتے تھے کہ نبوت بنی اسرائیل ہی کے لئے خاص ہے۔ عیسائیوں میں سے ہر قیل نے بھی اور مقوقس نے بھی صاف کہہ دیا کہ میرا خیال تھا کہ نبی آخر الزماں کا ظہور شام میں ہو گا بس یہ چیز تھی جو ان کو تو حیدر کی حمایت سے بھی روکے ہوئے تھی۔

نصاری کا اعتراض

عیسائیوں کو جہاد فی سبیل اللہ بڑا اعتراض ہے۔ اور اس پر انہوں نے بہت سی کتابیں بھی لکھ ڈالیں۔ اعتراض کا حاصل یہ ہے کہ مذہب کے لئے لڑنا نہیں چاہئے۔ رسول اللہ نے جو کچھ کیا وہ سکندر اور تیمور ایسے فاتحوں کے مناسب تو تھا۔ مگر انبیاء کی شان کے مناسب نہ تھا۔ ان بد نصیبوں کی شاید یہ غرض ہے کہ انبیاء کی یہی شان ہے کہ وہ ہمیشہ مغلوب رہیں۔ قومیں ہمیشہ ان کے مخالفین اور شیاطین کے پاس رہیں۔ وہ جب چاہیں انبیاء کو تکلیفیں پہنچائیں۔ پریشان کریں۔ قتل کریں۔ آگ میں ڈالیں۔ انبیاء بالکل بے دست و پا۔ مجبور۔ محتاج۔ اور ان کے مظالم کے سامنے سرنگوں رہیں۔ سرائکا اللہ وانا الیہ راجعون۔

یہ الزامات ان کے ہیں جو انبیاء کی اتباع اور حمایت کا دعویٰ کرتے ہیں۔ مگر فی الواقع اس اعتراض و الزام کا نشانہ کچھ اور ہے۔ خدائے ذوالجلال نے جب اپنے خاص بندوں کو اعلانِ کلمہ اللہ کے لئے تلوار ہاتھ میں لینے کا حکم دیا۔ اور رسول اللہ سے کہا حُرِّصَ الْمُؤْمِنِينَ عَلَى الْقِتَالِ کہ مؤمنین کو قتال پر آمادہ کرو تو دنیا کا نقشہ بدل گیا جن لوگوں نے حق کی حمایت میں تلوار اٹھائی ان کی دلیری۔ ہمت اور جوہر شجاعت نے دنیا میں تہلکہ ڈال دیا۔ مظالم اور بُت پرستی کے گھروں میں ماتم پڑ گیا۔ فتوحات کا راستہ ان کے لئے صاف ہو گیا۔ ایشیا اور یورپ کی طاقتیں ان کے سامنے سرنگوں ہو گئیں۔ ایشیا کی یہی بڑھتی ہوئی طاقت تھی

جس کو یورپ کی وطنیت برداشت نہیں کر سکتی تھی۔ مگر مردانِ خدا کے راستہ میں حائل ہونا بھی اُن کے بس کی بات نہ تھی۔ اس لئے یہ پروپیگنڈا کیا گیا۔ جس نے ایشیا اور خصوصاً مسلمانوں کے تمام شریفانہ جذبات کو فنا کر دیا اس پروپیگنڈا کے خوف سے مسلمانوں نے وہ باتیں اختیار کیں جس کو وہ اپنے اصطلاح میں عجز، انکسار، قناعت اور صبر کہتے ہیں۔ مگر وہ نہیں سمجھتے کہ یہ چیزیں بھی صفاتِ حسنہ میں ایسے وقت داخل ہوتی ہیں جب قوت اور طاقت حاصل ہونے کے بعد اختیار کی جائیں بے اختیار۔ محتاج۔ فقر تو یہ کرتا ہی ہے۔ وہ یہ نہ کہے تو اور کر ہی کیا سکتا ہے۔

یورپ کے اس پروپیگنڈا کی وجہ سے آج مسلمانوں میں ایک جماعت پیدا ہو گئی جو اعلاء کلمۃ اللہ کے لئے جہاد بالسیف کو بہت بُرا سمجھتی ہے۔ رسول اللہ کے غزوات کو اسلامی تاریخ پر بدنامی داغ سمجھتی ہے۔ اور اپنے دانت میں وہ اسلامی خدمت اسی کو سمجھتی ہے کہ اسلامی تاریخ سے یہ داغ مٹا دیا جائے مگر آیات قرآنی کی کثرت۔ احادیث صحیحہ کا دفتر اس کو یہ کرنے نہیں دیتا۔ لہذا اُس نے یہ دلیل پیدا کی ہے کہ یہ سارے غزوات۔ مدافعت اور حفاظت خود اختیاری کے لئے تھے۔ اعلاء کلمۃ اللہ کے لئے نہ تھے۔

یہ جواب اُس مذہب کی طرف سے دیا جاتا تو شاید کسی حد تک صحیح بن سکتا جس میں رہبانیت کی تعلیم دی گئی ہو۔ مگر وہ مذہب ہاتھ میں تلوار لینے سے کیونکر انکار کر سکتا ہے۔ جس میں قتل و قصاص۔ اور حدود و قصاص بھی جزو مذہب ہوا جن میں صلح حق کو حق دلانا۔ ظالم و مظلوم میں انصاف کرنا فرض کیا گیا ہو۔ یہ چیزیں بغیر مالکمانہ اختیار کے پوری نہیں ہو سکتیں اور مالکمانہ اختیار صرف مواعظِ حسنہ سے حاصل نہیں ہوتے۔ ممکن ہے کہ اور انبیاء شیطانی حکومتوں پر صابر و شاکر رہے ہوں مگر اسلام کے ساتھ ساتھ خدا کا یہ اعلان بھی آیا کہ تبتنا فی الزبور ان الارض یرثھا حبسادی الصالحون۔ یعنی ہم نے زبور میں لکھ دیا ہے کہ زمین کی بادشاہت انبیاء اور انبیاء کے متبعین کے لئے ہے۔ اسلام کے یہ جدید و کلا فرماتے ہیں کہ رسول اللہ نے اعلاء کلمۃ اللہ کے لئے جہاد نہیں کیا۔ توحید کے قیام کے لئے جہاد نہیں کیا۔ بُت پرستی کو مٹانے کے لئے جہاد نہیں کیا۔ دُنیا میں نیکی پھیلانے کے لئے جہاد نہیں کیا۔ جتنے غزوات رسول اللہ نے کئے۔ اور جتنی لڑائیاں کھاہ لڑے وہ صرف اپنی حفاظت اور اپنے بچاؤ کے لئے انہوں نے مدافعت کی تھی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

یہ جواب کیوں دیا جاتا ہے صرف اس لئے کہ ذہنی غلامی نے ہم کو اس قابل نہیں کھا اور مہمت و شجاعت کے وہ شریفانہ جذبات ہمارے اندر باقی نہ رہے جس سے ہم سمجھ سکیں کہ رسول اللہ

اور ان کے قبیحین پر اعلا کلمۃ اللہ کا حق اپنی حفاظت اور مراعات سے زیادہ ضروری ہے وہ اپنے تمام مخالفین اور بڑے سے بڑے دشمن کو معاف کر سکتے تھے۔ مگر خدا کی مخالفت اور بت پرستی و شرک کی اشاعت کو معاف نہیں کر سکتے تھے۔

عقل سلیم

عقل ایک نعمت ہے۔ اور بلاشبہ کسی چیز کے حق یا ناحق ہونے کا ثبوت براہین و دلائل ہی کے ذریعہ ہو سکتا ہے۔ مگر عقلیں متفاوت نہ ہوتیں تو عقلا کے اندر اختلافات ہی کیوں ہوتے۔ تم غور کرو گے تو دنیا کا ہر کنندہ ناتراش اپنی عقل کو سارے جہان سے بڑھ کر جانتا ہے۔ ایک احمق بھی ایک بڑے فلسفی کے خلاف آواز دے سکتا ہے۔

جن لوگوں نے عقلی تحقیقات میں عمریں صرف کر دیں۔ وہ بھی کسی ایک عقلی بحث پر متفق نہ ہو سکے۔ فیثاغورس نے ایک زمانہ میں زورِ تقرر اور قوت استدلال سے تمام دنیا کو نظام شمسی کے قبول کرنے پر مجبور کر دیا۔ لیکن اُس کے بعد جب بطلمیوس کی باری آئی تو اُس نے فیثاغورس کے تمام نظام کو الٹ کر رکھ دیا اور ساری دنیا سے اپنی بات منوالی۔ اب یورپ نے بطلمیوس کے تمام تحقیقات کو باطل ثابت کر دیا۔ اور وہی فیثاغورس کے فرستودہ نظام کو حق سمجھ کر قبول کیا۔

اخلاقیات کا بھی یہی حال ہے۔ ہندوستان کے بت پرستوں کی اتنی بڑی قوم پسند نہیں کرتی کہ جس عورت و مرد میں خون کا کچھ بھی لگاؤ ہو۔ اُن میں ازدواج کا تعلق اور شادی بیاہ ہو اس کے برعکس آتش پرست پارسی ہیں۔ جو عقل میں کسی طرح ان بت پرستوں سے کم نہیں کہو جاسکتے وہ اپنے خاص عزیزوں اور حقیقی بہن سے بھی زین و شوئی کے تعلقات میں بُرائی نہیں سمجھتے۔ یورپ جس نے عقلی ترقی کے دعوؤں سے آج آسمان و زمین ایک کر دیا ہے اور وہ ہر قسم کے اخلاقی قید سے بھی نجات حاصل کر کے آزادی میں حیوانیت سے بھی بڑھے جا رہے ہیں۔ وہ تو بیاہ و شادی کے قیدی کو اٹھا دینا چاہتے ہیں تاکہ عورت و مرد بلا قید جس کا جس سے دل چاہے مل سکیں۔

اب سوال یہ ہے کہ کیا تم اسلام کو ان میں سے کسی ایک کی عقل کے موافق بنا دینا چاہتے ہو۔ یا خود اسلام کی تعلیم کو سمجھنا چاہتے ہو۔ اسلام کو سمجھنے کے لئے عقل سلیم کا تقاضا یہ ہے کہ پہلے اس کی تحقیق کی جائے کہ رسول اللہ نے کیا تعلیم دی اور اسلام نے کیا بتایا۔ اور یہ محض نقلی بحث ہے اپنی رائے ملا دینے سے وہ خاص رسول اللہ کی تعلیم باقی نہ رہے گی۔ ہاں اس کے بعد اگر خدا نے عقل و فہم

عطا فرمایا ہے۔ تو غور کر سکتے ہو کہ دلائل دہراہین عقلی اسلامی تعلیم کے موافق ہیں۔ یا اُن گمراہ کفار کے موافق ہیں۔ قرآن پاک نے ہر جگہ کفار کو مخاطب کیا ہے اور یہی کہا ہے کہ تم پہلے میری تعلیم سُن لو۔ پھر ملاحظہ قدرت پر تہذیب اور تفکر کی نگاہ ڈالو۔ خدا داد عقل سے کام لو۔ تو اسی تعلیم کو حق پاؤ گے۔ اور تمہاری عقلیں بھی انہیں باتوں کے حق ہونے کی ہدایت کریں گی۔ مگر غلطی یہ ہے کہ ہمارے نوجوان پہلے بطور خود کسی بات کے اچھی یا بُری ہونے کا فیصلہ کر لیتے ہیں۔ اور اس کو عقل کے موافق سمجھتے ہیں تو اس کو اسلام یا رسول اللہ کی طرف بھی منسوب کر دیتے ہیں یا انہوں نے کسی فلسفی کا قول سنا۔ یا اداروں کی تھیوری اُن کے کان میں پڑی اور پسند آگئی تو کہہ دیا کہ یہی اسلام کی تعلیم بھی ہے۔ یہ دین میں تحریف ہے۔ انبیاء متقدمین کے تعلیم میں جو تحریف ہوئی وہ بھی اسی طرح۔ اور مسلمانوں میں جس قدر بدعات۔ مکروہات اور خرافات رائج ہو گئے ہیں اس کا بھی زیادہ حصہ اسی طرح آیا ہے۔ واللہ اعلم و علمہ الحمد والحرم۔

قدیم عرب

قدیم عرب کے تاریخی معلومات کے ذرائع باقی نہ رہے صرف تذریعہ ہے کہ اس سے جو کچھ معلوم ہو وہ تو بلاشبہ صحیح ہے لیکن اس کے سوا اور جتنے ذرائع ہیں سب مشتبہ ہیں۔ ایک قرآن پاک ہے اس سے بہت سی باتیں معلوم ہوتی ہیں۔ دوسرے خود جناب سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بیانات ہیں۔ ان دو کے سوا عرب جاہلیہ کے اشعار اور زبانی روایتوں کا درجہ ہے۔ مگر جس طرح ہندوستان کے بت پرستوں میں رامائن اور مہا بھارت کے متعلق مبالغہ آمیز بیانات اور اشعار مشہور ہیں ویسے ہی عربوں میں بھی تھے۔ اُن میں سے اُن باتوں کی محنت میں مشتبہ نہیں جس کی تصدیق قرآن پاک یا احادیث صحیحہ سے ہوتی ہو۔ لیکن اس کے بعد وہ باتیں بھی قابل سماعت ہو سکتی ہیں جو مختلف بیانات میں قدر مشترک کا حکم رکھتی ہوں۔ عرب کی تاریخ کا کچھ حصہ بائبل میں بھی ملتا ہے۔ مگر موجودہ بائبل تحریف شدہ ہے۔ تاہم تاریخ کی کوئی تحریر اس سے زیادہ قدیم نہیں مل سکتی۔ اور یہ یقینی ہے کہ جس قدر تحریف زبانی روایات میں یا شعراء کے کلام میں ہوئی ہے۔ اتنی ایک مذہبی کتاب میں نہیں ہو سکتی۔ اس لئے بائبل کی روایتوں کو دوسرے بیانات پر یقیناً ترجیح حاصل ہوگی۔

یورپ نے تاریخ ام کی تحقیق کا ایک جدید طریقہ جاری کیا ہے یعنی کتبیات و آثار وغیرہ سے وہ مختلف ٹکڑوں کی تاریخ مرتب کر رہے ہیں۔ ایسی مرتب کی ہوئی تاریخ کا جہاں شرائط سے تعلق ہو وہاں بالکل اعتبار کے قابل نہیں ہیں اگرچہ اس کو صحیح معلومات کا بہت قوی ذریعہ سمجھا جاتا ہے اس کے

کئی وجہ ہیں۔ اول یہ کہ اس کا انتظام زیادہ تر ایسے ہاتھوں میں ہے جو اصولاً مذاہب ہی کے خلاف ہیں۔ دوم گو کتبائے آثار کو اس طریق تحقیق کی بنیاد قرار دی جاتی ہے۔ مگر اس بنیاد پر فرضی اور قیاسی نتائج کی ایک عمارت تیار کر لی جاتی ہے۔ اور قیاسات میں ہمیشہ تغیر و تبدل ممکن ہے۔ سوم کتبائے آثار جس پر اس عمارت کی بنیاد ہوتی ہے اس میں بہت دھوکہ ہو سکتا ہے۔ چہارم جدید کتبائے آثار جدید آثار کا دریافت کرنا دولت اور شہرت کا بہت بڑا ذریعہ ہے۔ اس لئے جدید معلومات حاصل کرنے میں بہت کچھ کارستانی کی جاتی ہیں۔ ہاں اگر ثقہ اور متدین غیر متعصب لوگ ایسے آثار و کتبائے آثار پر اپنی شہادتیں بیان کریں تو قبول کرنے میں مضائقہ نہیں ہے۔ مگر مشکل ہے اس لئے کہ ان لوگوں کے اخلاقی حالات کے معلوم کرنے کا کوئی ذریعہ نہیں ہے۔

قوم عاد

قرآن پاک میں قوم عاد اور قوم ثمود کا حال بہت جگہ ہے۔ قوم عاد کی طرف حضرت ہود علیہ السلام مبعوث ہوئے تھے اور قوم ثمود کی طرف حضرت صالح علیہ السلام۔ یہ دونوں قومیں بہت قدیم ہیں۔ ان کا معتبر تاریخی حال کچھ معلوم نہیں۔ قرآن کریم سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ بہت زبردست قومیں تھیں۔ عاد کی نسبت سورہ اعراف میں ہے کہ یہ لوگ نوح علیہ السلام کے بعد تھے اور بڑے طاقتور تھے۔ اور سورہ الشعراء میں ہر کہ بلندوں کی جگہ انھوں نے بڑی بڑی یادگاریں بنائی تھیں۔ محلات ایسے مستحکم اور مضبوط بنائے تھے کہ شاید ہمیشہ دنیا میں رہنے کا ارادہ کر لیا تھا۔ ان کے اختیارات بڑے وسیع اور گرفت بہت سخت تھی۔ خدائے جانور۔ اولاد۔ بلع۔ اور چشمے عنایت کئے تھے۔ سورہ الفجر میں تصریح ہے کہ ان کا شہرا رم تھا جس کے مکانات مالی شان تھو۔ اُن کے عماد اور ستون ایسے تھے کہ ان کے مثل دنیا کے کسی شہر میں نہ تھا۔ سورہ الاحقاف میں مذکور ہے کہ یہ لوگ احقاف میں تھے۔ احقاف ریگ کے بلند ٹیلوں کو کہتے ہیں۔ یہاں مراد مین ہے۔ اور ارض مہرہ اور عثمان کا درمیانی حصہ اسی میں خلافت فرماتا ہے کہ ہم نے اُن کو کان۔ آنکھ۔ اور دل دیا تھا یعنی وہ بڑے بیدار۔ ہوشیار۔ اور دلیر تھے۔

قوم ثمود

قوم ثمود کی نسبت سورہ اعراف میں ہے کہ یہ قوم قوم عاد کے بعد۔ اُن کی قائم مقام اور خلیفہ تھی۔ زمین کی حکومت ان کی تھی۔ زم زمین پر انھوں نے قصور و محلات تیار کئے تھے۔ اور پہاڑوں کو کاٹ کر

اُس میں مکانات بنائے تھے۔ سورۃ الشعرا میں ہے کہ ان کے پاس باغ۔ چٹے۔ اور کھیتیاں تھیں۔ کھجور کے درخت تھے جس کے خوشے ٹوٹے پڑتے تھے۔ برٹے خوش دھرم اور برٹے چین و آرام سے تھے۔ سورۃ الحجر میں ان کو اصحاب الحجر کہا گیا ہے۔ اور سورۃ البقرہ میں ان کی جگہ وادی القریٰ بتائی گئی ہے۔ مقام حجر اور وادی القریٰ دونوں جگہیں قریب ہی قریب ہیں۔

بخاری و مسلم کی روایتیں ہیں کہ نبوک جاتے وقت جب رسول اللہ صلعم مقام حجر میں پہنچے تو اُس کو آپ نے دیار مشور بتایا۔ منہ پر کپڑا ڈال لیا۔ اور وہاں سے نکل جانے میں جلدی کی۔ وہاں کا پانی پینے کو منع کر دیا۔ وہاں کے پانی سے صحابہ نے آٹا گوندھا تھا۔ اس کو بھینک دینے یا اونٹوں کو کھلا دینے کا حکم دیا۔ قرآن شریف سے معلوم ہوتا ہے کہ نمود کے مکانات کی نشانیاں رسول اللہ کے وقت میں موجود تھیں۔ جازریلوے کا ایک اسٹیشن ملائین صالح اسی مقام حجر میں ہے اور نمود کے مکانات انارٹیکلس کے قریب موجود ہیں صحیح طور پر کچھ معلوم نہیں کہ ان قوموں کی حکومت کتنے دنوں تک رہی۔ ان میں کتنے بادشاہ ہوئے اور انہوں نے کیسی حکومت کی۔ عرب میں جو روایتیں زبانی مشہور تھیں۔ اور مفسرین و اصحاب ہیر نے جو حالتیں ان روایات سے جمع کئے ہیں وہ مباخذ آمیز ہیں۔ لیکن جیسا کہ میں نے اوپر ذکر کیا خود قرآن کے الفاظ سے بھی یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ بہت تمدن اور ترقی یافتہ قومیں تھیں۔ سورۃ فرقان کی ایک آیت سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ عاد۔ ثمود اور اصحاب الرس کے درمیان اور بھی بہت سی قومیں ہوتی ہیں۔ یہ سب قومیں خدا و رسول کی نافرمانی کی وجہ سے ہلک افسانہ بن گئیں ان کا نام و نشان بھی باقی نہ رہا۔

عرب کی تاریخ

عرب کی تاریخ کو عموماً مورخین و اصحاب سیرت میں تین حصوں پر تقسیم کرتے ہیں۔
عرب باندہ یعنی قوم جو بنی مخطان سے پہلے تھیں۔ اور عرب فنا ہو گئیں۔ عرب عاربہ یعنی بنی مخطان جو میں اداس کے اطراف پر عرصہ تک حکمران رہے۔ عرب مستعربہ جن کو بنی اسمیل اور بنی عدنان کہتے ہیں۔ یہ لوگ حجاز اور اس کے اطراف میں تھے۔

اس تقسیم سے معلوم ہوتا ہے کہ عاد و ثمود کی قومیں عرب باندہ میں داخل ہیں لیکن بشیم ابن عدی نے حضرت ابن عباسؓ سے ایک روایت لکھی ہے کہ عرب عاربہ کی تاریخ ارجم کے زمانہ سے شروع ہوتی ہے اور وہ دس جماعتیں تھیں۔ عاد۔ ثمود۔ طسم۔ جدیس۔ عثالین۔ عیثیل۔ ایثم۔ وبار۔ جاسم۔ مخطان۔ اس روایت کی بنا پر عرب باندہ میں وہ قومیں ہونگی جن کا زمانہ مادارم سے بھی پہلے تھا۔ عاد و اولیٰ کا ذکر قرآن پاک

اب اس صورت میں تسلیم کرنا ہوگا کہ عادی اولی دوسرے لوگ تھے اور عادی دوم دوسرے حضرت ہود علیہ السلام عادی دوم کی طرف مبعوث ہوئے تھے۔ اور ان کا زمانہ حضرت نوح علیہ السلام کے بعد تھا لیکن عادی اولی کا زمانہ اس سے پہلے ہوگا۔ عادی اولی کے متعلق بھی بہت سی روایتیں عرب میں مشہور تھیں مگر وہ سب کہانیاں ہیں۔

قسم و جدیس بھی بنی قحطان کے پہلے تھے لیکن ان کے بقایا یا مائے اور بحرین و غیرہ میں بھی بہت باقی تھے۔ سلاطین حمیر نے اپنی ترقی کے زمانہ میں ان کو قتل و ہلاک کیا۔ اور وہ فنا ہو گئے۔ علاقہ بھی یمن میں تھے۔ لیکن سب سے پہلے ایرانیوں کا یمن میں غلبہ ہو گیا تھا۔ انہوں نے علاقہ کو یمن سے نکال دیا۔ پچھلے کھان سے حیرب کی پہاڑیوں تک ان کی بستیاں تھیں اور بنی اسرائیل جب مصر سے نکل کر صحرائے تیرہ کے راستہ شام آنا چاہتے تھے تو صحرائے تیرہ میں ان کو علاقہ سے مقابلہ کرنا پڑا تھا۔ اُس وقت صحرائے تیرہ میں ان کی بستیاں تھیں۔ اسی طرح مذکورہ قبائل یکے بعد دیگرے عرب کے مختلف خطوں میں آباد تھے۔ مستند تفصیلی حالات ان کے معلوم نہیں۔ البتہ بنی قحطان کا ماضی معلوم ہے۔ انہیں میں سلاطین حمیر و سبأ ہوئے۔ انہیں میں تباہی کی حکومتیں ہوئیں۔ اس لئے ہم بنی قحطان کے بادشاہوں کی فہرست حمزہ المصنعی کی کتاب تاریخ ملوک الارض سے ذیل میں درج کرتے ہیں۔ اس سے عرب کی ترقی و زوال کا ایک نقشہ ذہن نشین ہو جائیگا۔

بنی قحطان

اہل یمن اپنی تاریخ اس طرح بیان کرتے ہیں کہ یمن میں پہلے یعرب بن قحطان آئے۔ اور ان کے پوتے سبا بن شجب بن یعرب نے قوم عاد سے لڑ کر ان کو قتل کیا۔ قید کر کے غلام بنایا۔ اور یمن سے ان کا نام مٹا دیا۔ اور اپنی حکومت قائم کی۔ سبا کا نام عہد شمس تھا۔ مگر عاد کی قوم کو غلام بنانے کی وجہ سے سبا لقب ہو گیا۔ یہ ابوالبقیل ہیں۔ سبا کی لوگ سب ان کی اولاد ہیں۔ سبا کی وجہ سے یمن کا نام بھی ارض سبا ہو گیا۔ سبا کے وقت میں فتوحات ہوئے۔ حکومت کی بنیاد پڑ گئی۔ لیکن نظم نہ ہو سکا۔ منظم حکومت پہلے پہلے ان کے لڑکے حمیر بن سبا نے قائم کی۔ اس لئے بعض اہل یمن یعرب بن قحطان کو یمن کا پہلا بادشاہ سمجھتے ہیں۔ اور بعض سبا بن شجب بن یعرب کو بعض حمیر بن سبا کو۔

حمیر بن سبا کے پندراہ پشت بعد الحارث الرشیش یمن کا حکمران ہوا۔ اس کے وقت میں سبا کی حکومت کو بڑی ترقی ہوئی۔ اس کے قبل اہل یمن کی دو حکومتیں علیحدہ علیحدہ تھیں ایک ارض سبا

یہی تیغ ثانی ہے اس کے بعد ذویحجستان بن الاقرن بادشاہ ہوا جس نے طسم و جدیس کے بقایا کو قتل و ہلاک کیا۔ مورخین عرب کہتے ہیں کہ بحرین۔ عمان اور یامہ میں طسم و جدیس کے بقایا اب تک بہت تھے ان کو اسی نے فنا کیا۔ اعمی شاعر نے ان کا مرثیہ لکھا ہے اور اس میں ان قدیم قبائل کا بھی ذکر کیا ہے۔

ذویحجستان کے بعد اس کا بھائی تیغ ابن الاقرن حکمران ہوا۔ یہ تیغ اول ہے اس کے بعد اس کا لڑکا کلی کرتب بن تیغ بن الاقرن حکمران ہوا۔ کلی کرتب کے بعد اس کا لڑکا اسعد ابوکرب بن کلی کرتب حکمران ہوا۔ جو تیغ اوسط ہے۔ اہل یمن کا خیال ہے کہ قرآن شریف میں جس تیغ کا ذکر ہے وہ یہی ہے۔ قرآن پاک نے تیغ کی بڑائی نہیں بیان کی بلکہ اس کی قوم کی۔ یہ تیغ بڑا فوجی آدمی تھا۔ آرام و آسائش کی پرواہ نہیں کرتا تھا۔ برابر سفر میں رہتا تھا۔ اس لئے اس کی قوم اس سے ناراض ہو گئی۔ اور اس کے لڑکے حسان بن تیغ کو ملا کر اسکو قتل کرادیا۔

اسعد ابوکرب کے بعد حسان بن تیغ یعنی اس کا لڑکا حکمران ہوا اور جدیس کے کچھ لوگ اب بھی یامہ میں باقی رہ گئے تھے ان کو قتل کرنے لگا۔ وہ بہت عاجز ہو گئے تھے انہوں نے اس کے بھائی عمرو بن تیغ کو ملایا اور بیعت کا وعدہ کیا تو عمرو نے بھائی کو قتل کر دیا۔ تب عمرو بن تیغ حکمران ہوا۔ یہی موثبان اور ذی الاعواد ہے۔ یہ ہمیشہ بیمار اور ذی فراش رہتا تھا۔ و تاب حیر کی لغت میں فرش کو کہتے ہیں اور موثبان کے معنی ذی فراش ہیں اس لئے موثبان مشہور ہوا۔ اور ذی الاعواد اس لئے مشہور ہوا کہ اگر کہیں جانا ہوتا تو تخت پر مردوں کی طرح کاندھوں پر جاتا تھا۔ اسود بن یعفر کے اشعار میں ذی الاعواد کا ذکر ہے۔

ذی الاعواد کے بعد قحار ملوک اور ہوئے تب عبید کلال بن مشوب حکمران ہو گیا یہ نصرانی تھا۔ مگر پوشیدہ۔ نصرانیت ظاہر نہیں کرتا تھا۔ عبید کلال کے بعد تیغ بن حسان بن تیغ بن کلی کرتب بن تیغ بن الاقرن بادشاہ ہوا۔ یہی تیغ اصغر اور آخری تیغ ہے۔

یہ تیغ مکہ اور مدینہ گیا تھا اور بنی سعد پر اکل لمرار کے پوتے حارث بن عمرو بن حجر اکل لمرار الکندی کو بادشاہ بنادیا تھا۔ جس سے وہاں کنذہ کی ایک حکومت قائم ہو گئی تھی۔ بکر تیمم۔ قیس۔ تغلب۔ اسد کے تمام قبائل اور زرار کا بڑا حصہ حارث کے ماتحت ہو گیا تھا۔ اور اتنی قوت اس نے حاصل کر لی تھی کہ منذر ابن ماریسار کو اس نے حیرہ سے نکال دیا۔ اور وہاں انہوں کی جگہ کنذہ کی حکومت قائم کر دی اسی تیغ نے پہلے پہلے کعبہ پر غلاف چڑھایا اس سے پہلے یہ دستور نہ تھا۔ یہ تیغ مدینہ میں یہود سے

لا۔ اُن کا طریقہ پسند کیا اور یہودی ہو گیا۔ پھر دو یہودی عالم کو اپنے ساتھ من لے گیا اور وہاں پہلے پہلے یہودیت کی اشاعت کی۔ اسی نے اہل یمن اور ربیعہ کے درمیان معاہدہ کرایا۔ واللہ اعلم
 سیح بن حسان کے بعد مرثد بن عبید کلال حکمران ہوا۔ اور اسی وقت میں حمیر کی قوت متفرق اور
 منتشر ہو گئی۔ پھر اُس کا لڑکا ویسوع بن مرثد حکمران ہوا۔ پھر ابرہہ ابن الصبح حکمران ہو گیا۔ پھر صہبان
 بن محرش حاکم ہوا۔ اس کے بعد صبح ابن ابرہہ ابن الصبح ہوا۔ اُس کے بعد حسان بن عمرو بن سیح
 بادشاہ ہوا۔ اُس کا پاس خالد بن جعفر بن کلاب قید ہو کر آیا تھا۔ اس نے چھوڑ دیا۔ اس لئے خالد نے
 اس کی مدح لکھی ہے۔

حسان کے بعد ایک شخص ذوشنار بادشاہ ہو گیا۔ یہ نہ شاہی خاندان سے تھا نہ اُس کی
 اخلاقی حالت اچھی تھی۔ اپنے ایک خوبصورت غلام ذونواس سے اُس نے بد فعلی کرنی چاہی۔ اُس نے
 پھری مار کر پیٹ چاک کر دیا۔ یہ مر گیا اور ذونواس بادشاہ ہو گیا۔ یہ ذونواس قحس بن کلاب کا معاصر
 تھا۔ اور یہی صاحب اخدود ہے جس کا ذکر سورہ بروج میں ہے۔ یہ شرب کیا تھا یہودیت اس کو
 پسند آئی۔ وہاں کے یہود نے اس کو نجران کے نصاریٰ کے خلاف بھڑکا دیا۔ آل جفہ یعنی عستانی نلوک
 کی وجہ سے نجران میں کچھ نصرائی ہو گئے تھے۔ اُس نے وہاں جا کر گڑھے کھدوائے۔ اُس میں آگ جلوائی
 اور جو شخص نصرا نیت سے تائب نہ ہوتا اُس کو اُسی آگ میں ڈلوا دیتا۔ بہت سے نصاریٰ کے ساتھ اس نے
 یہ نلوک کیا۔ آخر میں کا ایک نصرائی ذوثعلبان بھرا عمر کو عمو کر کے حبشہ پہنچا اور وہاں یہ خبر پہنچائی حبشہ
 کا بادشاہ بڑی فوج کے ساتھ میں آیا۔ ذونواس بھاگا اور میں میں حبشہ کی حکومت قائم ہو گئی۔ ایک شخص
 ذوجدن نے کچھ مقابلہ کیا مگر وہ بھی بھاگا۔

اس کے بعد من حبشی بادشاہوں نے یمن میں حکومت کی۔ پہلا ابرہہ بن الاسرم یہی صاحب فیل
 ہے جس کا ذکر اَلَمْ ترک کیف کی سورہ میں ہے۔ اس نے مکہ پر حملہ کر کے بیت اللہ کو گرا دینا چاہا تھا وہیں
 عذاب الہی سے تباہ ہو گیا۔ اس کے بعد سکوم بن ابرہہ ہوا۔ پھر مسروق۔

مسروق کے وقت میں حمیر کا ایک شخص سیف بن ذی یزن ایران گیا۔ اور نو شیرداں سے امداد
 حاصل کرنے میں کامیاب ہو گیا۔ اور اسی امداد سے حبش کا میں میں اُس نے خاتمہ کر دیا۔ بعض کہتے ہیں کہ یہ
 خاتمہ حرب فجار کے دس برس بعد ہوا۔ بعض کہتے ہیں کہ تعمیر کعبہ سے پانچ برس پہلے۔ حضور کی عمر اس وقت
 تقریباً تین سال کی تھی۔

اس کے بعد یمن کی آزادی جاتی رہی۔ دہ ایران کا ایک صوبہ ہو کر رہ گیا تھا۔ ہجرت کے وقت

بادان وہاں کے عامل تھے۔ یہ فارسی النسل تھے۔ اور فیروز دوداویہ ان کے ساتھ ایرانی انہر تھے۔ یہ سب مسلمان ہو گئے۔ دانشدا علم۔

تبصرہ

میں نے تمام تاریخی تفصیلات کو ترک کر دیا ہے۔ صرف اُسی قدر لکھا ہے جس کو تاریخ یمن کا قدر مشترک بیان کر سکتے ہیں۔ اس سے معلوم ہو گا کہ سبائی۔ حمیری اور تبعابوہ کی مختلف اور جدا جدا سلطنتیں نہ تھیں۔ سبائی بن شجیب سب کا جدا علی ہے۔ اُسی کی اولاد سبائی لوگ ہیں اور اُسی کا ترکہ حمیر بن سبا چونکہ منظم سلطنت کا بانی ہے۔ اس کے بعد کے تمام سلاطین کو لوگ حمیر بھی کہتے ہیں۔ رایش کو جو سبا اور حمیری کی اولاد میں ہے پہلے پہلے تبع کا لقب دیا گیا۔ کیونکہ اُس نے اُن لوگوں کو تابع کیا جو پہلے تابع نہ ہو سکے تھے۔ اور آخر ان کو بھی اسی طرح تبع کا لقب ملا لیکن تبع بن لاقرن کے بعد سے تبع بن حسان تک جتنے شاہان حمیر ہوئے سب تبع کہلائے۔

لوگ سبا میں دو بادشاہ زبردست ہوئے ہیں جنہوں نے اس سلطنت کو عروج کمال تک پہنچایا۔ رایش اور یرعش۔ سبا کے دقت سے اس خاندان کی حکومت شروع ہوتی ہے۔ اور مرشد بن عبید کلال ہر قوت کا خاتمہ ہوتا ہے۔ اُس کے بعد بھی حمیری لوگ ہوئے مگر متفرق طور پر۔

سبا و حمیر کی تاریخ میں جو چیز بالکل غیر اطمینان بخش ہو وہ سلاطین حمیر کی تعداد ہے۔ سبا کے دقت سے مرشد بن ابی عبید کلال تک دو ہزار برس سے زیادہ کی مدت ہے۔ اس طویل مدت میں صرف چالیس لوگ کا نام آتا ہے جو بالکل قرین قیاس نہیں ہے۔ مگر شاید اس کی وجہ یہ ہے کہ عربوں میں یہ قاعدہ تھا اور اب بھی ہے کہ کئی کئی پشتوں تک ایک ہی نام چلا جاتا ہے۔ شاید اس تاریخ میں یہ ہوا ہے کہ ایک نام کے مسلسل جن قدر لوگ ہوئے اُن کو ایک تسلیم کر لیا گیا ہے۔

لوگ سبا کے عروج و کمال کی داستان بہت طویل ہے۔ مگر ہم اُسی قدر لکھتے ہیں جس قدر قرآن میں صاف و صریح ہے۔ سبا کے تمدن کا نقشہ خداوند کریم نے سورہ سبا کی آیتوں میں بتایا ہے وہ یہ ہے کہ سبا کا عروج جس حد تک پہنچ گیا تھا وہ خود خدا کی قدرت کی نشانی تھی۔ اگر وہ غور کرتے۔ اُن کا شہر ہر قسم کی خواہیوں سے پاک و صاف تھا۔ داہنے بائیں بلخ تھے۔ جس میں خدا کے عطا کئے ہوئے رزق کی انتہاء تھی۔ ارض سبا سے شام تک مسلسل ملی ہوئی آبادیاں تھیں۔ ہر جگہ منازل بنے ہوئے تھے۔ عمدہ کھانا اور اچھے پانی کا سامان ہر جگہ بافراط تھا۔ رات ہو یا دن ہر وقت سفر میں امن تھا۔ مسافر کو

زاد راہ ساتھ لینے کی ضرورت نہ تھی۔ نہ بھوک پیاس کا ڈر تھا نہ تکلیف بیماری کا اندیشہ۔ نہ چوری دہشتی کا خوف۔
 لقد کان لسیاء فی مسکنہم ایتہ
 جثث عن یمین و شمال و کلا من رزق
 ربکم و اشکر و الہ بلدہ طیبہ و
 رب غفور و فاعرضوا فادسلنا
 علیہم سبل العرم و بند انہم یجنتہم
 جنین ذواتی اکل خمنط و اثل و شی من
 سد و قلیلہ ذلک جزینہم بما کفروا
 و ہل نجزی الام الکفورہ و جعلنا بینہم
 و بین القری التي برکنا فیہا قری
 ظاہر ہو قد رنا فیہا السیرہ سیروا
 فیہا لیسالی و ایا ما امنین

سبا کے لئے اُن کی آبادی میں (اگر غور کرتے تو) خدا
 کی نشانیاں تھیں۔ دو باغ تھے داہنے اور بائیں۔
 حکم تھا کہ خوب کھاؤ۔ خدا کا رزق اور شکر کر و طیف
 شہر (رہنے کو ہے) اور خدا ممان کرنا والا ہے لیکن
 انہوں نے روگردانی کی تو ہم نے سبل عرم بھیجا اور
 اُن کے دونوں باغوں کو ایسے باغوں سے بدل دیا
 جس میں بد مزہ پھل تھے۔ جھاؤ کا درخت تھا اور
 کچھ تھوری بھریری تھی۔ یہیں نے ان کو اُن کے
 ناشکری کی سزا دی۔ اور ہم صرٹ ناشکروں کی سزا
 کرتے ہیں۔ اور ہم نے سبا اور شام کے درمیان
 نزدیک نزدیک بستیاں بنادیں اور منزلیں مقرر
 کر دی تھیں کہ رات اور دن جب چاہیں سفر کریں

اس آیت سے معلوم ہوا کہ ملک کی مادی اور انتظامی ترقی مرتبہ کمال تک پہنچ گئی تھی شہر کی
 انتظامی حالت بہت ہی اچھی تھی۔ رزق کی کثرت تھی۔ طینتیں اور امن عام تھا۔ مگر جب انہوں نے
 اس پر بھی ناشکری کی تو سبل العرم کی شکل میں ان پر عذاب الہی نازل ہوا۔

یمن بلکہ سارے عرب میں سبل عرم نے تغیر عظیم پیدا کر دیا۔ رسول اللہ سے چار سو برس پہلے
 یمن میں یہ سیلاب آیا۔ اور اُس نے سبا کے ملک کی سرسبزی و شادابی کو جس کا ذکر اوپر ہوا تباہ کر دیا اور
 سارا ملک ریگستان ہو کر رہ گیا۔ یہ امر مشتبہ ہے کہ اس سیلاب کی ظاہر وجہ کیا ہوئی۔ عرم کے معنی شدید
 سخت۔ حد سے بڑھا ہوا ہے۔ تو سبل عرم کے معنی ہوئے حد سے بڑھا ہوا سیلاب۔ اور کہتے ہیں کہ عرم
 وادی کا بھی نام ہے اور عرم بسکون پتھر ہے جس سے عرم ہے۔ اور تمام مفسرین حضرت ابن عباسؓ اور
 حضرت وہبؓ سے روایت بیان کرتے ہیں کہ عرم ایک دیوار کا نام ہے جس کو نعمان بن عادیل الملک البصر
 نے بنایا تھا۔ یہ پہاڑ کی گھاٹیوں کو گھیر کر درمیان میں حوض بنادیا تھا۔ اس طرح کہ پہاڑ اور وادی کا نام
 پانی اس حوض میں جمع ہوتا تھا اور اسی سے تمام ملک میں آب پاشی ہوتی تھی۔ سبل عرم نے اس دیوار
 اور اس حوض کو تباہ کر دیا۔ اور اس کی تباہی نے ملک کو تباہ کر دیا اس کے بعد پھر اس کی تعمیر ہوئی۔

ترندی میں فروہ بن مسیک لڑائی کی ایک روایت ہے کہ جب آیہ سبانا نزل ہوئی تو ایک شخص نے پوچھا کہ یا رسول اللہ سب کیا ہے حضور نے فرمایا کہ سب ایک شخص تھا جس کے دس لڑکے تھے۔ چار شام میں رہے۔ نجم۔ جذام۔ عثمان۔ عالمہ۔ اور چھ میں۔ ازہ۔ اشعر۔ بین۔ حمر۔ کندہ۔ مخرج۔ انمار۔ دریافت کیا کہ انمار کیا ہے۔ فرمایا کہ جس سے خشم اور عیالہ ہیں۔ لڑکے سے مراد مصلی لڑکا نہیں ہے بلکہ صرف یہ عرف ہے کہ یہ تمام قبائل سبا کی اولاد ہیں۔

خداوند پاک نے سورہ نمل میں ملکہ بلقیس کا حال تفصیل سے بیان کیا ہے۔ اُس کی ایک آیت سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ اُس وقت سبا کا تمدن کیسا تھا۔ ہڈ ہڈ نے اگر حضرت سلمان سے بیان کیا کہ میں سبا سے آ رہا ہوں۔ وہاں کی حکومت ایک عورت کو حاصل ہے۔ میں نے دیکھا کہ اُس کو ہر طرح کی نعمت عطا کی گئی ہے۔ اور اُس کا تخت بڑا عظیم الشان ہے۔ وہ اور اُس کی قوم آفتاب کو سجدہ کرتی ہے خدا کو نہیں۔

فقال احط بسالم تحط به وجئتک
من سبا بن سبا یقین انی وجدت
امراة تملکهم وادیت من
کل شیء ولها عرش عظیم
وجدتها وفتی مہا یسجدون
للسمس من دون اللہ

سورہ نمل پارہ ۱۹۔

ہڈ ہڈ نے کہا کہ میں نے ایسی بات معلوم کی ہے جس کا علم آپ کو نہیں ہے۔ میں آپ کے پاس سبا سے ایک صحیح خبر لے کر آیا ہوں۔ میں نے دیکھا کہ اُن کی مالکہ ایک عورت ہے جس کو (دنیا کی) ہر طرح کی چیز دی گئی ہے۔ اور اُس کے پاس تخت بڑا عظیم الشان ہے۔ میں نے دیکھا کہ وہ عورت اور اُس کی قوم آفتاب کو سجدہ کرتی ہے۔ خدا کو نہیں۔

نجم کی حکومت حیرہ میں

عرب کی دو تمدن حکومتیں اور تھیں اور عرصہ تک حکمران رہیں۔ نجم کی حکومت عراق میں۔ اور غسانیوں کی شام کے سرحد پر جب سبا کا ملک ییل عزم سے تباہ ہو گیا تو یارب یعنی سبا کے دارالسلطنت سے لوگ عراق اور شام کی طرف چلے آئے۔ چنانچہ ازہ کے قبائل میں سے کچھ لوگ مالک بن قہم ازہی کیشا سواد عراق میں آئے۔ اور بحرین اور اُس کے اطراف کے قبائل سے معاہدہ کیا اور تنوخ کہلائے۔ مالک بن قہم ازہی حاکم ہوا۔ اور انبار میں قیام کیا۔ اُس کے بعد اُس کا لڑکا جذیمہ بن مالک بن قہم حکمران ہوا یہ جذیمہ الابریش اور جذیمہ الوضاح کے نام سے مشہور ہے۔ یہ سواد سے حیرہ تک اتنا۔ رقبہ۔ عین التمر قطعاً اور بادیہ عرب کی تمام لمحہ آبادی پر قابض ہو گیا۔ آخر میں معد کے تمام قبائل پر۔ اور میں کے بعض حصہ پر بھی

اُس کی حکومت ہو گئی۔ جذبیہ کو کوئی اولاد نہ تھی سو اُسے ایک لڑکی کے ہاں لے اُس کے بعد اُس کی بہن کا لڑکا عمر بن عدی بادشاہ ہوا۔ اُس نے حیرہ کو اپنا دار السلطنت بنایا اور اسی کو اہل عراق۔ عراق کا پہلا بادشاہ لکھتے ہیں۔ اس کی ماں جذبیہ الابرن کی بہن تھی۔ مگر باپ کی طرف سے یہ آل بنی نصر تھا۔ اس کے بعد امرؤ القیس ابدا بن عمرو بن عدی حکمران ہوا۔ اس کے وقت میں اوس بن قلام الکعلیقی برسر اقتدار ہو گیا تھا۔ اور آل نصر سے حکومت نکل گئی تھی۔ لیکن اُس سے جعنا بن حبیل نے حکومت چھین لی تھی اور جعنا قتل ہو گیا۔ تو پھر آل بنی نصر میں حکومت آئی۔ امرؤ القیس عرق بادشاہ ہوا۔ اور اُس کے بعد اُس کا لڑکا النعمان الاغور بادشاہ ہوا۔ یہی نعمان خورنق اور سدیر کی مشہور عمارتوں کا بانی ہے۔ کہتے ہیں کہ مخالفین سے بدلہ لینے میں جعنا سخت بہتھارے بادشاہ اتنا سخت نہیں ہوا۔ یہ شام میں کئی دفعہ لڑا۔ اور شامیوں کو بہت پریشان کیا۔ ملک کا انتظام بہت اچھا کرتا تھا۔ دولت۔ غلام۔ گھوڑے اسکے پاس اتنے جمع ہو گئے تھے کہ حیرہ کے لوگ میں سے کسی کے پاس کبھی اتنے جمع نہ ہوئے۔ ایک روز اپنے محل خورنق میں بیٹھا ہوا تھا جس طرف دیکھا پُر رونق اور سرسبز تھا۔ باغ۔ باغیچہ۔ درخت۔ نہریں۔ چراگاہ۔ صید گاہ۔ ہر طرف خوش منظر۔ اور دلچسپ نظارہ تھا۔ فرات محل کے سامنے بہ رہا تھا۔ کشتیاں گھوم رہی تھیں۔ خواص غوطے لگا رہے تھے۔ بھوے پھلیاں مار رہے تھے حیرہ کا پُر رونق شہر دولت و ثروت سے معمور۔ اور بہت ہی دلکش تھا۔ گھوڑے کثرت سے گھوم رہے تھے۔ رعایا ہر طرف خوش اور بشارت پھر رہی تھی۔ ان سب چیزوں کو دیکھ کر اُس کے دل پر بڑا اثر پڑا۔ سوچنے لگا کہ یہ سب مال و دولت کس کام کی چیز ہے۔ آج میری ہے۔ کل کسی اور کا ان سب پر قبضہ ہو گا۔ رات کی وقت ایک چادر اُس نے ساتھ لی۔ اور نکل گیا۔ پھر کسی نے نہ دیکھا کہ کہاں گیا۔ تب اُس کا لڑکا منذر بن نعمان ابھر بادشاہ ہوا۔ پھر اسود بن منذر حکمران ہوا۔ پھر اُس کا بھائی منذر بن منذر حکمران ہوا۔ اُس کے بعد اُس کا بھتیجا نعمان ابن الاسود حکمران ہوا۔ اس کے بعد غم ہی کا ایک شخص ابو یعفر بن علقمہ الذہلی اس کا قائم مقام ہو گیا۔ اس کے بعد پھر نعمان ابھر کا لڑکا امرؤ القیس بن نعمان بن امرؤ القیس حکمران ہوا۔ اس کے بعد اُس کا لڑکا منذر بن امرؤ القیس بادشاہ ہوا۔ جو منذر ابن مارا السامی مشہور ہے۔ مارا السامی اس کی ماں کا نام تھا۔ حُسن کی وجہ سے اس نام سے مشہور تھی۔ اسی کے وقت میں عارف مقصورہ بن عمرو بن عجر آل لمرار کندی نے حیرہ پر قبضہ کر لیا۔ اور کندی کی حکومت وہاں قائم کر دی۔ اور غنیوں کی حکومت جاتی رہی۔ لیکن جب پشرواں ایران کے تخت پر بیٹھا۔ تو اس نے منذر کو بلوایا۔ مدد کی اور کندی کو حیرہ سے نکال دیا۔ اور دوبارہ منذر بن امرؤ القیس بادشاہ ہوا۔ اُس کے بعد اس کا لڑکا عمرو ابن منذر بادشاہ ہوا۔ اُس کے بعد بادشاہ ہونے کے

آنکھ برس چھ مہینے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت ہوئی۔ اور اسی سال ابرہہ ابن الاسرم نے ہاتھی کے ساتھ مکہ پر حملہ کیا۔ عمرو کے بعد اس کا بھائی قابوس بن المنذر حکمران ہوا۔ مگر اس کو فیشترت فارسی نے قتل کر دیا۔ اور وہ ایک برس بادشاہ رہا۔ پھر قابوس اور عمرو کا بھائی منذر ابن المنذر بادشاہ ہوا۔ پھر اس کا لڑکا نعمان بن منذر بادشاہ ہوا۔ کہتے ہیں کہ یہ نصرانی ہو گیا تھا۔ پہلے بت پرست تھا اسکو کسریٰ پر دیزین ہرمز نے قتل کر دیا اور اسی پر غمیوں کی حکومت تمام ہوئی۔ اس کے بعد ایاس بن قبیصہ الطائی اور پھر زاذیہ فارسی تھوڑے دنوں تک حکمران رہے۔ ان کے بعد پھر منذر بن نعمان بن منذر حکمران ہوا تھا۔ جو جوانی میں قتل ہوا۔ اور اس کے بعد خالد بن الولید خمرہ پہنچے۔ واللہ اعلم۔

ملوک غسانی

جس طرح ایران کے ماتحت آل بنی نصر کی حکومت عراق پر تھی اسی طرح قیصر کے ماتحت سرحد شام پر غسانی حکومت تھی جن کو آل جفہ بھی کہتے ہیں۔

سبیل عزم کی وجہ سے جب سبا و حمیر کا ملک تباہ ہوا۔ اور مارب سے پریشان ہو کر امرا و حمیر منتشر اور متفرق ہوئے۔ تو ارد کی ایک جماعت شام کے سرحد پر ایک چشمہ کے کنارہ آکر مقیم ہوئی جس کا نام غسان تھا۔ اور اسی وجہ سے یہ لوگ بھی غسان یا غسانی کہلائے لگے۔ اس جگہ پہلے سلیم بن حلان کی حکومت تھی۔ چند روز اتفاق رہا مگر پھر جنگ ہوئی۔ اور ان لوگوں نے وہاں سے سلیم کو نکال دیا۔ واللہ اعلم۔

سلیم کے نکالنے کے بعد جفہ بن عمرو حرقی پہلے پہلے غسانی بادشاہ ہوا۔ اس نے حوران کے اطراف میں بہت سے قری آباد کئے۔ اور بنو قضاہ و بنو جلق وغیرہ سے برابر لڑنا پڑنا تھا۔ اس کو قلعے بھی محافظت کے لئے بنائے۔ اس کے بعد عمرو بن جفہ بادشاہ ہوا جس نے دیرحالی۔ دیرالوب۔ دیرہناد وغیرہ تعمیر کیا۔ پھر ثعلبہ بن عمرو بن جفہ حکمران ہوا۔ اس نے حوران کے اطراف سے ارض بلقاعک چشمے اور کوئے بنوائے۔ پھر حارث بن ثعلبہ حکمران ہوا۔ پھر جبکہ ابن الحارث جسے پل اور مسافر خانے بنوائے پھر حارث بن جبکہ حکمران ہوا اور اس نے بلقاع میں قیام کیا۔ اور وہاں قلعہ اور قصر وغیرہ بنوایا۔ پھر منذر الاکبر بن الحارث حکمران ہوا۔ پھر اس کا بھائی نعمان بن الحارث حکمران ہوا۔ پھر اس کا بھائی منذر الاصغر بن الحارث حکمران ہوا۔ اس نے جارب میں قیام کیا۔ اور قصر جارب اور محارب وغیرہ وہاں بنوایا۔ اس کے بعد ایس بن الحارث حکمران ہوا۔ اور دیر ضخم اور دیر البتوة بنوایا۔ پھر اس کا بھائی عمرو

بن الحارث حکمران ہوا۔ اُس نے سدیر میں قیام کیا۔ اور قصر الصفا۔ صفاة العجلات اور قصر منار بنوایا۔ اُس کے بعد جفثہ الاصغر بن المنذر بن الحارث ہوا۔ یہی محرق مشہور ہے۔ اور اس کی اولاد کو آل محرق کہتے تھے کیونکہ اسی نے حیرہ کو جلادیا تھا۔ پھر نعمان اصغر بن منذر اکبر بن الحارث حکمران ہوا۔ اس کے بعد نعمان بن عمرو بن منذر حکمران ہوا۔ جو قصر سویدا اور قصر جارب کا بانی ہے۔ یہ عرب کی مشہور عمارتیں تھیں۔ پھر جبلة بن نعمان حکمران ہوا۔ اُس نے صفین میں قیام کیا۔ عین ایاغ اسی نے بنوایا تھا۔ اور منذر ابن مارا السہل کے ساتھ اس کی جنگ ہوئی تھی۔ پھر نعمان ابن ایہم ابن حارث حکمران ہوا۔ پھر اس کا بھائی حارث ابن ایہم۔ پھر نعمان بن حارث۔ پھر منذر ابن نعمان۔ پھر اس کا بھائی عمرو بن نعمان۔ پھر اُس کا بھائی حجر بن نعمان۔ پھر اُس کا لڑکا حارث بن حجر۔ پھر جبلة بن الحارث۔ اُس کے بعد اس کا لڑکا حارث بن جبلة ہوا۔ جو بنی کنانہ سے لڑا تھا۔ اور وہ جابیہ میں رہتا تھا۔ واللہ اعلم۔ پھر اس کا لڑکا نعمان بن حارث ہوا جس کی کنیت ابو کرب تھی تابعہ نے اس کا مرثیہ لکھا ہے۔ اس نے بھی یادگار عمارتیں بنوائی تھیں۔ اس کے بعد ایہم بن جبلة حکمران ہوا اس کی عمارتیں بہت مشہور ہیں۔ مدر۔ قصر برکہ۔ ذات النمار وغیرہ اسی کی بنوائی ہوئی عمارتیں تھیں۔ پھر اُس کا بھائی منذر ابن جبلة۔ پھر دوسرا بھائی شراحیل بن جبلة۔ پھر تیسرا بھائی عمرو بن جبلة حکمران ہوا۔ پھر اُس کا بھتیجا جبلة بن حارث بن جبلة حکمران ہوا۔ اُس کے بعد عثمان کا آخری حکمران جبلة بن الایہم بن جبلة بن الحارث حکمران ہوا۔ یہ سلمان ہو گیا تھا۔ پھر مرتد ہو کر نصرانی ہو گیا۔ اور روم جا کر لاپتہ ہو گیا۔ واللہ اعلم

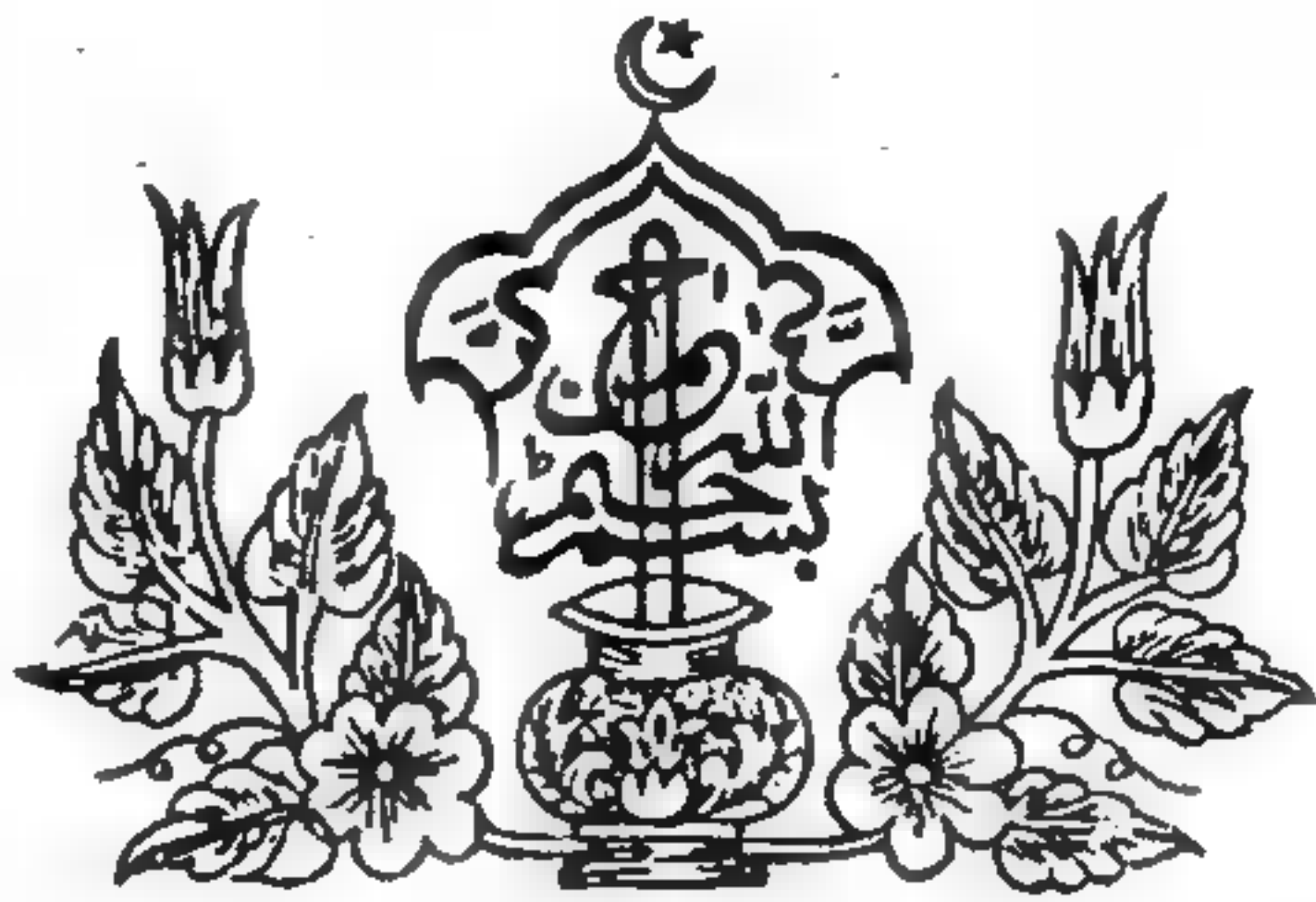
خلاصہ

اس مختصر تاریخ سے یہ معلوم ہو گیا کہ حضور کی پیدائش کے وقت یمن پر حبشہ کی حکومت تھی لیکن حبشہ سے پہلے وہ حکومت بھی ختم ہو گئی اور اُس کے ساتھ یمن کی آزادی بھی ختم ہو چکی تھی۔ یعنی وہ ایران کے ماتحت ہو گیا تھا یمن میں حمیر کے امرا بہت تھے۔ مگر ان کی کوئی طاقت نہ تھی۔ تاہم سب ملوک کہلاتے تھے۔ حضرت عثمان یمامہ۔ تہامہ وغیرہ میں بھی اس طرح کے امرا بہت تھے۔ اور ان میں سے بھی اکثر ملوک ہی کہلاتے تھے۔ مگر ان میں سے کسی کے پاس اتنی طاقت بھی نہ تھی کہ وہ اپنے زیر اثر علاقہ میں انتظام قائم رکھ سکیں۔ اس کا نتیجہ یہ تھا کہ پورے جزیرہ نما عرب میں کسی طرح کا کوئی ملکی انتظام قائم نہ تھا۔ چوری ڈکیتی۔ قتل۔ خونریزی۔ دزلات۔ فسق و فجور سارے ملک میں عام تھا۔ اور ان چیزوں کو روکنے والی کوئی طاقت ملک کے کسی حصہ میں موجود نہ تھی۔ معاش کا کوئی ذریعہ نہ تھا۔ تعلیم و تعلم کا تو کہیں دہم و گمان بھی نہ تھا۔ عرب کی ترقی اور تہذیب و تمدن کا زمانہ جو کچھ تھا وہ سیل عرم سے پہلے تھا۔ سیل عرم کی وجہ سے یمن تباہ ہوا اور اس کی تباہی نے سارے

ملک میں ابتری اور تباہی پھیلا دی تھی۔ اور اس کے بعد سے برابر عرب کی حالت پست ہوتی گئی۔ چار برس کے بعد اب ان کی حالت یہ ہو گئی تھی کہ درحقیقت وہ جوانوں سے بدتر ہو گئے تھے۔ حیرہ میں کچھ طاقت تھی مگر میلاد النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پہلے وہاں بھی طاقت کا خاتمہ ہو چکا تھا۔ اور حیرہ کی پہلی طاقت بھی ایران کے زیر اثر تھی۔ وہ عرب کی آزاد طاقت نہ تھی۔ اور غسان کا بھی یہی حال تھا۔ تاہم نسبتاً عراق کی حالت اچھی تھی اور غسان کی حالت ان سے بھی اچھی تھی۔ مگر ان کا اثر ملک کے اندرونی حالت پر کچھ بھی نہ تھا اور تھا بھی تو بہت کم تھا۔ عرب اس حال سے تنگ آچکا تھا کہ دفعۃً اسلام کا تلوار ہوا۔ یہ عرب کے لئے سب سے بڑی نعمت تھی۔ اور سارے عرب نے اس نعمت کو محسوس کیا۔ اسی لئے صرف قریش اور قریش کے زیر اثر قبائل نے تو بیشک اسلام کی مخالفت کی۔ لیکن یہ سر ہو گئے تو سارا عرب خود بخود اسلام کے آغوش میں آگیا۔ اور اس کا پھر جو کچھ نتیجہ ہوا اور عرب کی حالت جس طرح بدلتی اُس سے ساری دنیا واقف ہے۔ واللہ اعلم۔

ابوالبرکات عبدالرؤف عفی عنہ
قادی دانا پوری

ربیع الثانی ۱۳۵۱ھ ہجری
مطابق اگست ۱۹۳۲ء



نسبِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

ابو القاسم محمد بن عبد اللہ بن عبد المطلب بن ہاشم بن عبد مناف بن قصی بن کلاب
ابن مرہ بن کعب بن لوئی بن غالب بن فہر بن مالک بن النضر بن کنانہ بن خزیمہ بن مدرکہ
ابن ایاش بن مضر بن نزار بن معد بن عدنان یہاں تک آپ کا نسب صحیح طریقوں سے
ثابت ہے اُس کے بعد اختلاف ہے۔

اجداد و جدات

حضور کے جد اعلیٰ عبد مناف بن قصی کی اولادیں حسب ذیل ہیں ہاشم۔ عبد شمس۔
مطلب۔ یہ تین بھائی اور پانچ بہنیں تھیں۔ امّ الاختم۔ قلابہ۔ ام سقیان۔ حقیقی بھائی بہنیں
ہیں۔ ان سب کی ماں عاتکہ بنت مرہ زوجہ عبد مناف ہیں۔ جو بنی ثعلبہ بن بہشہ کی عورت تھیں
نوفل بن عبد مناف چوتھے لڑکے ہیں۔ اُن کی ماں واقدة بنت عمرو المازنیہ ہیں۔ پانچویں لڑکے
ابو عمر اور ایک لڑکی ریطہ ہیں۔ ان دونوں کی ماں قبیلہ ثقیف کی ایک عورت تھیں۔ اس طرح
اُن کے پانچ لڑکے۔ چھ لڑکیاں۔ اور تین زوجہ تھیں اُن میں سے حضور کے جد امجد ہاشم کی ماں
عاتکہ بنت مرہ ہیں۔ عاتکہ کی ماں صفیہ بنت حوزہ بنی بکر بن ہوازن میں سے ہیں۔ صفیہ کی
ماں عاتکہ بنت سعد بن عیسہ بن مدحج کی لڑکی ہیں واللہ اعلم ان سب کی اولاد بنی
عبد مناف ہے۔

اولاد ہاشم

آپ کے جد اعلیٰ ہاشم کے چار لڑکے اور پانچ لڑکیاں تھیں۔ ہاشم کی ایک زوجہ سلمیٰ بنت عمرو بن زید مدینہ کی تھیں قبیلہ خزرج کے بنی نجار کی معزز خاتون تھیں ان کے لڑکے عبدالمطلب بن ہاشم اور رقیہ بنت ہاشم ہیں سلمیٰ کی ماں عیرہ بنت صخر اور عیرہ کی ماں سلمیٰ بنت عبد الاشہل نجاریہ تھیں دوسرے لڑکے اسد بن ہاشم ان کی ماں قیلہ بنت عامر الخزاعی ہیں تیسرے لڑکے ابی سفینی بن ہاشم اور حبیہ بنت ہاشم ان کی ماں ہند بنت عمرو بن ثعلبہ خزرجیہ ہیں چوتھے نضکہ بن ہاشم اور الشفا بنت ہاشم ان کی بھی ماں بنی قضاہ کی ایک عورت تھیں۔ دو لڑکیاں خالدہ بنت ہاشم ضعیفہ بنت ہاشم ان کی ماں واقعہ بنت ابی عدی مازنیہ ہیں دانشا علم۔ ان سب کی اولاد بنی ہاشم ہیں

اولاد عبدالمطلب

اعمام و عتات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

تمام صحابہ میر لکھتے ہیں کہ رسول اللہ کے دس بیٹے تھے۔ مگر جو نام لکھتے ہیں وہ دس سے زیادہ ہوتے ہیں۔ ابن ہشام نے تو مع جلد اللہ کے دس لکھا ہے۔ اور وہ نے حضرت جلد اللہ کو چھوڑ کر دس لکھا ہے۔ یسیرہ ابن ہشام میں خواجہ عبدالمطلب کے دس لڑکوں کے نام یہ ہیں حمزہ۔ العباس۔ ابوطالب۔ عبد مناف۔ ابولہب۔ عبد العزی۔ زبیر۔ معزم۔ ضرار۔ میسرہ۔ بقبہ۔ جلد اللہ۔ حارث۔ ابن اثیر نے اس پر اضافہ کیا ہے عبد الکعبہ۔ قثم۔ العیذاق۔ ابن ہشام کہتے ہیں کہ محل کو کثرت مال اور کثرت خیرات کی وجہ سے العیذاق بھی کہتے ہیں لیکن ابن اثیر لکھتے ہیں کہ محل کی ماں مالہ بنت اہیب ہیں۔ اور العیذاق کی ماں ممنہ بنت عمرو ابن قیم لکھتے ہیں کہ العیذاق کا نام مصعب یا نوفل تھا۔ وہ یہ بھی لکھتے ہیں کہ بعض

روایت ہے کہ ایک چچا آپ کے اور تھے اسوامی و اشدا علم
ابن ہشام لکھتے ہیں کہ چھو بھی آپ کی چھ تھیں صفیہ۔ ام حکیم البیضار۔ عائکہ۔ ایمنہ۔
ارومی۔ بڑہ۔

آپ کے اعمام میں سب سے بڑے حارث تھے اور حضرت عباس سب سے چھوڑ عبد الکعبہ
ضرار۔ اور قثم کا بچپن میں انتقال ہو گیا۔ صرف دو چچا نے آپ کے اسلام قبول کیا حضرت
حمزہ اور حضرت عباس یہی عباس خلفا بنی عباس کے جد اعلیٰ ہیں کہتے ہیں کہ امون الرشید
نے اپنے زمانہ میں بنی عباس کا شمار کیا تھا چھ لاکھ تھے۔ وابتداء علم
۱۔ آپ کی حقیقی دادی فاطمہ بنت عمرو بن عائد تھیں ان کی اولاد یہ ہیں ابوطالب عبد اللہ
زبیر عبد الکعبہ۔ ام حکیم البیضار۔ عائکہ۔ بڑہ۔ ایمنہ۔ ارومی۔ اس لئے یہ آپ کے حقیقی اعمام
وعمات ہیں۔

۲۔ آپ کے دادا عبد المطلب کی دوسری زوجہ مالہ بنت اہیب ہیں۔ ان سے اولاد ہوئی
حمزہ۔ مقوم۔ محل اور صفیہ۔ یہ مالہ۔ رسول اللہ کی والدہ یعنی آمنہ بنت وہب کی چچا زاد
بہن بھی ہیں۔ آپ کے نانا وہب اور حضرت حمزہ کے نانا اہیب دونوں حقیقی بھائی تھے۔
۳۔ دوسری زوجہ نکیلہ بنت جناب۔ ان سے حضرت عباس اور ضرار پیدا ہوئے۔
۴۔ چوتھی زوجہ صفیہ بنت جندب ان سے حارث اور قثم ہیں۔

۵۔ پانچویں بنت ماجران سے ابولہب عبد العزی
۶۔ چھٹی آمنہ بنت عمرو ان سے خدق جن کا نام نوفل یا مصعب تھا پیدا ہوئے۔
ابن اثیر لکھتے ہیں کہ بعض کہتے ہیں کہ قثم بھی انہیں کے لڑکے تھے تب قثم خدق کے حقیقی بھائی
تھے نہ حارث کے۔ وابتداء علم

ابن ہشام لکھتے ہیں کہ آپ کی دادی فاطمہ بنت عمرو بن عائد کی ماں کا نام صفزہ
بنت عبد بن عمران تھا۔ اور صفزہ کی ماں کا نام حمزہ بنت عبد بن قحطی

عمالت نسب صلیع

۱۱ ام حکیم البیضا (رسول اللہ کے والد خطاب عبداللہ کی یہ توأم ہیں۔ ان کا عقد کریم ابن ربیعہ سے ہوا۔ دوا ولاد ہوئی ایک اردی بنت کریم جو حضرت عثمان بن عفان کی ماں ہیں۔ اور ایک عامر بن کریم

(عائکہ) ان کا عقد ابوامیث بن المغیرہ مخزومی سے ہوا یعنی ام المومنین ام سلمہ کے باپ کا دوا ولاد ہوئی زہیر اور عبداللہ یہ دونوں حضرت ام سلمہ کے سوتیلے بھائی ہیں (بڑہ) ان کا عقد پہلے جلد لاسد بن ہلال مخزومی سے ہوا جس سے حضرت ابوسلمہ پیدا ہوئے جو حضرت ام سلمہ کے پہلے شوہر ہیں۔ ان کے بعد ان کا عقد ابورحیم بن عبدالعزیٰ سے ہوا جس سے ابوبکرہ پیدا ہوئے

۱۲ ام اردی بنت کریم ابن حجر اصاہ میں ابن سعد سے نقل کرتے ہیں کہ ان سے پہلو عفان نے عقد کیا تو حضرت عثمان اور آمنہ پیدا ہوئیں۔ پھر عقبہ بن ابی معیط نے عقد کیا تو ولیدہ عمار خالہ ام کلثوم۔ ام حکیم اور منہ پیدا ہوئیں۔ یہ مسلمان ہوئیں ہجرت کیا اور ابن منہ کہتے ہیں کہ حضرت عثمان بن عفان کے خلافت میں ان کا انتقال ہوا واللہ اعلم ۱۲ منہ

۱۳ عامر بن کریم بن مکہ کے روز مسلمان ہوئے ان کے لڑکے عبداللہ بن عامر بیچے بصرہ کے امیر موڑتے تھے یعنی حضرت عثمان کے زمانہ میں ۱۲ منہ

۱۴ زہیر اور عبداللہ دونوں مسلمان ہوئے ابن سعد نے زہیر کو ان دنوں لوگوں میں بتایا ہے جو رسول اللہ کو تکلیف دیتے تھے اور ابن اسحاق نے ان لوگوں میں شمار کیا ہے جنہوں نے صحیفہ قریش کو باطل کرانکی کوشش کی تھی ان لوگوں میں سے زہیر کے سوا اور کوئی مسلمان نہ ہوا اور عبداللہ ابوسفیان کے ساتھ فتح مکہ کے ایام میں راستہ میں مسلمان ہوئے ۱۲ منہ

۱۵ ابوبکرہ یہ سابقین اولین سے ہیں حبشہ کی طرف ہجرت کی پھر بدر میں شریک ہوئے باتفاق بدری ہیں واللہ اعلم ۱۲ منہ

(ایمہ) ان کا عقد عمر بن وہب سے ہوا جس سے طلیب بن عمر ہوئے
 (صفیہ) ان کا عقد پہلے حارث بن امیہ سے ہوا۔ اُن کے بعد العوام بن خویلد
 یعنی ام المومنین حضرت خدیجہ کے بھائی سے۔ اُن سے اُن کو تین لڑکے ہوئے حضرت زبیر
 ابن العوام۔ سائب۔ عبد الکعبہ عبد الکعبہ بچپن میں مر گئے
 حضور کے عمت میں سے حضرت صفیہ مسلمان ہوئیں۔ اردی اور عائکہ کے اسلام
 میں اختلاف ہے واللہ اعلم

والدہ ماجدہ

آپ کی والدہ ماجدہ آمنہ بنت وہب بن عبد مناف بن زہرہ بن کلاب بن
 مرہ بن کعب بن لوی ہیں حضور کا جدی نسب ماں کے ساتھ کلاب بن مرہ میں ملتا ہے
 حضرت آمنہ کی ماں یعنی رسول اللہ کی نانی کا نام برہ بنت عبد العزی بن عثمان بن
 عبد الدار بن قحطی بن کلاب بن مرہ ہے برہ کی ماں یعنی آپ کی پرزانی اُم حبیب بنت اسد
 ابن عبد العزی بن قحطی بن کلاب ہیں اُم حبیب کی ماں برہ بنت عوف بن عقیل بن عزیج
 ابن عدی بن کعب بن لوی ہیں

ولادت اور تسمی

آپ کے والد ماجد جناب عبد اللہ بن عبد المطلب نے آمنہ خاتون سے شادی کی
 اور حضرت آمنہ حاملہ ہوئیں اُس کے بعد ہی خواجہ عبد المطلب نے اُن کو کھجور کے پتے
 مدینہ بھیجا۔ وہیں پچیس برس کی عمر میں ان کا انتقال ہو گیا۔ اُن کے انتقال کے

سے طلیب بن عمر ابن حجر لکھتے ہیں کہ ان کی ماں اردی بنت عبد المطلب ہیں ابن اسحاق ذاکو جہ
 کی طرف ہجرت کرنیوالوں میں لکھا ہے اور صرف ذاکو نے اُن کا نام بدر کے شرکاء میں لکھا ہے و اللہ اعلم ۱۲

بعد آٹھ یا بارہ ربیع الاول کو پیر کے دن صبح صادق کے وقت خاص بیت اللہ کے اندر حضور پیدا ہوئے۔ آپ کی پیدائش اسی سال ہوئی جس سال اصحاب فیل نے مکہ پر حملہ کیا تھا۔ والد کا انتقال ہو چکا تھا اس لئے آپ اپنے دادا عبدالمطلب کی کفالت میں رہے۔

رضاعت

پیدائش کے بعد کئی دن تک آپ کے چچا ابولہب کی لونڈی ثویبہ نے آپ کو دودھ پلایا۔ ثویبہ نے اس سے پہلے آپ کے چچا حضرت حمزہ بن عبدالمطلب کو دودھ پلایا تھا اور حضور کے بعد اُسی نے حضرت ابوسلمہ کو بھی دودھ پلایا اسی وجہ سے یہ دونوں حضور کو رضاعی بھائی ہیں۔ ثویبہ کا لڑکا جس کے ساتھ حضور نے دودھ پیا تھا اُس کا نام سرج تھا شرفاء قریش کا قاعدہ تھا کہ بچوں کو ایام رضاعت میں کسی دودھ پلانیوالی کے سپرد کر کے بدوی قبائل میں پرورش کراتے تھے اسی قاعدہ کے موافق حضور کو بنی سعد بن بکر کی ایک خوش نصیب خاتون دودھ پلانے کے لئے گئیں ان کا نام حضرت حلیمہ بنت ابی ذؤیب سعدی تھا جب آپ پھر نے چلنے لگے تو وہیں شش صدر کا واقعہ ہوا۔ اور اُس کے بعد حضرت حلیمہ نے آپ کو آپ کی والدہ ماجدہ کی خدمت میں لا کر اُن کے سپرد کر دیا حضرت حلیمہ نے آپ کے چچا زاد بھائی ابوسفیان بن الحارث بن عبدالمطلب کو بھی دودھ پلایا تھا حلیمہ کے ایک لڑکے کا نام عبد اللہ بن الحارث تھا انھیں کے ساتھ حضور نے

۱۵ ابن حجر لکھتے ہیں کہ صرف ابن مندہ نے ان کو صحابیات میں ذکر کیا ہے ابن سعد کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ ثویبہ مسلمان نہیں ہوئیں حضرت خدیجہ ان کی عزت کرتی تھیں کیونکہ یہ رسول اللہ کی ماں تھیں ہجرت کے بعد ابولہب نے اُن کو آزاد کر دیا تھا اور رسول اللہ ان کے لئے برابر کپڑہ بھیجتے تھے خیبر سے واپس آنے کے بعد ان کے انتقال کی خبر ملی اُن کے لڑکے مسروح کے اسلام کا حال معلوم نہیں مگر احتمال ہے واللہ اعلم ۱۲ منہ

۱۵ ابن سعد نے ایک روایت لکھی ہے کہ حارث بن جملہ غزی حضرت حلیمہ کے شوہر اور رسول اللہ کے والد رضاعی مکہ میں آکر مسلمان ہو گئے تھے اُسی میں دوسری روایت ہے کہ عبد اللہ بن حارث

رسول اللہ کے بھائی رضاعی مسلمان ہوئے تھے لیکن یہ کہ دروزن مسلمان ہونے میں وہ اللہ اعلم ۱۲ منہ

دودھ پیا تھا۔ ایک لڑکی انیس تھیں ایک حذافہ اور انہیں کالقبائش مار تھا یہ بڑی تھیں اور حضور کی خدمت کیا کرتی تھیں غزوہ حنین کے بعد حضور کی خدمت میں آئی تھیں حضور نے ان کے بیٹھنے کے لئے اپنی چادر مبارک پچھادی تھی

والد ماجد اور عبد المطلب کا انتقال

کچھ روز کے بعد آپ کو ساتھ لیکر آپ کی والدہ مدینہ گئیں۔ وہاں قبیلہ بنی نجار میں آپ کے والد کا ناہنہال تھا جب حضور کی عمر چھ سال کی ہوئی تو مدینہ سے واپس آتے ہوئے مقام "ابو اڑ" میں آپ کی والدہ ماجدہ کا انتقال ہو گیا اور اب آپ بالکل یتیم ہو گئے اور اپنے دادا عبد المطلب کی کفالت میں رہے جب آپ آٹھ برس دو مہینہ دس دن کو ہوئے تو آپ کے جد امجد عبد المطلب نے بھی انتقال کیا۔ اس لئے آپ کو آپ کے حقیقی چچا جناب خواجہ ابوطالب نے اپنی ولایت میں لیا

سفر شام اور بحیری

حضور کی عمر جب بارہ سال دو مہینہ کی ہوئی اس وقت خواجہ ابوطالب نے تجارت کی غرض سے شام کا سفر کیا اور حضور کو بھی اپنے ساتھ لے گئے جب مقام "تیمار" میں پہنچے تو وہاں بحیری راہب ملا بعض روایتوں میں ہے کہ یہ یہود عالم تھا۔ اور بعض روایتوں میں

۱۵ حذافہ بجائے مہلم مضموم بعدہ ذال دال ف و بعدہ فا اور بعض نے جذامہ لکھا ہے یعنی بحیر ذوال بحیرہ بعض بجائے منقوطہ بالاد دال مہلم بعدہ الف ویم لیکن پہلا صحیح ہے (اصابہ) غزوہ ہوا زن کر بعد مسلمان ہوئیں وہاں ان کا حال ہے ۱۲ منہ

۱۵ ایک بحیر راہب کا ذکر اصحاب بھول اشر میں ہے۔ اور بحیر راہب کے حدیث کی ایک روایت بھی ہے بعض کہتے ہیں کہ وہ یہی بحیر ہیں بعض کہتے ہیں کہ وہ بحیر راہب حضرت جعفر کے ساتھ آئے تھے مگر انہیں کوئی روایت ثابت نہیں ہے ۱۲ منہ

ہے کہ یہ نصرانی راہب تھا و اللہ اعلم۔ اُس نے کتب قدیمہ کی پیشین گوئیوں کو مطابق آپ میں نبوت کی کچھ علامتیں دکھیں اور خواجہ ابو طالب سے پوچھا کہ یہ لڑکا جو تمہارے ساتھ ہے کون ہے۔ انہوں نے کہا کہ یہ میرا بھتیجا ہے بخیر میں نے کہا کہ کیا آپ کو اس کے ساتھ محبت ہے۔ انہوں نے کہا بیشک بخیر میں نے کہا کہ میں آپ کو ایک بات بتانا ہوں۔ بخدا آپ اگر انہیں شام لے گئے تو یہود ان کے دشمن ہو جائیں گے اور قتل کرنا چاہیں گے آپ ان کو واپس لیجائیے۔ چنانچہ خواجہ ابو طالب وہیں سے حضور کو ساتھ لیکر واپس چلے آئے بعض روایت میں ہے کہ آپ کو کسی غلام کے ساتھ واپس کیا۔

دوسرا سفر

تیس یا چوبیس سال کی عمر میں خدیجہ بنت خویلد کا مال تجارت لیکر ان کے غلام میسرہ کے ساتھ آپ نے شام کا سفر کیا اس سفر میں سطورا راہب مقام بصری میں آپ سے ملا اور تقریباً ویسی ہی پیش گوئی اُس نے کی جیسا بخیر میں نے کی تھی۔ اس سفر میں کئی معجزات کا ظاہر ہونا میسرہ بیان کرتے ہیں

خدیجہ بنت خویلد سے عقد

جب آپ کی عمر چوبیس سال دو مہینہ دن کی ہوئی تو آپ نے حضرت خدیجہ بنت خویلد بن اسد بن عبد العزی بن قحطی سے عقد کیا حضرت خدیجہ ایک حسین اور دولت مند عورت تھیں بہت سے سرداران قریش ان کے ساتھ عقد کے خواہشمند تھے مگر انہوں نے سب سے انکار کر دیا تھا حضور کی امانت۔ دیانت۔ اور صداقت کا مکہ میں

۱۔ میسرہ سے بعض روایتیں دلائل النبوة کی مروری ہیں مگر یہ صحیح طور سے معلوم نہیں کہ مبعث کو زمانہ تک یہ باقی رہے یا نہیں۔ ابن حجر نے احتمالاً صحابہ میں ان کا ذکر کیا ہے ۱۲ منہ

شہرہ ہوا۔ اور آپ کی پاکبازی کا ہر جگہ ذکر ہونے لگا تو یہ خبریں حضرت خدیجہ کو بھی ملیں اور حضور کی پھوپھی حضرت صفیہؓ حضرت خدیجہ کے بھائی یعنی عوام بن خویلد کو زوجہ تھیں اُن سے تمام حالات ذاتی اُن کو معلوم ہوئے اس لئے حضور کی طرف ان کو رغبت پیدا ہوئی۔ مزید امتحان کی غرض سے اپنا مال تجارت دیکر اپنے غلام میسرہ کے ساتھ تجارت کے لئے حضور کو انھوں نے شام بھیجا اُس میں حضور کی دیانت اور صفات عالیہ کا اُن کو بہت ثبوت ملا اس لئے انھوں نے نفیہ بنت امیہ یعنی اخت یعلیٰ بن امیہ کے ذریعہ خود حضور کے پاس نکاح کا پیغام بھیجا۔ ابن اسحق لکھتے ہیں کہ بلا کر بالمشافہ بھی بات پختہ کی اس موقع پر اس پسند کی جو وجہ انھوں نے بیان کی ہے وہ خود اُن کے الفاظ میں یہ ہے انہا قالت لما خطبتہا انی قدر رغبت فیک لحسن خلقک صدق حدیثک یعنی میں نے آپ کی صداقت اور اچھے اخلاق کی وجہ سے آپ کو پسند کیا۔

حضور نے اس کی اطلاع خواجہ ابوطالب کو دی۔ انھوں نے اس کو نہایت خوشی سے منظور کیا۔ پھر نبی ہاشم اور رزقہ مضر کو لیکر حضرت خدیجہ کے مکان پر گئے اور نکاح ہوا اس نکاح کے وقت خواجہ ابوطالب نے نہایت بلیغ خطبہ ارشاد فرمایا۔ اس خطبہ سے یہ بات اچھی طرح معلوم ہو جاتی ہے کہ اُس وقت آپ کے بزرگوں کا آپ کے متعلق کیسا خیال تھا اور آپ کے عادات و اطوار نے ان پر کیا اثر ڈالا تھا۔ خواجہ ابوطالب کے خطبہ کے یہ الفاظ ہیں۔

الحمد لله الذی جعلنا من ذرئۃ ابراہیم۔ و ذرعا اسمعیل۔

و ضئضئ معد و عنصر مضر۔ و حضنتہ بیئہ و سواس

حرہ۔ و جعل لنا بیئنا محجوجا و حرقا امنا۔ و جعلنا الحکام علی

الناس۔ ثم ان ابن اسحق محمد بن عبد الله لا یوزن بہ رجل الا

رجحہ۔ وان کان فی المال قل۔ فان المال ظل زائل واد
حائل۔ و محمد من قد عرفتم قرابتہ منی قد خطب خدیجہ بنت
خویلد و بنی لہا من الصداق ما اجلہ من مالی عشرین
بعیرا و هو واللہ بعد ہذا الہ بناء عظیم و خطر جلیل۔
حمد و ثنا اسی خدا کے لئے ہے جس نے ہمیں ابراہیم کے فرزند اور
اسمعیل کی ذریعات میں بنایا ہمیں معد و مضر کے پاک اصل سے باہر
لایا اپنے گھر کا نگہبان اور اپنے حرم کا بیٹا بنایا۔ ایسا گھر میں عطا
فرمایا کہ اطراف و جوانب کے لوگ اس کی زیارت کے قصد سے
آتے ہیں۔ ایسا حرم عنایت فرمایا کہ جو شخص وہاں آجائے امان
میں ہو جاتا ہے۔ اور وہیں لوگوں پر حاکم مقرر کیا۔ اب بعد یہ میرے
بھائی کا لڑکا محمد بن عبد اللہ ہے۔ یہ ایک ایسا جوان ہے کہ قریش
کے کسی شخص کا اس سے مقابلہ نہیں کیا جاسکتا۔ مگر یہ کہ یہ
اس سے بڑھا رہے گا۔ ہاں مال اسکے پاس کم ہے لیکن مال
ذہلی چھان ہے۔ اور ایک چیز بدلنے والی ہے محمد وہ شخص ہے
جس کی میرے ساتھ قرابت و گانگت کو تم لوگ اچھی طرح
جانتے ہو۔ وہ خدیجہ بنت خویلد کو چاہتا ہے اور میرے مال میں سو
ہینٹ اونٹ مقرر کرتا ہے۔ اور اس کا مستقبل خدا کی قسم عظیم اٹان
اور جلیل القدر ہے۔

جب خواجہ ابوطالب کا خطبہ تمام ہوا تو ورقہ بن نوفل نے بھی جو حضرت خدیجہ کے چچا
زاد بھائی تھے خطبہ پڑھا۔ اُن کے خطبہ کا مضمون یہ ہے۔
حمد و ثنا خدا کے لئے ہے جس نے ہمیں دیا ہی بنایا جیسا کہ اے

ابوطالب آپ نے ذکر کیا۔ اور میں وہ تمام فضیلتیں عطا فرمائیں جن کو آپ نے شمار کیا پس ہملوگ تمام عرب کے پیشوا اور سردار ہیں۔ اور آپ لوگ تمام فضائل کے اہل ہیں۔ کوئی جماعت آپ کے فضائل کا انکار نہیں کر سکتی۔ اور کوئی شخص آپ کے فخر و شرف کو رد نہیں کر سکتا۔ اور بیشک ہم لوگوں نے نہایت رغبت سے آپ کے ساتھ شامل ہونے اور ملنے کو پسند کیا۔ پس اے قریش گواہ رہو کہ خدیجہ بنت خویلد کو میں نے محمد بن عبد اللہ کی زوجیت میں دیا۔ چار سو مثقال کے بدلے۔

خواجہ ابوطالب نے فرمایا کہ اے ورقہ عمر بن اسد موجود ہیں میں بہتر سمجھتا ہوں کہ وہ بھی آپ کے بیان میں شریک ہوں۔ عمر بن اسد نے کہا کہ میں نے خدیجہ بنت خویلد کو محمد بن عبد اللہ کی زوجیت میں دیا۔ اس پر طہنین سے ایجاے قبول ہو گیا۔ نکاح کے وقت حضرت خدیجہ کی عمر چالیس سال کی تھی بیوہ تھیں۔ اس سے پہلے ان کا دو نکاح ہو چکا تھا۔ ایک ابی مالہ بن زرارہ تھیں اس سے دو اولاد ہوئی تھی ہند ابن ابی مالہ اور زینب بنت ابی مالہ اس کے بعد عقیق بن عائد مخزومی سے۔ اس سے بھی دو اولاد ہوئی تھی عبد اللہ بن عقیق اور ایک لڑکی۔

رسول اللہ کی اولاد

رسول اللہ کو جتنی اولاد ہوئی سب حضرت خدیجہ سے۔ ایک حضرت ابراہیم ہارہ قبیلہ سے ہوئے تھے تفصیل آپ کے اولاد کی یہ ہے۔

بڑے حضرت قاسم بن کی وجہ سے حضور کی کنیت ابوالقاسم ہے۔ اتنی عمر ہوئی تھی کہ سواری پر چڑھ سکتے تھے۔ زینب بنت رسول اللہ یہ لڑکیوں میں سب سے بڑی تھیں اور شاید

حضرت قاسمؑ کی جیسا کہ بعض روایت ہے۔ ان کا عقد ابی العاص بن زبج سے ہوا جو مالہ بنت غیلہ کے لڑکے تھے یعنی حضرت خدیجہ کی بہن کے لڑکے۔ ان کو ایک لڑکا ہوا عبداللہؑ بچپن میں انتقال ہو گیا۔ ایک لڑکی امامہ بنت ابی العاص ہوئیں۔ امامہ کا عقد حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے ہوا۔ اور ان کے بعد مغیرہ بن نوفل سے ان کے کوئی اولاد نہ رہی۔ ان کے بعد رسول اللہؐ کی تین لڑکیاں ہوئیں رقیہ۔ ام کلثوم اور فاطمہ۔ رقیہ اور ام کلثوم حضور کے چچا ابولہب کے دو لڑکے عتبہ اور عتبہ سے بیاہی ہوئی تھیں اُس نے بنت ابی لہب کے نزول کے بعد طلاق دیدیا تو بکے بعد دیگرے دونوں کا عقد حضرت عثمان بن عفان سے ہوا اسی وجہ سے ان کا لقب ذوالنورین ہے۔ ام کلثوم کو اولاد نہیں ہوئی۔ رقیہ کو عتبہ سے اولاد نہ ہوئی حضرت عثمان سے ایک لڑکا ہوا عبداللہؑ تھا بچپن میں انتقال ہو گیا حضرت فاطمہ زہرہ کا عقد حضرت عسلٰیؑ سے ہوا حضرت امام حسن حضرت امام حسین اور تمام سادات انھیں کی اولاد ہیں۔ رسول اللہؐ کی نسل انھیں سے جاری ہے اور تمام شرق و مغرب میں پھیلی ہوئی ہے۔ بارک اللہ فیہم

حضور کی یہ پانچ اولادیں بعثت سے پہلے ہوئیں چھٹی اولاد حضرت عبداللہؑ ہیں راجح یہ ہے کہ یہ بعثت کے بعد پیدا ہوئے اور اسی وجہ سے ان کا لقب طیب و طاہر ہے بعض کہتے ہیں کہ طیب و طاہر عبداللہؑ کے علاوہ ہیں واللہ اعلم ان کا انتقال بھی بچپن میں ہو گیا۔ رسول اللہؐ کی یہ اولادیں حضرت خدیجہ سے ہیں ان کے علاوہ ایک صاحب زارے ابراہیمؑ ہیں جو حضرت ماریہ قبطیہ سے ہوئے ان کا بچپن ہی میں انتقال ہو گیا۔

قصہ تحکیم

رسول اللہؐ کے اخلاق و عادات لڑکپن ہی سے ایسے تھے کہ آپ تمام مکہ میں ممتاز تھے

۱۱ حضرت ابوالعاص ابن زبج کا ذکر غزوہ بدر کے قیدیوں میں اور غزوہ حدیبیہ کے بعد فصل مذکور ہو ۱۲
۱۳ عبداللہ بن ابی العاص یا علی بن ابی العاص علی اختلاف الاقوال واللہ اعلم ۱۴ منہ

اکثر اصحاب سیر لکھتے ہیں کہ آپ قریش میں ایمن مشہور تھے۔ گو زیادہ زیادہ عمر کے لوگ قریش میں موجود تھے جو سردار قبیلہ تھے مگر کئی اہم واقعات میں ان سرداروں نے باوجود کم سنی کے آپ کو حکم بنایا۔ قریش کی محفلوں میں جس میں زیادہ تر تہود و لعب اور فسق و فجور تھا آپ شریک نہیں ہوتے تھے۔ حرب فجار میں دو دفعہ آپ شریک ہوئے ایک دفعہ آپ کی عمر پندرہ سولہ برس کی تھی دوسری دفعہ کچھ زیادہ اپنے چچا کی آپ امداد فرماتے تھے تیر و غیرہ جنگ کے وقت اُن کو دیتے تھے۔ آپ کے حضرت خدیجہ سے عقد کرنے کے بعد قریش نے کعبہ اللہ کی جلد بد تعمیر کی۔ اس میں جب دیوار اس مقام تک پہنچی جہاں حجر اسود ہے تو قبائل میں اختلاف ہو گیا کہ حجر اسود کو اپنی جگہ پر کس قبیلہ کا آدمی رکھے اس وقت مشہور واقعہ تحکیم پیش آیا۔ آپ کی عمر اس وقت پینس سال کی تھی تمام سرداران قبائل آپ کے حکم ہونے پر خوش ہوئے۔ اور آپ نے ایسے عاقلانہ طریقہ سے اس کا ایسا فیصلہ کیا کہ سب راضی ہو گئے اور ایک بڑی خونریز جنگ ہوتے ہوئے رُک گئی۔ سب نے آپ کے قوت فیصلہ کی تعریف کی۔

زید بن عمر سے گفتگو

بت پرستی سے طبعاً آپ کو نفرت تھی۔ آپ گھنٹوں اپنی قوم کی گمراہی کو سوچتے اور افسوس کرتے کبھی پہاڑوں کے دامن میں چلے جاتے مظاہر قدرت پر غور کرتے توحید و بت پرستی کے مسئلہ میں غرق رہتے پھر اٹھتے اور گھر آکر سو جاتے۔

زید بن حارثہ جو حضرت خدیجہ کے غلام تھے اور انھوں نے حضور کو دیکھا تھا برابر حضور کے ساتھ رہتے تھے حتیٰ کہ زید بن محمد مشہور ہو گئے تھے۔ فرماتے ہیں کہ ایک روز بعثت

صلہ زید بن عمر کا انتقال بلاشبہ بعثت کے پہلے ہوا مگر تاہم محدثین ان کو اصحاب سول اللہ میں نہ کرتے ہیں یہ اس بنا پر صحیح ہو سکتا ہے کہ مومن تھے اور رسول اللہ سے ملے بھی واللہ اعلم ۱۲ منہ

کے قبل میں رسول اللہ کے ساتھ عوالی مکہ میں گیا۔ وہاں زید بن عمر بن نفیل سے رسول اللہ کی ملاقات ہوئی (یہ زید بھی بت پرستی سے متنفر تھے اور دین حق کی تلاش میں انھوں نے شام و عراق کا سفر بھی کیا تھا زید حضرت عمر کے چچا زاد بھائی تھے۔ حضرت عمر کے باپ خطاب بن نفیل نے بت پرستی سے نفرت کی وجہ سے ان کو بہت تکلیف دی تھی اور مکہ میں آنا بھی مشکل کر دیا تھا) رسول اللہ اور زید بن عمر بڑے اخلاق سے ملے۔ رسول اللہ نے فرمایا کہ اے زید یہ آپ کی قوم جیسی خباثت میں مبتلا ہے وہ آپ جانتے ہیں اس کا آپ کچھ علاج نہیں سوچتے۔ زید نے کہا کہ میں دین حق کی تلاش میں شام اور عراق گیا وہاں مجھ سے ایک متدین سچی عالم نے کہا کہ دین حق کا سب سے بڑا علم بردار بہت جلد مکہ سے ظاہر ہوگا۔ اُس کے ظہور کا تارہ طلوع ہو چکا ہے میں اسی شوق میں اُس کی ہدایت کے موافق یہاں ٹوٹ کر آیا مگر یہاں حالات میں کوئی تغیر نہ پایا اس لئے حیران ہوں کوئی بات سمجھ میں نہیں آتی حضور کے مبعوث کے پہلے ان کا انتقال ہو گیا۔ حضور نے اُنکے حق میں فرمایا ہے موبعث امتہ و مدۃ یوم القیمہ۔ موحّد تھے کفار کا زحیم جو وہ تہوں پر ذبح کرتے تھے یہ نہیں کہاتے تھے اور فرماتے تھے اللہ ابراہیم دینی دین ابراہیم۔ ورقہ بن نوفل نے ان کا زبردست مرثیہ لکھا ہے۔

بعثت رسول اللہ

آپ پر استغراق اور محبت کا عالم بڑھتا گیا یہاں تک کہ رات کو بھی پہاڑوں کو شعب میں رہ جاتے پھر یہ حالت ہوئی کہ کھانا پینا بھی کم ہو گیا کچھ ریاحہ کی روٹی اور ایک کوزہ پانی لے جاتے کبھی غار حرا میں کبھی کسی دوسرے غار یا کوہ میں کئی کئی دن رہ جاتے پھر یہ حالت ہوئی کہ حضرت خدیجہ خود جاتیں اور تلاش کر کے آپ کو روٹی اور پانی پہنچاتیں

۱۲ ورقہ بن نوفل موحّد نصرانی تھے حضور نے ان کے نجات کی بشارت دی ہے ۱۲ منہ

آپ کے استغراق کا عالم بڑھنا گیا۔ پھر کچھ آثار و علامات ہدایت وحی کے ظاہر ہوئے جن کی وجہ سے ابتداء آپ کو استعجاب ہوا آخر جب آپ کی عمر چالیس سال کی ہوئی تو حضرت جبریل خدا کی طرف سے غار حرا میں پہلے پہلے یہ آیتیں علی القول الراجح آپ کے پاس لائے اقرا باسم ربك الذی خلق الانسان من علق اقرا وربك الاکرم اسذی علم بالقلم علم الانسان ما لم یعلم۔ اس کے بعد متواتر وحی آنا شروع ہوئی جس میں الہیت۔ توحید اور صفات کمال باری تعالیٰ کی تعلیم تھی اور رجوع الی الحق کی وصیت شرک سے اجتناب اور بت پرستی کی خرابیاں بیان کی گئی تھیں۔ بتایا گیا کہ خداوند کریم نے اپنے برگزیدہ رسولوں کو اسی امر کی تعلیم کے لئے ہمیشہ بھیجا اور ان کے ذریعہ سے بندوں کی ہدایت کے لئے کتابیں بھیجیں اسی سلسلہ کی ایک کتاب یہ قرآن حکیم ہے اور اسکی تبلیغ کے لئے خدا نے تم کو اپنا رسول بنایا۔

سابقین اولین

خدا کی طرف سے عظیم اٹھان خدمت آپ کے سپرد ہوئی۔ تمام دنیا کی ہدایت و صلاح کے لئے آپ مامور ہوئے۔ سب سے زیادہ مشکل یہ تھا کہ تبلیغ کی ابتداء آپ کو قریش سے کرنی پڑی قریش بت پرستی میں تمام عرب کے امام تھے اس کے علاوہ انھیں میں آپ کے خاندان خاندانی بزرگ اور رشتہ دار تھے اور قاعدہ ہے کہ خاندانی بزرگوں کی ہدایت عزیز و نکی زبان سے سب سے زیادہ مشکل کام ہے مگر آپ کو خدا نے کامیابی کا یقین دلایا اور تبلیغ شروع کر دینے کا حکم ہوا چنانچہ آپ نے لوگوں کو توحید و رسالت کی طرف دعوت دی۔ جو لوگ پہلے ایمان لائے وہ لوگ مقربین بارگاہ الہی ہیں قرآن پاک میں ان کی تعریف ہے حضور نے ان کے متعلق بشارت دی ہے اس لئے ان مقبولان بارگاہ خداوندی سے واقف ہونا چاہیئے۔

سب سے پہلے حضرت خدیجہ حضرت ابوبکر صدیق حضرت علی حضرت زید بن حارثہ ایمان لائے۔ پھر حضرت صدیق کی نصیحت سے پانچ آدمی اور مسلمان ہوئے حضرت زبیر بن العوام حضرت عثمان بن عفان حضرت عبدالرحمن بن عوف حضرت طلحہ بن عبید اللہ حضرت سعد بن ابی وقاص حضرت خدیجہ کو چھوڑ کر یہ آٹھ مرد وہ ہیں جن کا اسلام سب سے

۱۵ طلحہ بن عبید اللہ عشرہ مبشرہ میں سے ہیں حضرت ابوبکر کے ماتھے پر پانچ آدمی سب سے پہلے مسلمان ہوئے ان میں سے ایک ہیں۔ چہرہ ان کا سفید سُرخ مائل تھا سینہ چوڑا قدمیانہ طلحہ انبیاض مشہور تھا اور غزوہ بدر میں غیر حاضر رہے شام گئے تھے لیکن غزوہ اُحد میں بڑا کام کیا حضور نے ہجرت کے بعد ان سوار حضرت ابوبکر مواعظ کرایا۔ انھوں نے چار عورتوں سے عقد کیا جو سب رسول اللہ کے کسی زوجہ کی بہن تھیں ام کلثوم بنت ابی بکر سے جو حضرت عائشہ کی بہن تھیں۔ حمنہ بنت جحش نے جو زینب کی بہن تھیں۔ فارعہ بنت ابی سفیان جو ام حبیبہ کی بہن تھیں عرقیہ بنت ابی امیہ سے جو ام سلمہ کی بہن تھیں مروان بن الحکم کی تیرے جمادی الاول ۱۱ھ میں شہید ہوئے اور ابن سعد نے روایت کیا ہے کہ پچیس ۱۰ جمادی الآخر میں ۶۴ برس کی عمر میں واللہ اعلم ۱۲ منہ

۱۵ سعد بن ابی وقاص قریشی زہری ہیں ان کی ماں حمنہ بنت سفیان بن امیہ تھیں جو ابوسفیان بن حرب ابن امیہ کے چچا کی لڑکی تھیں بہت قدیم الاسلام ہیں ان پانچ میں سے ایک ہیں جو حضرت صدیق کے ماتھے پر مسلمان ہوئے عشرہ مبشرہ میں سے ہیں اور ان میں سب کے بعد ان کا انتقال ہوا۔ اسلام کے لئے سب سے پہلے انھوں نے ایک کافر کو قتل کیا سب سے پہلا تیر اسلام کے لئے انھوں نے چلایا مشہور شہ سوار اور مشہور بحیال دعوات تھے۔ مدائن ان کے ماتھے پر فتح ہوا۔ کوفہ کو کوفہ انھوں نے بنایا عراق کے فتح میں یہ سب سے پیش پیش تھے اصحاب رسول اللہ میں چار شخص شدید بھجھے جاتے تھے حضرت عمر حضرت علی حضرت زبیر اور حضرت سعد حضرت عمر نے سلمہ میں ان کو کوفہ کا امیر مقرر کیا پھر حضرت عثمان نے اپنے زمانہ میں ان کو امیر مقرر کیا ابو نعیم نے کہا ہے کہ سلمہ میں ان کا انتقال ہوا و اقدی نے کہا ہے کہ سلمہ میں ابن عمر کہتے ہیں کہ بعض روایت ہے سلمہ کی اور سلمہ کی مگر مشہور سلمہ ہی کی روایت ہے واللہ اعلم عقیق میں انتقال ہوا مدینہ میں مدفون ہوئے ۱۲ منہ

مقدم ہے عورتوں میں حضرت خدیجہ کے بعد سب سے پہلی عورت حضرت عباس کی زوجہ
بابہ بنت الحارث مسلمان ہوئیں انھیں کے لڑکے قثم بن عباس ہیں ان کے بعد یہ حضرات
ایمان لائے حضرت خیاب بن الارث حضرت سعید بن زید ان کی زوجہ حضرت فاطمہ بنت
الخطاب حضرت عبداللہ بن مسعود حضرت عثمان بن مظعون حضرت ارقم بن ابی الارقم

۱۵ خیاب بن الارث تمیمی تھے بنی زہرہ کے حلیف تھے تلوار بناتے تھے حضور نے ان سے اور جیسر بن عقیق
سے موافقات کرا دیا تھا انھوں نے سب سے پہلے اپنا اسلام ظاہر کیا۔ اور قریش نے ان کو بہت تکلیفیں
دیں کوفہ میں ان کا انتقال ہوا حضرت علیؑ نے ان کی تعریف میں کہا ہے اسلم را غلبا ہاجر طائف
عاش مجاہدا ۱۲ منہ

۱۶ سعید بن زید عشرہ مبشرہ میں سے ہیں حضور کے دار ارقم میں جانے سے پہلے مسلمان ہوئے حضرت
عمر بن الخطابؓ کے بہنوئی ہیں اور مشہور موجد حضرت زید بن عمر بن نفیل کے صاحبزادے ہیں یہ عجیب
الدعوات مشہور تھے اور فضلاء صحابہ میں سے ہیں جنگ یرموک اور فتح دمشق میں شریک ہوئے
نہتر سال کی عمر میں انتقال ہوا ۱۷ ۱۸ ۱۹ ۲۰ ۲۱ ۲۲ ۲۳ ۲۴ ۲۵ ۲۶ ۲۷ ۲۸ ۲۹ ۳۰ ۳۱ ۳۲ ۳۳ ۳۴ ۳۵ ۳۶ ۳۷ ۳۸ ۳۹ ۴۰ ۴۱ ۴۲ ۴۳ ۴۴ ۴۵ ۴۶ ۴۷ ۴۸ ۴۹ ۵۰ ۵۱ ۵۲ ۵۳ ۵۴ ۵۵ ۵۶ ۵۷ ۵۸ ۵۹ ۶۰ ۶۱ ۶۲ ۶۳ ۶۴ ۶۵ ۶۶ ۶۷ ۶۸ ۶۹ ۷۰ ۷۱ ۷۲ ۷۳ ۷۴ ۷۵ ۷۶ ۷۷ ۷۸ ۷۹ ۸۰ ۸۱ ۸۲ ۸۳ ۸۴ ۸۵ ۸۶ ۸۷ ۸۸ ۸۹ ۹۰ ۹۱ ۹۲ ۹۳ ۹۴ ۹۵ ۹۶ ۹۷ ۹۸ ۹۹ ۱۰۰ ۱۰۱ ۱۰۲ ۱۰۳ ۱۰۴ ۱۰۵ ۱۰۶ ۱۰۷ ۱۰۸ ۱۰۹ ۱۱۰ ۱۱۱ ۱۱۲ ۱۱۳ ۱۱۴ ۱۱۵ ۱۱۶ ۱۱۷ ۱۱۸ ۱۱۹ ۱۲۰ ۱۲۱ ۱۲۲ ۱۲۳ ۱۲۴ ۱۲۵ ۱۲۶ ۱۲۷ ۱۲۸ ۱۲۹ ۱۳۰ ۱۳۱ ۱۳۲ ۱۳۳ ۱۳۴ ۱۳۵ ۱۳۶ ۱۳۷ ۱۳۸ ۱۳۹ ۱۴۰ ۱۴۱ ۱۴۲ ۱۴۳ ۱۴۴ ۱۴۵ ۱۴۶ ۱۴۷ ۱۴۸ ۱۴۹ ۱۵۰ ۱۵۱ ۱۵۲ ۱۵۳ ۱۵۴ ۱۵۵ ۱۵۶ ۱۵۷ ۱۵۸ ۱۵۹ ۱۶۰ ۱۶۱ ۱۶۲ ۱۶۳ ۱۶۴ ۱۶۵ ۱۶۶ ۱۶۷ ۱۶۸ ۱۶۹ ۱۷۰ ۱۷۱ ۱۷۲ ۱۷۳ ۱۷۴ ۱۷۵ ۱۷۶ ۱۷۷ ۱۷۸ ۱۷۹ ۱۸۰ ۱۸۱ ۱۸۲ ۱۸۳ ۱۸۴ ۱۸۵ ۱۸۶ ۱۸۷ ۱۸۸ ۱۸۹ ۱۹۰ ۱۹۱ ۱۹۲ ۱۹۳ ۱۹۴ ۱۹۵ ۱۹۶ ۱۹۷ ۱۹۸ ۱۹۹ ۲۰۰ ۲۰۱ ۲۰۲ ۲۰۳ ۲۰۴ ۲۰۵ ۲۰۶ ۲۰۷ ۲۰۸ ۲۰۹ ۲۱۰ ۲۱۱ ۲۱۲ ۲۱۳ ۲۱۴ ۲۱۵ ۲۱۶ ۲۱۷ ۲۱۸ ۲۱۹ ۲۲۰ ۲۲۱ ۲۲۲ ۲۲۳ ۲۲۴ ۲۲۵ ۲۲۶ ۲۲۷ ۲۲۸ ۲۲۹ ۲۳۰ ۲۳۱ ۲۳۲ ۲۳۳ ۲۳۴ ۲۳۵ ۲۳۶ ۲۳۷ ۲۳۸ ۲۳۹ ۲۴۰ ۲۴۱ ۲۴۲ ۲۴۳ ۲۴۴ ۲۴۵ ۲۴۶ ۲۴۷ ۲۴۸ ۲۴۹ ۲۵۰ ۲۵۱ ۲۵۲ ۲۵۳ ۲۵۴ ۲۵۵ ۲۵۶ ۲۵۷ ۲۵۸ ۲۵۹ ۲۶۰ ۲۶۱ ۲۶۲ ۲۶۳ ۲۶۴ ۲۶۵ ۲۶۶ ۲۶۷ ۲۶۸ ۲۶۹ ۲۷۰ ۲۷۱ ۲۷۲ ۲۷۳ ۲۷۴ ۲۷۵ ۲۷۶ ۲۷۷ ۲۷۸ ۲۷۹ ۲۸۰ ۲۸۱ ۲۸۲ ۲۸۳ ۲۸۴ ۲۸۵ ۲۸۶ ۲۸۷ ۲۸۸ ۲۸۹ ۲۹۰ ۲۹۱ ۲۹۲ ۲۹۳ ۲۹۴ ۲۹۵ ۲۹۶ ۲۹۷ ۲۹۸ ۲۹۹ ۳۰۰ ۳۰۱ ۳۰۲ ۳۰۳ ۳۰۴ ۳۰۵ ۳۰۶ ۳۰۷ ۳۰۸ ۳۰۹ ۳۱۰ ۳۱۱ ۳۱۲ ۳۱۳ ۳۱۴ ۳۱۵ ۳۱۶ ۳۱۷ ۳۱۸ ۳۱۹ ۳۲۰ ۳۲۱ ۳۲۲ ۳۲۳ ۳۲۴ ۳۲۵ ۳۲۶ ۳۲۷ ۳۲۸ ۳۲۹ ۳۳۰ ۳۳۱ ۳۳۲ ۳۳۳ ۳۳۴ ۳۳۵ ۳۳۶ ۳۳۷ ۳۳۸ ۳۳۹ ۳۴۰ ۳۴۱ ۳۴۲ ۳۴۳ ۳۴۴ ۳۴۵ ۳۴۶ ۳۴۷ ۳۴۸ ۳۴۹ ۳۵۰ ۳۵۱ ۳۵۲ ۳۵۳ ۳۵۴ ۳۵۵ ۳۵۶ ۳۵۷ ۳۵۸ ۳۵۹ ۳۶۰ ۳۶۱ ۳۶۲ ۳۶۳ ۳۶۴ ۳۶۵ ۳۶۶ ۳۶۷ ۳۶۸ ۳۶۹ ۳۷۰ ۳۷۱ ۳۷۲ ۳۷۳ ۳۷۴ ۳۷۵ ۳۷۶ ۳۷۷ ۳۷۸ ۳۷۹ ۳۸۰ ۳۸۱ ۳۸۲ ۳۸۳ ۳۸۴ ۳۸۵ ۳۸۶ ۳۸۷ ۳۸۸ ۳۸۹ ۳۹۰ ۳۹۱ ۳۹۲ ۳۹۳ ۳۹۴ ۳۹۵ ۳۹۶ ۳۹۷ ۳۹۸ ۳۹۹ ۴۰۰ ۴۰۱ ۴۰۲ ۴۰۳ ۴۰۴ ۴۰۵ ۴۰۶ ۴۰۷ ۴۰۸ ۴۰۹ ۴۱۰ ۴۱۱ ۴۱۲ ۴۱۳ ۴۱۴ ۴۱۵ ۴۱۶ ۴۱۷ ۴۱۸ ۴۱۹ ۴۲۰ ۴۲۱ ۴۲۲ ۴۲۳ ۴۲۴ ۴۲۵ ۴۲۶ ۴۲۷ ۴۲۸ ۴۲۹ ۴۳۰ ۴۳۱ ۴۳۲ ۴۳۳ ۴۳۴ ۴۳۵ ۴۳۶ ۴۳۷ ۴۳۸ ۴۳۹ ۴۴۰ ۴۴۱ ۴۴۲ ۴۴۳ ۴۴۴ ۴۴۵ ۴۴۶ ۴۴۷ ۴۴۸ ۴۴۹ ۴۵۰ ۴۵۱ ۴۵۲ ۴۵۳ ۴۵۴ ۴۵۵ ۴۵۶ ۴۵۷ ۴۵۸ ۴۵۹ ۴۶۰ ۴۶۱ ۴۶۲ ۴۶۳ ۴۶۴ ۴۶۵ ۴۶۶ ۴۶۷ ۴۶۸ ۴۶۹ ۴۷۰ ۴۷۱ ۴۷۲ ۴۷۳ ۴۷۴ ۴۷۵ ۴۷۶ ۴۷۷ ۴۷۸ ۴۷۹ ۴۸۰ ۴۸۱ ۴۸۲ ۴۸۳ ۴۸۴ ۴۸۵ ۴۸۶ ۴۸۷ ۴۸۸ ۴۸۹ ۴۹۰ ۴۹۱ ۴۹۲ ۴۹۳ ۴۹۴ ۴۹۵ ۴۹۶ ۴۹۷ ۴۹۸ ۴۹۹ ۵۰۰ ۵۰۱ ۵۰۲ ۵۰۳ ۵۰۴ ۵۰۵ ۵۰۶ ۵۰۷ ۵۰۸ ۵۰۹ ۵۱۰ ۵۱۱ ۵۱۲ ۵۱۳ ۵۱۴ ۵۱۵ ۵۱۶ ۵۱۷ ۵۱۸ ۵۱۹ ۵۲۰ ۵۲۱ ۵۲۲ ۵۲۳ ۵۲۴ ۵۲۵ ۵۲۶ ۵۲۷ ۵۲۸ ۵۲۹ ۵۳۰ ۵۳۱ ۵۳۲ ۵۳۳ ۵۳۴ ۵۳۵ ۵۳۶ ۵۳۷ ۵۳۸ ۵۳۹ ۵۴۰ ۵۴۱ ۵۴۲ ۵۴۳ ۵۴۴ ۵۴۵ ۵۴۶ ۵۴۷ ۵۴۸ ۵۴۹ ۵۵۰ ۵۵۱ ۵۵۲ ۵۵۳ ۵۵۴ ۵۵۵ ۵۵۶ ۵۵۷ ۵۵۸ ۵۵۹ ۵۶۰ ۵۶۱ ۵۶۲ ۵۶۳ ۵۶۴ ۵۶۵ ۵۶۶ ۵۶۷ ۵۶۸ ۵۶۹ ۵۷۰ ۵۷۱ ۵۷۲ ۵۷۳ ۵۷۴ ۵۷۵ ۵۷۶ ۵۷۷ ۵۷۸ ۵۷۹ ۵۸۰ ۵۸۱ ۵۸۲ ۵۸۳ ۵۸۴ ۵۸۵ ۵۸۶ ۵۸۷ ۵۸۸ ۵۸۹ ۵۹۰ ۵۹۱ ۵۹۲ ۵۹۳ ۵۹۴ ۵۹۵ ۵۹۶ ۵۹۷ ۵۹۸ ۵۹۹ ۶۰۰ ۶۰۱ ۶۰۲ ۶۰۳ ۶۰۴ ۶۰۵ ۶۰۶ ۶۰۷ ۶۰۸ ۶۰۹ ۶۱۰ ۶۱۱ ۶۱۲ ۶۱۳ ۶۱۴ ۶۱۵ ۶۱۶ ۶۱۷ ۶۱۸ ۶۱۹ ۶۲۰ ۶۲۱ ۶۲۲ ۶۲۳ ۶۲۴ ۶۲۵ ۶۲۶ ۶۲۷ ۶۲۸ ۶۲۹ ۶۳۰ ۶۳۱ ۶۳۲ ۶۳۳ ۶۳۴ ۶۳۵ ۶۳۶ ۶۳۷ ۶۳۸ ۶۳۹ ۶۴۰ ۶۴۱ ۶۴۲ ۶۴۳ ۶۴۴ ۶۴۵ ۶۴۶ ۶۴۷ ۶۴۸ ۶۴۹ ۶۵۰ ۶۵۱ ۶۵۲ ۶۵۳ ۶۵۴ ۶۵۵ ۶۵۶ ۶۵۷ ۶۵۸ ۶۵۹ ۶۶۰ ۶۶۱ ۶۶۲ ۶۶۳ ۶۶۴ ۶۶۵ ۶۶۶ ۶۶۷ ۶۶۸ ۶۶۹ ۶۷۰ ۶۷۱ ۶۷۲ ۶۷۳ ۶۷۴ ۶۷۵ ۶۷۶ ۶۷۷ ۶۷۸ ۶۷۹ ۶۸۰ ۶۸۱ ۶۸۲ ۶۸۳ ۶۸۴ ۶۸۵ ۶۸۶ ۶۸۷ ۶۸۸ ۶۸۹ ۶۹۰ ۶۹۱ ۶۹۲ ۶۹۳ ۶۹۴ ۶۹۵ ۶۹۶ ۶۹۷ ۶۹۸ ۶۹۹ ۷۰۰ ۷۰۱ ۷۰۲ ۷۰۳ ۷۰۴ ۷۰۵ ۷۰۶ ۷۰۷ ۷۰۸ ۷۰۹ ۷۱۰ ۷۱۱ ۷۱۲ ۷۱۳ ۷۱۴ ۷۱۵ ۷۱۶ ۷۱۷ ۷۱۸ ۷۱۹ ۷۲۰ ۷۲۱ ۷۲۲ ۷۲۳ ۷۲۴ ۷۲۵ ۷۲۶ ۷۲۷ ۷۲۸ ۷۲۹ ۷۳۰ ۷۳۱ ۷۳۲ ۷۳۳ ۷۳۴ ۷۳۵ ۷۳۶ ۷۳۷ ۷۳۸ ۷۳۹ ۷۴۰ ۷۴۱ ۷۴۲ ۷۴۳ ۷۴۴ ۷۴۵ ۷۴۶ ۷۴۷ ۷۴۸ ۷۴۹ ۷۵۰ ۷۵۱ ۷۵۲ ۷۵۳ ۷۵۴ ۷۵۵ ۷۵۶ ۷۵۷ ۷۵۸ ۷۵۹ ۷۶۰ ۷۶۱ ۷۶۲ ۷۶۳ ۷۶۴ ۷۶۵ ۷۶۶ ۷۶۷ ۷۶۸ ۷۶۹ ۷۷۰ ۷۷۱ ۷۷۲ ۷۷۳ ۷۷۴ ۷۷۵ ۷۷۶ ۷۷۷ ۷۷۸ ۷۷۹ ۷۸۰ ۷۸۱ ۷۸۲ ۷۸۳ ۷۸۴ ۷۸۵ ۷۸۶ ۷۸۷ ۷۸۸ ۷۸۹ ۷۹۰ ۷۹۱ ۷۹۲ ۷۹۳ ۷۹۴ ۷۹۵ ۷۹۶ ۷۹۷ ۷۹۸ ۷۹۹ ۸۰۰ ۸۰۱ ۸۰۲ ۸۰۳ ۸۰۴ ۸۰۵ ۸۰۶ ۸۰۷ ۸۰۸ ۸۰۹ ۸۱۰ ۸۱۱ ۸۱۲ ۸۱۳ ۸۱۴ ۸۱۵ ۸۱۶ ۸۱۷ ۸۱۸ ۸۱۹ ۸۲۰ ۸۲۱ ۸۲۲ ۸۲۳ ۸۲۴ ۸۲۵ ۸۲۶ ۸۲۷ ۸۲۸ ۸۲۹ ۸۳۰ ۸۳۱ ۸۳۲ ۸۳۳ ۸۳۴ ۸۳۵ ۸۳۶ ۸۳۷ ۸۳۸ ۸۳۹ ۸۴۰ ۸۴۱ ۸۴۲ ۸۴۳ ۸۴۴ ۸۴۵ ۸۴۶ ۸۴۷ ۸۴۸ ۸۴۹ ۸۵۰ ۸۵۱ ۸۵۲ ۸۵۳ ۸۵۴ ۸۵۵ ۸۵۶ ۸۵۷ ۸۵۸ ۸۵۹ ۸۶۰ ۸۶۱ ۸۶۲ ۸۶۳ ۸۶۴ ۸۶۵ ۸۶۶ ۸۶۷ ۸۶۸ ۸۶۹ ۸۷۰ ۸۷۱ ۸۷۲ ۸۷۳ ۸۷۴ ۸۷۵ ۸۷۶ ۸۷۷ ۸۷۸ ۸۷۹ ۸۸۰ ۸۸۱ ۸۸۲ ۸۸۳ ۸۸۴ ۸۸۵ ۸۸۶ ۸۸۷ ۸۸۸ ۸۸۹ ۸۹۰ ۸۹۱ ۸۹۲ ۸۹۳ ۸۹۴ ۸۹۵ ۸۹۶ ۸۹۷ ۸۹۸ ۸۹۹ ۹۰۰ ۹۰۱ ۹۰۲ ۹۰۳ ۹۰۴ ۹۰۵ ۹۰۶ ۹۰۷ ۹۰۸ ۹۰۹ ۹۱۰ ۹۱۱ ۹۱۲ ۹۱۳ ۹۱۴ ۹۱۵ ۹۱۶ ۹۱۷ ۹۱۸ ۹۱۹ ۹۲۰ ۹۲۱ ۹۲۲ ۹۲۳ ۹۲۴ ۹۲۵ ۹۲۶ ۹۲۷ ۹۲۸ ۹۲۹ ۹۳۰ ۹۳۱ ۹۳۲ ۹۳۳ ۹۳۴ ۹۳۵ ۹۳۶ ۹۳۷ ۹۳۸ ۹۳۹ ۹۴۰ ۹۴۱ ۹۴۲ ۹۴۳ ۹۴۴ ۹۴۵ ۹۴۶ ۹۴۷ ۹۴۸ ۹۴۹ ۹۵۰ ۹۵۱ ۹۵۲ ۹۵۳ ۹۵۴ ۹۵۵ ۹۵۶ ۹۵۷ ۹۵۸ ۹۵۹ ۹۶۰ ۹۶۱ ۹۶۲ ۹۶۳ ۹۶۴ ۹۶۵ ۹۶۶ ۹۶۷ ۹۶۸ ۹۶۹ ۹۷۰ ۹۷۱ ۹۷۲ ۹۷۳ ۹۷۴ ۹۷۵ ۹۷۶ ۹۷۷ ۹۷۸ ۹۷۹ ۹۸۰ ۹۸۱ ۹۸۲ ۹۸۳ ۹۸۴ ۹۸۵ ۹۸۶ ۹۸۷ ۹۸۸ ۹۸۹ ۹۹۰ ۹۹۱ ۹۹۲ ۹۹۳ ۹۹۴ ۹۹۵ ۹۹۶ ۹۹۷ ۹۹۸ ۹۹۹ ۱۰۰۰

۱۷ یہ اسلام قبول کرنے میں چھٹے شخص ہیں حضور نے پہلے ان سے اور حضرت زبیر سے موافقات
کرا لیا تھا پھر ہجرت کے بعد ان سے اور سعد بن معاذ سے یہ برابر رسول اللہ کی خدمت میں رہتے تھے
اہل بیت میں سے سمجھے جاتے تھے بخوبی روایت کرتے ہیں کہ صحابہ رسول اللہ میں یہ سب سے زیادہ
زاہد اور آخرت کے راغب تھے حضور نے فرمایا کہ ابن مسعود قرآن ٹھیک دیا پڑھتے ہیں جیسا
نازل ہوا ہے۔ ان کے بات کی کسی نے تردید کی تو حضرت عمرؓ نے اس کو سزا دی کہ تو ابن مسعود کی
تردید کرتا ہے حضرت عمرؓ کی شہادت سے پہلے سلسلہ یا سلسلہ میں مدینہ میں انتقال ہوا ۱۲ منہ

۱۸ عثمان ابن مظعون ابن اسحق کہتے ہیں کہ تیرہ آدمی کے بعد یہ مسلمان ہوئے ہجرت کر کے اپنے لڑکے
سائب بن عثمان کے ساتھ حبش گئے۔ وہاں سے لوٹے غزوہ بدر میں شریک تھے اور اس کے بعد سلسلہ
میں انکا انتقال ہوا۔ یہ پہلے مہاجر ہیں جن کا مدینہ میں انتقال ہوا اور پہلے مہاجر ہیں جو بقیع میں
مدفون ہوئے حضور نے ان کو اپنا سلف صالح کہا ہے اصا بہ ۱۲ منہ

۱۹ ارقم بن ابی الارقم مخزومی ابن حجر لکھتے ہیں کہ سابقین اولین سے ہیں دس آدمی کے بعد
مسلمان ہوئے اور حاکم نے متدرک ہیں روایت کیا ہے کہ یہ ساتویں شخص ہیں کوہ صفا پر ان کا

حضرت ابوسلمہ بن عبد اللہ بخزومی حضرت ابو عبیدہ عامر بن الجراح حضرت قدامہ بن مظعون

بقیہ مکمل

مکان تھا۔ ابتداءً حضور انہیں کے مکان میں خیفہ اسلام کی دعوت دیتے تھے جب حضرت عمر مسلمان ہوئے تو مسلمانوں کی تعداد چالیس ہو گئی اس کے بعد مہاجرین و انصار کے درمیان اور تمام شاہدین شریک ہوئے۔ ابن حجر نے لکھا ہے کہ عبد اللہ کہتے ہیں کہ ابن ابی حاتم کو ایک ہم ہو گیا ہے وہ کہتے ہیں کہ عبد اللہ بن ارقم جو حضرت عثمان کے وقت میں بیت المال پر معین تھے ان کے والد ہی ارقم ہیں حالانکہ یہ بخزومی ہیں اور عبد اللہ بن ارقم کے والد زہری تھے یہ سب تہیں ہیں بچاؤ کی عمر میں ان کا انتقال ہوا۔ وصیت کے موافق سعد بن ابی وقاص نے ان کے جنازہ کی نماز پڑھائی واللہ اعلم ۱۲ منہ

۱۳ حضرت ابوسلمہ بخزومی ام المومنین ام سلمہ کے پہلے شوہر۔ رسول اللہ کے رضاعی بھائی سب سے پہلے مہاجرین کا تذکرہ ہجرت کے بیان میں آتا ہے ۱۲ منہ

۱۴ ابو عبیدہ عامر بن عبد اللہ بن الجراح قدیم الاسلام ہیں ابن حجر نے نقل کیا ہے کہ ابو عبیدہ عثمان ابن مظعون۔ عبیدہ ابن الجون۔ عبد الرحمن بن عوف۔ ابوسلمہ سب ایک وقت دار ارقم میں مسلمان ہوئے۔ یہ عشرہ مبشرہ سے ہیں۔ صاحب ہجرت ہیں حضور نے ان کو اسلام کی تعلیم کے لئے مین بھیجا تھا اور فرمایا کہ میری امت کے یہ امین ہیں بعض سرایا میں حضور نے ان کو امیر بنا کر بھیجا ذات السلاسل میں یہ مہاجرین و انصار کے امیر تھے حضرت عمر نے خالد کے بعد شام کی لڑائیوں میں ان کو پہلا مار بنایا۔ عبد اللہ بن شقیق کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہ سے پوچھا کہ رسول اللہ کو سب سے زیادہ کس سے محبت تھی کہا ابوبکر سے میں نے کہا ان کے بعد کہا عمر میں نے کہا ان کے بعد کہا ابو عبیدہ بن الجراح سے سلمہ کے طاعون عمواس میں ان کا انتقال ہوا۔ ابن مندہ نے واقدی کی روایت پر اعتماد کیا ہے کہ ان کی عمر ۵۵ سال ہوئی لیکن ابوالفتح کہتے ہیں کہ اکتالیس برس کے عمر میں انتقال ہوا ابن عائد لکھتے ہیں کہ ارض اردن میں مدفون ہوئے اور خاؤن کا خطاب کیا کہ رسول اللہ اللہ اعلم ۱۲ منہ ۱۵ قدامہ ابن مظعون۔ حضرت عثمان بن مظعون کے بھائی اور صفیہ بنت الخطاب یعنی حضرت عمر بن الخطاب کی بہن کے شوہر ہیں۔ سابقین اولین سے ہیں صاحب ہجرت ہیں اور شرکار بدر سے ہیں حضرت عمر نے ان کو بحرین میں عامل مقرر کیا تھا۔ جارد و بحرین کے سردار تھے انھوں نے حضرت عمر سے کہا کہ قدامہ نے شراب پی ہے حضرت ابوبکر نے اور قدامہ کی زوجہ ہند بنت الولید نے شہادت

حضرت عبیدہ بن الحارث بن عبد المطلب حضرت جعفر بن ابی طالب ان کی زوجہ
اسما بنت عیس حضرت عبداللہ بن جحش حضرت ابوالاحمد بن جحش حضرت سائب بن

بقیہ ص ۱۱۱

دی کہ میں نے پتے تو نہیں دیکھا لیکن تے کرتے دیکھا ہے حضرت عمر نے ان پر حد قائم کی اور کوڑے
لگوائے۔ اہل بدر میں سے صرف ہی ایک شخص ہیں جن کو حد ماری گئی۔ ابن حجر لکھتے ہیں کہ قدامہ
کا انتقال ۳۶ سال میں حضرت علی کے ایام خلافت میں ہوا۔ ان کی عمر اسیٹھ سال کی تھی اور
ابن جان نے ایک روایت لکھی ہے کہ ان کا انتقال ۳۶ سال میں ہوا واللہ اعلم ۱۲ منہ
۱۵ عبیدہ بن الحارث بن المطلب بن عبد مناف قدیم الاسلام ہیں اور بنی عبد مناف میں
یہ سب سے سن تھے رسول اللہ کے ساتھ مکہ میں تھے پھر مدینہ ہجرت کی غزوہ بدر میں سب سے پہلے
مبارزہ کرنے والوں میں تھے قریش کے تین شخصوں کے مقابل میں تین شخص گئے حضرت علی نے ولید
کو قتل کیا حضرت حمزہ نے عتبہ کو قتل کیا اور ثیبہ نے حضرت عبیدہ کو زخمی کیا صفر میں جا کر انتقال
ہو گیا اور ثیبہ کو حضرت علی اور حمزہ نے قتل کر دیا۔ یہ ابن اسحق کی روایت ہے موسیٰ بن عقبہ کی روایت
میں اس طرح ہے کہ کفار کی طرف سے عتبہ رتیجہ اور ولید نے تینوں قتل ہوئے عبیدہ کا بیچھے انتقال
ہوا واللہ اعلم ۱۲ منہ

۱۶ جعفر بن ابی طالب غزوہ موتہ میں ان کا ذکر ہے ۱۲ منہ

۱۷ عبداللہ بن جحش قدیم الاسلام اور صاحب ہجرت ہیں غزوہ احد میں شہید ہوئے کفار نے ان کا
پیٹ چاک کیا اور مثلہ کیا تھا یا در حضرت حمزہ ایک ہی قبر میں دفن کئے گئے۔ شہادت کے وقت
چالیس سے کچھ زیادہ عمر تھی۔ ان کے سر پہ کا ذکر آگے آتا ہے حضور نے ان کو امیر بنا کر نخلہ بھیجا تھا
ابن حجر لکھتے ہیں کہ احد کے روز ان کی تلوار ٹوٹ گئی حضور نے ان کو ایک شاخ دی جو تلوار ہو گئی
اور وہ باقی رہی تھی کہ دو تودینا میں بکی واللہ اعلم ۱۲ منہ

۱۸ ابوالاحمد بن جحش۔ ام المومنین زینب بنت جحش کے بھائی ہیں اس پر اتفاق ہے کہ یہ قدیم الاسلام
ہیں مگر بلاذری نے ان کی ہجرت حبشہ سے انکار کیا ہے حضرت ابوسلمہ کے بعد سب سے پہلے ان کے
بھائی عبداللہ بن جحش ان کے تمام خاندان کو لیکر مدینہ چلے گئے تھے یہ مکہ میں تنہا رہ گئے تھے پیچھے
گئے اور بدر و احد وغیرہ میں شریک رہے ابوسفیان بن حرب کی لڑکی انفار عہ ان کی زوجہ تھیں
اور دوسری لڑکی ام حبیبہ ان کے بھائی عبید اللہ بن جحش کی زوجہ تھیں عبید اللہ نصرانی ہو گئے

عثمان بن مظعون حضرت مطلب بن ازہر ان کی زوجہ ملکہ بنت ابی عوف حضرت عیمر بن ابی وقاص اور سعد حضرت اسماء بنت ابی بکر حضرت عائشہ بنت ابی بکر بہت بچہ تھیں

بقیہ ص ۱۹

نوام حبیب سے رسول اللہ نے عقد کیا۔ صحیحین کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کا انتقال م المونین زینب بنت جحش کے سامنے ہوا ۱۲ منہ

۱۵ سائب بن عثمان ابن مظعون۔ قدیم الاسلام۔ صاحب ہجرتین اور اصحاب بدر سے ہیں غزوہ بواط کے وقت حضور نے ان کو مدینہ کا امیر بنایا تھا۔ ۱۶ منہ میں مجروح ہوئے اور اسی سے انتقال ہوا اس وقت ان کی عمر تیس سے کچھ زیادہ تھی واللہ اعلم ۱۲ منہ

۱۷ مطلب ابن ازہر بن عبد عوف زہری ہیں۔ عبد الرحمن بن عوف کے چچا کے لڑکے قدیم الاسلام ہیں حبشہ ہجرت کر کے گئے تھے وہیں انتقال ہو گیا واللہ اعلم ۱۲ منہ

۱۸ عیمر بن ابی وقاص حضرت سعد بن ابی وقاص کے بھائی ہیں قدیم الاسلام۔ بدر میں شریک ہوئے اور وہیں شہید ہوئے واللہ اعلم ۱۲ منہ

۱۹ اسماء بنت ابی بکر صدیق حضرت عبداللہ بن زبیر کی والدہ اور اسماء کی والدہ کا نام قتیلہ یا قتیلہ بنت عبدالعزیٰ تھا۔ ابن اسحق کہتے ہیں کہ شہر آدمی کے بعد یہ مسلمان ہوئی تھیں۔ حضور نے ان کو ہجرت کے وقت ذات النطاقین کہا تھا اسی لقب سے مشہور ہیں ان سے زبیر بن عوام نے عقد کیا۔ حاملہ تھیں تو ہجرت کیا۔ قبا میں عبداللہ بن زبیر پیدا ہوئے جب عبداللہ بن زبیر شہید ہوئے تو یہ زندہ تھیں ہشام بن عروہ کی روایت ہے کہ حضرت اسماء سو برس کی ہو گئی تھیں لیکن نہ دانت ٹوٹا تھا نہ عقل میں کچھ فتور ہوا تھا لیکن ابو نعیم اصفہانی کہتے ہیں کہ ہجرت سے ۲۰ سال پہلے پیدا ہوئیں اور شہید کے ابتدا میں انتقال ہوا۔

۲۰ عائشہ بنت ابی بکر ام المونین۔ صدیقہ بنت صدیق محبوبہ رسول اللہ ان کی والدہ ام رومان بنت عامر کنانیہ ہیں صحیحین کی روایت ہے کہ ان سے حضور نے عقد کیا تو چھ برس کی تھیں دوسری روایت ہے ثات برس کی اور جب زفاف ہوا تو نو برس کی تھیں۔ اور حضور کے وصال کے وقت اٹھارہ برس کی۔ ابن سعد لکھتے ہیں کہ زفاف ثوال میں ہجرت کے پہلے سال ہوا۔ ان کی پیدائش مبعث کے چار یا پانچ برس بعد ہوئی۔ باوجود اسکے ان کا شمار قدیم الاسلام لوگوں میں ہے اسکے معنی یہ ہیں کہ گویا شروع ہی سے مسلمان تھیں۔ امہات المونین کے ذکر میں ان کا مفصل تذکرہ ہوگا

حضرت عیاش بن ابی ریحہ ابو جہل ان کی زوجہ اسماء بنت سلامہ حضرت سلط بن عمرو حضرت سعید بن ریحہ حضرت خنیس بن حذافہ حضرت عامر بن ریحہ حضرت حاطب

سہ عیاش بن ابی ریحہ عمرو ذی الریحین بن المغیرہ مخزومی حضرت خالد بن الولید بن المغیرہ کے چچا کے لڑکے ہیں۔ اور ابو جہل کی اور ان کی ماں ایک ہیں یہ قدیم الاسلام اور صاحب ہجرت ہیں یہ ہجرت کر کے مدینہ گئے تھے مگر ابو جہل ان کو دعوہ کہہ دیکر لے گیا اور بہت تکلیف دیتا تھا۔ مہینہ میں ہر کہ حضور ان کے لئے فجر کے قنوت میں دعا کرتے تھے ۱۲ منہ

سہ سلط بن عمرو عامری سیل بن عمرو کے بھائی ہیں۔ اور حضرت عمر بن الخطاب سے پہلے مسلمان ہوئے ابن اسحق نے ان کو مہاجر بن حبشہ میں شمار کیا ہے۔ اور واقدی اور ابو معشر نے بدر میں میں شمار کیا ہے۔ ابن اسحق نے لکھا ہے کہ ہوزہ بن علی رئیس یمامہ کے پاس سلط بن عمرو کو قاصد بنا کر حضور نے بھیجا تھا و اللہ اعلم ۱۲ منہ

سہ سعید بن ریحہ۔ ابو عمر کہتے ہیں کہ رسول اللہ کے دار ارقم میں جانے سے پہلے یہ مسلمان ہوئے اور مدینہ ہجرت کر کے گئے ابن اسحاق نے ان کو شرکار بدر میں لکھا ہے ابو معشر کہتے ہیں کہ سلسلہ میں انکا انتقال ہوا اور تانٹھ سے کچھ زیادہ عمر تھی ابن ابی بکر کہتے ہیں کہ آل سعید کو انفارسی کہتے ہیں وہ لوگ مدینہ میں بنی زہرہ کے حلیف تھے و اللہ اعلم ۱۲ منہ

سہ خنیس بن حذافہ مہنس بنجائے مجہد بصریہ تصنیف اور آخر میں سین مہلہ قدیم الاسلام صاحب ہجرت ہیں اور اصحاب بدر سے ہیں ان کو غزوہ احد میں ایک نے لگا تھا اسی سے انتقال ہوا۔ یہ حضرت حفصہ بنت عمر بن الخطاب کے پہلے شوہر تھے ان کے انتقال کے بعد حضور نے ام المومنین حضرت حفصہ سے عقد کیا حمیدی کہتے ہیں کہ عمر کی روایت میں ان کا نام بجائے مہلہ و با کے موعده و شین مجہد بصریہ تصنیف وہ غلط ہے ۱۲ منہ

سہ عامر بن ریحہ قدیم الاسلام ہیں پہلے اپنی زوجہ لیلہ بنت ابی غیلہ کے ساتھ حبشہ گئے پھر مدینہ ہجرت کی غزوہ بدر اور بعد کے غزوات میں شریک رہے حضرت عمر کے والد خطاب نے ان کو بتائی کیا تھا اس لئے پہلے عامر بن الخطاب کہے جاتے تھے مگر جب حکم نازل ہوا ادعوہم لا بائہم تو عامر بن ریحہ کہے جانے لگے حضرت عثمان جب حج کو گئے تو ان کو مدینہ پر حاکم مقرر کیا تھا۔ واقدی کہتے ہیں کہ ان کا انتقال حضرت عثمان کی شہادت کے بعد ہوا۔ ابو عبیدہ نے ذکر کیا ہے کہ سلسلہ میں انتقال ہوا یہی راجح ہے و اللہ اعلم ۱۲ منہ (باقی ص ۲۲ پر)

بن الحارث۔ ان کی زوجہ فاطمہ بنت الحارث۔ حضرت خطاب بن الحارث ان کی زوجہ فاطمہ بنت
 بنت حضرت سار حضرت عمر بن الحارث حضرت نعیم بن عبد اللہ اشراغ بنی عدی حضرت خالد بن سعید

بقیہ ص ۲۱

۱۳ عا طب بن الحارث اچھی یہ ہجرت کر کے حبشہ گئے تھے وہاں انتقال ہو گیا ان کی زوجہ فاطمہ بنت
 الحارث عام یہ بھی ساتھ تھیں وہیں ان کے دو لڑکے پیدا ہوئے محمد اور عمارت جیسا کہ اسداغابہ
 میں ہے اور ابن حجر نے طبرانی سے ذکر کیا ہے کہ عا طب دران نے بھائی خطابؓ حبشہ میں انتقال کیا ۱۴
 ۱۵ عمر بن الحارث۔ عا طب خطاب۔ عمر بنو الحارث تینوں بھائی ہیں۔ ابن اسحق لکھتے ہیں کہ
 رسول اللہ کے دار ارقم میں جانے سے پہلے عمر سلمان ہوئے اور ابن اسحق ان کو شرکار بدر میں بھی
 لکھتے ہیں واللہ اعلم ۱۶ منہ

۱۷ نعیم بن عبد اللہ العدوی المعروف بہ النحام یہ حضرت عمرؓ سے پہلے مسلمان ہوئے تھے اور حضرت
 عمرؓ کی بہن کو قرآن پاک سکھاتے تھے لیکن مکہ ہی میں رہ کر فتح مکہ سے تھوڑا قبل ہجرت کیا۔ وجہ یہ تھی
 کہ پہلے تو ان کا اسلام پوشیدہ تھا لیکن جب ظاہر ہوا تب بھی ان کی قوم ان کو تکلیف نہیں دیتی
 تھی۔ یہ یواؤں اور یتیموں کو نفقہ بانٹتے تھے جب انہوں نے ہجرت کا ارادہ کیا تب بھی ان کو بنی
 عدی کے لوگوں نے کہا کہ تم ہمیں رہو جو دین تمہارا دل چاہے قبول کرو۔ واقعہ یہ کہ روایت ہے کہ
 دین آدمی کے بعد یہ مسلمان ہوئے اور ابن خلیثمہ کی روایت ہے کہ ازین بن آدمی کے بعد مسلمان ہوئے
 موسیٰ بن عقبہ ابن اسحاق مقصعہ لزیبیری اور عروہ وغیرہ سے روایت ہے کہ نعیم اجنادین کی جنگ میں
 شہید ہوئے یعنی حضرت عمرؓ کی خلافت میں لیکن ابن البرقی اور ابن ابی لکبی سے ابن حجر نے نقل کیا ہے
 کہ عروہ موتہ میں شہید ہوئے یعنی رسول اللہؐ کی حیات میں۔ اخبار مدینہ میں یہ روایت آتی ہے کہ مردان
 نے النحام سے ان کا گھرنین ہزار درہم میں خرید کر اپنے گھر میں ملایا تھا اس کا جواب دیتے ہیں کہ براہیم
 بن نعیم کو بھی النحام کہتے تھے واللہ اعلم ۱۸ منہ

۱۹ خالد بن سعید بن العاصی اسلام میں چوتھے یا پانچویں شخص ہیں۔ انہوں نے ایک خواب دیکھا تھا
 کہ میرا باپ جہنم میں ڈال رہا ہے رسول اللہؐ نے چایا یہ حضرت صدیق کے پاس آئے اور خواب
 بیان کیا اور مسلمان ہوئے۔ ان کے والد کو خبر ہوئی تو اس نے تکلیف دی اور کھانا بند کر دیا یہ
 چھپ گئے اور پھر حضرت جعفر اور عثمان کے ساتھ مع اپنی زوجہ کے حبشہ چلے گئے۔ ان کی لڑکی ام خالد
 وہیں پیدا ہوئیں سلمہ بن محارب سے روایت ہے کہ ان کا اسلام حضرت علیؓ سے پہلے تھا مگر باپ کی وجہ سے

ابن العاص۔ ان کی زوجہ ایلنہ بنت خلف یا ہینہ حضرت طاہب بن عمرو حضرت ابو مزیعہ
ابن عتبہ بن ربیعہ حضرت واقد بن عبد اللہ حلیف بنی عدی حضرت خالد بن حزام

بقیہ ص ۲۲

چھپاتے تھے اور ابن خالد سے روایت ہے کہ ان کے والد چار آدمی کے بعد مسلمان ہوئے ابو بکر علی
زید بن حارثہ اور سعد بن ابی وقاص۔ خالد بن سید حبشہ سے حضرت جعفر کے پہلے مدینہ آئے اور
عمر القضا میں شریک تھے۔ اس کے بعد حضور نے ان کو مدح کے صدقات پر مقرر کر دیا تھا۔ اور
ایک روایت ابن جبر نے لکھی ہے کہ حضرت ابو بکر نے ان کو ارشاد کے ایام میں مشارق شام پر مقرر
کیا تھا تو بنی بن عقبہ سے ایک روایت ہے کہ مرج الصفر کے ایام میں شہید ہوئے اور موٹے بن عقبہ
ہی سے دوسری روایت ہے کہ اجنادین میں شہید ہوئے واللہ اعلم ۱۲ منہ

۱۳ طاہب بن عمرو عامری سہیل بن عمرو اور سلیط بن عمرو کے بھائی ہیں بہت قدیم الاسلام میں
ابن جبر لکھتے ہیں کہ امام زہری نے یقین کیا ہے کہ مہاجر بن حبشہ میں یہ پہلے شخص ہیں۔ اور اس پر اتفاق
ہے کہ یہ اصحاب بدر سے ہیں۔ ابن جبر کہتے ہیں کہ لوگوں نے کہا ہے کہ حضرت سودہ بنت زمعہ کا عقد
حضور کے ساتھ انھیں نے کیا تھا یہ اس پر دال ہے کہ ہجرت الی المدینہ سے لوٹ آئے تھے ۱۲ منہ
۱۴ ابو مزیعہ بن عتبہ بن ربیعہ۔ یہ حضرت معاویہ کے ماموں ہیں صاحب ہجرتین ہیں۔ دونوں
قبلہ کی طرف نماز پڑھی اصحاب بدر سے ہیں ابن اسحق کہتے ہیں کہ نینالیس آدمی کے بعد مسلمان
ہوئے۔ یہ یکا میں چھپن سال کی عمر میں شہید ہوئے ۱۲ منہ

۱۵ واقد بن عبد اللہ بنی حنظل حلیف بنی عدی بن کعب ابن اسحق نے ان کو سابقین الی الاسلام
میں لکھا ہے اصحاب بدر سے ہیں۔ عبد اللہ بن حبش کو حضور نے جب نخل بھیجا تھا تو اس میں یہ بھی تھو
اور انھیں نے عمرو بن الحمضری کو شیر مار کر قتل کیا تھا جس کے بارہ میں آیت نازل ہوئی یسئلونک
عن الشہر المحرم امرا لایہ حضرت عمر بن الخطاب نے اس قصہ کے متعلق اشارہ کئے تھے اور خوشی
ظاہر کی تھی۔ ابن ابی حاتم نے روایت کی ہے کہ حضرت عمر کے ابتداء خلافت میں ان کا انتقال ہوا
حکم جہاد کے بعد واقد بن عبد اللہ پہلے قاتل ہیں ۱۲ منہ

۱۶ خالد بن حزام بجائے مہملہ وزائے معجم بن خویلد بن اسد ام المومنین حضرت خدیجہ کے بھائی کو
لڑکے میں قدیم الاسلام ہجرت کر کے حبشہ جارہے تھے راستہ میں سانپ نے کاٹا اس پر انکا انتقال ہو گیا ۱۲

حضرت عامر بن مالک حضرت عاقل بن بکیر حضرت ایاس بن بکیر خالد بن بکیر عامر بن بکیر حضرت عامر بن یاسر ان کی ماں شیمہ صہیب بن نشان رومی مولیٰ بنی جلدعان

۱۵ عامر بن مالک یعنی ابو وقاص۔ یہ عامر حضرت سعد بن ابی وقاص کے بھائی ہیں دس آدمی کے بعد مسلمان ہوئے ابن جحر نے اصابہ میں لکھا ہے کہ واقدی نے حضرت سعد سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں کہ میں آیا تو دیکھا کہ میری ماں حمنہ بنت سفیان اور میرے بھائی عامر بن ابی وقاص کے پاس بہت لوگ جمع ہیں اور عامر مسلمان ہو گئے تھے۔ میں نے پوچھا کیا ہے تو لوگوں نے کہا کہ تمہاری ماں نے قسم کھایا ہے کہ جیتک عامر مرتد نہ ہو جائے وہ سایہ میں نہ جائے گی تو یہ آیت نازل ہوئی۔
وَإِنْ جَاهِدَاكَ عَلَىٰ أَنْ تُشْرِكَ بِي مَا لَيْسَ لَكَ بِهِ عِلْمٌ فَلَا تُطِعْهُمَا۔ اور بلا درسی سے نقل کیا ہے کہ ہجرت ثانیہ میں عامر حبشہ گئے اور حضرت جعفر کے ساتھ واپس آئے اور شام میں حضرت عمر کی خلافت میں انتقال ہوا ۱۲ منہ

۱۶ عاقل بن بکیر بن عبد یلیل بن ناشب بن غیرہ البعہ و تھانیہ اللیش حلیف بنی عدی یقین اولین سے ہیں۔ عاقل دوران کے بھائی ایاس اور عامر بنو بکیر سب غزوہ بدر میں شریک ہوئے اور عاقل وہیں شہید ہوئے موسیٰ بن عقبہ سے اور ابن اسحاق سے ابن جحر نے نقل کیا ہے اور کہتے ہیں کہ ان کا نام عاقل یقین مجہد فاطمہ حضور نے بد لکر عاقل رکھا۔ مہملہ وقاف ابن جحر کہتے ہیں کہ دار ارقم میں سب سے پہلے بیعت عاقل بن بکیر نے کی تھی حکاہ الواقدی۔

۱۷ ایاس بن بکیر قدیم الاسلام ہیں۔ بکیر بن اسحاق کہتے ہیں کہ ایاس کے سوا اور کسی کے متعلق نہیں معلوم ہے کہ چار بھائی غزوہ بدر میں شریک ہوئے ہوں یہ چار بھائی تھے سب نے ہجرت کی اور رفاعہ بن عبد المنذر کے ہاں ٹھہرے اور سب غزوہ بدر میں شریک ہوئے ایاس عاقل خالد عامر۔ عاقل بدر ہی میں شہید ہوئے۔ ایاس فتح مصر میں شریک ہوئے اور مکہ میں ان کا انتقال ہوا۔ خالد یوم الزحج میں شہید ہوئے۔ عامر یامہ میں شہید ہوئے ۱۲ منہ

۱۸ خالد بن بکیر۔ عاقل بن بکیر اور ایاس بن بکیر کے بھائی ہیں چونتیس برس کی عمر میں یوم الزحج میں شہید ہوئے۔ ابن مندہ نے نقل کیا ہے کہ عبد اللہ بن بن جش کے سر یہ ہیں یہی تھے واللہ اعلم ۱۲ منہ

۱۹ عامر بن بکیر ایاس بن بکیر اور عاقل بن بکیر کے حال میں ان کا ذکر ہوا ۱۲ منہ (بقیہ مشہور)

اسلام کے وقت ان میں سے اکثر کاسن بیس برس سے کم تھا۔ اور ان کے خاندان کے بڑے لوگ کافر تھے اس لئے یہ لوگ مسلمان تو ہو گئے تھے مگر پوشیدہ۔ زیادہ غریب تھے جن کا مکہ میں کوئی حامی نہ تھا۔ کچھ غلام تھے جو رؤساء قریش کی نظروں میں کوئی عزت نہیں رکھتے تھے اس لئے ان کا اسلام پوشیدہ تھا۔ اس قدر بن ابی الاسود مخزومی اسلام قبول کر نہوالوں میں بارہویں شخص ہیں۔ ان کا مکان صفا کے دامن میں تھا ان کے اسلام کے بعد حضور اور جو حضرات ایمان لائے تھے وہیں اکثر جمع ہوتے۔ وہیں تعلیم ہوتی۔ اور جس کو اسلام قبول کرنا ہوتا وہیں جا کر مسلمان ہوتا۔ یہ سب لوگ وہیں مسلمان ہوئے چونکہ بنی یاسر آدمی کے بعد حضرت عمار بن یاسر اور حضرت صہیب بن سنان وہیں جا کر بیک وقت مسلمان ہوئے۔ اور مجاہد کی روایت ہے کہ سب سے پہلے جن لوگوں نے اسلام ظاہر کیا وہ یہ سات اشخاص ہیں۔ رسول اللہ ابو بکر صدیق بلال بن رباح۔ جنابت۔ عمار۔ صہیب۔ سمیہ ام عمار۔

۱۵ عمار بن یاسر۔ ان کا حال کتاب میں آگے مذکور ہے ان کی فضیلت میں بہت سی کہانیاں ہیں حضرت خالد بن ولید فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ مجھ سے اور عمار سے کچھ تکرار ہو گئی میں حضور کے خدمت میں گیا تو فرمایا جس نے عمار سے عداوت کی اسے خدا سے عداوت کی اور جس نے عمار سے بغض کیا اسے خدا سے بغض کیا اور فرمایا کہ میرے بعد اتباع کرو ابو بکر اور عمر کی اور طریقہ اختیار کرو عمار کا۔ یہ حدیث تو اتر کر قریب پہنچ گئی ہے کہ حضور نے حضرت عمار سے کہا تھا کہ تم کو باغی جماعت قتل کر دے گی اور یہ متفق علیہ ہے کہ جنگ صفین میں یہ حضرت علی کے ساتھ تھے معاویہ کے لوگوں نے ان کو شہید کیا شہد کے ربیع میں تراویہ برس کی عمر میں شہید ہوئے۔ تمامہ میں حضرت عمار کا کان کٹ گیا تھا پیچھے حضرت عمر نے ان کو کوفہ کا عامل مقرر کیا تھا اور لکھا تھا کہ یہ نجباء اصحاب رسول اللہ سے ہیں ۱۲ منہ

۱۶ صہیب بن سنان رومی۔ اس میں اختلاف ہے کہ یہ اصلاً عربی تھے یا رومی۔ اسلام کے لئے بڑی تکلیف انھوں نے بھی برداشت کی حضرت عمار کی طرح حضور کی خدمت اسلام سے پہلے ہی انھوں نے کی ہے حضرت عمر نے وصیت کی تھی کہ میرے جنازہ کی نماز صہیب پڑھائیں سلسلہ کے سوال میں شہر برس کی عمر میں انتقال ہوا ۱۲ منہ

بعثت کے دوسرے سال جب حضرت حمزہ بن عبدالمطلب سلمان ہوئے تو یہ پہلے شخص تھے جن کے اسلام کا اثر کفار پر پڑا۔ تاہم حالت یہ تھی کہ اس وقت صرف دو وقت کی نماز فرض تھی۔ صبحی اور عصر اس کو بھی کفار کی نظروں سے چھپ کر کہیں میدان یا پہاڑ کی دامن میں ادا کرتے تھے۔ البتہ طواف کے لئے خانہ کعبہ میں آتے تھے۔

تعزیب

جو غلام تھے ان کو اسلام قبول کرنے کے بعد کفار نے بڑی سخت ایذائیں پہنچائیں مگر اللہ کے ان مخلص بندوں نے غیر معمولی صبر و استقامت سے اس کو برداشت کیا اور توحید و اسلام پر ثابت قدم رہے۔ حضرت بلالؓ ان کی ماں حاتمہ۔ ام عیسیٰ۔ النہدیہ اور ان کی لڑکی ان سب نے بڑی سخت تکلیفیں برداشت کیں۔ آخر حضرت ابو بکر صدیقؓ نے ان سب کو خرید کر آزاد کیا۔ بنی نوفل کی ایک جا رہ تھیں جن کو حضرت عمرؓ نے جو اس وقت کافر تھے بہت ایذا دی تھی ان کو بھی حضرت صدیقؓ نے خرید کر آزاد کیا۔ حضرت عمار بن یاسرؓ بڑی مصیبت میں تھے ان کی ماں حضرت سمیہؓ نے ناقابل برداشت تکلیف سے جان دیدی حضرت عمار کو دو پہر کی دھوپ میں کفار بجاتے اور رمضان مکہ میں طرح طرح کا عذاب دیتے۔ رسول اللہؐ اس طرف جاتے ان کی مصیبتیں دیکھتے اور فرماتے مُبَرِّاَ اَکْ یَا سَمِیَّہُ مَوْعِدُکُمُ الْجَنَّةُ یہ سب کچھ تھا مگر اسلام پھیلتا جا رہا تھا۔ مذکورہ حضرات کے علاوہ اور بہت سے حضرات پوشیدہ سلمان ہو چکے تھے۔

آغاز دعوت اور اس کا طریقہ

حضور کا قاعدہ تھا کہ جو آیتیں آپؐ پر نازل ہوتیں وہ مسلمانوں کو یاد کرا دیتے جو مسلمان نہیں ہوئے تھے ان کو یہ آیتیں پڑھ کر سناتے اس میں خدا کی حمد۔ اس کے قدرت

۱۰۷۱
آل یاسر میں کرار کر کے سب کے لئے جنت کا وعدہ ہے

کاملہ کا ذکر۔ اُس کے عزت جلال اور تمام صفات کاملہ کا بیان تھا۔ ایک ایک لفظ اس کا ایسا تھا جو کفار کو باوجود مخالفت کے لرزہ بر اندام کر دیتا تھا۔ اور معجز ناکشش سے لوگوں کو اپنی طرف کھینچ لیتا تھا۔ احکام میں سب سے پہلے نماز فرض ہوئی۔ حضرت جبریل آپ کو عقبہ کے پیچھے داوی میں لے گئے وہاں ایک چشمہ نمودار ہوا۔ حضرت جبریل نے وضو کر کر وضو کا قاعدہ بتایا اور امامت کر کے طریق نماز کی تعلیم دی۔ آپ نے حضرت خدیجہؓ کو اور دوسرے مسلمانوں کو وضو اور نماز کا قاعدہ سکھایا حضور بھی اور صحابہ بھی کہیں چپکر ہاڑوں کو شعب میں نماز ادا کرتے تھے۔

ایک روز جناب رسول اللہ اور حضرت علیؓ نماز پڑھ رہے تھے۔ وہاں خواجہ ابوطالب پہنچے وہ رسول اللہ کے چچا اور حضرت علیؓ کے والد تھے۔ دیکھتے رہے۔ نماز کے بعد پوچھا کہ یہ کیا کر رہے تھے حضور نے فرمایا کہ اللہ پاک نے مجھے رسول بنا کر بھیجا ہے۔ بت پرستی سے منع کیا ہے اور اپنی خاص عبادت فرض کی ہے اور اس کے ادا کرنے کا یہی قاعدہ ہے۔ اور چچا آپ بھی خدا کے اس دین کو قبول کریں اور اس عظیم الشان کام میں میری امداد کریں۔ خواجہ ابوطالب نے کہا کہ اے عزیز میں اپنے آبائی دین کو چھوڑ تو نہیں سکتا لیکن تم اطمینان سے اپنا کام کر دو میں ہر طرح تمہاری امداد اور حفاظت کروں گا۔ اصحاب سیر لکھتے ہیں کہ انھوں نے حضرت علیؓ سے بھی کہا کہ بیٹا محمدؐ بھی تمہاری بدخواہی نہیں کر سکتے یہ جو کہیں ان کی بات پر عمل کرو۔

ایک دفعہ حضرت سعد بن ابی وقاصؓ اسی طرح بعض ساتھیوں کے ساتھ چپکر نماز پڑھ رہے تھے کفار نے دیکھ لیا اور شرارت کرنے لگے۔ حضرت سعد نے اونٹ کی ایک ہڈی اٹھا کر اس کو مارا اسی لئے کہتے ہیں کہ اسلام کی حمایت میں سب سے پہلا خون حضرت سعدؓ نے کیا بعض روایتوں میں ہے کہ اسلام کی حمایت میں سب سے پہلی تلوار حضرت زبیر بن العوامؓ نے اٹھائی واللہ اعلم

دعوت کا دوسرا دور

تقریباً تین سال تک اسی طرح دعوت پوشیدہ رہی جو خود مسلمان ہونے کے لئے جانا اور
اسے مسلمان کرتے جو شوق ظاہر کرتا اس کو کلام الہی سناتے جو مسلمان ہو جاتا اس کو کلام اللہ یاد
کراتے اور جو احکام نازل ہو چکے تھے اس کی تعلیم دیتے۔ بعثت کے تیسرے سال آیت نازل
ہوئی فاصدع بما قوم و اعرض عن المشرکین۔ ذات ریشہ و تات الاقریبین و اخض
جناہک لمن اتبعک من المؤمنین و قل انی انا النذیر المبین۔ ان آیات کے نزول
کے بعد علانیہ تبلیغ کا حکم ہوا۔ اپنے تمام قریش کو شہر کے باہر بلوایا اور صاف صاف
احکام الہی پیش کر دیئے۔ توحید خالص کی تشریح کر دی۔ شرک و بت پرستی کی خرابیوں کو
بالتفصیل بیان کر دیا۔ اپنے اعمام و نبی اعمام اور اعزہ اور رشتہ دار میں سے ایک ایک
کو مخاطب کر کے کہہ دیا کہ ہر شخص کی نجات اپنے ایمان اور اعمال صالحہ پر موقوف ہے یہ نہ
سمجھنا کہ ہم رسول اللہ کے رشتہ دار ہیں اس لئے چھوٹ جائیں گے۔ ابتداءً اس پر کفار
کچھ زیادہ نہ بگڑے لیکن جب آیت نازل ہوئی انکم انتم و ما تعبدون من دون اللہ
حصب جہنم اور حضور نے بت اور بت پرستی کی خرابیوں کو صاف صاف واضح کرنا
شروع کر دیا۔ تو کفار نے بڑے زور و شور سے عداوت شروع کر دی۔ اور سارے کفار
آپ کی دشمنی پر متفق ہو کر اٹھے اور بڑی شدت سے مخالفت کی۔

جب خواجہ ابوطالب نے دیکھا کہ کفار شدید مخالفت کر رہے ہیں اور ان کو اندیشہ
ہوا تو انہوں نے بھی علانیہ رسول اللہ کی حمایت کا اعلان کیا۔ ابوطالب اس وقت
مکہ میں اس پایہ کے شخص تھے جس کے مقابلہ کی ہمت کسی کو نہ تھی۔ تمام بنی عبد مناف انکے
اشارہ پر سرکٹانے کے لئے متعہد تھے اس لئے کفار شدید مخالفت کے باوجود کچھ نہ کر سکے
اور حضور نے اپنا تبلیغ کا طریقہ علیٰ حالہ جاری رکھا۔

لے ام اور جس کو خدا کے سوا اور کوئی پوجتے ہیں انہیں جہنم میں

خواجہ ابوطالب کے پاس پہلا وفد

جب کفار نے دیکھا کہ نہ ان پر ہماری ناراضی کا اثر پڑتا ہے۔ نہ ہمارے معبودوں کو بُرا کہنے سے رکتے ہیں اور ان کے چچا ابوطالب ان کی حمایت کر رہے ہیں تو ان کا رنج و غصہ بہت بڑھ گیا۔ آخر سبھوں نے مشورہ کیا اور جمع ہو کر خواجہ ابوطالب کے پاس آئے ان میں قریش کے مشہور سردار یہ سب تھے۔

عتبہ بن ربیعہ۔ ثلیبہ بن ربیعہ۔ ابوسفیان بن حرب۔ عاص بن ہشام۔ اسود بن المطلب بن اسد۔ ابوالحکم عمر بن ہشام یعنی ابو جہل۔ ولید بن المغیرہ۔ منبہ بن کھلاج بن عامر۔ عاص بن داکل وغیرہ انھوں نے کہا کہ اے ابوطالب تمہارے بھتیجے نے ہمارے معبودوں کو گالی دیا۔ ہمارے دین میں عیب لگایا ہمارے عقائد کی بُرائیاں کہیں۔ ہمارے آبا و اجداد کو گمراہ کیا۔ اب یا تو تم ان کو ان باتوں سے روکیا یا ان کی حمایت سے الگ ہو جاؤ کیونکہ تمہاری حالت بھی ہماری ہی سی ہے۔ تمہارا دین بھی وہی ہے جو ہمارا اور تمہارے عقائد و خیالات بھی وہی ہیں جو ہمارے۔

خواجہ ابوطالب نے ان لوگوں کو نہایت نرمی سے سمجھا کر رخصت کر دیا۔

دوسرا وفد

رسول اللہ صلی علیہ وسلم علیٰ حال اپنے کام میں مشغول رہے۔ اور قرآن پاک کی تعلیم علانیہ لوگوں کے سامنے پیش کرتے رہے بہت سے لوگ اسلام میں داخل ہوئے۔ اور عقائد حقہ کا گمراہ اثر لوگوں پر پڑنے لگا۔ ایسے کفار میں اضطراب پیدا ہوا۔ اور قریش کے ہر جمع میں رسول اللہ کا ذکر ہونے لگا ایک دوسرے کو بھڑکانے لگے۔ آخر سب ملکر پھر خواجہ ابوطالب کے پاس آئے۔ کہا کہ اے ابوطالب آپ عمر میں بھی ہم سب میں بڑے ہیں۔ مرتبہ بھی آپ کا ہم سب سے

بلند ہے۔ عزت بھی آپ کی سب سے زیادہ ہے۔ ہم سب نے چاہا اور آپ سے استدعا کی کہ اپنے
 بھتیجے کو ان باتوں سے روکیں لیکن آپ نے نہ روکا۔ اب خدا کی قسم ہم سے صبر نہیں ہو سکتا
 کہ ہمارے آباگالی سنیں ہمارے عقائد کو علانیہ بُرا کہا جائے۔ ہمارے مجودوں میں عیب لگایا
 جائے۔ اب یا تو تم ان کو روکنا پھر ہم تم سے اور ان سے لڑ کر فیصلہ کریں گے یا ہم نہ رہینگے
 یا تم نہ رہو گے۔
 اتنا کمزور وہ لوگ غصہ میں اٹھ کر چلے گئے۔

خواجہ ابو طالب کا اضطراب

خواجہ ابو طالب اس وقت سخت پریشان ہوئے۔ ان کو یہ بہت شاق ہوا کہ ساری قوم
 ناراض اور دشمن ہو گئی ہے۔ مشکل یہ تھی کہ نہ ان کا نفس یہ گواہ کرتا تھا کہ اسلام قبول
 کر لیں۔ اور نہ یہ پسند تھا کہ رسول اللہ قتل کیے جائیں یا ذلیل ہوں۔ انھوں نے یہی پریشانی
 میں رسول اللہ کو بلوایا اور کہا۔

”اے محمد! تمہاری قوم جمع ہو کر میرے پاس آئی تھی اور اس نے اس اس طرح مجھ سے
 گفتگو کی۔ تم ہم پر اور اپنے اوپر رحم کرو۔ ہم پر ایسا بوجھ نہ ڈالو جو میرے برداشت کے قابل نہ ہو۔“
 حضور نے سمجھا کہ ان کو کفار کے مقابلہ میں اپنا ضعف محسوس ہوا ہے اس لئے اب میری
 حمایت سے دست بردار ہونا چاہتے ہیں۔ اور مجھ کو کفار کے سپرد کر دینا چاہتے ہیں
 حضور نے فرمایا۔

”چچا! قسم ہے خدائے ذوالجلال کی میں مامورین اللہ ہوں۔ اگر یہ لوگ میرے داہنے ہاتھ
 میں آفتاب اور بائیں ہاتھ میں ماہتاب رکھ دیں تاکہ میں ان احکام کی تبلیغ چھوڑ دوں تو
 یہ ناممکن ہے۔ یا تو خدا کی توحید کو غلبہ ہوگا بت پرستی فنا ہوگی اور احکام الہی جاری ہوگا
 یا میں نہ رہوں گا۔ اور ہلاک کر دیا جاؤں گا۔“ اس کے کہنے کے بعد آپ کے آنکھوں سے

آنسو نکل آئے۔ اور آپ اٹھ کر وہاں سے چلے۔

خواجہ ابوطالب پر آپ کی اس انتقامت کا بہت اثر پڑا۔ انھوں نے بلایا اور کہا کہ
لے عزیز لے میرے بھتیجے جو تمہارا دل چاہے کہو اور کرو میں کسی حالت میں تم کو دشمنوں کو
پس نہ کروں گا۔

کفار کا تیسرا اجتماع

اس کے بعد بھی جب کفار کو یقین ہو گیا کہ خواجہ ابوطالب کسی طرح رسول اللہ کی نفرت
پسند نہیں کریں گے۔ اور نہ ان کی حمایت چھوڑیں گے۔ اس کے لئے وہ سارے قوم کی مخالفت
اور عداوت کی بھی پرواہ نہیں کرتے۔ تو اس کے لئے انھوں نے ایک ترکیب اور کی؟ وہ لوگ
عمارہ بن الولید کو ساتھ لیکر خواجہ ابوطالب کے پاس آئے۔ اور کہا کہ لے ابوطالب تمہارے
بھتیجے نے ہمارے مجوروں کو ہمارے دین و عقائد کو۔ ہمارے آباؤ اجداد کو جو کچھ کہا ہے اس پر
تم واقف ہو۔ اب ہم تمہارے پاس عمارہ بن ولید کو لائے ہیں یہ قریش میں سب سے زیادہ
عقل مند جوان ہے اس کو تم لے لو اور اس کے بدلہ تم اپنے بھتیجے کو میرے پس در کرو۔ معاوضہ
میں کوئی عذر اور مضائقہ نہ ہونا چاہیے۔ خواجہ ابوطالب نے کہا کہ سبحان اللہ یہ تو بدترین
سو دا ہے۔ تم اپنا لڑکا دیتے ہو کہ ہم اس کو اپنے پاس سے کھلائیں۔ اور میرے لڑکا مانگتے ہو
کہ اس کو قتل کرو۔ کیسے بھی نہیں ہو سکتا مطعم بن عدی نے کہا کہ لے ابوطالب تمہارے
ساتھ تمہاری قوم نے بالکل انصاف کیا ہے جس پر ثانی میں وہ بتلا ہو گئے ہیں
اس سے بچنے کے لئے انھوں نے پوری کوشش کی مگر معلوم ہوتا ہے کہ ان کی کوئی بات قبول
کرنے کے لئے تم تیار نہیں ہو۔ خواجہ ابوطالب نے کہا کہ اللہ یہ انصاف نہیں ہے۔ اور اسے
مطعم یہ تو ہی نے قوم کو بھڑکا کر میرے خلاف مظاہرہ کرایا ہے۔ اور تم سب چاہتے ہو کہ ہمیں
ذلیل کرو۔ جاؤ تم لوگوں کے دل میں جو آئے کرو۔

اس کے بعد نظارہ یہ معلوم ہونے لگا کہ اب حرب قائم ہونا چاہتی ہے۔ حرب کے آثار
نظارہ ہونے لگے اس وقت خواجہ ابوطالب نے قبائل قریش کو مخاطب کر کے اشعار کے
میں اور اُس میں خاص کر مطم بن عدی کو اور بنی عبد مناف کے دوسرے ایسے لوگوں کو
مطالب کیا ہے جو دشمنوں کے ساتھ مل گئے تھے۔ اُن میں کا دو شعر یہ ہے۔

اخض خصوصا عبد شمس ونوفلا همانذا نامثل ما یبذل الجمر
ہما اشرا کافی لمجد من لا ابالة من الناس الا ان یس له ذکرا

کفار کے مظالم

اس کے بعد کفار قریش نے مشورہ کر کے یہ طے کیا کہ جن جن قبائل میں لوگ مسلمان ہو گئے
ہیں اُس قبیلہ والے خود اُن مسلمانوں کو سزا دیں تاکہ وہ لوگ پھر اپنے دین پر واپس آئیں
یہ مسلمانوں کے لئے بڑی مصیبت اور آزار کا وقت تھا۔ سابقین اولین پر اُس وقت
کفار کے ہاتھوں بڑے بڑے عذاب ہوتے۔ اور بڑی سخت تکلیفیں پہنچائی گئیں۔ آہ و بکا سے
مکہ کا راستہ گونج اٹھا۔ ہر طرف دادیلا اور دامصیبتا کی صدا کہیں بلند ہوئیں۔ جناب رسول اللہ
نظارہ خواجہ ابوطالب کی وجہ سے ہنوز کفار کی دست درازیوں سے محفوظ تھے مگر نظارہ ہے
کہ اُن کو سب سے زیادہ دشمنی حضور ہی کے ساتھ تھی۔ خواجہ ابوطالب نے جب کفار کی ان
شرارتوں کو دیکھا۔ تو اپنی قوم کو رسول اللہ کی حمایت کی دعوت دی۔ سارے بنی
عبد المطلب۔ تمام بنی ہاشم اور بنی عبد مناف میں سوا کثر نے اُن کی دعوت پر لبیک کہا
اور جمع ہو گئے سوائے ایک بولہب کے جو اگرچہ رسول اللہ کا چچا تھا مگر بچا کا فرار رسول اللہ
کا شدید دشمن تھا اور دشمنوں کے ساتھ تھا۔ خواجہ ابوطالب نے اپنی قوم کے اس اجتماع پر
ایک فخریہ قصیدہ میں خوشی کا اظہار کیا ہے۔ اور کہا ہے کہ قریش اگر اپنی ساری طاقت
بھی صرف کریں تو وہ بنی ہاشم کا کچھ نہیں بگاڑ سکتے۔

اشاعتِ سلام

یہ سب کچھ ہو رہا تھا۔ کفار حضور کے قتل کرنے کے بڑے بڑے منصوبے کر رہے تھے۔ بار بار خواجہ ابوطالب کے پاس آتے تھے۔ آپس میں مشورے کرتے تھے۔ مسلمانوں کو تکلیفیں اور ایذائیں دیتے تھے۔ مگر حضور ان میں سے کسی بات کا جواب نہیں دیتے تھے۔ ان سب باتوں کا مقابلہ جو کچھ کر رہے تھے وہ خواجہ ابوطالب حضور اپنے کام میں مشغول تھے۔ قرآن پاک کی آیتیں جو برابر نازل ہو رہی تھیں اُس کو لوگوں کے سامنے پیش کرتے تھے۔ خدا کی مخالفت اُس کی رزائی اور عزت و جلال کو بیان فرماتے تھے۔ خدا کی خشیت اور عبادت الہی کی تاکید کرتے تھے۔ نماز وغیرہ کے احکام جو آچکے تھے اُسکے ادا کرنے کی ترکیب بتاتے تھے۔ منہیات کی برائیاں ہر شخص کے دلوں پر نقش کرتے تھے۔ آپ کی تعلیم کا یہ اثر تھا کہ جو مسلمان ہو جانا تھا وہ بُرائیوں سے پاک ایک فرشتہ صفت انسان بن جانا تھا۔ ایمان میں کامل اور صبر و استقامت کا ایک پہاڑ ہوتا تھا جس کو کوئی خوف اور کوئی لالچ بھی جنبش نہیں کر سکتی تھی۔ قرآن پاک کی آیتیں جن الفاظ میں خدا کی حمد و ثناء بیان کرتی تھیں وہ ایسے پیارے اور ایسے مؤثر الفاظ تھے کہ جو سنتا تھا مست ہو جانا تھا۔ اس کا یہ اثر تھا کہ اسلام روزانہ ترقی کر رہا تھا مخالفین کے بھی ہر گھر میں اس کا چرچا تھا۔ مخالفین اپنی شدت سے مخالفت کر رہے تھے مگر وہ حیران تھے کہ خود اُن کے گھروں کی عورتیں۔ اُن کے جوان لڑکے۔ اُن کے سمجھدار لوگ جو قرآن پاک سننے سے مسحور ہو جاتے تھے۔ اور پھر کوئی خوف اور کوئی لالچ اسلام قبول کرنے سے اُن کو روک نہ سکتی تھی۔

حضور کو ساجر مشہور کرنا

کفار قریش کے لئے ایک مشکل یہ پیش آئی کہ حج کا موسم آگیا۔ وہ سمجھے کہ محمد (صلی اللہ علیہ

وہم کی نبوت کا چرچہ عرب کے قبائل میں ہو چکا ہے۔ قبائل جمع ہوں گے تو وہ یقیناً اسکی تحقیق کرنی چاہیں گے۔ ایسا نہ ہو کہ محمد کا اسلام اس طرح تمام قبائل میں پھیل جائے۔ اُس کی روک کے لئے مشورہ کرتے کو وہ سب ولید بن مغیرہ کے پاس جمع ہوئے۔ ولید ان میں سے اور عقل مند شخص تھا ولید نے کہا کہ اے قریش حج کا موسم آگیا ہے۔ اور قبائل محمد کا تذکرہ سن چکے ہیں تم کو چاہیئے کہ ان کے بارہ میں ایک راتے قائم کر لو۔ تاکہ ہر شخص قبائل کے لوگوں کے سامنے ایک ہی بات کہے ایسا نہ ہو کہ ایک کچھ کہے اور دوسرا کچھ۔ اور ایک کا قول دوسرے کے خلاف ہو تو اس کا نتیجہ اچھا نہ ہوگا۔

بھوں نے کہا یہ بہت ٹھیک ہے۔ مگر راتے دیکھ کیا کہا جائے۔

ولید نے کہا کہ نہیں تم لوگ کہو کیا کہو گے قریش نے کہا کہ ہم لوگ کہیں گے کہ محمد کا من میں ولید نے کہا کہ واشر وہ کا من نہیں ہیں میں نے کاہنوں کو دیکھا ہے ان کے اور ان کے باتوں کی کوئی واسطہ نہیں ہے۔ قریش نے کہا کہ مجنون کیسے ولید نے کہا کہ وہ مجنون بھی نہیں ہیں۔ کیا ہم لوگوں نے مجنون نہیں دیکھے۔ مجنون ایسے ہی ہوتے ہیں قریش نے کہا۔ اچھا شاعر کیسے ولید نے کہا۔ ہم شعر خوب جانتے ہیں۔ رجز۔ ہزج۔ قریضہ۔ مقبوضہ۔ متوسطہ۔ سب سے واقف ہیں ان کا کلام ہرگز شعر نہیں ہے۔ قریش نے کہا کہ تو پھر ہم سب ان کو ساحر کہیں گے ولید نے کہا کہ ہم نے ساحروں کو بھی دیکھا ہے۔ نہ تو ان میں ساحروں کا ساقہ ہے۔ نہ نفث

سب نے کہا کہ اچھا تم بتاؤ تمہاری کیا رائے ہے ولید نے کہا واشر اس کلام میں کچھ لذت ہی اور ہے۔ اور یہ جو کچھ تم کہہ رہے ہو سب باطل ہے۔ مگر اس وقت افریقہ ہی ہے کہ ہم سب ان کو ساحر ہی کہیں۔ اسلئے کہ ان کے کلام کی وجہ سے عورت مرد میں۔ باپ بیٹے میں بھائی

۱۔ ابن ابی نکتہ ہیں کہ ولید بن مغیرہ کی شان میں آیہ نازل ہوئی ذرئی ومن خلقت وحیداً
وجعلت له مالا ممدوداً وبنین شہوداً ومعدت له تمہیداً انتم بطمعه
ان اذید کلاً انه کان لا یأتنا عنداً ۱۲ منہ

بھائی میں۔ اشخاص اور اُس کے اقربا میں تفریق اور جدائی ہو گئی ہے۔ اور اس قدر اختلافات پیدا ہو گئے ہیں۔ اور یہی سحر کا اثر ہوتا ہے۔

الغرض سب اسی امر پر متفق ہو کر اٹھے۔ اور جب قبائل جمع ہوئے تو ایک ایک شخص کو حضور کو خلاف بٹھرایا۔ اور آپ کے پاس جانے سے ڈرایا جب یہ قبائل منتشر ہوئے تو تمام عرب میں مخالفانہ جذبات پھیل گئے۔ اور سارے قبائل میں رسول اللہ کی دعوت نبوت۔ اور بنی ہاشم کی حمایت کا ذکر ہونے لگا۔ خواجہ ابو طالب کو اندیشہ ہوا کہ کہیں قبائل ہر طرف سے بنی ہاشم پر حملہ نہ کر دیں۔ انھوں نے اُس وقت ایک طویل قصیدہ میں مکہ کے ایک ایک منبرک مقام کا نام لیکر اسراف قوم کو اپنی حمایت پر مستعد کیا ہے۔ اور بڑے استقلال کے ساتھ سب کو متنبہ کر دیا کہ جو ہو جائے کسی حال میں یہ نہیں ہو سکتا کہ ہم محمد کو دشمنوں کے سپرد کر دیں۔ اُسی قصیدہ میں یہ اشعار ہیں

كذبتم وبيت الله نذركم مكة
كذبتم وبيت الله نذرى حمدا
ونسلمه حتى تصرع حوله
ونظعن الاممكم في بلايل
ولما تطاعن دونه وناضل
ونذهل عن انبائنا والحلائل

اور اُسی میں ہے۔

وابيض يستقى العمام بوجه
شمال ليتامى عصمة للادامل
قریش کے اس اشتعال اور شرارت کا نتیجہ یہ تو نہ نکلا کہ قبائل عرب بنی ہاشم کے خلاف کہہ کر حملہ کر دیں۔ بلکہ نتیجہ یہ نکلا کہ اہل مدینہ کو یہود سے شکریہ انتظار تھا کہ کسی نبی کا ظہور جلد ہو نہ والا ہے جب اُن کو خیر ملی تو یقین ہو گیا کہ یہ وہی نبی ہیں۔ اور وہاں سے آکر انھوں نے عقبہ میں بیعت کی اور مسلمان ہوئے۔

لہ جن لوگوں نے آیات خداوندی کو جادو و شہ کمانت وغیرہ کہا ان کے بارہ میں نازل ہوا السذین جعلوا القرآن عضین فودتک لئن لیسنا لنعلم انہما جمعین عما کاوا العملون ۱۲ منہ

حضرت حمزہؓ کا اسلام

یہ معلوم ہو چکا ہے کہ اُس زمانہ میں رسول اللہؐ زیادہ تر دار ارقم میں رہا کرتے تھے۔ ایک روز کوہ صفا کے پاس سے ابو جہل جا رہا تھا۔ اُس نے رسول اللہؐ کو دیکھا۔ تو آپؐ کی شان میں اُسے گستاخی کی۔ ناملائم الفاظ کہے۔ اور اسلام کو برا بھلا کہا۔ رسول اللہؐ ساکت بیٹھتے رہے اُس کا کچھ جواب نہ دیا۔ اس کے بعد وہ بھی چلا گیا اور رسول اللہؐ بھی تشریف لے گئے۔ لیکن بنی عبد مناف کی ایک عورت جس کا مکان وہیں پر تھا یہ سب سن رہی تھی اور دیکھ رہی تھی۔ اس کے بعد اُسی طرف حضرت حمزہؓ گزرے۔ حضرت حمزہؓ شکار کے بڑے شائق تھے اور قریش میں اُن کی عزت بھی بہت تھی۔ اُس عورت نے اُن سے بیان کیا کہ تمہارے بھتیجے سے ابو جہل نے آج یہ برتاؤ کیا اور وہ بالکل ساکت رہے۔ اُن کو یہ سن کر بڑا غصہ ہوا اُسی وقت ابو جہل کی تلاش میں چلے۔ دارالندوہ میں آ کر دیکھا کہ مسجد میں کچھ لوگوں کے ساتھ بیٹھا ہوا ہے اُس کے قریب گئے اور اپنی کمان اٹھا کر دوسرے اُس کے سر پر ماری اور کہا کہ تو محمدؐ کو گالی دیتا ہے اور جانتا نہیں کہ میں بھی انھیں کے دین پر ہوں جو وہ کہتے ہیں وہی میں بھی کہتا ہوں اگر طاقت ہے تو میرا رد کر بنی مخزوم اُٹھے کہ ابو جہل کی حمایت کریں لیکن ابو جہل نے روک دیا۔ اور کہا ابو عمارہؓ کو کچھ نہ کہو واقعی میں نے آج اُنکے بھتیجے کو بُری گالیاں دی ہیں مگر اس قصہ کے بعد حضرت حمزہؓ واقعی اسلام پر ثابت قدم ہو گئے کفار پر اس کا بہت اثر پڑا کیونکہ یہ ایک لبر اور شہ زور جوان تھے انھوں نے دیکھا کہ یہ اب رسول اللہؐ کی حمایت کریں گے۔ اور اسی وجہ سے اُن کے اسلام کے بعد کفار کی بہت سی شرارتیں کم ہو گئیں واللہ اعلم حضرت حمزہؓ بعثت کے دو برس بعد مسلمان ہوئے۔

عتبہ کا حضور کے پاس آنا

جب قریش نے دیکھا کہ قبائل کے اشتعال سے بھی کوئی نتیجہ نہ نکلا اور حمزہؓ بن عبد المطلب کے

علانیہ مسلمان ہو جانے سے اسلام کو بہت تقویت پہنچ گئی ہے تو وہ بہت پریشان ہوئے
ایک روز جناب رسول اللہ تنہا مسجد میں بیٹھے ہوئے تھے۔ اور قریش دارالندوہ میں جمع تھے۔
ابوالولید عتبہ بن ربیعہ قریش کا ایک معزز سردار تھا اُس نے کہا کہ اے قریش میں جانا ہوں اور
محمد کے آگے چند امور پیش کرتا ہوں۔ اگر اُن میں سے کسی بات کو وہ قبول کر لیں تو ہم لوگ پورا
کر دیں گے اور اس تردد سے نجات پائیں گے۔ سب نے کہا کہ ہاں اے ابوالولید ضرور جادو اور گفتگو کرو
وہ رسول اللہ کے پاس آکر بیٹھا اور کہا کہ اے ابن عم ہماری جماعت میں جو تمہارا مرتبہ ہے اور شرافت
نہی میں جو تمہارا درجہ ہے وہ ظاہر ہے۔ اس میں کسی شخص کو کلام نہیں ہو سکتا۔ لیکن تم نے ایک
امر عظیم پیش کیا ہے جس کی وجہ سے تم نے خود اپنی جماعت میں تفرقہ ڈال دیا۔ اُن کے عقائد کو بُرا
کہا۔ اُن کے معبود اور اُن کے دین میں عیب لگایا۔ اُن کے آباؤ اجداد جو مرچکے ہیں اُن کی تکفیر کی۔
اس لئے میں آیا ہوں آپ میری بات توجہ سے سنیں چند امور میں پیش کرتا ہوں۔ اُن میں سے کوئی
بات آپ قبول کر لیں تو فاد رک جائیگا۔ رسول اللہ نے کہا کہ ہاں میں سنتا ہوں فرمائیے
عتبہ نے کہا۔

اس دعویٰ نبوت سے آپ کی غرض اگر مال جمع کرنا ہے تو ہم سب ملکر اتنا مال آپ کے واسطے
جمع کر دیں گے کہ آپ ہم سب سے زیادہ دو متمند ہو جائیں گے۔ اور اگر آپ کی غرض شرف و سیادت ہے
تو ہم سب آپ کی سیادت تسلیم کر دیں گے اور آپ کی مرضی کے خلاف کوئی شخص کوئی کام نہیں کرے گا
اور اگر آپ کی غرض بادشاہت کرنا ہے تو ہم تیار ہیں کہ آپ کو اپنا حاکم مقرر کر لیں۔ لیکن اگر
ان میں سے کسی چیز کی آپ کو خواہش نہ ہو بلکہ یہ باتیں دماغ کی خرابی اور جنون کی وجہ سے
ہوں اور اُس کا علاج ہم لوگوں کے اختیار میں نہ ہو تو ہم مستعد ہیں کہ سب لوگ ملکر مال جمع
کریں اور کسی کا بل طبیب سے آپ کا علاج کرائیں تاکہ آپ کو صحت ہو جائے بعض وقت
بیماریاں اس قسم کی ہوتی ہیں جو سمجھ میں نہیں آتیں دوا کرنے سے صحت ہو جاتی ہے حضور نے
عتبہ کی پوری تقریر کو نہایت سکوت اور تحمل سے سنا جب وہ فارغ ہوا تو حضور نے فرمایا کہ

جو کچھ آپ کو کہنا تھا کہ چکے اب سُنے عتبہ نے کہا کہ ہاں فرمائیے میں سُنتا ہوں حضور نے فرمایا۔
 بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ - حَمْدٌ تَزِیْلُ مِنَ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ کِتَابٌ
 فَصَّلَتْ اٰیَاتُہٗ قُرْاٰنٌ عَرَبِیًّا لِّعَلَّہُمْ یَعْلَمُوْنَ بِشِیْءٍ اَوْ نَذِیْرًا فَاَعْرِضْ عَنْہُمْ اَکْثَرُہُمْ
 فَہُمْ لَا یَسْمَعُوْنَ وَقَالُوا قُلُوْبُنَا فِی الْاِثْمِ مَا تَدْعُوْنَا اِلَیْہٖ ؕ
 حضور پڑھ رہے تھے اور عتبہ محبت کے عالم میں اپنے دونوں ہاتھوں کو پشت کی جانب تک
 متحرک رکھتا تھا جب حضور نے آیۃ سجدہ پڑھی تو سجدہ میں چلے گئے بعد اُس کے سجدہ سے سر مبارک اٹھا کر
 فرمایا کہ اے عتبہ تم نے سُنا لیا؟ اب غور کرو کہ ہمیں درمیان کیا کرنا چاہیئے۔

عتبہ وہاں سے اُسی کیفیت میں اٹھ کر کفار کے پاس گیا۔ اُنھوں نے پوچھا کہ ہو کیا حال ہے
 عتبہ نے کہا کیا حال پوچھتے ہو میں نے ایک کلام سُنا ہے اور ایسا کلام کہ اللہ کی قسم اس سے پہلے
 کبھی نہ سُنا تھا۔ نہ تو وہ شعر ہے۔ نہ سحر ہے۔ نہ کہانت ہے۔ اے قریش اس شخص کے پیچھے نہ پڑو۔ یہ کلام
 اثر کیے بغیر نہیں رہ سکتا۔ تم چھوڑ دو اگر یہ شخص غالب آیا تو اس کا غلبہ تمہارا غلبہ ہے۔ اور اس کی
 عزت تمہاری عزت ہے۔ اور اگر مغلوب ہوا تو تمہارا مقصد حاصل ہوا۔ تمہاری مداخلت کی ضرورت
 نہیں ہے۔ قریش نے کہا کہ اے ابوالوید خدا کی قسم اس شخص نے اپنے کلام سے تجھ کو مسحور کر دیا ہے
 عتبہ نے کہا کہ خیر میں نے اپنی رائے بیان کر دی ہے۔ اب تم کو اختیار ہے جو دل چاہے کرو۔

کفار کا حضور کے پاس اجتماع

اس قصہ کے بعد پھر ایک روز غزوہ آقاب کے قریب کعبہ کے پاس بڑے بڑے کفار قریش
 جمع ہوئے جن میں یہ لوگ بھی تھے عتبہ بن ربیعہ۔ شیبہ بن ربیعہ۔ ابوسفیان بن حرب۔ نضر بن
 الحارث۔ ابوالبختری۔ اسود بن المطلب بن اسد۔ زمعہ بن الاسود۔ ولید بن المغیرہ۔ ابوہل
 بن ہشام۔ عبداللہ بن ابی امیہ۔ عاص بن وائل۔ بنتہ بن الحجاج۔ امیہ بن الخلف وغیرہ
 بھوں نے مشورہ کیا کہ آج محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو بلا کر فیصلہ کر لو۔ حضور کے پاس آدمی گیا آپ

تشریف لائے کفار نے وہی باتیں پیش کیں جو پہلے ابوالولید عتبہ بن ربیعہ نے پیش کی تھیں حضور نے فرمایا کہ اشریاک نے مجھے اپنا رسول بنا کر بھیجا ہے اور اپنی کتاب بھیجی ہے۔ میرا کام یہ ہے کہ بُرائی سے تم کو ڈراؤں اور بھلائی کی نصیحت کروں۔ میرا کام صرف احکام الہی کا تم کو پہنچا دینا ہے اگر تم نے قبول کر لیا تو دنیا و آخرت میں تمہارا ہی فائدہ ہے۔ اور اگر نہ قبول کیا تو صبر کرو گاخنے کہ اشریاک ہمارا تمہارا فیصلہ کرے۔ نہ تو اس تبلیغ کے لئے تم سے مال چاہتا ہوں نہ شرف و بزرگی کا آرزو مند ہوں۔ نہ ہمیں تمہاری بادشاہت کی تمنا ہے۔ میرا جو کچھ فرض ہے وہ بجالانا ہوں۔ اوکا قال

کفار قریش نے کہا کہ خیر اگر تم میری یہ باتیں قبول نہیں کرتے تو ایک کام کرو تم جانتے ہو کہ ہمارا شہر کس قدر تنگ ہے۔ اور معیشت کی ہم لوگوں کو کیسی کمی ہے جس خدا نے تم کو رسول بنا کر بھیجا ہے اس سے سوال کرو کہ اطراف شہر کے پہاڑوں کو یہاں سے ہٹا دے تاکہ ہمارا شہر وسیع ہو جائے۔ اور شام و عراق کی طرح اس میں نہریں جاری کر دے۔ اور ہم میں بعض گزشتہ لوگوں کو بھیجے جس میں قحطی بن کلاب ضرور ہوں۔ تاکہ ہم اُن سے دریافت کریں کہ تمہاری باتیں حق ہیں یا نہیں اگر انہوں نے تمہاری تصدیق کر دی اور تمہاری دعا کی وجہ سے خدا نے یہ کر دیا جو تم نے سوال کیا ہے تو ہم لوگ تمہاری تصدیق کرینگے اور ہمیں یہ بھی معلوم ہو جائیگا کہ خدا کے نزدیک تمہارا بڑا درجہ ہے۔

حضور نے فرمایا کہ یہ میرا کام نہیں ہے میں جس لئے بھیجا گیا ہوں وہ میں تم کو پہنچا دیا ہوں اگر قبول کرو تو دین و دنیا میں تمہارا ہی فائدہ ہے۔ نہ قبول کرو تو صبر کروں گا حتیٰ کہ اشریاک ہمارا تمہارا فیصلہ کرے۔

کفار قریش نے کہا کہ اچھا اگر تم میرے لئے دعا نہیں کرتے تو کم از کم یہ دعا کرو کہ تمہارا خاتم کو بڑے بڑے باقات اور بڑا بڑا محل دے۔ سونا اور چاندی کا بہت سا خزانہ دیکر تم کو بڑا دولت مند بنا دے تاکہ ہم تمہاری فضیلت سے واقف ہوں ابھی تو تم میری طرح بازار و غیں

جاتے ہو۔ میری طرح معاش کی تلاش کرتے ہو۔ پھر ہم کیسے سمجھ لیں کہ تم اللہ کے بھیجے ہوئے رسول ہو جیسا کہ تمہارا دعویٰ ہے۔

حنور نے فرمایا کہ نہ میں اس قسم کی دعا کروں گا نہ اس لیے بھیجا گیا ہوں میں بشر و نذر بنا کر بھیجا گیا ہوں مانو تو تمہارا فائدہ ہے نہ مانو تو صبر کرو گناہی کہ اللہ پاک ہمارا تمہارا فیصلہ کرے ان غرض کفار ہر طرف سے اسی قسم کے بیودہ سوالات کرتے رہو اور آپ صبر کے ساتھ سنتے رہے جب اُن کے ایمان کی جانب سے یاوسی ہوئی تو اٹھ کر چلے آئے۔

آپ کے اٹھ آنے کے بعد ابو جہل نے آپ کے قتل کا مشورہ کیا۔ اور کہا کہ اگر بنی عبدمنات حیات کریں تو اس کی پرواہ نہ کی جائے۔ سارے کفار اس پر متفق ہوئے مگر اللہ پاک نے اُن کے ارادوں سے آپ کو محفوظ رکھا۔

کفار کا یہود سے مشورہ

جب کفار کو اپنے نواغز افتات اور مہل سوالات کی حقیقت معلوم ہوئی تو انہوں نے نضر بن الحارث اور عقبہ بن ابی معیط کو مدینہ بھیجا تاکہ اجار یہود سے رسول اللہ کے دعویٰ اور حالات کا تذکرہ کر کے اُن سے دریافت کریں کہ اس دعویٰ کی صداقت کے متعلق کیا سوالات کئے جائیں۔ اجار یہود نے اُن کو احواب کف۔ ذوالقرنین۔ اور حقیقت روح کے متعلق کچھ سوالات بتائے۔ یہ لوگ جب وہاں سے لوٹ کر آئے تو ایک بڑا مجمع کر کے حنور سے انہوں نے وہ سوالات کیے جس کے جواب میں بالتفصیل قرآن پاک کی آیاتیں نازل ہوئیں۔ اس سے پہلے بھی جو سوالات کفار نے کئے تھے تقریباً سب کا جواب قرآن پاک میں نازل ہوا۔ اور نہایت مؤثر طریقہ سے ان

۱۔ یہ سب سورہ کف میں ہے جو اسی کے بعد نازل ہوئی ۱۲ منہ

۲۔ سیرت بہ الجبال و قطعت بہ الادصار و کلمہ بہ المونی بل اللہ الامرا
جمعاً اور یہ آیت ما لہذا لہول یا کل لطفام و مشی فی الاسواق لولا انزل لی ملک فیکون

سوالات کی لغویت بتادی گئی

استہزار کا مشورہ

جتنے قصوں کا ذکر ہوا تقریباً سب کی طرف قرآن پاک میں اشارات موجود ہیں۔ ایسی طرح حضور پر یا احکام قرآنی پر یا طلب معجزات کے متعلق کفار کے جتنے شبہات یا اعتراضات تھے۔ جو حضور کے سامنے پیش ہوئے یا جس کے متعلق کافر آپس میں مشورہ کرتے تھے سب کا مختصر مگر تشفی بخش جواب قرآن میں موجود ہے اور قریش چونکہ مخاطب تھے ان اشارات اور جوابات کو اچھی طرح سمجھتے تھے۔ یہ جوابات ایسے دلکش طریقہ سے دیئے گئے ہیں جس کا لازمی نتیجہ یہ ہوا کہ ہتھوڑ کا رجحان اسلام کی صداقت کی طرف بڑھ گیا۔

اب بھی اگر آپ ایک طرف کفار کے ان اعتراضات اور مطالبات کو پیش نظر رکھیں اور دوسری طرف ان آیات کو جو ان مواقع میں نازل ہوئیں تو خود بخود یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ آخر کفار کیا چاہتے تھے کیا ان کی غرض یہ تھی کہ وہ ایسے شخص کو نبی نہیں مانتے جو راضی بقضاء الہی ہو بلکہ ایسے شخص کو نبی تسلیم کرینگے جو مرضی مولیٰ کو اپنا تابع بنائے۔ کیا ان کی غرض یہ تھی کہ ہم ایسے شخص کو رسول تسلیم نہیں کرتے جس کے دل میں دنیا کی لالچ نہ ہو اور جس کا دل خلیت الہی سے معمور ہو بلکہ ایسے شخص کو رسول قبول کرینگے جو بڑا دؤمند ہو اور خدا سے بھی سونا اور چاندی طلب کرنے کا خواہشمند ہو۔ ان سوالات سے کفار کے جن قلبی جذبات کا اظہار ہوتا تھا اُس کے انکشاف کے بعد ضرور تھا کہ ان کو اپنے سوالات کی حماقت پر ندامت ہوتی ہو۔ اور یہ چیز ان کے لئے جتنی تکلیف دہ ہو سکتی تھی اُس کا سمجھنا کچھ زیادہ مشکل نہیں ہے۔

بقیہ صفحہ

معہ نذیراً اذ یلقى الیہ کنزاً و تکنون لہ جنة یا کل منہا الایہ اور وما ارسلنا قبلك من المرسلین الا انہم لیاکون الطعام و یمشون فی الاسواق الایہ اور قالوا لن نؤمن لک حتی تبھرنا من الارض ینبوعا الی قوله تعالیٰ هل کنت الابرار رسولا و غیر آیات میں ان اقوال کی طرف اشارہ ہے ۱۲ منہ

اس لئے انہوں نے مشورہ کر کے یہ طے کیا کہ کوئی شخص محمد اعلیٰ اللہ علیہ وسلم سے گفتگو یا تقریر نہ کرے۔ سوال و جواب نہ کرے۔ قرآن پاک نہ سنے۔ کیونکہ اگر مناظرہ اور مباحثہ کیا گیا تو ایک دفعہ یقیناً محمد غالب آئیں گے۔ اب صرف الگ رہ کر ہر شخص ان کا اور کتاب اللہ کا استہزار کرے۔

قرآن پاک کی کشش

کفار نے استہزار کرنے کا مشورہ متفقہ طے کیا۔ اور اس پر انہوں نے عمل بھی شروع کر دیا۔ تاہم حالت یہ تھی کہ شدید ترین کافر بھی قرآن پاک کی کشش سے مجبور تھا۔ حضور کا قاعدہ تھا کہ شب کے وقت نماز میں قرآن پاک باجمہر پڑھا کرتے تھے۔ نماز کے علاوہ بھی قرآن پاک پڑھتے تھے آپ کی آواز میں نہ بہت زیادہ جہر ہوتا تھا نہ بالکل خفی ایسا پڑھتے تھے کہ مکان کے باہر کا آدمی بھی سن سکتا تھا۔ کفار کی حالت یہ تھی کہ مکان کے قریب کہیں پر چھپ کر بیٹھتے تھے اور سن رہے تھے خصوصاً تہجد کے بعد بعض دفعہ کفار صبح تک بیٹھے رہ جاتے تھے۔ اس سے ان کے قلوب پر کیسا اثر پڑتا تھا حسب ذیل قصہ سے اچھی طرح سمجھ میں آجائے گا۔

ایک شب میں ابوسفیان بن حرب۔ ابوہل بن ہشام اور اخنس بن شریق تینوں گئے اور ایک کی دوسرے کو خبر نہ تھی۔ صبح ہو گئی تو تینوں اپنی اپنی جگہ سے نکل کر چلے تو راستہ میں ملاقات ہو گئی چونکہ فیصل طے شدہ مشورہ کے خلاف تھا تینوں نے کہا کہ یہ ہم لوگوں نے غلطی کی اب کبھی نہ آنا چاہیے۔ دوسری شب کو نہ رہا گیا تینوں گئے اور ہر ایک نے سمجھا کہ اور تو کوئی آج آیا نہ ہوگا۔ مگر جب اپنی جگہوں سے نکلے تو پھر راستہ میں تینوں کی ملاقات ہوئی اور تینوں اپنی حرکت پر نادام ہوئے اور پھر وعدہ کیا کہ اب کوئی ہرگز نہ آئے۔ مگر تیسری شب میں خیال ہوا کہ کل بچتہ وعدہ ہو گیا ہے آج تو یقیناً کوئی نہ آئے گا اس لئے پھر اپنے اپنے طور پر تینوں گئے۔ اور اُس روز اپنی حرکتوں پر بھوں نے حیرت کی اور بچتہ معاہدہ کیا۔ مگر صبح سویرے اخنس بن شریق اٹھ کر ابوسفیان کے پاس گیا اور پوچھا کہ اچھا بتاؤ جو کچھ تم نے محمد سے رات نما اُس کے متعلق تمہاری

کیا رائے ہے ابوسفیان نے کہا کہ یہ کلام بہت ہی ارفع ہے کچھ تو سمجھا۔ اور کچھ ایسی باتیں ہیں جہاں ہماری عقل نہیں پہنچ سکتی اُس کے معنی اور مفہام ہم ہماری سمجھ سے بہت ارفع و اعلیٰ ہیں۔ انھیں نے کہا کہ واقعی یہی رائے میری بھی ہے۔ اس کے بعد انھیں وہاں سے ابو جہل کے پاس گیا اور یہی سوال کیا۔ ابو جہل نے کہا کہ سنا کیا بات یہ ہے کہ ہم سے اور بنو عبد مناف سے مقابلہ تھا۔ ہم دونوں دو مقابل سوار کے مثل تھے۔ کھانے کھلانے میں حمل و نقل میں عطا و بخشش میں ہم دونوں برابر رہے اب وہ کہتے ہیں کہ ہم میں یہی ہے جس کے پاس وحی آتی ہے اب اس کا کیا علاج ہو ہم تو خدا کی قسم بھی محمد کی تصدیق نہ کر سکتے نہ اُن پر ایمان لائینگے۔ اس قصہ کی طرف بھی قرآن پاک میں اشارات موجود ہیں۔

ابتلا و صحابہ

حضور کی حفاظت خداوند کریم کی طرف سے تھی۔ رعب رسالت تھا جس نے کفار کو حضور کی جانب دست درازی سے روک دیا تھا۔ پھر خواجہ ابوطالب کی حمایت اور بنی ہاشم کی طرفداری تھی اُس کا بھی کفار پر بظاہر بڑا اثر تھا اور وہ حضور کو کچھ نہ کہہ سکتے تھے لیکن صحابہ کرام بڑے سخت مصائب میں مبتلا تھے اس لیے حضور نے حبشہ کی طرف ہجرت کی اُنکو اجازت دیدی۔

حبشہ کی طرف پہلی ہجرت

اسلام خدا کے فضل سے برابر پھیلتا جاتا تھا۔ کفار کی تمام کوششیں بے نتیجہ ہو رہی تھیں اس غصہ میں انہوں نے صحابہ رسول اللہ کے ساتھ اور بھی زیادہ سختیاں شروع کیں۔ خبر ملی کہ ولید بن الولید سلمہ بن ہشام اور عیاش بن ابی ریحہ کو بنی مخزوم قتل کرنا چاہتے ہیں خواجہ ابوطالب اُن کو اپنی حمایت میں لے نہیں سکتے تھے۔ صحابہ کے لئے مالت بہت

نازک ہو گئی تو حضور نے مسلمانوں سے کہا کہ جس کا دل چاہے وہ حبشہ چلا جائے۔ وہاں جو بادشاہ ہے وہ انسان پر ظلم نہیں کرتا اس لیے حضور کے ارشاد کے موافق بارہ مرد اور چار عورتوں نے پہلے پہلے حبشہ کی طرف ہجرت کی۔ ان حضرات کے اسماریہ ہیں۔

عثمان بن عفان۔ اُن کی زوجہ رقیہ بنت رسول اللہ ابو حذیفہ بن عتبہ۔ اُن کی زوجہ سہلیہ بنت ہبیل۔ الزبیر بن العوام۔ مصعب بن عمیر۔ عبد الرحمن بن عوف۔ ابوسلمہ بن عبد اللہ مخزومی۔ اُن کی زوجہ ام سلمہ۔ عثمان بن مظعون۔ عامر بن ربیعہ۔ اُن کی زوجہ لیلیٰ بنت ابی خبیثہ ابوسبرہ بن ابی رہم۔ ہبیل بن میضار اور غالب ابو حاطب بن عمرو۔ عبد اللہ بن مسعود ابن ہشام نے دس مرد اور چار عورت لکھا ہے و اشراہم بعض لکھتے ہیں کہ مصعب بن عمیر اُن میں نہ تھے بعض لکھتے ہیں کہ ابو حاطب نہ تھے۔ ہجرت ادلی کی فہرست میں عبد اللہ بن مسعود کو بھی نہیں لکھتے لیکن ہجرت ادلی کے بعد جو لوگ حبشہ سے لوٹ کر آئے اُن میں بھوں و عبد اللہ بن مسعود کا نام لکھا ہے۔

مراجعت و ہجرت ثانیہ

یہ لوگ حبشہ میں بہت آرام سے تھے مگر وہاں خبر ملی کہ قریش مسلمان ہو گئے ہیں اور اب مکہ میں کوئی اندیشہ نہیں ہے اس لیے یہ لوگ وہاں سے چلے آئے۔ یہاں آنے کے بعد معلوم ہوا کہ خبر غلط تھی اور قریش کی عداوت پہلے سے بھی زیادہ ہے۔ اس خبر نے ان حضرات کو متروک کیا آخر بعض تو وہیں سے پھر حبشہ لوٹ گئے اور بعض کسی کی جوار میں ہو کر مکہ میں داخل ہوئے لیکن یہاں یہ حالت تھی کہ کسی مسلمان کو اطمینان نہ تھا ہر وقت مضائب سے پریشان تھے ایلے حضور نے دوبارہ حبشہ جانے کے لئے مسلمانوں کو مشورہ دیا۔ چنانچہ پہلے حضرت جعفر ابن ابی طالب روانہ ہوئے اور اُس کے بعد دوسرے مسلمان یکے بعد دیگرے روانہ ہوئے بعض اپنے اہل و عیال کے ساتھ اور بعض تنہا گئے سارے مسلمان جنہوں نے

جیش کی طرف ہجرت کی اور وہاں مجتمع ہوئے اُن کی تعداد تراسی تھی اگر حضرت عمار بن یاسر کو بھی شمار کیا جائے مگر ان کا جانا مشتبہ ہے۔ اس تعداد میں وہ لوگ کے داخل نہیں ہیں جو اُن کے ساتھ گئے تھے اور نہ وہ جو جیش میں پیدا ہوئے۔

کفار کا جیش آدمی بھیجنا

کفار کو خبر ملی کہ مسلمان جیش میں اب بہت اہلنہاں سے ہیں اور ان کو وہاں ہر طرح کی عافیت ہے تو انہوں نے مشورہ کیا کہ کسی طرح جیش سے مسلمانوں کو نکلوانا چاہیے اور پھر مکہ میں لانا چاہیے۔ تاکہ تکلیف دیکر اُن کو پھر اپنے دین پر لایا جاسکے چنانچہ اُنہوں نے اس کلام کے لئے دو آدمیوں کو منتخب کیا۔ عبداللہ بن ابی ریحہ۔ اور عمرو بن العاص۔ یہ دونوں اپنے ساتھ قریش کا بہت سا تحفہ لیکر جیش گئے پہلے نجاشی کے سرداروں سے ملے اُن کو تحفے دیئے اور کہا کہ مکہ سے کچھ غلام اور کچھ ادنیٰ درجہ کے لوگ بھاگ کر آپ کے یہاں چلے آئے ہیں۔ اُن لوگوں نے اپنے اجداد کے مذہب کو چھوڑ دیا ہے اور آپ کا دین بھی قبول نہیں کیا ہے۔ شرفارمکہ نے جب اُن کو اس حرکت پر سزا دی تو وہ آپ کے ملک میں بھاگ آئے ہیں ہم کو شرفارمکہ نے بھیجا ہے کہ آپ ہمارے آدمیوں کو ہمارے پاس واپس کر دیں تو بہتر ہے۔ آپ لوگ اس ملک کے سردار ہیں مہربانی فرما کر نجاشی کے پاس میری سفارش کر دیں تاکہ ہم اس مقصد میں کامیاب ہوں۔ اُنہوں نے اُن سے وعدہ کیا۔ پھر ان دونوں نے نجاشی کے سامنے قریش کے ہدیئے پیش کیئے اور اُس سے بھی یہی کہا اور کہا کہ ان میں جو غلام نہیں ہیں اُن کے باپ دادا موجود ہیں اس لئے وہی لوگ اُن کی نگرانی کے زیادہ مستحق ہیں نجاشی کے سرداروں نے بھی اُس کی تائید کی لیکن نجاشی نے کہا کہ یہ نہیں ہو سکتا اُن لوگوں نے میری پناہ لی ہے اس لئے ہم اُن کو حوالہ نہیں کر سکتے۔ ہاں ہم ان لوگوں کو بلاتے ہیں دیکھو وہ کیا کہتے ہیں۔

جب اصحاب رسول اللہ آئے تو نجاشی نے کہا کہ تمہاری یہ کیا حالت ہے کہ تم نے اپنے
آبار کے مذہب کو چھوڑ دیا اور دنیا کے کسی مذہب میں داخل بھی نہ ہوئے اور نیا راستہ اختیار کیا۔
مسلمانوں کی طرف سے حضرت جعفر ابن ابی طالب نے جواب دیا۔ فرمایا کہ اے بادشاہ
ہم لوگ بتوں کو پوجتے تھے۔ مردے کھاتے تھے ہر طرح کے فواحش میں مبتلا تھے۔ قطع رحم کرتے تھے
جوار کی پرواہ نہیں کرتے تھے ہم میں سے قوی ضعیف کو کھا جاتا تھا۔ ہماری یہی حالت تھی
کہ اللہ پاک نے ہم میں ایک نبی بھیجا اُس کے خاندان اور نسب اُس کی امانت اور صداقت
اُس کے عفت اور تقویٰ سے ہم سب لوگ واقف ہیں اُس نے ہم کو خدا کی توحید کی طرف
دعوت دی۔ اُس نے صرف خدا کے واحد کی عبادت کا حکم دیا۔ اُس نے تاکید کی کہ خدا کے
واحد کے علاوہ تمام پتھر وغیرہ کے بتوں کی پرستش ہم ترک کر دیں۔ اُس نے ہمیں بتایا کہ
صداقت امانت صلہ رحم۔ اور حسن جوار کو شعار بنائیں اور حرام کاموں سے۔ خونریزی۔
فواحشات جھوٹی گواہی سے یتیم کے مال سے اور پاک دامن عورتوں کو تہمت لگانے سے باز
آئیں۔ انہوں نے ہم کو خدا کی عبادت کا طریقہ بتایا۔ نماز روزہ۔ زکوٰۃ کی تعلیم دی۔ اور بادشاہ
ہم نے اُن کی باتوں کو قبول کیا۔ خدا کو واحد جانا۔ بتوں کی پرستش ترک کی حلال کو حلال
بمعا حرام کو حرام سمجھا اس لئے ہماری قوم ہماری دشمن ہو گئی اور ہم ہر طرح طرح کے عذاب کے
وہ چاہتے ہیں کہ ہم خدا کی عبادت کے بجائے پھر بتوں کو پوجیں۔ مردے اور خباثت جو پہلے
کھاتے تھے ویسی ہی کھائیں۔ لے بادشاہ جب ہم پر دنیا تنگ ہو گئی اور اپنے دین پر قائم رہنا
مشکل ہو گیا تو آپ کے ملک میں آکر پناہ لیا ہے۔

نجاشی نے کہا کہ جو کلام خدا کی طرف سے تمہارا نبی لایا ہے اس میں کچھ تمہارے پاس ہو
حضرت جعفر نے کہا کہ ہاں ہے۔ کہا کہ اچھا ہمیں سناؤ۔ حضرت جعفر نے کھنص کی ابتدائی آیتیں
پڑھیں۔ نجاشی اور اُس کے ساتھی بہت روئے اُن کی داڑھیاں آنسوؤں سے تر ہو گئیں
اس کے بعد سب لوگ وہاں سے باہر آئے اور انداز معلوم ہوا کہ نجاشی ہرگز مسلمانوں کو

کفار کے سپرد نہ کرے گا۔ لیکن عمرو بن العاص نے کہا کہ دیکھو کل ہم ان کا رنگ بدلتے ہیں۔
 دوسرے روز یہ لوگ پھر نجاشی کے پاس گئے اور کہا کہ یہ لوگ حضرت عیسیٰ کی شان میں بھی
 گستاخی کرتے ہیں کہتے ہیں کہ وہ خدا کے ایک بندے تھے نجاشی نے پھر صحابہ کو بلوایا پوچھا کہ
 تم حضرت عیسیٰ کے حق میں کیا کہتے ہو حضرت جعفر نے کہا کہ ہم وہی کہتے ہیں جو ہمارے نبی پر
 اُن کے شان میں نازل ہوا یعنی هو عبد الله ورسوله وروحه كلمته القاها الى مريم
العداء البتول۔ نجاشی نے کہا کہ خدا کی قسم عیسیٰ ابن مریم اس کے سوا کچھ نہیں ہیں۔
 اُس کے سردار کچھ بگڑے مگر نجاشی نے اُن کو ڈانٹ دیا۔

نجاشی نے کفار قریش کے تحفے بھی واپس کر دیے اور یہ لوگ غائب و خاسر مکہ واپس آ کر
 فائدہ۔ اُس وقت نماز دو وقت کی فرض تھی صبحی اور عصر لیکن قوم اور زکوٰۃ اس وقت فرض نہ تھا بلکہ وہ
 بہت پیچھے ہجرت کے بعد مدینہ میں فرض ہوا۔ مگر حضرت جعفر کی اس تصریح سے معلوم ہوتا ہے کہ صوم
 نافلہ اور زکوٰۃ نافلہ کی تعلیم حضور اُس وقت بھی دیتے تھے۔ واللہ اعلم

اسلام عمر بن الخطاب

جن ایام میں عبد اللہ ابن ابی ربیعہ اور عمرو بن العاص حبشہ گئے ہوئے تھے انہیں پیام میں
 حضرت عمر بن الخطاب مسلمان ہوئے۔ واقعہ یہ ہوا کہ یہ تلوار بیکر چلے کہ آج دارار قم میں جا کر
 محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کروں راستہ میں بنی عدی بن کعب کے ایک شخص نعیم بن عبد اللہ النخاع
 جو پہلے مسلمان ہو چکے تھے ملے۔ انہوں نے کہا کہ پہلے اپنے گھر کی تو خبر لو۔ فاطمہ بنت الخطاب اور سعید بن
 زید دونوں مسلمان ہو چکے ہیں۔ یہ غصہ میں دباں سے لوٹ کر سعید ابن زید کے یہاں گئے اُن کو غصہ
 میں پکڑا حضرت فاطمہ چھڑانے کے لیے برہیں اُن کو ایک ضرب لگی کہ سر پھٹ گیا اور خون بہنے لگا
 مگر دونوں نے استقلال سے کہا کہ ہاں ہم ایمان لا چکے ہیں تمہارا جودل چاہو کرو اس پر یہ کچھ نرم ہو کر

یعنی وہ خدا کے بندے ہیں اس کے رسول ہیں اُس کی روع ہیں۔ اور اس کے گل ہیں جس کو خدا نے کنواری اور پاک یرم کبطف ڈال دیا
 ملہ فاطمہ حضرت عمر کی بہن اور سعید بیٹوئی ہیں ۱۲ھ

قرآن پاک پڑھا کرنا تو پھر کیفیت ہی بدل گئی۔ اسی وقت مستعد ہوئے کہ مسلمان ہو جائیں چنانچہ دارا رقم میں جا کر مشرف باسلام ہوئے حضور نے اُن کو سینہ سے پٹایا اور مسلمانوں نے خوشی میں اللہ اکبر کا نعرہ بلند کیا۔

حضرت عبداللہ بن عمر فرماتے ہیں کہ جب میرے والد عمر مسلمان ہوئے تو دریافت کیا کہ قریش میں کون شخص ہے جو باتوں کو جلد مشہور کرنے کا شائق ہے لوگوں نے بتایا کہ جمیل بن عمر ابھی۔ حضرت عمر صبح کے وقت نکلے تو میں بھی ساتھ ہو یا وہ جمیل کے پاس آئے تو کہا کہ لے جمیل کیا حکم یہ معلوم ہوا کہ میں مسلمان ہو گیا ہوں اور محمد کے دین میں داخل ہو گیا ہوں۔ اتنا سننے ہی جمیل اٹھا اور اپنی چادر کو کھینچتا ہوا پکا پیچھے پیچھے حضرت عمر بھی گئے جب وہ مسجد کے دروازہ پر پہنچا تو وہیں سے چلایا کہ لے قریش خبردار ہو جاؤ عمر صبا بی ہو گیا حضرت عمر نے کہا جھوٹا ہے میں مسلمان ہو گیا ہوں اور میں نے شہادت دیا ہے اَنْ لَا اِلَهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنْ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَاَسُوْلُہٗ۔ یہ سننا تھا کہ کفار دوڑ پڑے اور تلوار چلنے لگی حتیٰ کہ آفتاب سر پر آگیا۔ اتنے میں قریش کا ایک شیخ اچھا لباس پہرے ہوئے آیا پوچھا یہ تمہاری کیا حالت ہے کفار نے کہا کہ عمر صبا بی ہو گیا ہے۔ اس نے کہا ہٹ جاؤ ایک شخص نے اپنے لئے جو چاہا اختیار کیا تمہارا کیا مطلب ہے۔ کیا تمہارا لگان ہے کہ بنی عدی بن کعب تمہارے لئے اپنے آدمیوں کو یونہی چھوڑ دیں گے یہ نہ کر سب ٹھنڈے ہو گئے۔

عبداللہ بن عمر کہتے ہیں کہ ہجرت کے بعد میں نے والد سے دریافت کیا کہ یہ کون شخص تھے جن سے قریش اس طرح دب گئے تھے تو حضرت عمر نے فرمایا کہ عاص بن دائل تھے۔

حضرت عمر کا اسلام اسلام کی ایک فتح تھی کفار میں تہلکہ مچ گیا اور مسلمانوں کو فرحت و سرور حاصل ہوا۔ یہ جو وقت مسلمان ہوئے تو دارا رقم میں اُس وقت کم و بیش چالیس آدمی موجود تھے آپ نے اسی وقت فرمایا کہ یا رسول اللہ بتوں کا پوچھا تو کفار علانیہ کریں اور ہم خدائے بزرگ و برتر کی عبادت چھپ کر کریں یہ نہیں ہو سکتا۔ خدا کی عبادت علانیہ ہونی چاہیے

اُن کے اسلام کے بعد مسلمان علانیہ مسجد میں نماز ادا کرنے لگے اور جو چھپے ہوئے تھے اُن سب نے اپنا اسلام ظاہر کر دیا۔ اور اب حضرت امیر حمزہ اور حضرت عمر بن الخطاب دو شخص تھے جو کفار کے مقابلہ میں مسلمانوں کے معین و محافظ تھے۔

کفار کا تحریری معاہدہ

حبشہ سے عبداللہ بن ابی ربیعہ اور عمرو بن العاص غائب و خاسر لوٹ کر مکہ آئے اور قریش کو معلوم ہوا کہ وہاں مسلمان نہایت عافیت سے ہیں اور اُن کی ترکیب وہاں ایک نہ چلی۔ مکہ میں حضرت عمر مسلمان ہو گئے جس سے یہاں بھی مسلمانوں کو بڑی تقویت ہو گئی اور اب وہ علانیہ مسجد میں نماز بھی اپنے طریقہ سے پڑھنے لگے تو کفار میں بڑی بے چینی پیدا ہوئی آخر سب ایک مجلس میں جمع ہوئے اور یہ طے پایا کہ تمام قبیلے معاہدہ کریں کہ بنی ہاشم اور بنی المطلب سے تعلقات منقطع کر لیے جائیں۔ چنانچہ منصور بن عکرمہ بن انصر بن الحشر نے ایک کاغذ میں معاہدہ کا مضمون لکھا اور سب نے اُس پر دستخط کیا۔ معاہدہ کا مضمون یہ تھا کہ بنی ہاشم اور بنی المطلب کی لڑکیوں سے نہ کوئی عقد کرے نہ اُن کو اپنی لڑکیاں دے۔ نہ اُن کو کوئی چیز خریدی جائے نہ اُن کے ہاتھ کوئی چیز بیچی جائے۔

جب یہ معاہدہ مکمل ہو گیا تو کفار نے زیادہ توثیق کے لئے اُس کو جوف کعبہ سے لٹکا دیا۔ بنی المطلب اور بنی ہاشم خواجہ ابوطالب کے پاس جمع ہوئے وہ اُن لوگوں کو اور رسول اللہ کو لیکر شعب ابوطالب میں چلے گئے۔ اس شعب میں بنی ہاشم دو یا تین برس رہے۔ اُن کو کھانے پینے کی کوئی چیز نہیں مل سکتی تھی الا یہ کہ پوشیدہ مثلاً ایک دفعہ حکیم بن حزام بن خویلد جو حضرت خدیجہ کے بھتیجے تھے غلام کے ساتھ کھانے جا رہے تھے ابو جہل نے دیکھ بیا روکا ابو بختری اُگیا پوچھا کیوں اُس کو روکا ہے ابو جہل نے کہا یہ خلاف معاہدہ شعب میں کھانا لے جاتا ہے اسے قریش میں ذلیل کر دوں گا۔ ابو بختری نے کہا وہ اپنا کھانا اپنی پھوپھی کے لئے لے جاتا ہے تو

کون روکنے والا ہے ابو جہل نہ مانا آخر ابو النختری نے ابو جہل کو بہت پیٹا۔

اسی شعب میں حضرت عبداللہ بن عباس پیدا ہوئے جو بنی عباس کے جد اعلیٰ ہیں۔
 اُس وقت گو بنی ہاشم بڑی تکلیف میں تھے مگر رسول اللہ بے خوف ظاہر اور پوشیدہ دن اور
 رات تبلیغ کا کام خدا کے حکم سے انجام دے رہے تھے۔ کفار روکنے سے ڈرتے تھے اس لیے کہ
 اب بنی ہاشم ہر وقت مستعد اور مجتمع تھے اور حضرت امیر حمزہ آپ کے ساتھ تھے۔ البتہ چھپر اور شرارت
 و استہزار کرتے تھے خصوصاً امیہ بن خلف۔ اخیس بن شرقی۔ نصر بن الحارث۔ ابولہب عبداللہ
 ابن الزبیری اہمی وغیرہ ان سب کے شان میں قرآن پاک کی آیتیں نازل ہوئیں اور ان کے
 استہزار کا ناصحانہ جواب دیا گیا۔ ولید بن مغیرہ نے کہا کہ خدا کا کلام محمد پر آتا ہے حالانکہ ہم کہیں
 سب سے بڑے ہیں اور طاقت میں ابو سہر و عمر بن عبدالمطلب سب سے بڑے ہیں چاہیے کہ ان
 دو قریوں کے دو بڑوں میں سے کسی کے پاس آنا۔ چنانچہ آیہ نازل ہوئی و لا تنزل
 هذا القرآن علی رجل من القریٰین عظیمہ الا یتھ۔

نزول قل یا ایہا الکافرون

ایک دفعہ حضور طواف کر رہے تھے اسود بن المطلب بن اسد ولید بن المغیرہ۔ امیہ بن خلف
 عاص بن داؤد قریش کے بڑے بڑے معمر آپ کے پاس آئے۔ اور کہا کہ اے محمد ہلوگ ایک امر
 پر فیصلہ کریں وہ یہ کہ جو عبادت تمہاری ہے وہ ہلوگ بھی کریں اور جو عبادت ہلوگ کی ہے
 وہ تم بھی کرو جس عبادت میں بہتری ہوگی اس سے سب کو فائدہ پہنچے گا اسی پر قل یا ایہا
 الکافرون کی سورہ نازل ہوئی یعنی تمہارے دین سے ہمیں غرض نہیں ہم تو جس کی عبادت
 کرتے ہیں اُسی کی کریں گے۔

معاہدہ کا خاتمہ اور بنی ہاشم کا باہر آنا

قریش نے جو معاہدہ لکھ کر جوٹ کمر میں لٹکایا تھا اور جس کی وجہ سے دؤ یا تین برس تک

بنی ہاشم شعب ابی طالب میں مبتلا مصیبت و آلام رہے۔ آخر اس معاہدہ کا خاتمہ کرنے کے لئے قریش کے چند اشخاص مستعد ہوئے۔ صورت یہ ہوئی کہ سب سے پہلے ہشام بن عمرو بن ربیعہ جو اپنے قبیلہ میں باعزت شخص تھے زہیر بن ابی امیہ کے پاس آئے۔ زہیر کی ماں عاتکہ بنت عبد المطلب میں ہشام نے کہا کہ اے زہیر کیا نہیں یہ پسند ہے کہ تم کھاؤ پھر دشادی بیاہ کرو اور تمہارے ماموں ان سب باتوں سے محروم ہوں میں حلیفہ بیان کر سکتا ہوں کہ اگر ابو الحکم بن ہشام یعنی ابو جہل کے ماموں کی یہ حالت ہوتی اور ایسے معاہدہ کی طرف اس کو بلائے تو وہ بھی نہ آتا۔ زہیر نے کہا کہ میں تنہا کیا کروں اگر ایک شخص بھی اور ہوتا تو میں معاہدہ توڑ دیتا ہشام

نے کہا میں ہوں۔ کہا کہ اچھا تو کسی اور کو بھی ملانا چاہیے۔ ہشام نے پھر مطعم بن عدی کو بھی مستعد کیا پھر ابی بنختری بن ہشام اور زمرہ بن الاسود بن المطلب بن اسد بھی اس پر راضی ہوئے۔ سبھوں نے ایک جگہ جمع ہو کر مشورہ کیا۔ اور زہیر نے کہا کہ دارالندوہ میں پہلے میں اس گفتگو کو چھیڑ دنگا۔ صبح کو سب جمع ہوئے زہیر نے اگر پہلے سائے طواف کیا پھر لوگوں کی طرف متوجہ ہو کر کہا کہ اے اہل مکہ کیا یہی مناسب ہے کہ ہلوگ مزے سے کھاتے پیتے رہیں اور بنی ہاشم ہلاکتوں اور ہر چیز کے لئے ترستے رہیں میں تو جب تک اس ظالم صحیفہ کو نکرہ نکرہ نہ کروں بیٹھونگا نہیں۔ ایک طرف ابو جہل بیٹھا ہوا تھا وہیں سے بولا تو جھوٹا ہے صحیفہ نہیں پھاڑا جاسکتا۔ زمرہ بن الاسود نے کہا تو اکذب ہے ہم لوگ کبھی اس کی تخریر پر راضی نہیں ہوئے۔ ابو بنختری نے کہا زمرہ ٹھیک کہتا ہے نہ ہم کبھی اس کے مضمون سے راضی ہوئے نہ اب ہم کو اس کا اقرار ہے۔ یہ طرح مطعم بن عدی اور ہشام بن عمرو نے بھی کہا۔ ابو جہل نے کہا معلوم ہوتا ہے کہ پہلے مشورہ ہو چکا ہے۔ ایک طرف خواجہ ابو طالب آکر بیٹھے ہوئے تھے انہوں نے کہا کہ محمد کہتے ہیں کہ صحیفہ کو کبڑوں نے کھایا ہے اور صرف جہاں خدا کا نام ہے چھوڑ دیا ہے اگر یہ صحیح ہے تو پھر اس معاہدہ کو قطع کرو اور اگر غلط ہے تو میں محمد کو تمہارے سپرد کروں گا۔ آخر مطعم بن عدی صحیفہ کو اتار لائے اور دیکھا کہ سب کو کپڑوں نے کھایا ہے۔ صرف وہ جگہ باقی ہے جہاں جہاں خدا کا نام ہے۔

بعض روایات میں ہے کہ منصور بن عکرمہ جو اُس صحیفہ کا کاتب تھا اُس کا ہاتھ مثل ہو گیا۔ واللہ اعلم

جب حضور شعب سے باہر آئے تو آپ کی عمر پچاس سال کی تھی گویا بعثت سے نو بیس سال کے آخر میں یا دسویں سال کے ابتدا میں آپ شعب سے باہر نکلے۔

حضرت طفیل دوسی کا اسلام

انہیں ایام میں جب حضور شعب سے باہر آئے حضرت طفیل دوسی خدمت میں حاضر ہو کر مسلمان ہوئے۔ حضرت طفیل قبیلہ دوس کے مشہور شاعر تھے خود فرماتے ہیں کہ میں مکہ آیا تو قریش نے مجھ کو رسول اللہ کے سحر سے بہت ڈرایا۔ کہا کہ اُن کی باتیں جادو ہیں جس نے سن لیا اختیار سے باہر ہو گیا میں اتنا ڈرا کہ کان میں کرشف ڈال کر مسجد گیا تاکہ آپ کی آواز نہ سن سکوں۔ آخر صبح کے وقت رسول اللہ نے اگر نماز پڑھی اور اُس میں قرآن پاک پڑھا کلام اچھا معلوم ہوا۔ میں نے دل میں کہا کہ یہ کیا حماقت ہے میں ایک لیب شاعریوں۔ کلام کے حسن و قبح کو سمجھ سکتا ہوں پھر کیا مضائقہ ہے اگر میں ان کا کلام سنوں بہتر ہو تو قبول کروں۔ قبیح ہو تو رد کروں۔ چنانچہ میں آپ کے شامل چلا جب گھر پہنچے تو میں نے حضور سے کہا کہ آپ کی قوم نے مجھے اس طرح کہا لیکن خدا کو منظور تھا کہ میں آپ کا کلام سنوں۔ چنانچہ میں نے کچھ سنا اور اب مجھ کو آپ کے کلام کو سننے کی خواہش ہے پیش کیجئے حضور نے اسلام پیش کیا اور وہ مسلمان ہو گئے۔ اور بڑے ثابت قدم مسلمان ہوئے۔

قصہ اراشی

اسی زمانہ میں ایک عجیب و غریب واقعہ پیش آیا۔ ایک اراشی کچھ چیزیں بیچنے کو لایا۔ ابو جہل نے اُس سے چیزیں لیں اور دام نہ دیا۔ بیچارہ غریب پریشان دارالاندوہ میں آیا۔ اور کہا کہ یا معشر قریش کیا آپ میں کوئی ایسا ہے جو ابوالحکم بن ہشام سے میرا حق دلوادے۔ میں ایک غریب مسافر

ہوں میرا حق اُس نے دیا ہے۔ رسول اللہ اُس وقت مسجد میں بیٹھے تھے۔ قریش نے مذاقاً رسول اللہ کی طرف اشارہ کیا کہ وہ دلوادینگے۔ وہ جانتے تھے کہ رسول اللہ سے ابو جہل کو کیسی دشمنی ہے۔ صرف رسول اللہ کو دق کرنا مقصود تھا۔ بیچارہ ناواقف اراشی خدمت میں گیا اور اپنا حال بیان کیا۔ اور کہا کہ قریش کہتے ہیں کہ آپ ہی تو اسکتے ہیں رسول اللہ اُنٹھے کہ چلو۔ قریش کو حیرت ہوئی۔ اپنے ایک آدمی کو بھیجا کہ دیکھو کیا ہوتا ہے۔ رسول اللہ نے جا کر دروازہ پر دستک دی۔ ابو جہل باہر آیا حضور نے کہا کہ اس کا حق دیدو۔ ابو جہل کے چہرہ پر ہوا سیاں اُڑ رہی تھیں وہ فوراً گیا اور جو کچھ اراشی کا حق تھا لا کر دیا۔ جب قریش کے آدمی نے آکر حال بیان کیا تو سب متحیر ہو گئے۔ ابو جہل بھی جلد آگیا اُس سے حال دریافت کیا تو اُس نے بیان کیا کہ ہنسک کی آواز ہی منکر ہم پر غیر معمولی رعب طاری ہوا۔ جب آپ کے چہرہ پر نظر پڑی تو معلوم ہوا کہ ایک نرا ڈنٹ میرے کھانے کو منہ کھولے ہوئے ہے مجھ میں ہمت نہ رہی کہ چون چڑا کر سکوں۔

زکانہ سے مصارعہ

انہیں ایام میں زکانہ بن عبد بنزید بن ہاشم بن المطلب بن عبد مناف سے مصارعہ کا قصہ پیش آیا۔ زکانہ قریش میں سب سے بڑا پہلوان تھا۔ ایک روز وہ اور رسول اللہ کسی شعب میں تنہا جمع ہو گئے۔ حضور نے فرمایا کہ زکانہ تو خدا سے نہیں ڈرتا اور ایمان نہیں لاتا۔ اُس نے کہا حق ظاہر ہو تو ایمان لاؤں۔ آپ نے فرمایا کہ اچھا تو تو بڑا پہلوان ہے اگر تیں کشتی میں تجھے زیر کروں تو ایمان لائے گا۔ اُس نے کہا ہاں ضرور۔ اس پر آپ اس سے کشتی لڑے۔ جب آپ نے اُس کو زور سے پکڑا تو اُس سے کچھ بن نہ سکا اور آپ نے زیر کیا۔ اُس کو تعجب ہوا کہ لگتا کہ دوبارہ لڑو آپ نے دوسرے بار بھی اُس کو زیر کیا۔ حیرت سے کہنے لگا یہ تو عجیب بات ہے تم نے ہمیں گرا دیا۔ تمام قریش میں اُس نے مشہور کیا کہ محمد بڑے جادوگر ہیں مگر ایمان نہ لایا۔

نجران کے نصاریٰ

حضور تنہا مسجد میں تھے۔ اور کفار دارالندوہ میں جمع تھے کہ میں سوار عیسائی نجران کے یا حبشہ کے ملے اختلاف الروایہ خدمت میں حاضر ہوئے۔ انہوں نے حضور سے کچھ سوالات کیے آپ نے جوابات دیے۔ فراغت کے بعد آپ نے اسلام کی دعوت دی اور قرآن پاک کی آیتیں پڑھیں۔ وہ ان آیات کو سن کر روئے۔ دعوت قبول کی اور مسلمان ہو گئے۔ اس کے بعد حضور سے زہمت لیکر روانہ ہوئے۔ تو ابو جہل اور خلد قریش اُن کے پاس آئے اور کہا کہ تم لوگ عجیب نالائق ہو۔ اپنے ساتھ اور لوگوں کو بھی دین سے برگشتہ کر دو گے۔ میں نے ایسے احمق سوار نہیں دیکھے تم نے اتنی جلدی کیا تحقیق کریا۔ اگر اطمینان سے بیٹھے بھی نہیں کہ اپنے دین سے برگشتہ ہو گئے۔ انہوں نے کہا سلام علیکم لا تجاھلکم لنا ما نحن عنہم و لکم ما انتم علیہ اس وفد کا قرآن پاک میں ذکر ہے۔

آپ کے پڑوسی دہم جوار

رسول اللہ کے پڑوسی خصوصاً آپ کو سخت تکلیفیں پہنچاتے تھے اور بہت دق کیا کرتے تھے ابو آتب۔ حکم بن ابی العاص۔ عقبہ بن ابی معیط۔ عدی بن حمران الثقفی۔ اصدار الملذی وغیرہ نے بہت دق کیا۔ اور یہ سب کے سب کافر تھے سوائے ایک حکم بن ابی العاص کے کہ وہ مسلمان ہو گئے تھے۔ یہ سب حضور کے مکان میں ادھر بٹیاں پھیرے پلیدیاں پھینک دیا کرتے تھے خصوصاً جب آپ نماز پڑھتے تو یہ لوگ ایسی شرارتیں زیادہ کرتے تھے آپ صبر کرتے ایک حجرہ ٹھیک کر لیا تھا اُسی میں چپکر نماز پڑھ لیا کرتے تھے۔ اور ان پلیدیوں کو لکڑی سے اٹھا کر باہر پھینک دیا کرتے تھے۔

عام الحزن

خواجہ ابوطالب بیمار ہوئے جب حالت زیادہ خراب ہوئی تو عقبہ ثیبہ۔ ابو جہل۔ امیہ بن خلف

۱۔ حکم بن ابی العاص حضرت عثمان بن عفان کا چچا ہے انہیں کالز کامردان بن الحکم ہے ۲۔ منہ

ابوسفیان وغیرہ کفار آئے۔ اور کہا کہ اے ابوطالب آپ کی حالت نازک ہو گئی ہے اور ہلو گوس اور آپ کے بھتیجے سے جو کچھ اختلاف ہے اُس سے آپ واقعتاً ہیں۔ بہتر یہ ہے کہ آپ اُن کو بلا لے اور ہم سے اور اُن سے عہد لیجئے کہ ہم اُن کی عداوت سے باز آئیں اور وہ میری عداوت سے باز آئیں وہ ہلو اور ہمارے دین کو بُرا کہنا چھوڑ دیں۔ ہم اُن کو اور اُن کے دین کو بُرا کہنا چھوڑ دیں۔

خواجہ ابوطالب نے رسول اللہ کو بلوایا اور کہا کہ اے عزیزِ شرفِ اقوام تم سے معاہدہ کرنا چاہتے ہیں۔ خود بھی کچھ وعدہ کرنا چاہتے ہیں اور تم سے بھی کچھ وعدہ لینا چاہتے ہیں حضور نے فرمایا کہ چچا ہم صرف ایک بات اُن سے چاہتے ہیں۔ ابو جہل نے کہا دس بات پر ہم راضی ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ تم لوگ اقرار کرو کہ لا الہ الا اللہ اور خدا کے سوا جس چیز کی عبادت کرتے ہو اُس سے باز آؤ۔ بھوں نے ہاتھ پر ہاتھ مارا اور کہا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم! تمہاری باتیں بھی عجیب ہیں۔ کیا چاہتے ہو کہ ہم سارے مجودوں کو چھوڑ کر صرف ایک کے ہو جائیں۔ اُس کے بعد وہ آپس میں بولے کہ یہ تمہارے منشا کے موافق کسی بات پر راضی نہ ہوں گے۔ اس قضیہ کا ذکر قرآن پاک میں ہے۔ کفار تو چلے گئے لیکن اُس کے بعد حضور نے بہت کوشش کی کہ کسی طرح خواجہ ابوطالب ایسی حالت میں بُت پرستی سے تائب ہو کر مسلمان ہو جائے لیکن انہوں نے نہ مانا اور آخر شعب سے باہر آنے کے بعد آٹھویں مہینہ اُن کا انتقال ہو گیا۔

خواجہ ابوطالب کا انتقال رسول اللہ کے لئے صدمہ عظیم تھا۔ جس طرح بچپن سے آپ کے خیر گہراں رہے جس طرح ہمیشہ آپ کی حمایت کرتے رہے جس طرح آپ کے دشمنوں کے مقابلہ میں سینہ سپر رہے۔ وہ ایسی باتیں نہیں جس کو حضور بھول سکتے تھے۔

خواجہ ابوطالب کے تین دن کے بعد یا پانچ دن بعد یا کچھ زیادہ دنوں بعد مگر بہر حال اسی سال حضرت خدیجہ کا انتقال ہو گیا۔ مکہ میں ابوطالب کے بعد کوئی دوسرا شخص جس سے آپ کو امداد ملی وہ حضرت خدیجہ تھیں جس وقت آپ بظاہر بالکل کس پیرسی کے عالم میں تھے اُس وقت صرف حضرت خدیجہ کی مالی امداد آپ کے ساتھ تھی جس وقت آپ کا دنیا میں کوئی

صادق منیر نہ تھا اُس وقت حضرت خدیجہ آپ کو مشورہ دیتی تھیں اور بہترین مشورہ جو وقت آپ سخت پریشان اور دل شکستہ ہو جاتے تھے اُس وقت حضرت خدیجہ ہی آپ کی تسلی و تسکین کرنی تھیں منیر مونس محبوب جو کچھ تھیں یہ تھیں۔ خواجہ ابوطالب کے بعد ہی ان کا انتقال صبا حزن و ملال کا باعث ہو سکتا ہے ظاہر ہے۔ اس لئے اُس سال کا نام خود حضورؐ ذی عام الحزن رکھا۔

طائف کا سفر

خواجہ ابوطالب کے انتقال کے بعد کفار نے حضورؐ کے ساتھ زیادہ گستاخیاں شروع کر دیں اور اُن کی شرارتیں بہت بڑھ گئیں۔ حتیٰ کہ بعض دفعہ رات میں آپ کے سر پران بد معاشوں نے مٹی ڈال دی جس سے سر مبارک اور محاسن شریف گرد آلود ہو گیا۔ قریش کے بعد دو سر ازبردست قبیلہ بنی نقیف کا طائف میں تھا۔ آپ نے خیال کیا کہ شاید یہ لوگ خدا کی طرف رجوع کریں اور خدا کے دین کی حمایت کریں۔ اس لئے آپ نے سوال کی ۲۶ یا ۲۷ تاریخ کو مبعث کے دسویں سال زید بن حارثہ کو ساتھ لیکر طائف کا سفر کیا۔ طائف میں بنی نقیف کے تین شخص بہت معزز تھے عبد یلیل مسعود اور حبیب یتیموں بھائی تھے اور عمر بن عیسٰی بن عوف کے لڑکے تھے اور اُن میں سے ایک کے پاس قریش کے قبیلہ بنی جحج کی عورت بھی تھی۔ آپ ان تینوں سے ملے اور خدا کی طرف اور خدا کے دین کی حمایت کی طرف اُن کو دعوت بھی دی مگر اُن لوگوں نے قبول نہ کیا اور نہایت بے رنجی اور بداخلاقی سے پیش آئے بلکہ اُنہوں نے اپنے غلاموں اور لونڈوں کو آپ کے پیچھے لگا دیا۔ وہ آپ کے پیچھے چلانے اور شور مچانے لگے۔ رات میں اسوجہ سے آپ کے پیچھے جمع ہو گیا۔ رات میں قریش کے دو بھائی عتبہ اور شیبہ کا باغ تھا آپ مجبور ہو کر اُس باغ میں چلا گئے تب یہ جمع منتشر ہوا۔

اُس جمع نے آپ پر اینٹیں بھی پھینکی تھی جس سے آپ کی پنڈلیاں زخمی ہو گئیں اور اُس سے خون بہا۔ اس باغ میں عتبہ کا غلام عداس نصرانی تھا وہ مسلمان ہوا۔ اور آپ کے سر مبارک اور

۱۵ عداس نصرانی کا ذکر باخفاظ مختلف ابن اسحاق موسیٰ بن عقبہ و اقدی ابن عامر وغیرہم کرتے ہیں۔ یہ بنووی کے رہنے والے تھے جو مصل کے قریب ہے ۱۲ منہ

ہاتھ کو بوسہ دیا عتبہ نے پوچھا کہ تو نے ایسا کیوں کیا۔ عدا اس نے کہا کہ اس وقت دنیا میں اُن سے افضل کوئی شخص نہیں ہے تم اُن کی فضیلت سے واقف نہیں ہو۔ یہ خدا کے نبی ہیں۔

اس کے بعد ایک روز نہایت مضطربانہ دعا کر آپ نے خدا کے سامنے کی۔ خدا نے ملک الجبال کو آپ کی خدمت میں بھیجا کہ حکم دیجئے تو ابھی اُشبہین کو جو مکہ کے دو پہاڑ ہیں نگرادوں کہ سارے کفار پس کر رہ جائیں آپ نے فرمایا کہ نہیں شاید ان کے اصلاب سے موحد پیدا ہوں جو خدا کی عبادت کریں۔

وہاں سے واپس ہوتے ہوئے جب آپ نخلہ میں پہنچے تو وہاں ٹھہر گئے رات کی تاریکی میں جب آپ نماز پڑھ رہے تھے تو نصیبین کے ساتھ جن خدمت میں حاضر ہو کر مسلمان ہوئے اور انہوں نے اپنی قوم میں اسلام پھیلایا جن کا قرآن پاک میں تذکرہ ہے قل ادھی الی انہ استمع نفر من الجن انما اور واذ صرفنا الیک نفر امن الجن یستمعون القرآن الا یتہ اس کے بعد آپ مطعم بن عدی کے جوار میں مکہ آئے مطعم نے مع اپنی اولاد کے مسلح ہو کر آپ کی حفاظت کی حتیٰ کہ آپ مسجد میں نماز پڑھ کر اپنے گھر آئے۔

لیلۃ المعراج

جب آپ کی عمر کا دس برس نو مہینہ کی ہوئی تو معراج ہوا۔ زمزم اور مقام ابراہیم کے درمیان سے آپ براق پر حضرت جبریل کے ساتھ پہلے بیت المقدس گئے اور پھر وہاں سے تقرب الہی کے انتہائی منازل میں بلائے گئے جہاں ملائکہ مقربین بھی نہیں جاسکتے اور اسی رات میں پانچ وقت کی نماز فرض ہوئی۔ امام زہری روایت کرتے ہیں کہ معراج ہجرت سے ایک برس پہلے ہوا۔ ابن عجلہ بر وغیرہ کہتے ہیں کہ ایک برس دو مہینہ پہلے ہوا۔ بعض روایت ہے کہ حضرت اُمّ حانی کے مکان سے معراج ہوا واللہ اعلم

صبح کے وقت جب آپ نے اس کا ذکر کیا تو کفار نے بڑی شدت سے تکذیب کی جو انہیں

بیت المقدس سے واقف تھے انہوں نے امتحاناً سوالات کیے آپ نے ٹھیک ٹھیک بتایا رات میں قریش کے اونٹ اور قافلے تھے آپ نے بتایا کہ فلاں وقت پہنچے گا اور ٹھیک اُسی وقت پہنچا مگر اُن کی تکذیب کم نہ ہوئی بعض لوگ حضرت صدیق کے پاس گئے اور اُن سے کہا کہ تمہارے یہ رسول تو کہتے ہیں کہ وہ رات کو بیت المقدس سے ہو آئے جہاں قافلہ ایک مہینہ میں جا رہا ہے اور ایک مہینہ میں آتا ہے۔ صدیق نے فرمایا کہ اگر وہ واقعی کہتے ہیں تو میں اس کی تصدیق کرتا ہوں میں تو اُن کے اس سے بھی بڑے بات کی تصدیق کرتا ہوں۔ وہ کہتے ہیں کہ آسمان کا فرشتہ میرے پاس وحی لاتا ہے اور میں اُس کو قبول کرتا ہوں۔ اس کے بعد حضرت صدیق حضور کی خدمت میں آئے کہ یا رسول اللہ کیا آپ نے ایسا فرمایا ہے حضور نے فرمایا کہ ہاں۔ صدیق نے فرمایا میں اس کی تصدیق کرتا ہوں یا رسول اللہ آپ جو کچھ فرماتے ہیں سچ ہے اسی روز حضرت ابو بکر کو صدیق کا خطاب ملا۔

تبلیغ میں سعی و کوشش

امام زہری فرماتے ہیں کہ حضور مبعوث کے بعد تیرہ برس مکہ میں رہے تین برس تک تو تبلیغ مخفی طور پر کرتے رہے لیکن اُس کے بعد جب آپ نے علانیہ تبلیغ شروع کی تو موسم حج کے علاوہ عکاظ، جحہ، ذی الحجہ، الجاز جہاں جہاں کفار جمع ہوتے تھے وہاں جا کر آپ لوگوں کو اسلام کی دعوت دیتے۔ اور اسلام قبول کرنے میں دین و دنیا کے جو فوائد ہیں اُس سے مطلع کرتے تھے ایام

۱۔ ابن اثیر نہایت لکھتے ہیں کہ عکاظ مکہ کے قریب ایک جگہ ہے جہاں ایام جاہلیت میں بازار لگتا تھا اور چند روز وہاں کفار جمع رہتے تھے اور قاموس میں ہے کہ عکاظ بروزن غراب نخلہ اور طائف کے درمیان ایک بازار لگتا تھا ابتداءً یقیناً درنہ روز رہتا تھا قبائل جمع ہو کر تفاخر کرتے تھے اور اشعار پڑھتے تھے مقابلہ ہوتا تھا ۱۲ منہ ۱۳ جحہ بن اثیر لکھتے ہیں کہ جحہ نخلہ میں چند میل پر ایک جگہ ہے جہاں عربوں کا بازار لگتا تھا بعض بکسیر کہتے ہیں لیکن بفتح اکثر کا قول ہے ۱۲ منہ

۱۴ ذوالحجہ بڑے مجمع قاموس میں ہے کہ عربوں کا ایک بازار تھا عرفہ سے ایک فرسخ پر کعبہ کے جانب ۱۲ منہ

ج میں جب قبائل منابین جمع ہوتے تو آپ ایک ایک کے پاس جلتے اور ترغیب و ترہیب سے اسلام کی طرف رجوع کرنے کی کوشش کرتے۔ بسا اوقات ابولہب آپ کے پیچھے پیچھے جاتا اور لوگوں کو منع کرتا کہ ان کی نہ سنو اور اس کی اشتعال سے اکثر وہ لوگ حضور کو ایذا میں پہنچاتے مگر باوجود ان مصائب کے نہ آپ مایوس ہوتے نہ تبلیغ چھوڑتے بلکہ دعا فرماتے کہ خداوند! یہ بے سمجھ ہیں اگر تو چاہے تو یہ راہ راست پر آجائیں۔

حق قبائل میں جا کر آپ نے تبلیغ کی ان کی تعداد بہت ہے جنکے نام معلوم ہیں وہ یہ ہیں بنو عامر بن حصہ۔ حمار بن حصہ۔ قزارہ۔ عثان۔ مڑہ۔ حنیفہ۔ سلیم۔ عیس۔ بنو النضر۔ بنو النکا۔ کنذہ۔ کلب۔ حارث بن کعب۔ عذرہ۔ حضارہ۔ ان سب قبائل میں حضور پھرے مگر کوئی ایمان نہ لایا۔

مقدمہ ہجرت

یہ پہلے معلوم ہو چکا ہے کہ اس وقت شام عراق اور ہر جگہ کے یہود و نصاریٰ اس انتظار میں تھے کہ نبی کے ظہور کا یہ وقت ہے۔ مدینہ کے یہود اسی بنا پر انصاری سے کہا کرتے تھے کہ جلد نبی کا ظہور ہوگا ان کے ساتھ ملکر ہم تم پر غالب ہوں گے اب یہ لوگ جب مکہ حج کے لئے گئے اور سنا کہ یہاں ایک شخص نے نبوت کا دعویٰ کیا ہے تو یہ لوگ اسلام کی طرف راغب ہوئے چنانچہ چھ یا آٹھ اشخاص متنی کے عقبہ میں جمع ہوئے اور حضور سے قرآن سنا اسلام کا مطلب سمجھا اور مسلمان ہوئے ابسرا بن معرور الخزرجی کعب بن مالک ابوالہثم مالک بن ایتھان اشعث بن زرارہ۔ رافع بن مالک بن اجملان قطیبہ بن عامر بن حلدیدہ عقبہ بن عامر بن زید۔ جابر بن عبد اللہ۔ داندی کی روایت ہے کہ ابوامامہ سعد بن زرارہ۔ اور ذکوان بن قیس عقبہ اولیٰ سے بھی پہلے آکر مسلمان ہو چکے تھے بکریف جب یہ لوگ لوٹے تو قرآن سیکھ کر گئے اور بے پہلے مدینہ کی مسجد بنی زریق میں قرآن پاک پڑھا گیا دوسرے سال مدینہ کے یہ سب مسلمان ہوئے

جابر بن عبد اللہ کے اور سب آئے اور یہ پانچ اشخاص اور آئے معاذ بن الحارث - عوف بن الحارث
ذکوان بن عبد القیس - یزید بن ثعلبہ - عوف بن مالک ان بارہ اشخاص نے عقبہ ثانیہ میں پھر
بیعت کی اور مسلمان ہوئے۔ جب یہ لوگ جانے لگے تو حضور نے قرآن پاک کی تعلیم کے لئے
عمر بن ام مکتوم اور مصعب عمیر کو ان کے ساتھ کر دیا۔

عقبہ ثالثہ

عقبہ ثانیہ کے بعد جب سب لوگ مدینہ گئے تو وہاں حضرت مصعب بن عمیرؓ کی امانت
کرتے تھے۔ ان کے اور عمرو بن ام مکتوم کے ہاتھ پر وہاں بہت آدمی مسلمان ہوئے جن میں اوس بن
خضیر اور سعد بن معاذ بھی تھے۔ ان دو حضرات کے اسلام کی وجہ سے سارے کے سارے
بنی عبد شہل مع زن و مرد مسلمان ہو گئے سوائے ایک عمرو بن ثابت بن وقس کے جو بعد کو غزوہ
احد کے روز مسلمان ہوئے۔ اسلام مدینہ میں خوب پھیل گیا اور مصعب بن عمیرؓ کوٹ کر مکہ آئے
اس سال چونکہ مدینہ میں رسول اللہ کی خوب شہرت ہو گئی تھی حج کے لئے جو قافلہ یہاں
سے چلا اُس میں انصار اہل اسلام اور کفار کی بڑی جماعت شریک ہوئی۔ اور مکہ میں آکر تہتر
مرد و عورت نے اس دفعہ حضور کے ہاتھ پر عقبہ میں بیعت کی۔ اور عہد کیا کہ ہم آپ کی اور اسلام
کی حفاظت کے لئے اسی طرح اپنی جانیں لڑا دیں گے جس طرح اپنے نفس اپنے اہل و عیال اور

۱۔ مصعب بن عمیرؓ قدیم الاسلام ہیں صاحبہم تہم ہیں سب سے پہلے مدینہ پہنچے اور عمرو بن ام مکتومؓ والدین کو
پاس بڑے خوش پوش تھے لیکن انتقال کے بعد اتنا کپڑا نہ تھا کہ سب بدن چھپ سکے غزوہ احد میں شہید ہوئے
ان کا نسب ہے مصعب بن عمیر بن آشیم بن عبد مناف بن عبد الدار عبد ربی رضی اللہ عنہ ۱۲ منہ
۱۳ ابن ام مکتوم اہل مدینہ کہتے ہیں کہ ان کا نام عبد اللہ تھا اور اہل عراق کہتے ہیں کہ عمرو نام تھا یہی عند الاکثر
ماں کی طرف منسوب ہیں ماں کا نام ام مکتوم عاتکہ بنت عبد اللہ بن عتکہ بن عیینہ مہملہ بعدہ نون ساکن بعدہ کاف
و مثلاً اور باپ کا نام قیس بن زائدہ بن الاعم عامری۔ ان کے باپ قیس حضرت خدیجہ کے ماموں تھے کیونکہ
ان کی ماں فاطمہ قیس کی بہن تھیں یہ آنکھ سے معذور تھے عیس و دوی ان جاہلہ لاعلمی میں نہیں ذکر ہے ۱۴

اپنی عزت کے لئے لڑاتے ہیں۔

اسی رات کو بیعت کے موکد کرنے کے بعد حضور نے اشاعت اسلام اور تعلیم دین کے لئے انہیں بارہ نقیب مقرر کر دیئے۔ ابوامامہ اسعد بن زرارہ سعد بن ابی الربیع عبداللہ بن رواحہ رافع بن مالک۔ البراء بن معرور عبداللہ بن عمرو بن حزام سعد بن عبادہ منذر بن عمرو۔ عبادہ بن الصامت یہ نو اشخاص قبیلہ خزرج کے اور زمین قبیلہ اوس کے۔ اسید بن حضیر سعد بن خثیمہ رفاعہ بن عجلانذریض بن کعب بن رفاعہ نہیں بلکہ ابوالہیثم مالک بن الیثم ان کے علاوہ دو عورتیں ام عمارہ نسیم بنت کعب بن عمرو اور اسماء بنت عمرو بن عدی

صحابہ کی ہجرت

جب عقبہ ثانیہ کے بعد مدینہ کے لوگ چلے گئے تو رسول اللہ نے مسلمانوں کو اجازت دیدی کہ وہ مدینہ ہجرت کر جائیں۔ سب سے پہلے حضرت ابوسلمہ مع اپنی بیوی اور بچہ کے روانہ ہوئے ام سلمہ کے قرابت مندرج ہوئے کہ ہم ام سلمہ کو نہ جانے دینگے۔ ابوسلمہ کے قبیلہ داؤد نے لڑکے کو ام سلمہ سے چھین لیا کہ تب اس لڑکے کو ہم تمہارے پاس نہ جانے دینگے۔ اس طرح حضرت ام سلمہ ان کے شوہر اور ان کا لڑکا تینوں علیحدہ علیحدہ کر دیئے گئے۔ آخر بڑی پریشانی کے بعد ان کا لڑکا ان کو ملا اور وہ ایک سال کے بعد عثمان بن ابی طلحہ کے ساتھ مدینہ جا کر اپنے شوہر سے ملیں حضرت

۱۔ خزرج بفتح خارجیہ دس کون زائے محمد ففتح رائے مہلہ دجیم ۱۲ منہ
۲۔ ام عمارہ نسیم بنت کعب عبداللہ بن کعب کی بہن زید بن حاصم کی زوجہ تھیں دو لڑکے ہوئے عبداللہ اور سیدنا کو بعد عربین عمرو سے عقد کیا تو تمیم اور خولہ ہوئے عربین عمرو کے ساتھ حبش میں حاضر ہو کر بیعت کی تھی یہ غزوہ احد مدینہ خیر اور فتح مکہ میں شریک تھیں۔ احد میں پہلے پانی پلاتی تھیں جب کفار کو غلبہ ہوا تو انہوں نے تلوار لے لی اور لڑیں۔ یہ سیدہ کی جنگ میں بیمار بھی تھی تھیں وہاں ان کو بارہ زخم لگے تھے اور ماتھ بھی کٹ گیا تھا۔ یہ بنی نجران کی عورت تھیں ۱۲ منہ
۳۔ اسماء بنت عمرو بن عدی سیدہ میں معاذ بن جبل کی ماں کینت ام شیخ ہے انہوں نے نسیم بنت کعب کے ساتھ عقبہ میں بیعت کی تھی ۱۲ منہ

ابو سلمہ کے بعد مسلمانوں نے مسلسل ہجرت کرنا شروع کر دی تھی کہ مکہ میں صرف رسول اللہ حضرت صدیق اور حضرت علی رہ گئے یا وہ مسلمان جن کو کفار نے قید کر دیا اور مجبوراً جانے سکے اب حضور خود اپنی ہجرت کے لئے حکم الہی کے منتظر رہے اور حضرت صدیق نے کچھ انتظام بھی کرنا شروع کر دیا

دارالندوہ کا مشورہ

جب کفار نے دیکھا کہ صحابہ رسول اللہ چلے گئے۔ اپنا مال و متاع اور اپنے ذراری و اطفال کو بھی ساتھ لے گئے۔ اور اوس اور خزرج کے قبیلے جو زبردست اور ذی اثر قبیلے ہیں وہ اُن کے ساتھ ہیں۔ تو اُن کو اب رسول اللہ کی طرف سے سخت خطرہ پیدا ہوا۔ سب کے سب دارالندوہ میں جمع ہوئے۔ اور یہ اُن کا ایسا زبردست اجتماع تھا کہ کوئی اہل رائے مکہ کا ایسا نہ تھا جو اس مشورہ میں شریک نہ ہوا ہو۔ ان کا اہلی عمر دارالبیہ ایک شیخ کبیر کی شکل میں موجود تھا حضور کو قتل کرنیکی مختلف تدبیریں پیش ہوئیں سب کو اُس شیخ کبیر نے ناپسند کیا آخر ابو جہل نے یہ ترکیب پیش کی کہ تمام قبائل سے ایک ایک جوان لیا جائے۔ اور ان سب کو تلوار دی جائے یہ سب ملکر بیک ضرب رسول اللہ کا خاتمہ کر دیں۔ اس طرح ان کا دم بہت سے قبائل میں تقسیم ہو جائیگا اور سارے قبائل کا بنی عبد مناف مقابلہ نہیں کر سکتے۔ بالفرض اگر انہوں نے دیت چاہی تو ہم لوگ دیت ادا کر دیں گے۔ بڑھے شیخ نے اس رائے کو پسند کیا اور یہی رائے طے پائی۔

ہجرت کا حکم اور ہجرت نبوی

حضور کی خدمت میں حضرت جبریل تشریف لائے۔ کفار کے مشورہ کی خبر دی ہجرت کا حکم ہوا۔ اور فرمایا کہ آج رات کو آپ اپنے بستر پر نہ سوئیں حضور نے ٹھیک دوپہر کے وقت جا کر حضرت صدیق کو ہجرت کی خبر دیدی شب کے وقت کفار دروازہ پر جمع ہو گئے اور گھیر لیا اپنے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو اپنے بستر پر لٹا دیا۔ خود دروازہ پر آئے اور یہ آیت تلاوت فرمائی

وجعلنا من بین ایدیم سدا ومن خلفهم سدا فاغشیناهم فمن لا یبصر۔
 اور ایک مٹی بطن کی خاک لیکر پھینکی جو تمام کفار کے سروں پر پڑی اور آپ نکل کر چلے گئے کسی گلے
 نے آپ کو نہ دیکھا۔ حضرت صدیق کے دروازہ سے اُن کے مکان میں گئے اور حضرت صدیق
 کو شامل لیکر دوسری طرف کھرکی کے راستہ روانہ ہو گئے۔ کفار حضور کے دروازہ پر جمع تھے ایک
 شخص نے آکر کہا کہ اب کیا کر رہے ہو وہ تو تمہارے سروں پر خاک ڈال کر چلے ہی گئے۔ کفار نے
 دیکھا تو بھوں کے سروں پر خاک مٹی وہ صاف کرنے لگے حضور روانہ ہو کر غار نور پر پہنچے اور
 تین دن تک اُس میں رہے مگر نے جالاتن دیا۔ پرندوں نے اُس پر اُٹا دیا۔ کفار تلاش
 میں غار کے منہ تک پہنچے مگر خدا نے آپ کو اُن کے شر سے محفوظ رکھا۔ عامر بن فہیرہ تمام دن کفار
 کے ساتھ رہتے شام کے وقت بکریاں چرانے کے لئے دیں لے آتے اور کفار کے تلاش و مشورہ
 کی سب خبر پہنچاتے۔

عبداللہ ابن اریقط اللہی کو جو ایک کافر تھے اور راستوں سے خوب واقف تھے راستہ
 بتانے کے لئے مقرر کیا تھا وہ تیسرے دن دواؤنٹ لیکر آئے حضور حضرت صدیق۔ عامر بن
 فہیرہ اور عبداللہ بن اریقط یہ چار آدمی روانہ ہوئے۔ کفار نے اعلان کیا تھا کہ جو ان کو گرفتار
 کر کے لائے اس کو ہر ایک کی دیت انعام ملے گی اس لئے بہت سے لالچی تلاش میں تھے جب
 آپ قدید سے آگے جا رہے تھے تو بنی مدلج کے ایک شخص سے سراقہ بن مالک کو خبر ملی اُس نے
 گھوڑے پر سوار ہو کر تعاقب کیا۔ قریب پہنچا تو اپنے دعا کی اُس کے گھوڑے کا دونوں اگلا
 پیر زمین میں دھس گیا۔ وہ ڈر گیا اور معافی چاہی۔ اور وعدہ کیا کہ اگر نجات پاؤں تو کفار
 کو تعاقب سے روکوں گا۔ آپ نے دعا فرمائی اور اُس کو نجات ہوئی۔

حضور وہاں سے چلے۔ اُمّ جعد کے مسکن کے پاس پہنچے تو اُس کی بکریوں کے خشک تھنوں سے
 دودھ دوہا اتنا دودھ ہوا کہ خود بھی سب لوگ سیراب ہوئے۔ اور اُس کے ظریف بھی
 دودھ سے بھر گئے۔

مدینہ میں انصار کو خبر مل گئی تھی کہ رسول اللہ مدینہ آ رہے ہیں اور مکہ سے روانہ ہو چکے ہیں اس لئے وہ ہر روز حرہ میں روزانہ صبح کو آکر انتظار کرتے تھے اور جب دھوپ تیز ہوتی تو واپس جاتے تھے۔ اسی طرح بارہ زیج الاول پیر کے دن دھوپ تیز ہونے کے بعد وہ واپس جانے لگے تو ایک یہود نے چلا کر کہا کہ وہ آ رہے ہیں جن کا تم لوگ روزانہ انتظار کرتے ہو۔ اتنے میں بنی عمرو بن عوف نے زور سے تکیہ کرنا۔ ساتھ ہی تمام مسلمانوں نے اللہ اکبر کا نعرہ بلند کیا۔ ہر طرف فرحت و سرور کا غلغلہ ہو گیا۔ ہر شخص نے استقبال میں عجلت کی اور سب خدمت اقدس میں موزن حاضر ہوئے اسی وقت یہ آیت شریف نازل ہوئی فان الله هو مولاہ وجبریل وصالح المؤمنین و الملائکہ بعد ذلک ظہیر۔ وہاں سے آپ قبایں آئے بنی عمرو بن عوف میں علی الرائج کلثوم بن الہثم کے مکان میں قیام فرمایا چودہ رات قبایں قیام کیا۔ اور مسجد قبا کی بنیاد رکھی جو دنیا میں نبوت اور بعثت کے بعد پہلی مسجد ہے اور قرآن پاک میں اُس کی تعریف ہے حضور کی ہجرت کے تین روز بعد حضرت علیؓ روانہ ہوئے اور وہ بھی یہیں آکر حضور کے ساتھ کلثوم کے مکان میں ٹھہرے۔

قبائے جمعہ کے روز آپ روانہ ہوئے۔ اور بنی سالم کی مسجد میں جو بطن وادی میں ہے پہلا جمعہ آپ نے ادا فرمایا۔ اُس جمعہ میں ایک تہواہل مدینہ آپ کی جماعت میں شریک تھے وہاں اُسی روز آپ پہلے تمام قبائل جو راستہ میں تھے غایت اشتیاق میں اونٹ کی مہارت تمام کر عرض کرتے تھے کہ یا رسول اللہ آپ ہم میں قیام فرمائیں۔ آپ نے فرمایا چھوڑ دو اونٹ مامور من اللہ ہے جس جگہ کا قیام خدا کو منظور ہو گا وہ خود بیٹھ جائے گا چنانچہ جس جگہ اب مسجد نبوی ہے وہ بنی

سہ کلثوم بن الہثم کے مکان میں کون دال ہوئی بنی عتبہ اور اکثر اہل معازی کہتے ہیں کہ حضور نے ہجرت کے وقت قبایں کلثوم کے مکان میں قیام فرمایا بعضوں نے کہا ہے کہ سعد بن خیشمہ کے مکان میں ٹھہرے و اقدی کہتے ہیں کہ قیام فرمایا کلثوم کے مکان میں لیکن لوگوں سے ملتے تھے اور گفتگو کرتے تھے ابن خیشمہ کے مکان میں طبری اور ابن قتیبہ کی روایت ہے کہ صحابہ رسول اللہ میں سب سے پہلے مدینہ میں کلثوم بن الہثم نے انتقال کیا ان کے بعد سعد بن زرارہ نے انتقال کیا

کذا فی الاصابہ۔ واللہ اعلم بالصواب

نخار کے دولڑکے سہل و سہیل کا مربد تھا۔ اور اُسی کے پاس حضرت ایوب انصاریؑ کا مکان تھا۔ اونٹ اُس مربد میں بیٹھ گیا۔ حضور نے حضرت ایوبؑ کے مکان میں قیام فرمایا اور اُس مربد کو خرید کر مسجد نبوی بنایا۔

بعثت کے تیرہویں سال حضور نے ہجرت کی۔ اُس وقت آپ کی عمر تریس سال کی تھی۔ ربیع الاول کی ابتدا یا صفر کے آخر میں پیر کے دن آپ نے مکہ چھوڑا۔ اور پیر یا جمعہ کے دن بارہ ربیع الاول کو آپ قبا پہنچے۔ وہاں چودہ رات قیام فرمایا۔ وہاں سے جمعہ کے روز روانہ ہوئے اور اُسی روز شام کے وقت حضرت ایوب کے مکان میں پہنچے۔ حضرت براہِ فرماتے ہیں کہ جو فقرت و ستر و رادرجا و آوار و تجلیات اُس روز مدینہ میں ظاہر ہوئے جس روز حضور تشریف لائے نہ اُس سے پہلے ایسا ظاہر ہوا تھا نہ اُس کے بعد۔

عیال رسول اللہ

جب حضور حضرت ایوب کے مکان ہی میں تھے اسی وقت زید بن حارثہؓ اور ابو رافعؓ کو دو اونٹ اور پانچ تو درم دیکر مکہ بھیجا۔ وہ وہاں سے آپ کی دو لڑکیاں حضرت فاطمہؓ اور حضرت ام کلثومؓ کو اور ام المومنین سوڈہ بنت زمعہ کو اور اسماءؓ بن زید اور ان کی ماں ام ایمن کو مدینہ لے آئے۔ حضرت زینبؓ بنت رسول اللہؐ نے اُن کے شوہر ابو اسحاق بن الزبج نے نہ آنے دیا۔ انہیں لوگوں کے ساتھ عبداللہ بن ابی بکر صدیقؓ حضرت صدیق کے عیال کو بھی لے آئے۔ اُن میں حضرت عائشہؓ بھی تھیں۔ یہ سب لوگ حارثہ بن النعمانؓ کے گھر ٹھہرے۔

۱۔ یہ دونوں عمر و بخاری رحمہ اللہ کے تھے۔ ابن ابی کتبہؓ ہیں کہ معاذ بن حنفرا کی پرورش میں تھے اور موسیٰ بن جحہؓ کہتے ہیں کہ سعد بن زرارہؓ کے ابن جحہؓ کہتے ہیں کہ شاید دونوں کے نگرانی میں ہوں۔ واللہ اعلم ۱۲ منہ

۲۔ حارثہ بن النعمان بنی نخار سے تھے بدری ہیں اور ان آٹھ میں سے ہیں جو جنین میں رسول اللہ کے ساتھ منتقل ہوئے ابن سعد کہتے ہیں کہ معاویہؓ کی خلافت تک زندہ رہے اور اُسی وقت انتقال کیا ۱۲ منہ

قبلہ

حضرت نے جب مسجد نبوی بنائی تو اُس کا قبلہ بیت المقدس کی جانب رکھا۔ مسجد میں چھت نہ تھی دروازے تین تھے باب الرحۃ۔ باب النبی۔ اور ایک دروازہ پیچھے کی جانب مسجد کے مشرق حجرہ بنایا جس میں حضرت عائشہ صدیقہ اکبر رہیں۔ اس حجرہ کا مقام وہی ہے جہاں اب مزار شریف ہے حجرہ کی دیوار اینٹ کی تھی اور کھجور کی لکڑی اور شاخوں سے سایہ کر دیا گیا تھا۔ دوسرا حجرہ حضرت سودہ کے لئے بنا۔ تقریباً ایک سال میں یہ سب تیار ہوا۔ ہجرت کے ایک برس ایک مہینہ بائیس دن بعد حضرت فاطمہ بنت رسول اللہ کا عقد حضرت علی ابن ابی طالب سے ہوا۔ غائباً اُس وقت مسجد اور حجرہ تیار ہو چکا تھا۔ ہجرت کے نولہ ماہ بعد یعنی غزوہ بدر سے دو ماہ قبل شعبان یا رجب کے مہینہ مکہ قبلہ ہو گیا جو اسلام کے ملت ابراہیمی ہونے کے زیادہ مناسب ہے۔ اللہ اعلم

مواخات اور تنظیم

مدینہ میں انصار کے قبائل کے علاوہ یہود بہت تھے۔ یہودیوں کا تین قبیلہ بہت بڑا تھا بنو قینقاع۔ بنو النضیر۔ بنو قریظہ۔ اُس کے علاوہ انصار کے قبائل میں بھی یہود تھے۔ بنی نختار۔ بنی عبد الاشہل۔ بنی ساعدہ۔ بنی عمرو بن عوف۔ بنی زریق۔ بنی حارثہ۔ بنی ثعلبہ۔ سب میں یہود تھے اور بعض بڑے بڑے نامی اجارے تھے۔ ہجرت سے پہلے یہود اور انصار میں ہمیشہ اختلاف رہتا تھا اور وہ اختلاف اُس وقت تک موجود تھا۔ ان قبائل کے آپس میں بھی بڑے اختلافات تھے۔ مہاجرین یہاں بالکل نو وارد تھے اور مسافرانہ حالت میں تھے۔ حضور کو جب ذرا اطمینان ہوا تو آپ نے اس طرف توجہ فرمائی۔ ایک روز حضرت انس بن مالک کے مکان میں نوے مسلمان جمع تھے۔ جن میں نصف مہاجر تھے اور نصف انصار۔ آپ نے دو دو اشخاص کے درمیان مواخات کرایا جس میں زیادہ یہ صورت تھی کہ ایک مہاجر اور ایک انصاری تھے لیکن ایسا بھی ہوا کہ بعض مہاجر

کا مہاجر سے اور بعض نصاریٰ کا انصاری سے نواخت ہو اہجرت کے آٹھ مہینہ بعد نواخت ہوا اور یہ نواخت اتنا قوی تھا کہ غزوہ بدر سے پہلے عقد نواخت کی بنا پر درشہ جاری ہوتا تھا اور ذوی الارحام کو درشہ نہیں ملتا تھا لیکن جب آیت نازل ہوئی اور الارحام بعضهم اولیٰ ببعض۔ تو ذوی الارحام کو ملنے لگا اور عقد نواخت کا درشہ موقوف ہوا۔

اس کے بعد ایک بیضا تحریر آپ نے لکھوائی اُس میں صراحۃً سے ظاہر کر دیا گیا کہ اب آئندہ آپ کے تعلقات کیسے ہوں گے مسلم کا غیر مسلم سے۔ یہود کا غیر یہود سے۔ انصار کا مہاجرین سے۔ مہاجرین کا انصار سے۔ ایک قبیلہ کا دوسرے قبیلہ سے برتاؤ کیسا ہوگا۔ اور کس کس کے حقوق کیا ہونگے۔ ابنِ احن نے اس صحیفہ کی پوری عبارت نقل کی ہے اور یہ اُس وقت کے انتظام کے متعلق ایک مکمل دستاویز ہے۔ اس میں یہودیوں کو اپنے مذہب پر رہنے کا پورا اختیار دیا گیا ہے اُنکے جائیداد اور اموال سے کوئی تعرض نہیں کیا گیا ہے فتنہ و فساد کا پورا سد باب کیا گیا ہے مدینہ کے تحفظ کے لیے بلکہ کام کرنے کے شرائط واضح کر دیئے گئے ہیں۔

کفار و مشرکین مدینہ

حقور نے مدینہ میں امن اور انتظام کے قیام کا پورا بندوبست کر دیا تھا۔ آپس کے جھگڑے بہت کچھ موقوف ہو چکے تھے صحابہ کو بہت کچھ اطمینان حاصل ہو گیا تھا مگر یہاں ایک فتنہ منافقین کا پیدا ہو گیا کفار مکہ اور کفار مشرکین مدینہ کے حالات میں بڑا فرق تھا۔ اہل مکہ کی حالت یہ تھی کہ وہ کھلے دشمن تھے اور سخت دشمن۔ مگر جو اُن میں مسلمان ہوتا یا مسلمان نہ ہوتا مگر صرف حمایت کا وعدہ کر لیتا تو اُسکے وعدہ پر پورا اعتماد ہوتا تھا۔ وہ لوگ معاہدہ کے پورے پابند ہوتے تھے۔ لیکن مدینہ میں بڑی جماعت یہود کی تھی اُن میں بہت ایسے تھے جو بظاہر ایمان لائے مگر باوجود اس کے وہ شدید دشمن تھے۔ معاہدہ کرتے تھے مگر کوئی اعما نہ تھا کہ وقت پر اُس کو ڈپورا کرینگے جب موقع ملتا وہ فوراً معاہدہ کو کالعدم کر دیتے تھے اِلا ماشاء اللہ۔ یہاں ایک جماعت

منافقین کی پیدا ہو گئی تھی۔ یہ لوگ حضور سے یا مسلمانوں سے ملتے تو اسلام سے پوری محبت ظاہر کرتے لیکن جب عینِ جدہ ہوتے تو استہزا اور شرارت کرتے۔ سورہ بقرہ کا بہت راحت ہے انہیں منافقین کے حالات ہیں ہے۔ یہ لوگ کبھی حضور کی جانب جھوٹی باتیں منسوب کر دیتے کبھی اسلام کی بعض تعلیم کا غلط مطلب لوگوں کو سمجھاتے کبھی انبیاء سابقین کے تعلیمات میں خلط ملط کر کے مسلمانوں کو غلط مطلب بتاتے۔ مخادعت۔ فریب۔ بد عہدی اُن کی عادتِ ثانیہ تھی۔ یہ بتائیں یہودیوں میں بہت زیادہ تھیں۔ مدینہ کے بت پرست قبائل کے کچھ لوگوں میں بھی انہیں کی صحبتوں یہ باتیں پیدا ہو گئی تھیں منافقین میں خود علانیہ مخالفت کی جرأت نہ تھی لیکن مسلمانوں کو باہم لڑا دینے کی کوشش کرتے تھے تخلص مسلمانوں کی طرف سے حضور کو اور حضور کی جانب سے مسلمانوں کو بدظن کرنے کی کوشش کرتے تھے۔ دوسرے عرب کے قبائل کو مسلمانوں کو خلاف بھڑکانے تھے یہی سب ان کا کام تھا۔

انہیں منافقین نے غزوہ بنی المصطلق سے لوٹتے وقت حضرت عائشہ صدیقہ پر تہمت باندھا جسکی تردید میں افک کی آیتیں نازل ہوئیں غزوہ بنوک سے لوٹے ہوئے انہیں کم بختوں نے حضور کے شہید کر نیکا مشورہ کیا بلکہ انتظام کیا جس سے خدا نے آپ کو منہ کیا۔ انہیں بد نصیبوں نے مسجدِ ضرار بنا کر مسلمانوں میں تفریق پیدا کرنی چاہی اور اسلام کے خلاف ایک مرکز قائم کرنا چاہا لیکن غزوہ بنوک سے لوٹنے کے بعد ان کی نیتوں سے خدا نے آپ کو مطلع کر دیا۔

ان منافقین کے ناموں سے خدا نے آپ کو مطلع کر دیا تھا صرف شریعت کا پاس تھا کہ ان کے ظاہری اقرار شہادت کی وجہ سے اُن کو ہمیشہ حضور چھوڑ دیا کرتے تھے بلکہ اُن کے جنازہ کی نماز بھی پڑھتے تھے لیکن پیچھے آپ کو منافقین کے جنازہ کی نماز پڑھنے سے منع کر دیا گیا۔

بنوک سے لوٹتے وقت جن بارہ منافقین نے حضور کے ہلاک کرنے کا قصد کیا تھا اُن کے ناموں سے آپ نے حضرت ابو حذیفہ کو بھی مطلع کر دیا تھا اور اسی وجہ سے صحابہ اُن کو مصاحب نہ کر سکتے تھے چنانچہ جب کوئی مشکوک شخص مرتا تھا تو حضرت عمر دریافت کرتے تھے کہ اُس کے

جنازہ کی نماز ابو حذیفہؓ نے پڑھی یا نہیں۔ کیونکہ اگر ان میں سے کوئی ہوتا تھا تو حضرت ابو حذیفہؓ اُس کے جنازہ کی نماز نہیں پڑھتے تھے۔

حکم جہاد و قتال

جب تک حضور مکہ میں رہے آپ کو صرف یہ حکم تھا کہ دلائل اور حجت سے بطریق احسن نصیحت کر کے لوگوں کو توحید کی طرف بلائیں۔ اور بت پرستی سے منع کریں۔ کفار کی ایذا اور شرارتوں کو صبر کے ساتھ برداشت کریں تاکہ حجت الہیہ قائم ہو جائے۔ اور حق دبا پل واضح ہو جائے حربے قتال کی اجازت نہ تھی۔ اور تبلیغ کے لئے قتال جائز نہ تھا۔ ایک دفعہ حضرت سعد اور ایک دفعہ حضرت زبیرؓ کو لڑنا پڑا تھا۔ اور ایمان لانے کے بعد ایک دفعہ حضرت عمرؓ لڑے مگر یہ تینوں واقعہ جہاد کے حکم سے پہلے کا ہے اس سے محض حفاظت نفس مقصود تھا ہجرت کے بعد صحابہ نے اپنا گھر بار خاندان اقربا وطن اور قبیلہ سب نبھ کر اسلام کی محبت میں اور جناب رسول اللہ کی محبت میں ترک کر دیا اور آپ کا ساتھ دیا۔ مگر اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ سارا عرب اور تمام یہود ان تھوڑے سے اشد کے بندوں کو دنیا سے فنا کرنے کے لئے متفقہ طور سے کھڑے ہو گئے جب یہ حالت ہو گئی تب آپ کو اجازت ہوئی کہ جو شخص تم سے لڑے اور ابتدا کرے اُس سے تم بھی لڑ سکتے ہو صحیح یہی ہے کہ آیۃ اِذْ نَجَّیْ اٰذِنَ الَّذِیْنَ یَقَاتِلُوْنَ بِاَنھُمْ ظَلَمُوْا وَاِنَّ اللہَ عَلٰی نَصْرِھِمْ لَقَدِیْرٌ ہجرت کے بعد نازل ہوئی مشترک میں مردی ہر کہ حضرت صدیقؓ نے ہجرت کے بعد فرمایا کہ ”اِنَّ اللہَ وَاَنَا اِلَیْہِ رَاٰجِعُوْنَ اِنْ کَفَرْنِیْ اِنِّیْ نَبِیُّ کُوْاۓمَ“ دین سے نکال دیا ہے یہ ضرور ہلاک ہوں گے اُس کے بعد یہ آیۃ نازل ہوئی ابن قیم لکھتے ہیں کہ اسکی سند علی شرط الصحیح ہے۔ لہذا گو سورہ کی ہے مگر یہ آیۃ مدنی ہے۔ یہ اجازت بھی ابتداءً مشروط تھی یعنی صرف اُن سے لڑنے کی اجازت تھی جو پہلے قتال کی ابتدا کریں وقاتلوا فی سبیل اللہ الذین یقاتلونکم۔ لہذا جہاد کا حکم جو مکہ میں تھا اس سے مراد جہاد بالجمہور اور جہاد بالقرآن ہے۔ اور ہجرت کے بعد ابتدائی آیتیں جن میں مقاتلہ اور جہاد کا حکم ہے اس سے مراد

مداغت باسيف ہے۔ آگے بعد جب حق واضح ہو گیا۔ اور باطل ظاہر ہو گیا تو چونکہ تبلیغ اور حمایت احکام الہی جمیع لوازمہ ماموریہ ہے اس لیے سارے کافروں سے کافۃً وہ ابتدا کریں یا نہ کریں مقلد بھی ماموریہ ہوا بشرطیکہ نیت محض تبلیغ احکام ہو حق و باطل کے ظاہر ہو جانے کے بعد حق کے لیے مجبور کرنا اور باطل کو جبراً ترک کرنا اگر اہل الدین نہ رہا۔ فرمایا لا اکواہ فی الدین فدمیتین الرشید من الہی۔ اُس کے بعد اس حکم کو موکد فرمایا اور عذاب سے نجات کو جہاد بالنفس پر معلق ٹھہرایا فرمایا یا ایہا الذین امنوا حل اولکم علی تجارۃ تنجیککم من عذاب الیم تو مومنو ۱۱ اللہ ورسولہ وبتحاہدون فی سبیل اللہ یا موابکم و انفسکم الایہ بلکہ ظاہر کر دیا کہ مومن کو ایمان کے بعد اپنے نفس اور اپنے اموال پر اختیار نہیں رہتا ان اللہ اشتوی من المؤمنین انفسہم و اموالہم بیان یہم الجنة کیونکہ جس نے نفس کو خرید لیا ہے اُسی کے کام میں اُس کو صرف ہونا چاہیئے۔ اِس کے بعد آپ نے شان عالم اور اقوام دنیا کو دعوت توحیدی اور بتا دیا کہ عدم قبول کی حالت میں ہم بامراشہ جہاد باسيف پر مامور ہیں۔ جیسا کہ اُن خطوط کی عبارتوں سے واضح ہے۔

قبائل یہود

قبائل یہود کے ساتھ جتنے غزوات ہوئے وہ بدر کے بعد اس لیے سلسلہ کلام میں ان کا ذکر اپنے اپنے مقام پر ہونا چاہیئے مگر چونکہ یہ ایک مستقل قوم کا قہنہ ہے اس لیے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ان کا ذکر ایک ساتھ کر دیا جائے۔

جب حضور ہجرت کر کے مدینہ آئے تو مسلمانوں کی تعداد کچھ زیادہ نہ تھی اور دشمنوں کے درمیان اُن کو احتیاط سے رہنا تھا۔ اس چھوٹی سی جماعت کا تمام عرب دشمن تھا حضور نے مدینہ اور اطراف کے قبائل سے معاہدات کیے اور ضرور تھا کہ ان معاہدات کی پوری پابندی کی جائے۔ کیونکہ حفاظت کا صرف یہی طریقہ تھا جن قبائل سے آپ نے معاہدہ کیے ان میں یہود یونکتین بڑے

قبیلے بیتھے جو اطراف مدینہ میں رہتے تھے بنو قینقاع بنو النضیر بنو قریظہ ان تینوں نے یکے بعد دیگرے معاہدہ کا خلاف کیا اور آخر یہ نقص عہد ان کے لئے تباہ کن ثابت ہوا۔

بنو قینقاع

مدینہ کے قریب ہی بنو قینقاع رہتے تھے۔ یہ لوگ ناجر اور صناع تھے غزوہ بدر کے بعد سب سے پہلے انہوں نے عہد شکنی کی اور ان سے جنگ ہوئی۔ واقعہ یہ ہوا کہ ایک عرب عورت ان کے بازار میں گئی۔ دوکاندار نے شرارت کی اور اس کو تنگ کر دیا اور خود سب ہنسنے لگے وہ چلائی ایک عرب آیا اس نے دوکاندار کو قتل کر دیا۔ یہود جمع ہو گئے اب عرب اور یہود میں لڑائی شروع ہو گئی حضور تشریف لائے اور آپ نے ملامت کی اس پر بنی قینقاع بگڑ گئے اور بولے کہ بدر کی فتح پر مغرور نہ ہونا وہ تمہاری قوم تھی اور لڑنا نہیں جانتی تھی اگر ہم سے سابقہ پڑا تو معلوم ہو جائے گا کہ لڑنے والے کیسے ہوتے ہیں۔ اور انہوں نے معاہدہ توڑ دیا۔ اس لئے حضور نے پیچھے کے روز نصف ثوال میں ہجرت کے بیٹوں مہینہ ان پر حملہ کیا علم اسلام حضرت امیر حمزہ کو دیا اور مدینہ پر ابوبالابہ ابن المذکر کو خلیفہ کر دیا ابن شام کہتے ہیں کہ بشیر بن المذکر خلیفہ ہوئے تھے پندرہ روز محاصرہ رہا حتیٰ کہ ذیقعدہ کا ہلال دیکھا گیا۔ آخر میں بنو قینقاع پر رعب طاری ہوا اور بلا شرط انہوں نے رسول اللہ کے حکم پر رضامندی ظاہر کی حضرت ابن عباس فرماتے ہیں کہ انہیں کے شان میں یہ آیت ہے قل للذین کفروا ستغلبون وہ حشر دن الی جہنم وبئس المہاد قد کان لکم فی نین انفتاحاً فی البیضاء فیتقاتل فی سبیل اللہ داخری کاخرۃ یروونہم مثلیہم راہی العین۔ واللہ یوشد بنصرہ من یشاء ان فی ذلک عبرۃ لادلی الا بصائر۔ یہ قبیلہ قبیلہ خزرج کا حلیف تھا۔ اسلئے

اسلئے قینقاع ابن اثیر نہایت میں لکھتے ہیں فسیخ قاف اور نون کو بعض فقرہ کہتے ہیں بعض قوم بعض کسرہ اور یہی قاموس میں بھی ہے ۱۲ منہ

اسلئے ابوبالابہ ہی کا نام بشیر بن عبد المذکر تھا یہی صحیح ہے ۱۲ منہ

جلد ثبوت سلول راس المناقین اور حضرت عبادۃ بن الصامت نے سفارش کی حضور نے انہیں کو
 اُن کے حق میں فیصلہ کا اختیار دیدیا انہوں نے فیصلہ کیا کہ ساری قوم مدینہ اور اطراف مدینہ کو
 چھوڑ کر باہر چلی جائے۔ اُن میں چھ تو مرد جوان لڑنے کے قابل تھے اور یہودیوں میں بھی قبیلہ زیادہ
 دیر تھا اُن کے اموال میں سے تین قوس۔ دودر عین تلواریں تین نیزے حضور نے لیے اور اموال
 کا خمس لیکر بقیہ محمد بن مسلمہ کے سپرد کیا۔ چونکہ انکی حضرت عبادۃ نے سفارش کی تھی یہ آیت نازل
 ہوئی یا ایہا الذین امنوا لاتخذوا الیہود والنصارى اولیاء الا یہ

بنو النضیر

ان کے بعد بنو النضیر کے یہودیوں نے عمل شکنی کی۔ اور ان پر حملہ کیا گیا۔ امام بخاری کہتے
 ہیں کہ امام زہری حضرت عروہ سے روایت کرتے ہیں کہ عروہ بنی نضیر بدر کے چھ ماہ بعد ہوا۔ اور
 ابن اسحق کہتے ہیں کہ یہ عروہ عروہ احد اور بصرہ کے بعد ہوا اور یہی صحیح ہے پہلی روایت میں ہو
 ہو گیا ہے۔ واللہ اعلم

قصہ یوں ہوا کہ بنی کلاب کے دو شخصوں کو عمر بن ابیضیری نے قتل کر دیا تھا۔ اور بنو النضیر
 بنی کلاب کے حلیف تھے۔ اس لیے حضور ان دونوں کی دیت کے متعلق گفتگو کرنے کو بنو النضیر
 کے پاس تشریف لے گئے۔ آپ کے شامل حضرت ابو بکر حضرت عمر اور حضرت علی و دوسرے بعض صحابہ
 بھی تھے۔ وہ لوگ بظاہر بہت اخلاق سے ملے اور آپ کو ایک دیوار کے پاس بٹھایا۔ اُس کے بعد
 آپس میں مشورہ کیا کہ دیوار کے اوپر سے ایک بڑا پتھر آپ پر گرا دیں تاکہ یہیں دب کر رہ جائیں عمرو
 بن جاش اس کے لیے تیار ہوا اور دیوار کے اوپر گیا۔ حضور کو بزمِ وحی اکی اطلاع ہوئی آپ نے اُس کو
 فوراً چپ چاپ اٹھ کر چلے آئے جب صحابہ کو علم ہوا کہ حضور چلے گئے تو وہ بھی چلے آئے۔ آپ نے اُن کو
 بنو النضیر کے مشورہ کا حال بیان کیا۔

سہ قافوں میں ہے کہ نضیر امیر کے دزن پر ہے اور اس قبیلہ کی طرف نسبت نضیری یعنی بنو نضیر ہے ۱۲

اس واقعہ کے بعد آپ نے بنو النضیر کو کہلا بھیجا کہ دشمن روز کی تم کو ہلت دیجانی ہے اسکے اندر
تم اطراف مدینہ سے چلے جاؤ۔ اس مدت کے بعد جو شخص تم میں کا پایا جائے گا وہ قتل کر دیا جائے گا
وہ جانا چاہتے تھے مگر اسلٰمنا فتن بن ابی نے اُن کو کہلا بھیجا کہ تم ہرگز جگہ نہ چھوڑو۔
ہم دو ہزار آدمیوں کی تمہاری امداد کو ہر طرح تیار ہیں اور تمہارے قلعہ میں آکر تمہارے ساتھ مرنے کو
مستعد ہیں۔ اسکے علاوہ بنی قریظہ تمہاری مدد کریں گے بنی غطفان تمہارے حلیف ہیں وہ تمہاری
مدد کریں گے۔ یہ بات بنو النضیر کے دل میں جم گئی۔ انہوں نے حضور کو جواب کہلا بھیجا کہ میں نہیں جانا
جو آپ کے دل میں آئے کیجئے۔

اس جواب کے بعد حضور نے حملہ کی تیاری کا حکم دیا۔ مدینہ پر ابن ام مکتوم کو خلیفہ کر دیا حضرت
علیؓ کو فوج کا علم ملا۔ اور مسلمانوں نے جا کر بنو النضیر کا محاصرہ کر لیا۔ بنو قریظہ غطفان اور منافقین
میں سے کوئی ان کی امداد کو نہ آیا۔ اسی کو اللہ پاک نے سورہ حشر میں بیان کیا ہے مشہور کمثل
الشيطان اذا قال للانسان اكفر فلما كفر قال اتى برقى منك اتى اخاف رب العالمين
آخر وہ مستعد ہوئے کہ اپنا مکان اور قلعہ چھوڑ دیں اور باہر چلے جائیں حضور نے اجازت دی کہ
آلات حرب کے سوا اور جتنا مال ادھنٹ پر لاد سکو لیکر مع اہل و عیال باہر چلے جاؤ۔ اور علاقہ
خالی کر دو چنانچہ سب خیر چلے گئے اور انہیں میں حی بن اخطب اُن کا رئیس بھی تھا۔

پچاس خود پچاس درع بن تو جالین تلواریں اُن کے پاس سے ملیں۔ سورہ حشر میں
بنو النضیر کے بہت حالات ہیں بخاری میں حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ
سورہ حشر سورہ النضیر ہے بنو النضیر کا اخراج وسیع الاول سلسلہ ہجری میں ہوا۔ ابن اسحق لکھتے
ہیں کہ نخر کی حرمت اسی غزوہ میں ہوئی واللہ اعلم

بنی قریظہ

قبیلہ یہودیوں کا مدینہ کے قریب بنی قریظہ کا تھا یہ سب سے شہر اور بد زبان جماعت تھی

لے فاموس میں ہے کہ قریظہ عینہ کے وزن پر یہود کے قبیلہ کا نام ہے یعنی بضم قاف دفع رائے پہلہ جودہ تمانہ و ظالم ہوا منہ

اور اسی نے اشد پاک نے اُن کو سزا بھی ایسی ہی سخت دی۔ اس قبیلہ کا خاتمہ شہہ ہجری میں ہوا۔ قصہ یہ ہوا کہ اس دفعہ یہودیوں نے بڑی کوشش سے مسلمانوں کے فنا کر دینے کا پورا انتظام کر دیا تھا۔ سلام ابن ابی ایتحق۔ سلام ابن شکم۔ کنانہ ابن الزبج یہ بڑے بڑے یہود سردار عرب کے تمام قبائل میں گھومے۔ اور قریش بنو سلیم۔ عطفان۔ بنو آسد۔ آشج۔ خزّارہ۔ بنو مرہ۔ بھوں کو ایک ساتھ مدینہ پر حملہ کرنے کے لئے مستعد کیا۔ چنانچہ مختلف قبائل کے دس ہزار عربوں نے مسلمانوں پر حملہ کیا۔ رسول اللہ نے صحابہ سے مشورہ کر کے طے کیا کہ مدینہ میں حفاظت نہیں ہو سکتی اس لئے مدینہ میں عورتوں اور بچوں کو چھوڑ دیا اور تمام مرد آگے بڑھ کر وہ مسلح کے پاس مجتمع ہوئے۔ کوہ کو پشت کی جانب کیا اور آگے خندق کھودی اور اُس میں محصور ہو کر رہے۔ خندق کے باہر تمام دشمن قبائل نے آکر گھیر لیا جو وقت مسلمان اس خندق میں محصور تھے اسی وقت خبر ملی کہ بنی قریظہ نے علانیہ معاہدہ فسخ کر دیا ہے۔ حتی بن اخطب کے بھکانے میں آگے ہیں اور کفار سے مل گئے ہیں۔ اس خبر نے مسلمانوں کو بے چین کر دیا۔ اس لئے کہ مدینہ میں عورتیں بچے اور اموال تھے اور ابن ام مکتوم خلیفہ بنا کر چھوڑ دیئے گئے تھے اُن کے حفاظت کی کوئی تدبیر نہ تھی۔ مرد سب خندق میں محصور تھے اور بنی قریظہ مدینہ کے قریب رہتے تھے ہر وقت ان کے حملہ کا اندیشہ تھا۔ حضور نے پہلے سعد بن معاذؓ اور خواتین جبرہ وغیرہ کو تحقیق کے لئے بھیجا کہ کیا واقعی بنی قریظہ نے معاہدہ توڑا ہے یا نہیں۔ جب ان لوگوں نے آکر خبر دی کہ خبر صحیح ہے تو آپ نے بنی حارثہ کے بعض جوانوں کو مدینہ بھیجا مگر تاہم مسلمان ہر وقت متردد تھے۔ ایک مہینہ تک کفار نے خندق کا محاصرہ رکھا جیسا غزوہ خندق کے بیان سے معلوم ہوگا اس کے بعد وہ منتشر ہو گئے اور مسلمان مدینہ میں آئے۔ ابھی مسلمانوں نے دم بھی نہ لیا تھا کہ حضرت جبریلؑ ذی قریظہ پر حملہ کے لئے کہا حضور نے حکم دیا اور فرمایا کہ ہر شخص عصر کی نماز بنی قریظہ میں جا کر پڑھے اس جملہ کے مطلب میں صحابہ کا اختلاف ہوا کسی نے رات میں عصر پڑھ لی کسی نے عشاء کے بعد جب بنی قریظہ میں پہنچے تب عصر ادا کی بہر کیف مسلمانوں نے بنی قریظہ کا محاصرہ کیا پچیس روز محاصرہ رہا اور بنی قریظہ مایوس ہو گئے۔ اُن کے سردار کعب ابن اسد نے

کہا کہ اب نجات کی صورت یہ ہے کہ سب لوگ مسلمان ہو جاؤ تم سب جانتے ہو کہ یہ نبی برحق ہیں اگر یہ نہیں کرتے تو سب لوگ اپنی بیوی بچوں کو خود قتل کر دو پھر تلوار لیکر نکلو پھر با تو فتح حاصل کر دیا سب جان دیدو۔ اگر یہ بھی نہیں ہو سکتا تو یک بیک بہت کے روز نکل کر حملہ کر دو اس روز مسلمان غافل رہتے ہیں ان کو یقین ہے کہ ہم بہت کے روز نہ لڑینگے۔

بنی قریظہ نے کعب کی تین صورتوں میں سے ایک بھی قبول نہ کیا انہوں نے حضور سے کہلا بھیجا کہ آپ ابو لبابہ بن عبدالمندر کو بھیج دیجئے ہم ان سے کچھ مشورہ کریں گے۔ ابو لبابہ انہوں بنی عمرو بن عوف میں تھے بنی عوف قبیلہ اوس کے حلیف تھے۔ اوس بنی قریظہ کے حلیف تھے اس بہت سے انہوں نے ابو لبابہ کو بلایا تھا۔ یہ گئے تو سارے مرد و عورت ان کے سامنے رونے لگے۔ اور پوچھا کہ کیا ہم بلا شرط اطاعت کر لیں۔ انہوں نے کہ تو دبا کہ "ہاں" مگر گلے کی طرف اشارہ کیا کہ قتل کے جاؤ گے اشارہ تو کر دیا مگر خود ہی سوچے کہ میں نے خیانت کی: نادام ہوئے اور مدینہ چلے گئے مسجد نبوی میں ایک ستون سے اپنے کو باندھا اور عہد کیا کہ جب تک حضور اپنے ہاتھ سے نہ کھول دیں بندھا رہوں گا۔ اور قسم کھایا کہ کبھی ارض بنی قریظہ میں نہ جاؤں گا چھ روز یہ اسی طرح رہے۔ نماز کے وقت ان کی زوجہ کھول دیتی تھیں اور نماز کے بعد پھر باندھ دیتی تھیں چھ روز کے بعد ایہ نازل ہوئی ان کا قصور معاف ہوا اور خود حضور نے اگر اپنے ہاتھ مبارک سے ان کو کھول دیا۔

انقرض بنی قریظہ مجبور ہوئے اور بلا شرط زیر حکم آگئے۔ اس وقت ان کے حلیف بنی اوس کے لوگوں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ بنی قینقاع کے ساتھ جو سلوک آپ نے کیا وہ آپ کو معلوم ہے بنی قینقاع خزیج کے حلیف تھے اور یہ ہمارے حلیف ہیں حضور نے فرمایا کہ کیا تم پسند کر دو گے کہ ہم تمہارے ہی ایک شخص کو ان کے بارہ میں حکم بنادیں سب رضی ہوئے۔ آپ نے فرمایا کہ اچھا اس کے متعلق فیصلہ کا اختیار سعد بن معاذ کو ہے سب بہت خوش ہوئے۔ حضرت سعد ایک زخم کی وجہ سے شریک نہ تھے لوگ جا کر ان کو لائے جب وہ آئے تو سب نے کہا کہ اے سعد بنی قریظہ کا فیصلہ تمہارے

حکم پر موقوف ہے فرمایا کہ کیا میرا فیصلہ نافذ ہو گا سب نے کہا کہ ہاں پوچھا کہ کیا سب مسلمان بھی قبول کر لینگے۔ کہا کہ ہاں رسول اللہ کی طرف ادباً صریح اشارہ کر کے پوچھا کہ کیا حضور بھی قبول فرمائینگے کہا کہ ہاں تب حضرت سعدؓ نے فرمایا کہ میرا حکم یہ ہے کہ ان سب ملعونوں کو قتل کر دیا جائے۔ اُن کے ذریعہ گرفتار کر لئے جائیں اور اُن کے اموال مسلمانوں میں تقسیم کر دیئے جائیں جھوٹے اُنکے فیصلہ کو قبول کر لیا اور بنو قریظہ کے کل جوان جن کی تعداد چھ سو اور سات سو کے درمیان تھی قتل کر دیئے گئے عورتوں کو قتل نہیں کیا گیا سوائے ایک کے کعب بن سعدؓ اُن کا ریس قتل کیا گیا جی ابن حطب بنو النضیر کا ریس جس نے خیبر سے آکر اُن لوگوں کو عہد شکنی پر آمادہ کیا تھا اور انہیں میں موجود تھا وہ بھی قتل کیا گیا۔ اُن میں ایک شخص زبیر بن باطا تھا اُس کو اور اُس کے اہل اور اموال کو حضرت ثابت بن قیس نے رسول اللہ سے مانگ لیا تھا کہ یہ ہمیں ہبہ کر دیئے جائیں چنانچہ وہ اُن کو ہبہ کر دیا گیا۔ حضرت ثابت نے زبیر سے کہا کہ تم اپنا مال اور اپنے اہل کو لے لو اور جہاں دل چاہے چلے جاؤ۔ اُس نے اصرار کیا کہ نہیں ہم اپنے اجداد ہی کے ساتھ جائیں گے آخر وہ بھی قتل کر دیا گیا۔ اُن میں سے ایک شخص عمر بن سعدؓ اسی رات کو مسلمان ہو گئے تھے اور وہ عہد شکنی کے مشورہ کے وقت بھی بد عہدی کے خلاف تھے مگر پھر اُن کا پتہ نہ ملا۔ نہ معلوم مسلمان ہونے کے بعد وہ کہاں چلے گئے۔ جنور نے خبر دی کہ انکی نجات ہو گئی۔

یہود کے تین بڑے قبائل کا اس طرح خاتمہ ہو گیا۔ سورہ حشر بنو النضیر کے حال میں ہے اور سورہ احزاب میں بنو قریظہ کا تفصیلی تذکرہ ہے۔ اس کے بعد مدینہ کے اطراف میں یہود کی کوئی بڑی جماعت نہ رہی البتہ مختلف قبائل میں جو منتشر تھے وہ رہے۔ غزوہ بنی قریظہ ربیع الاول ۶ ہجری میں ہوا۔ واللہ اعلم۔

کفار کے ساتھ معاملہ

قرآن پاک میں جن لوگوں نے تہذیب کیا ہے وہ فرماتے ہیں کہ حضور کے پاس سب سے پہلے حکم

۱۷ عمر بن سعدؓ کے مسلمان ہونے کا ذکر ابن اسحق نے کیا ہے اور ابن اثیر نے نمایاں کھلایا ہے کہ ابن شامی نے ذکر کیا ہے ۱۷

آیا اقربا سہ دیک الہدی خلق اُس وقت آپ کو درجہ نبوت عنایت ہوا لیکن اُس میں تبلیغ کا کوئی حکم نہ تھا۔ پھر حکم ہوا یا ایہا المدثر قم فانذر اُس وقت آپ پر تبلیغ فرض ہوئی لیکن تبلیغ مخفی طور پر تھی۔ اُس کے بعد حکم ہوا وانذر عشرتک الاقربین اور دوسری آیتیں بھی نازل ہوئیں جس سے علی الاعلان تبلیغ کرنے کا حکم ہوا۔ آپ نے اپنی قوم کو پھر قریب کے قبائل کو پھر تمام عرب کو پھر تمام عالم کو دعوت دی۔ اور سب کو نافرمانی کے دباں سے ڈراتے رہے بارہ تیرہ برس تک آپ کو قتال کی اجازت نہ تھی صرف ڈراتے تھے اور اُس کی وجہ سے جو مصائب پیش آتے اُس پر خود بھی صبر کرتے اور صحابہ کو بھی استقامت کی تلقین فرماتے۔ ایکے بعد آپ کو ہجرت کی اجازت ہوئی ساتھ ہی یہ بھی اذن ہوا کہ جو تم سے لڑے اُس سے تم بھی قتال کرو۔ جو نہ لڑے اُس سے تم بھی نہ لڑو اسکے بعد آپ کو حکم آیا کہ اب سارے کفار و مشرکین سے مقاتلہ کرو وہ لڑائی کی ابتدا کریں یا نہ کریں حقن الدین کلہ اللہ

جمادیا السیف کے حکم کے بعد کفار کی تین قسم ہو گئی معاہدہ۔ حربی اور اہل ذمہ معاہدہ۔ جب تک معاہدہ کے پابند رہتے آپ کو بھی پابندی کا حکم تھا لیکن جب وہ عہد توڑ دیں تو اُس کو لڑنے کا حکم تھا مگر اُس کو نقص عہد سے مطلع کرنے کے بعد معاہدہ دو طرح کا ہوتا تھا موقت اور غیر موقت۔ غیر موقت معاہدہ کو توڑ کر اگر مخالف مظاہرہ بھی کرتا تو آپ اُس سے محاربہ کرتے۔ اور اگر مظاہرہ نہ کرتا تو آپ مختار تھے جدید معاہدہ کرتے یا اُس کو محاربہ شمار کرتے۔ اور موقت معاہدہ کے نقض کے بعد اگر مظاہرہ نہ ہوتا تو آپ مدت تمام کرنے کی اجازت دیتے تھے۔

سورہ برات کے نزول کے بعد موقت معاہدہ کی بغینہ مدت پوری کرنے کی اجازت دی گئی اور جو معاہدہ مطلق تھا۔ یا جن قبائل سے نہ معاہدہ تھا نہ محاربہ اُن کو اعلان عام کے دن سے یعنی دن ذی الحجہ سے دن رجب الاول تک چار مہینہ کی مہلت دی گئی فسیح فی الارض اربعۃ اشھر ان شہور کے گزر جانے کے بعد ان سے مقاتلہ کا حکم تھا فاذا انسلخ الاشھر الحرم فاقتلوا المشرکین اس آیت میں الاشھر الحرم سے وہی چار مہینے مراد ہیں جس کی

مہلت دی گئی تھی۔ نہ وہ شور حرام جس میں ہمیشہ قتال ممنوع ہے۔
 اس آیت میں چنانچہ مہینہ کی مہلت دی گئی ہے اس مدت کو مدت تیسیر کہتے ہیں موقت معاہدہ
 میں اعلان کے بعد جتنی مدت معاہدہ کے رو سے باقی رہ گئی ہو وہی مدت تیسیر تھی مطلق معاہدہ
 میں اعلان عام کے دن سے جو ۱۰ ذی الحجہ کو ہوا تھا پورا چار مہینہ مدت تیسیر تھی یعنی ۱۰ ربیع الاول
 تک لیکن جن لوگوں کو مدت تیسیر ملی وہ سب مسلمان ہو گئے۔ اس اعلان کی حالت حضرت صدیق
 کے حج میں مذکور ہے۔ باقی اہل ذمہ اُن سے بڑھانا جائز تھا اور اُن کا تحفظ اپنے تحفظ کی طرح ضروری تھا

منافقین

ایسے لوگ جو بظاہر مسلمان ہو گئے تھے لیکن اُن کے دلوں میں ایمان کی روشنی نہ تھی بلکہ باطناً
 اسلام کے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دشمن تھے۔ اور حضور کو باعلام الہی اُن لوگوں کا حال معلوم
 ہو گیا تھا۔ ان لوگوں نے بڑی بڑی شرازیں بھی کیں لیکن باوجود اسکے اُن کے اقرار ظاہری
 کی وجہ سے اُن کے ساتھ حضور مسلمانوں کا سا معاملہ کرتے تھے۔ البتہ حجۃ ودلیل سے اُن کو سمجھاتے
 ذرا سختی اور بے توجہی کا برتاؤ کرتے۔ محبت کا سلوک نہ کرتے اور بعض باتوں پر اُن کو جھڑک دیتے
 مشورہ کی مجلسوں میں اُن کو شریک کرنا ناپسند فرماتے۔ آخر میں اُن کے جنازہ کی نماز پڑھنے سے
 اور اُن کے قبر پر دعا و مغفرت کرنے سے بھی آپ کو منع کر دیا گیا۔ واللہ اعلم

مومنین صادقین

آپ کا اپنے غلاموں سے یعنی صادق مسلمانوں سے برتاؤ یہ تھا کہ اُن کی بہت سی باتیں برداشت
 کر لیتے۔ اُن کی لغزشوں سے چشم پوشی کرتے۔ اُن کے قصوروں کو معاف کر دیتے۔ اُن کے لیے استغفار
 کرتے۔ اور سب کاموں میں اُن سے مشورہ کرتے۔ ایسی شفقت اور ایسی عنایت فرماتے کہ لوگ اپنے
 والد اپنے اعزہ اپنے قبائل کو بھول جاتے۔ البتہ جو جادیں کوتاہی کرتا اُس سے باز پرس کرتے بڑی

درجہ کے تین صحابہ جن میں دو تو اصحاب بدر میں سے تھے اور ایک اہل عقبہ میں سے غزوہ تبوک میں شریک نہ ہوئے اور نہ شریک ہونے کی کوئی وجہ بھی انہوں نے بیان نہ کی آپ نے ان سے گفتگو ترک کر دی اور صحابہ کو بھی ان سے ملنے سے منع کر دیا جب عند اللہ ان کا قصور معاف ہوا اور آپ کے پاس وحی آئی تب آپ نے بھی ان کا قصور معاف فرمایا۔ حدود شرعیہ کے قائم کرنے میں آپ کبھی کسی کی رعایت نہیں فرماتے۔ اس معاملہ میں ادنیٰ علی۔ امیر غریب مخلص غیر مخلص سب برابر تھے۔ آپ اپنے اصحاب کو نصیحت فرماتے کہ شیاطین انس سے بچنے کی یہ ترکیب ہے کہ ان کے بُرائی کے بدلہ نیکی کرو۔ جہالت کے مقابلہ میں تحمل کرو۔ ظلم کے بدلہ حق قطع رحم کے بدلہ صلہ رحم۔ اور شیاطین جن سے محفوظ رہنے کی صورت یہ ہے کہ خدا سے استعاذہ کرو۔ امر بالمعروف میں کوتاہی۔ فرائض و واجبات میں تساہل اور منہی عن المنکر سے غفلت کو آپ سخت ناپسند فرماتے اور اس کو برداشت نہیں کر سکتے تھے۔

مغازی و سرایا

ہجرت کے بعد کا تقریباً کل زمانہ آپ کا مغازی و سرایا کی تہذیب و ترتیب میں صرف ہوا اس واسطے یہ آپ کی سیرت کا بہت ہی اہم باباں حصہ ہے۔ اور تمام مغازی کے درجہ و بابائے تفصیل ذبیحہ اسلامی تاریخ میں پورا پورا محفوظ ہے لیکن چونکہ یہ خود ایک وسیع مضمون ہے لہذا یہ سیرت اس پر تفصیلاً بحث کی منتقل نہیں ہو سکتی تاہم اس کو ذکر نہ کرنے سے سیرت کا مضمون باطل ہی نامکمل رہ جائے گا۔ اس لیے اختصار کے ساتھ اس کے متعلق کچھ عرض کرتا ہوں۔

غزوہ بدر سے پہلے

سریہ حمزہؓ | حضور نے قتال کا اذن کے بعد رمضان کی ابتدا میں یعنی ہجرت کے چھ ماہ بعد ساتویں

لے یعنی کعب بن مالک اور ہلال ابن امیہ لوافی اور مرارہ ابن الزبج العامری ۱۲ منہ

مہینہ پہلا پہلا علم حضرت حمزہ بن عبد المطلب کے لئے درست فرمایا یہ علم سفید تھا اور حضرت حمزہ کے ماتحت ابو مرثد الغنوی علم بردار تھے۔ اس علم کے نیچے آپ نے مہاجرین میں سے تین حضرات کو قریش کی ایک جماعت کے مقابلہ میں بھیجا تھا جو شام سے لوٹی آرہی تھی۔ اور اس میں تین کفار قریش ابو جہل کے ماتحت شریک تھے حضرت حمزہ سیف البحر تک پہنچے جو مقام عیص کے قریب ہے اور کفار بھی بے صفیں قتال کی درست ہو گئی تھیں لیکن ایک شخص مجدی بن عمرو الجہنی جو فریقین کا حلیف تھا پنج میں پڑ کر لڑائی موقوف کرادی۔

اس کے بعد سوال میں ہجرت کے آٹھویں مہینہ ۱۲ یا ۱۸ خاص مہاجر
سیر عبید بن الحارث | سواروں کو حضرت عبیدہ بن الحارث کے ماتحت حضور نے رابع بھیجا
 ان کے لئے جو علم تیار ہوا وہ بھی سفید تھا اور سطح بن اثاثہ علم بردار تھے۔ یہ لوگ جب ینتہ مزہ کے نیچے پہنچے تو وہاں دو تو قریش ابوسفیان بن حرب اور عکرمہ بن ابی جہل کے ساتھ جمع تھے کوئی لڑائی نہ ہوئی لیکن حضرت سعد بن ابی وقاص نے کفار پر پھپکا اور یہ پہلا تیر تھا جو مسلمانوں کی طرف سے کفار پر پھپکا گیا۔ دو مسلمان مقداد بن عمرو البہرانی اور عتبہ بن غزو ان المازنی بھی کفار کے ساتھ تھے وہ اسی روز بھاگ کر مسلمانوں سے آئے۔ ابن اسحق کہتے ہیں کہ ان دونوں سر پہ کے اولیت میں روایت مختلف ہے مگر غالباً سر پہ حمزہ اور سیر عبیدہ دونوں ایک وقت بھیجے گئے۔

۱۱۔ سطح بکرمہ و کون بن مہلہ و فخر مہلہ و کون حائے مہلہ ۱۲۔

۱۱۔ مقداد بن عمرو ابن اسحاق نے ان کی نسبت بہرانی لکھا ہے ابن اثیر بہرادی لکھتے ہیں کہ ابن عمرو کی طرف نسبت انہیں کو مقداد کنندی بھی کہتے ہیں چونکہ بنی کندہ کے حلیف تھے اور انہیں کو مقداد بن الاسود بھی کہتے ہیں اس لئے کہ کندہ سے بھاگ کر آئے تو اسود بن عبد یوث نے ان کو غنمی کیا تھا قدیم الاسلام میں ہجرت کر کے حبشہ گئے تھے وہاں سے آئے تو قریش نے زد کا اور مدینہ نہ آنے دیا تھا اس وقت مسلمانوں سے مل گئے ۱۲۔

۱۱۔ عتبہ بن غزو ان یہ بہت قدیم الاسلام میں انہوں نے خود بصرہ میں حبلہ کے اندر بیان کیا کہ ہم ساتویں مسلمان ہیں چالیس برس کی عمر میں جب حبشہ گئے پھر مقداد کا گناہ مدینہ آئے۔ انہیں نے بصرہ کو بیہ بنایا اور بصرہ میں مسجد بنائی یہ پچھ بصرہ کے امیر ہو گئے تھے ۱۲۔

یسر سعد بن ابی وقاص | ہجرت کے نویں مہینہ ذی قعدہ میں حضرت سعد بن ابی وقاص کو

میں سواروں کے ساتھ قریش کی ایک جماعت کو روکنے کے لئے حضورؐ نے خزار بھیجا۔ اور کہدیا کہ خزار کے آگے نہ جانا ان کے لئے بھی جو علم بنا دہ سفید تھا۔ اور

مقداد بن عمروؓ علم بردار تھے۔ یہ لوگ صرف رات کے وقت رات چلتے تھے پانچویں دن صبح کے

وقت خزار پہنچے تو معلوم ہوا کہ قریش کی جماعت ایک روز پہلے جا چکی۔
غزوہ ودان | جس کو غزوۃ الابرار بھی کہتے ہیں۔ یہ پہلا غزوہ ہے یعنی پہلی مرتبہ خود حضور صلی اللہ

علیہ وسلم غزوہ کی نیت سے نکلے۔ ماہ صفر میں ہجرت کے بارہویں مہینہ مدینہ پر

حضرت سعد بن عبادہ کو غلیفہ بنا کر آپؐ غزوہ کے لئے نکلے۔ علم سفید تھا علم دار حضرت حمزہؓ تھے بمقام

ودان تک قریش کی ایک جماعت کی مزاحمت کی غرض سے گئے مگر وہ لوگ نہ ملے۔ وہاں اس وقت

بنی ضمرہ کا سردار عمرو بن غنم النضیری تھا اس سے آپؐ نے تحریری مصالحت کی اور لوٹ

آئے۔ مدینہ سے پندرہ راتیں آپؐ باہر رہے۔
غزوہ بواط | ماہ ربیع الاول میں ہجرت کے تیرھویں مہینہ مدینہ پر حضرت سعد بن معاذ کو خلیفہ

بنا کر دو صاحب کے ساتھ پھر آپؐ خود غزوہ کیلئے نکلے۔ علم سفید تھا۔ علم بردار

حضرت سعد بن ابی وقاصؓ تھے۔ قریش کے ایک جماعت کی مزاحمت مقصود تھی جس میں ابنہ بن خلف

الحجلی ایک تو قریش اور دوسرا ہزار پانچ تھو ادنٹ کے ساتھ تھا۔ آپؐ بواط تک گئے مگر دشمن نہ ملے اس لئے

لوٹ آئے۔ بواط شام کی راہ میں جحہ کے قریب جبال بھینہ میں ایک دو شاخہ پہاڑ ہے ابن اسحق کہتے

ہیں کہ اس دفعہ مدینہ پر آپؐ نے سائب بن عثمان بن مظعون کو خلیفہ بنایا تھا واقعہ ۱۱ھ

اسی مہینہ میں آپؐ نے کرز بن جابر الغبری کا تعاقب کیا۔ اس نے مدینہ کے

غزوہ سفوان | ایک طرف ڈاکا ڈالا تھا۔ مدینہ پر آپؐ نے زید بن عارضہ کو خلیفہ بنا دیا۔ اور خود

اس کے تعاقب میں نکلے۔ حضرت علیؓ کے ہاتھ میں سفید علم تھا۔ دادی سفوان تک آپؐ گئے جو بدر کے

قریب ہے مگر وہ نہ ملا تو لوٹ آئے۔ اسی کو غزوہ بدر اولیٰ بھی کہتے ہیں۔ ابن اسحق کہتے ہیں کہ یہ غزوہ غزوہ

ذی العشرہ کے بعد ہوا۔

غزوہ ذی العشرہ اس کے بعد ہجرت کے ساتویں مہینہ ماہ جمادی الآخر میں مدینہ پر ابو بکر بن عبد اللہ

المنذر ذی کو خلیفہ بنا کر ڈیرہ ٹکڑی اور دو سو مہاجرین کے ساتھ آپ پھر قریش کے ایک جماعت کی مزاحمت کے لئے نکلے۔ اور حضرت حمزہؓ کے ہاتھ میں تھا اور سید تھا۔ آپ کو خبر ملی کہ قریش کی ایک جماعت قریش کا مال تجارت لیکر شام جانے کے لئے مکہ سے روانہ ہو چکی ہے۔ اسی کی تلاش میں آپ نکلے یسوع کے قریب ایک مقام تک شریف لے گئے جس کا نام ذی العشرہ یا ذی العشرہ یا ذی العیسر بھٹہ ہے۔ یہاں پہنچ کر معلوم ہوا کہ کئی روز پہلے یہ جماعت یہاں سے آگے بڑھ گئی یہی جماعت جب شام سے لوٹی تو پھر آپ مزاحمت کے لئے نکلے جو بدر کبریٰ واقع ہوا۔ اسی سفر میں آپ نے بنی مدلج اور ان کے خلیفہ بنی فھرہ سے مصالحت کی۔

یسر عبد اللہ بن حبش ماہ رجب میں ہجرت کے ساتویں مہینہ قریش کی نقل و حرکت کی تحقیق کے لئے حضور نے حضرت عبد اللہ بن حبش کو بارہ آدمیوں کے ساتھ

روانہ کیا۔ اور عبد اللہ بن حبش کو امیر المؤمنین بنادیا۔ دو دو آدمی ایک ایک دن پر تم کو آج سنی لکھتے ہیں کہ عبد اللہ بن حبش کے علاوہ آٹھ آدمی تھے۔ ان کے نام یہ ہیں۔ ابو حذیفہ بن عتبہؓ۔ عکاشہ بن محضؓ۔ عتبہ بن غزوہؓ۔ سعد بن ابی وقاصؓ۔ عامر بن ربیعہؓ۔ واقد بن عبد اللہ خالد بن بکیرؓ۔ شہیل بن بیضاؓ۔ اس میں سب مہاجر تھے انصار میں سے کوئی نہ تھا۔

حضور نے حضرت عبد اللہ کو ایک بند خط دیا کہ دو دن کے سفر کے بعد اس خط کو پڑھو اور ان عمل کرو جب انہوں نے حسب ہدایت خط پڑھا تو اس میں حکم تھا کہ نخلہ چلے جاؤ جو طائف اور مکہ کے درمیان ہے۔ اور قریش کے قافلوں کی نقل و حرکت دیکھو اور ان کی تحقیق کر کے ہمیں خبر دو چونکہ یہ سخت خطرناک کام تھا اور دشمنوں کے عین مرکز میں جانا تھا حضرت عبد اللہ نے ساتھیوں سے کہا کہ

اے عکاشہ بضم عین مطلقہ و تخفیف کاف اسد الغابہ میں ہے کہ کاف کی تخفیف اور تشدید دونوں جائز ہیں بعد ازاں دشین معجم ابن اثیر لکھتے ہیں کہ کان من سادات الصحابة و فضلائہم ۱۳۱

سماع و طاعت ہم تو حسب الحکم جاتے ہیں مگر کسی پر جبر نہیں ہے جس کا دل چاہے چلے جو نہ جانا چاہے ٹوٹ جائے۔ سب جانے کے لیے مستعد ہوئے لیکن سعد بن ابی وقاص اور عتبہ بن غزوہ ان ایک اونٹ پر تھے وہ اونٹ گم ہو گیا۔ یہ اونٹ کی تلاش میں دو دن تک حیران ہوئے جب ملا تو یہ رات بھول گئے۔ اس میں کئی روز کی تاخیر ہو گئی اس لیے رہ گئے۔ اور سب لوگ مع حضرت عبداللہ نخل پہنچے۔

جب یہ لوگ نخل پہنچے تو رجب کی آخری تاریخ تھی شام کے وقت قریش کا ایک قافلہ آیا جس میں عمر بن الحضری تھا۔ اور عبداللہ بن المغیرہ کے دولہے عثمان اور نوفل اور بنی مغیرہ کا مولیٰ حکم بن کیسان تھے اور اونٹ پر کھورا دریاں تجارت تھا۔ اصحاب رسول اللہ نے مشورہ کیا کہ بڑی وقت ہے اگر ان کو چھوڑ دیا جائے تو مکہ میں جا کر یہ میری یہاں موجودگی کا شور مچا دیں گے۔ اور اگر لڑتے ہیں تو آج رجب ہے شہر حرام کی حرمت کے خلاف ہوگا۔ آخر رائے یہی قرار پائی کہ لو کہ خطرہ کو دفع کر دیا جائے ایک نے تیر مارا جس سے عمر بن الحضری مر گیا۔ عثمان اور حکم کو انہوں نے گرفتار کر لیا۔ نوفل بھاگ گیا۔ اس کے بعد اونٹ اور اسباب لیکر یہ لوگ مدینہ لوٹ آئے اور حضور کی خدمت میں خمس پیش کیا۔

رجب ذیقعد۔ ذی الحجہ۔ محرم۔ اس چار مہینہ کی حرمت پر سب کا اتفاق تھا ان مہینوں میں لڑائی جائز نہ تھی اس لیے حضور کو بھی یہ بات پسند نہ ہوئی۔ آپ نے فرمایا کہ تم لوگوں کو لڑائی کی تو اجازت نہ تھی پھر کیوں لڑے مسلمانوں میں بھی یہ بات سخت ناگوار سمجھی گئی اور کفار نے تو شور مچا دیا کہ مسلمانوں نے شہر حرام کی حرمت بھی تو زدی۔ ہر طرف سے سوالات ہونے لگے کہ ان مہینوں کے متعلق آخر اسلام کا کیا حکم ہے۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ یسئلونک عن الحرام الحرام قتال فیہ کبیر وصد عن سبیل اللہ وکفر بہ و المہجد الحرام و اخراج اہلہ منه اکبر عند اللہ و الفتنہ اکبر من القتل۔

بہر کیف عمر بن الحضری پہلا کافر جو مسلمانوں کے ہاتھ سے مارا گیا۔ اور یہ خمس اسلام کا پہلا خمس

لہ اور واقعہ بن عبداللہ شہیدی پہلے قاتل ہیں کیونکہ انہیں نے تیر مارا تھا جیسا کہ اسلاف غابہ وغیرہ میں ہے۔

تھا اور عثمان و حکم یہ دونوں اسلام کے پہلے قیدی تھے۔

غزوہ بدر القتال

اس کے بعد رمضان شریف میں غزوہ بدر واقع ہوا۔ یہ پہلا غزوہ ہے جس میں کفار قریش کا مسلمانوں سے بڑا مقابلہ ہوا۔ اور عظیم الشان فتح حاصل ہونے کے بعد اسلام کی حالتیں بہت بڑا تغیر واقع ہو گیا۔ سورہ انفال میں تفصیلاً اور دوسرے مقامات میں اجمالاً اللہ پاک نے اس غزوہ کا ذکر کیا ہے۔ اور اس فتح کو مسلمانوں پر خدا کا احسان بتایا ہے۔ واقعہ یہ ہے

قریش کا قافلہ جو شام گیا تھا۔ اور جس کی تلاش میں حضور ذی العشرہ تک گئے تھے۔

تیسری خبر ملی کہ وہ قافلہ شام سے لوٹا ہے۔ اور یہ بھی معلوم ہوا کہ اس قافلہ کے ساتھ ابوسفیان

بن حرب۔ محزمہ بن نوفل عمرو بن العاص وغیرہ تین یا چالیس آدمی ہیں اور قریش کا مال تجارت

جو ان کے شامل ہے وہ بہت زیادہ ہے۔ حضور کو جب یہ خبر ملی تو آپ نے اصحاب کو فرمایا کہ یہ قریش کا

قافلہ ہے جنہوں نے تم کو تمہارے گھروں سے نکال دیا ہے۔ اور تمہارے اموال پر ناجائز قبضہ کر لیا

ہے چلو شاید اللہ پاک اس کا بدلہ تم کو دلادے اور حکما قال۔

روانگی مسلمان بڑی عجلت کے ساتھ چل پڑے جو جس حال میں تھا روانہ ہو گیا صرف تین گھوڑی

تھے۔ ایک حضرت زبیر بن العوام کا۔ ایک حضرت مقداد بن الاسود کا۔ ایک مرثد بن ابی مرثد

الغوی کا۔ شراونٹ تھے ایک ایک اونٹ پر کئی کئی آدمی سوار ہو گئے۔ اس طرح تین تو سے کچھ زیادہ

آدمی روانہ ہوئے کسی کو گمان بھی نہ تھا کہ کوئی بڑی جنگ ہوگی۔ ابن ہشام کہتے ہیں کہ پیر کے دن

رمضان شریف کی آٹھ تاریخ کو آپ مدینہ سے روانہ ہوئے نماز کیلئے حضرت ابن ام کثوم کو امام

مقرر کر دیا جب رومہ میں پہنچے تو وہاں سے ابولبابہ بن المنذر کو مدینہ کا حاکم مقرر کر کے بھیج دیا۔ اور سفید

حضرت مصعب بن عمیر کو ملا۔ دو سیاہ راتہ تھا۔ ایک جس کا نام العتاب تھا وہ حضرت علیؓ کو۔ اور

ایک انصار کا تھا وہ حضرت سعد بن معاذ کو ملا۔ اور ساق میں قیس بن مسعود مقرر کیے گئے۔

اس طرح منزل بمنزل جب مقام صفراء میں پہنچے تو وہاں سے بس بن عمرو الجہنیؓ اور عدی بن ابی الزغباء کو آپ نے بدر کی طرف بھیجا تاکہ قافلہ کا پتا لگائیں کہ وہ کدھر ہے۔

ابوسفیان کا انتظام قریش کے مخبر بھی لگے ہوئے تھے جب آپ مدینہ سے روانہ ہوئے تو ابوسفیان کو اس کی خبر مل گئی۔ اس نے جھضم بن عمرو انصاری کو اجرت پر مقرر کر کے مکہ بھیجا کہ قریش کو خبر کر دیں تاکہ وہ اپنا قافلہ بچائیں۔ اور خود راتہ بدر لکر قافلہ کو دریائی جانب سے لیکر روانہ ہوا۔

جھضم جب مکہ میں پہنچا تو اس وقت کے قاعدہ کے موافق بطن دادی میں اونٹ پر کھڑا ہوا قیس کو پھاڑ ڈالا اور چلایا کہ اے قریش جلدی کرو جلدی ابوسفیان کے ساتھ تمہارے اموال ہیں اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے راتہ روکا ہے امید نہیں کہ بچا سکے جلدی کرو جلدی الوث الوث۔

قریش کا جوش جب مکہ میں یہ آواز پہنچی تو پھل چٹائی بطون مکہ میں سے ہوائے بنی عدی کے سب نکل آئے۔ اشراف مکہ میں سے ایک ابولہبؓ تو نہ آیا ورنہ سب کے سب نکل آئے۔ اور بڑی شان و شوکت سے زرہیں لے لیکر اور پوری طرح مسلح ہو کر نکلے۔ اور چونکہ ابھی نخلہ کا واقعہ تازہ تھا جس میں عمرو بن الحضرمی مارا گیا تھا اور اس کا سامان قافلہ مسلمان لے گئے تھے اس لیے جوش انتقام ان میں بڑے شدت کا تھا۔

قریش کی خبر اور مشورہ حضور مقام صفراء سے آگے بڑھ کر ایک دادی میں پہنچے جس کا نام ذفران تھا۔ تو آپ کو خبر ملی کہ قریش پوری تیاری سے اپنے قافلہ اور مال کی حفاظت کے لیے آرہے ہیں۔ اور مکہ سے روانہ ہو گئے ہیں۔

چونکہ مسلمان کسی بڑی جنگ کی نیت سے نہ نکلے تھے۔ اور اچھی طرح مسلح بھی نہ تھے اس لیے حضور نے صحابہ سے مشورہ کیا کہ کیا کرنا چاہیے۔ مہاجرین میں سے حضرت ابو بکر صدیقؓ حضرت عمرؓ

لہ صفراء بضم صاد و سکون فاء ایک دادی کا نام ہے قاموس ۱۲۷۲

لہ ذفران قاموس میں ہے بفتح ذال معرکہ کسر فاء ایک دادی کا نام ہے جو دادی صفراء کے قریب ہے و اشراط ۱۲۷۲

اور دوسرے اصحاب نے مستعدی کا اظہار کیا۔ آپ نے پھر دریافت کیا تو پھر مہاجرین نے جنگ کی رائے دی۔ آپ نے پھر بارہ رائے طلب کی۔ آپ کی غرض یہ تھی کہ انصار کی رائے معلوم ہو کیونکہ انصار نے عہدہ کی بیعت کے وقت یہ وعدہ کیا تھا کہ ہم اپنے شہر میں آپ کی حفاظت کریں گے اور آپ کے دشمنوں سے لڑیں گے لیکن یہ انصار کے وطن سے دور اتفاقہ جنگ کا موقع پیش آ گیا تھا۔ اس لیے دیکھنا تھا کہ وہ ساتھ دیں گے یا نہیں۔

سعد بن معاذؓ حضور کے بار بار دریافت کرنے سے انصار سمجھ گئے۔ سب سے پہلے انصار میں حضرت سعد بن معاذؓ اٹھے اور کہا کہ یا رسول اللہ! آپ کی غرض یہ ہے کہ ہلوگوں کی رائے دریافت کریں میں انصار کی طرف سے عرض کرتا ہوں کہ آپ ہم میں سے جس کی رستی چاہیں کاٹ دیں اور جس کی چاہیں جوڑ دیں۔ آپ ہمارے اموال میں سے جتنا چاہیں لے لیں اور جتنا چاہیں ہمیں دیں اور جو آپ لے لیں گے وہ ہمارے لیے اُس سے بہتر ہو گا جو آپ چھوڑ دیں گے یا رسول اللہ! آپ جو حکم کریں گے ہم لوگوں کی رائے اُس کے تابع ہوگی یا رسول اللہ! آپ جہاں جائیں گے ہم آپ کے ساتھ ہوں گے۔ یا رسول اللہ! آپ ارشاد فرمائیں تو اس سمندر میں آپ کے ساتھ داخل ہونے کو تیار ہوں۔ یا رسول اللہ! آپ جنگ کریں ہم میں کا ایک شخص بھی خلاف نہ کرے گا۔

حضرت مقدادؓ حضرت مقدادؓ نے فرمایا کہ یا رسول اللہ! ہم بنی اسرائیل نہیں ہیں جنہوں نے اپنے نبی حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہا تھا اذهب انت و ربک فقاتلا اناھنا قاعدون ہم آپ کے غلام ہیں اور آپ کے داہنے بائیں آگے پیچھے ہر طرف نثار ہونے کے لیے تیار ہیں۔

حضور نے جب اپنے صحابہ کو اس طرح مستعد کیا تو بہت خوش ہوئے اور آگے بڑھنے کا حکم دیا۔ ادھر ابوسفیانؓ جب ساحل پر پہنچ گیا اور اُس کو اپنی حفاظت کا اطمینان ہو گیا تو اُس نے قریش کو لکھا کہ تم لوگ اپنے مال اور آدمی

لے مینی حضرت مقداد بن الاسودؓ ۱۲ منہ

کے بچانے کے لیے نکلے تھے۔ اب لوٹ آؤ ہم لوگ بچ گئے اور مال سلامت ہے۔

قریش کی رائے میں اختلاف | ابوسفیان کا خط قریش کو اُس وقت ملا جب وہ لوگ مقام جحہ میں تھے۔ اور انہوں نے ارادہ کیا کہ لوٹ جائیں مگر ابوہل

نے قسم کھالی کہ ہم اسی شان سے بدر تک جائیں گے۔ وہاں اونٹ ذبح کرینگے اور جقدر عرب ہمارے پاس آئینگے اُن کو کھلائینگے تاکہ اس کے بعد عربوں پر اور تمام قبائل پر ہمارا رعب چھا جائے۔

احسن بن شریق نے لوٹنے کا مشورہ دیا مگر کسی نے نہ سنا۔ البتہ بنی زہرہ کے تمام آدمی غنم کے ساتھ لوٹ آئے۔ اسی لیے کوئی زہری بدر میں شریک نہ ہوا۔

بنی اشم نے لوٹنا چاہا مگر اُن کو ابوہل نے لوٹنے سے روکا البتہ طالب بن ابی طالب در کچھ لوگ اُن کے ساتھ مکہ واپس چلے گئے۔ باقی تمام قریش بدر کی طرف روانہ ہو گئے۔

ابوسفیان کی صحیح خبر | حضور نے حبش بن عمر اور عدی بن ابی الوعب کو بھیجا تھا کہ ابوسفیان کے قافلہ کی خبر لائیں۔ یہ لوگ بدر میں ابوسفیان کے آنے کی قبل پہنچے۔ بدر کے کوسے کے پاس مجدی بن عمرو ابی ہاشمی موجود تھا۔ اور دو عورتیں مسلمانوں کو نہ ملی

آپس میں گفتگو کر رہی تھیں کہ یہاں کل پرسوں تک قافلہ پہنچ جائے گا تو ہم اُس میں کام کر کے تمہارا قرض ادا کر دیں گے۔ پس اور عدی نے یہ سنا تو اپنے جانور کو پانی پلا کر فوراً وہاں سے بٹے اور رسول اللہ کو خبر دی۔

لیکن اُن کے آنے کے بعد ابوسفیان خود قافلہ سے پہلے خبر لینے کے لیے بدر میں آیا اُس نے مجدی بن عمرو سے دریافت کیا۔ اور لید میں کھجور کی گنھلیاں دیکھیں تو سمجھ گیا کہ یہاں مدینہ کے خبر

لے پس ابن اسحاق نے ان کا نام اسی طرح بغیر کے لکھا ہے لیکن صحیح مسلم کی روایت میں اس جہد کا ذکر ہے اُس میں ان کا نام بَسْبَسَہ ہے بروزن فَعْلَہ کے بوجہ میں مفتوح میں دسکون سین اَدْل دفع سین ثانی اور ابوداؤد کی روایت میں بَسْبَسَہ بتصریح ابن جریر نے اصابع میں ابن کلبی سے ایک شعر نقل کیا ہے ہمیں پس بلا ہے کہتے ہیں کہ اس شعر میں ہمیں مراد ہیں یہ جھٹی تھے بنی جھینہ سے ۱۲ منہ لے جھنی حلیف بنی نجار ۱۲ منہ

آئے تھے۔ اس لئے قافلہ کو ساحل کی طرف لے گیا اور سلامت چلا گیا۔ مسلمانوں کو اُس کے راستہ بدلنے کا حال معلوم نہ ہو سکا۔

قریش کے پیچھے کی خبر حضور ذفران سے روانہ ہوئے۔ اور جب مقام بدر کے قریب پہنچے تو ٹھہر گئے۔ شام کے وقت حضرت علی بن ابی طالبؓ زبیر بن العوامؓ

سعد بن ابی وقاصؓ اور چند صحابہ کو بدر کی طرف بھیجا کہ خبر لائیں۔ اُن لوگوں نے قلیب بدر پر قریش کے دو غلام کو پایا۔ پکڑ کر لے آئے۔ اُس وقت حضور نماز پڑھ رہے تھے صحابہ نے غلاموں کا دریافت کیا کہ تم کس کے ساتھ ہو غلاموں نے جواب دیا کہ ہم قریش کے ساتھ پانی بھرنے پر مقرر ہیں۔ صحابہ تو دل سے چاہتے تھے کہ ابوسفیان کا قافلہ ملے اس لئے اُن کو غلاموں کا یہ جواب پسند نہ ہوا اور اُن کو مارا۔ غلاموں نے ڈر سے کہہ دیا کہ ہم ابوسفیان کے ساتھ ہیں۔ تب انہوں نے اُس کو چھوڑ دیا۔ اتنے میں حضور نماز سے فارغ ہو گئے اور فرمایا کہ جب اُس نے سح کہا تب تم نے اُس کو مارا اور جب جھوٹ بولا تو چھوڑ دیا۔ بخدا دونوں سح بولے دونوں قریش کے ساتھ ہیں۔

اس کے بعد حضور نے غلاموں سے دریافت کیا کہ قریش کہاں ہیں۔ انہوں نے کہا کہ علدہ قصبی میں یعنی انتہائی کنارہ میں جو بڑا ٹیلہ ہے اس کا نام تختقل ہے۔ اُسی کے پیچھے مقیم ہیں پوچھا کتنے ہیں۔ کہا بہت ہیں۔ پوچھا تعداد۔ کہا یہ ہمیں معلوم نہیں۔ پوچھا روزانہ کتنے اونٹ ذبح ہوتے ہیں۔ کہا ایک روز نو ایک روز دس۔ حضور نے فرمایا کہ ہزار اور نو تو تو کے درمیان ہیں۔ پوچھا شرفاء قریش میں سے کون کون ہے۔ اُس نے کہا عقبہ بن ربیعہ۔ شیبہ ابن ربیعہ۔ ابوالخثری بن ہشام حکیم بن حزام۔ نوفل بن خویلد۔ حارث بن عامر بن نوفل۔ نضر بن الحارث۔ زمعہ بن الاسود۔

ابوہل بن ہشام۔ امیہ بن خلف بنیہ بن الحجاج۔ ہبیل بن عمرو بن عیدود۔ حضور صحابہ کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا کہ مکہ نے اپنے جگر پاروں کو تمہاری طرف ڈال دیا ہے۔

مقامی حالات اور مسلمانوں کی مستعدی قریش جس مقام میں ٹھہرے تھے اُس کے بعد ایک بڑا ٹیلہ تھا جس کا نام تختقل تھا اُس کے بعد شیبہ نرم اور مٹی ملی ہوئی زمین تھی پھر ریت کا بڑا میدان تھا۔ اور اُس میدان میں کئی کنوے تھے اُس

میدان کے عدوۃ الدنیا یعنی دوسرے کنارہ پر بلند زمین تھی اور رتیلی تھی۔ اور اس جگہ جو کُوتا تھا اُس میں پانی بہت اور لطیف پانی تھا۔ اُس جگہ ہر سال بازار لگا کرتا تھا۔ اور عرب جمع ہو کر کرتے تھے۔ حضرت جُباب بن المنذر بن الجحوح اس مقام کے حالات سے خوب واقف تھے۔

خطاب: قلیب عربی میں پُرانے کوئے کو کہتے ہیں۔ احادیث میں جو قلیب بدر کا ذکر آتا ہے اس سے یہی کوئے مراد ہیں۔

خدا کی شان اُس روز پانی برس گیا۔ اور تمام رتیلی زمین سخت ہو گئی اور چلنا پھرنا آسان ہو گیا۔ لیکن قریش کی طرف زمین نشیب اور نرم تھی پانی جگر کیچر ہو گیا اور اُن کو چلنا پھرنا مشکل ہو گیا۔ جباب بن المنذر کے مشورہ سے مسلمانوں نے ادھی رات کو بلند زمین کے کوئے پر قبضہ کیا۔ اور وہاں ایک حوض بنا کر اُس کو پانی سے بھر دیا۔ اور اُس کے علاوہ جس قدر کوئے تھے اُس کے پانی کو خراب کر دیا۔

جمعہ کا دن تھا۔ ہجرت کے دوسرے سال رمضان کی ۱۱ تاریخ کو بدر کی لڑائی جنگ کی تمہید ہوئی جس وقت قریش غنمٹل کے پیچھے اپنی شان و شوکت کے ساتھ نکلے اور رسول اللہ نے اُن کے فخر اور اُن کے شان و شوکت کو دیکھا تو آپ نے دعا کے لئے ہاتھ اٹھایا اور نہایت عجز و انکسار سے خدائے ذوالجلال کے سامنے فتح و نصرت کی دعا کی پھر صحابہ کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا کہ فتح نہ کثرت تعداد پر موقوف ہے نہ شان و شوکت اور کثرت آلات حرب پر فتح کے لئے جو چیز سب سے زیادہ ضروری ہے وہ صبر و استقامت ہے۔ پھر صحابہ کو آپ نے صبر و استقامت کی تلقین فرمائی۔

جب دونوں طرف صفیں درست ہو گئیں تو قریش نے عیمر بن وہب الحمیری کو بھیجا کہ مسلمانوں کی تعداد کا اندازہ کرے۔ اُس نے گھوڑے پر مسلمانوں کے چار طرف ایک چکر لگایا اور آکر بیان کیا کہ کم و بیش تین سو ہیں۔ مگر ذرا ٹھہر دیں دیکھ لوں کہیں اور چھپے ہوئے نہ ہوں۔ اسکے بعد دور تک

۱۔ مجاہد بکائے مہل بعدہ مائے موعده ابن سعد کہتے ہیں کہ حضرت عمر کی خلافت میں ان کا انتقال ہوا عمر پانچ سو سے زائد ہوئی تھی انصاری خزرجی اسلی تھے ۱۲ منہ

گیا اور واپس آکر بیان کیا کہ کچھ نہیں جو کچھ ہیں یہی ہیں۔

مگر اُس نے کہا کہ اے قریش میں ایک بات دیکھ کر آیا ہوں۔ تمہارے مقابل ایک ایسی قوم ہے جس کے پاس اُس کی تلوار کے سوا اور کوئی چیز پناہ کی نہیں ہے۔ اور خدا کی قسم اُن میں کا کوئی شخص نہیں مرے گا جتنک تمہارے ایک شخص کو نہ مار لے پھر بتاؤ کہ اس کے بعد تمہاری زندگی کیسی ہوگی۔ یہ حال ہے جو میں نے دیکھا اب تم جانو اور تمہاری رائے۔

حکیم بن حزام اور عتبہ | حکیم بن حزام نے جب یہ سنا تو عتبہ بن ربیعہ کے پاس گئے۔ اور کہا کہ اے ابو الولید تم قریش کے سردار ہو۔ اور ہم سب میں بڑے ہو کیا

چاہتے ہو کہ تمہارا ذکر خیر کے ساتھ باقی رہ جو کیا یہ کر سکتے ہو کہ اس وقت اپنے حلیف عرب بن الحضری کے خون کے مطالبہ سے باز آؤ اور اس جنگ کو روک دو۔

عتبہ بن ربیعہ راضی ہو گیا اور اُس نے قریش کو مخاطب کر کے تقریر کی کہ یا معشر قریش محمد صلعم کے ساتھ لڑنے میں کوئی فائدہ معلوم نہیں ہوتا بالفرض اگر تمہاری فتح ہو گئی تو کس کام کی ہم میں سے ہر شخص دیکھے گا کہ کسی کے چچا کا لڑکا کسی کے ماموں کا لڑکا ہمارے ہی ہاتھوں سے مر رہا ہوا پڑا ہے۔ ایسی فتح کو کون پسند کرے گا اور کس کو خوشی ہوگی۔

ابو جہل کی شرارت | ابو جہل کو یہ خبر ملی تو بہت غصہ ہوا عتبہ کو برا بھلا کہا پھر عرب بن الحضری کے بھائی عامر بن الحضری کو بلا کر کہا کہ دیکھو عین وقت پر جبکہ تمہارے بھائی

کے خون کا بدلہ آنکھوں کے سامنے موجود ہے تمہارا حلیف عتبہ لوٹنا چاہتا ہے اٹھو اور اپنے بھائی کا ثار طلب کرو۔ اس وقت عامر نے جیسا کہ ان عربوں کا قاعدہ تھا سُرین کھول کر داعراہ و داعراہ کی آواز لگائی جس سے نیا جوش پھیل گیا۔ اور حکیم بن حزام اور عتبہ بن ربیعہ کی تمام کوششیں بیکار ہو گئیں۔

معرکہ جنگ | مسلمانوں نے قلیب بدر کے پاس ایک بلند مقام پر حضور کے لیے ایک خیمہ نصب کر دیا تھا۔ جہاں سے پورا معرکہ جنگ نظر آتا تھا۔ اُس میں حضور اور حضرت صدیق

تشریف رکھتے تھے اور حضرت سعد بن معاذ تنگی تلوار لیے ہوئے اُس کے سامنے پرہ دیتے تھے اور

حضور کی حفاظت کرتے تھے۔

ابن اسحاق کی روایت ہے کہ سب سے پہلے ابو بن عبد اللہ نے مسلمانوں کے حوض پر حملہ کیا اور مارا گیا۔ پھر ولید بن عقبہ، عقبہ بن ربیعہ اور شیبہ بن ربیعہ صلف سے نکلے اور مبارزت طلب کی۔ ادھر سے حضرت علیؓ حضرت حمزہؓ اور عبیدہ بن حارثؓ گئے تینوں کا فرارے گئے۔ حضرت عبیدہ زخمی ہوئے بیرکٹ گیا۔ اور آخر فتح کے بعد لوٹتے وقت مقام صفار میں انتقال ہو گیا۔ آن کافروں کے مارے جانے کے بعد عام حملہ ہو گیا جنگ مغلوبہ شروع ہو گئی مسلمانوں کی طرف پہلے مجمع مولے عمر بن الخطابؓ ایک تیر لگنے سے شہید ہوئے۔ پھر عمارؓ بن سراقہ انصاریؓ حوض سے پانی پی رہے تھے کہ ایک تیر لگی اور شہید ہوئے۔ حضرت عیمر بن الحوامؓ نے ایک زور کا حملہ کیا اور شہید ہو گئے۔

حضور کی دعا جنگ مغلوبہ بڑے زوروں کی ہو رہی تھی۔ اور حضورؐ دعا میں مشغول تھے استغراق کا یہ عالم تھا کہ چادر مبارک شانہ سے گر گئی اور آپؐ گریہ و زاری میں مشغول تھے۔

حضرت صدیقؓ نے چادر شانہ پر درست کر دی۔ آپؐ نے اسی عالم کیف میں ایک مٹھی سنگریزہ زمین سے اٹھایا اور اُس پر شاحت الوجود پڑھ کر دم کیا اور قریش کی طرف پھینکا۔ کوئی کافر نہ بچا جسکے آنکھوں میں نہ پڑا ہو۔ کفار اپنی آنکھیں ملنے لگے اور مسلمان اُن کو قتل کرنے لگے۔ اسی کے متعلق اللہ پاک فرماتا ہے وما دمیت اذ میت ولکی اللہ دمی یعنی جب تم نے (سنگریزہ) پھینکا تھا تو تم نے نہیں پھینکا بلکہ خدا نے پھینکا تھا۔ الغرض تھوڑی دیر میں لڑائی کا رنگ بدل گیا مسلمانوں کی فتح نمایاں نظر آنے لگی بڑے بڑے صنادید عرب مارے گئے۔ آخر مسلمانوں نے گرفتاریاں شروع کر دیں اور بہتوں کی شکمیں باندھ لیں پھر یہ حال ہوا کہ کفار بھاگنا چاہتے تھے اور پناہ نہ ملتی تھی۔

۱۔ مجمع البکریم دکن ابعده جیم مفتوحہ توسی بن عبیدہ نے کہا کہ بدر میں سب سے پہلے یہ شہید ہوئے ۱۲ منہ
۲۔ غیر تصغیر بن اجمام بغم ملے حملہ و تحفیف میم ابن الجوح ابن زید اسلمی ابن اسحاق و ان کی شہادت اور جوش کا
ایک موثر قہہ لکھا ہے ۱۲ منہ

امیہ بن خلف مکہ میں حضرت عبدالرحمن بن عوف کی امیہ بن خلف سے دوستی تھی۔ حضرت

عبدالرحمن جارہے تھے امیہ کی نظر پڑ گئی بلایا اور مدد چاہی ان کے ہاتھ میں

زرہ تھی یہ دیکھنے لگے اس نے امیہ دلائی کہ میں بچاؤ زرہ کیا چیز ہے انہوں نے زرہ وہیں ڈال دی

اور امیہ بن خلف اور اس کے لڑکے علی بن امیہ کا ہاتھ پکڑا اور بے چلے۔ یہ امیہ وہی شخص تھا جو

حضرت بلال کو رمضان مکہ میں لے جانا اور گرم پتے ہوئے ریت پر ان کو چت سلانا بید نہ بھاری پھر

رکھتا اور کتا کہ اس کو اسی طرح دھوپ میں پڑا رہنے دو جب تک دین اسلام ترک نہ کرے یا مر

نہ جائے حضرت بلال دھوپ اور پیاس میں تڑپتے اور امداد کہتے اس وقت جب یہ عبدالرحمن

بن عوف کے ساتھ تھا حضرت بلال کی نظر پڑ گئی چلا آئے کہ اللہ اکبر یہ تو اس الکفر امیہ ابن خلف ہے

لوگ جمع ہو گئے عبدالرحمن نے کہا کہ بلال یہ میرا قیدی ہے حضرت بلال نے کہا اللہ اکبر یہ بچ گیا

تو میری نجات نہیں ہے عبدالرحمن اس کو بچانے لگے بلال نے انصار کو آواز دی کہ یہ راس الکفر

امیہ بن خلف ہے اگر یہ بچ گیا تو میری نجات نہیں ہے۔ لوگوں نے اس کو مازنا شروع کیا حضرت

عبدالرحمن بچانے لگے حتیٰ کہ ایک مارا گیا حضرت عبدالرحمن نے دوسرے کو کہا کہ زمین پر ٹھک جاؤ

ٹھک گیا تو عبدالرحمن اس کے اوپر ٹھک گئے اور اس کو اپنے نیچے لے لیا اور حضرت بلال کہ رہو تم کو لا جنت

ان نبی آخر انصار نے بغل سے تلوار بھونک کر اس کو قتل کر دیا۔

عُکاشہ بن محصن مستند روایتوں سے ثابت ہے کہ اسی روز عکاشہ بن محصن کی تلوار ٹوٹ

گئی حضور نے ان کو ایک شلخ درخت کی دی کہ اس سے لڑو۔ انہوں نے

اس کو لیکر حرکت دی تو ان کے ہاتھ میں وہ نہایت نفیس تلوار ہو گئی۔ اس سے وہ غزوات میں

برابر لڑا کرتے تھے حتیٰ کہ حضرت صدیق کے ایام خلافت میں شہید ہوئے۔

حضور کا اعلان حضور نے اعلان کر دیا کہ بنی ہاشم خوشی سے لڑتے نہیں آئے ہیں ان کو قتل

نہ کیا جائے عباس بن عبدالمطلب کو کوئی قتل نہ کرے۔ ابو النختری بن ہشام

کو کوئی قتل نہ کرے۔ اس اعلان کی ضرورت ظاہر بنی ہاشم کو مسلمان نہ ہونے مگر اسلام کے لئے

مشروع سے انہوں نے تکلیفیں برداشت کیں حضرت عباسؓ ہمیشہ رسول اللہ کے معاون رہے جسے کہ عقبہ اخیرہ میں جب انصار مدینہ نے رسول اللہ کو مدینہ آنے کی دعوت دی تو حضرت عباسؓ نے باوجود مسلمان نہ ہونے کے اُن سے کہا کہ خوب سمجھ کر دعوت دو یاں وہ اپنے گھر اور اپنے لوگوں میں ہیں ہزار دشمنی ہی مگر کسی کی مجال نہیں ہے کہ اُن کے خلاف ہاتھ اٹھائے۔ مدینہ میں وہ محض تلوگوں کی ذمہ داری پر ہوں گے لیکن بعض روایت میں ہے کہ حضرت عباسؓ پوشیدہ مسلمان تھے اور رسول اللہؐ کی اجازت سے مکہ میں مقیم تھے۔ اور وہاں کی خبر حضورؐ کے پاس بھیجا کرتے تھے فتح مکہ سے پہلے علانیہ مسلمان ہو گئے۔ اور ہجرت کر کے مدینہ چلے آئے۔ ابوالنختری سے مسلمانوں کی مخالفت کے متعلق کبھی کچھ سنائیں گیا تھا بلکہ جب بنی ہاشم شعب ابی طالب میں محصور تھے تو انہوں نے بعض مرتبہ اُن کو کھانا پہنچانے میں مدد دی تھی۔ قریش کے اس صحیفہ کو جس کی وجہ سے بنی ہاشم اور ابوطالب اور رسول اللہؐ برسوں شعب میں محصور رہے باطل کرنے کی بعض لوگوں نے کوشش کی تو اُس کوشش کو نیا لو نہیں ایک یہ بھی تھے۔

ابوالنختری مارا گیا لیکن باوجود اس اعلان کے ابوالنختری مارا گیا۔ واقعہ یہ ہوا کہ مجذرا بن زیادؓ ابلولی کا ابوالنختری سے سامنا ہو گیا مجذرا نے کہا کہ ہم لوگوں کو رسول اللہؐ نے تم کو قتل کرنے سے منع کر دیا ہے۔ ابوالنختری کے ساتھ اس کا ردیف تھا جو مکہ سے ساتھ آیا تھا اسکا نام جنادہ بن یحییٰ بنت زہیر بن الحارث تھا۔ اُس نے پوچھا کہ میرے ردیف کا کیا ہوگا۔ مجذرا نے کہا کہ میں رسول اللہؐ نے صرف تمہارے قتل سے منع کیا ہے تمہارے ساتھی کو ہم نہیں چھوڑ سکتے ابوالنختری نے کہا کہ یہ نہیں ہو سکتا آخر لڑائی ہوئی اور مارا گیا۔

لے مجذرا بذالبحر ان کا لقب تھا اس کے معنی ہیں الغلظ الغنیم نام عبد اللہ تھا اس قصہ کو ابن اسحاق نے نقل کیا ہے مونس بن عقیل زہری سے نقل کرتے ہیں کہ بعض آدمی کہتے ہیں کہ ابوالنختری کو ابوالنختری نے قتل کیا ہے لیکن اہم اور بڑی روایتیں ہیں کہ مجذرا نے قتل کیا۔ ابن حجر کہتے ہیں کہ زہیر بن بکار اور واقدی کا بھی جزا یہی بیان ہے حاکم نے بھی یہی روایت کیا ہے سب کہتے ہیں کہ مجذرا ہی نے قتل کیا ۱۲ منہ

ابو جہل | حضورؐ نے فرمایا کہ کوئی ابو جہل کی خبر لائے۔ تھوڑے دیر میں حضورؐ کے پاس اس کا سر آیا اور خبر دی گئی کہ وہ قتل کر دیا گیا۔ آپؐ نے کہا اللہ الذی لا الہ الاہو تین مرتبہ پھر کہا

اللہ اکبر الحمد للہ الذی صدق وعدہ و نصر عبدہ و ہزم الاحزاب و جدہ اسکے بعد فرمایا کہ ذرا اس کا سر ہمیں دکھاؤ جب آپؐ نے دیکھا تو فرمایا ہذا اخر عون هذه الامة۔

کفار کی نعشوں کا خطاب | جب لڑائی ختم ہوئی تو آپؐ کفار کی نعشوں کے پاس کھڑے ہوئے اور فرمایا کہ کیسے بُرے رشتہ دار اپنے نبی کے تم لوگ تھو تم نے

ہمیں جھٹلایا دوسروں نے تصدیق کی۔ تم نے ہمیں ذلیل کیا دوسروں نے مدد دی۔ تم لوگوں نے ہم کو میرے گھر اور وطن سے نکال دیا دوسروں نے پناہ دی۔

پھر آپؐ نے حکم دیا کہ یہ سب لاشیں ایک کوسے میں ڈال دی جائیں جب سب نعشیں اُدی گئیں تو پھر آپؐ اس کو پُر کھڑے ہوئے اور فرمایا کہ اے عقبہ بن ربیعہ اے شیبہ بن ربیعہ اے فلاں اور فلاں کیا تم نے اپنے رب کے قول کو سچا پایا۔ ہم نے تو اپنے رب کے وعدہ کو ٹھیک ٹھیک سچ پایا۔

مراجعت | اس کے بعد تین روز تک حضورؐ یہاں مقیم رہے پھر اموال غنیمت اور سب قیدیوں کو لیکر روانہ ہوئے جب مقام صفار میں پہنچے تو اموال غنیمت کو وہیں تقسیم کیا مال غنیمت

کی تقسیم کا اختیار سورۃ انفال میں نازل ہوا تھا۔ وہیں نصر بن الحارث بن کلدہ کو قتل کیا پھر جب عوق الطیئہ میں پہنچے تو وہاں عقبہ ابن ابی معیط کو قتل کیا۔ اس کے بعد منظر و منصور مدینہ میں داخل ہوئے ہر جگہ مسلمانوں کا رعب چھا گیا اطراف کے دشمن ڈرنے لگے۔ مدینہ کے بہت لوگوں نے اسلام قبول کیا عبداللہ بن ابی منافق اور اس کے ساتھیوں نے بھی انہیں ایام میں بظاہر اسلام قبول کیا۔

اصحاب بدر اور شہداء | کل تین سو سے کچھ زیادہ مسلمان غزوہ بدر میں شریک ہوئے جس میں (۱۳۱) مہاجر تھے (۶۱۱) اوس کے لوگ اور (۱۰۰) خزرج کے آدمی تھے۔ انہیں (۱۲۲)

شہید ہوئے (۱۳۱) مہاجر (۶۱) خزرج اور (۱۲۲) اوس کے آدمی کفار کے (۷۰) قتل ہوئے۔ اور (۷۰) قید۔ ان قیدیوں میں ۳۱ بنی ہاشم تھے عباس عقیل اور نوفل بن الحارث اصحاب بدر کی اس تعداد

میں وہ لوگ داخل ہیں جو جنگ میں شریک نہ ہوئے مگر غزوہ کا ثواب اور غنیمت میں اُن کو حصہ ملا۔
بخاری کی ایک روایت میں ہے کہ کچھ اور تباہ مہاجرین اور دو سو چالیس سے کچھ زیادہ انصار تھے
مگر اصحاب بدر کو نام بنام شمار کرنے سے وہ تعداد حاصل ہوتی ہے جو ادھر لکھی گئی۔

عثمان بن عفان حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی زوجہ حضرت رقیہ بنت رسول اللہ سخت
بدمزہ تھیں۔ اس لیے حضرت عثمان اور حضرت اسامہ بن زید کو حضور نے

اُن کی نگرانی کے لیے مدینہ میں چھوڑ دیا تھا اور یہ دونوں حضرات اسی لیے غزوہ بدر میں شریک ہو سکے
جب یہاں فتح ہوئی تو حضور نے زید بن حارثہ کو فتح کی بشارت دینے کے لیے مدینہ روانہ کیا۔ حضرت
اسامہ فرماتے ہیں کہ حضرت زید اس وقت آئے جب حضرت رقیہ کا انتقال ہو گیا تھا اور ہم لوگ
دفن سے اسی وقت فارغ ہوئے تھے حضرت اسامہ کہتے ہیں ہم جب والد کے پاس گئے تو لوگ اُن کو
گھیرے ہوئے تھے اور وہ کہہ رہے تھے کہ عتبہ بن ربیعہ شیبہ بن ربیعہ ابو جہل زبیر بن لاؤد ابو انجری
ایمہ بن خلف نبیہ بن الحجاج بنہ بن الحجاج سب قتل کئے گئے ہم نے پوچھا کہ والد کیا واقعی یہ سچ ہے
تو انہوں نے فرمایا کہ ہاں بیٹا سچ ہے۔

ابو العاص بن الربیع قیدیوں میں رسول اللہ کے داماد یعنی حضرت زینب کے شوہر بھی تھے
یہ ابو العاص البنت خویلد کے لڑکے تھے۔ اور والد حضرت خدیجہ کی

حقیقی بہن تھیں۔ اس لیے حضرت خدیجہ نے رسول اللہ سے شہرہ لیکر اپنی لڑکی زینب بنت رسول اللہ
کا نبوت سے پہلے اُن کے ساتھ عقد کر دیا تھا اور بیٹے کی طرح اُن کے ساتھ محبت کرتی تھیں بعثت
کے بعد حضرت خدیجہ اور زینب سلمان ہو گئیں لیکن ابو العاص مسلمان نہ ہوئے۔ اختلاف دین
کی وجہ سے اُن میں جدائی کرائی لازم تھی لیکن مکہ میں چونکہ رسول اللہ کا حکم نافذ نہ تھا جدائی انہوں کی
قریش نے جب حضور کی مخالفت شرع کی تو ان سے کہا کہ تم قریش کی جس لڑکی کو چاہو اُس سے
تمہارا عقد کر دیا جائے مگر محمد کی لڑکی کو چھوڑ دو۔ انہوں نے انکار کیا کہ یہ ہرگز نہیں ہو سکتا کہ ہم اپنے
اہل کو بلاوجہ چھوڑ دیں۔ حالانکہ ابواب کے لڑکوں نے قریش کے اسی طرح کہنے پر چھوڑ دیا تھا حضور

اُن کے اس ہمت کی تعریف کیا کرتے تھے۔

یہ بدر میں قید ہو کر آئے۔ اور زینبؓ مکہ میں تھیں۔ توجیب دوسرے قیدیوں کے ورثانے اپنے آدمیوں کو چھڑانے کے لئے مکہ سے فدیہ بھیجا تو حضرت زینبؓ نے بھی اُن کے چھڑانے کے لئے فدیہ روانہ کیا۔ اس فدیہ میں حضرت زینبؓ نے مال کے ساتھ اپنا ایک ہار بھی بھیجا تھا یہ ہار وہ تھا جو حضرت خدیجہؓ نے اُن کے عقد کے وقت اُن کو پہنا کر رخصت کیا تھا اُس ہار کو دیکھ کر حضورؐ پر سخت رقت طاری ہوئی اور آپؐ نے صحابہ سے فرمایا کہ اگر تم لوگ پسند کرو تو زینبؓ کے قیدی کو چھوڑ دو اور اُس کا مال بھی واپس کر دو سب صحابہ راضی ہوئے اور یہ چھوڑ دیئے گئے۔

اُن سے اور حضورؐ سے جو گفتگو ہوئی اُس کا کسی کو علم نہ ہوا۔ مگر واقعہ بدر کے ایک مہینہ بعد حضورؐ نے حضرت زید بن حارثہؓ اور ایک انصاری کو بھیجا کہ تم بطن یا نج میں جاؤ وہاں زینبؓ آئینگی اُن کو ساتھ لے آؤ۔ چنانچہ یہ لوگ روانہ ہو گئے۔ ابوالعاص جب مکہ گئے تو حضرت زینبؓ سے کہا کہ تم اپنے والد کے پاس مدینہ جاؤ۔ چنانچہ انہوں نے سفر کی تیاری شروع کر دی جب فارغ ہوئیں تو ابوالعاص کے بھائی کنانہ بن الریح ایک اونٹ لیکر آئے اور اُن کو لیکر روانہ ہوئے جب قریش کو خبر ہوئی کہ زینبؓ اپنے باپ کے پاس جا رہی ہیں تو چند شخصوں نے تعاقب کیا۔ سب سے آگے جہار بن الاسود تھا اُس نے ایک تیر مارا جو حضرت زینبؓ کے ہودج سے آکر لگا حضرت زینبؓ حاملہ تھیں اُس صدمہ سے حمل ساقط ہو گیا۔ کنانہ نے اپنا تیر کمان اٹھایا اور کہا کہ خبردار اگر کوئی آگے بڑھا تو میں مار ڈالوں گا اتنے میں ابوسفیانؓ آگیا اُس نے قریش کے لوگوں کو علیحدہ کیا۔ اور کنانہ کو سمجھایا کہ ابھی بدر کا واقعہ تازہ ہے اور تم ان کو اس طرح علانیہ لے جاؤ یہ کیا

لے یا نج پہلا جیم ہے اور دوسرا حائے مہلکہ کے قریب ایک موضع ہے جیسا کہ معنی میں ہے اور ابن اثیر نہایت میں لکھتے ہیں کہ بطن یا نج مہوز ہے بمکنزیم اول کہ سے تین میل پر ہے اور عبداللہ بن زبیرؓ کی منزل تھی اور قاموس میں ہے یا نج کیسمع دینضر و یضر موضع بمکہ معنی میں دوسرے کے حار ہونے کی تصریح ہے اُس کی وجہ نہ معلوم ہوئی صحیح یہ ہے کہ دونوں جیم ہے یا شاید دو مقام ہو واللہ اعلم ۱۲ منہ

قلمندی ہے۔ ہم کو محمد کی لڑکی کے روکنے سے کوئی فائدہ نہیں ہو مگر تم اس طرح نہ لجاؤ ابھی واپس
 پہلو کسی روز پوشیدہ لجاؤ۔ کنانہ نے مان یا چند روز کے بعد شب کے وقت زید بن حارثہ تک پہنچا
 یا اس طرح حضرت زینبؓ مدینہ چلی گئیں اور ابوالعاص سے جدائی ہو گئی۔ چھ برس کے بعد ابوالعاص
 ایمان لائے اور پہلے ہی نکاح پر ان دونوں کے تعلقات پھر قائم ہو گئے۔

بجماعت جو مقتول ہوئی ہجرت نہ کرنے سے حضورؐ جب مکہ میں تھے تو حارث بن زعمہ بن الماسود۔
 ابوقیس بن لفاکھ بن المغیرہ۔ ابوقیس بن الولید۔

بن المغیرہ علی بن امیہ بن خلف۔ عاص بن ہنہ بن الجحاج ایمان اور اسلام قبول کر چکے تھے
 لیکن جب حضورؐ نے ہجرت کی تو ان لوگوں کو ان کے آبا اور قبائل نے روک لیا۔ یہ اپنے لوگوں کے
 مطیع رہے حتیٰ کہ بدر میں کفار کے ساتھ مسلمانوں کے مقابل لڑنے آئے۔ اور آخر یہ سب مارے گئے
 صحابہ سیر لکھتے ہیں کہ انہیں لوگوں کے حق میں یہ آیت نازل ہوئی ان الذین تو فاعدا المثلثۃ
 ظالمی افسہم قالوا فیدرکنتم قالوا کنا مستضعفین فی الارض قالوا لعلکن ارض
 اللہ واسعة فتهاجروا فیہا فاولئک ما واعد جہنم وساءت مصیرا۔

حضورؐ نے منع فرمایا کہ مسلمان ہجرت کی استطاعت ہونے پر کفار کے ساتھ نہ رہیں۔ اور آپ نے
 فرمایا کہ میں اُس سے بری ہوں جو مسلمان ہو کر کافروں کے درمیان مقیم رہے۔ اور آپ نے فرمایا کہ
 جو کافروں کے ساتھ سکونت اختیار کرے وہ انہیں کے مثل ہے۔ اور آپ نے فرمایا کہ ہجرت منقطع
 نہ ہوگی جب تک تو یہ منقطع نہ ہو۔ اور آپ نے فرمایا کہ عنقریب ہجرت پر ہجرت ہوگی تو زمین کا بہترین
 شخص وہ ہوگا جو حضرت ابراہیمؑ کی ہجرت کی جگہ کو اختیار کرے۔ دوسری جگہ اشراۃ رہ جائیں گے
 جن کا حشر بندروں اور خنزیروں کے ساتھ ہوگا۔

قیدیوں سے سلوک حضورؐ قیدیوں کے ساتھ نرمی کا برتاؤ کرتے تھے۔ بدر کے قیدیوں کو صحابہؓ
 سختی سے باندھا تھا۔ وہ لوگ بے چین تھے۔ رونے کی آواز سن کر حضورؐ

ابوالعاص کے اسلام قبول کرنے کا حال آگے ذکر ہے ۱۱ منہ

تمام رات سوئے نہیں صحابہ کو معلوم ہوا تو بعض صحابہ نے حضرت عباسؓ کی بندش ڈھیلی کر دی حضورؐ نے فرمایا کہ سب قیدیوں کی بندش ڈھیلی کر دو۔ حضورؐ کا قاعدہ تھا کہ ایک خاندان کے کئی شخص گرفتار ہوں تو ان میں تفریق ناپسند فرماتے تھے اور فرماتے تھے کہ جو شخص لڑکوں کو قید میں اُس کی مان سے جدا کرے خداوند کریم قیامت کے روز اُس کو اُس کے اجاب سے جدا کرے گا۔

حضورؐ کا قاعدہ تھا کہ قیدیوں کے ساتھ مختلف حالتوں میں جیسی مصلحت ہوتی ویسا سلوک کرتے اسلام کے ساتھ جس کی دشمنی شدید ہوتی اُس کو قتل کرتے بعض کے فدیہ میں مال لیکر اُس کو چھوڑ دیتے اور وہ مال عام اسلامی ضرورتوں میں صرف ہوتا اور مسلمانوں کے کام آتا کسی کو مسلمان قیدی کے بدلہ میں چھوڑتے کسی کو یونہی بلا کسی بدلہ کے چھوڑ دیتے۔

تمامہ ابن اثال حنفی یمامہ کے رئیس تھے قید ہو کر آئے صحابہ نے اُن کو مسجد کے ستون سے باندھ دیا حضورؐ نے پوچھا تمہارا کیا حال ہے انہوں نے کہا کہ اگر قتل کیجئے تو بدلہ ہوگا معاف کیجئے مشکور ہوں گا۔ اور فدیہ لیجئے تو مال حاضر کروں ان کو حضورؐ نے تیسرے روز بلا فدیہ چھوڑ دیا۔ وہ مسلمان ہو گئے اور بڑے ثابت قدم رہے۔ سلمہ بن الاکوع کو ایک لونڈی کسی غزوہ میں ملی تھی اُن کا مانگ کر مسلمان قیدیوں کے فدیہ میں مکہ بھیجا جو یہ بنت الحارث سے آپؐ نے عفت کیا تو بنی المصطلق کے ایک توفیدی کو اُس رشتہ کی وجہ سے چھوڑ دیا گیا صلح حدیبیہ میں شتر آدمی قید ہوئے اُن کو بلا کسی معاوضہ یا شرط کے چھوڑ دیا۔

بدر کے قیدیوں کے ساتھ بھی مختلف برتاؤ ہوا عقبہ بن ابی معیط اور نضر بن الحارث خدا و رسول کی دشمنی میں سخت تھے اُن کو قتل کر دیا۔ اور دونوں سے فدیہ لیکر چھوڑا۔ جن لوگوں کے پاس مال نہ تھا ان سے کہا کہ انصار کے لڑکوں کو لکھنا سکھا دیں یہی اُن کا فدیہ ہوا۔ کچھ لوگوں کو بلا فدیہ اور بدلہ کے چھوڑ دیا۔

غزوات بدر و احد کے درمیان

غزوہ بنی سلیم حضور جب بدر سے مدینہ واپس آئے تو اُن کے ثبات روز بعد مدینہ میں سبّاع بن عوفؓ آیا ابن ام مکتومؓ کو خلیفہ بنا کر بنی سلیم کی جنگ کو تشریف لے گئے۔ معلوم ہوا تھا کہ وہ لوگ جمع ہوئے ہیں۔ آپ مارا لکڑی تک گئے لیکن وہ لوگ نہ ملے۔ تین روز آپ وہاں مقیم رہے پھر مدینہ لوٹ آئے۔

غزوہ سویق بدر کے دو مہینہ بعد غزوہ سویق ہوا۔ مشرکین قریش جب بدر سے تباہ حال ہوئے تو اُن کو دیکھ کر ابوسفیانؓ نے قسم کھالی کہ جب تک محمدؐ (صلی اللہ علیہ وسلم) سے جنگ نہ کروں گا سر سے پانی نہ پھلاؤں گا۔ آخر دو سو آدمیوں کو لیکر پوشیدہ مدینہ آیا۔ رات کے وقت سلام بن مسک کے یہاں ٹھہرا صبح کو مدینہ کے کنارہ مقام عریض میں کچھ درخت کاٹ دیئے اور ایک انصاری پانی پٹا رہے تھے اُن کو قتل کر دیا اور بھاگا۔ حضورؐ کو خبر ہوئی تو تعاقب کیا اور قرقرہ الکرد تک تشریف لے گئے مگر نہ ملا۔

کفار بھاگتے ہوئے بوجھ ہلکا کرنے کے خیال سے بہت سا سٹو پھینکتے گئے تھے جو صحابہ کو ملا اور اسی لئے اس غزوہ کا نام غزوہ سویق ہو گیا۔

غزوہ بنی غطفان جس کو غزوہ ذی امر بھی کہتے ہیں غزوہ سویق کے بعد ہوا۔ غزوہ سویق سے لوٹ کر حضورؐ ذی الجحہ کا پورا مہینہ مدینہ میں رہے پھر بنی غطفان سے مقابلہ کی نیت سے نجد تشریف لے گئے اور مدینہ میں حضرت عثمان بن عفانؓ کو خلیفہ مقرر کر دیا۔ صفر کا پورا مہینہ آپ وہاں رہے لیکن کوئی لڑائی نہ ہوئی لوٹ آئے۔

غزوہ بجران ربیع الاول آپ مدینہ میں رہے پھر ابن ام مکتومؓ کو خلیفہ بنا کر قریش کے مقابلہ کی نیت سے نکلے۔ بجران تک تشریف لے گئے۔ ربیع الآخر اور جمادی الاول وہیں رہے جنگ نہ ہوئی لوٹ آئے۔

نوٹ:- بجران بائیں موحدہ اور عاتے محلہ سے حجاز کا ایک حدن ہوا اور مشہور مقام قرعہ کے قریب ہے

عبد اللہ بن جحش کے سریتہ میں بھی اس مقام کا ذکر ہے اور بعض روایہ کی نسبت بحران اسی مقام کی طرف ہے بحران نون اور جیم سے ایک دوسرا مقام ہے جہاں کے نصاریٰ ابتداء اسلام میں مکہ آنے تھے۔ ابن اثیر نہایت میں لکھتے ہیں کہ وہ حجاز شام اور یمن کی سرحد پر ہے لیکن کنز العلوم واللغة جو فی الحال مصر میں چھپی ہے اُس میں ہے کہ بحران یمن میں ہے واللہ اعلم

غزوہ بنی قینقاع | اس کے بعد غزوہ بنی قینقاع ہوا جس کا ذکر یہود کے حال میں ہو چکا ہے

قتل کعب بن اشرف | کعب ابن اشرف یہود تھا اور حضور کو سخت تکلیف دیتا تھا حضور کے ہجو میں اشعار لکھتا۔ اور صحابہ کی عورتوں کو اشعار میں برا بھلا کتابہ کے

بعد مکہ جاکر قریش کے سامنے اشعار پڑھے جس میں اُن کو خوب بھڑکایا قبائل میں جا کر اُن کو مسلمانوں کو خلاف مشتعل کیا۔ اس لیے حضور کی مرضی پا کر محمد بن مسلمہ عباد بن بشر بن حارث بن اوس بن ابوعبیس بن جبر اور ابونا نائلہ سلکان بن سلامہ اُس کے قتل کے لیے مستعد ہوئے حضور نے اُن لوگوں کو اجازت دی۔ اور یہ بھی اجازت دی کہ اگر ضرورت ہو تو مخادعت کی گفتگو کر سکتے ہیں۔

جب یہ لوگ چلے تو حضور خود بیع الغنم تک اُن کے ساتھ گئے اور رخصت کیا ابونا نائلہ کعب کے رضاعی بھائی تھے۔ جب وہ وہاں پہنچے تو پہلے ابونا نائلہ تنہا گئے۔ آواز دی وہ آیا تو انہوں نے ظاہر کیا کہ ہم لوگ رسول اللہ سے منحرف ہو گئے ہیں اور چاہتے ہیں کہ کسی طرح محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) خراب اور ذلیل ہوں۔ وہ بہت خوش ہوا پھر انہوں نے اسلام کی وجہ سے اپنی پریشانی کا حال بیان کیا اور خواہش ظاہر کی کہ تم ہمارے ساتھیوں کا سامان حرب رہن رکھو اور خوراک کی چیزوں سے امداد کرو وہ فوراً راضی ہو گیا۔ اس طرح ابونا نائلہ اس کے مکان تک اپنے ساتھیوں کو مسلح لے جانے میں کامیاب ہو گئے۔

جب اس طرح یہ لوگ وہاں پہنچے اور کعب نیچے آیا تو ابونا نائلہ نے پکڑ لیا اور دوسرے لوگوں نے

لے ابو عبیس بن جبر الاوسی ابن سعد کہتے ہیں کہ رسول اللہ نے اُن کے اور حبیش بن حذافہ کے درمیان مواخات کرایا تھا ۱۲۸ھ

قتل کیا اور اس کا سر حضورؐ کی خدمت میں لے آئے۔ آخر رات تھی حضورؐ نماز پڑھ رہے تھے کہ یہ لوگ پہنچے۔ حارث ابن اوسؓ کو اپنے ہی ساتھیوں میں سے کسی کی تلوار سے زخم آگیا تھا۔ حضورؐ نے لعاب دہن لگا دیا فوراً اچھا ہو گیا۔

رات ہی کے وقت یہودیوں میں ٹھیل چکی صبح کے وقت کچھ یہود حضورؐ کی خدمت میں آئے اور اس طرح کے قتل پر پریشانی کا اظہار کیا۔ حضورؐ نے فرمایا کہ کعب کے شعار گیتگو اور طرز عمل سے تم لوگ واقف ہو تم لوگ اگر اپنے معاہدہ پر قائم رہو تو تم سے ہم کو کوئی خصومت نہیں ہے اس کے بعد پھر معاہدہ کی تجدید ہوئی۔

غزوہ احد

غزوہ بدر میں بڑے بڑے اشراف قریش قتل ہوئے تھے اور جو صدمہ قریش کو بدر میں پہنچا تھا غالباً ایسا صدمہ ان کو پہلے کبھی نہیں پہنچا تھا۔ اب ان میں سب سے بڑا سردار ابوسفیان تھا۔ اس نے مدینہ پر حملہ کیا جیسا غزوہ تبوک میں معلوم ہو چکا ہے اور اس کو پھر ناکامی ہوئی۔ اس لئے اب اس نے پھر مدینہ پر ایک زبردست حملہ کی پوری کوشش شروع کر دی۔ ابن اسحق لکھتے ہیں کہ کنانہ اور تمام کے قبائل نے قریش کا ساتھ دیا۔ عبداللہ بن ابی ربیعہ، عکرمہ بن ابی جہل، صفوان ابن امیہ اور دوسرے معززین نے مال جمع کرنے کا انتظام کیا۔ اس طرح ابوسفیان قریش، ان کے حلفاء اور اجناس کو ملا کر تقریباً تین ہزار آدمیوں کو جمع کرنے میں کامیاب ہو گیا۔ اور جب یہ لوگ روانہ ہوئے تو اپنی عورتوں کو بھی ساتھ لے لیا تاکہ ان کی حمایت اور غیرت کی وجہ سے کوئی بھاگ نہ سکے۔ الغرض قریش اس طرح پورے ساز و سامان کو آئے۔ اور جبل احد کے قریب مقام عینین میں آکر ٹھہرے۔ ابن اسحق لکھتے ہیں کہ جو عورتیں قریش کے ساتھ آئی تھیں ان میں یہ بھی تھیں۔ ابوسفیان کے ساتھ ہند بنت عتبہ، عکرمہ بن ابی جہل کے ساتھ ام حکیم بنت الحارث، حارث اور ابن ہشام کے ساتھ فاطمہ بنت الولید، صفوان ابن امیہ کے ساتھ بنہ بنت مسعود ابن ہشام اس کا نام رقیہ

بنت مسعود لکھتے ہیں یعنی عبداللہ بن صفوان کی ماں عمرو بن العاص کے ساتھ ربط بنت بنتی ہی عبداللہ بن عمرو بن العاص کی ماں ہیں۔ طلحہ بن ابی طلحہ کے ساتھ سلافہ بنت سعد بن خناس بن مالک کے ساتھ ابی برزہ بن عیر اور اس کی ماں۔ اور یہی حضرت مصعب بن عمیر کی بھی ماں تھیں اور عمرہ بنت طلحہ جو بنی الحارث ابن عبدمناتہ کی ایک عورت تھی۔

جب مدینہ میں قریش کی خبر پہنچی تو حضور نے صحابہ سے مشورہ کیا کہ کیا کرنا چاہیے حضور کی رائے یہ تھی کہ ہم لوگ مدینہ سے باہر نہ نکلیں۔ کفار شہر پر حملہ کریں تو شہر ہی میں مرد سامنے مقابلہ کریں اور عورتیں مکانوں کے اوپر سے پتھر پھینک کر کفار کو پریشان کر دیں یہی رائے عبداللہ بن ابی کی بھی تھی۔ اور کفار کی کثرت تعداد کی وجہ سے یہی رائے مناسب تھی۔ مگر بہت سے جلیل القدر صحابہ اس رائے کے خلاف ہو گئے۔ خصوصاً جو حضرات غزوہ بدر میں شریک نہیں ہوئے تھے ان کو بہت جوش تھا اور کہنے لگے کہ ہم نکل کر مقابلہ کریں گے۔ شہر میں بیٹھ رہنا بزدلی کی علامت ہوگی۔ آخر حضور بادل ناخواستہ مکان میں تشریف لے گئے اور مسلح ہو کر نکلے تو مخلص اصحاب کو اپنے اصرار پر پشیمانی ہوئی۔ انہوں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ہم نے بجا اصرار کیا ہے۔ آپ کے نزدیک اگر نکلنا مناسب نہیں ہے تو ہمیں ٹھہریے اور جس طرح مناسب ہو کیجئے۔ حضور نے فرمایا کہ نبی جب سلاح پھر لے تو جائز نہیں ہے کہ دشمن سے فیصلہ کیے بغیر سلاح اتارے۔

الغرض سلسلہ کے سوال میں جمعہ کے روز جمعہ کی نماز کے بعد ایک انصاری کے جنازہ کی نماز پڑھ کر حضور ایک ہزار صحابہ کے ساتھ مدینہ سے نکلے۔ اور مدینہ میں امامت کے لئے حضرت ابن ام مکتوم کو مقرر کر دیا جب حضور حوط میں پہنچے جو احد اور مدینہ کے درمیان ایک مقام ہے تو وہاں عبداللہ بن ابی تین تو منافقوں کے ساتھ جدا ہو گیا۔ اور کہا کہ جب تم میری نہیں سننے اور دوسروں کے کہنے پر عمل کرتے ہو تو ہم اپنی گردنیں کیوں کٹوائیں عبداللہ بن عمرو بن حزام نے ان کو سمجھا کر روکنے کی کوشش کی مگر یہ نصیب نہ مانے اور علیحدہ ہو گئے۔ اس کے بعد راستہ میں بعض دوسرے منافقین نے بھی کچھ شرارتیں کیں۔ مگر بہر کیف آپ احد پہنچے۔ اور دادی کے کنارہ

اس طرح ٹھہرے کہ جبل احد کو پشت کی جانب کیا۔ اور منع کر دیا کہ جب تک ہم حکم نہ دیں کوئی شخص قتال شروع نہ کرے۔

سینچر کے روز صبح کے وقت قتال کی تیاری ہوئی۔ آپ کے ساتھ سات سو آدمی تھے ان میں پچاس گھوڑے سوار تھے۔ آپ نے پچاس تیر اندازوں کو عبداللہ بن جبر کے ماتحت فوج کے پیچھے ایک ایسی جگہ مقرر کر دیا جہاں سے اندیشہ تھا کہ دشمن پشت کی جانب سے فوج پر حملہ کر دیں گے ان تیر اندازوں سے حضور نے بتا دیا کہ تمہارا کام صرف یہ ہے کہ دشمن کو اس طرف آنے سے روکا اور فوج کی جو حالت بھی ہو تم یہاں سے ہرگز حرکت نہ کرو۔

اس کے بعد دوسرا انتظام آپ نے اس روز یہ کیا کہ کم عمر نوجوانوں کو قتال میں شرکت سے منع کر دیا۔ عبداللہ بن عمر بن الخطابؓ۔ اسامہ بن زیدؓ۔ اسید بن ظہیرؓ۔ عمرو بن حزامؓ۔ ہریر بن عازبؓ۔ زید بن ارقمؓ۔ زید بن ثابتؓ۔ عرابہ بن اوسؓ۔ سمرہ بن جندبؓ۔ رافع بن خدیجؓ ان سب حضرات کو قتال میں شرکت سے روکا گیا لیکن جب لوگوں نے سفارش کی کہ سمرہ اور رافع بہت اچھے تیر انداز ہیں۔ اور یہ بھی معلوم ہوا کہ ان کی عمر پندرہ سال ہے تو ان دو صاحبوں کو حضور نے شرکت کی اجازت دیدی۔

۱۔ کہ چونکہ ہزار میں سے تین سو عبداللہ بن ابی کے ساتھ رہ گئے تھے ۱۲ من
۲۔ عبداللہ بن جبر انصاری خوات بن جبر کے بھائی ہیں حضرت رافع بن خدیجؓ کی روایت ہے کہ یہ تیر اندازوں کے
امیر تھے احد کے روز اہل رجب تیر انداز جگہ سے ہٹے تو یہ روک رہے تھے ۱۲ من

۳۔ ابن عمرؓ نے عبدالرحمن بن عوفؓ کے طریقہ سے ایک روایت حضرت ہریر بن عازبؓ سے نقل کی ہے کہ ہم کو کم سنی
کی وجہ سے بدر میں رسول اللہؐ نے جدا کیا تھا احد میں ہم شریک ہوئے لیکن صحیح یہ ہے کہ بدر اور احد دونوں میں
یہ شریک نہیں کیے گئے کم سنی کی وجہ سے ۱۲ من

۴۔ زید بن ارقمؓ بن زید انصاری خزرجی ۱۲ من

۵۔ زید بن ثابتؓ بن حواک انصاری خزرجی کا تب وہی بدر میں کم سنی کی وجہ سے شریک نہیں کیے گئے اور صحیح
یہ ہے کہ احد میں بھی نہیں کیے گئے مگر بعض روایت ہے کہ احد میں شریک کیے گئے واللہ اعلم ۱۲ من

۶۔ عراب بن نفیع مہملہ ورائے مہملہ مخفف بعدہ الف و موحده انصاری اوسی ۱۲ من

اس کے بعد حضور نے صف بندی کی خود حضور نے اس روز دوزرہ پہری تھی اور لوا حضرت مصعب بن عمیر کو دیا تھا مینہ اور میرہ پرزیر بن العوام اور منذر بن عمر کو مقرر کیا تھا۔ اپنی تلوار اپنے ابی دجانہ سماک بن خثشہ کو عنایت کی جو بڑے شجاع اور بہادر ثابت ہوئے اور تلوار کا حق ادا کیا۔

قریش تین ہزار تھے اور ان میں دو سو سوار تھے۔ ان کے مینہ پر خالد بن ولید اور میرہ پر عمر بن ابی جہل تھے۔

مشرکین کی طرف سے میدان میں سب سے پہلے ابو عامر عبداللہ بن عمرو بن صفی نکلا۔ یہ ایام جاہلیہ میں قبیلہ بنی اوس کا بڑا سردار تھا۔ اسلام کے ظہور کے بعد حضور کا بڑا دشمن ہو گیا۔ مکہ چلا گیا قریش کو جنگ کی ترغیب دی اور امید دلائی کہ ہمیں دیکھ کر بنی اوس کے سب لوگ میری طرف مائل ہو جائیں گے اور میرے پاس چلے آئیں گے۔ یہ پہلے راہب مشہور تھا حضور نے ابو عامر فاسق کہا اور اسی لقب سے مشہور ہو گیا۔ اس نے میدان میں آ کر اپنی قوم کو آواز دی۔ مگر قوم نے اس فاسق کو وہی جواب دیا جس کا وہ متقی تھا۔ خود اس کے لئے حضرت حنظلہ بن جن کا ذکر آگے آتا ہے انہوں نے بھی اس کی پرواہ نہ کی۔ ابو عامر فاسق اس روز مسلمانوں سے خوب لڑا اور شدید جنگ کی۔

اس روز مسلمانوں کی طرف سے جن بزرگوں نے داد شجاعت دی وہ یہ ہیں۔ ابو دجانہ انصاری حضرت طلحہ بن شریف خدا حضرت حمزہؓ اسد اللہ حضرت علیؓ حضرت انس بن نضر سعد بن الربیعؓ دن کے اول وقت مسلمانوں کی فتح تھی۔ کفار پس پاہوتے ہوئے اس مقام تک پہنچ چکے تھے جہاں نکی عورتیں تھیں لیکن غلطی یہ ہوئی کہ تیر انداز مسلمانوں نے جب کفار کی ہزیمت دیکھی تو وہ الغینۃ الغینۃ کہتے ہوئے میدان میں چلے آئے اور اس مرکز کو چھوڑ دیا جہاں ان کو رسول اللہؐ نے مقرر کر دیا تھا حضرت عبداللہ بن جبرؓ ان کو روکتے رہے مگر انہوں نے خیال نہ کیا۔ قریش کے سواروں نے جب اس مقام کو تیر اندازوں سے خالی پایا تو وہ اس طرف سے مسلمانوں کی پشت کی جانب آگئے اور ہر طرف مسلمانوں کو

ابی دجانہ بنعم مملہ و تخیف جم سماک بکر مملہ و تخیف میم بن خثشہ بفتح خاے بمعہ درائے مملہ و شین بمعہ مفتوحات ۱۲

احاطہ میں کر لیا۔ یہاں تک کہ شرعاً بہ شہید ہو گئے باقی منہزم ہو گئے اور رسول اللہ کفار میں گھر گئے آپ کا چہرہ مبارک زخمی ہوا۔ داہنی طرف نیچے کا موصلاً ٹوٹ گیا۔ فقہ یعنی خود اس طرح سر میں بیٹھ گیا کہ اُس کا حلقہ نیچے گڑ گیا۔ کفار نے پتھر مارے جس سے پہلوئے مبارک پر چوٹ آئی۔ اور آپ ایک گڈھے میں گر گئے جو ابو عامر نے پہلے سے بنا رکھا تھا حضرت علیؑ نے آپ کو نکالا۔ حضرت طلحہؓ نے سنبھالا۔ خود کا حلقہ جو آپ کے جیروں میں گڑ گیا تھا اُس کو ابو عبیدہ بن جراح نے دانت کے پکڑ کر کھینچا جس سے اُن کے دو دانت گر گئے۔

کفار نے ارادہ کیا کہ جو مسلمان درمیان میں آگئے ہیں اُن کو ہٹا کر رسول اللہ تک پہنچیں اور انہوں نے پورش کی مگر مسلمان درمیان میں حائل ہوئے اور تقریباً دس صحابہ و دس شہید ہو گئے۔ حضرت ابو دجانہؓ اپنی پیٹھ کو ڈھال بنا کر رسول اللہ کے سامنے کھڑے ہو گئے کفار نے اُن کی پیٹھ پر تیریں ماریں مگر انہوں نے اپنی جگہ سے حرکت نہ کی۔

حضرت مصعبؓ بن عمیر علم بردار تھے رسول اللہ کے سامنے انہوں نے قتال شدید کیا اور آخر وہیں شہید ہو گئے۔ عمرو بن قیثمؓ نے اُن کو شہید کیا۔ سمجھا کہ ہم نے رسول اللہ کو شہید کیا ہے چنانچہ کفار میں جا کر اُس نے یہی کہا مصعبؓ کے بعد وہ حضورؐ نے حضرت علیؑ کو دیا۔

شیر خدا حضرت حمزہؓ کے متعلق خود اُن کے قاتل وحشی حبشی کا بیان ہے کہ جس طرف جاتے تھے معلوم ہوتا تھا کہ جس طرح اونٹ کے چلنے سے پتوں کے انبار میں انتشار پیدا ہو جاتا ہے اسی طرح اُن کے سامنے کفار منتشر ہو جاتے تھے۔ ارطاة بن شرییل اور عثمان ابن ابی طلحہؓ دونوں یکے بعد دیگرے کفار کے علم بردار ہوئے انہوں نے ان دونوں کو قتل کیا۔ بساع بن عبد العزیٰ غیشانی آپ کے مقابلہ میں آیا آپ نے اُس کا بھی کام تمام کیا۔ آخر جیسر بن مطعمؓ کے حبشی غلام نے جس کا نام وحشی تھا چھکڑوڑ سے آپ پر اپنا حبشی حربہ پھینکا جس سے آپ شہید ہوئے۔

ابو عامر قاسق مذکور کے لڑکے حضرت حنظلہؓ بڑے مرتبہ کے شخص ہیں غیل الملائکہ اُن کا لقب ہے

لے یتیم یمن فان وکسریم وکون یا وفتح حمزہ کذا فی المعنی ۱۲ منہ

اُحد کے روز ابوسفیان کے مقابلہ میں لڑ رہے تھے اور غالب تھے قریب تھا کہ اُس کو قتل کریں۔ لیکن شہزاد بن الاسود نے یہ دیکھا تو ابوسفیان کی مدد کی اور اُن کو قتل کیا حضور نے فرمایا کہ حنظلہ کو فرشتے غسل دے رہے ہیں اُن کے گھر تھقی کر دو کہ یہ خاص معاملہ اُن کے ساتھ کیوں ہے۔ اُن کی زوجہ نے کہا کہ جس وقت جہاد کا اعلان ہوا وہ غلبنی تھے اور اُسی حالت میں وہ چلے گئے تھے حضور نے فرمایا کہ یہی وجہ ہے۔

اُسی روز کسی کے ضرب سے حضرت قتادہ بن نعمان کی آنکھ نکل پڑی۔ اُن کو لوگ حضور کے پاس لائے۔ آپ نے اپنے دست مبارک سے اُن کی آنکھ کو اُس کی جگہ پر لگا دیا۔ تو کہتے ہیں کہ اُن کی وہ آنکھ دوسری آنکھ سے بہتر حالت میں تھی اور بہت صحیح تھی۔

انقرض مسلمان ہر طرف سے گھر گئے تھے۔ زور کی لڑائی ہر طرف ہو رہی تھی۔ کفار کی خاص یورش رسول اللہ پر تھی۔ ابن قیس نے کفار میں شور کر دیا تھا کہ ہم نے رسول اللہ کو قتل کر دیا ہر شیطان نے اسی حالت میں بلندی سے آواز دی کہ محمد قتل کر دیئے گئے۔ یہ سن کر مسلمان اس باختم ہو گئے۔ اور ہر طرف اضطراب اور پریشانی چھا گئی۔

انس بن نصر یعنی حضرت انس ابن مالک کے چچا نے دیکھا کہ عمر بن الخطاب اور طلحہ بن عبید اللہ چند مہاجر اور انصار کے ساتھ ایک جگہ بیٹھے ہوئے ہیں۔ انہوں نے پوچھا کہ تم لوگ بیٹھے کیوں ہو۔ کہا کہ رسول اللہ شہید ہو گئے۔ انہوں نے کہا کہ پھر اب اُن کے بعد زندہ رہ کر کیا کر دے۔ اُنھوں نے کام کے لئے رسول اللہ نے جان دی ہے تم بھی جان دیدو۔ یہ کہہ کر آگے بڑھے اور حضرت سعد بن معاذ کو کہا کہ اے سعد! میں اُحد کے پاس سے جنت کی بو آ رہی ہے۔ اُس کے بعد مقابلہ کیا اور شہید ہوئے۔ حضرت انس فرماتے ہیں کہ میں دیکھتا ہوں کہ جسم پر نثر ضرب تھے اور بخاری میں ہے کہ انہی سے زیادہ زخم تھے۔

حضرت عبدالرحمن بن عوف کو بیت زخم لگے تھے۔ کچھ زخم پیر میں لگا تھا جس سے لنگڑے ہو گئے تھے۔

مسلمانوں کے اضطراب کا یہی عالم تھا کہ ایک جانب سے حضور تشریف لائے کعب بن مالکؓ نے
 مغفر کے نیچے سے آپ کی آنکھیں دیکھی اور پہچان لیا۔ زور سے آواز دی کہ مسلمانوں بشارت ہو یہ رسول اللہ
 موجود ہیں۔ یسئیر ہر طرف سے صحابہ اکڑ جمع ہو گئے۔ آپ ایک شعب میں تشریف لے گئے۔ ابو بکرؓ عمرؓ
 علیؓ طلحہؓ زبیرؓ حارث بن العاصؓ وغیرہم ماجرو انصار آپ کے ساتھ تھے۔ آپ خون نکلنے کی وجہ سے
 کمزور ہو گئے تھے۔ اڑ کر بیٹھ گئے۔ اور اُس روز بیٹھ کر آپ نے نماز پڑھائی اور صحابہ نے بھی بیٹھ کر
 آپ کے پیچھے نماز پڑھی۔ بلون ابی بن خلف اپنے گھوڑے پر سوار حضور کو قتل کرنے کی نیت سے
 وہاں آیا۔ حضور نے حارث بن العاصؓ سے ایک حربہ لیکر اُس کی گردن پر مارا جس سے وہ تمللا
 گیا۔ گردن پر معمولی زخم آیا مگر وہ بھاگا۔

قریش میں جا کر اپنے زخم کی وجہ سے اُس نے بہت پریشانی ظاہر کی تو اُن لوگوں نے کہا کہ
 تمہاری عجیب حالت ہے یہ تو ایک معمولی سا خراش ہے اس سے اتنا پریشان کیوں ہو۔ اُس نے
 کہا کہ تم نہیں جانتے ایک دفعہ عود نے کہا ہے کہ ہم تم کو قتل کریں گے۔ اس لئے یہ تو زخم ہے اگر وہ
 تھوک بھی دیتے تو موت یقینی تھی۔

یہ واقعوں ہے کہ مکہ میں جا کر اُس بلون نے ایک گھوڑا پالا تھا جس کا نام عود تھا۔ اُس کو
 خراتا تھا اور کتا تھا کہ اسی پر چڑھ کر عود کو قتل کروں گا۔ حضور کو خبر ملی تو آپ نے فرمایا کہ انشا اللہ
 میں اُس کو قتل کروں گا۔ اُس روز اسی گھوڑے پر آیا تھا جو یہ واقعہ پیش آیا آخر مکہ کی طرف
 لوٹتے وقت مقام سرف میں مر گیا۔

بنی عبد الاشہل میں ایک شخص تھے جو امیر مشہور تھے نام عمرو بن ثابت تھا۔ مسلمانوں کے ساتھ

۱۔ حارث بن العاصؓ بکسر صاد ملہ و تشدید یم انصاری بخاری ابن حجر اصابہ میں لکھتے ہیں کہ جن لوگوں نے اُن کو
 ابو جہیم سمجھا ہے اُن کو دھوکہ ہوا ہے جیسے سلم اور اُن کو تبعین بلکہ صحیح یہ ہے کہ ابو جہیم اُن کے لڑکے تھے و اللہ اعلم ۱۲ منہ
 ۲۔ عمرو بن ثابت بن وقش بن زعبہ بن زعور ابن عبد الاشہل وہ سلم بن ثابت کے بھائی ہیں اور حضرت عباد
 بن بشر کے چچا کے لڑکے اور حضرت خلیفہ بن ایمان کی بہن کے لڑکے۔ ان کا یہ نسب ابن اثیر نے لکھا ہے اور
 کہتے ہیں کہ یہی صحیح ہے ابن مندہ نے اس کے خلاف لکھا ہے وہ صحیح نہیں ہے ۱۲ منہ

نیکی سے پیش آتے تھے مگر اسلام قبول کرنے سے انکار کرتے تھے جس روز غزوہ اُحد ہوا انکے دل میں خود بخود اسلام کی محبت پیدا ہوئی۔ مسلمان ہوئے تو ارا تھ میں لی اور قتال میں آکر شریک ہو گئے مگر کسی کو خبر نہ ہوئی۔ جب بنی عبد الاشمل کے لوگ شہیدوں کی لاشیں دیکھ رہے تھے تو اُن پر نظر پڑ گئی۔ استعجاباً لوگوں کی زبان سے نکلا کہ واللہ یہ تو اصیرم ہیں۔ دیکھا تو کچھ رقی زندگی باقی تھی پوچھا کیسے آئے قومی محبت سے یا اسلام کی رغبت سے۔ انہوں نے کہا کہ میں خدا اور رسول پر ایمان لایا۔ پھر رسول اللہ کی حمایت میں لڑا۔ اور جو حال اب ہے دیکھتے ہو۔ اسی وقت اُن کا انتقال ہو گیا۔ حضرت ابو ہریرہ کہتے ہیں کہ اصیرم نے ایک وقت کی نماز بھی قطعاً نہیں پرھی مگر حضور نے اُن کے جنتی ہونے کی بشارت دی۔

مدینہ میں ایک شخص قرمان تھا۔ حضور فرماتے تھے کہ یہ جنتی ہے لیکن غزوہ اُحد کے روز اُس نے کفار کا بڑی دلیری سے مقابلہ کیا۔ تنہا سات آٹھ مشرکوں کو قتل کیا۔ صحابہ اُس کی دلیری سے بہت خوش ہوئے۔ زخمی ہوا تو دار بنی ظفر میں اُس کو لے گئے۔ مسلمانوں نے کہا کہ اے قرمان میں تجھ کو بشارت دیتا ہوں آج تو تو نے بڑا کام کیا ہے۔ اُس نے کہا کہ بشارت کیسی اور کس چیز کی ہم تو صرف قومی محبت میں لڑے ہیں یہ نہ ہوتا تو ہم ہرگز نہ لڑتے۔ اسکے بعد جب زخم کی تکلیف اُس کو زیادہ ہوئی تو اُس نے خود کشی کر لی۔

بنی ثعلبہ میں ایک شخص مجریق یہودی تھا۔ اُس نے کہا کہ اے مشرک یہود خدا کی قسم تم جانتے ہو کہ اس وقت محمد کی مدد کرنا تم پر فرض ہے تبھوں نے کہا کہ آج بہت ہے۔ اُس نے کہا کہ اس وقت بہت وغیرہ کچھ نہیں ہے اور اُس نے تلوار اٹھائی اور جنگ میں شریک ہوا اور قتل ہوا حضور نے فرمایا کہ مجریق اچھا یہودی تھا۔

انصار نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ یہود ہمارے حلیف ہیں۔ اگر ارشاد ہو تو ہم اُن کو امداد کے لئے طلب کریں۔ حضور نے فرمایا کہ ہم کو اُن کی ضرورت نہیں ہے۔

حارث بن سید بن صامت ایک منافق تھا۔ غزوہ اُحد میں حضور کے ساتھ گیا مگر موقع پا کر

مجدربن زیاد بلوی کو شہید کر دیا۔ اور قریش کے ساتھ مکہ بھاگ گیا وہاں سے کچھ روز بعد اپنے بھائی جلاس بن سؤید کو لکھا کہ میرے لئے رسول اللہ سے معافی چاہو۔ مگر معافی مقبول نہ ہوئی۔ اور آیہ نازل ہوئی کہ مرتد کے لئے فلاح نہیں ہے۔ عرصہ کے بعد چھپر مدینہ آیا کسی دیوار کے پاس سے پوشیدہ منہ چھپا کر جا رہا تھا حضور نے دیکھ لیا حضرت عثمان بن عفان کو حکم دیا انہوں نے اُس کو قتل کیا۔ ابن اسحاق کہتے ہیں کہ ہند بنت عتبہ اور اُس کے ساتھ کی عورتوں نے شہداء احد کو مثلہ کیا اُن کے کان اور ناک کاٹ کر اُس کا مار بنایا۔ اور اپنا مار ہند نے خوشی میں وحشی حبشی قاتل حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کو دیدیا۔ حضرت حمزہ کا پیٹ چاک کر کے اُن کا جگر نکال کر جھپایا۔ اور بہت سے فخریہ اشعار پڑھے۔

حلیس بن زبان الکنافی ایک کافر تھا۔ اُس نے دیکھا کہ ابوسفیان اس حالت میں بھی حضرت حمزہ کے دہن مبارک پر کمان سے مار رہا تھا اور کہہ رہا تھا کہ لومزہ چکھو حلیس سے نہ دیکھا گیا اُس نے اپنے لوگوں سے کہا کہ اسے بنی کنانہ دیکھتے ہو یہ قریش کا بڑا سردار ہے اور اپنے بنی عسم کے ساتھ یہ سلوک کر رہا ہے۔ ابوسفیان چونکا کہ اُوہ غلطی تھی دیکھو کسی سے اس کا ذکر مت کیجیو۔ اُس کے بعد ابوسفیان جبل احد پر چڑھ گیا اور مسلمانوں کو مخاطب کر کے کہا کہ یہ غزوہ بدر کا برابر بدلہ ہے۔ آج ہبل غالب ہوا۔ رسول اللہ کے حکم سے حضرت عمرؓ نے جواب دیا کہ اللہ غالب ہے اور وہی بزرگ و برتر ہے اور برابری نہیں ہو سکتی ہمارے مقتول جنت میں ہیں تمہارے جہنم میں۔ ابوسفیان نے جب حضرت عمرؓ کو دیکھا تو پوچھا کہ اے عمر کیا یہ سچ ہے کہ محمد قتل ہوئے حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ بخدا نہیں۔ وہ تو تمہارا کلام سن رہے ہیں۔ ابوسفیان نے کہا کہ ابن قیسہ کہتا ہے کہ میں نے محمد کو قتل کیا مگر ہم تم کو اُس سے زیادہ سچا سمجھتے ہیں۔

پھر ابوسفیان نے مسلمانوں سے کہا کہ تمہارے مقتولوں میں کچھ لوگ مثلہ کر دیئے گئے ہیں ہم کو اُس سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ نہ اس سے ہم راضی ہوئے نہ ناراض۔ ہم کسی کو ایسا کرنے کو کہا۔ نہ منع کیا۔

اس کے بعد کفار روانہ ہو گئے مگر ابوسفیان کتا گیا کہ اب ہمارا تمہارا مقابلہ آئندہ سال بدر میں ہوگا۔

اس کے بعد حضور نے حضرت حمزہ کی نعش مبارک دیکھی تو آپ کو صدر عظیم ہوا۔ تمام شہداء کے جنازہ کی نماز پڑھ کر ان کو وہیں دفن کیا۔ ایک ایک قبر میں دو دو تین تین شہداء دفن کیے گئے۔ بعض اصحاب بعض شہداء کی نعش کو مرنے لے گئے تھے مگر بعد کو آپ نے فرما دیا کہ نہیں شہداء کو ان کے مقتل ہی میں دفن کرو۔

حضرت صفیہؓ حضرت حمزہؓ کی حقیقی بہن تھیں۔ وہ دیکھنے کے لئے آنے لگیں تو حضور نے ان کے لئے حضرت زبیر بن العوامؓ کو بھیجا کہ منع کر کے واپس کر دو جب انہوں نے حضرت صفیہؓ کو رسول اللہؐ کا پیغام پہنچایا تو انہوں نے کہا کہ یہ کیوں میں سن چکی ہوں کہ میرے بھائی کو کفار نے مثلہ کیا ہے اور جانتی ہوں کہ ان کی یہ حالت خدا کی راہ میں ہونی ہے جو کچھ ہوا ہے انشاء اللہ اس پر صبر کروں گی۔ اور مشیت الہی پر سب سے زیادہ راضی رہوں گی۔ تب حضور نے اجازت دیدی۔ انہوں نے جب بھائی کی نعش دیکھی تو انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھا دعا مغفرت کی اور واپس چلی گئیں۔

غزوہ احد سینچر کے روز سوال کی پندرہ تاریخ کو ہوا اور ذوالمعاذ میں ہے کہ رات تاریخ کو مسند میں ہوا یہ دن مسلمانوں کے لئے بڑی مصیبت اور بلا کا دن تھا بہت سے علیل القدر صحابہ اس روز شہید ہو گئے۔ اس غزوہ میں صادق الایمان اور متنافی اچھی طرح پہچان لئے گئے۔ اس غزوہ میں صحابہ کو معلوم ہو گیا کہ رسول اللہؐ کے رائے کی ادنیٰ مخالفت بھی کیسے کیسے مصائب کا باعث ہو سکتی ہے۔

شہداء کی تجریر و تکفین

انبیاء اور صدیقین کے بعد سب سے بڑا مرتبہ حضرات شہداء کرام کا ہے۔ دنیا کی اصلاح اور توحید کی اشاعت انہیں کی قربانیوں کے برکت سے ہے۔ ان کی روح ان کا جسم اور ان کے خون کا ایک

ایک قطرہ خدا کی راہ میں صرف ہوا ہے۔ خدا نے اُن کو حیاتِ ابدی اور سرورِ سرمدی عنایت فرمایا۔ قرآن پاک میں منع کیا گیا ہے کہ اُن کو مردہ نہ کہو وہ زندہ ہیں اور اپنے رب کے پاس رزق پلتے ہیں چونکہ شہدار کے تجہیز و تکفین اور غسل کے احکام بھی دوسرے لوگوں سے جدا ہیں اور اُن مسائل کے استخراج کا زیادہ تعلق غزوہ اُحد سے ہے اسلئے یہاں پر بعض مسائل کا ذکر مناسب معلوم ہوتا ہے۔

غسل ائمہ اربعہ۔ اربابِ سیر۔ اور اصحابِ حدیث سب متفق ہیں کہ شہدار کو غسل دینا نہیں چاہیئے کسی غزوہ میں شہدار کو غسل نہیں دیا گیا بلکہ حضور سے منع ثابت ہے اور غزوہ اُحد میں اپنے فرمایا کہ شہدار کو اُن کے خون کے ساتھ دفن کر دو لیکن اگر علم ہو جائے کہ ٹھنی تھے تو اُس حالت میں غسل کے متعلق اختلاف ہے امام ابو حنیفہؒ اور امام احمد صاحب فرماتے ہیں کہ ایسی حالت میں غسل دینا واجب ہے۔ امام شافعیؒ صاحب فرماتے ہیں کہ اس حالت میں بھی غسل نہ دیا جائے۔ وجوب غسل کی دلیل یہ ہے کہ حضرت حنظلہ بن ابی عامرؓ غسل الملائکہؓ جہنمی تھے مسلمانوں کو اس کا علم نہ تھا تو فرشتوں نے غسل دیا۔ اور یہ کہنا صحیح نہیں ہے کہ واجب ہوتا تو خود حضورؐ غسل دیتے اسلئے کہ جب غسل سے ملائکہ کے طہارت ہو گئی تو پھر غسل کی ضرورت باقی نہ رہی۔

کفن یہ بھی متفق علیہ ہے کہ شہدار اُحد کو حضورؐ نے اُن کے لباس میں دفن کیا جدید کفن نہیں دیا مگر اختلاف یہ ہے کہ اسی کپڑہ میں دفن کرنا علی سبیل الوجوب تھا یا علی سبیل الاستحباب الاولیٰ امام ابو حنیفہؒ کا مشہور قول وجوب ہے امام شافعیؒ اور امام احمدؒ کے نزدیک استحباب تھا۔ ابنِ قیمؒ کہتے ہیں کہ اظہر اور موافق سنت کے قول امام ابو حنیفہؒ کا ہے۔ اگر یہ کہا جائے کہ حضرت صفینہؓ نے دو کفن بھیجا تھا ایک حضرت حمزہؓ کو دیا گیا اور ایک دوسرے شہید کو اگر اسی کپڑہ میں دفن کرنا واجب ہوتا تو یہ نہ دیا جاتا۔ یہ صحیح نہیں ہے حضرت حمزہؓ کو کفار نے منہ کیا تھا۔ اُن کا ہیٹ چاک کر دیا تھا۔ اُن کا جگر نکال یا تھا اس لئے میوڑا اُن کو دوسرا کفن دینا ضرور ہو گیا بغیر ایسے عذر کے جائز نہیں ہے کفن کے جواز کا حکم ایسا ہی ضعیف ہے جیسا غسل کے جواز کا قول ضعیف ہے سنت رسولؐ کی پروردی بہر حال مقدم ہے۔

صلوٰۃ جنازہ | شہداء کے صلوٰۃ جنازہ کے متعلق اختلاف ہے۔ امام مالکؒ اور امام شافعیؒ شہید پر صلوٰۃ جنازہ منع کرتے ہیں۔ امام احمد صاحب کا ذوق قول ہے ایک منع۔ اور دوسرا تعارض ادلہ کی وجہ سے اختیار اور وسعت یعنی پڑھیں یا نہ پڑھیں۔ امام ابو حنیفہؒ واجب کہتے ہیں شافعیہ میں اختلاف ہے کہ منع سے مراد حرام ہے یا عدم وجوب۔ امام احمد صاحب کے بعض قول سے استنباط بھی معلوم ہوتا ہے۔

جو لوگ منع کرتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ کسی روایت سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ حضورؐ نے یا خلفاء راشدینؓ نے یا حضورؐ کے حکام نے کسی غزوہ میں یا کسی موقع پر ایسے شہداء کے جنازہ کی نماز پڑھی ہو جو معسر کہ میں شہید ہوئے ہوں۔ غزوہ اُحد کے متعلق حضرت جابر بن عبد اللہؓ کی روایت بخاری اور ترمذی میں موجود ہے کہ حضورؐ نے شہداء اُحد کو بلا غسل اُن کے اپنے لباس میں بلا صلوٰۃ جنازہ پڑھے ہوئے دفن کیا۔

علماء احناف کہتے ہیں کہ تمام اصحاب کیر لکھ رہے ہیں کہ غزوہ اُحد میں حضورؐ نے شہداء کے جنازہ کی نماز پڑھی۔ ابن اسحاقؒ حضرت ابن عباسؓ سے روایت کرتے ہیں کہ حضورؐ نے حضرت حمزہؓ کو چادر میں لپیٹا پھر اُن پر جنازہ کی نماز پڑھی اور اُس میں سات بکیریں کہیں پھر دوسرے شہداء کو لالا کر اُن کے بغل میں رکھتے گئے اور حضورؐ اُن پر یکے بعد دیگرے نماز پڑھتے گئے حتیٰ کہ اُس روز حضورؐ نے بہتر نمازیں جنازہ کی پڑھیں۔ واقدیؒ کی روایت ہے کہ حضرت حمزہؓ کی نماز پہلے پڑھی اور اُس میں چار بکیریں کہیں۔ پھر ایک ایک شہید کو اُن کے بغل میں رکھتے گئے نماز کے بعد اُن کو اٹھا کر دوسرے کو رکھتے لیکن حضرت حمزہؓ کو اپنی جگہ پر رہنے دیتے۔ حتیٰ کہ شتر نمازیں ہوئیں اور ہر نماز میں حضرت حمزہؓ کی نعش مبارک رہی۔

علامہ اصحاب کیر کے خود صحیحین میں عقبہ بن عامرؓ سے مروی ہے کہ ایک روز رسول اللہؐ نکلے اور اہل اُحد پر اپنے اسی طرح نماز پڑھی جس طرح میت کی نماز پڑھتے ہیں پھر بکیر کے جانب لوٹے شرح سفر السعادت میں ثمنی سے منقول ہے کہ حاکم نے حضرت جابرؓ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہؐ

حضرت حمزہؓ کی نعش پر گئے اور اُن کا حال دیکھا تو بہت روئے۔ ایک نصاریٰ نے اپنا کپڑہ حضرت حمزہؓ پر ڈال دیا۔ ابن ہمام نے اُس پر اضافہ کیا ہے کہ اس کے بعد شہدار پر آپؐ نے نماز پڑھی اس طرح کہ شہدا کو اٹھا کر حضرت حمزہؓ کے پاس رکھتے جاتے تھے نماز کے بعد اُن کو اٹھا کر دوسرے کو رکھا جاتا تھا اور حضرت حمزہؓ کو اپنی جگہ پر چھوڑ دیا جاتا تھا۔ کما کہ یہ حدیث صحیح الاسناد ہے گو بعض روایہ پر جرح ہوئی ہے مگر مختار توثیق ہے۔ اور بہر حال درجہ حسن سے نازل نہیں ہے۔ ایک حدیث ابن مسعودؓ سے مروی ہے کہ حضورؐ نے شہدار اُحد پر نوبت بہ نوبت نماز ادا کی اور حضرت حمزہؓ پر ستر نمازیں پڑھیں۔ اور دارقطنیؒ نے اس باب میں ابن عباسؓ سے ایک روایت ذکر کیا ہے۔ یہ دونوں روایتیں بھی درجہ حسن سے کم نہیں ہیں۔

اعین کہتے ہیں کہ ان سب روایتوں میں کلام ہے اور سب کی سند مجروح ہے صرف حضرت عقبہ بن عامرؓ کی روایت صحیح ہے۔ مگر یہ غزوہ اُحد کے آٹھ برس بعد کا واقعہ ہے۔ خود بخاری میں حضرت عقبہؓ سے مروی ہے عن عقبہ بن عامر قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علی قتلہ بعد ثمانی سنین کالمودع للاحیاء والاموات یہ وفات کے قریب حضورؐ نے شہدار پر وداع کے طور پر دعا پڑھی تھی جس طرح جنت البقیع میں جا کر آپؐ کی لیے دعائیں پڑھتے تھے اگر حقیقتہً صلوٰۃ جنازہ ہوتی تو آٹھ برس تاخیر کے کیا معنی۔

آخاف کہتے ہیں کہ ان روایات کی سندیں درجہ حسن سے نازل نہیں ہیں۔ اور حدیث حسن قابل استدلال ہے خصوصاً جب متعدد طریقہ سے اعتضاد موجود ہے۔ اس کے علاوہ یہ حدیثیں مثبت ہیں۔ اور اس کے خلاف صرف ایک حدیث حضرت جابرؓ کی ہے اور وہ نافی ہے۔ اور قاعدہ ہے کہ مثبت کو نافی پر تقدم ہوتا ہے۔ بویا میں یہ تشریح موجود ہے کہ حضرت جابرؓ اپنے والد اور ماموں کی لاش کو لیکر مدینہ چلے گئے تھے تاکہ اپنی قبرستان میں اُن کو دفن کریں۔ غالباً نماز کے وقت وہ موجود نہ تھے اس لیے اُن کو حال معلوم نہ ہوا لیکن جو لوگ موجود تھے اور بیان کرتے ہیں کہ نماز ہوئی ان کے بیان سے انکار کی کیا وجہ ہے۔

مولانا شاہ عبدالحی صاحب شرح سفر السعادت میں لکھتے ہیں کہ حضرت صدیق زعمربن العاصؓ کو نو ہزار آدمیوں کے ساتھ ایلا اور شام کے جانب بھیجا تھا۔ اُس میں ایک سو تیس آدمی شہید ہوئے اُن شہدار کے جنازہ کی نماز عمر بن العاصؓ نے پڑھی۔

عنت یہ ہے کہ شہدار کو اُن کے قتل میں دفن کیا جائے۔ اور دوسری جگہ اُن کو نہ لیجا یا تدفین | جائے غزوہ احد میں بعض صحابہ اپنے شہدا کو مدینہ لے گئے۔ لیکن رسول اللہ کی طرف سے

منادی ہوئی کہ شہدا کو اُن کے قتل میں لے آؤ۔ حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ ہم اپنے والد اور ماموں کی نعش کو پانی کے اونٹ پر رکھ کر مدینہ لے گئے۔ اور چاہتے تھے کہ اپنے مقبرہ میں دفن کریں۔ کہ ایک شخص نے آواز دی کہ رسول اللہ تم لوگوں کو حکم دیتے ہیں کہ مقتولوں کو اُن کے قتل میں واپس لیجاؤ اور وہیں دفن کرو جب ہم نے یہ سنا تو واپس ہوئے اور دونوں کو اُن کے قتل میں دفن کیا۔ حضرت معاذؓ کے زمانہ میں ایک دفعہ ہمیں لوگوں نے خبر دی کہ تمہارے والد کی قبر کھل گئی ہو۔ ہم گئے اور جا کر دیکھا کہ جس طرح ہم نے اُن کو دفن کیا تھا بالکل اُسی طرح میں کسی قسم کا تغیر نہیں ہوا ہے۔ ہم نے قبر کو درست کر دیا۔ اور اُس کے بعد قاعدہ ہو گیا کہ شہدا کو اُن کے قتل میں دفن کیا جائے۔

حضرت جابرؓ نے فرمایا کہ معلوم ہوتا تھا کہ میرے والد سوتے ہوئے ہیں۔ تھوڑا بہت بھی تغیر نہیں ہوا تھا۔ لوگوں نے دریافت کیا کہ کیا آپ نے کفن کو بھی دیکھا تھا فرمایا کہ ایک خطدار چادر اُن کے منہ پر ڈال دی گئی تھی اور پیروں پر گھانس ڈال دی گئی تھی ہم نے دیکھا کہ چادر بھی اُسی طرح ہے اور گھانس میں بھی کسی قسم کا تغیر نہیں ہوا ہے۔ حالانکہ دفن کو چھیالیس برس ہو چکے تھے۔

غزوہ احد میں حضورؐ نے دو دو تین تین شہدا کو ایک قبر میں دفن کیا۔ اُن کے وقت دریافت فرمائے کہ اُن میں زیادہ قرآن کس کو یاد ہے جس کی نسبت لوگ خبر دیتے اُس کو آگے کرتے۔

حضرت حمزہؓ کو اور حضرت عبداللہ بن جحشؓ کو جو حضرت حمزہؓ کے بھانجے اور رسول اللہ کے پھوپھی کے لڑکے تھے اور اُن کو بھی کفار نے قتل کر دیا تھا اور پیٹ چاک کر دیا تھا ایک قبر میں دفن کیا۔

عبداللہ بن عمرو بن حزام اور عمرو بن الجوح میں بڑی محبت اور دوستی تھی حضورؐ نے فرمایا کہ اُن دونوں دستوں کو ایک قبر میں دفن کرو عرصہ دراز کے بعد اُن کی قبر بھی کھل گئی تھی عبداللہ بن عمرو بن حزام کا ماتھ زخم پر تھا جب زخم لگا تھا تو انہوں نے اُس پر ماتھ رکھ لیا تھا۔ لوگوں نے اُن کے ماتھ کو دہاں سے ہٹا دیا تو خون جاری ہو گیا۔ فوراً پھر ماتھ کو وہیں رکھ دیا تو خون بند ہو گیا۔

سریہ ابوسلمہ

غزوہ احد سے لوٹ کر جب حضورؐ مدینہ آئے تو بقیہ سوال اور ذیقعدہ و ذی الحجہ مدینہ میں رہے جب محرم کا چاند ہوا تو ایک شخص نے مدینہ میں یہ خبر پہنچائی کہ طلحہ بن خویلد اور سلمہ بن خویلد دونوں بھائی اپنی قوم اور اپنے ساتھیوں کو لیکر نکلے ہیں اور بنی اسد بن خزیمہ کو رسول اللہؐ سے جنگ کرنے پر آمادہ کر رہے ہیں۔ حضورؐ نے حضرت ابوسلمہؓ کو اُن کی طرف بھیجا اور اُن کے ماتحت ڈیڑھ سو آدمیوں کو روانہ کیا جس میں ابوسبرہؓ ابو عبیدہؓ اور بڑے بڑے معزز مہاجر و انصار بھی تھے۔ یہ لوگ رات بدل کر پوشیدہ گئے مگر غنیم کو خبر ہو گئی وہ بھاگ گیا۔ اور بہت سی اونٹ بکریاں چھوڑ گیا جس کو یہ لوگ لے آئے بعض روایت میں ہے کہ خمس دیکر ہر شخص کو حصہ میں پانچ یا سات اونٹ پڑے تو جنگ احد میں حضرت ابوسلمہؓ کے شانہ پر ایک زخم لگا تھا اور اچھا ہو گیا تھا مگر اس سفر کے بعد پھر تازہ ہو گیا اور اسی سے اُن کا انتقال ہو گیا۔

سریہ عبداللہ بن انیس

محرم کی پانچ تاریخ کو خبر ملی کہ خالد بن سفیان الذلی نے فوج اکٹھا کی ہے حضورؐ نے عبداللہ بن انیسؓ کو بھیجا۔ انہوں نے اس کو قتل کیا اور اُس کا سر لا کر حضورؐ کے سامنے رکھا حضورؐ نے اُن کو اپنا عصا محبت فرمایا۔ انہوں نے کہا کہ یا رسول اللہؐ قیامت کے روز یہ آپ کی نشانی ہوگی اور اشغال کے وقت وصیت کی کہ اس کو میرے کفن میں رکھ دیجو۔

یوم الریح

ماہ صفر کی ابتدا میں کچھ لوگ عضل و قارہ کے مدینہ آئے۔ اور کہا کہ ہماری قوم میں کچھ لوگ سلاطین ہوئے ہیں جنہوں نے خواہش ظاہر کی کہ آپ اپنے کچھ آدمی بھیجے جو دین کی باتیں ان کو بتائیں اور قرآن کی تعلیم دیں۔ ابن اسحق کی روایت ہے کہ حضور نے چھ آدمی کو ان کے شامل بھیجا۔ مرثدہ ابن ابی مرثدہ الغنوی۔ خالد بن ابیکر اللیثی۔ عاصم بن ثابت بن ابی الاقلح خبیث بن عدی۔ زیدہ ابن الدثنہ بن معاویہ۔ عبداللہ بن طارق۔ اور مرثدہ بن ابی المرثدہ کو امیر مقرر کر دیا۔ لیکن بخاری میں ہے کہ دس آدمی بھیجا۔ اور عاصم بن ثابت کو امیر مقرر کیا۔

جب یہ لوگ ریح میں پہنچے جو ہذیل کے پانی کا مقام ہے۔ تو ان کم بختوں نے غدر کیا اور آواز دی: بنی ہذیل تلوار لیکر چنگے صحابہ ابھی اپنی سواریوں پر تھے کہ ان لوگوں نے گھیر لیا۔ صحابہ تلواریں لیکر لڑنے کو مستعد ہوئے مگر انہوں نے کہا کہ ہم تم کو قتل کرنا نہیں چاہتے صرف اہل مکہ سے کچھ مال لینا چاہتے ہیں۔ تم خود ہمارے ساتھ آ جاؤ ہم خدا کو درمیان دیکر عمل کرتے ہیں کہ تمہارے ایک شخص کو بھی ہم قتل نہ کریں گے۔

مرثدہؓ خالدؓ اور عاصمؓ نے کہا کہ ہم مشرکین کا عہد قطعاً قبول نہ کریں گے یہ لوگ لڑے اور تینوں حضرات شہید ہوئے۔ مگر خبیثؓ زیدہؓ اور عبداللہ بن طارقؓ نے نرمی کی اور تینوں قید ہو گئے۔ ان سبھوں نے ان تینوں اصحاب کو باندھا اسی وقت عبداللہ بن طارقؓ نے کہا کہ یہ پہلی عہد شکنی ہے مگر وہاں کچھ نہ کر سکے مقام ظہران میں پہنچے تو کسی طرح ہاتھ چھڑانے میں کامیاب ہو گئے۔ تلوار ہاتھ میں لے لی مگر کفار نے دور سے پتھر مار کر شہید کر دیا۔ اور وہیں ان کو دفن کر دیا۔

حضرت خبیثؓ اور زیدہؓ کو مکہ لے گئے۔ اور قریش کے پاس ہذیل کے دو قیدی تھے ان کے بدلہ ان کو بیچ دیا۔ بحیر ابن ابی شیبہ نے حضرت خبیثؓ کو عقبہ بن حارث بن عامر کے لئے لیا تاکہ

لے زیدہ ابن الدثنہ بفتح دال مہملہ و کسر ثلثہ بعدہ فون ۱۲۸

حارث کے بدلہ اُن کو قتل کرے کیونکہ غزوہ بدر میں حارث کو حضرت خبیثؓ نے قتل کیا تھا۔ اور زید بن الدثنہ کو صفوان ابن امیہ نے لیا تاکہ اپنے باپ امیہ بن خلف کے بدلہ قتل کرے۔ صفوان نے اپنے غلام نسطاس کے ساتھ زید بن الدثنہ کو حرم کے باہر نعیم میں بھیجا تاکہ قتل کرے۔ کچھ قریش بھی اس قتل کا تماشا دیکھنے کے لئے وہاں گئے اُن میں ابوسفیان بھی تھا۔ اُس نے پوچھا کہ اے زید کیا تم پسند کرتے ہو کہ تم کو چھوڑ دیا جائے کہ اپنے اہل کے ساتھ خوشی سے رہو اور تمہاری جگہ ہم محمدؐ کی گردن ماریں۔ زید نے کہا کہ واللہ میں یہ بھی پسند نہیں ہے کہ ہم آزاد اپنے اہل میں ہوں اور محمدؐ اس وقت جہاں ہیں وہیں اُن کو ایک کانٹا گر جائے۔ ابوسفیان نے کہا کہ میں نے کسی کو کسی کا ایسا محب نہیں پایا جیسا محمدؐ کے اصحاب محمدؐ کو محبوب رکھتے ہیں پھر نسطاس نے حضرت زید کو اس کے بعد قتل کر دیا انا للہ وانا الیہ راجعون

حضرت خبیثؓ اُن لوگوں کی قید میں رہے۔ حیر بن ابی کی لونڈی ماویہؓ پیچھے مسلمان ہو گئی وہ بیان کرتی ہے کہ خبیثؓ جب ہم لوگوں کے قید میں تھے تو ہم نے ایک روز دیکھا کہ وہ انگور کا ایک بڑا خوشہ آدمی کے سر کے برابر لئے ہوئے تھے اور اُس میں سے انگور کھا رہے تھے حالانکہ مکہ میں انگور بالکل نہیں ہوتا ہے۔ وہی کہتی ہے کہ جب قتل کا وقت قریب ہوا تو انہوں نے صفائی کے لئے مجھ سے اُسترہ مانگائیں نے ایک لڑکے کو اُسترہ دیکر اُن کے پاس بھیج دیا۔ مگر فوراً مجھے خیال ہوا کہ یہ میں نے کیا کیا۔ دیکھتی ہوں تو لڑکا خبیثؓ کے زانو پر ہے اور اُسترہ اُن کے ہاتھ میں ہیں مضطرب ہوئی خبیثؓ نے کہا کہ ڈرتی ہو کہ میں لڑکے کو قتل کر دوں گا۔ نہیں میں ایسا نہیں کروں گا۔ اس کے بعد لڑکے کو چھوڑ دیا۔

جب حضرت خبیثؓ کو صلیب دینے حرم سے باہر نعیم میں لے گئے۔ تو انہوں نے اجازت لیکر بڑے خشوع و خضوع سے دو رکعت نماز پڑھی اور فرمایا کہ اگر تم یہ نہ سمجھتے کہ میں موت کے ڈر سے دیر کر رہا ہوں تو میں نماز میں اور تاخیر کرتا۔

اس کے بعد آپ نے یہ دعا کی اللہم احصہم عدد ادا قتلہم بددا ولا تغادر

منہما حدّا اس کے بعد اشعار پڑھے جو خلوص اور صداقت سے لبریز ہے ابن ہشام نے اُن کو نقل کیا ہے اُس میں کاؤ شعر امام بخاری نے صحیح میں نقل کیا ہے اور وہی دونوں شعر ہم یہاں نقل کرتے ہیں۔

ولست ابالی حین اُقتل مسلماً علی اقی شقّ کان فی اللہ مضیعی
وذاک فی ذات الالہ وایسا یبارک علی اوصال شلو ممزوع
اس کے بعد کفار نے اُس پیکر رضا و صبر کو صلیب پر چڑھایا اور نگرانی کے لئے نگہبان مقرر کر دیا مگر کسی طرح رات کے وقت حضرت عمر بن امیہ الضمری اُن کی نعش کو لے گئے اور دفن کر دیا انا للہ وانا الیہ راجعون۔

واقعہ بیرمحوہ

اسی صفر کے مہینہ سنہ میں بیرمحوہ کا واقعہ ہوا۔ ابوہریرہ عامر بن مالک جو ملاعبہ لاسنہ مشہور تھا حضور کے خدمت میں آیا حضور نے اسلام کی دعوت دی۔ وہ نہ مسلمان ہوا اور نہ اُس نے اسلام سے نفرت ظاہر کی بلکہ عرض کیا کہ یا رسول اللہ اگر آپ اپنے اصحاب کو نجد بھیجیں اور وہ وہاں آپ کے دین کی دعوت دیں تو ہمیں اُمید ہے کہ وہ لوگ قبول کریں گے۔ آپ نے فرمایا کہ اہل نجد سے اندیشہ ہے۔ ابوہریرہ نے کہا کہ ہم اپنے جوار میں لیتے ہیں اور ذمہ قبول کرتے ہیں تب حضور نے منذر ابن عمرو کو امیر بنا کر اُن کے ساتھ عاتر ابن الصمہ حرام ابن طحان عروہ ابن اسامہ نافع ابن بدیل عامر بن فیرہ اور منتخب صلحہ کو جو قرا مشہور تھے بھیجا۔ ابن اسحق کہتے ہیں کہ چالیس آدمی تھے لیکن صحیح یہ ہے کہ ستر آدمی تھے جیسا کہ امام بخاری نے روایت کیا ہے اور دوسرے صحیح حدیثوں میں آیا ہے۔

۱۔ حرام بن نافع عاتر بن طحان بکسریم حضرت انس کے ماموں ہیں اُن کی ماں ام سلیم کے بھائی ۱۲ منہ
۲۔ عروہ ابن اسامہ اسلی حلیف بنی عمرو بن عوف ۱۲ منہ

صحابہ رسول اللہ جب بیرونہ پر پہنچے جو ارض بنی عامر اور حرہ بنی سلیم کے درمیان ہے تو وہاں سے اُن لوگوں نے عرام بن لُحان کو رسول اللہ کا خط لیکر عامر بن الطفیل کے پاس بھیجا۔ اُس بدعاش و خط دیکھا بھی نہیں اور ایک شخص کو اشارہ کیا جس نے پیچھے سے اکر اُن کو شہید کر دیا۔ اِس کے بعد ہی اُس نے بنی عامر میں صحابہ پر حملہ کرنے کا اعلان کیا۔ مگر اُن لوگوں نے انکار کیا اور کہا کہ ہم ابو ہریرہ کے ذمہ کو خیف کرنا نہیں چاہتے تب اُس نے قبائل بنی سلیم یعنی رعل و کوان و عقیقہ بنی لُحیان میں اعلان کیا وہ سب تیار ہو گئے اور فوراً اصحاب رسول اللہ کو گھیر لیا صحابہ نے کہا کہ ہم تم سے لڑنے نہیں آئے ہم رسول اللہ کی طرف سے ایک کام پر مامور ہیں اور وہاں میں جارہے ہیں ہم یہاں ٹھہرنا بھی نہیں چاہتے مگر کفار نے نہ مانا مجبوراً صحابہ نے کچھ مدافعت کی مگر سب کے سب بزرگان شہید کر دیئے گئے صرف کعب بن زید بن النجار جو بہت زخمی ہو گئے تھے مگر مقتولوں کے درمیان سے کسی طرح بچ گئے اور غزوہ خندق میں شہید ہوئے انا للہ وانا الیہ راجعون۔

جماعت کے پیچھے دو شخص نگرانی کے لئے تھے عمرو بن امیہ الضمری اور ایک انصاری جن کا نام ابن قیم نے منذر بن عقبہ بن عامر لکھا ہے اور ابن ہشام منذر بن محمد بن عقبہ بن اجمہ بن بکراح لکھتے ہیں۔ ان حضرات نے دور سے معرکہ کی جگہ جانوروں کو منڈلاتے دیکھا شبہ ہوا آئے۔ منذر سے نہ رہا گیا لڑے اور شہید ہو گئے۔ عمرو بن امیہ قید ہو گئے مگر عامر کو معلوم ہوا کہ یہ مصر ہیں تو اُس نے اُن کے پیشانی کا بال کاٹ کر اپنی ماں کی طرف سے آزاد کر دیا۔

عمرو بن امیہ وہاں سے چلے مقام قرقرہ میں جب آئے تو ایک درخت کے سایہ میں ٹھہرے وہیں بنی کلاب کے دو شخص اور اگر ٹھہرے۔ وہ دونوں سو گئے تو عمرو بن امیہ نے دونوں کو قتل کر دیا اور سمجھے کہ ہم نے اصحاب رسول اللہ کا بدلہ لیا مگر وہ دونوں رسول اللہ کے معاند تھے اُن کو ایسی خبر نہ تھی۔ یہ جب مدینہ آئے اور سارا واقعہ بیان کیا تو حضور نے فرمایا کہ ان دونوں کی تو ہمیں دیت دینی ہوگی۔

بنو النضیر بنو کلاب کے حلیف تھے۔ اس لیے حضور اسی دینے کی گفتگو کے لیے بنو النضیر میں گئے تھے جو غزوہ بنو النضیر کی وجہ ہوئی اُس کی تفصیل یہودیوں کے حال میں بیان ہو چکی ہے۔
واقعہ بیر معونہ کے بعد ایک مہینہ تک نماز میں رکوع کے بعد آپ نے قنوت پڑھی اور اُنہیں رعل و ذکوان عَصِیَّة دہنی لُحِیَاں یعنی قاتلین قرار صحابہ کے لیے بددعا کی پھر موقوف کر دیا۔

قنوت نازلہ

تمام روایتیں متفق ہیں کہ حضور نے بیر معونہ کے واقعہ کے بعد قرار صحابہ کے قاتلین پر ایک مہینہ تک نماز فجر میں رکوع کے بعد بددعا اور لعنت کی صحیحین میں حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ انہوں نے پورا واقعہ بیر معونہ کا بیان کیا پھر فرمایا کہ اُس کے بعد حضور نے ایک مہینہ تک صبح کی نماز میں قاتلین کے قبیلوں پر بددعا کی حضرت انسؓ نے پھر فرمایا کہ قنوت کی یہ ابتدا تھی اس کے پہلے ہم لوگ قنوت نہیں کرتے تھے۔ اور صحیحین میں حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ حضور نے ایک مہینہ تک عثمانؓ میں یہ دعا پڑھی اللہم اِنج الولید بن الولید اللہم اِنج سلمہ بن ہشام اللہم اِنج عیاش بن ابی ربیعہ اللہم اِنج المستضعفین من المومنین اللہم شدد وطأتک علی مضرا اللہم اجعلہا علیہم سنین کسفی یوسف پھر ایک روز آپ نے دعا ترک کر دی میں نے وجہ پوچھی تو فرمایا کہ نہیں دیکھتے ہو وہ لوگ تو آگے۔

مسلم میں حضرت ابو ہریرہؓ سے دوسری روایت ہے کہ فجر کی نماز میں جب حضور قراۃ سے فارغ ہوتے تو تکبیر کہتے پھر جب سر اٹھاتے تو سمع اللہ لمن حمد ربنا لک الحمد کے بعد کھڑے رہتے اور دعا پڑھتے اللہم اِنج الولید بن الولید وسلمہ بن ہشام و عیاش بن ابی ربیعہ والمستضعفین من المومنین اللہم شدد وطأتک علی مضرا اجعلہا علیہم سنین کسفی یوسف۔ اللہم العن لُحِیَاں و رعل و ذکوان و عَصِیَّة عصمت اللہ و رمولہ حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں نہ بلغنا نہ ترک ذلک لما انزل یشک من الامر شیء اذ یتوب

عليهما ويعد بهما فانهم ظالمون۔

اس روایت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ ان دونوں دعاؤں کا زمانہ ایک ہے۔ اگرچہ صحابہ کبھی صرف ضحاک صحابہ کی دعا کا ذکر کرتے ہیں اور کبھی صرف کفار پر لعنت کی دعا کا ذکر کرتے ہیں۔ حضرت انس کی روایت سے معلوم ہو چکا ہے کہ یہ قنوت کی ابتدائی اس سے پہلے بھی اپنے نماز میں اس قسم کی دعا نہ کی تھی۔ اور یہ بھی دونوں روایتوں سے معلوم ہو چکا ہے کہ اس دعا کی مدت ایک مہینہ تھی۔ اور عبداللہ بن مسعود کی روایت ہے کہ اس کے بعد بھی اس قسم کا قنوت آپ نے نہ کیا۔ امام محمد صاحب کتاب الآثار میں لکھتے ہیں اخبرنا ابو حنیفہ عن حماد عن ابراہیم ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم لم یزق قناتاً فی البصر حتی فارق الدنیا الا شہراً واحداً قننت یدعوا علی حق من المشرکین لم یزق قناتاً قبلہ ولا بعدہ اور سند امام اعظم بروایت جھفلی میں اس روایت کی سند ہے ابو حنیفہ عن ابراہیم عن حلقمہ عن ابن مسعود اس سند کے نسبت ابن امیر الحاج لکھتے ہیں لا غبار علیہ لیکن دوسرے محدثوں نے بھی عبداللہ بن مسعود سے اسی کے مثل روایت کیا ہے مطلب یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ فجر میں کبھی قنوت نہ کیا حتیٰ کہ دنیا سے رخصت ہوئے سوائے ایک مہینہ کے جب مشرکین کے ایک قبیلہ پر آپ نے بددعا کی نہ اس کے قبل قنوت کیا نہ اس کے بعد۔

ایک مہینہ کے بعد جب حضور نے ترک کر دیا تو حضرت ابو ہریرہؓ نے حضور سے اس کی وجہ پوچھی آپ نے ضحاک کے لئے دعا ترک کرنیکی وجہ تو یہ بتائی کہ وہ آگے اس لئے حاجت نہ رہی اور مشرکین کے لئے دعا ترک کی اس لئے کہ یہ آیت نازل ہوئی بس اک من الامرئۃ اذ یستوب علیہما ویعد بہما فانہما ظالمون یعنی حضور کو دعا کرنے سے منع کر دیا گیا۔

اس منع کا دو مطلب ہو سکتا ہے یا اس خاص گروہ پر دعا کرنے سے منع کیا گیا۔ یا مطلقاً اس قسم کی دعا سے منع کیا گیا۔ صحیح یہ ہے کہ مطلق امتناع نہ تھا بلکہ ضرورت کے وقت اس قسم کی دعا مشروع رہی۔ متحابہ کرام کا تعامل اس پر دلیل ہے۔

مسئلہ کذاب سے حضرت صدیق کے وقت میں جنگ ہوئی تو انہوں نے قنوت میں دعا کی
 حضرت عمرؓ نے اہل کتاب سے مقابلہ کے وقت قنوت میں دعا کی۔ حضرت علیؓ اور حضرت معاویہؓ
 کی جنگ ہوئی تو دونوں نے قنوت میں دعا کی۔ اور مختلف صحابہ سے جو قنوت کرنے اور نہ کرنے کی
 بظاہر متضاد روایتیں آتی ہیں اُس کا صحیح محل یہی ہو سکتا ہے کہ وہ فجر میں ہمیشہ قنوت نہیں
 کرتے تھے لیکن ابتلا اور مصیبت کے وقت کرتے تھے۔ امام ابو جعفر طحاویؒ نے شرح معانی الآثار
 میں نہایت بسط سے ثابت کیا ہے کہ حضرت عمرؓ، حضرت علیؓ، حضرت ابن عباسؓ رضی اللہ عنہم وغیرہ
 صحابہ کبار کا یہی مسلک تھا اور اس کے ثبوت میں بہت سی روایتیں لائے ہیں۔ اسی وجہ سے
 صحیح یہ ہے کہ علماء حنفیہ بھی نازلہ کے وقت قنوت کے قائل ہیں۔

بحر الرائق میں غایۃ سے منقول ہے کہ اگر مسلمانوں پر کوئی مصیبت نازل ہو تو امام صلوٰۃ
 جہرہ میں قنوت پڑھے یہی قول سفیان ثوری اور امام احمد کا ہے اور جہور اہل حدیث کہتے ہیں
 کہ نازل کے وقت ہر نماز میں قنوت مشروع ہے۔

علامہ شامیؒ مؤلف الخاق حاشیہ بحر الرائق میں لکھتے ہیں کہ شارح نے غایۃ کا حوالہ دیا ہے لیکن
 غایۃ البیان میں یہ مسئلہ نہیں ملا شاید غایۃ السروجی مراد ہو و اللہ اعلم مگر حواشی میں اس کا
 اور شرح اسماعیل میں یہ مسئلہ موجود ہے پھر علامہ شامیؒ اُسی میں لکھتے ہیں کہ آیت سے امتناع کا
 مطلب صرف یہ ہے کہ اس وقت کوئی ضرورت باقی نہیں رہی تھی کہ قنوت کی ضرورت ہو
 لیکن قنوت عند ان نازلہ اُس کے بعد بھی مشروع رہا صحابہ کرام کے قنوت کا صحیح محل یہی ہو سکتا ہے
 یہی ہمارا مذہب ہے اور اسی پر جہور ہیں۔ حافظ ابو جعفر طحاویؒ کہتے ہیں کہ ہمارے یہاں صلوٰۃ
 فجر میں قنوت نہیں چاہیے لیکن اگر کوئی فتنہ ہو جائے یا مسلمانوں پر کوئی بلا نازل ہو جائے
 تو کوئی مضائقہ نہیں ہے۔ فقہاء تصریح فرماتے ہیں کہ بلا سے مراد ہے کہ مثلاً طاعون یا ہیضہ
 پھیل جائے یا کوئی سخت دشمن حملہ کرے۔

طحاوی کے اس قول کو ابن امیر الحاج ذی الحجۃ میں نقل کیا ہے اُن سے علامہ شامیؒ ملا علی

قاری اور مولانا عبدالحی صاحب وغیرہ نقل کرتے ہیں۔
بحر الرائق میں ہے کہ قنوت کی اجازت عند النازل صلوٰۃ جہرہ میں ہے۔ بنا یہ اور
اشباہ وغیرہ میں بھی یہی ہے لیکن امام طحاوی اور دوسرے فقہار کی روایتیں ہیں کہ صرف
صلوٰۃ فجر میں قنوت پڑھے اور یہی عند العلماء مشہور ہے علامہ شامی کہتے ہیں کہ غالباً ہمارے
یہاں دورِ وائتیں ہیں واللہ اعلم

قنوت فی الفجر

امام شافعی صاحب فرماتے ہیں کہ ہمیشہ صبح کی نماز کے آخر رکعت میں رکوع کے بعد دعا قنوت
پڑھنا سنتِ راتبہ ہے۔ اور وہ دعا یہ ہے اللہم اھدنی فیمن ھدیت الی فرماتے ہیں کہ
امام جہر سے پڑھے اور مقتدی آمین کہیں۔ امام مالک صاحب بھی یہی کہتے ہیں مگر وہ جہر نہیں کہتے۔
علامہ ابن قیم نے زاد المعاد میں نہایت بسط سے اس کی تردید کی ہے۔ فرماتے ہیں کہ یہ امر
محال ہے کہ رسول اللہ نے روزانہ صبح کے وقت جہر سے اللہم اھدنی فیمن ھدیت الی
پڑھا ہو۔ صحابہ برابر آمین کہتے ہوں۔ پھر وفات تک آپ کا یہ دستور رہا ہو۔ اور جہور صحابہ
بلکہ کل صحابہ اس کو بھول جائیں۔ اور یہاں تک کہ بعض محدث اور بعض بدعت کہیں۔
ابو مالک لاجشعی کہتے ہیں کہ میں نے اپنے والد سے دریافت کیا کہ آپ نے تقریباً پانچ برس
یہاں اور کوفہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ابو بکر عمر عثمان اور علی رضی اللہ عنہم کے پیچھے
نماز پڑھی ہو کیا وہ لوگ فجر میں قنوت پڑھتے تھے۔ فرمایا کہ بیشایہ محدث ہے اصحاب کین اور امام
احمد نے اس کو روایت کیا اور ترمذی نے کہا کہ حدیث حسن صحیح ہے۔

دارقطنی میں حضرت سعید بن جبیر سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ میں شاید ہوں حضرت ابن عباس سے
فرمایا ہے کہ قنوت صلوٰۃ فجر میں بدعت ہے۔

بیہقی ابن ماجہ سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے ابن عمر کے پیچھے نماز صبح پڑھی۔ انہوں نے

قنوت نہ پڑھایا جس نے پوچھا تو فرمایا کہ میں یاد نہیں ہے کہ میرے اصحاب میں سے کسی نے پڑھا ہو۔ ابن عمر کی غرض اصحاب سے لامحالہ اصحاب رسول اللہ ہیں۔ اور جو چیز روزانہ صبح کی نماز میں ہو اس کا یاد نہ رہنا ایک معنی درحقیقت یہ شدید انکار ہے۔

شافیہ کی مکمل دلیل اس باب میں سب سے واضح روایت ابن ابی قحطیبہ کی ہے وہ عبد اللہ بن سعد البقری سے۔ وہ اپنے باپ سے۔ وہ حضرت ابو ہریرہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صبح کے نماز کی دوسری رکعت میں جب رکوع سے سر اٹھاتے وہ بٹھا اٹھا کر یہ دعا پڑھتے اللھما ھدنی فیمن ھدیت و عافنی فیمن عافیت و ذلنی فیمن ذللت و بارک لنا فیما اعطیت و قی شر ما قضیت انک تقضی و لا یقضی علیک انہ لا یذل من ادالیت تبارکت و تبارک تعالیت مگر یہ روایت قابل احتجاج نہیں ہے۔ عبد اللہ بن سعد البقری منکر الحدیث ہیں۔

ابو جعفر رازی۔ زبج بن انس سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ہمیشہ صبح کی نماز میں قنوت کیا حتیٰ کہ آپ نے دنیا چھوڑی۔ مسند اور ترمذی وغیرہ میں یہ روایت ہے مگر ابو جعفر رازی صاحب مناکیر ہیں ان کی روایت حجت نہیں ہے۔ دویم اس روایت میں یہ بھی نہیں ہے کہ قنوت سے دعا خاص مراد ہے یا تطویل ارکان۔ سویم اس روایت کے خلاف حضرت انس رضی اللہ عنہ ہے ثبابہ بن قیس بن زبج سے اور وہ عاصم بن سلیمان سے عاصم کہتے ہیں کہ میں نے انس بن مالک سے پوچھا کہ ایک جماعت کہتی ہے کہ رسول اللہ ہمیشہ فجر کی نماز میں قنوت پڑھتے تھے فرمایا کہ جھوٹ کہتے ہیں رسول اللہ نے صرف ایک مہینہ قنوت پڑھا شریکین کے بعض قبیلہ پر دعا کرتے تھے قیس پر بھی ابن معین نے جرح کی ہے مگر بہر حال ابو جعفر سے اچھے ہیں۔

علامہ ابن قیم کہتے ہیں کہ حضرت انس بن مالک سے اس باب میں متعدد روایتیں ہیں اور بظاہر ایک دوسرے کے خلاف معلوم ہوتی ہیں۔ مگر صحیح مفہوم سمجھنے کے بعد اختلاف باقی نہیں رہتا۔ فقہا خاص دعا کو قنوت کہتے ہیں۔ اور صحابہ تعدیل ارکان اور طول قیام کو قنوت کہتے تھے اور کبھی قنوت میں خاص دعا کا ذکر بھی کرتے ہیں۔ اس فرق کو پیش نظر رکھ کر تمام روایات

کو دیکھو کچھ اختلاف باقی نہیں رہتا۔

ابنہ حضرت ابو ہریرہؓ سے بطریق صحیح مروی ہے کہ وہ صبح کی اخیر رکعت میں سمع اللہ لمن حمدہ کے بعد قنوت کرتے تھے جس میں مومنوں کے لئے دعا اور کفار پر لعنت کرتے تھے۔ اس قنوت میں کہ بلاشبہ حضور نے اسی طرح قنوت کیا اور حضرت ابو ہریرہؓ اسی کی تعلیم کے لئے ایسا کرتے تھے۔ اس پر اہل کوفہ کی تردید ہوتی ہے اس لئے کہ اس سے معلوم ہوا کہ اگر کوئی صبح کی نماز میں اس طرح قنوت کرے تو وہ بدعت نہیں ہے جیسا اہل کوفہ کہتے ہیں اہل حدیث کا مسلک تو یہ ہے کہ کوئی کرے تو بھی اچھا نہ کرے تو بھی اچھا۔ ترک اور فعل دونوں رسول کی سنت ہیں کوئی بدعت نہیں۔

لیکن مشکل یہ ہے کہ بدعت صرف اہل کوفہ نہیں کہتے بلکہ بدعت کا فتویٰ خود صحابہ کا ہے جیسا معلوم ہوا۔ اس لئے ابو ہریرہؓ کی روایت کا یہ مطلب لیا جائے کہ وہ نازلہ کے وقت ایسا کیا کرتے تھے تو کوئی وقت نہیں ہوتی کیونکہ نازلہ کے وقت ایسا کرنا بلا شک سنتِ مکرہ ہے ورنہ شام

غزوہ بنی النضیر

بیرعونہ کے واقعہ کے بعد غزوہ بنی النضیر ہوا۔ اس غزوہ کا حال ہم ذکر کر چکے ہیں۔

غزوہ ذات الرقاع

جمادی الاول سنہ یاتم سنہ میں بنی غطفان کے قبائل بنی عارب اور بنی ثعلبہ کے مقابلہ کی نیت سے حضورؐ خود نکلے۔ مدینہ میں حضرت ابوذر غفاریؓ یا حضرت عثمان بن عفانؓ کو خلیفہ کر دیا۔ بعض روایت میں ہے کہ آپ کے ساتھ چار سو آدمی تھے بعض روایت میں سات سو ہے۔ بنی غطفان کی ایک بڑی جمیعت مقابلہ میں آئی۔ مگر جنگ نہ ہوئی۔ حضرت جابرؓ سے صحیح مسلم میں روایت ہے کہ حضورؐ کی جگہ ایک سایہ دار درخت کے نیچے تھی اور حضورؐ کی تلوار درخت میں ٹک رہی تھی ایک مشرک آیا اور وہی تلوار نکال کر حرکت دینے لگا اور حضورؐ سے پوچھا کہ آپ

ہم سے ڈرتے نہیں آپ نے فرمایا کہ نہیں اُس نے کہا کہ نہیں ڈرتے میرے ہاتھ میں تلوار ہے
 آپ کو کون بچا سکتا ہے حضور نے فرمایا کہ خدا بچائے والا ہے آخر اُس نے تلوار پھر غلاف میں
 کر کے درخت میں لٹکادی۔ ابن اسحق لکھتے ہیں کہ اس مشرک کا نام غوث تھا اور اپنی قوم سے
 لہکر آیا تھا کہ میں محمد کو قتل کرتا ہوں حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ اس کے بعد حضور نے صلوٰۃ
 خوف بڑھی۔ امام نووی کہتے ہیں کہ صلوٰۃ خوف غزوہ ذات الرقاع میں شروع ہوئی یا غزوہ
 بنی النضیر میں۔

الغرض اس کے بعد حضور دہاں سے لوٹ آئے وٹے وقت ایک کافر کی ایک عورت کو کسی مکان میں
 سخت بات کہی تھی۔ وہ مشرک جب آیا اور اُس کو معلوم ہوا تو اُس نے قسم کھالی کہ جب تک ایک
 مسلمان کو قتل نہ کروں گا دم نہ لوں گا۔ چنانچہ مسلمانوں کی لشکر کا اُس نے پیچھا کیا حضور دہاں سے
 لوٹ کر ایک شعب بن ثمرے اور میرے پر حضرت عمار بن یاسرؓ اور عباد بن بشرؓ کو حفاظت کیلئے
 مقرر کر دیا۔ ان دونوں حضرات نے طے کیا کہ پہلی نصف شب عباد بن بشرؓ جاگیں اور آخر نصف
 میں عمار بن یاسرؓ عباد بن بشرؓ نماز پڑھ رہے تھے کہ اُس کافر نے تیر مارا اُن کو لگی۔ انہوں نے تیر کا لکر
 پھینک دیا مگر ناز نہ توڑا اُس نے پھر تیر مارا اور پھر مارا تین تیر مارے مگر انہوں نے نماز کو نہ توڑا
 آخر نماز پوری کر کے ساتھی کو جگایا حال کہا دشمن کو تلاش کیا وہ بھاگ گیا جب حضرت عمارؓ نے
 اُن کا خون دیکھا تو کہا سبحان اللہ آپ نے ہمیں پہلے ہی تیر میں کیوں نہ جگادیا حضرت عبادؓ نے
 فرمایا کہ میں ایک سورہ پڑھ رہا تھا یہ بات پسند نہ آئی کہ اُس کو پورا نہ کروں۔

صحیحین میں حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ سے مروی ہے کہ میں نے غزوہ ذات الرقاع میں ہم چھ
 آدمی ایک ادنٹ پر باری باری کر کے گئے تھے۔ ہم لوگوں کا پیر پھٹ گیا تھا اس لئے پیر میں چھترے
 پیٹ لئے تھے اسی لئے اس غزوہ کا نام غزوہ ذات الرقاع ہو گیا۔ امام نووی کہتے ہیں کہ بعض
 روایت ہے کہ ذات الرقاع ایک پال کا نام ہے ابن اسحق کہتے ہیں کہ ایک درخت کا نام
 ہے۔ ہو سکتا ہے کہ سب باتیں ہوں۔

ابن اسحق اور دوسرے اصحاب سیر و مغازی اس غزوہ کو غزوہ خندق سے پہلے لکھتے ہیں اور اس میں شبہ نہیں کہ حضور نے اس غزوہ میں صلوٰۃ خوف پڑھی صحیح مسلم کی روایت لکھی گئی اور لکھی صحابہ سے صحیح روایتیں اس باب میں ہیں اور اصحاب سیر بھی یہی لکھتے ہیں مگر علامہ ابن قیم لکھتے ہیں کہ یہ صحیح نہیں ہے۔ اس لئے کہ امام احمد اور اصحاب سنن ابو عیاض اور ابی زریق سے اور ترمذی حضرت ابو ہریرہ سے روایت کرتے ہیں کہ صلوٰۃ خوف پہلے پہلے غزوہ عسفان میں حضور نے پڑھی ہے۔ ان دونوں روایتوں کا خلاصہ یہ ہے کہ حضور عسفان اور عسفان کے درمیان اترے تھے اور کفار کے لشکر میں سردار خالد بن ولید تھے مسلمان ظہر کی نماز سے فارغ ہوئے تو کفار نے انہیں کیا کہ ہم نے ایک موقع کھودیا پھر خالد نے کفار سے مشورہ کیا کہ عصر کی نماز مسلمانوں کو اپنے مال و اولاد سے بھی زیادہ عزیز ہے جب یہ لوگ عصر کی نماز شروع کریں تو متفقہ حملہ کر دیا جائے حضرت جبریل نے حضور کو اس مشورہ کی خبر دی اور اصحاب کو ڈوھنے کر کے صلوٰۃ خوف پڑھنے کا پہلے پہلے حکم دیا۔ شبہ یہ ہے کہ غزوہ عسفان یقیناً غزوہ خندق کے بعد ہے اس پر سب کا اتفاق ہے پھر اگر ذات الرقاع خندق سے پہلے ہے تو اس میں آپ نے صلوٰۃ خوف کیسے پڑھی۔

دویم صحیحین میں حضرت ابو موسیٰ اشعری کی روایت ہے کہ وہ غزوہ ذات الرقاع میں شریک تھے اور سند امام احمد اور سنن میں روایت ہے کہ مردان بن الحکم کے سامنے حضرت ابو ہریرہ نے بیان کیا کہ ہم نے صلوٰۃ خوف غزوہ نجد میں رسول اللہ کے ساتھ پڑھی ہے اور حضرت ابو ہریرہ غزوہ خیبر کے قریب مسلمان ہوئے اور ابو موسیٰ اشعری غزوہ خیبر کے بعد مدینہ آئے تو اگر ذات الرقاع خندق سے بھی پہلے تھا تو یہ لوگ کیونکر شریک ہوئے۔ اس لئے ابن قیم کہتے ہیں کہ ذات الرقاع غزوہ عسفان اور غزوہ خیبر کے بعد ہوا واللہ اعلم

بدر ثانیہ

غزوہ احد سے لوٹتے وقت ابوسفیان نے کہا تھا کہ ہمارا تہارا دمہ ہے کہ آئندہ سال بدر

میں مقابلہ ہوگا حضور نے بھی قبول کیا تھا۔ دوسرے سال یعنی مسکے کے شعبان یا ذیقعدہ میں اس وعدہ کے موافق حضور روانہ ہوئے ایک ہزار پانچ سو آدمی اور دس گھوڑے آپ کے ساتھ تھے حضرت علیؓ علمبردار تھے۔ مدینہ پر عبداللہ بن رواحہؓ کو خلیفہ کر دیا تھا۔ حضور بدر تک گئے۔ آٹھ روز تک کفار کا انتظار کیا۔ ادھر ابوسفیانؓ بھی مکہ سے چلا دو ہزار آدمی اور پچاس گھوڑے اُس کے ساتھ تھے۔ مکہ سے ایک منزل ظہران تک یا عسفان تک آیا دامن اُس نے کہا کہ یہ سال مناسب نہیں ہے چنانچہ سب وہیں سے لوٹ گئے۔ اس سال خشک سالی تھی۔

غزوہ دومۃ الجندل

اصل لغت دومۃ بنعم دال و جندل بفتح جیم و فتح دال ہے لیکن ابن اثیر کہتے ہیں کہ محدثین دومۃ بفتح دال کہتے ہیں۔ دومۃ الجندل ایک قلعہ ہے اور دومۃ بفتح دال ایک قریہ ہے جس کے قریب حضور کو خبر ملی کہ دومۃ الجندل میں بہت سے مشرکین جمع ہوئے ہیں۔ اور مدینہ کی طرف آنا چاہتے ہیں۔ آپ نے بیع الاول شہ میں بلع بن عرفطہ انصاری کو مدینہ کا خلیفہ بنا کر ایک ہزار مسلمانوں کے ساتھ اُس طرف کا رخ کیا۔ اور بنی عذرہ کے ایک شخص کو رات بتانے کے لئے ساتھ لیا یہ مقام مدینہ سے پندرہ روز کے راستہ پر ہے جب دومۃ الجندل میں حضور کی خبر پہنچی تو وہ لوگ منتشر ہو گئے حضور پہنچے تو کوئی نہ ملا چند روز دامن ٹھہرے۔ مختلف اطراف میں سرایا بھی مختلف جوانب میں فوج تقسیم کی مگر کوئی مقابلہ نہ ہوا۔ آپ مدینہ لوٹ آئے

غزوہ بنی المصطلق کب ہوا

چونکہ تحقیق یہی ہے کہ غزوہ بنی المصطلق بھی شہ میں ہوا اس واسطے غالباً صحیح مقام اُس کا

لے اس سال خشک سالی اور قحط تھا ۱۲ منہ

لے مصطلق بنعم مہم و سکون صاد مہملہ و فتح طار مہملہ و کسر لام بعدہ قاف ۱۲ منہ

یہی ہے۔ مگر اس غزوہ کے تاریخ کی تعیین میں جو اختلافات اور اشکالات واقع ہوئے ہیں پہلے اختصاراً اُس کو ذکر کر دینا مناسب ہے۔

امام بخاری نے اس اختلاف کو ذکر کیا ہے کہ ابن اسحق کہتے ہیں کہ غزوہ بنی المصطلق یعنی غزوہ مزبج ششہ میں ہوا اور موسیٰ بن عقبہ کہتے ہیں کہ ششہ میں ہوا۔ ابن قیم لکھتے ہیں کہ ابن اسحق ششہ میں خندق کے بعد لکھتے ہیں اور یہی قول جہور کا ہے۔ امام نووی لکھتے ہیں کہ باستنادِ اقدی اہل سیر کا اجتماع ہے کہ سعد بن معاذ غزوہ خندق میں زخمی ہوئے اور اُس کے بعد ہی ان کا انتقال ہو گیا۔ واقدی کہتے ہیں کہ مزبج ششہ میں ہوا اور اُس کے بعد قرظہ و خندق ہوا۔

ششہ کی روایت صحیح نہیں ہو سکتی۔ اس لئے کہ اس پر سب کا اتفاق ہے کہ افک کا واقعہ اسی غزوہ میں ہوا۔ اور افک کی روایت صحیحین میں ہے اُس میں حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ یہ واقعہ نزولِ حجاب کے بعد کا ہے۔ دویم افک کے وقت حضرت زینب بنت جحشؓ حضور کے عقد میں تھیں اور انہوں نے اس واقعہ کے متعلق رائے بھی دی ہے تویم حسنہ بنت جحشؓ اہل افک کے ساتھ تھیں اُس کی وجہ یہی تھی کہ اُن کی بہن بھی حضور کی زوجہ تھیں۔ اور یہ متفق علیہ ہے کہ حضرت زینبؓ کا عقد اور حجاب کا نزول ششہ میں ہوا۔ تو غزوہ مزبج اس سے پہلے نہیں ہو سکتا۔ ایک اشکال یہ ہے کہ جب غزوہ مزبج سے حضور مدینہ واپس آئے اور اہل افک نے بہت چہ میگوئیاں شروع کیں۔ اُس وقت حضور نے منبر پر فرمایا کہ کون ہے جو ان منافقین کے خلاف ہماری امداد کرے تو حضرت سعد بن معاذؓ نے فرمایا کہ میں ہوں یا رسول اللہؐ انہو پر صحیحین کی روایت ہے لیکن ابن اسحق لکھتے ہیں کہ مزبج ششہ میں خندق کے بعد ہوا۔ اور اس پر اجماع ہے کہ سعد بن معاذؓ کا غزوہ خندق کے بعد ہی انتقال ہو چکا تھا۔ تو پھر غزوہ مزبج کے بعد اُن کا موجود ہونا کیسے صحیح ہو سکتا ہے وہ کیونکر حضور سے یہ کہہ سکے۔

اس کا جواب دو طرح ہو سکتا ہے موسیٰ بن عقبہ اور واقدی کہتے ہیں کہ مزبج خندق سے پہلے ہوا۔ اور قاضی اسماعیل بن اسحاق کا قول ابن قیم اور امام نووی نے نقل کیا ہے کہ یہی قول

بہتر ہے۔ اگر یہ صحیح ہو تو صحیحین کی روایت سے تطبیق ہو جاتی ہے مگر یہ تسلیم کرنا پڑے گا کہ ربیع
حضرت زینبؓ کے عقد کے بعد اور خندق سے پہلے ہوا۔

دوسری صورت یہ ہے کہ حضور کے مطالبہ پر جو کچھ بولے حضرت اُمید بن حفصہ بولے جیسا
ابن اسحق نے لکھا ہے۔ اور سعد بن معاذ کا کوئی تذکرہ انہوں نے نہیں کیا۔ ابن حزم کہتے ہیں
کہ بلا شک یہی صحیح ہے اس صورت میں صحیحین کی روایت میں حضرت سعد کا ذکر روایۃ
کالتسامع ہو گا و اللہ اعلم

امام نووی کہتے ہیں کہ غزوہ خندق سکے میں ہوا باتفاق اہل بیہ الاقدی اور واقدی
و ابن اسحق کہتے ہیں کہ شہ میں ہوا۔ ابن قیم کہتے ہیں کہ صحیح یہی ہے کہ خندق شہ میں ہوا کیونکہ
غزوہ احد شہ میں اور اُس میں ابوسفیان نے آئندہ سال جنگ کی دعوت دی تھی سکے میں حضور
بدر تک گئے مگر وہ خشک سالی کی وجہ سے نہ آیا اُس کے دوسرے سال یعنی شہ میں آیا
اور غزوہ خندق واقع ہوا۔

الغرض راجح یہ ہے کہ شہ ہی میں حضرت زینبؓ کے عقد کے بعد پہلے ربیع ہوا پھر اُسی سال
غزوہ خندق ہوا و اللہ اعلم

غزوہ بنی المصطلق

مصطلق بنی خزاعہ کے ایک شخص جذیمہ بن سعد کا لقب ہے۔ اور بنی خزاعہ کا ایک گواہ ہے
جس کو ربیع کہتے ہیں۔ اسی کوئے پر حضورؐ ٹھہرے تھے اس لیے اُس کو غزوہ بنی المصطلق بھی کہتے
ہیں اور غزوہ ربیع بھی۔

یہ غزوہ شعبان شہ میں ہوا۔ حضور کو خبر ملی کہ حارث بن ابی ضرار بن المصطلق کا سردار اپنی
قوم اور دوسرے عرب قبائل کو لیکر رسول اللہؐ سے جنگ کر رہی نیت سے نکلا ہے۔

حضور نے پہلے بُریدہ ابن الحصیب الاسلمی کو تحقیق کے لیے بھیجا۔ وہ حارث سے ملے اور خود

لے بُریدہ بضم موحده و فتح مملہ ابن الحصیب بضم حائے مملہ و فتح مملہ بصیغہ تصغیر ۱۲ منہ

اُس کی زبانی دریافت کیا کہ وہ واقعی اس کی تیاری کر رہا ہے حضور کو جب اس کی تحقیق ہو گئی تو آپ نہایت عجلت کے ساتھ نکلے اور منافقین جو پہلے غزوات میں ساتھ نہیں جاتے تھے وہ بھی اُس میں ساتھ ہوئے حضور نے مدینہ میں حضرت زید بن حارثہ یا حضرت ابوذر غفاریؓ کو خلیفہ مقرر کر دیا بعض لکھتے ہیں کہ نبیلہؓ بن عبد اللہ البشیؓ کو خلیفہ کیا۔ شعبان کی دوسری تاریخ پیر کے دن آپ مدینہ سے نکلے۔ مہاجرین کا علم حضرت ابو بکر صدیقؓ کو ملا انصار کا حضرت سعد بن عبادہؓ کو مقدمہ میں حضرت عمر بن الخطابؓ تھے۔ رات میں ایک جاسوس ملا جس کو کفار نے مخبری کیلئے مقرر کیا تھا۔ حضرت عمرؓ نے اُس کو گرفتار کیا۔ اور رسول اللہؐ سے اجازت لیکر اس کو قتل کیا۔ اس سفر میں حضرت عائشہؓ اور حضرت ام سلمہؓ ساتھ تھیں۔

جب کفار کو حضورؐ کے روانگی اور جاسوس کے قتل ہو چکی خبر ملی تو کفار پر رعب چھا گیا اور قبائل کے لوگ منتشر ہو گئے۔ حارث کے ساتھ صرف اُس کے قبیلہ کے آدمی رہ گئے حضورؐ پہنچے تو مزبوع پر ٹھہرے۔ اور پہلے ہی حملہ میں کفار کو شکست ہوئی۔ مرد اور عورتیں سب گرفتار ہو گئیں۔ اونٹ بکریاں بہت غنیمت میں ہیں۔ کوئی مسلمان اس غزدہ میں شہید نہ ہوا۔ مگر کلب بن عوف کے ایک شخص ہشام بن صباہؓ خود حضرت عبادہ بن صامتؓ کے ہاتھ سے قتل ہوئے انہوں نے دشمن کا آدمی بھکر غلطی سے قتل کر دیا۔

ام المومنین جویریہؓ

حضور جب تقسیم غنائم و سبا سے فارغ ہوئے تو حضرت جویریہؓ آپ کی خدمت میں آئیں فرمایا کہ یا رسول اللہ میں مسلمان ہو کر آئی ہوں اَشْهَدُ اَنْ لَا اِلَهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنْكَ رَسُوْلُهُ فِیْ حَارِثِ بْنِ اَبِیْ ضَرَّارٍ كِیْ لَزِیْ ہوں جو اس قبیلہ کا سردار ہے اسلامی لشکر کے ہاتھ میں گرفتار ہو گئی ہوں۔ اور ثابت بن قیس کے حصّہ میں پڑی ہوں۔ ثابت نے مجھ سے مکاتبت کر لی ہے

لے قبیلہ بنو نون بعدہ میم بعدہ تخانیہ بعدہ لام ۱۲۸۰

مگر میں مال ادا نہیں کر سکتی۔ امید لیکر آتی ہوں کہ آپ میری امداد کریں تاکہ میں وہ مال ادا کر سکوں حضور نے فرمایا کہ اس سے بہتر سلوک میں تمہارے ساتھ کروں گا پوچھا کہ وہ کیا یا رسول اللہ حضور نے فرمایا کہ مال مکاتبت ادا کر کے میں خود تمہارے ساتھ عقد کروں گا بہت خوش ہوئیں اور فرمایا کہ میں یا رسول اللہ آپ نے ثابت بن نضیر کو بلوایا۔ مال ادا کر دیا اور حضرت جویرہ کو آزاد کر کے اُن سے عقد کر لیا۔

صحابہ میں جب یہ خبر پھیلی تو سب نے کہا اللہ اکبر امہار رسول اللہ چونکہ بنی المصطلق کے قیدی اب رسول اللہ کے اقربا میں داخل ہو گئے۔ اس لیے صحابہ نے مشورہ کر کے سب کو آزاد کر دیا۔ ایک تلوے زیادہ قیدی تھے بھان اللہ

منافقین کی شرارت

ابی سلمان اسی کوٹے پر تھے کہ ایک واقعہ ہو گیا بنی غفار کے ایک شخص جحاش بن مسعود حضرت عمر بن الخطابؓ کے اجیر تھے اور سنان بن دبر الجہنی بنی عوف ابن خزرج کے حلیف تھے۔ پانی بھرنے کے ڈول کے متعلق دونوں میں تکرار ہو گئی جحاشؓ نے سنان کو تھپڑ مار دیا۔ سنان نے انصار کو آواز دی جحاشؓ نے مہاجرین کو آواز دی۔ دونوں جمع ہو گئے اور بات بڑھ گئی حضور جحاش کا تھپڑ مہاجرین نے سنان کو راضی کر لیا اور بات رفع دفع ہو گئی۔ مگر اس سفر میں عبداللہ بن ابی منافق بھی تھا جب اُس کو یہ خبر ملی تو بہت برا فروختہ ہوا اور کہا کہ یہ تو وہی مثل ہوئی مَن کلک یا کلک اناد اللہ لئن رجعنا الی الی المدینہ لیخجن الیہ منها الاذل یعنی کتے کو موٹا کر دو کہ تمہیں کو کھالے۔ خدا کی قسم مدینہ لوٹے تو عزت والا ذلیل کو نکال باہر کرے گا۔ گویا ملعون نے اپنے کو اعز کہا اور رسول اللہ کو اذل۔ اور اس قصہ کی وجہ سے لوگوں کو

۱۔ جحاش بن مسود ابن سعید ابن مسود والا ذل ہوا راجح ۱۲ منہ

۲۔ سنان بکسرین مملہ دختہ نون ابن دبرہ یا دبرہ ۱۲ منہ

حضور سے برا ٹیختہ کرنا چاہا جس وقت وہ یہ بک رہا تھا حضرت زید بن ارقم وہاں موجود تھے انہوں نے حضور سے جب تذکرہ کیا تو اُس وقت حضرت عمرؓ بھی موجود تھے اُن کو جلال آگیا کھڑے ہو گئے کہ یا رسول اللہ اجازت دیجئے ابھی اس منافق کو قتل کروں حضور نے منع کیا کہ جوئے گا کہے گا کہ محمد اپنے اصحاب کو قتل کرتے ہیں۔ مگر یہ قصہ ہاجرین و انصار میں پھیل گیا۔ اور ہر جگہ اُسی کا تذکرہ ہونے لگا۔ دونوں طرف غصہ اور جوش پیدا ہو گیا۔

سخت دھوپ کا وقت تھا اور ایسے وقت حضورؐ سفر نہیں کیا کرتے تھے۔ مگر اُس روز ایسی وقت کو چ کا حکم دیدیا اُسید بن حنیفہؓ نے مؤدب عرض کیا کہ حضورؐ آپ تو ایسے وقت سفر نہیں کیا کرتے آج کیا ہے فرمایا کہ تم کو معلوم نہیں ہے کہ عبداللہ بن ابی نے کیا کہا ہے۔ حضرت اُسیدؓ نے کہا کہ یا رسول اللہ اُس کو بکنے دیجئے وہ سمجھتا ہے کہ آپ نے اس کی امارت چھین لی ہے۔ آپ تمام دن چلتے رہے کہ شام ہو گئی۔ پھر تمام رات چلتے رہے کہ صبح ہو گئی دوسرے روز جیسے ہی صحابہ کرام کی پیٹھ زمین سے لگی سب کو نیند آگئی۔ رات دن کے سفر سے ہر شخص چور ہو گیا تھا۔ آپ کی غرض یہ تھی کہ اس منافق کی گتھو کا تذکرہ زیادہ نہ ہونے پائے ورنہ کہیں ہاجرین و انصار میں نہ بگڑ جائے۔

اُس منافق سے انصار نے دریافت کیا کہ تو نے ایسا کیوں کہا تو اُس نے انکار کیا کہ میں نے نہیں کہا ہے اور رسول اللہ کے سامنے اگر اُس نے قسم کھائی کہ میں نے نہیں کہا ہے زید بن ارقم کم سن تھے لوگوں نے سمجھا کہ اُنھوں نے غلطی کی اور انصار اُن سے کہنے لگے کہ تم نے ایک معزز سردار پر تہمت باندھ کر یہ کیا ہنگامہ مچا دیا ہے۔ زید اس الزام سے بہت افسردہ اور شہیاں ہوئے لیکن اس کے بعد سورہ منافقین کی آیتیں نازل ہوئیں جس میں اُن کے قول کی تصدیق ہوئی اور جھوٹ سچ ظاہر ہو گیا۔

جب اس منافق کی تکذیب قرآن پاک نے کر دی اور صحابہ کو صحیح حال معلوم ہوا تو یہ طریقہ میں ہر جگہ ذلیل ہوا۔ اور لوگوں کو گمان ہوا کہ اب یہ قتل کر دیا جائے گا۔ اُس کے لڑکے نے آکر

عرض کیا کہ یا رسول اللہ میں نے سنا ہے کہ آپ میرے والد عبد اللہ بن ابی کو قتل کرنا چاہتے ہیں۔ اگر ایسا ارادہ ہو تو آپ مجھے حکم دیں میں اُس کا سر خدمت میں حاضر کروں۔ میں خزانہ میں باپ کا سب سے طبع زر کا مشورہوں لیکن آپ کا حکم مقدم ہے اگر آپ نے کسی اور کو حکم دیا تو ممکن ہے کہ باپ کے قاتل کو گھومتا دیکھ کر مجھ میں حیمت پیدا ہو جائے اور مبادا ایک کافر کے بدلہ ایک مسلمان کو قتل کر کے جہنمی نہ بن جاؤں۔ حضور نے فرمایا کہ تم اطمینان رکھو عبد اللہ بن ابی کے ساتھ سختی کا برتاؤ میں کرنا نہیں چاہتا۔

قصہ افک

اسی غزوہ میں افک کا واقعہ پیش آیا۔ حضور کا قاعدہ تھا کہ جب غزوہ میں جاؤ تو اہل انبیل کے نام قرعہ ڈالتے جس کا نام نکلتا اس کو ساتھ لیجاتے۔ اس غزوہ میں حضرت عائشہ صدیقہ ساتھ نہیں رفیع کے بعد لوٹے تو مدینہ کے قریب ایک منزل میں قیام کیا۔ حضرت عائشہ حاجت ضروری کیلئے میدان گئیں۔ وہاں سے آئیں تو دیکھا کہ گلے میں مالا نہیں ہے۔ یہ ظفار کا ایک مالا تھا جو اپنی بہن سے عاریتہ لیکر آئی تھیں۔ اُس کو تلاش کرنے پھر اُسی مقام پر گئیں۔ اور یہاں قافلہ کو روانگی کا حکم ہو گیا۔

حضرت عائشہ کا ہودج اٹھانے کے لئے جو لوگ مقرر تھے وہ آئے سمجھا کہ حضرت عائشہ ہودج میں ہیں انہوں نے اٹھا کر ادنٹ پر کس دیا اور روانہ ہو گئے کسی کو شک بھی نہ ہوا کہ یہ خالی ہے کیونکہ حضرت عائشہ کم عمر تھیں۔ دہلی پہلی تھیں۔ اس کے علاوہ کئی آدمی ہلکا اٹھاتے تھے وزن سے کچھ انداز نہ کر سکے۔

حضرت عائشہ جب لوٹ کر آئیں تو دیکھا کہ میدان صاف ہے۔ اب کیا کرتیں سمجھا کہ جب منزل پر لوگ مجھے نہ پائیں گے تو کوئی تلاش کرنے آئے گا۔ خدا کی مرضی پر ہر درہ کر کے چادر لپیٹ کر بیٹ رہیں۔ رات بانی تھی بند آگئی۔ خود فرماتی ہیں کہ میری بندوق منوان بن مقل کے استرجاع

لے منوان بن مقل بضم مین مقلہ و تشدید طار مقلہ بعدہ لام ۱۲۸۰

سے ٹوٹی۔ وہ فوج کے آخر میں تھے۔ جب فوج روانہ ہو چکی تو وہ یہاں آئے۔ مجھے دیکھ کر پہچان لیا کیونکہ حجاب سے پہلے انہوں نے مجھے دیکھا تھا۔ دیکھ کر کہا انا للہ وانا الیہ راجعون یہ تو رسول اللہ کی زوجہ ہیں۔ پھر مجھ سے پوچھا کہ کیا ہوا خدا آپ پر رحم کرے۔ میں نے کچھ جواب نہ دیا۔ وہ اونٹ میرے قریب لے آئے اور کہا سوار ہو جائیے اور خود الگ ہو گئے۔ میں اونٹ پر بیٹھ گئی۔ وہ ڈوری پکڑ کر روانہ ہوئے اور تیز چلے کہ جلد لوگوں سے لمجائیں۔ دن زیادہ ہو گیا تھا لوگ ایک منزل پر ٹھہرے اور اطمینان سے بیٹھ چکے تھے کہ اس کے بعد میرا اونٹ پہنچا۔

ساری فوج میں چہ میگوئیاں شروع ہو گئیں خصوصاً خبیث عبد اللہ بن ابی منافق نے باتیں بنانا کر خوب لوگوں میں پھیلا یا۔ سب سے اس کا تذکرہ کرتا۔ کچھ لگانا کچھ بڑھاتا تھا۔ اور اس کے ساتھی ہر جگہ اسی کا تذکرہ کرتے تھے اور مجھے ان باتوں کا مطلق علم نہ ہوا۔

فرماتی ہیں کہ مدینہ پہنچ کر میں بیمار ہو گئی۔ اور دواں ہر طرف اس کا تذکرہ ہونے لگا حتیٰ کہ کچھ صادق مسلمان بھی اس بلا میں مبتلا ہو گئے۔ اور منافقین کی باتوں کو شائع کرنے لگے۔ اُن میں تین شخصوں کا نام معلوم ہے۔ حضرت حسان بن ثابت رسول اللہ کے مشور شاعر مسطح بن اثاثہ حضرت صدیق اکبر کے خالہ کے مافی۔ اور حمزہ بنت جحش ام المومنین زینب بنت جحش کی بہن تھیں حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ مجھے کوئی علم ان باتوں کا نہ ہوا۔ نہ رسول اللہ نے اس کا ذکر کیا نہ میرے والدین نے مجھ سے کچھ کہا۔ نہ کسی اور شخص نے۔ لیکن میں یہ دیکھتی تھی کہ رسول اللہ کا لطف و کرم جو اور بیماروں میں میرے مال پر ہوتا تھا وہ اس دفعہ نہ تھا۔ آئے خیریت پوچھتے اور چلے جاتے۔ اس غم کا سبب میں سمجھ نہ سکی۔ مگر اس کا مجھ کو رنج ہوتا تھا۔

ایک رات میں مسطح بن اثاثہ کی ماں کے ساتھ حاجت ضروری کے لئے منافع میں مدینہ سے باہر گئی کیونکہ اُن دنوں گھروں میں بیت الخلاء نہ تھا۔ عورتیں صرف رات کے وقت حاجت ضروری کے لئے باہر جایا کرتی تھیں۔ اور ام مسطح ابی رحم بن المطلب بن عبد مناف کی لڑکی تھیں اور انکی

۱۔ مسطح بکسریم دسکون بین مہلہ دفعہ طار مہلہ دسکون حار مہلہ ۱۲ منہ

۲۔ ابی رحم بضم رائے مہلہ دسکون ہائے ہوز ۱۲ منہ

ماں حضرت صدیق کی خالہ تھیں۔ بڑے وقت اُن کا پیر چادر میں بٹس گیا تو اُن کی زبان سے نکلا کہ سچ ہلاک ہو۔ میں نے کہا کہ ایک ایسے شخص کو جو مہاجرین اولین سے ہیں اور بدری ہیں تم ایسا کہتی ہو۔ اُنہوں نے کہا کہ اے نادان تجھے خبر نہیں کہ سچ کیا بکتا ہے میں نے کہا وہ کیا۔ تو اُنہوں نے سب حال بیان کیا۔ میرا تو ہوش جاتا رہا۔ میں نے کہا کہ کیا سچ کہتی ہو اُنہوں نے کہا کہ ہاں بالکل سچ۔

میں لوٹ کر گھر آئی رسول اللہ حسب معمول خیریت پوچھنے آئے تو میں نے کہا کہ کیا آپ اجازت دینگے کہ میں ماں باپ کے گھر جاؤں۔ آپ نے اجازت دیدی۔ میری ماں ام لہوان بیماری کی وجہ سے میرے ہی پاس رہتی تھیں میں نے اُن سے کہا کہ یہ کیا فتنہ ہے اتنی بات ہو رہی ہے اور تم نے مجھ سے ذکر نہ کیا۔ اُنہوں نے کہا کہ بیٹی صبر کرو سوتن والی عورتوں کے ساتھ یہی ہوتا ہے۔ میں نے کہا کہ کیا واقعی لوگوں نے ایسا کہا ہے۔ لوگوں کے منہ سے یہ بات نکلی ہے کیا رسول اللہ تک ایسی گفتگو پہنچی ہے۔ کیا میرے باپ نے یہ سنا ہے۔ یہ لکڑی بے اختیار روئے لگی تمام رات روتی رہی صبح ہو گئی مگر آنسو نہ تھا۔ پھر تمام دن ختم ہوا مگر آنسو نہ رکا۔ نہ نیند آئی۔ بیماری اور بھی ترقی کر گئی۔ دوسرے گھر میں والد قرآن پڑھ رہے تھے۔ میرے رونے پر وہ بھی روئے اور کہا کہ عائشہ صبر کر۔ دیکھ خدا کیا حکم کرنا ہے۔

حضرت عائشہ کے بیماری کی حالت حضور کو ملتی تھی۔ اور خاطر شریف کو بہت خلجان تھا اکثر گھر میں تنہا اور طول رہتے تھے۔ اس عرصہ میں کوئی وحی بھی اس معاملہ کے متعلق نازل نہ ہوئی۔ حضور نے مشورہ کے لئے لوگوں کو بلایا حضرت اسامہ بن زیدؓ نے کہا کہ یا رسول اللہ میں آپ کی اہل میں خیر کے سوا کچھ نہیں جانتا۔ یہ سب جھوٹ اور افتراء ہے۔ حضرت علیؓ نے تلویحاً حضرت عائشہ کے خلاف رائے دی کہا کہ یا رسول اللہ خدا نے آپ پر تنگی نہیں کی جو زمین اور بہت ہیں۔ آپ اپنی جارہ سے دریافت کیجئے ٹھیک حالت معلوم ہو جائے گی۔ اس پر حضرت بریرہؓ بلائی گئیں۔ اُنہوں نے کہا کہ خدا کی قسم میں نے عائشہ کی کوئی ناپسند حرکت نہیں دیکھی۔ البتہ غافل اور

کین لڑکی ہے سو جاتی ہے بکری اگر گنڈھا ہوا خیر کھا جاتی ہے۔ یہ تو صحیح بخاری میں ہے لیکن ابن قیم لکھتے ہیں کہ جب سادات صحابہ کے سامنے تذکرہ ہوا تو حضرت ابوالیوب انصاریؓ اور دوسرے لوگوں نے کہا کہ سبحانک هذا بہتان عظیم۔ مولانا شاہ عبدالحق محدث دہلوی بعض ارباب سیر سے نقل کرتے ہیں کہ حضرت عمرؓ اور حضرت عثمان بن عفانؓ نے فرمایا کہ یا رسول اللہؐ یہ ہو نہیں سکتا کہ خدائے ذوالجلال آپ کی اہلیہ کو ایسی ناپاکی میں ملوث ہونے دے۔ اور حضرت علیؓ نے بھی ایسا ہی کہا و اللہ اعلم صحاح میں حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ زینب بنت جحشؓ سے رسول اللہؐ نے پوچھا تو فرمایا کہ یا رسول اللہؐ میں اپنے کان آنکھ کو اس سے بچانا چاہتی ہوں کہ بلا دیکھے سے کوئی بات دیکھنے سننے کی طرف منسوب کر دوں خدا کی قسم عائشہؓ سے سوائے بھلائی کو میں کچھ نہیں جانتی۔ حالانکہ زینبؓ حسن و جمال اور قدر و منزلت میں رسول اللہؐ کے نزدیک میری برابری کرتی تھیں لیکن زہد و تقویٰ کی وجہ سے وہ کذب و افترا میں نہ پھنسیں ان کی بہن حمزہ بنت جحشؓ ان سے لڑتی تھی کہ اس وقت کچھ کہتی کیوں نہیں۔

الغرض اس کے بعد حضور مسجد شریف لے گئے خطبہ پڑھا اور فرمایا کہ کون ہے جو ہماری مدد کرے اور انتقام لے اس شخص سے (عبد اللہ بن ابی مراد ہے) جس نے مجھے میرے اہل کے متعلق سخت ایذا دی ہے۔ حالانکہ بخدا میں اپنی اہل کے متعلق نیکی کے سوا کچھ نہیں جانتا اور اس کے متعلق ایسے شخص کا (صفوان بن محرزؓ) مراد ہیں) ذکر کیا ہے جس کے متعلق مجھے نیکی کے سوا کچھ نہیں معلوم ہے اس پر حضرت سعد بن معاذؓ اٹھے یہ قبیلہ اوس کے سردار تھے اور کہا کہ یا رسول اللہؐ میں ہوں اگر وہ شخص میرے قبیلہ کا ہے تو بتائی میں اس کی گردن مار دوں۔ اور اگر میرے بھائی خزرج کے قبیلہ کا ہے تو آپ حکم دیجئے آپ کے حکم کی تعمیل کروں۔ عبد اللہ بن ابی قبیلہ خزرج کا تھا اس لئے حضرت سعد بن معاذؓ جو قبیلہ خزرج کے سردار تھے بول اٹھے حالانکہ یہ مخلص مسلمان تھے کہا کہ تم نے جھوٹ کہا اور تم ہر گز اس کو قتل نہیں کر سکتے ہو اور تم نے صرف اس وجہ سے یہ کہا ہے کہ تم جانتے ہو کہ وہ قبیلہ خزرج کا آدمی ہے۔ اس پر حضرت اسید بن حنیسؓ جو سعد بن معاذؓ کے ابن عم تھے

سعد بن عبادہ سے کہا کہ تم جھوٹے ہو اور تم منافقوں کی پاسداری کرتے ہو۔ اس پر بات بڑھ گئی
عصیت پیدا ہو گئی۔ دونوں طرف لوگ جنگ کے لیے مستعد ہو گئے۔ حضور نے کوشش
کر کے لوگوں کو ساکت کیا۔

۵

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ اوس دن خروج کا یہ قصہ جب مجھ کو میری ماں کے گھر معلوم ہوا تو
روئے زدن میری بڑی حالت ہو گئی۔ میری بیماری اور اس قصہ کو ایک مہینہ ہو گیا تھا اور
اب تک خدا کی طرف سے کوئی دمی نہیں آئی تھی۔ یک بیک حضور تشریف لائے سلام کیا۔ حال
پوچھا بیٹھ گئے۔ پہلے تہذ پڑھا پھر کہا کہ اے عائشہؓ مجھ کو تیرے متعلق یہ یہ باتیں معلوم ہوئی ہیں۔ اگر تو
پاک ہے تو خداوند کریم خود تیری برأت ظاہر کرے گا۔ لیکن اگر تو گناہ میں مبتلا ہو گئی ہے تو خدا سے
معافی طلب کرو۔ توبہ کرو۔ اور خدا کی طرف رجوع کرو۔ کیونکہ جب بندہ اپنے گناہ کا اعتراف
کرتا ہے اور توبہ کرتا ہے تو خداوند کریم اُس کے گناہ کو بخش دیتا ہے۔

رسول اللہؐ نے جب یہ تقریر کی تو میرا آنسو بالکل خشک ہو گیا۔ میں نے والدین سے کہا کہ
رسول اللہؐ کا جواب دو۔ انہوں نے کہا کہ خدا کی قسم میری سمجھ میں نہیں آتا کہ کیا جواب دوں
وہ ساکت رہے سچ تو یہ ہے کہ آل ابی بکر پر جو مصیبت ان دنوں گزری ایسی کبھی نہ گزری تھی۔
مجھ کو ایک اطمینان تھا بھتی تھی کہ میں پاک ہوں ضرور خداوند کریم اپنے رسول پر حق
ظاہر کرے گا۔ مگر میں اپنے کو ہرگز اس لائق نہیں سمجھتی تھی کہ میری برأت میں قرآن پاک کی
آیتیں نازل ہوں گی۔ میں سمجھتی تھی کہ خواب میں یا اور کسی طرح حضور کو آگاہ کر دیا جائے گا۔ جب
میں نے دیکھا کہ والدین ساکت ہیں تو میں نے کہا کہ میں کم عمر لڑکی ہوں میں نے قرآن بھی
زیادہ نہیں پڑھا لیکن یہ جانتی ہوں کہ جو باتیں آپ لوگوں نے سنی ہیں وہ آپ کے دلوں میں
جم گئی ہیں۔ آپ لوگ اُس کو سچا سمجھ چکے ہیں۔ اب اگر میں کہوں کہ میں پاک اور منترہ ہوں تو
آپ لوگ یقین نہ کریں گے اور میری بات کو سچا نہ سمجھیں گے۔ لیکن اگر میں آپ کے سامنے ان خرافات
کا اعتراف کروں اور خدا جانتا ہے کہ میں اُس سے پاک ہوں تو آپ اُس کو سچا سمجھیں گے۔

اس وقت میری حالت وہی ہے جس میں یوسفؑ کے والد نے کہا تھا فصبر جمیل واللہ المستعان علی ما تصفون۔

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ غایۃ حزن و اضطراب کی وجہ سے اُس وقت بھکوا و جود کوشش کے حضرت یعقوبؑ کا نام یاد نہ آیا۔ اس لئے یوسفؑ کا باپ کہا۔ فرماتی ہیں کہ میں نے یہ لکھ کر منہ پھیر لیا اور تکیہ پر جھک گئی۔

فرماتی ہیں کہ ان باتوں کے بعد ابھی اہل بیت میں سے کوئی شخص باہر نہ گیا تھا کہ آپ پر نزول وحی کے آثار شروع ہو گئے۔ اور رخسار مبارک سے موتیوں کی طرح پسینہ بہنا شروع ہو گیا۔ میں یہ دیکھ کر بہت مطمئن ہوئی اور بھی کہ اب اللہ پاک حق ظاہر کرے گا۔ اور میں نے حضور کے سر کے نیچے تکیہ رکھ دیا لیکن میرے والدین کی یہ حالت تھی کہ گویا جان بکلیا لگی اس خیال سے کہ نہ معلوم حق کیا ظاہر ہوتا ہے۔

جب رسول اللہؐ کو اس حالت سے آفاقہ ہوا تو فرمایا کہ اے عائشہؓ مجھ کو بشارت ہو خدا نے تجھ کو تہمت سے پاک کیا۔ تیرے پاکی کی گواہی دی۔ اور تیرے شان میں قرآن پاک کی آیتیں نازل کیں۔ والدین نے کہا کہ اے عائشہؓ اٹھ رسول اللہؐ کا شکر یہ ادا کر اور رسول اللہؐ کے پاس جا۔ میں نے کہا کہ خدا کی قسم میں اُن کا شکر یہ نہیں ادا کرتی۔ میں اپنے خدائے بزرگ و برتر کا شکر یہ ادا کرتی ہوں جس نے مجھ کو اس تہمت سے بچایا اور میرے حق میں قرآن نازل فرمایا۔ اس کے بعد حضور مسجد گئے خطبہ پڑھا۔ جو آیتیں نازل ہوئی تھیں وہ سنائیں۔ پھر اہل انکس میں سے حسان بن ثابتؓ مسطح بن اثاثہؓ حمزہؓ بنت عشبہؓ کو حد قذف میں استی استی درے مارے گئے۔

مسطح بن اثاثہؓ بچپن میں یتیم ہو گئے تھے اور محتاج تھے حضرت صدیقؓ اُن کی کفالت کرتے تھے۔ مگر واقعہ انکس کے بعد قسم کھالی کہ اب اس کی امداد نہ کروں گا آیت نازل ہوئی اور اس طرح کی قسم سے منع کیا گیا۔ آپ نے پھر امداد شروع کر دی اور قسم کھائی کہ کبھی

امداد بند نہ کروں گا۔

حسان بن ثابتؓ کو اگر کوئی شخص حضرت عائشہؓ کے سامنے بُرا کہتا تو آپ منع کرتیں کہ حسانؓ نے کفار کے مقابلہ میں رسول اللہؐ کی مدح کی ہے اُن کو بُرا نہ کہو۔

ابن اسحق کہتے ہیں کہ حسانؓ نے صفوان بن معطلؓ کی ہجو میں اشعار لکھے تھے۔ ایک روز صفوانؓ نے راستہ میں اُن کو تلوار ماری۔ اور کہا کہ مجھے شعر کہنا نہیں آتا اس لیے اُس کا یہ بدلا ہے۔ لوگ اُن کو بکڑ کر رسول اللہؐ کے پاس لے گئے حضورؐ نے حسانؓ کو بلوایا اور کہا کہ حسانؓ نیکی کرو۔ تمہیں نے اس کو متوحش کر دیا ہے۔ حسانؓ نے کہا کہ یہ آپ کو اختیار ہے حضورؐ نے حسانؓ کو اس کے بدلہ بیر عار جہاں اب قصر جذیلہ ہے دیدیا۔ یہ پہلے ابو طلحہ بن سہل کا مال تھا اُنہوں نے آل رسولؐ کو دیدیا تھا۔ رسول اللہؐ نے وہ حسانؓ کو دیدیا۔ اُسی قصہ میں شیریں اور قیسری دو قبلی لونڈیاں بھی آپؐ نے حسانؓ کو دیدی دا شہرا علم۔

تیمم کے حکم کا نزول

ابن سعد کہتے ہیں کہ اسی غزوہ میں حضرت عائشہؓ کے مالا کے گم ہو جانے پر آیہ تیمم نازل ہوئی یہ قصہ صحیحین میں ہے۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ ہم بعض سفر میں رسول اللہؐ کے ساتھ تھے۔ ہملوگ جب مقام بیدار یا ذات الجیش میں تھے تو میرا مالا گم ہو گیا۔ رسول اللہؐ اُس کی تلاش میں ٹھہر گئے اور آپؐ کے ساتھ سب کو ٹھہرنا پڑا۔ اُس جگہ پانی نہ تھا نہ لوگوں کے ساتھ پانی تھا اس لیے سب لوگ بہت پریشان ہو گئے کچھ لوگ حضرت ابو بکر صدیقؓ کے پاس آئے اور شکایت کی کہ آپؐ دیکھتے ہیں عائشہؓ نے کیا کیا رسول اللہؐ کو اور ساری جماعت کو ایسی جگہ روک دیا

سلف ابن اثیر کہتے ہیں کہ حدیث میں اپنی طرف سے آیا ہے اجت موالی الیٰ بیہر حلو اس فظ میں محدثین کا بڑا اختلاف ہے کہتے ہیں بیر عار بیع یا دکر یا دفتح رار و منها دالہ فہما و یفتحہما و القصر دحیٰ اسم مال و موضع بالمدينة اور زخیری کہتے ہیں قیٹلے کے وزن پر ہے براح سے اس کے معنی بلند زمین ہے ۱۲ نہ

ہے جہاں پانی نہیں ہے۔ فرمائی ہیں کہ حضرت صدیق میرے پاس آئے اُس وقت رسول اللہ میرے زانو پر سر رکھ کر سو گئے تھے۔ آکر بہت غصہ ہوئے کہا کہ تو لوگوں کے لئے بلا اور مصیبت کا بیج بن گئی ہے۔ ایسی جگہ لوگوں کو روک دیا ہے جہاں پانی نہیں ہے اور جو کچھ کہنا تھا کہا۔ یہ کہہ کر پھر مجھے مارنے لگے اور میں رسول اللہ کے خیال سے حرکت بھی نہیں کر سکتی تھی۔ الغرض بغیر پانی کے صبح ہو گئی صبح کے وقت تیمم کی آیت نازل ہوئی اور لوگوں نے تیمم کر کے صبح کی نماز پڑھی۔ صبحا بہ بڑے خوش ہوئے اُسید بن حضیر نے کہا کہ ماہی باؤل بروکتہ یا آل ابی بکر یعنی اسے آل ابی بکر تیمم کا حکم تمہاری پہلی پہلی برکت نہیں ہے یعنی تمہاری برکت سے اور بھی آسانیاں ہو چکی ہیں۔

اُسید بن حضیر اور دوسرے لوگ اُس مالا کو تلاش کرنے گئے نہ ملا۔ جب یہ لوگ لوٹ کر آئے اور حضرت عائشہ کا اونٹ اٹھا تو اُس کے نیچے سے مالا مل گیا بعض روایت میں ہے کہ جو لوگ مالا کو تلاش کرنے گئے تھے اُن کو راستہ میں نماز کا وقت ہو گیا۔ پانی ملا نہیں اس لئے انہوں نے بلا وضو نماز پڑھی۔ اور آنے کے بعد رسول اللہ سے اس کی شکایت کی تو تیمم کی آیت نازل ہوئی واللہ اعلم

صحیحین کی روایت میں یہ نہیں ہے کہ یہ قصہ کس غزوہ کا ہے۔ مدارج النبوة میں ہے کہ مواہب لدنیہ میں فتح اباری سے منقول ہے کہ تہجد میں ہے کہ آیت تیمم کا نزول غزوہ ربیع میں ہوا۔ استدکار میں اسی پر جزم اور وثوق کیا ہے۔ اور اسی طرف ابن سعد اور ابن جہان گئے ہیں۔ لیکن ابن قیم کہتے ہیں کہ طبرانی نے معجم میں حضرت عائشہ سے روایت کی ہے فرمائی ہیں ایک دفعہ میرا مالا گم ہوا جس پر اہل انک کو جو کچھ کہنا تھا کہا۔ اس کے بعد پھر ایک دفعہ دوسرے سفر میں ہم رسول اللہ کے ساتھ گئے اور میرا مالا گم ہو گیا الحدیث اس کے بعد تیمم کے نزول کا قصہ ہے۔ اس سے صریح معلوم ہو گیا کہ یہ کسی دوسرے غزوہ کا قصہ ہے اور یہی ظاہر ہے واللہ اعلم

تاریخ غزوہ خندق

ابن اسحق کہتے ہیں کہ شوال ۵۷ھ میں غزوہ خندق ہوا۔ اور یہی صحیح ہے۔ اس لیے کہ سلسلہ میں غزوہ احد ہوا اتفاق۔ اُس میں ابوسفیان نے کہا کہ آئندہ سال بدر میں مقابلہ ہوگا حضور بدر تک گئے لیکن قریش خشک سالی کی وجہ سے نہ آئے۔ یہ سلسلہ کا قصہ ہے۔ اس کے دوسرے سال یعنی ۵۸ھ میں وہ لوگ آئے اور غزوہ خندق ہوا۔ لیکن موسیٰ بن عقبہ کہتے ہیں کہ سلسلہ میں غزوہ خندق ہوا۔ ابن حزم کہتے ہیں کہ یہی صحیح ہے۔ اس لیے کہ مصححین کی روایت ہے کہ عبداللہ بن عمر احد کے وقت ۱۴ برس کے تھے رسول اللہ نے اُن کو جنگ میں شرکت کی اجازت نہ دی لیکن خندق کے وقت ۱۵ برس کے تھے تو اجازت دیدی لیکن یہ استدلال صحیح نہیں ہے کہ اگر حضرت عبداللہ بن عمر اُس وقت ۱۵ برس گیارہ مہینہ کے ہوں تاہم یہ کہنا صحیح ہوگا کہ خندق کے وقت ۱۵ برس کے تھے۔ مہینوں کا ذکر نہ کرنا مستبعد نہیں ہے۔

غزوہ خندق

اس غزوہ میں چونکہ حفاظت کے لیے صحابہ نے خندق کھودا تھا اس لیے اُس کو غزوہ خندق کہتے ہیں۔ اور چونکہ بہت سے قبائل متفق ہو کر اس دفعہ مسلمانوں کو فاکر نے آئے تھے۔ اس لیے اسی غزوہ کو غزوہ احزاب بھی کہتے ہیں۔

یہ تو معلوم ہو چکا ہے کہ یہودی بنی نضیر کو حضور نے مدینہ سے نکال دیا تھا۔ اس کے بعد وہ مختلف دیار میں منتشر ہو گئے۔ اور ایک جماعت اُن کی خیر میں جا کر مقیم ہوئی۔ جب خیر والوں کو خبر ملی کہ غزوہ احد میں قریش کو غلبہ ہوا۔ اور یہ بھی معلوم ہوا کہ ابوسفیان نے پھر جنگ کی دھمکی دی ہے تو سلام بن ابی اہنق۔ سلام بن مشکم۔ جی بن اخطب۔ کنانہ بن الربیع وغیرہ رؤسائے بنی نضیر اور صوذہ بن قیس۔ ابو عمارہ وغیرہ سرداران بنی داکل کچھ لوگوں کے ساتھ مکہ گئے۔

اور قریش کو رسول اللہ سے جنگ کرنی کی ترغیب دی۔ وعدہ کیا کہ تم لوگ انھوں سے تمہارے ساتھ
ہو۔ اور جب تک محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا راستہ صاف نہ کر لیں تمہارے ساتھ رہیں گے۔

قریش نے کہا کہ اسے معشر یہود تم لوگ اہل کتاب اور اہل علم ہو۔ ہم میں اور محمد میں اختلاف
ہے۔ ہم بیت اللہ کی خدمت کرتے ہیں۔ حجاج کے لئے کھانا شراب اور دودھ ہوتا کرتے ہیں۔
اپنے بتوں کی پرستش کرتے ہیں جو ہمارے اور ہمارے اجداد کے معبود ہیں۔ لیکن محمد نے نیا
مذہب نکالا ہے۔ اور ہمارے معبودوں کو بُرا کہتے ہیں۔ تم بتاؤ کہ ہم دونوں میں کس کا مذہب
اچھا ہے اور کون حق پر ہے۔ یہودیوں نے کہا کہ تمہارا دین محمد کے دین سے اچھا ہے۔ اور تمہارا
دین مقدم ہے۔ انہیں یہود کی شان میں آیہ نازل ہوئی اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِیْنَ اٰوَدُوْا نَصِیْبًا مِّنْ
اَلْکُتُبِ یُؤْمِنُوْنَ بِالْجُبَّتِ وَالطَّاعُوْتِ دِیْقُوْنَ لِلَّذِیْنَ کَفَرُوْا هُوَ کَاۡفٍ اِهْدِیْ مِّنَ الَّذِیْنَ
اٰمَنُوْا سَبِيْلًا۔ اُولٰٓئِکَ الَّذِیْنَ کَعَنَتْهُمُ اللّٰهُ وَمِنْ بَلْعِنَ اللّٰهُ لَمْ تَجِدْ لَهُ نَصِیْرًا مَّا قَادَ کُنِی
بِجَهَنَّمَ سَعِیْرًا۔ یعنی ان ملعونوں کو دیکھو جن کو کتاب اللہ میں حصہ ملا تھا وہ شیاطین اور بتوں کی
تصدیق کرتے ہیں اور کفار سے کہتے ہیں کہ تمہارا طریقہ خدا پر ایمان لانے سے بہتر ہے۔ یہی لوگ ہیں
جن پر خدا نے لعنت کی ہے۔ اور جس پر خدا لعنت کرے اُس کا کوئی نصیر و معاون نہ پاوے گا۔

گفار قریش یہودیوں کے اس جواب سے بہت خوش ہوئے۔ رسول اللہ سے لڑنے پر مستعد
ہوئے اور عہد کر لیا۔ اس کے بعد یہ اشرا بنی غطفان کے پاس گئے جو قیس بن عیلان کا ایک
قبیلہ ہے اور اُس کو بھی مستعد کیا۔ پھر اور قبائل کے پاس گئے اور جہان شکم ہو سکا بسکواس پر مستعد کیا
انقرض اس دفعہ قریش چار ہزار آدمیوں کے ساتھ نکلے۔ اُن کا سردار ابوسفیان تھا اور
اُن کے ساتھ تین سو گھوڑے تھے اور ایک ہزار اونٹ۔ جب یہ لوگ مراظہر ان میں پہنچے تو بنی سلم
کا قبیلہ بھی اُن سے اکڑ مل گیا۔ اور بنی اسد۔ فزارہ۔ ابجج۔ بنو مرہ سب اپنی اپنی جگہ سے روانہ

لہ غطفان بنین معمر مفتوحہ وطارہ مفتوحہ ۱۲ منہ

لہ قیس بن عیلان بن مضر بفتح عین مملہ وکون تختہ کذانی لغنی ۱۲ منہ

ہوئے۔ بنی غطفان آئے اور ان کا سردار عیینہ بن حصن تھا اس طرح ایک ابنوہ کثیر کافروں کی جمع ہو گئی۔ سارے کفار جو غزوہ خندق میں جمع ہوئے ان کی تعداد دس ہزار تھی۔

تھوڑے عرصے میں کہ قبائل اتنی کثیر تعداد میں جمع ہو کر روانہ ہو چکے ہیں تو آپ نے صحابہ کرام سے مشورہ کیا۔ حضرت سلمان فارسیؓ نے رائے دی کہ حفاظت کے لیے خندق کھودی جائے۔ پس ہونے اور عجلت کے ساتھ خندق کھودنے کا کام شروع کر دیا گیا۔ مدینہ سے دورب کوہ سلیم کے آگے یہ خندق کھودی گئی۔ اس طرح کہ تسک اور خندق کے بیچ میں مسلمانوں کا قیام ہو کر درحقیقت یہ بڑا مشکل کام تھا۔ میدان کے ایک وسیع حصہ کو خندق سے محصور کرنا تھا۔ مزدور یا غلام کوئی نہ تھا۔ خود رسول اللہؐ اور تمام مہاجرین و انصار کھودائی کا کام کرتے تھے۔ موسم جازہ کا تھا۔ سب بھوکے تھے۔ کھانے کا کوئی سامان نہ تھا۔ تین تین روز فاقہ ہو جاتا تھا۔ خود رسول اللہؐ کے پیٹ پر ہتھ بندھا ہوا تھا۔ ایسی حالت میں کھودنا پھر خود ہی سروں پر مٹی ڈھونا۔ حضرت برابر بن عاذبؓ اور حضرت انسؓ وغیرہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہؐ کے سینہ اور پیٹ پر بال تھے وہ سب مٹی سے چھپ گئے تھے مگر آپ فرماتے تھے۔ اللہم لا خیر الا خیر الا خیر

یہ مصائب تھے مگر صحابہ کرام کا یہ حال تھا کہ ہر شخص نیکی میں بڑھ جاتا چاہتا تھا اور چاہتا تھا کہ سب سے زیادہ میرا کام ہو۔ حضرت سلمانؓ نے انہیں روز تہادش آدمی کا کام کیا۔ مہاجرین کہتے تھے کہ سلمانؓ ہم میں سے ہیں۔ انصار کہتے تھے کہ ہم میں سے ہیں یہ قصہ رسول اللہؐ کے پاس آیا تو رسول اللہؐ نے فرمایا کہ سلمانؓ میرے اہل بیت میں سے ہیں سبحان اللہ زہے نصیب الغرض

صلوہ حضرت سلمانؓ سے پوچھا جاتا تھا کہ آپ کا نسب کیا ہے تو کہتے تھے سلمان بن اسلام پہلے آتش پرست تھو فارس کے رہنے والے پہلے ان کا نام تھا مابہ ابن بوذخشان بن تورسلان ابن ابوذران بن فیروز اس کے بعد شام گئے ایک اسقف کے پاس ٹھہرے عیسائی ہوئے وہ لوگوں کو خیرات کی نصیحت کرتا اور جو کچھ آتا خود رکھ لیتا پانچ قلال سونا اس کے پاس جمع ہو گیا تھا ان کو انہیں سے نفرت تھی پھر موصل اور عورہ وغیرہ میں گھومے عورہ میں ایک بزرگ عیسائی نے ان سے کہا کہ ایک نبی کا ظہور ہوا ہے جو ارض ذات الخلق میں

ہر مسلمان خلوص سے کام کر رہا تھا۔ کسی کو بضرورت جانا ہوتا تو رسول اللہ سے پوچھ کر جاتے۔ البتہ منافقین کی حالت اس کے خلاف تھی وہ کام سے جی چراتے تھے اور رسول اللہ پر کھپکھپ کر چلے جاتا کرتے تھے۔ ان دونوں مخلصین اور منافقین کا ذکر قرآن پاک میں مذکور ہے۔

اسی غزوہ میں اور خصوصاً خندق کھودنے کے درمیان نبوت کی بڑی بڑی دلیلیں رسالت کے بڑے بڑے آثار اور بڑے بڑے معجزات ظاہر ہوئے۔ اور نہایت معتبر اور صحیح اسناد سے مروی ہیں جو شہرت کے درجہ تک پہنچے ہیں۔ ہم بعض کو دلائل النبوة میں ذکر کریں گے انشاء اللہ تعالیٰ بخاری میں ہے کہ خندق کھودنے میں ایک پتھر ملا جس سے صحابہ پریشان ہوئے۔ آپ نے اس پر کدال ماری تو ریگ کا ڈھیر ہو گیا۔ امام احمد اور انسائی نے روایت کیا ہے کہ ایک پتھر ملا جس پر آپ نے تین ضرب مارے۔ ہر ضرب میں اُس سے روشنی نکلتی تھی جو صحابہ نے دیکھی۔ اُس روشنی میں آپ نے شام ایران اور یمن دیکھا اور ان مالک کے فغ ہو نیکی بشارت دی بشر بن سعد کی لڑکی یعنی نعمان بن بشیر کی بہن کو۔ اُن کی ماں نے کچھ کھجور لیکر بھیجا کہ اپنے باپ بشیر بن سعد اور اپنے ماموں عبداللہ بن رواحہ کو دے آئے۔ وہ کھجور اُس لڑکی سے لیکر رسول اللہ نے صحابہ خندق کو کھلایا جن کی تعداد ایک ہزار سے زیادہ تھی۔ حضرت جابر بن عبداللہ نے رسول اللہ کو بھوکا دیکھ کر کچھ کھانے کا انتظام کیا۔ ایک بکری تھی اُس کو ذبح کیا۔ اور ایک قصاب جو تھا دونوں چیزوں کو پکوا کر چاہا کہ رسول اللہ کو اور دوسرے دو تین آدمیوں کو کھلائیں رسول اللہ کو خبر دی۔ آپ تمام اصحاب خندق کو اُن کے گھر لے گئے اور سب سے آسودہ ہو کر کھایا بعض روایتوں میں ہے کہ یہ خندق تین روز میں تیار ہوا۔ واقعہ یہ کہ جو بیٹے

ہجرت کر کے آئیں گے اور صدقہ نہیں کھائیں گے خود یہ سے کچھ یہود اُن کو دادی القریٰ لائے اور داد سے بنی قریظہ کا ایک شخص مدینہ لایا یہ وہی تھے کہ ہجرت ہوئی انہوں نے جب سنا تو گئے اور جو علامتیں معلوم تھیں اُس کی بنا پر یقین ہوا اور ایمان لائے۔ ہجرت میں اُن کا انتقال ہوا آپ کی بڑی عمر ہوئی ہے بعض تین سو برس کہتے ہیں لیکن کہتے ہیں کہ دو سو پچاس میں شبہ نہیں ہے واللہ اعلم

روز میں امام نووی لکھتے ہیں کہ پندرہ روز میں بعض روایتوں میں ہے کہ ایک مہینہ میں اللہ اعلم لیکن خندق کے تیار ہونے کے بعد کفار قریش آئے۔

کفار قریش اپنے تمام حشاش اور بنی کنانہ داہل تھامہ کے ساتھ آئے تو جث اور رفالہ کے درمیان ٹھہرے۔ اور بنی غطفان اہل نجد کے ساتھ آئے تو جبل اُمَد کے جانب ٹھہرے۔ رسول اللہ نے یہ انتظام کیا کہ عورتوں اور اطفال کو مدینہ کے نسبتاً محفوظ اور بلند مکانات میں جمع کر دیا۔ اور ابن ام مکتوم کو خلیفہ مقرر کر دیا۔ اُس کے بعد تین ہزار مہاجرین و انصار کے ساتھ مدینہ سے آکر کوہ سلع کے دامن میں ٹھہرے سلع آپ کی پشت کے جانب تھا اور سامنے خندق۔

تنبیہ۔ ابن قیم لکھتے ہیں کہ ابن اسحاق کی روایت ہے کہ ثناتہ مسلمان خندق میں شریک ہوئے مگر یہ غلط ہے اس لیے کہ اُحد سے اس میں کم نہیں ہو سکے۔ یہ ابن قیم کا بیان ہے مگر سیرۃ ابن ہشام کا مصری نسخہ جو اس وقت میرے سامنے ہے ابن اسحاق کی روایت یہی ہے کہ تین ہزار نئے سات تو نہیں ہے۔

اس کے بعد حمی ابن اخطب ابوسفیان کے مشورہ سے کعب ابن اسد کے پاس گیا جو بنو قریظہ کا سردار تھا۔ کعب رسول اللہ کا حلیف تھا پہلے تو اُس نے دروازہ نہ کھولا۔ اور کہا کہ اے بد بخت تو جانتا نہیں کہ ہم رسول اللہ کے حلیف ہیں اور ان کے خلاف نہیں کر سکتے۔ مگر اُس نے باقی بنا کر دروازہ کھولنے پر راضی کر لیا۔ پھر اُس کو مستعد کیا کہ تم معاہدہ توڑ دو۔ کعب آخر اس پر بھی راضی ہو گیا مگر یہ شرط کی کہ اگر شکست ہوئی تو تم کو میرے ساتھ اسی قلعہ میں آکر رہنا ہو گا تا کہ عمر کے ہاتھ سے جو تکلیف ہیں پہنچے اُس میں تم بھی شریک رہو بنو قریظہ نے جب معاہدہ توڑا اور کفار کو مل گئے تو کفار کو بڑی مسرت اور خوشی ہوئی۔

حضرت کو جب اس کی خبر ملی تو آپ نے تحقیق کے لیے سعد بن معاذ سعد بن عبادہ عبد اللہ بن زداخہ۔ اور خوات بن جحیر کو بھیجا۔ اور غالباً عبد اللہ بن زبیر کو بھی اور ان سے کہا کہ اگر

۱۔ حرف بحیم و راے پہلے و فامرنہ کے قریب ایک نیشیب مقام ہے۔ اور رفال صحاب کے وزن پر پہاڑ کا نام ہے واللہ اعلم ۱۲ منہ
۲۔ نسخہ راے پہلے و تخفیف واد و حاکے پہلے ۱۲ منہ

خبر صحیح ہو تو ہمیں اس طرح اطلاع دیجئے کہ مسلمانوں میں بد دل نہ پھیلے یہ لوگ جب بنو قریظہ میں پہنچے تو معلوم ہوا کہ جو خبر دیاں پہنچی ہے حالت اُنس سے زیادہ خراب ہو رہی ہے علانیہ رسول اللہ کو بُرا کہتے ہیں کہ کون رسول اور کیا معاہدہ ہم سے اور محمد سے کوئی معاہدہ نہیں ہے اور نہ کوئی وعدہ ہے۔ یہ لوگ لوٹ آئے اور حضور کے سامنے عرض کیا کہ عقل وقارہ یعنی جس طرح عقل وقارہ نے اصحاب رجع اور حضرت خدیجہ سے بد عہدی کی یہی حالت بنی قریظہ کی ہے۔

حضور نے فرمایا اللہ اکبر حسبنا اللہ ونعم الوکیل۔

اس کے بعد مسلمانوں کے خوف و پریشانی کی حد نہ رہی ضمنا راہل اسلام کی آنکھیں خوف سے خیر ہو گئیں۔ لوگوں کے قلوب اٹھنے لگے۔ دلوں پر رعب چھا گیا۔ ایک طرف کفار کی کثرت۔ دوسری طرف یہ اندیشہ کہ حوزتیں پختے مال متاع سب مدینہ میں غیر محفوظ ہیں بنی قریظہ قریب ہیں نہ معلوم کس وقت حملہ کر دیں۔ اللہ پاک نے قرآن شریف میں مسلمانوں کے اُمتوں کے اضطراب کو دل ہلا دینے والے الفاظ میں بیان کیا ہے بعض روایتوں میں ہے کہ رسول اللہ نے مدینہ کی حفاظت کے لئے زید بن حارثہ کو تین سو آدمیوں کے ساتھ بھیج دیا۔

منافقین اور ضعیف الایمان لوگوں نے کمزوری کا اظہار شروع کر دیا معتب بن قیس نے کہا کہ کہاں تو محمد ہیں قیصر و کسریٰ کے خزانہ کی کنجیاں دلو اتے تھے کہاں یہ حال ہے کہ ہم میں کا کوئی شخص خوف سے پانچ خانہ بھی نہیں جاسکتا بنی حارثہ کے بعض منافقین کہنے لگے کہ یا رسول اللہ ہمارے مکان غیر محفوظ ہیں اجازت دیجئے کہ ہم مدینہ جائیں مقصود بھاگنا تھا

ایک مہینہ سے کچھ کم کفار کا محاصرہ رہا خندق کی وجہ سے بالقابلہ جنگ نہ ہو سکی مگر تیریں چلا کرتی تھیں۔ کفار حیران تھے کہ اس خندق کو کیونکر عبور کیا جائے۔ آخر ایک روز عمر بن عبدود جو مشہور شہسوار تھا۔ اور حکم بن ابی جہل۔ اور ہیرہ بن ابی دھب اور ضرار بن الخطاب طاع مسلح ہوئے گھوڑوں پر سوار ہو کر بنی کنانہ کے پاس آئے اور کہا کہ اُٹھو آج مقابلہ کر کے بتادو کہ کون شہسوار ہے۔ یہ سب خندق کے پاس آئے ہر طرف دیکھا۔ حیران ہوئے کہ یہ تو عجیب

ترکیب ہے عرب اس ترکیب سے کبھی واقف نہ تھے۔ آخر ایک تنگ جگہ دیکھ کر پار ہو گئے۔ اور
 سلع و خندق کے درمیان والے میدان میں پہنچ گئے اور مبارزہ طلب کیا۔ حضرت علیؑ اور
 چند مسلمان پہنچ گئے۔ مقابلہ ہوا حضرت علیؑ نے عمر بن عبدود کو قتل کیا۔ بقیہ بھاگ گئے۔ یہ عمرو
 عرب کا مشہور شجاع شخص تھا۔

محاصرہ طویل ہوا۔ اور مسلمانوں پر جو پریشانیاں اور مصیبتیں اس غزوہ میں نازل ہوئیں
 وہ کسی غزوہ میں نہ ہوئی تھیں۔ گو غزوہ احد میں بڑے بڑے مصائب پیش آئے مگر وہ ایک روز
 کا قصہ تھا اور صرف قریش سے مقابلہ تھا۔ اس غزوہ کی مصیبتیں طویل ہوئیں اور بہت سے
 قبائل کا مقابلہ تھا۔ تمام کافر جمع تھے اور مخالفین کی کثرت سے مسلمان سخت اضطراب میں تھے۔
 یہ حال دیکھ کر رسول اللہؐ نے عیینہ بن حصن اور حارث بن عوف کو بلوایا۔ یہ دونوں عطفان
 کے سردار تھے۔ آپ نے ان سے مدینہ کے نلٹ پیداوار پر مصالحت کی بات پختہ کی تھی۔
 تخریبی لکھی جا چکی تھی صرف دستخط ہونے باقی تھے پھر آپ نے سعد بن معاذ اور سعد بن عبادہ کو

سہ حضرت سعد بن معاذ قبیلہ اوس کے سردار تھے خود بنی عبد الاشمل میں تھے حضرت مصعب بن عمیرؓ کے ہاتھ
 پر مسلمان ہوئے تو اپنے لوگوں سے کہدیا کہ تم لوگوں سے گفتگو حرام ہے جب تک مسلمان نہ ہو جاؤ اس پر اس کے
 بنی عبد الاشمل مسلمان ہو گئے یہ اسلام کے لئے بڑے بابرکت ثابت ہوئے حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ
 بنی عبد الاشمل میں تین شخص تھے جنکی نظیر نہیں ہے سعد بن معاذ اور اید بن حصیر اور عباد بن بشر رسول اللہؐ نے
 فرمایا کہ ان کا جنازہ فرشتوں نے اٹھایا اور رسول اللہؐ نے فرمایا کہ ان کی موت سعادہ کا عرش لرز گیا۔
 سہ سعد بن عبادہ بٹی خزیج کے سردار تھے عقبہ میں حاضر ہو کر مسلمان ہوئے۔ بارہ نقیبوں میں ایک
 یہ بھی تھے۔ رسول اللہؐ کے دو علم تھے ایک مہاجرین کا وہ حضرت علیؑ کے ذمہ تھا اور ایک انصار کا وہ حضرت
 سعد بن عبادہ کے پاس تھا۔ یہ بڑے سخی مشہور تھے اور اس کے لئے برابر دعا کرتے تھے ان کا منادی ندا
 دیتا تھا کہ جس کو شہم و لحم کھانا ہو وہ سعد بن عبادہ کے پاس جائے۔ صحابہ صفہ کو سب سے زیادہ امداد
 سعد بن عبادہ سے ملتی تھی۔ ابن سیرین سے ایک روایت ہے کہ ہر روز رات کے وقت اتنی اہل صفہ
 کو کھانا کھلاتے تھے۔ رسول اللہؐ کے بعد انصار سقیفہ بنی ساعدہ میں انہیں کی بیعت کرنا چاہتے تھے سہ
 باسلسلہ میں ان کا حوران علاقہ شام میں انتقال ہوا ۱۲۸ھ

بلوایا۔ اور ان سے اس مصالحت کے بارہ میں مشورہ کیا۔ انہوں نے کہا کہ یا رسول اللہ! یہ خدا کی طرف سے ہے جس میں میری رائے کو دخل نہیں ہے یا ہماری حالت دیکھ کر آپ نے اپنی رائے سے یہ ارادہ کیا ہے۔ حضور نے فرمایا کہ یہ ہم اپنی رائے سے کر رہے ہیں دیکھتے ہیں کہ تم دشمنوں کی کثرت میں گھر گئے ہو اس لیے اس طرح دشمنوں کی کثرت توڑنے کے خیال سے یہ کیا گیا۔ انہوں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! کفر کی حالت میں تو یہ قبائل کبھی میرا مال اس طرح لے نہ سکے۔ آج جب اللہ پاک نے ہم کو اسلامی شرف عنایت کیا تو اپنا مال ہم ان کو دینے نہیں دیدیں۔ خدا کی قسم یہ نہیں ہو سکتا۔ ایسے معاہدہ کی ہمیں ضرورت نہیں ہے۔ حضور نے وہ تحریر سعد بن معاذ کو دیدی اور انہوں نے اس کو بخیر کر دیا۔

بعض روز کفار نے خندق کے ہر طرف هجوم کیا۔ اور صحابہ کو ہر طرف مدافعت کرنی پڑی حتیٰ کہ حضور کی اور صحابہ کی کئی کئی نمازیں قضا ہو گئیں۔ اس وقت تک یا تو صلوة خوف کا حکم نازل نہ ہوا تھا۔ یا دشمنوں کی کثرت کی وجہ سے نماز کے بے صحابہ کا تقسیم کرنا بھی خطرناک تھا اس غزوہ کے واقعات عظیم میں حضرت سعد بن معاذ کا مجرد ہوتا ہوا کفار نے ایک تیر مارا جو ان کے ماتھ میں لگا اور اکل کٹ گئی جس سے بہت خون نکل گیا۔ اور بنی قریظہ کا فیصلہ کرنے کے بعد اسی زخم سے ان کا انتقال ہو گیا۔ یہ تیر حبان بن قیس بن العرقہ نے مارا تھا یہی بخاری و مسلم میں ہے۔ یا ابو اسامہ اشجی نے رابن اسحاق اور ابن ہشام ایک روایت لکھتے ہیں کہ خباب بن عاصم بن حبان نے واللہ اعلم حضور نے فرمایا کہ سعد بن معاذ کی موت سے اللہ کا عرش لرز گیا انا للہ وانا الیہ راجعون۔

صحابہ اس شدت و مصیبت میں گھرے ہوئے تھے۔ کفار کا ہر طرف سے زرعہ تھا۔ شبے روز کی مصیبت تھی اور بظاہر کوئی اُمید افزا حالت نہ تھی کہ خدا نے لطائف غیبی سے امداد کا ایک عجیب ذریعہ پیدا کر دیا۔ بنی عطفان کے ایک شخص نعیم بن مسعود بن عامر رضی اللہ عنہ حضور کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ! میں مسلمان ہو گیا ہوں! اشہدان

سہ نعیم بن مسعود رضی اللہ عنہ کا انتقال حضرت عثمان کی خلافت میں ہوا اور بعض کہتے ہیں کہ جنگ جمل میں

لا الہ الا اللہ و اشہد انک رسول اللہ لیکن اب تک کفار کو اس کا علم نہیں ہے۔ اسلئے جو ارشاد فرمائی وہ خدمت بجا لاؤں حضور نے فرمایا کہ حرب میں فریب جائز ہے اسلئے جو مناسب سمجھتے ہو کر دو۔ یہ پہلے بنی قریظہ میں گئے اظہار یگانگت اور ہمدردی کے بعد کہا کہ تم لوگ حرب میں شریک تو ہو گئے ہو مگر کیا یہ بھی سوچ لیا ہے کہ نتیجہ کیا ہوگا۔ قریش اور غطفان کا کیا ہے اگر فتح ہوئی تب تو خیر اور اگر شکست ہوئی تو یہ سب چلے جائیں گے پھر تمہارا اور رسول اللہ کا سابقہ ہوگا۔ اس وقت تمہارا کیا حال ہوگا بنی قریظہ نے پوچھا کہ کیا رائے ہے۔ انہوں نے کہا کہ پہلے اطمینان کرو۔ قریش اور غطفان کے کچھ آدمی رہن رکھو اگر دیدیں تو شریکت کرو سب نے کہا کہ واقعی یہ بہت صحیح ہے۔

نعیم بن مسود اس کے بعد قریش کے پاس آئے۔ اور ان سے کہا کہ میں نے ایک بات سنی ہے اور اپنا فرض سمجھتا ہوں کہ تم کو اس کی خبر کر دوں بسنا ہے کہ یہود اب اپنے کئے پر پشیمان ہیں اور انہوں نے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے پاس کہلا بھیجا ہے کہ کیا تم راضی ہو گے اگر ہم قریش اور غطفان کے کچھ سردار گرفتار کر کے تمہارے حوالہ کر دیں۔ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے رضامندی ظاہر کر دی ہے۔ اب یہودیوں کا ارادہ ہے کہ تم سے بطور رہن کچھ آدمی طلب کرینگے اور ان کو محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے حوالہ کر دینگے نعیم بن مسود نے اس کے بعد یہی باتیں غطفان سے بھی بیان کیں۔

اُس کے بعد قریش اور غطفان نے عکرمہ بن ابی جہل وغیرہ کو بنی قریظہ کے پاس بھیجا کہ ہمیں بہت دن ہو گئے۔ لڑائی جلد ختم ہونی چاہیے۔ تم لوگ بھی باہر نکلو تو ملکر زبردست حلہ کیا جائے۔ بنی قریظہ نے جواب میں کہلا بھیجا کہ کلمہ سبت ہے اور تم لوگ جانتے ہو کہ ہم سبت کے روز کوئی کام نہیں کر سکتے۔ اس کے علاوہ ہم تمہارے ساتھ ملکر جنگ بھی نہیں کر سکتے جب تک ہمیں اطمینان نہ ہو جائے کہ تم کسی حال میں ہم کو تنہا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے مقابلہ میں چھوڑ کر چلے نہ جاؤ گے اطمینان کی صورت یہ ہے کہ قریش اور غطفان اپنے کچھ سردار بطور رہن ہمارے پاس رکھیں۔

اس جواب سے قریش اور عطفان کو یقین ہو گیا کہ نعیم بن مسعود نے جو کچھ کہا ہے وہ بالکل صحیح ہے۔ ان لوگوں نے پھر آدمی بھیجا کہ ہم رہن نہیں رکھ سکتے۔ تم کو اگر لڑنا ہے تو آؤ۔ اس جواب سے بنی قریظہ کو بھی معلوم ہو گیا کہ نعیم نے جو کچھ کہا ہے وہ بالکل ٹھیک ہے۔

اس طرح ان کفار میں سخت اختلافات پیدا ہو گئے۔ پھر نطائف غلبی سے ایک دوسری امداد ہوئی۔ اس روز رات کے وقت سخت طوفان آیا۔ قریش کے تمام خیمے ڈبرے اکھڑ گئے۔ تنابین ٹوٹ گئیں۔ ظروف منتشر ہو گئے۔ چولہے بجھ گئے۔ ساری قوم پریشان ہو گئی۔ سردی کا موسم تھا اس ہوا کی وجہ سے سردی اتنی بڑھی کہ ناقابل برداشت ہو گئی۔ حضور نے کہا کہ کوئی دیکھے کہ کفار کا کیا حال ہے اور کیا ارادہ ہے۔ لیکن یہاں بھی سردی سے ہر شخص پریشان تھا کوئی نہ اٹھا۔ آخر حضور نے حضرت حذیفہ بن الیمان کو نام لیکر بلایا۔ اور بھیجا۔ انہوں نے جا کر دیکھا کہ سارے کفار جو اس باختم ہیں اور یہ وہیں موجود تھے کہ ابوسفیان نے قریش سے کہا کہ ہم اب ٹھہر نہیں سکتے۔ اور ٹھہرنا بیکار ہے ان کے سامنے کفار روانہ ہو گئے۔ اور قریش کی خبر سنا کر بنی عطفان بھی روانہ ہو گئے۔ اس طرح یہ تمام قبائل جو متفقہ طور پر اسلام اور رسول اللہ کو فٹا کرنے کے لیے مجتمع ہوئے تھے غائب و خاسر واپس ہوئے۔

حضور نے فرمایا ہے کہ خداوند کریم نے صبا کے ذریعہ میری امداد فرمائی اور دبور سے قوم عاد کو ہلاک کیا۔ صبا اور دبور ہوا کے قسموں کے نام ہیں۔

غزوہ بنی قریظہ

حذیفہ بن الیمان رضی اللہ عنہ نے جب کفار کے واپس ہونے کی خبر دی تو رسول اللہ اور تمام صحابہ نہایت خوش ہوئے۔ دشمن اپنے غتہ میں غائب و خاسر لوٹ گیا۔ ادا ان کو کسی طرح کا کوئی فائدہ نہ ہوا۔ خدا کا وعدہ پورا ہوا۔ اس نے اپنے غلصہ بندوں کو فتح دی اور خدا کی فوج باعزت رہی تمام احزاب و قبائل کے متفقہ کوششوں کو شکست ہوئی۔ ایک

بعد قریش کی ہمتیں پست ہو گئیں اور اُس کے بعد مسلمانوں پر حملہ کرنے کی ہمت بھی قریش کبھی نہ کر سکا
 حضور نے فرمایا کہ قریش اب کبھی ہم پر حملہ نہ کریں گے بلکہ اب ہم اُن پر حملہ کریں گے اور یہی ہوا۔
 انقض صبح کے وقت رسول اللہ اور صحابہ مدینہ گئے۔ رسول اللہ اپنے سلاح اُتار چکے
 تھے اور حضرت ام سلمہ کے مکان میں غسل فرما رہے تھے ابھی ایک ہی طرف کا بدن دھوئے پائے
 تھے کہ حضرت جبریل تشریف لائے اور حکم ہوا کہ بنی قریظہ کی طرف روانہ ہو جاؤ۔ آپ فوراً تشریف
 لے گئے۔ اور بنو قریظہ کے غزوہ کا جو حال ہوا وہ یہودیوں کے تذکرہ میں لکھ چکا ہوں۔

قتل ابورافع

آم بخاری لکھتے ہیں کہ ابورافع کا نام عبداللہ بن ابی الحقیق تھا یا سلام بن ابی الحقیق
 حقیق بصفہ تصغیر ہے۔ اور سلام بہ تشدید لام وہ تخفیف دونوں صحیح ہے۔ یہ خیبر میں تھا اور
 بعض کہتے ہیں کہ ارض حجاز ہی میں اس کا قلعہ تھا۔ یہ اُن لوگوں میں تھا جو احزاب
 و قبائل کو آمادہ کر کے غزوہ خندق میں رسول اللہ کے خلاف لائے تھے۔ اس کا ساتھی
 حی بن اخطب تو معاہدہ کے موافق خندق کے بعد بنی قریظہ میں جا کر ٹھہرا اور وہیں مارا
 گیا۔ لیکن یہ بچ نکلا۔

یہ معلوم ہے کہ قبیلہ اوس اور قبیلہ خزرج میں ہمیشہ مقابلہ رہتا تھا۔ اور رسول اللہ کے
 سامنے ایک دوسرے سے نیکیوں میں بڑھ جانے کی کوشش کرتے تھے۔ قبیلہ اوس کے
 لوگوں نے بڑے خطرہ میں پڑ کر کعب ابن اشرف کو قتل کیا تھا۔ خزرج کے لوگوں نے مشورہ
 کیا کہ اب رسول اللہ کا سب سے بڑا دشمن ابورافع ہے اُس کو ہم لوگ قتل کریں۔ عبداللہ
 بن عتبہؓ عبداللہ بن انیس۔ ابوقنادہ۔ حارث بن ربیع۔ مسعود بن شان۔ خزاعی بن ابود
 اس کے لئے مستعد ہوئے اور یہ سب صرف بنو سلمہ کے آدمی تھے۔ اُن لوگوں کی درخواست پر

لہ عتبہؓ میں مہلہ مفتوحہ دشناہ فوقانہ مکسورہ کذافی لغنی ۱۱۲

حضرت نے اجازت دیدی۔ اور عبداللہ بن عتیک کو اُن کا امیر مقرر کر دیا۔ اور منع کر دیا کہ بچے اور عورتیں قتل نہ کی جائیں۔

امام بخاری کی روایت ہے کہ یہ لوگ شام کے وقت دماں پہنچے۔ عبداللہ بن عتیک نے اپنے ساتھیوں کو ایک جگہ ٹھہرایا۔ اور خود موقع نکال کر تنہا مکان کے اندر داخل ہوئے اور اُس کے سونے کے کمرہ میں بستر پر تاریکی کی حالت میں اُس کو قتل کیا۔ نکلنے وقت بستر ہی سے گر گئے جس سے پیر کی ہڈی ٹوٹ گئی۔ مگر پیر کو عامہ سے باندھ کر کسی طرح باہر آئے۔ اور اسی حالت میں ساتھیوں کے ساتھ مدینہ پہنچے۔ رسول اللہ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ نے کہا پیر پھیلاؤ انہوں نے پیر پھیلا یا حضرت نے اُس پر ماتہ پھیر دیا تو یہ بالکل اچھے ہو گئے گویا کچھ تھاپی نہیں۔

لیکن ابن اسحاق کی روایت ہے کہ سب ساتھی اندر گئے۔ اور سب بے تاریکی میں ایک ساتھ تلوار ماری۔ اسی وجہ سے جب یہ لوگ مدینہ آئے تو ہر شخص نے دعویٰ کیا کہ میں نے مارا ہے۔ رسول اللہ نے سب کی تلواریں دیکھی اور فیصلہ کیا کہ عبداللہ بن اسحاق نے مارا ہے کیونکہ اُن کی تلوار پر غذا کی علامتیں پائی گئیں۔

غزوہ بنی لحيان

غزوہ بنی قریظہ کے چھ مہینہ۔ مدینہ میں ابن ام مکتوم کو خلیفہ بنا کر دو سو مہاجرین انصار کے ساتھ بنی لحيان کے ارادہ سے حضور نکلے۔ اقصیاب ریح کے ساتھ جو سلوک بنی لحيان نے کیا تھا اُس کا ذکر ہو چکا ہے۔ اس دفعہ آپ کا مقصد یہ تھا کہ بنی لحيان کو سزا دی جائے۔ مگر مقصد کو پوشیدہ رکھنے کے خیال سے آپ نے شام کی طرف سفر کیا۔ اور شام کے راستہ میں صحبرات الہمام تک گئے وہاں نجد کی طرف مکہ کی راہ میں پلے بٹری تیزی کے ساتھ دماں سے غران آؤ غران

لہ غران بغم غین جمعہ و تخیف را رہلہ قریب من الحدیبیہ کذا فی النہایہ ۱۲ منہ

ایک وادی ہے آج اور عثمانؓ کے درمیان جہاں بنی نجمان کے منازل ہیں اور یہی جگہ ہے جہاں اصحاب رسول اللہ مصائب میں مبتلا ہوئے اور قتل کئے گئے تھے۔ حضورؐ نے انکے لیے رحم و مغفرت کی دعا فرمائی۔

حضورؐ کے پہنچنے کی خبر جب بنو نجمان کو ملی تو وہ جبال و شوب میں بھاگ گئے۔ دو روز تک حضورؐ وہاں ٹھہرے کوئی نظر نہ آیا۔ آپؐ نے ادھر ادھر سرایا بھی مگر کوئی نہ ملا تب آپؐ نے مکہ کی طرف بڑھے اور عثمانؓ پہنچے۔ عثمانؓ میں ٹھہر کر وہاں سے حضرت صدیقؓ یا حضرت سیدنا ابن عباسؓ کو دینا آدمی کے ساتھ آپؐ نے آگے بھیجا جو کراخ انیم تک گئے مگر کوئی مفالہ نہ ہوا واپس آئے اس سے مقصد صرف یہ تھا کہ قریش کو مسلمان سواروں کے آنے کا حال معلوم ہو جائے اور رعب طاری ہو جائے۔ اس کے بعد حضورؐ مدینہ واپس آئے۔ اس سفر میں چودہ روز آپؐ مدینہ سے باہر رہے واللہ اعلم

سریہ نجد

اس کے بعد رسول اللہؐ نے ایک جماعت کو نجد بھیجا۔ وہ لوگ بنی حنیفہ کے ایک سردار ثمامہ بن اثال حنفی کو گرفتار کر کے لے آئے۔ رسول اللہؐ نے ان کو مسجد کے ستون سے بندھا دیا۔ جب حضورؐ اطراف گئے تو پوچھا کہ ثمامہ کیا حال ہے۔ ثمامہ نے کہا کہ اے محمدؐ اگر قتل کر دو ایک سخن کو قتل کر دو گے۔ اور اگر چھوڑ دو تو ایک شکر گزار کو چھوڑ دو گے۔ اور اگر مال چاہتے ہو تو بتاؤ دیا جائے گا۔ آپؐ چلے گئے۔ دوسرے روز بھی یہی سوال و جواب ہوا۔ تیسرے روز بھی یہی ہوا۔ حضورؐ نے ان کو چھوڑ دیا۔ وہ وہاں سے ایک درخت کے پاس گئے غسل کیا اور پھر

لے آئے۔ بقیۃ الف ویم وکون جیم کنذانی النہایہ ۱۲ منہ

عثمانؓ ہو قریہ جاعتین مکہ والمدینہ کنذانی النہایہ اور قاموس میں ہے کہ عثمانؓ کے وزن پر مکہ سے دو درملہ پر ہے ۱۲ منہ

خدمت میں حاضر ہو کر مسلمان ہوئے۔ اور کہا کہ خدا کی قسم ہمیں جقدر آپ کے چہرے سے نفرت تھی اوتنی کسی چہرہ سے نہ تھی۔ اور آج جتنی آپ کے چہرہ سے محبت ہے اوتنی کسی چہرہ سے نہیں۔ کوئی دین میری نظر میں اتنا بُرا نہ تھا جتنا آپ کا دین۔ اور آج کوئی دین میری نظر میں اتنا محبوب نہیں ہے جتنا آپ کا دین۔ اور یا رسول اللہ میں عمرہ کے لئے جا رہا تھا کہ آپ کے لوگوں نے گرفتار کر لیا۔ اگر آپ اجازت دیں تو عمرہ کروں۔ رسول اللہ نے اُن کو بشارت دی اور عمرہ کا حکم دیا جب یہ مکہ گئے تو قریش نے کہا کہ تم صابنی یعنی بے دین ہو گئے۔ انہوں نے کہا کہ ہمیں میں مسلمان ہو گیا ہوں۔ اور اے اہل مکہ اب تم کو ایک دانہ غلہ کا نہیں ملے گا جب تک رسول اللہ اجازت نہ دیں۔ مکہ میں پیمائش سے غلہ آیا کرتا تھا۔ چنانچہ جب یہ نجد پہنچے تو غلہ رُکوا دیا۔ اہل مکہ سخت پریشان ہوئے۔ اور آخر رسول اللہ سے قرابت کا واسطہ دیکر سفارش چاہی۔ حضور نے سفارش کر دی تو غلہ حسب معمول آنے لگا۔ یہ قصہ صحیح مسلم میں بالتفصیل ہے اور بخاری میں بالاختصار۔

غزوہ ذی قرد

ذی قرد بفتح قاف وفتح رائے مملہ و دال مملہ ایک چشمہ ہے مدینہ سے ایک منزل پر بلاذنی مخطفان کے قریب اس غزوہ کو غزوہ غابہ بھی کہتے ہیں بغین معجمہ وفتح موحده۔ غابہ کے معنی جنگل یہاں وہ میدان مراد ہے جہاں رسول اللہ کے اونٹ رہا کرتے تھے۔ یہ جگہ کوہ سلع کے پاس تھی اور اُس طرف درخت بہت تھے لقاح جمع ہے لقمہ بفتح لام و کسر د و دھ والی اوتنی جو قریب العمد بالولادہ ہو۔

ایک روز رسول اللہ نے اپنے غلام حضرت ربیع کو اپنے اونٹوں کو دیکھنے کیلئے بھیجا۔ ان کے ساتھ سلمہ بن الاکوح تھے اور سلمہ کے پاس طلحہ بن عبید اللہ کا گھوڑا تھا جس کا نام اُنڈیہ تھا۔ نیم الف و نون مفتوح

لہ اکوع بفتح الف و کون کاف و فتح دا و دال مملہ کذا فی المغنی ۱۲ من مکہ صحیح مسلم کی روایت میں گھوڑے کا نام اسی طرح ہے اُنڈیہ بمعجمہ مضمومہ و نون مفتوحہ و دال مشدہ مکسورہ امام نووی کہتے ہیں کہ یہ لفظ اسی طرح ہے قاضی عیاض نے شرح مسلم میں اس کے ہوا کچھ ذکر نہیں کیا۔ اور شارقی میں تہویر و اة مسلم نے اسی طرح مروی ہے لیکن ابی الخداسے ابدیہ یعنی بار موحده بجائے نون کے مروی ہے اور ابن قتیبہ نے بھی یہی کہا ہے۔ لیکن صحیح دی ہے جو تہویر عذین نے کہا ہے آرمی نے کہا کہ ابن قتیبہ نے خطا کیلئے واللہ اعلم ۱۲ من

و دال مشد مکسورہ لوگ بڑی سوری راستہ ہی میں تھو کہ عین بن جھن خزاری یا جلد الرحمن بن عینہ نے رسول اللہ کے اونٹوں پر حملہ کر دیا۔ اور سب کو ہانک کرنے لگے۔ راعی کو جو عسفان کا ایک شخص تھا قتل کر دیا اور اس کی عورت کو بھی لے گئے۔ بعض روایت ہے کہ یہ راعی حضرت ابوذر غفاری کے لڑکے تھے مگر ابن قیم کہتے ہیں کہ یہ قول نادر ہے۔ ابن اسحق کہتے ہیں کہ سلمہ بن الاکوع ثینۃ الوداع میں پہنچے تو واقعہ کا علم ہوا اور دشمن کے سوار نظر آئے انہوں نے رباح سے کہا کہ تم اس گھوڑے کو لے جاؤ طلحہ کو دیدیجیو اور رسول اللہ کو واقعہ کی خبر کر دو۔ اور ہم دشمن کے تعاقب میں جاتے ہیں حضرت سلمہ بڑے زبردست تیرا انداز تھے اور اس وقت اُنکے پاس تیریں موجود تھیں اور تلوار بھی پاس تھی۔ انہوں نے سلع کے دامن میں زور سے آواز دی۔ یا صبا حاہ تا کہ خطرہ کی خبر مدینہ میں ہو جائے اور اس کے بعد روانہ ہو گئے۔ اور تنہا پیادہ دشمن کے تعاقب میں چلے۔ اس کے بعد دشمن کے قریب پہنچ کر تیر مارنا شروع کیا ہر تیر میں ایک شخص کو مجروح کرتے تھے اور پھر کہتے تھے انا ابن الاکوع والیوم یوم المصم یعنی ہم ابن اکوع ہیں اور آج جا پخ کا دن ہے دیکھیں کس نے کتنا ماں کا دودھ پیا ہے۔ اُن کی طرف کوئی رخ کرنا تو درخت کی آڑ سے تیر مار کر زخمی کر دیتے کبھی پہاڑیوں پر چلے جاتے کبھی نظر سے چھپ جاتے ایک تنگ راستہ دو پہاڑیوں کے درمیان سے جاتا تھا جب دشمن اُس راستے چلے تو انہوں نے اوپر جا کر پتھر مارنا شروع کیا۔ الغرض اس طرح دشمن کو جو اس باختہ کر دیا اور ان بھوں نے ہزار کوشش کی یہ ماتھ نہ آئے۔ خود فرماتے ہیں کہ رسول اللہ کے جتنے اونٹ تھے وہ ہم نے اُن سے واپس لے لیا۔ اونٹوں کو مدینہ کی طرف ہٹا دیا اور پھر اُنکا تعاقب کیا۔ اب یہ حالت ہوئی کہ چادریں اور نیزے بوجھ ہلکا کرنے کے لئے وہ پھینک دیتے ہم اُن پر نشان کے لئے پتھر رکھ دیتے اور پھر تعاقب کرتے۔ حتیٰ کہ تیس سے زیادہ چادریں اور اتنے ہی نیزے انہوں نے پھینکے مگر ہم نے تعاقب نہ چھوڑا۔

سہ خزاری یقع فابعدہ زائے بمجر خیفہ بعدہ الف بعدہ رائے ہلکہ کذا فی المغنی ۱۲ منہ

یہ تو اس طرح تنہا دشمن کے پیچھے لگے رہے۔ وہاں مدینہ میں جب خبر پہنچی تو شور ہو گیا۔ سب سے پہلے مقداد بن عمرو گھوڑے پر سوار ہو کر خدمت میں حاضر ہوئے۔ حضور نے اُن کے نیزہ سے لوا باندھ دیا اور کہا کہ جلد بڑھو۔ سلمہ تنہا قاقب کر رہے ہیں۔ ہم لوگ بھی ابھی آتے ہیں۔ پھر عباد بن بشر سعد بن زید۔ اسید بن ظہیر عکاشہ بن محقق۔ محرز بن فضلہ۔ ابوقنادہ۔ ابو عیاش عبید بن زید۔ کو حضور نے روانہ کیا۔ ابن اسحق کہتے ہیں کہ سعد بن زید کو حضور نے علم دیا۔ اللہ اعلم اس کے بعد مدینہ میں ابن ام مکتوم کو خلیفہ بنا کر خود حضور مع شکر اسلام روانہ ہوئے۔ سلمہ بن الاکوٹھ کہتے ہیں کہ ایک مقام پر ایک فزاری اُس جماعت کے پاس آیا اور سب ملکر کھانے لگے ہم بھی ایک طرف بیٹھ گئے۔ فزاری نے سب کو پریشان دیکھ کر پوچھا کیا حال ہے کہا کیا کوں آج صبح سے اس شخص نے ہم لوگوں کو پریشان کر دیا ہے جتنے کہ ہمارے پاس کچھ نہ رہا اسکے بعد رسول اللہ کے سوار درختوں میں سے نمودار ہوئے سب سے آگے آخرم تھے پھر ابوقنادہ انصاری فارس رسول اللہ پھر مقداد بن الاسود الکندی (مقداد بن عمرو ہی کو مقداد بن الاسود کہتے ہیں) دشمن اُن کو دیکھتے ہی بھاگے۔ مگر ہم نے آخرم کی لگام پکڑ لی کہ تنہا نہ جاؤ رسول اللہ کو آنے دو۔ آخرم کا نام محرز بن فضلہ تھا اور انھیں کو قیس بھی کہتے تھے انہوں نے کہا کہ اے سلمہ اگر خدا اور قیامت پر ایمان رکھتے ہو اور جنت و دوزخ کو حق جانتے ہو تو میرے اور شہادت کے درمیان حائل نہ بنو میں نے لگام چھوڑ دیا۔ آخر وہ بڑھے عبدالرحمن فزاری سے اُن سے مقابلہ ہوا اور شہید ہوئے۔ اس کے بعد ابوقنادہ فارس رسول اللہ بڑھے اور عبدالرحمن بن عیینہ کو قتل کیا ابن اسحاق نے بجائے عبدالرحمن کے حبیب بن عیینہ نام بتایا ہے۔ واللہ اعلم اس کے بعد حضرت سلمہ نے پھر قاقب شروع کیا۔ وہ لوگ چشمہ ذی قرد پر پانی پینا چاہتے تھے انہوں نے تیر مارنا شروع کیا وہ بھاگے مغرب تک پیچھا کیا اور دو گھوڑے چھینے۔ جب لوٹ کر آئے تو دیکھا کہ ذی قرد پر رسول اللہ شریف رکھتے ہیں اور بلال گوشت بھون

۱۵۷ یعنی عباد بن بشر بن دقش بن زغبہ بن زعورار ۱۲۷

رہے ہیں۔ انہوں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ سب پیاسے اور پریشان ہیں آپ ہمیں ایک تلو آدمی دیجئے سب کو مارے ڈالتا ہوں حضور سکرائے اور فرمایا اذما ملکت فاجتنبہ یعنی جب خدانے تم کو غلبہ دیا تو اب نرمی کرو۔ اور یہ بھی فرمایا کہ وہ بنی غطفان میں پہنچ گئے ہیں۔

اس غزوہ میں دو شخص شہید ہوئے ایک انحرم یعنی محرز بن نضله اور دوسرے وقاص بن محرز المدلبی حضور نے فرمایا کہ ہمارے سواروں میں سب سے بہتر ابو قتادہ ہیں اور پیادوں میں سب سے بہتر سلمہ بن الاکوع حضور نے لوٹتے وقت حضرت سلمہ کو اپنا رديف بنایا۔

تمام اصحاب سیر اس غزوہ کو حدیبیہ کے پہلے لکھتے ہیں اسی لئے یمن نے بھی یہاں لکھا لیکن صحیح یہ ہے کہ یہ غزوہ حدیبیہ کے بعد ہوا۔ صحیحین کی روایت ہے سلمہ بن الاکوع کہتے ہیں کہ ہم لوگ جب حدیبیہ سے لوٹ کر مدینہ پہنچے اُس کے بعد قحاح رسول اللہ پر حملہ کا یہ واقعہ ہوا اور اس غزوہ سے لوٹ کر تین دن کے بعد غزوہ خیبر کے لئے روانہ ہوئے۔

بعض سرایا

حدیبیہ کے قبل سلمہ میں بعض سرایا کا ذکر واقعہ میں کیا ہے۔ اور ردۃ الاحباب مواہب لدنیہ۔ معارج النبوة۔ مدارج النبوة وغیرہ میں بھی اُن کا ذکر آتا ہے۔ مگر اس سرایا کی ترتیب میں بڑا اختلاف ہے۔ ٹھیک زمانہ کی تعیین بہت مشکل ہے۔ اِن سرایا کے واقعات کا ذکر احادیث صحیحہ میں موجود ہے مگر اُس میں بھی تاریخ مذکور نہیں۔ البتہ بعض شواہد ایسے موجود ہیں جس سے یہ ثابت ہو جاتا ہے کہ یہ حدیبیہ کے پہلے کے واقعات ہیں یا بعد کے یا کون پہلے کے کون بعد کے۔ ہم اصحاب سیر کی اتباع میں ان سرایا کو یہاں پر لکھتے ہیں لیکن جن سرایا کو حدیبیہ کے بعد ہونا چاہیے اُس کے وجوہات کو اس کے ضمن میں بتا دیں گے۔

عُكَاشَةُ بْنُ مَخْصَنٍ الْغُمَرَاءُ عُكَاشَةُ بْنُ مَخْصَنٍ الْغُمَرَاءُ عُكَاشَةُ بْنُ مَخْصَنٍ الْغُمَرَاءُ

لہ فایح اول ہمزہ پھر سین مہملہ ساکنہ پھر جیم مسورہ پھر حار مہملہ معناه فاحن دارق کذا قال النوی فی شرح ایشلم ۱۲ منہ

فتح صادق مہلہ غر بنین معجمہ مکسورہ۔

عکاشہ بن محسن اسدی کو حضور نے چالینس آدمیوں کے ساتھ بنی اسد کے مقابلہ کے لئے
 عمر بھیا ان میں ثابت بن ارم اور سبلع بن دحب بھی تھے۔ یہ لوگ قریب پہنچے تو بنی اسد
 مکانوں کو خالی چھوڑ کر پہاڑوں میں بھاگ گئے۔ کوئی نہ ملا۔ البتہ ایک شخص سے اُن کی ہوشی
 اور چراگاہ کا پتہ مل گیا۔ جہاں دو تلوادٹ ملا یہ لوگ اس کو مدینہ لے آئے۔

محمد بن مسلمہ بذی القفصہ | ذی القفصہ بضم قاف و فتح صادق مہلہ مشدّدہ

زیج الاول سلسلہ میں حضور نے محمد بن مسلمہ کو دین آدمیوں کے ساتھ بنی نعلہ کی طرف
 بھیجا یہ لوگ اُن کے موضع ذی القفصہ تک پہنچے مگر وہ لوگ لکھیں گا ہوں میں چھپ گئے شب کے
 وقت جب صحابہ بے خبر سو رہے تھے انہوں نے حملہ کر کے سب کو شہید کر دیا۔ محمد بن مسلمہ بھی مجروح
 پڑے تھے کوئی مسلمان اُن کو پیٹھ پر لا کر مدینہ لایا۔

ابن عبیدہ ابن الجراح بذی القفصہ | محمد بن مسلمہ کے واقعہ کے بعد زیج الآخر سلسلہ میں
 حضور نے حضرت ابو عبیدہؓ کو چالینس آدمیوں کے ساتھ

ذی القفصہ بھیجا۔ یہ راتوں رات گئے اور صبح کو اُن پر حملہ کر دیا وہ ناب نہ لاسکے اور پہاڑوں میں
 بھاگ گئے۔ ایک شخص ملا وہ مسلمان ہو گیا اس لئے اُس کو چھوڑ دیا لیکن اُن کے سب
 جانور اور اسباب کو مدینہ لے آئے۔

زید بن حارثہؓ بنی سلیم | اسی زیج الآخر سلسلہ میں حضور نے ایک جماعت کے ساتھ

بطن نخلہ کے پاس بنی سلیم کا موضع ہے مواء حب لدنیہ میں ہو کر یہ جگہ مدینہ سے چار کروہ ہے۔
 جب زیدؓ وہاں پہنچے تو ایک عورت ملی جس کا نام علیمہ تھا۔ اُس نے بنی سلیم کے ایک مقام
 کا پتہ بتایا جہاں اُن کے جانور رہتے تھے وہاں بہت سے اونٹ بکریاں اور قیدی تھے۔
 ان قیدیوں میں علیمہ کا شوہر بھی تھا۔ یہ سب کو مدینہ لے آئے۔ حضور نے علیمہ اور اُس کے

شوہر کو آزاد کر دیا۔

زید بن حارثہ بطرق بنی ثعلبہ | جمادی الاول سلسلہ میں حضور نے زید بن حارثہ کو

مدینہ سے چھتیس میل پر کفار ڈر سے بھاگ گئے اُن کے اموال میں سے بیس اونٹ ملا جس کو یہ مدینہ لے آئے۔

زید بن حارثہ بعیص | عیص بکسر عین مملہ و سکون تحتانیہ۔ مدینہ سے چار میل پر ایک مقام ہے اسی جمادی الاول سلسلہ میں حضور نے نثرادیوں کو ساتھ

زید بن حارثہ کو عیص بھجا۔ غرض یہ تھی کہ قریش کا ایک قافلہ شام گیا تھا اُس کو روکا جائے چنانچہ اُس قافلہ کو ان لوگوں نے روکا اُدیوں کو گرفتار کیا اور اموال پر قبضہ کیا۔

مشہور یہ ہے کہ ابوالعاص بن الزبج رسول اللہ کے داماد اور حضرت زینب کے شوہر اسی قافلہ میں تھے اور زید بن حارثہ کے اسی سر پر لے اُن کے مال پر قبضہ کیا جو بعد کو حضرت زینب کے

امان دینے کی وجہ سے واپس ہوا اور ابوالعاص سلمان ہوئے۔ اسدا الغابہ سے یہی سمجھا جاتا ہے۔ مدارج النبوة میں روضۃ الاجاب وغیرہ سے یہی منقول ہے بعضوں نے ابن اسحاق کا قول

بھی یہی بیان کیا ہے مگر یہ صحیح نہیں ہے۔ صحیح یہ ہے کہ ابوالعاص بن الزبج فسخ مکہ کے قریب سلمان ہوئے صلح حدیبیہ کے بہت بعد اور رسول اللہ کے سر پر لے اُن کے قافلہ پر قبضہ نہیں

کیا کیونکہ صلح کے بعد ہندہ کے زمانہ میں حضور نے قریش کے خلاف کوئی سر پر نہیں بھجا کیونکہ یہ معاہدہ کے خلاف تھا۔ ہم ابن اسحاق اور موسیٰ بن عقبہ کی روایت نقل کرتے ہیں جس سے واقعہ کی

اصلی نوعیت معلوم ہو جائے گی۔ ابن اسحاق نے غزوہ بدر کے قیدیوں میں اس واقعہ کو با تفصیل لکھا ہے۔ لکھتے ہیں کہ

ابوالعاص جب بدر سے پھوٹ کر مکہ گئے اور زینب مدینہ آ گئیں تو دونوں میں اسلام کی وجہ سے تفریق ہو گئی۔ وہ مکہ میں رہے اور یہ مدینہ میں رہیں۔ حتیٰ کہ فسخ مکہ سے تھوڑا قبل ابوالعاص

ن الریح تجارت کی غرض سے شام کی جانب روانہ ہوئے۔ اور چونکہ یہ بہت امانت دار شخص مشہور تھے قریش کے بہت سے آدمیوں کا مال اُن کے ساتھ تھا جب یہ فارغ ہو کر شام پہنچے تو رسول اللہ کے سر پہ لے ان کو روکا۔ تمام اموال پر قبضہ کر لیا اور ان کو بھاگنے پر مجبور کیا۔ صواب سر پہ مال لیکر واپس آئے۔ اور ابوالعاص رات کے وقت چھپ کر زینب بنت رسول اللہ کے پاس آئے اور اُن سے امان چاہا۔ اُنہوں نے امان دیا مگر ابوالعاص کی اصل غرض یہ تھی کہ کسی طرح مال واپس مل جائے۔

صبح کے وقت جب رسول اللہ نماز کے لئے نکلے اور تکبیر ہوئی تو صف کے درمیان سے حضرت زینبؓ نے آواز دی کہ اے لوگو میں نے ابوالعاص ابن الریح کو امان دیا ہے اور اپنے جوار میں لیا ہے نماز کے بعد رسول اللہ نے پوچھا کہ تم لوگوں نے کچھ مناسب نہ کیا کہ ماں کہنے فرمایا کہ خدا کی قسم ان باتوں کا ہمیں کچھ علم نہیں ہے بس جو تم نے سنا وہی ہم نے بھی سنا ہے۔

حضرت زینبؓ نے گئے تو حضرت زینبؓ سے کہا کہ بیٹی دیکھو وہ تم سے ملنے نہ پائے۔ تو اس کے لئے حلال نہیں ہے کیونکہ وہ اب تک کافر ہیں اس کے بعد حضورؐ نے اُس سر پہ کے لوگوں کو بلوایا اور کہا کہ ابوالعاص کا اور میرا جو تعلق ہے اس سے تم لوگ واقف ہو۔ تم نے اُس کے مال پر قبضہ کیا ہے اگر احسان کرو اور واپس کر دو تو یہ بات مجھ کو پسند ہوگی۔ اور اگر ایسا نہ کرو تو وہ غنیمت ہے اور تم اُس کے زیادہ مستحق ہو سب نے کہا کہ ہم واپس کیے دیتے ہیں جس کے پاس اُس میں کی جو چیز تھی وہ لے آیا۔ یہاں تک کہ ڈول اور اونٹ باندھنے کی رستی بھی آگئی اور کوئی چیز بھی اُس میں کی گم نہ ہوئی۔ ابوالعاص ان سب چیزوں کو لیکر مکہ گئے اور جس کی جو چیز تھی اُس کو دیدی۔ اور پوچھا کہ اے قریش کیا کسی کی کوئی چیز باقی ہے سب نے کہا کہ نہیں جزاک اللہ ہم نے تم کو پورا پورا امانت دار پایا۔ اُنہوں نے کہا اَشْهَدُ اَنْ لَا اِلَهَ اِلَّا اللہ وَاَشْهَدُ اَنْ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُولُہٗ ہم اب تک اس ذرے مسلمان نہ ہوئے کہ کہیں تم یہ نہ سمجھو کہ ہم تمہارا مال لینے کے لئے مسلمان ہوئے ہیں۔ اس کے بعد وہ پھر مدینہ چلے آئے۔

ابن اسحاق حضرت ابن عباسؓ سے روایت کرتے ہیں کہ حضورؐ نے چھ برس کے بعد پہلے ہی نکاح پر حضرت زینبؓ کو ابوالعاص ابن الزبج کے سپرد کیا اور کوئی جدلیات نہ ہوئی قابل غور یہ ہے کہ ابن اسحاق کہتے ہیں کہ فتح مکہ سے تھوڑا قبل یہ واقعہ ہوا۔ اور پھر آخر میں کہتے ہیں کہ تفریق کے چھ برس بعد زینبؓ اور ابوالعاصؓ ملے۔ تفریق سلسلے میں غزوہ بدر کے بعد ہوئی اس لئے یہ ملاپ سلسلے میں فتح مکہ سے پہلے ہونا چاہیے۔ لیکن درمیان میں کہتے ہیں کہ رسول اللہؐ کے سر پہنے ان کے مال پر قبضہ کیا۔ حالانکہ وہ حد نہ کا زمانہ ہے اور حد نہ کے زمانہ میں قریش کے خلاف حضورؐ نے کوئی سر پہ نہیں بھیجا کیونکہ یہ معاہدہ حدیبیہ کے خلاف تھا۔ مگر یہ یاد رکھنا چاہیے کہ ابن اسحاق نے اس سسرہ کا یا اس کے امیر کا نام نہیں بتایا ہے موسیٰ بن جعفر کی روایت اب ہم لکھتے ہیں اس سے مطلب واضح ہو جائے گا۔

موسیٰ بن جعفر کہتے ہیں کہ ابوالعاص بن الزبج کو جن لوگوں نے ایسر کیا اور ان کے مال پر قبضہ کیا وہ ابوبصیر عقبہ بن اسید ثقفی۔ اور ابو جندل بن شہیل اور ان کی جماعت تھی۔ سلسلہ حدیبیہ کے بعد مکہ کا کوئی شخص مسلمان ہو کر مدینہ جانا تو صلح کے شرائط کے موافق حضورؐ اس کو مدینہ میں نہیں رکھ سکتے تھے۔ اور ایسے لوگ نہ مکہ جاسکتے تھے نہ جانا پسند کرتے تھے اس لئے ایسے مسلمان ابوبصیر ثقفی کے ماتحت ساحل بحر پر پھیر گئے اور ان لوگوں نے قریش کے تجارتی قافلوں کا راستہ بند کر دیا۔ یہ لوگ معاہدہ کے پابند نہ تھے اس لئے کہ مدینہ آئے نہیں نہ حضورؐ ان کے ذمہ دار تھے اس لئے کہ خود قریش نے شرط کر کے ان کو حضورؐ سے الگ کر رکھا تھا یہ لوگ حد نہ کے زمانہ میں برابر قریش کے قافلوں کو روکتے رہے۔ اور انہیں لوگوں نے ابوالعاص ابن الزبج کا قافلہ بونا تھا لیکن چونکہ مسلمان تھے اور رسول اللہؐ کے رشتہ کا ادب کرتے تھے اس قافلہ کے کسی شخص کو قتل نہیں کیا۔ اور ابوالعاص کو بھی چھوڑ دیا۔ جب ابوالعاصؓ حضرت

سلسلہ ابوبصیر فتح موحده و کسرہ صلاوہ ہوا اور ان کے والد کا نام اسید ثقفی بفتح الف و کسرہ بین مہملہ و بخلاف اسید بن خنصر انصاری کے ان کا نام بضم الف و فتح بین ہے تصغیر کے وزن پر ۱۲ اسنہ

زینبؓ کی پناہ لی تو رسول اللہؐ نے صحابہ سے کہا کہ ابو العاص کے اموال پر ابو جندلؓ اور ابو بصیرؓ نے قبضہ کر لیا ہے مگر کسی آدمی کو مارا نہیں ہے۔ اب زینبؓ سفارش کرتی ہے کہ ہم ابو العاص کو اپنے پناہ میں لے لیں کیا تم لوگ راضی ہو۔ اس پر سب صحابہ نے رضامندی ظاہر کی۔ یہ جرحب ابو بصیرؓ وغیرہ کو ملی تو ان لوگوں نے تمام مال واپس کر دیا۔

اس کے بعد رسول اللہؐ نے ابو جندلؓ اور ابو بصیرؓ کو لکھا کہ تم لوگ مدینہ چلے آؤ اور اپنے ساتھیوں کو منتشر کر دو جو جہاں جانا چاہے چلا جائے اور قریش کے قافلوں سے تعرض نہ کرو۔ یہ خط جس وقت پہنچا اس وقت ابو بصیرؓ سکرات میں تھے ان کا انتقال ہو گیا اور یہ خط ان کے سینہ پر تھا۔ ابو جندلؓ نے ان کو وہیں دفن کیا اور اس کے بعد مدینہ چلے آئے اس کے بعد قریش کے قافلے مامون ہو گئے۔ موسیٰ بن عقبہؓ نے اس قصہ کو آیام زہری سے روایت کیا ہے ابن اسحاق کی روایت میں جو سیرۃ رسول اللہؐ کا ذکر ہے اس سے یہی لوگ مراد ہوں تو اختلاف باقی نہیں رہتا۔ اور چونکہ یہ لوگ بھی مسلمان تھے اس لئے سیرۃ رسول اللہؐ کا اطلاق ان پر بیجا نہ ہوگا۔ الغرض یہ قصہ غزوہ مدینہ کے بہت بعد کا ہے یعنی شہ ہجری کا اور زید بن حارثہؓ کے سر پہ کے ساتھ اس قصہ کو ملا دینا شائع ہے۔ ابو العاص بلاشبہ زمانہ ہندہ میں مسلمان ہوئے فتح مکہ کے قریب۔ ابن عباسؓ کی مذکورہ بالا روایت کو ترمذی نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں کہ اس کی سند میں کوئی خرابی نہیں ہے یعنی لا باس ہے اور زید بن ہارون کا قول لکھتے ہیں کہ حدیث ابن عباسؓ جو وہ ہے اسناداً و اشراطاً

سیرۃ زید بن حارثہؓ بہ حسی | ابن اشیر کہتے ہیں جسم بجائے مہلہ و سین مہلہ بنی جذام کا ایک بلدہ ہے اور مدارج النبوة میں ہے کہ یہ وادی القری کے آگے

ہے۔ وادی کہتے ہیں کہ اسی سال حضورؐ نے زید بن حارثہؓ کو حسی کی جانب بھیجا۔ واقعہ یہ ہوا کہ حضورؐ نے زید بن حارثہؓ کو قیصر کے پاس دعوت اسلام کا خط لیکر بھیجا تھا۔ وہ جب واپس ہوئے اور ان کے ساتھ قیصر کے دیئے ہوئے تحائف بھی تھے۔ تو حسی نے راتہ رات کا اور سب

چھین لیا۔ انہوں نے رسول اللہ کو اگر خبر دی۔ رسول اللہ نے زید بن حارثہ کو جی کی طرف بھیجا اور دجیہ بن خلیفہ کلثمی کو بھی اُن کے ساتھ واپس بھیجا۔ انہوں نے جا کر انتقام لیا اور تحائف بھی واپس لائے اور ہزاروں جانور اور سیکڑوں قیدی لائے۔

یہ قہر قینا حدیبیہ کے بعد کا ہے بلا شک۔ اس لیے کہ حضور نے حدیبیہ سے واپس آنے کے بعد محرم شہ میں ایک روز چھ قاصد شاہان عالم کے پاس روانہ کئے۔ اُن چھ میں ایک دجیہ بن خلیفہ کلثمی بھی تھے جو قہر کے پاس حضور کا خط لیکر گئے تھے۔

عسلی مری بہ فدک | ابن قیم واقفی سے روایت کرتے ہیں کہ اسی سال حضرت علیؑ

دو سو آدمی کے ساتھ فدک گئے معلوم ہوا تھا کہ وہاں کا قبیلہ بنی سعد بن بکر فوج جمع کر رہا ہے تاکہ خیبر کے یہود کی امداد کرے۔ حضرت علیؑ اس طرح گئے کہ رات کو چلتے اور دن کو چھپ جاتے۔ ان لوگوں کو ایک شخص ملا جس کو بنی سعد نے خیبر بھیجا تھا اور امداد کا وعدہ کیا تھا اس شرط پر کہ خیبر کی کجور اُن کو دی جائے۔ مدارج النبوة میں ہے کہ حضرت علیؑ نے اس قبیلہ پر کا ایک حملہ کیا وہ بھاگ گئے پانچ سو آدمی اور دو ہزار بکری غنیمت میں ملی جس کو یہ مدینہ لائے مسلمانوں کا کچھ نقصان نہ ہوا۔

عبدالرحمن بن عوف بدومتہ الجندل | اسی سال شعبان کے مہینہ میں حضور نے حضرت عبدالرحمن بن عوف کو دومتہ الجندل بھیجا اور اُن کو

کہدیا کہ قوم مطلع ہو جائے تو اُس کے سردار کی لڑکی سے تم نکاح کر لیجو۔ وہ قوم مسلمان ہو گئی اور انہوں نے منافقہ بنت الابیہ سے نکاح کر لیا۔ اسی قوم کا رئیس اور سردار تھا یہی منافقہ ابوسلمہ بن عبدالرحمن کی ماں ہیں۔ ابوسلمہ اکابر تابعین میں سے ہیں اور مدینہ کے مشہور فقہاء سبعہ میں سے ایک ہیں۔

زید بن حارثہ بوادی القری | حضور نے اسی سال رمضان شہ میں زید بن حارثہ کو وادی القری کی طرف بھیجا۔ وجہ یہ ہوئی کہ زید بن حارثہ

کے لئے شام گئے تھے اور صحابہ کا مال بھی ان کے ساتھ تھا۔ شے وقت دادی القریٰ میں قبیلہ
فزارہ کی ایک جماعت بنی بدر نے ان کے قافلہ پر ڈاکہ ڈالا۔ اُن کی تعداد کم تھی اس لئے
اُن سبھوں نے اُن کو بہت مارا بھی اور سب مال بھی لے لیا۔ یہ مدینہ آئے تو رسول اللہ نے
اُن کی امداد کے لئے ایک جماعت دی اور پھر انہیں کو بھیجا۔ اس دفعہ یہ گئے تو ان سے بدلا
لیا۔ کچھ لوگوں کو قتل کیا باقی بھاگ گئے۔ اُن کی عورتوں کو گرفتار کر کے مدینہ لے آئے۔

ابن قیم داقدی سے روایت کرتے ہیں کہ سوال سلسلہ میں
سریہ کرز بن خالد الفہری بیتن سوار غوینین کی طلب میں کرز بن خالد الفہری کے ماتحت
گئے۔ ابن سعد اور ابن جان نے بھی اسی قول کو قبول کیا ہے۔ اس بنا پر یہ واقعہ حدیبیہ کے
قبل کا ہے اس لئے کہ حدیبیہ کا عمرہ ذیقعدہ میں ہوا جیسا کہ آگے آتا ہے۔

عُکْلٌ وَغُرَيْنَةٌ

عُکْلٌ بضم عین مہملہ و سکون کاف۔ غُرَيْنَةٌ بضم عین مہملہ دفع رائے مہملہ یہ دونوں قبیلوں کا
نام ہے اُن کا قفقہ صحیحین میں اور اردو دوسری کتابوں میں مذکور ہے۔ وہ یہ ہے کہ عُکْلٌ وَغُرَيْنَةٌ
کی ایک جماعت رسول اللہ کی خدمت میں آئی اور مسلمان ہوئی پیچھے رسول اللہ سے ان لوگوں کی
شکایت کی کہ مدینہ کی آب و ہوا میں موافق نہیں آئی کیونکہ ہم لوگ اہل ضرع ہیں یعنی
اونٹ گائے بکری پالتے ہیں اہل ریف یعنی اہل زراعت نہیں ہیں مطلب یہ ہے کہ ہم لوگ
میدانوں میں جانور چراتے ہیں آبادیوں میں رہنے کی عادت نہیں ہے بعض روایات میں ہے
کہ اُن کے سپٹ پھول گئے تھے اور چہرہ زرد ہو گیا تھا۔ حضور نے ان کو ذود دلوایا اور کہا کہ
اس کو چرایا کرو اور اُنسی کا دودھ اور پیشاب پیو۔ ذود ایسی جگہ کو کہتے ہیں جس میں تبن سے
زیادہ اور دمن سے کم جانور ہوں۔ چنانچہ اس دودھ اور پیشاب کے پینے سے وہ سب بالکل
اچھے ہو گئے۔ مگر جب اچھے ہوئے تو رسول اللہ کے راعی کو قتل کر دیا اور اونٹوں کو لیکر بھاگ

حضرت نافع سے مروی ہے کہ عمرہ حدیبیہ ۶ھ کے ذیقعد میں ہوا ابن قیم کہتے ہیں کہ یہی صحیح ہے۔ یہی قول ہے امام زہری۔ قتادہ۔ موسیٰ بن عقبہ۔ اور محمد بن اسحق وغیرہ کا۔ البتہ ہشام

بن عروہ حضرت عروہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضور مدینہ سے رمضان میں نکلے اور شوال میں مدینہ میں تھے۔ مگر یہ وہم ہے خود حضرت عروہ سے ابوالاسود روایت کرتے ہیں کہ ذیقعد میں ہوا اور حضرت انسؓ سے صحیحین میں مروی ہے کہ حضور نے چار عمرہ کیا سب ذیقعدہ میں انہیں عمرہ مدینہ کو بھی ذکر کیا ہے۔

اور صحیحین میں حضرت جابر بن عبد اللہؓ سے مروی ہے کہ عمرہ مدینہ میں حضور کے ساتھ نذرہ سوادی تھے۔ اور انہیں سے یہ بھی مروی ہے کہ چودہ تو تھے۔ اور صحیحین ہی میں عبد اللہ بن ابی ادنیٰ سے مروی ہے کہ تیرہ تو سوادی تھے۔ بظاہر چودہ تو کا قول راجح معلوم ہوتا ہے حضرت نقل بن یسار۔ برابر بن عازبؓ اور سلمہ بن الاکوعؓ بھی یہی کہتے ہیں۔

واقعہ کی تفصیل یہ ہے کہ رسول اللہؐ نے ایک خواب دیکھا کہ آپ نے اپنے اصحاب کے ساتھ کیا۔ اور خانہ کعبہ کی کلید اپنے قبضہ میں کر لی بعض اصحاب نے ملین کیا بعض نے قصر۔ اس خواب کو آپ نے اصحاب سے بیان کیا۔ اور عمرہ کی تیاری شروع کر دی۔ اور آخر انصار و مہاجرین کے ساتھ عمرہ کی نیت سے روانہ ہو گئے۔ اعراب میں سے جو شخص خوشی سے ساتھ ہوا اس کو لیا۔ نہ ساتھ ہوا اس پر اصرار بھی نہ کیا۔ سوائے تیرا در تلوار کے کوئی سلاح ساتھ نہ لیا۔ اور یہ بات اچھی طرح ظاہر کر دی گئی کہ آپ کا یہ سفر محض عمرہ کی غرض سے ہر جنگ کا قطعاً ارادہ نہیں جو جب آپ ذی الحلیفہ پہنچے تو وہاں جو ہدیٰ یعنی قربانی کے جانور آپ کے ساتھ تھے اُس کی شمار اور تقلید کی اشعار یہ ہے کہ کو مان کو دو جانب سے تھوڑا تھوڑا شق کر دیتے ہیں تاکہ اُس سے خون جاری ہو جائے۔ اور تقلید یہ ہے کہ غلیں وغیرہ کو باندھ کر قلاوہ بناتے ہیں اور ہدی کے گلے میں ڈال دیتے ہیں۔ یہ دونوں باتیں اس بات کی علامت ہوتی ہیں کہ یہ قربانی کے جانور ہیں جن اصحاب کو حیثیت تھی انہوں نے بھی ہدی مقرر کی اس طرح شراؤنٹ قربانی کے لئے آپ کے ساتھ تھے۔ اور حضور کے ہدی میں ایک ابوجہل کا اونٹ بھی تھا جس کے ناک میں چاندی کا حلقہ تھا اور غزوہ بدر میں آپ کے قبضہ میں آیا تھا۔

وہیں سے آپ نے بنی خزاعہ کے ایک شخص کو بھیجا کہ وہ خبر لائے کہ قریش کا کیا خیال
 جب آپ عسفان میں پہنچے تو آپ کا مقرر کردہ شخص وہاں آیا ان کا نام بشر بن سفیان تھا بشر
 لیکن ابن ہشام لکھتے ہیں بسین مہملہ۔ انہوں نے خبر دی کہ جس وقت ہم بنی کعب بن لوی سے
 جدا ہوئے اس وقت وہ آپ سے لڑنے کی تیاریاں کر رہے تھے۔ تو جیسے جمع کی ہیں احباب
 اکٹھا کیا ہے اور آپ کو بیت اللہ میں داخل نہ ہونے دینگے رسول اللہ نے صحابہ سے مسو
 کہ تمہاری کیا رائے ہے۔ کیا ان لوگوں کے مکان پر حملہ کر دیا جائے۔ جو قریش کی امداد کر گئے
 تاکہ وہ منتشر ہو جائیں۔ یا ہم بیت اللہ چلیں اور جو کوئی رُود کے اُس سے لڑیں۔ حضرت
 صدیق نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ہم کسی سے مقابلہ کے لیے نہیں نکلتے ہیں۔ لیکن
 کوئی شخص ہمارے اور بیت اللہ کے درمیان حائل ہو گا تو ہم ضرور لڑینگے۔ حضور نے کوئی
 حکم دیا مگر فرمایا کہ کراع الیم میں خالد بن الولید قریش کے طلسم پر مقرر ہیں اس لیے دُور
 ہاتھ سے بچ کر چلو۔ یہ نیا راستہ بڑا مشکل اور بڑا نیشب و فراز تھا مگر صحابہ نے تعمیل حکم کی
 راستے سے چلے جب بنیہ المرار میں پہنچے تو آپ کا اونٹ صھوی بیٹھ گیا۔ لوگوں نے اٹھانے
 کوشش کی مگر نہ اٹھا۔ آپ نے فرمایا کہ جس نے اصحاب قیل کو مکہ سے رُودک دیا تھا اُسی نے
 اس کو رُودک دیا ہے ورنہ یہ اونٹ ایسا نہیں ہے۔ اس کے بعد آپ نے فرمایا کہ خدا کی قسم
 میں اُن تمام باتوں کو قبول کروں گا جس میں حرم کی تعظیم ہوگی۔ اس کے بعد قصویٰ کو اُٹھا
 گیا تو وہ اٹھ کر چلنے لگا۔ جتنے کہ آپ مدینہ کے ایک انتہائی مقام میں ٹھہرے۔ وہاں پر جو قیل
 تھا یعنی یرانا کو اس میں پانی بہت قلیل تھا۔ اُس کا پانی جلد ختم ہو گیا۔ سب لوگ راستے
 ہوئے تھے پیاس سے پریشان ہو گئے اور اٹش اٹش کرنے لگے حضور نے اپنے تیردان
 ایک تیر نکال کر دیا کہ اُس میں ڈال دو۔ ڈالتے ہی اتنا پانی نکلا کہ سارا لشکر سیراب ہو گیا۔
 اس کے بعد رسول اللہ نے ارادہ کیا کہ کسی کو قریش کی طرف بھیجیں۔ حضرت عمر بن الخطاب
 آپ نے کہا مگر انہوں نے کہا کہ یا رسول اللہ مکہ میں کوئی بنی کعب نہیں ہے کہ کفار اگر بھی

ایذا دیں تو وہ طرفداری کرے آپ عثمان بن عفان کو بھیجے۔ آپ نے حضرت عثمان کو قریش کی طرف بھیجا۔ اُن سے کہا کہ تم کفار سے کہنا کہ ہم محض عمرہ کی نیت سے آئے ہیں قتال مقصود نہیں ہے۔ اور کفار کو اسلام کی دعوت دیجو۔ اور جو مرد و عورت مسلمان مکہ میں ہیں اُن کو بشارت دیجو کہ خداوند کریم جلد اسلام کو مکہ میں غالب کرنے والا ہے۔ جب یہ چلے تو راستہ سے ابان بن سعد بن العاص نے اُن کو اپنے گھوڑے پر بٹھالیا۔ اور اُن کو اپنے جوار میں مکہ لے گئے۔ حضرت عثمان کے جلنے کے بعد صحابہ کہنے لگے کہ عثمان کو ہم سے قبل طواف کا موقع مل گیا۔ رسول اللہ نے کہا کہ مجھے اُمید نہیں ہے کہ ہم لوگ محصور رہیں اور عثمان طواف کر لے لوگوں نے کہا کہ ان کو طواف سے کیا چیز مانع ہوگی یا رسول اللہ آپ نے فرمایا کہ اُن کا خلوص میرا گمان ہے کہ وہ طواف نہیں کریں گے جب تک ہلوگ بھی ساتھ نہ ہوں۔

بیعت الزموان

حدیبیہ میں فریقین کے لوگ موجود تھے کسی نے ایک فریق پر تیر بھیک دیا۔ بس دونوں طرف تیرا درپتھر چلنے لگے۔ رسول اللہ کو کسی نے خبر دی کہ حضرت عثمان کو کفار نے قتل کر دیا۔ حضورؐ اس وقت ایک درخت کے نیچے بیٹھے ہوئے تھے۔ صحابہ آپ کے پاس جمع ہونا شروع ہوئے۔ آپ نے سب مسلمانوں سے بیعت لی اس بات پر کہ اگر لڑائی شروع ہو جائے تو کوئی شخص فرار نہ ہو۔ سب سے پہلے ابوسنان الاسدی نے بیعت کی۔ اور سلمہ بن الاکوع نے تین دفعہ بیعت کی شروع میں وسط میں اور پھر آخر میں اور جب قدر مسلمان موجود تھے سب نے بیعت کی سوائے ایک شخص کے۔ حضرت عثمان موجود نہ تھے اس لیے آپ نے اپنے ایک ماتہ کو کہا کہ یہ عثمان کا ماتہ ہے اور اُس پر دو سرائے رکھ کر حضرت عثمان کی بیعت لی۔

سلمہ بن قیس بن مغیرہ بنی سلمہ نے بیعت نہیں کی تھی ادنٹ کے ہیٹ میں چُپ کیا تھا اُس کے اتفاق کا ذکر غزوہ تبوک میں آتا ہے و اللہ اعلم ۱۲ منہ

بیعت تمام ہونے کے بعد حضرت عثمان آئے صحابہ نے کہا کہ اے اباعبداللہ تم نے تو بیت اللہ کا طواف کر لیا۔ انہوں نے کہا کہ یہ تم لوگوں نے میرے ساتھ بڑی سخت بدگمانی کی خدا کی قسم اگر میں ایک سال تک موقع ملتا۔ اور رسول اللہ حدیبیہ میں رُکے رہتے تو میں بلا رسول اللہ کے طواف نہ کرتا۔ قریش نے تو مجھ سے طواف کے لئے کہا مگر میں نے انکار کر دیا۔

گفت و شنید

اس کے بعد بديل بن ورقا خزاعي بنی خزاعہ کے چند آدمیوں کے ساتھ رسول اللہ کے پاس آئے یہ رسول اللہ کے مخلصین میں سے تھے بعض کہتے ہیں کہ پوشیدہ مسلمان تھے بعض کہتے ہیں کہ مسلمان تو نہ تھے مگر اہل مکہ کی باتوں سے رسول اللہ کو مطلع کر دیا کرتے تھے۔ اور ان کا قبیلہ بنی خزاعہ بھی جو اہل ہتھامہ میں سے تھا رسول اللہ کا طرفدار مشہور تھا۔ بديل نے اگر بیان کیا کہ کعب بن لوی تیاری کے ساتھ حدیبیہ میں آگئے ہیں۔ انہوں نے قبائل کو بھی جمع کیا ہے اور انہوں نے آپ کو بیت اللہ سے روکنے اور مقابلہ کرنے کا ارادہ کر لیا ہے۔ رسول اللہ نے فرمایا کہ ہم کسی سڑک پر نہیں آئے۔ صرف عمرہ کی نیت سے آئے ہیں۔ قریش قتال کے بڑے خواہشمند ہیں مگر یہ ان کے لئے سراسر ضرر ہے اگر وہ چاہیں تو ایک مدت کے لئے مصالحت کر کے جنگ روک سکتے ہیں۔ ہم کو دوسرے مشرکین عرب کے مقابل چھوڑ دیں۔ اگر ہم مغلوب اور خراب خستہ ہوئے تو ان کا مقصد حاصل ہو جائے گا۔ اور اگر ہم غالب ہوئے تو وہ دوسرے لوگوں کی طرح اس دین میں داخل ہو سکتے ہیں۔ اور اگر یہ نہ بھی پسند ہو تو ایک مدت کے لئے تو جنگ موقوف رہیگی اور اگر وہ قتال کے سوا کچھ نہیں چاہتے تو خدا کی قسم اس دین کے لئے ہم ان سے اس وقت تک مقابلہ کریں گے کہ یا تو میری گردن نہ رہے گی یا خدا کا حکم نافذ ہو کر رہے گا۔

بديل نے کہا کہ میں جانتا ہوں آپ کا کلام قریش تک پہنچاتا ہوں۔ دیکھئے وہ کیا کہتے ہیں اس کے بعد وہ قریش کے پاس گئے۔ اور کہا کہ میں نے محمد سے کچھ باتیں سنی ہیں۔ اگر اجازت دو تو

بیان کروں۔ اس پر عکرمہ بن ابی جہل اور حکم بن العاص وغیرہ نوجوانوں نے کہا کہ اُن کی باتوں کو یہاں بیان کرنے کی ضرورت نہیں ہے ہم سننا نہیں چاہتے لیکن قریش کے معز اور اہل الرائے لوگوں نے کہا کہ کہو وہ کیا ہے۔ انہوں نے جو کچھ حضور سے سنا تھا بیان کر دیا اس پر عروہ بن مسعود ثقفی نے اُٹھ کر کہا کہ اگر یہ باتیں محمدؐ نے کہی ہیں تو پسندیدہ اور مناسب ہیں۔ اور قبول کرنی چاہیئے مگر اجازت دو کہ ہم خود محمدؐ سے ملکر دیکھیں ان کی غرض کیا ہے اور مصلحت کیا ہے۔

عروہ بن مسعود بڑے معزز اور ذی اثر شخص تھے۔ اُن کے تعلقات بڑے وسیع تھے اس وقت تو کافر تھے پیچھے مسلمان ہو گئے۔ سب نے کہا کہ ہاں تم جاؤ۔ یہ حضور کے خدمت میں آئے۔ حضور نے اُن سے وہی کہا جو بدیل سے کہا تھا۔ عروہ نے کہا کہ اے محمدؐ تم نے اگر اپنی قوم کو تباہ بھی کر دیا تو کونسا اچھا کام کیا۔ کیا اس سے پہلے کسی عرب کو تم نے سنا ہے کہ اُس نے اپنی قوم کو اس طرح تباہ کیا ہو۔ اور ہم تو کسی شریف کو تمہارے پاس نہیں دیکھتے یہ اطراف کے ادباش جمع ہو گئے ہیں زیادہ دن نہیں گزرے گا کہ یہ سب تم کو تنہا چھوڑ کر الگ ہو جائیں گے۔ عروہ کی یہ بات حضرت صدیق کو بہت ناگوار گزری۔ اور آپؐ نے غصہ میں کہا امصص بظہر اللات انفریحنہ دندعہ یعنی تو جا کر اپنے لات کا پیشاب گاہ چاٹ تو کیا جانے کہ ہمیں رسول اللہؐ سے کیسی محبت ہے ہلوگ اور رسول اللہؐ سے بھاگ جائیں گے اور اُن کو چھوڑ دیں گے۔ عربوں میں یہ سخت گالی تھی

سہ عروہ ایام کفر میں بڑا معزز شخص تھا جب قریش کے لوگوں نے کہا تھا ولا انزل هذا القرآن علی رجل من قریشین عظیمہ تو بعض روایت میں ہے کہ اُس میں ایک یہی عروہ مراد ہے اور دوسرا وید بن مغیرہ خالد کے والد پھر سلام کو بعد بھی عروہ کا بڑا مرتبہ ہے حضور سے انہوں نے اپنے قوم میں تبلیغ کی اجازت چاہی حضور نے کہا اندیشہ ہو تو انہوں نے کہا کہ ہماری قوم ہم کو سونے میں ادب سے جگاتی نہیں ہر ہلوگ کیسے کو بگی کھڑی گئے۔ ناز پڑھ رہے تھے کہ کھر کی سے تیر مار کر کسی نے اُن کو شہید کیا حضور نے فرمایا کہ عروہ کی مثال صاحب بس کی ہے اور حضور نے فرمایا ہے کہ ہم نے حضرت جیسے کو دیکھا عروہ بن مسعود سے بہت مشابہ تھے ۱۲ منہ

اور لات قبیلہ ثقیف کے بت کا نام تھا۔ عردہ نے پوچھا یہ کون ہے۔ حضور نے فرمایا ابو بکر عردہ نے کہا کہ تمہارا ہم پر احسان ہے جس کا بدلہ ہم نے نہیں ادا کیا ہے۔ یہ نہ ہوتا تو ہم تم کو اس سخت کلامی کا جواب بتا دیتے۔ آیام جاہلیت میں عردہ پر ایک دفعہ دیت لازم ہو گئی تھی۔ اور حضرت صدیقؓ نے دین جوان گائین دیکر اسکی امداد کی تھی۔ یہ اسی طرف اشارہ ہے۔ عردہ یہ کہہ کر پھر حضورؐ گفتگو میں مشغول ہو گیا جب یہ گفتگو کر رہا تھا حضرت مغیرہ بن شعبہ مغیرہ سے ہوئے اور تلوار لیے ہوئے کھڑے تھے۔ عردہ جب بات بولتا تو رسول اللہؐ کی ڈاڑھی پر ہاتھ لیجاتا جیسا کہ عام عربوں کا قاعدہ تھا حضرت مغیرہ تلوار کے نعل سے عردہ کے ہاتھ پر مار رہے کہ ہاتھ رسول اللہؐ کی ڈاڑھی سے الگ رکھ۔ عردہ نے سر اٹھا کر کہا کہ یہ کون ہے۔ حضور نے فرمایا کہ یہ تمہارا بھتیجا مغیرہ ابن شعبہ ہے۔ عردہ نے کہا او غدار میں نے تیرے قدر کی اصلاح کے لیے کوشش کی اور اب تک کر رہا ہوں اور تیرا یہ سلوک ہے۔

عردہ کا اشارہ اس طرف ہے کہ مغیرہ بن شعبہ اور بنی مالک کے بیڑہ آدمی مقوقس کے پاس اسکندریہ گئے تھے (بنی مالک قبیلہ ثقیف کا جزو تھا) وہاں مقوقس نے مغیرہ پر ان لوگوں کو تزیج دی اور انعامات دیئے۔ اس سے مغیرہ کو بڑا ملال ہوا۔ راستہ میں ایک روز شراب پیکر وہ سب غافل سوئے تھے۔ انہوں نے سب کو قتل کر دیا۔ اور ان سب کا مال و اسباب لیکر مدینہ چلے آئے اور مسلمان ہو گئے۔ رسول اللہؐ نے فرمایا کہ اسلام تو تمہارا صحیح ہے مگر اس مال سے ہمیں سروکار نہیں۔ یہ خبر جب بنی مالک کو ملی تو وہ مغیرہ کے خاندان سے قصاص لینے کو مستعد ہو گئے جنگ کا سامان ہو گیا تھا مگر عردہ بن مسود نے بیچ میں پڑ کر بنی مالک کو دیت پر راضی کر لیا۔ یہ اسی طرف اشارہ ہے۔

عردہ اس طرح باتیں کر رہا تھا مگر پڑانا بھڑبھڑا شخص تھا۔ گوشہ چشم سے اصحاب رسول اللہؐ

۱۔ عردہ کا نسب ہے عردہ بن مسود بن محبت بنیم بعدہ بن ہملہ مفتوحہ بعدہ تائے ثناء فوقہ مشددہ ابن مالک ثقیفی اور مغیرہ کا مغیرہ بن شعبہ بن محبت بن مالک ثقیفی ۱۲۱۰

کے طرز عمل کو خوب جانچ رہا تھا۔ اور صحابہ کی تعظیم و تکریم سے حیران تھا۔ لوٹ کر گیا تو کہا کہ
اے معشر قریش میں قیصر و کسری اور بنجاشی کے پاس بھی گیا ہوں۔ اور ان کے آداب بھی
دیکھے ہیں۔ مگر بخدا میں نے کسی بادشاہ کو نہیں دیکھا کہ اس کے اصحاب ایسی تعظیم کرتے ہوں جیسی
محمد کے اصحاب محمد کی کرتے ہیں۔ اگر ان کا تھوک ان کے ہاتھ پر پڑ جائے تو یہ اس کو اپنے چہرہ
اور جسم پر ملتے ہیں۔ کوئی بات محمد کے زبان سے نکلتی ہے تو سب اس کو پورا کرنے کے لئے ٹوٹ
پڑتے ہیں۔ وضو کرتے ہیں تو غسل کا پانی لینے کے لئے اس طرح کوشش کرتے ہیں کہ گویا
رہ جائیں گے۔ محمد کے سامنے بات بولتے ہیں تو بچی آواز سے تعظیم اور جلالت شان کی وجہ سے
کبھی نظر نہیں ملاتے۔ اور اے قریش محمد نے کوئی بیجا بات نہیں کہی ہے۔ جو وہ کہتے
ہیں مناسب ہے مان لو۔

اُس کے بعد بنی کنانہ کے ایک شخص نے جس کا نام علیس تھا بصیغہ تصغیر اٹھ کر کہا کہ اجازت
دو ذرا ہم محمد سے باتیں کر کے دیکھیں۔ قریش نے اجازت دی۔ یہ شخص جب حضور کو سامنے سے
نظر آیا تو آپ نے فرمایا کہ یہ فلان شخص ہے۔ اس کی قوم قرہانی کی دلدادہ ہے۔ قرہانی کے
جانور اس کے سامنے لاؤ۔ صحابہ لبتیک کہتے ہوئے اُس کے استقبال کو گئے۔ اور ہدی کے
جانوروں کو اُس کے سامنے ہنگا دیا اس نے جب دیکھا کہ وادی کی طرف سے اونٹوں کا
ایک سیلاب آرہا ہے۔ اور سب کے گلے میں قلادہ پڑا ہوا ہے۔ تو اُس کے آنکھوں سے آنسو
نکل پڑا اور اُس نے کہا کہ سبحان اللہ ہرگز مناسب نہیں ہے کہ ایسی قوم کو بیت اللہ سے
رُود کا جائے۔ یہ حضور سے ملا بھی نہیں اور لوٹ گیا۔ قریش سے جا کر حال بیان کیا۔ قریش نے کہا
کہ تو اعرابی ہے تجھ کو علم نہیں بیٹھ جا۔ علیس کو اس پر برا غصہ آیا۔ اس نے کہا کہ اے قریش
ہمارا تمہاری تمنا یہ تمہارے نہیں ہے نہ اس پر ہم حلیف ہوئے ہیں۔ کیا خدا کے گھر سے اُس شخص کو رُود کا
جائے گا جو اُس کی تعظیم کے لئے آیا ہے جس نے اُس ذات کی جس کے ہاتھ میں عیسیٰ کی
جان ہے تم محمد کو موقع دو کہ وہ جو کرنا چاہتے ہیں کریں۔ ورنہ ہم تمام اجاش یعنی گروہوں کو بیکر جاتی ہیں

قریش نے عیسیٰ کی دلہی شروع کی اور کہا ذرا تم چپ رہو اور ہم کو محمد سے مناسب
فیصلہ کر لینے دو۔

الھدۃ

اس کے بعد مرکز بن حفص آیا۔ رسول اللہ نے دیکھا تو فرمایا یہ مرکز بن حفص ہے فاجر شخص ہے
اُس نے باتیں شروع ہی کی تھیں کہ سہیل بن عمرو آیا۔ حضور نے دیکھا تو فرمایا کہ ہاں اب
قریش نے اس شخص کو بھیجا ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ اُن کا ارادہ صلح کا ہے۔ سہیل بن عمرو
آیا تو بنا صلح پر گفتگو شروع ہوئی۔

حضور نے فرمایا کہ ہم صرف یہ چاہتے ہیں کہ ہمارے اور بیت اللہ کے درمیان تم لوگ
روک نہ بنو تاکہ ہم بیت اللہ کا طواف کر سکیں۔ سہیل نے کہا کہ بار اعراب یہ کہے گا کہ ہم نے
ڈر سے تم کو چھوڑ دیا۔ یہ نہیں ہو سکتا۔ ہاں آئندہ سال اگر تم طواف کر سکتے ہو۔ حضور نے اسکو
مان لیا۔ سہیل نے پھر یہ شرط پیش کی کہ قریش کا کوئی شخص بلا اذن اپنے ولی کے ہمارے
پاس جائے تو گو وہ ہمارے دین پر ہو اس کو ہماری طرف واپس کر دینا ہوگا۔ اور تمہارا
کوئی شخص قریش کے پاس جائے تو وہ واپس نہیں کریں گے۔ معاہدہ نے کہا سبحان اللہ یہ کیونکر
ہو سکتا ہے جو مسلمان ہو کر ہمارے پاس آئے گا اُس کو ہم کیونکر واپس کریں گے۔ مگر
حضور نے اس شرط کو بھی قبول کر لیا۔

جب یہ شرائط زبانی طے ہو چکے تو تحریر کی نوبت آئی۔ حضور نے حضرت علیؓ کو بلایا اور کہا کہ
لکھو بسم اللہ الرحمن الرحیم سہیل نے کہا کہ ہم بسم اللہ الرحمن الرحیم نہیں جانتے۔ جو طریقہ تحریر کا ہم
میں چلا آتا ہے باسمک اللہم لکھو حضور نے کہا کہ اچھا باسمک اللہم لکھو۔ اس کے بعد حضور نے فرمایا
کہ لکھو یہ وہ شرائط ہیں جس پر محمد رسول اللہ نے سہیل بن عمرو سے مصالحت کی۔ سہیل نے کہا کہ
اگر ہم تم کو رسول اللہ سمجھتے تو طواف سے کیوں روکتے اور مخالفت کیوں کرتے۔ اپنا اور اپنے

والد کا نام لکھو۔ حضورؐ نے فرمایا کہ میں خدا کا رسول ہوں گو تم لوگوں نے تکذیب کی۔ اچھا لکھو
 محمد بن عبد اللہ نے سہیل سے صلح کی۔ مگر حضرت علیؑ محمد رسول اللہ لکھ چکے تھے۔ حضورؐ نے فرمایا کہ
 رسول اللہ کے لفظ کو محو کر دو۔ حضرت علیؑ نے کہا کہ میں ہرگز ایسا نہیں کر سکتا۔ اور غصہ میں حضرت
 علیؑ نے تلوار کے قبضہ پر ہاتھ رکھا۔ حضورؐ نے فرمایا کہ اے علیؑ تم کو بھی ایسا موقع پیش آئے گا۔ اور
 آپؐ نے فرمایا کہ اچھا وہ لفظ مجھے دکھاؤ۔ آپؐ نے اپنے ہاتھ سے رسول اللہ کے لفظ کو محو کر دیا۔ اس کے
 بعد بعض روایتوں میں ہے کہ محمد بن عبد اللہ لکھا اور بعض روایتوں میں ہے کہ حضرت علیؑ کو دیا
 کہ محمد بن عبد اللہ لکھو۔ قاضی عیاض کہتے ہیں کہ راجح یہ ہے کہ بطور معجزہ حضورؐ نے خود لکھا اور
 شیخ ابن حجر کہتے ہیں کہ حق یہ ہے کہ پہلی روایت میں کتب سے مراد امر بکتابت ہے واللہ اعلم
 ابھی یہ تحریر لکھی جا رہی تھی کہ اسی سہیل بن عمرو کے صاحبزادے ابو جندل بن سہیل اپنی
 قید کی زنجیروں کے ساتھ اسفل مکہ کی طرف سے کسی طرح مسلمانوں میں آگئے۔ یہ مسلمان تھے۔
 کفار نے انہیں تکلیفیں دی تھیں۔ زنجیروں میں باندھ رکھا تھا۔ کسی طرح موقع پا کر اس وقت
 یہاں پہنچ گئے۔ اُن کو دیکھتے ہی سہیل نے کہا کہ اے محمدؐ سب سے پہلی بات یہ ہے کہ ابو جندل کو
 میرے حوالہ کرو۔ ہم سے تم کو شرطے پا چکی ہے۔ حضورؐ نے فرمایا کہ ابھی تو تحریر مکمل نہیں ہوئی ہے۔
 سہیل نے کہا کہ تب تو قطعاً کسی بات پر ہرگز صلح نہیں ہو سکتی۔ حضورؐ نے فرمایا کہ اس کو میری خاطر
 اجازت دیدو۔ سہیل نے کہا میں تمہاری خاطر سے ہرگز اجازت نہ دوں گا۔ حضورؐ نے فرمایا مان
 جاؤ۔ سہیل نے کہا میں ہرگز نہ مانوں گا۔ مگر زین حص سہیل کیساتھ تھا اُس نے کہا کہ ہم اجازت
 دیتے ہیں مگر سہیل نے کہا کہ ہم ہرگز اجازت نہ دیں گے۔ اس کے بعد سہیل نے ابو جندل کو اپنی نظر
 کھینچا۔ ابو جندل نے آواز دی کیا موثر مسلمان کیا ہم کو دشمن کے سپرد کر رہے ہو حالانکہ ہم حبیبی ہیں
 جھیل چکے ہیں اس سے واقف ہو۔ اس وقت مسلمانوں کے اضطراب کا جو عالم ہو گا وہ ظاہر ہے
 مگر رسول اللہؐ نے فرمایا کہ ابو جندل صبر کرو دیکھو اللہ پاک بندہ تم لوگوں کے لیے سامان
 پیدا کرے گا۔

حضرت عمر فرماتے ہیں کہ جو حالت اُس وقت میری ہوئی اسلام کے بعد ویسی کبھی نہیں ہوئی
 تھی۔ یکتا رسول اللہ کے پاس گیا اور کہا کہ یا رسول اللہ کیا آپ خدا کے نبی نہیں ہیں۔ فرمایا
 کہ ہاں ہوں۔ یکتا نے کہا کہ کیا ہم حق پر نہیں ہیں اور ہمارے دشمن باطل پر نہیں ہیں۔ فرمایا
 کہ ہاں ہیں۔ یکتا نے کہا کہ پھر کیوں ہم اپنے دین میں کمزوری دکھائیں۔ کیوں نہ خدا کی طرف
 رجوع کریں کہ وہ جو کچھ چاہے ہمارے اور ہمارے دشمن کے درمیان فیصلہ کرے۔ فرمایا کہ ہم
 خدا کے رسول ہیں۔ وہی میرا ناصر و مددگار ہے یہ نہیں ہو سکتا کہ ہم اُس کی نافرمانی کریں
 یکتا نے کہا کہ کیا آپ نے ہم سے یہ نہیں فرمایا کہ ہم بیت اللہ میں جائینگے اور طواف کریں گے۔
 فرمایا کہ ہاں کہا مگر کیا ہم نے یہ بھی کہا تھا کہ اسی سال یکتا نے کہا کہ نہیں۔ فرمایا تب ذرا صبر
 کرو ضرور سب لوگ بیت اللہ میں جاؤ گے اور طواف کر دو گے

حضرت عمر فرماتے ہیں کہ اُس کے بعد میں حضرت ابو بکر کے پاس گیا اور اُن سے بھی
 ٹھیک یہی سوالات کیے اور اُنہوں نے بھی ٹھیک وہی جوابات دے جو رسول اللہ نے
 دیئے تھے اتنا اور زیادہ کہا کہ اے عمر رسول اللہ کی اتباع میں مستحکم رہو جب تک موت
 نہ آجائے۔ خدا کی قسم وہ حق پر ہیں۔

انقرض صلح نامہ میں جو باتیں لکھی گئیں وہ یہ ہیں۔ دس برس تک لڑائی بالکل موقوف
 رہے گی۔ سب لوگ ایک دوسرے سے بالکل بے خوف ہو جائیں گے۔ اور یہ کہ مسلمان
 اس سال لوٹ جائیں گے۔ سال آئندہ میں آئیں اور تین دن مکہ میں رہیں۔ اس
 شرط پر کہ تلوار خُلبان میں ہو (خُلبان جیم مضموم بعدہ لام مضموم بعدہ بائے موحده مشدودہ۔ نیام
 کی طرح تلوار رکھنے کی چمڑہ کی ایک چیز ہوتی ہے۔ اس میں تلوار رکھ کر تسمہ لگا کر حال میں باندھ

۱۷ خُلبان امام نووی کہتے ہیں کہ قاضی عیاض خُلبان یعنی جیم دلام و تشدید بار موحده کہتے ہیں اور یہی
 اکثر قول ہے۔ اور ابن قتیبہ وغیرہ اسی کی تصحیح کی ہے لیکن بعض سکون لام کہتے ہیں ہر دی اور ثابت اسکو
 صحیح کہتے ہیں اور ثابت نے تو صرف سکون لام ہی کے قول کو ذکر کیا ہے ۱۲۷

دیتے ہیں) آدریہ کہ جو مسلمان قریش کے پاس آئیں قریش اُن کو واپس نہ کریں گے۔ اور قریش کا کوئی شخص اگر بغیر اذن اپنے دلی کے چلا جائے تو وہ قریش کو واپس کر دیا جائیگا۔ (دان بیتا وینک عیبتہ مکفوفہ) آدریہ کہ ہم لوگوں میں مواد عہہ ہے یعنی کوئی کسی سے مکرو فریب نہ کرے گا۔ اور دوستوں کی طرح ایک دوسرے پر اعتبار کرے گا لڑائی سے کنارہ رہے گا۔ صلح کو پورا کرے گا۔ (دان لا اسلال ولا اغلال) آدریہ کہ پوشیدہ یا ظاہر کسی طرح ایک دوسرے کے خلاف جنگ کا انتظام نہ کرے گا۔ آدریہ کہ جو شخص یا جو قبیلہ چاہے رسول اللہ سے معاہدہ کر سکتا ہے اور جو چاہے قریش سے معاہدہ کر سکتا ہے۔

حضرت عمرؓ نے کہا کہ یا رسول اللہ آپ اس پر بھی راضی ہیں کہ ہمارا آدمی وہ واپس نہ کریں اور ہم مسلمان کو کافروں کے سپرد کر دیں۔ حضورؐ نے فرمایا کہ ہاں میرا آدمی جو جائیگا وہ ضرور منافق ہو گا اس کا جانا ہی اچھا ہے۔ البتہ جس مسلمان کو ہم واپس کریں گے تو اسکے لئے خداوند کریم جلد سامان کرے گا۔ اس معاہدہ کی شرط کی بنا پر بنو خزاعہ نے اُسی وقت رسول اللہ سے معاہدہ کیا اور بنو بکر نے قریش سے۔ اس معاہدہ پر چند کفار کے دستخط ہوئے اور چند صحابہ کے۔ ابن اسحاق نے دستخط کرنے والوں کے نام یہ لکھے ہیں۔ ابو بکر صدیق۔ عمر بن الخطاب۔ عبدالرحمن بن عوف۔ عبداللہ بن سہیل بن عمرو۔ سعد بن ابی وقاص۔ محمود بن مسلمہ۔ کرز۔ ابن خنیس۔ علی بن طالب کات صلح نامہ۔

۱۔ عیبتہ مکفوفہ کے معنی میں امر مطویۃ فی صدور سلمیۃ یعنی پہلے کی جانچیں اور لڑائیاں نہ کر دیجائیں اُس کی بنا پر کوئی کسی سے مواخذہ نہ کرے اور چارے صدور صاف اور سلم رہیں گے جس میں کوئی کدورت نہ رہے گی۔ آدریہ قید ضروری ہے اس لئے کہ صدور سلم نہ ہوں تو امور اختلافی بہلائے نہیں جاسکتے اور مکفوفہ کے لفظ میں محافظۃ علی الہد کے طرف ہی اشارہ ہے ورنہ لا اسلال ولا اغلال سلمہ یعنی سرقہ اور سلمہ سل الیسوف سے بھی ہے یعنی تلوار نکالنا۔ اور قتل و خیانت اور اغلال ذرع ہرنے پر بھی بولا جاتا ہے مطلب یہ ہے کہ چوری اور خیانت نہ ہوگی یا یہ کہ جان و مال ایک کا دوسرے پوشیدہ اور ظاہر ہر طرح محفوظ رہے گا ۱۲

اس صلح کے بعد جب حضور مدینہ گئے تو مکہ کی چند عورتیں جو مسلمان ہو گئی تھیں اور ان میں عقبہ بن ابی معیط کی لڑکی ام کلثوم بھی تھیں مدینہ آئیں۔ اور اس کے بعد ان عوروں کے لوگ ان کو اسی صلح نامہ کی بنا پر طلب کرنے آئے۔ مگر رسول اللہ نے ان کو واپس کرنے سے انکار کیا۔ اور عورتوں کو واپس دینے کے امتناع میں قرآن بھی نازل ہوا۔ علماء مختلف ہیں کہ اس امتناع کی کیا وجہ تھی بعض کہتے ہیں کہ معاہدہ کا یہ حصہ قرآن سے منسوخ ہو گیا بعض کہتے ہیں کہ عورتیں اس معاہدہ میں شامل نہ تھیں۔ کفار عام کرنا چاہتے تھے البتہ ان عورتوں کا مہر ان کے شوہروں کو حضور نے واپس دلوا دیا۔ اس کے پہلے جو عورتیں آئی تھیں ان کا مہر واپس نہیں کیا گیا تھا۔

بعض معجزات | اس غزوہ میں کئی عظیم الشان معجزے ظاہر ہوئے جن کا ذکر صحاح و سیر میں آتا ہے یہ معلوم ہو چکا ہے کہ یہاں پانی کی قلت تھی اور آپ کے

تیر ڈالوانے سے سوکھے کوئے میں اتنا پانی ہو گیا کہ سب سیراب ہو گئے۔ حضرت برابر بن عازبؓ اور سلمہ بن الاکوعؓ کہتے ہیں کہ ایک دفعہ جب لوگ پانی کے لیے بہت پریشان ہو کر حضور کے خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ نے بئر حدیبیہ کے مندر پر بیٹھ کر وضو کیا اور بئر میں اپنے منہ کا پانی ڈالا تو اس میں بہت پانی ہو گیا جسے کہ آدی اور جانور سب سیراب ہوئے۔ ایک دفعہ آپ نے ڈول منگوایا اس سے وضو کیا اور منہ کا پانی ڈول میں ڈالا اور حکم دیا کہ اس کو بئر میں ڈال دو۔ پھر تیردان میں سے تیر نکال کر دیا کہ اس کو بھی ڈال دو اس کے بعد اپنے دعا کی تو بئر میں اتنا پانی ہو گیا کہ لوگ کنارہ پر بیٹھ کر چلو سے پانی نکالتے تھے۔ حضرت جابرؓ سے صحیح بخاری میں مروی ہے کہ حضور ایک دفعہ ایک پیالہ سے وضو کر رہے تھے۔ صحابہ آپ کے پاس اکڑ جمع ہو گئے پوچھا کیا ہے۔ سب نے کہا کہ یا رسول اللہ نہ ہلوگوں کے پاس پینے کا پانی ہے نہ وضو کرنے کا۔ جو کچھ ہے وہ بھی جو آپ کے پیالہ میں ہے۔ آپ نے پیالہ میں ہاتھ دیا تو آپ کے انگلیوں سے پانی اس طرح نکلنے لگا جس طرح چشمہ سے پانی نکلتا ہے۔ پندرہ سو

آدی تھے سب سیراب ہو گئے۔

کفار نے چالینٹ یا پچانش آدمیوں کو بھیجا تھا کہ مسلمانوں کے اطراف میں چکر لگائیں اور موقع ملے تو مسلمانوں کو گرفتار کر کے لائیں۔ ان لوگوں نے مسلمانوں پر پتھر بھی پھینکے اور تیریں بھی چلائیں ان سب کو محمد بن مسلمہؓ اور ان کے ساتھی گرفتار کر کے حضور کی خدمت میں حاضر کیا آپ نے بلا کسی معاوضہ کے ان سب کو چھوڑ دیا بعض اصحاب سیر لکھتے ہیں کہ حضرت عثمانؓ کے بدلہ میں چھوڑا کریہ صحیح نہیں ہے۔

نحر و حلق

جب مصالحت کی تحریر سے فراغت ہوئی تو آپ نے صحابہ سے کہا کہ اٹھو نحر یعنی قربانی کے ادنٹ کو قربانی کرو۔ اور اس کے بعد حلق کراؤ۔ یہ گویا احرام کے ختم کرنے اور طواف کے طوی کرنے کا حکم تھا مگر شرائط صلح کی وجہ سے صحابہ کے غم و غصہ کا یہ عالم تھا کہ ایک شخص بھی نہ اٹھا۔ آپ نے پھر کہا پھر کوئی نہ اٹھا۔ سہ بارہ کہا پھر بھی کوئی نہ اٹھا۔ اس وجہ سے حضور نہایت رنجیدہ اور طول حضرت ام سلمہؓ کے پاس گئے اور ان سے صحابہ کی اس نافرمانی کا تذکرہ کیا۔ حضرت ام سلمہؓ نے کہا کہ یا رسول اللہ صحابہ معذور ہیں ان کے دلوں کو صدمہ عظیم پہنچا ہے انکو امید تھی کہ مکہ فتح ہوگا۔ وہ عزم کر کے آئے تھے کہ عمرہ ادا کریں گے۔ ان کا یہ مقصد حاصل نہ ہوا۔ پھر آپ نے کفار سے صلح کی اور اس طرح کہ ان کے سارے شرائط کو تسلیم کر لیا۔ اب اگر آپ کا ارادہ ہے کہ سب لوگ نحر کریں اور حلق کرائیں تو آپ کسی سے کچھ نہ کہئے۔ اپنے ادنٹ کو نحر کیجئے اور خود حلق کرائی آپ کو دیکھ کر سب صحابہ بھی کریں گے چنانچہ حضور نے ایسا ہی کیا جب صحابہ نے دیکھا کہ حضور نے احرام توڑ دیا تو سب نے نحر کیا۔ اور ایک دوسرے کا حلق کرنے لگے مگر سب کا غم سے یہ عالم تھا کہ معلوم ہوتا تھا ایک دوسرے کو قتل کر دیں گے۔

فتح مبین

اس صلح کو تمام صحابہ نے ذلت آمیز سمجھا۔ حضرت عمرؓ سے تو ضبط نہ ہو سکا اور جو کچھ وہ بولے لکھا جا چکا ہے۔ خود فرماتے ہیں کہ جب سے میں مسلمان ہوا ایسی حالت میری کہی نہ ہوئی تھی اس روز کی گفتگو کے کفارہ میں ہم ہمیشہ صدقات وغیرہ کرتے رہے اور خدا سے اس روز کے قصور کی معافی چاہتے رہے۔ مگر واقعہ یہ ہے کہ رموز الہی کو کوئی سمجھ نہیں سکتا جب حدیث سے سب لوگ روانہ ہوئے تو یہ آیہ نازل ہوئی۔

اِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُبِينًا لِيَفْضِلَ لَكَ اللَّهُ مَا تَقْدُمُ مِنْ

ذَنبِكَ وَمَا تَاَخَّرُ دِيْنًا نَعْمَتٌ عَلَيْكَ وَهَدْيٌ

صِرَاطٌ مُسْتَقِيمٌ اِنْصَرِكُ اللَّهُ نَصْرًا عَظِيْمًا

یعنی ہم نے تم کو فتح مبین عطا کی۔ تاکہ تمہارے اگلے اور پچھلے گناہوں کو خدا معاف کر دے۔ اور تمہارے اوپر اپنی نعمتیں تمام کرے۔ اور تم کو ہدایت کا سیدھا راستہ دکھا دے اور تمہاری زبردست امداد کرے۔

اللہ پاک نے اس مصالحت کو فتح مبین بتایا۔ حضرت عمرؓ نے پوچھا کہ یا رسول اللہ کیا یہ فتح ہے آپ نے فرمایا کہ ہاں فتح ہے۔

یہ تو اُس وقت صحابہ کے خیالات تھے جب صلح ہوئی اور جب یہ آیہ نازل ہوئی لیکن اس کے بعد واقعات نے بتا دیا کہ اشاعۃ اسلام اور تمام فتوحات اسلامی کی بنیاد اسی صلح پر ہے ہمارے صحابہ متفق ہیں کہ حدیث کی مصالحت فتح عظیم اور نعمت کبریٰ تھی۔ یہی مصالحت فتح مکہ کا ذریعہ بنی اور یہی مصالحت اشاعۃ اسلام کا ذریعہ ثابت ہوئی اسلام نے جس اسوۂ حسنہ کی بنیاد ڈالی تھی۔ اور اسلام کی وجہ سے صحابہ کرام کی جماعت اخلاق حسنہ کے جس مرتبہ پہنچ گئی تھی اس سے قریش اور دوسرے دشمن قبائل مطلع نہیں ہو سکتے تھے۔

ہر وقت کے جدال و قتال کی وجہ سے وہ اطمینان کے ساتھ اسلامی تعلیم کے متعلق کوئی صحیح رائے قائم نہیں کر سکتے تھے۔ اس مصالحت کے بعد جب اطمینان کے ساتھ ایک دوسرے سے ملے تو انہوں نے دیکھا کہ خود ہماری ایک جماعت تھوڑے دنوں میں اسلامی تعلیم سے بہرہ اندوز ہو کر انسانیت اور شرافت کے کیسے اعلیٰ مرتبہ میں پہنچ گئی ہے۔ اس کا فوری نتیجہ یہ ہوا کہ قریش اور تمام قبائل نے اسلام کے متعلق اب تک جو رائے قائم کی تھی انہیں خود بخود ایک تغیر عظیم پیدا ہو گیا۔ اور دشمنوں کے قلوب بھی یک بیک اسلام کی طرف مائل ہو گئے۔

دوسری بڑی بات اس صلح کی وجہ سے یہ ہوئی کہ اب تک ساری اسلامی طاقت قریش کے بے نتیجہ جنگ میں بھنسی ہوئی تھی۔ اس صلح کی وجہ سے مہات عظیمہ کی طرف توجہ کا موقع ملا۔ مدینہ واپس آنے کے بعد ہی حضور نے بادشاہان عالم کے پاس دعوت اسلام کے خطوط بھیجے۔ اس کے معنی یہ تھے کہ اب بجائے قریش اور قبائل کے اسلامی طاقت قبضہ کسریٰ اور قبضہ کی عظیم انسان طاقتوں سے ٹکرانے کے قابل ہو گئی تھی۔

اس صلح کی شرطیں گویا ہر سخت ذلت آمیز تھیں۔ مگر اس میں کوئی بات ایسی نہ تھی جو مقاصد عظیمہ میں رکاوٹ پیدا کر سکے۔ صرف فظی نزاعات یا یہودہ ہٹ دھرمی تھی سب سے ناقص شرط اس میں یہ تھی کہ کوئی مسلمان بھاگ کر مکہ جائے تو قریش واپس نہ کریں گے۔ اور مکہ سے کوئی مسلمان بھاگ کر مدینہ آئے تو اس کو قریش واپس لیں گے۔ اس شرط کی پہلی شکن یا تو واقع ہوئی نہیں۔ یا ہوئی تو شاذ۔ البتہ دوسری شکن واقع ہوئی مگر اس طرح کہ یہ شرط خود قریش کے لئے آفت بن گئی اور انہوں نے خود رسول اللہ سے استدعا کی کہ اس شرط کو باطل کر دیجئے۔

مستضعفین مکہ

مکہ میں کچھ نوجوان مسلمان ہو گئے تھے۔ ہجرت کے وقت ان کے اولیاء نے ان کو روک لیا

اور آنے نہ دیا اور ہجرت کے بعد بھی کچھ لوگ وہاں مسلمان ہوئے۔ یہ لوگ صادق مسلمان
تھے ہجرت کی ان لوگوں نے بہت کوشش کی مگر آنے سکے۔ ان لوگوں نے بڑی بڑی مصیبتیں
برداشت کیں۔ ان کو کوڑے مارے گئے۔ زنجیروں میں باندھے گئے۔ لیکن جب ان میں سے
کوئی شخص موقع پاتا تو مدینہ آ جاتا۔ انہیں کے لئے حدیبیہ میں قریش نے یہ شرط کی تھی کہ اگر
قریش کا کوئی شخص مدینہ چلا جائے تو وہ قریش کو واپس دیا جائے گا جب حضور حدیبیہ سے
و لو کر مدینہ آئے تو اُن کے بعد ہی ابو بصیر عقبہ بن ابید کہ سے بھاگ کر مدینہ آئے۔ قریش کو
جب معلوم ہوا تو ازہر بن عوف اور اخنس بن شریق نے بنی عامر کے ایک شخص کو ایک خط دیکر
حضور کی خدمت میں بھیجا۔ اور حدیبیہ کی شرط کے موافق ابو بصیر کو طلب کیا۔ یہ عامری وراس کا
ایک غلام مدینہ آیا اور یہ خط رسول اللہ کو دیا رسول اللہ نے ابو بصیر کو بلا کر کہا کہ میں نے قریش سے
معائدہ کیا ہے اس کا تم کو علم ہے۔ اور ہمارے دین میں غدر جائز نہیں ہے۔ خدا تمہارے لئے
اور تمام متضخین کہ کے لئے جلد کوئی سامان نکالے گا لیکن ابھی تم اپنی قوم کی طرف جاؤ۔
ابو بصیر نے کہا کہ یا رسول اللہ آپ ہمیں دشمنوں کے سپرد کر رہے ہیں۔ رسول اللہ نے فرمایا کہ
ابو بصیر جاؤ اللہ پاک سامان کرے گا۔ آخر یہ ان دونوں کے ساتھ چلے جب ذوالحلیفہ میں پہنچے
تو سب کھانے کے لئے بیٹھے۔ اور باتیں بولنے لگے۔ ابو بصیر نے عامری سے پوچھا کہ تمہاری تلوار
بہت اچھی معلوم ہوتی ہے۔ اس نے کہا کہ ہاں بہت تجربہ کی ہوئی ہے۔ اور ان کو دیکھنے کیلئے
دیا۔ انہوں نے اُسی تلوار کی ایک داریں عامری کا کام تمام کر دیا۔ اُس کا غلام بھاگ کر مدینہ
گیا اور رسول اللہ کو خبر دی۔ اس کے بعد ابو بصیر مع اس تلوار کے پہنچے اور کہا کہ یا رسول اللہ
آپ نے اپنا عہد پورا کیا میں دشمن کے سپرد کر دیا لیکن خدا نے ہمیں بچایا حضور نے فرمایا
ویل امہ معش حجاب لوکان معہ رجال یعنی یہ تو جنگ بھر کا دے اگر اس کے ساتھ
آدمی ہوں۔ اس جملہ سے ابو بصیر سمجھے کہ رسول اللہ ہمیں پھر کافروں کے سپرد کر دیں گے۔ ایسے
وہ وہاں سے چلے گئے اور سیف البحر میں مقام عیص کے قریب جا کر ٹھہرے ابو جندل بن ہبیل

جن کا ذکر اور پر ہوا وہ بھی مانگے۔ اور جب مستضعفین مکہ کو اس کی خبر ملی تو باری باری کر کے لوگ بھی یہاں جمع ہو گئے۔ بعض روایتوں میں ہے کہ اُن کی جماعت شتر آدمیوں کی ہوئی تھی۔ ان لوگوں نے قریش کا ناک میں دم کر دیا۔ یہی راستہ قریش کے تجارتی قافلوں کا تھا جو قافلہ قریش کا اس طرف سے جاتا یہ لوگ لوٹ لیتے۔ آخر تنگ آ کر قریش نے رسول اللہ کو لکھا کہ آپ اپنے پاس اُن لوگوں کو بلا لیجئے ہم شرط سے باز آئے۔ اُن لوگوں کا ذکر ابوالحارث بن الرزیح کے مال میں اس غزوہ سے پہلے بھی ہو چکا ہے۔

۶ غزوہ خیبر ۶

ابن اسحق کہتے ہیں کہ خیبر کی طرف روانگی شہ میں ہوئی حضور حدیبیہ سے لوٹ کر ذی الحجہ میں مدینہ آئے۔ بقیہ ذی الحجہ اور چند روز محرم کا مدینہ میں رہے پھر محرم ہی میں خیبر کی طرف روانہ ہوئے۔ موسیٰ بن عقبہ کہتے ہیں کہ حضور حدیبیہ سے لوٹ کر مدینہ آئے تو بیس دن یا اس کے قریب مدینہ میں رہے اس کے بعد غزوہ خیبر کے ارادہ سے نکلے لیکن ام مالک صاحب کہتے ہیں کہ غزوہ خیبر سلسلہ میں ہوا۔ اور ابن حزم کہتے ہیں کہ بلا شک یہی صحیح ہے۔ اس اختلاف کی وجہ غالباً یہ ہے کہ بعض لوگ سنہ کی ابتداء محرم سے کہتے ہیں اس لئے اُن کے نزدیک محرم میں شہ شروع ہو گیا۔ اور بعض زیع الاول سے ابتداء لیتے ہیں کیونکہ رسول اللہ کی ہجرت زیع الاول میں ہوئی لہذا اُن کے نزدیک محرم اور صفر سلسلہ کا تھا اور اللہ اعلم۔ صحیح مسلم میں سلمہ بن الاکوع سے مروی ہے کہ حدیبیہ سے لوٹنے کے بعد رسول اللہ کا ذوہر عینہ کا حملہ ہوا اور غزوہ ذی قرد واقع ہوا۔ اس غزوہ سے لوٹ کر آئے تو اس کے تین دن بعد غزوہ خیبر کے لئے روانہ ہوئے۔ اور یہ معلوم ہو چکا ہے کہ حدیبیہ ذیقعد میں ہوا۔

سید حضور کا یہ جملہ جب کہ پہنچا مستضعفین نے سمجھا کہ رسول اللہ کا اشارہ ہے کہ ہم ابوبصیر کی امداد کریں چنانچہ وہ دہاں جمع ہونے لگے اُن کی تعداد شتر تھی اور بعض اصحاب سیرت میں لکھتے ہیں ۱۲۰۰

حضور حب حدیبیہ سے لوٹے تو راستہ ہی میں سورہ فتح کی ابتدائی آیتیں نازل ہوئیں
 اُس میں اللہ پاک نے ارشاد فرمایا لقد رفعنا الله عن المؤمنين اذ يبايعونك تحت
 الشجرة فلم ياتي قلوبهم فأنزل السكينة عليهم واثابهم فتحاً قريباً ومغانم كثيرة
 ياخذونها يعني اللہ مومنین سے راضی ہوا جب وہ شجرہ کے نیچے تم سے بیعت کرنے لگے
 اور خدا کو معلوم ہو گیا جو کچھ اُن کے قلوب میں ہے تو ان پر اطمینان اور سکون نازل فرمایا
 اور ان کو ایک فتح عطا فرمائی جو جلد حاصل ہوگی۔ اور بہت سی غنیمتیں عطا فرمائیں جس پر
 وہ قبضہ کریں گے انعام میں خدا نے دو چیزیں عطا فرمائیں مغانم کثیرہ اور فتح قریب۔ چونکہ
 خیر دولت کے اعتبار سے مشہور جگہ تھی اس لیے سب نے سمجھا کہ یہ فتح خیر کی پیشین گوئی ہے۔
 اس کے علاوہ خیر ہی وہ جگہ تھی جہاں بڑے بڑے اعداء اسلام جمع ہو گئے تھے اور
 فسادات کا بڑا سرچشمہ وہی تھا۔ اس لیے حضور نے خیر پر حملہ کا ارادہ کیا۔ اور حکم دیا کہ سوائے
 اُن لوگوں کے جو حدیبیہ میں شریک تھے اور کوئی اس غزوہ میں شریک نہ ہو۔ کیونکہ خیر کے مغانم
 اصحاب بیعت الرضواں کا انعام تھا جیسا کہ آیت مذکورہ سے معلوم ہوا۔

خیر آٹھ قلعوں کا مجموعہ تھا النظاۃ۔ الشق۔ الناعم ایک جانب تھا۔ اور الکثیر۔ الوطیج السلام
 دوسری جانب تھا۔ اس کے علاوہ سب سے منظم قلعہ مقومش تھا جو ابی الحقیق کا قلعہ تھا۔ اور

قلعہ النظاۃ بنون وطارمہ دہمزمہ ثمانہ فقیہ قال ابن اثیر دہی من النطوب بعد اور قاموس میں ہے
 کہ النظاۃ بلالام کے خیر کا یا اُس کے قلعہ کا یا اس کے چشمہ کا نام ہے الشق بفتح معج خیر کا قلعہ اور اُس کی
 وادی کا نام ہے قاموس میں ہے کہ بالکسر بھی ہے لیکن لغت میں بالفتح صحیح ہے اور الکثیر بضم کاف تصغیر کے
 وزن پر ہے اور الوطیج قاموس میں ہے کہ شریف کے وزن پر ہے بحائے مہلہ الوطیج بعض کتابوں میں بخاؤ
 بمعہ ہے وہ غلط ہے ابو داؤد کی بعض روایتوں میں الوطیجہ آیا ہے بفتح داؤد و حائے مہلہ اور السلام نہایہ
 میں ہے کہ بضم سین مہلہ ہے اور فتح سین کے ساتھ بھی آیا ہے اور السلام بھی آیا ہے ۱۲ منہ
 قلعہ مقومش قاموس میں ہے کہ بفتح قاف وضم میم و سکون داؤد و صا د مہلہ قبور کے وزن پر خیر کے ایک ہزار کا
 نام ہے جس پر ابی الحقیق کا قلعہ تھا ۱۲ منہ

النظاة کے پاس قلعہ صعب بن معاذ تھا۔ یہ لوگ بڑے خوشحال تھے۔ تاجر تھے۔ زراعت کرتے تھے اور باغات کثیرہ کے مالک تھے۔ سب سے پہلے النظاة اور اسحق فتح ہوا۔ انہوں میں حضرت علیؑ کے ہاتھ پر فتح ہوا اور یہیں کی لڑائی فیصلہ کن جنگ تھی۔ الکلبیہ۔ الوطیح۔ اسلام پر دیر تک محاصرہ تھا اور آخر یہاں کے لوگ سب کچھ چھوڑ کر صرث اپنی اور اپنے اہل و عیال کی جان بچا کر بکھلنے پر راضی ہو گئے۔

مدینہ سے روانگی | حضور نے مدینہ میں سباع بن عرفطہ کو خلیفہ مقرر کر دیا اور روانہ ہوئے۔ آپ کے ساتھ قرۃ سواد می تھے۔ دو گھوڑے۔ اور ادنٹ بہت زیادہ۔ حضرت ام سلمہؓ کو آپ نے ساتھ لیا ایمنہ بنت اہلنت غفاریہ بنی غفار کی چند عورتوں کے ساتھ مریضوں کی خدمت کے لئے ساتھ ہوئیں کچھ اور عورتیں بھی ساتھ تھیں حضرت صفیہؓ کا ذکر آگے آئے گا۔

سلمہ بن الاکوعؓ کہتے ہیں کہ ہم لوگ رات کے وقت جا رہے تھے اور ہمارے چچا عامر بن الاکوعؓ نے اور بعض روایت میں ہے کہ میر بھائی عامر عدی پڑھتے تھے۔

اللہم ولا انت ما اھتدینا ولا تصدقنا ولا صلینا فاغفر لنا ذلک اے اے
والقین سکینۃ علینا وثبت اقدامنا لا قینا انا اذا اصبحتنا انتینا

سلمہ ایمنہ بنت اہلنت ابن اثیر کہتے ہیں ایمنہ بنت علس بن ابی اہلنت اور کہتے ہیں کہ شاید یہ اور امت بنت ابی اہلنت ایک ہی میں ابو داؤد نے سنن میں اس خبر جانے کے قصہ کو روایت کیا ہے مگر نام کہتے ہیں ایمنہ بنت ابی اہلنت ۱۲ منہ

سلمہ ابن ابی سلمہ بن الاکوعؓ کا نسب کہتے ہیں سلمہ بن عمرو بن الاکوعؓ۔ اس لئے عامر بن الاکوعؓ ان کے چچا ہوئے لیکن مسلم کی بعض روایت میں ہے کہ انہوں نے عامر کو بھائی کہا ہے امام نوویؒ کہتے ہیں کہ شاید نسب سے چچا تھے اور رضاعت سے بھائی و اشتراعلم

سلمہ بخاری اور مسلم دونوں میں اسی طرح ہے اللہم ولا انت ما اھتدینا۔ امام نوویؒ کہتے ہیں کہ یہ وزن صحیح نہیں ہے مسلم ہی کی دوسری روایت میں ہے واشتر ولا انت انت یا تا اللہ ولا انت انت وہ صحیح ہے ۱۲

وباصباح عتوا علينا وان الامداد قنبة ابينا

یہ اشعار عبدالشہ بن رواحہؓ کے ہیں حضور انہیں اشعار کو خود برحق کے طور پر غزوہ خندق میں پڑھتے تھے عامر بن الحان تھے حضور نے پوچھا کون ہے لوگوں نے کہا عامر بن الاکوع حضور نے فرمایا یا رحمۃ اللہ یا غفرہ اللہ صحابہ میں مشہور تھا کہ غزوہ میں حضور کسی کو یہ دعا دیتے تھے تو وہ شہید ہو جاتے تھے۔ اسی وجہ سے حضرت عمرؓ نے یاد رکھی صحابی نے کہا کہ یا رسول اللہ ان کو تو شہادت لازم ہو گئی کاش ان کو مہلت ملتی اور ان کے حُدی خوانی سے ہم اور خطا اٹھاتے۔ انرض جب حضور مقام الصبار میں پہنچے جو خیبر کا قریبی علاقہ ہے تو وہاں عصر کی نماز پڑھی۔ اُس کے بعد کھانا طلب کیا۔ صرف سقوت تھا وہی حضور نے بھی کھایا اور صحابہ نے بھی۔ پھر سب نے کلی کر کے مغرب کی نماز پڑھی کسی نے وضو نہیں کیا (بخاری)

اب رات ہو گئی تھی اور حضور کا قاعدہ تھا کہ رات کے وقت کسی قوم پر حملہ نہیں کرتے تھے صبح سویرے تاریکی میں آپ نے صبح کی نماز پڑھی اور حملہ کے لیے تیار ہوئے۔ اہل قلعہ اپنی کھڑی۔ کدال وغیرہ لیکر کاموں کے لیے نکلے تھے دور سے فوج پر نظر پڑی چلا آئے محمد والہ محمد والہ خیمیں یعنی محمد بن ابی کل فوج کی کھٹا کل فوج کو خیمیں کہتے ہیں کیونکہ اس میں پانچ چیزیں ہوتی ہیں۔ مقدمہ۔ میمنہ۔ میسرہ۔ قلب۔ رافہ۔ یہ اکر سب قلعہ میں بھاگے حضور نے فرمایا اللہ اکبر خربت خیبر اللہ اکبر خربت خیبر اذا انزلنا سباحۃ قوم فسلام صباح المنذرین۔

(بقیہ صفحہ ۱۸۵)

ترجمہ خداوند اگر تو اور میری رحمت نہ ہوتی تو ہم ہدایت نہ پاتے نہ تو ہم صدقہ دیتے نہ نماز پڑھتے۔ تو اے خدا ہمیں بخش دے ہم تیرے قربان ہوں جیسا کہ ہم باقی رہیں یا تاکہ ہم تیرے فدا ہوں اور پرہیزگاری کریں۔ اے خدا ہم پر سکون اور اطمینان نازل فرما دشمنوں کا مقابلہ ہو تو ثواب قدم رکھ جب مقابلہ کی طرف ہمیں بلایا جائے تو ہم حاضر ہو جائیں۔ اور جب جنگ کی آواز دی جائے تو لوگ ہم پر اعتماد کریں۔ اگر دشمن ہمیں فتنہ میں ڈالنا چاہیں تو ہم اُس کو روک سکیں اور فتنہ میں نہ پڑیں ۱۲۱

صحابہ جب قلعہ کی طرف توجہ ہوئے تو زور سے تکیہ کی حضورؐ نے منع کیا کہ تم کسی بہرے حملہ کو نہیں پکارتے ہو۔ تم ایسی ذات کو پکارتے ہو جو تمہارے ساتھ ہے اور تمہاری آہستہ

آواز کو بھی سنتا ہے۔ حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ کہتے ہیں کہ میں پڑھ رہا تھا لا حول ولا قوۃ الا باللہ حضورؐ نے فرمایا کہ یہ کلمہ بہشت کا خزانہ ہے۔ اس کے بعد حضورؐ نے ساری فوج کو روک دیا۔ اور دعا پڑھی جب وہ ختم ہوئی تو آپؐ نے فرمایا بسم اللہ اب پڑھو۔

قلعہ النظاۃ | یہودیوں نے اپنے اہل و عیال کو ایک پرانے قلعہ میں رکھ دیا تھا۔ اور کھانے پینے کی چیزیں قلعہ ناعم اور صعب میں جمع کیا تھا۔ اور لڑنے کے قابل سب مرد قلعہ النظاۃ میں جمع ہوئے تھے اور اسی میں اُن کا رئیس سلام بن شکم بھی تھا۔ حضورؐ نے اسلامی فوج کے قیام کی جگہ مقام رجع میں ٹھہرائی۔ یہ جگہ خیبر اور غطفان کے بیچ میں تھی۔ غطفان مسلمانوں کے خلاف تھے اور اہل خیبر کے حلیف تھے اس لئے اندیشہ تھا کہ وہ امداد کو آئینگے۔ اور وہ لوگ چلے بھی تھے مگر اُن کو اپنے منزل کا (ایک آواز کی وجہ سے) اندیشہ پیدا ہو گیا اس لئے لوٹ گئے۔

الغرض پہلے قلعہ النظاۃ پر جنگ شروع ہوئی۔ یہود قلعہ کے اندر سے تیر مار رہے تھے اور مسلمان باہر سے حملہ آور تھے۔ ہر روز حضرت عثمانؓ رجع میں منزل کی نگرانی کرتے تھے اور خود رسول اللہؐ فوج کے ساتھ شریک جنگ ہوتے تھے۔ آخر خدا کے فضل سے یہ قلعہ فتح ہو گیا۔ پچاس مسلمان مجروح ہوئے۔

محمود بن مسلمہ | اندون گرمی سخت تھی۔ شدت گرمائی کی وجہ سے محمود بن مسلمہؓ حضرت محمدؐ بن مسلمہؓ کے بھائی قلعہ ناعم کے نیچے تنہائی اور سناٹا دکھ کر سو گئے۔ مگر

اسے صحیح روایتوں میں حضرت ابو موسیٰؓ سے یہ مروی ہے۔ مگر ابو موسیٰؓ اشعریؓ اس کے بعد فتح کے وقت آئے شاید یہ انہوں نے محض اس کلمہ کی فضیلت بتانے کے لئے کسی اور موقع کا حال ملا دیا ہو۔ واللہ اعلم۔ ۱۲
۱۳
۱۴
۱۵
۱۶
۱۷
۱۸
۱۹
۲۰
۲۱
۲۲
۲۳
۲۴
۲۵
۲۶
۲۷
۲۸
۲۹
۳۰
۳۱
۳۲
۳۳
۳۴
۳۵
۳۶
۳۷
۳۸
۳۹
۴۰
۴۱
۴۲
۴۳
۴۴
۴۵
۴۶
۴۷
۴۸
۴۹
۵۰
۵۱
۵۲
۵۳
۵۴
۵۵
۵۶
۵۷
۵۸
۵۹
۶۰
۶۱
۶۲
۶۳
۶۴
۶۵
۶۶
۶۷
۶۸
۶۹
۷۰
۷۱
۷۲
۷۳
۷۴
۷۵
۷۶
۷۷
۷۸
۷۹
۸۰
۸۱
۸۲
۸۳
۸۴
۸۵
۸۶
۸۷
۸۸
۸۹
۹۰
۹۱
۹۲
۹۳
۹۴
۹۵
۹۶
۹۷
۹۸
۹۹
۱۰۰
۱۰۱
۱۰۲
۱۰۳
۱۰۴
۱۰۵
۱۰۶
۱۰۷
۱۰۸
۱۰۹
۱۱۰
۱۱۱
۱۱۲
۱۱۳
۱۱۴
۱۱۵
۱۱۶
۱۱۷
۱۱۸
۱۱۹
۱۲۰
۱۲۱
۱۲۲
۱۲۳
۱۲۴
۱۲۵
۱۲۶
۱۲۷
۱۲۸
۱۲۹
۱۳۰
۱۳۱
۱۳۲
۱۳۳
۱۳۴
۱۳۵
۱۳۶
۱۳۷
۱۳۸
۱۳۹
۱۴۰
۱۴۱
۱۴۲
۱۴۳
۱۴۴
۱۴۵
۱۴۶
۱۴۷
۱۴۸
۱۴۹
۱۵۰
۱۵۱
۱۵۲
۱۵۳
۱۵۴
۱۵۵
۱۵۶
۱۵۷
۱۵۸
۱۵۹
۱۶۰
۱۶۱
۱۶۲
۱۶۳
۱۶۴
۱۶۵
۱۶۶
۱۶۷
۱۶۸
۱۶۹
۱۷۰
۱۷۱
۱۷۲
۱۷۳
۱۷۴
۱۷۵
۱۷۶
۱۷۷
۱۷۸
۱۷۹
۱۸۰
۱۸۱
۱۸۲
۱۸۳
۱۸۴
۱۸۵
۱۸۶
۱۸۷
۱۸۸
۱۸۹
۱۹۰
۱۹۱
۱۹۲
۱۹۳
۱۹۴
۱۹۵
۱۹۶
۱۹۷
۱۹۸
۱۹۹
۲۰۰
۲۰۱
۲۰۲
۲۰۳
۲۰۴
۲۰۵
۲۰۶
۲۰۷
۲۰۸
۲۰۹
۲۱۰
۲۱۱
۲۱۲
۲۱۳
۲۱۴
۲۱۵
۲۱۶
۲۱۷
۲۱۸
۲۱۹
۲۲۰
۲۲۱
۲۲۲
۲۲۳
۲۲۴
۲۲۵
۲۲۶
۲۲۷
۲۲۸
۲۲۹
۲۳۰
۲۳۱
۲۳۲
۲۳۳
۲۳۴
۲۳۵
۲۳۶
۲۳۷
۲۳۸
۲۳۹
۲۴۰
۲۴۱
۲۴۲
۲۴۳
۲۴۴
۲۴۵
۲۴۶
۲۴۷
۲۴۸
۲۴۹
۲۵۰
۲۵۱
۲۵۲
۲۵۳
۲۵۴
۲۵۵
۲۵۶
۲۵۷
۲۵۸
۲۵۹
۲۶۰
۲۶۱
۲۶۲
۲۶۳
۲۶۴
۲۶۵
۲۶۶
۲۶۷
۲۶۸
۲۶۹
۲۷۰
۲۷۱
۲۷۲
۲۷۳
۲۷۴
۲۷۵
۲۷۶
۲۷۷
۲۷۸
۲۷۹
۲۸۰
۲۸۱
۲۸۲
۲۸۳
۲۸۴
۲۸۵
۲۸۶
۲۸۷
۲۸۸
۲۸۹
۲۹۰
۲۹۱
۲۹۲
۲۹۳
۲۹۴
۲۹۵
۲۹۶
۲۹۷
۲۹۸
۲۹۹
۳۰۰
۳۰۱
۳۰۲
۳۰۳
۳۰۴
۳۰۵
۳۰۶
۳۰۷
۳۰۸
۳۰۹
۳۱۰
۳۱۱
۳۱۲
۳۱۳
۳۱۴
۳۱۵
۳۱۶
۳۱۷
۳۱۸
۳۱۹
۳۲۰
۳۲۱
۳۲۲
۳۲۳
۳۲۴
۳۲۵
۳۲۶
۳۲۷
۳۲۸
۳۲۹
۳۳۰
۳۳۱
۳۳۲
۳۳۳
۳۳۴
۳۳۵
۳۳۶
۳۳۷
۳۳۸
۳۳۹
۳۴۰
۳۴۱
۳۴۲
۳۴۳
۳۴۴
۳۴۵
۳۴۶
۳۴۷
۳۴۸
۳۴۹
۳۵۰
۳۵۱
۳۵۲
۳۵۳
۳۵۴
۳۵۵
۳۵۶
۳۵۷
۳۵۸
۳۵۹
۳۶۰
۳۶۱
۳۶۲
۳۶۳
۳۶۴
۳۶۵
۳۶۶
۳۶۷
۳۶۸
۳۶۹
۳۷۰
۳۷۱
۳۷۲
۳۷۳
۳۷۴
۳۷۵
۳۷۶
۳۷۷
۳۷۸
۳۷۹
۳۸۰
۳۸۱
۳۸۲
۳۸۳
۳۸۴
۳۸۵
۳۸۶
۳۸۷
۳۸۸
۳۸۹
۳۹۰
۳۹۱
۳۹۲
۳۹۳
۳۹۴
۳۹۵
۳۹۶
۳۹۷
۳۹۸
۳۹۹
۴۰۰
۴۰۱
۴۰۲
۴۰۳
۴۰۴
۴۰۵
۴۰۶
۴۰۷
۴۰۸
۴۰۹
۴۱۰
۴۱۱
۴۱۲
۴۱۳
۴۱۴
۴۱۵
۴۱۶
۴۱۷
۴۱۸
۴۱۹
۴۲۰
۴۲۱
۴۲۲
۴۲۳
۴۲۴
۴۲۵
۴۲۶
۴۲۷
۴۲۸
۴۲۹
۴۳۰
۴۳۱
۴۳۲
۴۳۳
۴۳۴
۴۳۵
۴۳۶
۴۳۷
۴۳۸
۴۳۹
۴۴۰
۴۴۱
۴۴۲
۴۴۳
۴۴۴
۴۴۵
۴۴۶
۴۴۷
۴۴۸
۴۴۹
۴۵۰
۴۵۱
۴۵۲
۴۵۳
۴۵۴
۴۵۵
۴۵۶
۴۵۷
۴۵۸
۴۵۹
۴۶۰
۴۶۱
۴۶۲
۴۶۳
۴۶۴
۴۶۵
۴۶۶
۴۶۷
۴۶۸
۴۶۹
۴۷۰
۴۷۱
۴۷۲
۴۷۳
۴۷۴
۴۷۵
۴۷۶
۴۷۷
۴۷۸
۴۷۹
۴۸۰
۴۸۱
۴۸۲
۴۸۳
۴۸۴
۴۸۵
۴۸۶
۴۸۷
۴۸۸
۴۸۹
۴۹۰
۴۹۱
۴۹۲
۴۹۳
۴۹۴
۴۹۵
۴۹۶
۴۹۷
۴۹۸
۴۹۹
۵۰۰
۵۰۱
۵۰۲
۵۰۳
۵۰۴
۵۰۵
۵۰۶
۵۰۷
۵۰۸
۵۰۹
۵۱۰
۵۱۱
۵۱۲
۵۱۳
۵۱۴
۵۱۵
۵۱۶
۵۱۷
۵۱۸
۵۱۹
۵۲۰
۵۲۱
۵۲۲
۵۲۳
۵۲۴
۵۲۵
۵۲۶
۵۲۷
۵۲۸
۵۲۹
۵۳۰
۵۳۱
۵۳۲
۵۳۳
۵۳۴
۵۳۵
۵۳۶
۵۳۷
۵۳۸
۵۳۹
۵۴۰
۵۴۱
۵۴۲
۵۴۳
۵۴۴
۵۴۵
۵۴۶
۵۴۷
۵۴۸
۵۴۹
۵۵۰
۵۵۱
۵۵۲
۵۵۳
۵۵۴
۵۵۵
۵۵۶
۵۵۷
۵۵۸
۵۵۹
۵۶۰
۵۶۱
۵۶۲
۵۶۳
۵۶۴
۵۶۵
۵۶۶
۵۶۷
۵۶۸
۵۶۹
۵۷۰
۵۷۱
۵۷۲
۵۷۳
۵۷۴
۵۷۵
۵۷۶
۵۷۷
۵۷۸
۵۷۹
۵۸۰
۵۸۱
۵۸۲
۵۸۳
۵۸۴
۵۸۵
۵۸۶
۵۸۷
۵۸۸
۵۸۹
۵۹۰
۵۹۱
۵۹۲
۵۹۳
۵۹۴
۵۹۵
۵۹۶
۵۹۷
۵۹۸
۵۹۹
۶۰۰
۶۰۱
۶۰۲
۶۰۳
۶۰۴
۶۰۵
۶۰۶
۶۰۷
۶۰۸
۶۰۹
۶۱۰
۶۱۱
۶۱۲
۶۱۳
۶۱۴
۶۱۵
۶۱۶
۶۱۷
۶۱۸
۶۱۹
۶۲۰
۶۲۱
۶۲۲
۶۲۳
۶۲۴
۶۲۵
۶۲۶
۶۲۷
۶۲۸
۶۲۹
۶۳۰
۶۳۱
۶۳۲
۶۳۳
۶۳۴
۶۳۵
۶۳۶
۶۳۷
۶۳۸
۶۳۹
۶۴۰
۶۴۱
۶۴۲
۶۴۳
۶۴۴
۶۴۵
۶۴۶
۶۴۷
۶۴۸
۶۴۹
۶۵۰
۶۵۱
۶۵۲
۶۵۳
۶۵۴
۶۵۵
۶۵۶
۶۵۷
۶۵۸
۶۵۹
۶۶۰
۶۶۱
۶۶۲
۶۶۳
۶۶۴
۶۶۵
۶۶۶
۶۶۷
۶۶۸
۶۶۹
۶۷۰
۶۷۱
۶۷۲
۶۷۳
۶۷۴
۶۷۵
۶۷۶
۶۷۷
۶۷۸
۶۷۹
۶۸۰
۶۸۱
۶۸۲
۶۸۳
۶۸۴
۶۸۵
۶۸۶
۶۸۷
۶۸۸
۶۸۹
۶۹۰
۶۹۱
۶۹۲
۶۹۳
۶۹۴
۶۹۵
۶۹۶
۶۹۷
۶۹۸
۶۹۹
۷۰۰
۷۰۱
۷۰۲
۷۰۳
۷۰۴
۷۰۵
۷۰۶
۷۰۷
۷۰۸
۷۰۹
۷۱۰
۷۱۱
۷۱۲
۷۱۳
۷۱۴
۷۱۵
۷۱۶
۷۱۷
۷۱۸
۷۱۹
۷۲۰
۷۲۱
۷۲۲
۷۲۳
۷۲۴
۷۲۵
۷۲۶
۷۲۷
۷۲۸
۷۲۹
۷۳۰
۷۳۱
۷۳۲
۷۳۳
۷۳۴
۷۳۵
۷۳۶
۷۳۷
۷۳۸
۷۳۹
۷۴۰
۷۴۱
۷۴۲
۷۴۳
۷۴۴
۷۴۵
۷۴۶
۷۴۷
۷۴۸
۷۴۹
۷۵۰
۷۵۱
۷۵۲
۷۵۳
۷۵۴
۷۵۵
۷۵۶
۷۵۷
۷۵۸
۷۵۹
۷۶۰
۷۶۱
۷۶۲
۷۶۳
۷۶۴
۷۶۵
۷۶۶
۷۶۷
۷۶۸
۷۶۹
۷۷۰
۷۷۱
۷۷۲
۷۷۳
۷۷۴
۷۷۵
۷۷۶
۷۷۷
۷۷۸
۷۷۹
۷۸۰
۷۸۱
۷۸۲
۷۸۳
۷۸۴
۷۸۵
۷۸۶
۷۸۷
۷۸۸
۷۸۹
۷۹۰
۷۹۱
۷۹۲
۷۹۳
۷۹۴
۷۹۵
۷۹۶
۷۹۷
۷۹۸
۷۹۹
۸۰۰
۸۰۱
۸۰۲
۸۰۳
۸۰۴
۸۰۵
۸۰۶
۸۰۷
۸۰۸
۸۰۹
۸۱۰
۸۱۱
۸۱۲
۸۱۳
۸۱۴
۸۱۵
۸۱۶
۸۱۷
۸۱۸
۸۱۹
۸۲۰
۸۲۱
۸۲۲
۸۲۳
۸۲۴
۸۲۵
۸۲۶
۸۲۷
۸۲۸
۸۲۹
۸۳۰
۸۳۱
۸۳۲
۸۳۳
۸۳۴
۸۳۵
۸۳۶
۸۳۷
۸۳۸
۸۳۹
۸۴۰
۸۴۱
۸۴۲
۸۴۳
۸۴۴
۸۴۵
۸۴۶
۸۴۷
۸۴۸
۸۴۹
۸۵۰
۸۵۱
۸۵۲
۸۵۳
۸۵۴
۸۵۵
۸۵۶
۸۵۷
۸۵۸
۸۵۹
۸۶۰
۸۶۱
۸۶۲
۸۶۳
۸۶۴
۸۶۵
۸۶۶
۸۶۷
۸۶۸
۸۶۹
۸۷۰
۸۷۱
۸۷۲
۸۷۳
۸۷۴
۸۷۵
۸۷۶
۸۷۷
۸۷۸
۸۷۹
۸۸۰
۸۸۱
۸۸۲
۸۸۳
۸۸۴
۸۸۵
۸۸۶
۸۸۷
۸۸۸
۸۸۹
۸۹۰
۸۹۱
۸۹۲
۸۹۳
۸۹۴
۸۹۵
۸۹۶
۸۹۷
۸۹۸
۸۹۹
۹۰۰
۹۰۱
۹۰۲
۹۰۳
۹۰۴
۹۰۵
۹۰۶
۹۰۷
۹۰۸
۹۰۹
۹۱۰
۹۱۱
۹۱۲
۹۱۳
۹۱۴
۹۱۵
۹۱۶
۹۱۷
۹۱۸
۹۱۹
۹۲۰
۹۲۱
۹۲۲
۹۲۳
۹۲۴
۹۲۵
۹۲۶
۹۲۷
۹۲۸
۹۲۹
۹۳۰
۹۳۱
۹۳۲
۹۳۳
۹۳۴
۹۳۵
۹۳۶
۹۳۷
۹۳۸
۹۳۹
۹۴۰
۹۴۱
۹۴۲
۹۴۳
۹۴۴
۹۴۵
۹۴۶
۹۴۷
۹۴۸
۹۴۹
۹۵۰
۹۵۱
۹۵۲
۹۵۳
۹۵۴
۹۵۵
۹۵۶
۹۵۷
۹۵۸
۹۵۹
۹۶۰
۹۶۱
۹۶۲
۹۶۳
۹۶۴
۹۶۵
۹۶۶
۹۶۷
۹۶۸
۹۶۹
۹۷۰
۹۷۱
۹۷۲
۹۷۳
۹۷۴
۹۷۵
۹۷۶
۹۷۷
۹۷۸
۹۷۹
۹۸۰
۹۸۱
۹۸۲
۹۸۳
۹۸۴
۹۸۵
۹۸۶
۹۸۷
۹۸۸
۹۸۹
۹۹۰
۹۹۱
۹۹۲
۹۹۳
۹۹۴
۹۹۵
۹۹۶
۹۹۷
۹۹۸
۹۹۹
۱۰۰۰

کنانہ ابن ابی اٹھن یا مر حب نے دیکھ لیا اور اوپر سے اُن کے اوپر ایک بڑا پتھر گرا دیا جس سے اُن کا سر پھٹ گیا اور اُسی سے ان کا انتقال ہو گیا۔

اسود راعی | اسود راعی جس کا قصہ احادیث صحیحہ میں آتا ہے وہ اسی قلعہ کی جنگ کے وقت پیش آیا اہل خیبر کا ایک حبشی چرواہا تھا۔ جب یہود جنگ کی تیاری کر رہے

تھے اُس نے پوچھا کہ کیا ہو۔ یہود نے کہا کہ اس شخص سے جنگ ہے جو نبوت کا دعویٰ کرتا ہے یہ شکر اُس کے دل میں اسلام کے جذبات پیدا ہوئے وہ اپنی بکریاں لئے ہوئے حضور کے پاس چلا آیا۔ اور حضور سے پوچھا کہ آپ کیا کہتے ہیں اور کس بات کی دعوت دیتے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ ہم اسلام کی دعوت دیتے ہیں۔ اور اس بات کی کہ خدا کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو اور میں خدا کا رسول سمجھو۔ اُس نے کہا کہ اگر ہم خدا کے ذوالجلال پر ایمان لائیں اور آپ کی نبوت کو قبول کریں تو کیا ہو گا۔ آپ نے فرمایا کہ جنت ملے گی۔ اُس نے کہا کہ یہ بکریاں میرے پاس امانت ہیں اس کو کیا کریں۔ آپ نے فرمایا کہ اس کو قلعہ کی طرف لیجا کر ہنگامہ اور کنکریاں مار دیں سب اپنے مالک کے پاس چلی جائیں گی۔ دوسری روایت میں ہے کہ اس نے کہا یا رسول اللہ تیرا رنگ سیاہ ہے پیرا چہرہ بد شکل ہے۔ بدن میں بد بو ہے۔ مال میرے پاس کچھ بھی نہیں۔ کیا میں بھی اگر خدا کی راہ میں لڑوں اور قتل کیا جاؤں تو مجھ کو بھی جنت ملیگی حضور نے فرمایا کہ ہاں ملے گی۔ اس کے بعد وہ لڑا اور شہید ہوا۔ اُس کی نعش حضور کے پاس آئی تو آپ نے فرمایا کہ خداوند پاک نے اُس کا چہرہ حسین کر دیا۔ اُس کے بدن کو خوشبو کر دیا اور دو عوریں جنت کی اُس کو ملیں۔ اُس نے جہاد فی سبیل اللہ کے سوا اور کوئی عمل خیر نہیں کیا۔ ایک وقت کی نماز بھی نہیں پڑھی مگر ایمان اور صداقت کی وجہ سے اس مرتبہ کو پہنچا۔

ایک اعرابی | شہاد ابن الہاد سے مروی ہے کہ ایک اعرابی رسول اللہ کی خدمت میں آیا کہ اگر مسلمان ہوئے اور غزوہ خیبر میں ساتھ آئے۔ خیبر کے کسی فتح میں حصہ ہوا

تو یہ حصہ خیبر کا ہے مگر کسی روایت میں یہ تصریح نہیں ہے کہ کس قلعہ پر یہ واقع ہوا۔ اسود راعی کے قصہ کی مناسبت سے اُس کو یہاں درج کیا گیا ہے۔

وَأَنْ كَا حَصَّةً بِي رَسُولِ اللَّهِ رُكَّهًا۔ وہ اس وقت حضور کا ادنٹ چرانے کے لئے گئے ہوئے تھے جب آئے تو اُن کے ساتھیوں نے اُن کا حصہ اُن کو دیا۔ پوچھا یہ کیا ہے۔ کہا کہ رسول اللہ نے مال غنیمت میں تمہارا حصہ دیا ہے۔ وہ اُس کو لئے ہوئے رسول اللہ کے پاس آئے کہ یہ کیا ہے یا رسول اللہ۔ فرمایا کہ یہ ہم نے تم کو غنیمت میں سے حصہ دیا ہے اُنہوں نے کہا کہ یا رسول اللہ میں نے اس لئے آپ کی اتباع نہیں کی۔ ہم نے اتباع اس لئے کی ہے کہ خدا کی راہ میں میری گردن کی رگ کٹے اور ہم کو جنت ملے حضور نے فرمایا کہ اگر تم سچے ہو تو خدا یہ بھی عنایت کرے گا۔ آخر اُنہوں نے قتال کیا اور شہید ہوئے۔ اُن کی نعش حضور کے سامنے آئی تو حضور نے فرمایا کہ کیا یہ وہی ہے وہی۔ لوگوں نے کہا کہ ہاں۔ آپ نے فرمایا کہ انھیں خدا کے پاس سچا ثابت ہوا اور خدا نے اپنا وعدہ پورا کیا۔

قلعہ صعب | اس کے بعد قلعہ صعب کا محاصرہ ہوا۔ مرحب یہودی نکلا اور مبارزت چاہی عامر بن الاکوع اس کے مقابل گئے۔ اُس نے تلوار ماری وہ اُن کے پیر میں پھنس گئی۔ اُنہوں نے نیچے سے اُس کے پیر میں تلوار ماری۔ اس کے پیر تک تلوار نہ پہنچی اور جھٹکے میں خود انہیں کی تلوار ان کے ران میں آکر لگی اور اُسی سے شہید ہوئے۔ اس کے بعد سلمہ بن الاکوع حضور کے خدمت میں آئے تو زور ہے تھے حضور نے رونے کا سبب پوچھا تو کہا کہ حضور صحابہ کہتے ہیں کہ عامر کے اعمال جبط ہو گئے۔ کیونکہ وہ خود اپنی تلوار سے مرے حضور نے فرمایا کہ غلط کہتے ہیں اُس نے جہاد کیا وہ مجاہد فی سبیل اللہ ہے۔ آپ نے عامر کے جنازہ کی نماز پڑھی اور تمام صحابہ نے پڑھی۔

ابن اسحاق لکھتے ہیں کہ بنی سہم کے لوگ مسلمان ہوئے تھے۔ وہ رسول اللہ کی خدمت میں حاضر ہوئے کہ یا رسول اللہ ہم بھوک سے مرے جاتے ہیں اور ہمارے پاس کھانے کو کچھ نہیں ہے رسول اللہ کے پاس بھی کچھ نہ تھا جو اُن کو دیتے۔ آپ نے بارگاہِ محمدیت میں دعا کی کہ خدا دندا تو ان کے حال سے واقف ہے اور میرے پاس کچھ نہیں ہے جو ہم اُن کو

دے سکیں۔ خداوند کسی ایسے قلعہ کی فتح عنایت کر جس سے ان کی عسرت دفع ہو سکے۔
قلعہ صعب فتح ہوا جس میں کھانے پینے کی چیزوں کا سب سے بڑا ذخیرہ تھا۔

بخاری میں ہے کہ جس روز نسخ حاصل ہوئی اسی روز رات کے وقت حضور نے
دیکھا کہ ہر طرف آگ جل رہی ہے۔ پوچھا یہ کیا ہے۔ لوگوں نے کہا کہ سب گوشت پکا رہا
ہے۔ پوچھا کس چیز کا گوشت کہا اہلی گدھوں کا گوشت ہے۔ آپ نے فرمایا کہ وہ نجس ہے
سب پھینک دو اور برتنوں کو توڑ دو کسی نے کہا یا رسول اللہ گوشت پھینک دیں اور برتنوں کو
دھو دیں۔ آپ نے فرمایا کہ اچھا دھو ڈالو۔

قلعہ قموص

قموص کا جب محاصرہ ہوا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خدا تعالیٰ نے در دس لاکھ ہو گیا
تھا۔ آپ خود معرکہ میں نہیں جاتے تھے۔ مہاجرین انصار میں سے کسی کو بلا لیا
فوج مقرر کر دیا کرتے تھے یہ قلعہ سب سے زیادہ منکم تھا۔ اس لئے محاصرہ طویل ہوا۔ اور
فتح نہ ہوتا تھا۔ ایک روز حضرت صدیق اکبرؓ اور بڑی کوشش کی مگر فتح نہ ہوا۔ دوسرے روز
حضرت عمرؓ اور بہت بڑی کوشش کی مگر کامیابی نہ ہوئی۔ آپ نے فرمایا کہ کل ایسے شخص کو طلب
دینگے۔ یا یہ فرمایا کہ کل ایسا شخص علم لے گا جو خدا اور رسول کو دست رکھتا ہے۔ اور خدا اور رسول
اُس کو دست رکھتے ہیں۔ اسی کے ہاتھ پر اللہ پاک اس قلعہ کی فتح عنایت کرے گا۔

سب صحابہ رات کے وقت آپس میں تذکرہ کرتے تھے کہ دیکھئے کل کس کو علم نصیب ہوتا ہی
جب صبح کے وقت رسول اللہؐ کی خدمت میں صحابہ حاضر ہوئے تو آپ نے پوچھا کہ علیؓ کہاں ہیں
صحابہ نے کہا کہ اُن کی آنکھوں میں رمل کی وجہ سے درد ہے وہ آنے کے قابل نہیں ہیں آپ نے
فرمایا کہ ان کو بلاؤ۔ وہ آئے تو آپ نے ان کی آنکھوں میں لعاب دھن ڈالا۔ اور خدا سے دعا
کی۔ اُن کی آنکھیں ایسی اچھی ہو گئیں جیسے کچھ تھا ہی نہیں۔ پھر کہا کہ جاؤ پہلے اسلام کی دعوت
دو۔ اور خدا کے حقوق کو سمجھاؤ۔ اے علیؓ اگر تمہارے ذریعہ سے ایک شخص کی بھی ہدایت
ہو گئی تو یہ تمہارے لئے سب سے بڑی نعمت ہوگی۔

مرحبا یہودی | آپ جب قلعہ کے قریب گئے تو ایک یہودی نے قلعہ سے سڑکا لکڑی چھاکہ تم کوں ہو فرمایا کہ میں علی بن ابی طالب ہوں۔ اُس نے کہا قسم ہے تو ریت کی تم لوگ غالب ہوئے۔

اس کے بعد قلعہ سے مرحبا نکلا جو یہودیوں میں سب سے بڑا دیر شخص تھا اور اس نے رجز پڑھا

انا الذی سمعنی افعیٰ مرحبا شاک اسلام بطل مرحبا

حضرت علیؓ مقابلہ میں گئے اور فرمایا

انا الذی سمعنی افعیٰ جندہ کلث غابات کربہ انظرہ

یہ کہا اور ایک تلوار ماری کہ اُس سہاڑ گیا۔

ابن قیم کہتے ہیں کہ صحیح مسلم میں اسی طرح ہے کہ مرحبا کو حضرت علیؓ نے قتل کیا۔ مگر موسیٰ ابن ہجۃ نے امام زہری اور ابوالاسود سے روایت کیا ہے کہ جابر بن عبد اللہ نے کہا کہ مرحبا کو محمد بن مسلمہ نے قتل کیا جب مرحبا نے نکل کر بازو زرت چاہی تو محمد بن مسلمہ نے کہا کہ یا رسول اللہؐ مجھے اجازت دیجئے۔ ان سب نے میرے بھائی (محمد بن مسلمہ) کو قتل کیا ہے حضور نے اجازت دی۔ یہ گئے۔ دونوں کے پیچ میں ایک درخت پڑ گیا دونوں موقع تلاش کرتے رہے۔ آخر محمد بن مسلمہ نے اس کو قتل کیا۔ سلمہ بن سلامہ اور مجمع بن حارثہ بھی کہتے ہیں کہ مرحبا کو محمد بن مسلمہ نے قتل کیا۔ واقفی کہتے ہیں کہ محمد بن مسلمہ کے ضرب سے مرحبا کے دونوں ساق کٹ گئے تھے۔ انہوں نے چھوڑ دیا اور کہا کہ تکلیف کا مزہ اچکھ جس طرح میرے بھائی نے تکلیف اٹھائی اس کے بعد اس طرف حضرت علیؓ آئے تو انہوں نے اس کی گردن مار دی اور اُس کی تلوار اور سامان لے لیا۔ یہ معاملہ رسول اللہؐ کے سامنے گیا حضرت علیؓ نے فرمایا کہ ہاں میں نے قتل کیا ہے مگر ہر اس کا پہلے سے کنا ہوا تھا۔ حضور نے اس کی تلوار مغفر نیزہ وغیرہ سب محمد بن مسلمہؓ

۱۔ حضرت علیؓ پیدا ہوئے تو اُن کی والدہ نے اُن کے نانا کے نام پر ان کا نام اسد رکھا تھا جو ابو طالب سفر میں تھے وہ آئے تو انہوں نے علیؓ کا نام رکھا جو رادسی اسد کا ترجمہ ہے ۱۲ منہ

کو دلوادیا۔ یہ تلوار محمد بن مسلمہ کے اولاد کے پاس موجود تھی اور اُس میں مرحب کا نام کھدایا ہوا تھا۔ واللہ اعلم

مرحب کے بعد اس کا بھائی یا سر نکلا۔ یہ بھی عظیم الجثہ طویل القامتہ اور بڑا شہ زور تھا اس کے مقابل حضرت زبیر بن العوامؓ گئے۔ حضرت صفیہؓ نے کہا کہ یا رسول اللہ یہ میرے لڑکے کو قتل کر دے گا رسول اللہؐ نے فرمایا کہ نہیں۔ تمہارا لڑکا اُس کو قتل کرے گا۔ آخر حضرت زبیرؓ نے اس کو قتل کیا۔

قلعہ فومس پر تقریباً بیس روز محاصرہ رہا۔ یہ سب سے محکم قلعہ تھا۔ اور اس قلعہ پر حضرت علیؓ کے کارناموں کے متعلق بہت سی مبالغہ آمیز روایتیں شہور ہیں۔

حضرت علیؓ کی جو انمزدی | مدارج النبوة میں ردۃ الاحباب اور معارج النبوة سے منقول ہے کہ حضرت علیؓ کی سپر گرگئی اُس کو یہود لے بھاگے۔

حضرت علیؓ نے قلعہ کا دروازہ اکھاڑ کر سپر بنالیا۔ جنگ کے بعد آپؐ نے اس دروازہ کو پھینک دیا تو سات قوی آدمی اس کو پلٹ نہیں سکتے تھے۔ اور چالیس آدمیوں نے ملکر اٹھانا چاہا۔ لیکن نہ اٹھا سکے۔ اور معارج سے نقل کیا ہے کہ اُس کا وزن آٹھ سو من تھا۔ اور مواہب لدنیہ سے نقل کیا ہے کہ حضرت علیؓ نے تنہا اُس دروازہ کو اکھاڑ لیا۔ لیکن اُس کے بعد شتر آدمی ملکر بمشکل حرکت دے سکے۔ اور حاکم دیہتی سے نقل کیا ہے کہ جس دروازہ کو حضرت علیؓ نے تنہا اکھاڑ لیا۔ چالیس آدمیوں نے ملکر تجربہ کیا اٹھانہ سکے۔ یہی سے روایت ہے کہ قلعہ کے دروازہ کو حضرت علیؓ نے تنہا اکھاڑ دیا اس کے بعد ہم میں سے شتر آدمیوں نے چاہا کہ اٹھا کر اُس کو اُس کی جگہ پر لگا دیں تو نہ سکے۔ ان سب روایتوں کو نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں کہ مواہب لدنیہ میں ہے کہ ہمارے نسخے نے کہا کہ یہ سب روایات داہمیہ ہیں بعض علمائے ان سب سے انکار کیا ہے واللہ اعلم

لیکن اس میں شبہ نہیں کہ اس قلعہ کو حضرت علیؓ نے فتح کیا اور اس کے فتح ہو جانے کے

یہودیوں کو جبراً بالمقابلہ لڑنے کی ہمت نہ ہوئی اس لئے حضرت علیؑ قاصخ خیبر کے نام سے
 شہر میں بخاری میں بھی یہ روایت ہے کہ حضور نے حضرت علیؑ کو علم دیا اور انہوں نے
 فتح کیا۔ لیکن اُس میں یہ نہیں ہے کہ یہ خیبر کے کس قلعہ کا واقعہ ہے۔ اور نہ اُس میں دروازہ
 کے ڈھال بنانے کا ذکر ہے۔ ابن اسحاق نے ابی رافع مولى رسول اللہؐ سے دروازہ کو ڈھال
 بنانے کی روایت نقل کی ہے مگر اس میں بھی یہ نہیں ہے کہ یہ کس قلعہ کا واقعہ ہے۔

صفینہ قلعہ قنوص ہی ابن ابی الحقیق کا قلعہ تھا۔ جب یہود اس قلعہ سے بھاگے اور قلعہ
 فتح ہوا تو اُس میں صفینہ بنت حنی بن اخطب اور ان کی دو چچا زاد بہنیں بھی قید ہوئیں صفینہ
 کنانہ بن ابی الحقیق کی زوجہ تھیں۔ ابن اسحاق لکھتے ہیں کنانہ بن ربیع بن ابی الحقیق کی یہ
 لم بن تھیں۔ اور نبیؐ وہیں تھیں۔ تھوڑا ہی پہلے انکا بیاہ ہوا تھا۔ یہ پہلے وجیہ بن خلیفہ کلبی
 کے حصہ میں آئی تھیں لیکن ان کے حسن کا شہرہ ہوا۔ اور لوگوں نے رسول اللہؐ سے کہنا
 شروع کیا کہ وہ سوز سردار کی لڑکی ہے اور ایسی پاکیزہ صورت ہے وجیہ کلبی کے پاس نہیں
 رہنا چاہیے اُس کو آپ اپنے پاس رکھیں اندیشہ ہوا کہ اُن کی وجہ سے صحابہ میں
 بد مزگی نہ پیدا ہو جائے۔ آپ نے اُن کو وجیہ کلبی سے خرید لیا۔ اور اُن کے بدلہ اُن کی بہنوں کو
 وجیہ کلبی کے سپرد کیا۔

صفینہ کے چہرہ پر نیلا داغ تھا۔ اُس کی وجہ انہوں نے یہ بتائی۔ کہ چند روز
 حضرت صفینہ کا خواب پہلے ہم نے ایک خواب دیکھا تھا کہ چاند میرے گود میں آگیا ہے۔ اپنے
 شوہر سے میں نے ذکر کیا تو اس نے طمانچہ مارا کہ تو بادشاہ مدینہ کی تمنا کرتی ہے حالانکہ
 مجھے آپ کا حال کچھ معلوم نہ تھا۔

رسول اللہؐ نے ان کو آزاد کیا اور حق انکا مہر ٹھہرا فرمایا اعتقاد تھا۔ مقام انصبا میں
 رجوع کے وقت خلوت ہوئی اور تین روز حضور وہاں مقیم رہے۔ خلوت کے پہلے روز بغیر
 اطلاع حضرت ابویوب انصاریؓ نے تلوار لیکر تمام رات بھر دیا۔ صبح کے وقت رسول اللہؐ

دیکھا تو پوچھا کہ ایسا کیوں کیا۔ کہا کہ یا رسول اللہ میں اندیشہ تھا کہ اس عورت کے باب بھائی شوہر اور تمام اقربا قتل ہوئے ہیں۔ خوف ہوا کہ کہیں کچھ شرارت نہ کرے۔ حضور مسکرائے اور ان کو دعادی۔

خوف ہوا کہ کہیں کچھ شرارت نہ کرے۔

غلوٹ کے روز کچھ کھجور اور پنیر کا آپ نے ولیمہ کیا۔ صحابہ کو شہہ تھا کہ

ولیمہ اور حجاب | یہ ام المومنین ہیں یا ملک عین کی بنا پر تصرف ہے۔ طے ہوا کہ اگر حجاب ہو تو ام المومنین ہیں ورنہ ملک عین جب روانگی ہوئی تو اونٹ پر کمرہ کھینچ کر حجاب کیا۔

اس سے سب نے سمجھ لیا کہ ام المومنین ہیں و اشہاء

قلعہ الزبیر | اس کے بعد ابن قیم نے واقعی سے ایک اور قلعہ کا حال لکھا ہے۔ کہ

ہیں کہ یہ قلعہ الزبیر میں چلے گئے۔ یہ قلعہ پاڑ کی چوٹی پر تھا۔ اور یہیں

تھا۔ تین دن تک حضور نے اس کا محاصرہ کیا۔ اس کے بعد ایک یہودی حضور کی خدمت میں آیا۔ اور کہا کہ اے ابوالقاسم آپ ایک مہینہ تک اس قلعہ پر لڑینگے تو کچھ نہ ہوگا۔ البتہ

ایک صورت ہے جس سے آپ اُن کو مجبور کر سکتے ہیں۔ پانی کا چشمہ نیچے ہے جہاں سے وہ رات کے وقت پانی لیکر مطمئن ہو جاتے ہیں اگر آپ اس کو روک دیں تو وہ مجبور ہو جائیں گے۔

صبح کے وقت رسول اللہ نے چشمہ پر جا کر اُن کا پانی روک دیا وہ مجبور ہو کر نکلے اور دماں سخت جنگ اُنہوں نے کی۔ تقریباً دس یہود اور کچھ مسلمان دماں مارے گئے۔ اور قلعہ پر قبضہ ہو گیا۔

ایک طرف کے تمام قلعوں پر قبضہ ہو گیا۔ دوسرے طرف کے تین قلعے الکلب

بقیہ قلعجات | اویح اور السلام بانی رہ گئے۔ ہر طرف سے یہود اب یہیں جمع ہو گئے تھے اور مقبوضہ قلعوں کے مال و اسباب کو بھی یہیں لا کر جمع کیا تھا۔ چودہ روز حضور نے ان کا محاصرہ کیا۔ جب وہ لڑنے کے لئے نہ نکلے تو حضور نے ارادہ کیا کہ منجیق نصب کی جائے جب ان لوگوں نے سنا اور ان کو اپنی موت کا یقین ہو گیا۔ تو ابن ابی الحقیق نے کہا بھیجا کہ ہم کچھ گفتگو کرنا چاہتے

ہیں اگر اجازت ہو تو آؤں۔ وہ آئے اور مصالحت ہوئی۔ یہ بات قرار پائی کہ قلعہ میں جتنے مرد اور ان کے اہل و عیال ہیں سب کو چھوڑ دیا جائے وہ خیبر کی زمین سے مع اپنی ذریعہ کے نکل جائیں۔ مال زمین۔ سامان حرب۔ اور اسباب میں سے کوئی چیز نہ لیں سوائے بدن پر کے کپڑے کے۔ اور رسول اللہؐ نے کہدیا کہ اگر مال و اسباب میں سے کوئی چیز تم نے چھپائی تو پھر میرا ذمہ باقی نہیں رہے گا۔

تمام شرائط منظور ہو گئے لیکن جب حضورؐ نے اموال کو ملاحظہ کیا تو فرمایا کہ حی بن اخطب کا مسک کہاں ہے۔ حی بن اخطب بنی النضیر کا سردار تھا۔ وہ نختی یا گائے کے چمڑے کو سی کر تھیلہ بناتا تھا اور اسی میں ذراہم و دنانیر زیورات اور سونا چاندی وغیرہ نقدیات رکھتا تھا۔ اس مسک میں بہت مالیت کا خزانہ تھا جس وقت بنی النضیر مدینہ سے نکالے گئے تو یہ اس مسک کو اپنے ساتھ خیبر لے آیا۔ اسی مسک کے متعلق حضورؐ نے دریافت کیا۔ تو اُس نے کہا کہ وہ نفقات اور حروب میں صرف ہو گیا۔ حضورؐ نے فرمایا کہ قصہ زیادہ روز کا نہیں ہے اور مال بہت تھا۔

آخر حضورؐ نے حضرت زبیرؓ کے سپرد کیا کہ اُن کو سزا دو تاکہ اقرار کریں۔ اس کے بعد کنانہ کے چچا زاد بھائی نے اقرار کیا۔ اور معلوم ہوا کہ ایک ویرانہ میں رکھا ہے۔ تلاش کیا گیا تو مل گیا خلاف معاہدہ مال چھپانے کی وجہ سے ابی اہنق کے دونوں لڑکوں کے قتل کا حضورؐ نے حکم دیا جس میں ایک مسفیہ کا شوہر تھا۔ لیکن اُن کے سوا اور کسی کو صلح کے بعد قتل نہیں کیا گیا۔ شرط کے موافق حضورؐ نے چاہا کہ یہودیوں کو خیبر سے نکال دیا جائے۔ مگر یہودیوں نے **مخابرہ** کہا کہ اجازت دیجئے کہ ہم یہیں رہیں۔ اور اس زمین کی اصلاح اور خدمت کریں کیونکہ اس سے ہم لوگ خوب واقف ہیں رسول اللہؐ نے بھی دیکھا کہ صحابہ کو اتنی مہلت نہیں ہے کہ زمین خود آباد کر سکیں۔ غلام ہم لوگوں کے پاس اتنے ہیں نہیں کہ ان کے ذریعہ آباد کی جائے۔ اس لئے رسول اللہؐ نے ان کو اس شرط پر زمین دی کہ وہ زراعت

کریں اور درختوں کی خدمت کریں۔ مادرِ زراعت یا نخل سے جو پیدا ہوگا اُس میں نصف اُن کا حصہ ہوگا۔ چونکہ اس طرح کا معاملہ پہلے پہلے خیبر میں ہوا اس لیے اس معاملہ کا نام ہی مخارہ ہو گیا۔

فدک

اہل فدک کو جب خیبر کا حال اور زمین کا معاملہ معلوم ہوا۔ تو انہوں نے کلمہ بھیجا کہ اس طرح کو معاملہ پر ہم سے بھی صلح کر لی جائے حضور نے منظور کر لیا اور اُن سے بھی صلح ہو گئی۔ اور محصب بن مسعود کے ذریعہ فدک کی گنگوٹے پانی لیکن دماں چونکہ کوئی فوج نہیں گئی اس لیے وہ خاص رسول اللہ کی ملک ہوئی اور خیبر تمام مسلمانوں کی۔

خیبر کے اراضی کی تقسیم

خیبر کے غنیمت میں سب سے بڑی چیز زمین تھی اس کی تقسیم حضور نے اس طرح کی۔ ابو داؤد میں بشر بن سار سے مروی ہے کہ سبکو چھتیس سہام پر تقسیم کیا۔ ۴۴ در ایک ایک سہام میں تو تو اُحدہ مقرر کیا پھر اس میں سے نصف یعنی اٹھارہ سہام کو علیحدہ کر دیا۔ یعنی تقسیم نہیں کیا بلکہ منظور کیا کہ وہ خود اور ذائب یا دوسرے ملکی اور قومی ضروریات پر خرچ کیا جائے۔ باقی اٹھارہ سہام کو تقسیم کیا ابن شہاب کہتے ہیں کہ صرف اصحاب حدیبیہ پر تقسیم کیا۔ اور اُن میں سے جو حاضر یا غائب تھے سب کو دیا۔ اصحاب سیر تصریح کرتے ہیں کہ اصحاب حدیبیہ میں سے صرف جابر بن عبد اللہ نے خیبر نہ آئے تھے لیکن اُن کو حصہ دیا گیا۔

جو نصف علیحدہ کیا گیا اور تقسیم نہ کیا گیا اُس میں الکلبہ۔ الوطیح۔ السلام اور اُس کی لُحہ

سہ جو قبضہ اور حصہ یہ دو بھائی تھے دونوں مسلمان ہو گئے مگر حصہ پہلے مسلمان ہوئے اور جو قبضہ چھپے اور عمر بن حصہ بڑے تھے اور حصہ چھوٹے۔ حصہ نے فدک کا معاملہ طے کیا تھا اور اسی لیے حضور نے نینق و سق نرا اور میں بن شعیب خیبر کے پیدا ہوا ان کا نفقہ بھی مقرر کر دیا تھا۔ ان بھائیوں کا ایک حصہ مشہور ہے کہ حصہ نے رسول اللہ کے حکم سے ایک سو دو کو قتل کر دیا تھا جو حصہ اُس وقت تک مسلمان نہیں ہوئے تھے انہوں نے اُن کو مارا کہ تو نے اُس کو کیوں قتل کر دیا انہوں نے کہا کہ میں نے رسول اللہ کے حکم سے قتل کیا ہے اگر وہ حکم دیتے تو ہم تم کو بھی قتل کر دیتے۔ جو قبضہ چھپے مسلمان ہو گئے۔ صحیحین میں ان کا ذکر عبد اللہ بن اسلم کے قتل میں آتا ہے ۱۲

زمین تھی۔ اور جو حصہ تقسیم ہوا اُس میں اثنی عشر اور اناطآہ۔ اور اس کی ملحقہ زمین تھی۔
اب اس کی تفصیل کہ جو اٹھارہ سهام تقسیم ہوئے ان کی تقسیم کیونکر ہوئی اس میں دو باتیں
مختلف ہیں۔ اور صحیح یہ ہے کہ چودہ سو آدمی تھے چودہ سهام اُن کے ہوئے کیونکہ ایک سهم تو
حصہ کا تھا۔ اور دو تو گھوڑے تھے ہر گھوڑے کو دو حصہ ملا اس لئے چار سهام گھوڑے کے
ہوئے اس طرح اٹھارہ پورا ہوا۔

لیکن مجمع بن حارثہ کی روایت تین امور میں اس سے خلاف ہے۔ اول یہ کہ انہیں
گھوڑے کا ایک حصہ ہے دو نہیں۔ دوم اُس میں ہے کہ آدمی پندرہ سو تھے۔ سوم اُس میں
ہے کہ گھوڑے تین سو تھے اس حساب سے پندرہ سهام پندرہ سو آدمیوں کا۔ اور تین سهام
تین سو گھوڑے کا اٹھارہ پورا ہو جاتا ہے۔

امام نووی کہتے ہیں کہ گھوڑے کے حصہ میں اختلاف ہے جمہور کہتے ہیں کہ گھوڑے کا دو
حصہ ہوتا ہے اس لئے پیدل کا ایک حصہ اور سوار کا تین حصہ ہو جاتا ہے۔ ایک سوار کا اور

دو گھوڑے کا یہی قول ہے۔ ابن عباس۔ مجاہد حسن۔ ابن سیرین۔ عمر بن عبدالعزیز۔ امام

مالک۔ امام اوزاعی۔ سفیان ثوری۔ یسٹ۔ امام ابو یوسف۔ امام محمد۔ امام احمد۔ اسحق ابو عبیدہ

ابن جریر اور دوسرے لوگوں کا۔ لیکن امام ابو حنیفہ کہتے ہیں کہ سوار کا دو حصہ ہوتا ہے ایک

اُس کا اور ایک گھوڑے کا اور اسی طرح حضرت علیؑ اور ابو موسیٰؓ سے بھی مروی ہے۔

امام ابو حنیفہؒ کا استدلال مجمع بن حارثہ کی روایت سے ہے۔ لیکن ابن قیم کہتے

ہیں کہ امام شافعیؒ نے کہا ہے کہ مجمع بن حارثہ کا حال معلوم نہیں۔ دوسرا استدلال یہ ہے

کہ عبداللہ العمریؒ نافع سے اور وہ ابن عمر سے روایت کرتے ہیں کہ فارس کا دو سهم ہے اور

راجل کا ایک سهم لیکن عبید اللہ بن عمر نافع سے اور وہ ابن عمر سے روایت کرتے ہیں کہ فارس کا دو

سهم ہے اور فارس کا ایک سهم۔ اور صحیحین کی روایت میں تصریح ہے کہ فارس کے تین سهام

ہیں دو فارس کا اور ایک فارس کا۔ اور عبید اللہ حفظہ ضبط میں اپنے بھائی سے بڑھے ہوئے

ہیں۔ امام شافعی کہتے ہیں کہ غالباً نافع نے فرس کہا اس کو عبد اللہ نے فارس سمجھا۔ اس کے علاوہ واقدی کی بعض روایتوں میں فارس کا دوسرا نام مذکور ہے مگر صحاح کے مقابلہ میں واقدی کی روایتوں سے استدلال کیونکر صحیح ہو سکتا ہے

جمع بن حارثہ کی روایت میں بن سوگھوڑے ہیں مگر جابر بن عبد اللہ ابن عباس صالح بن کیسان۔ بشر بن یسار۔ اور تمام اہل مغازی کہتے ہیں کہ دو سو گھوڑے تھے۔ اب اگر دو سو گھوڑے کے چار سہام نکال دیئے جائیں تو چودہ سہام بچتے ہیں لہذا چودہ سو آدمی ہونے چاہئیں۔ اور حدیث کی بھی رائج تعداد یہی ہے۔ لیکن اگر پندرہ سو ہی ہوں تو ممکن ہے کہ موالی و غلام ایک سو ہوں جن کو زمین میں حصہ نہ دیا گیا ہو الغرض حصہ پانچواں کی تعداد چودہ سو تھی۔

البتہ ایک مشکل یہ ہے کہ فتح خیبر کے وقت اصحاب سفینہ آئے یعنی حضرت جعفر اور ابو موسیٰ اشعری اور ان دونوں کے ساتھی جن کی تعداد ایک سو سے زیادہ تھی۔ بخاری میں ابو موسیٰ اشعری سے روایت ہے کہتے ہیں کہ حضور نے ہم لوگوں کو حصہ دیا۔ اس لئے تقسیم مذکورہ بالا منطبق نہیں ہوتی۔ لیکن غالباً ان حضرات کو صرف منقولات میں حصہ دیا گیا ہو غیر منقولہ اراضی میں نہیں کیونکہ وہ صرف اصحاب بیعت الرضوان کا انعام تھا۔

حضور جب خیبر کے لئے روانہ ہو چکے تو مدینہ میں حضرت ابو ہریرہ پہلے پہلے آئے اور

اسے یہ پہلے معلوم ہو چکا ہے کہ خیبر میں کچھ عورتیں بھی ساتھ آئی تھیں امیمہ بنت الصلت غفاریہ اور دوسری بنی غفار کی عورتیں۔ اور یہ سب مجرد عین کی خدمت بھی کرتی تھیں ان کو نہ منقولات میں حصہ ملا نہ غیر منقولہ زمینیں لیکن حق خدمت یا اعانت کے طور پر ان کو کچھ حضور نے عنایت فرمایا تھا اسی کو ان میں کی بعض عورتیں بیان کرتی ہیں کہ خیبر میں ہمیں غنیمت میں حصہ ملا تھا ورنہ غنیمت میں عورتوں کو کسی غزوہ میں حضور نے حصہ نہیں دیا واللہ اعلم ۱۲ منہ

۱۳ منہ یہ حصہ غیر منقولہ اراضی میں تو یقیناً نہ تھا اور غالباً قرینہ ہے کہ منقولات میں بھی باقاعدہ حصہ نہ تھا بلکہ یا تو منقولات کے خمس سے دیا گیا تھا یا قبل تقسیم غنیمت کے اعانت کے طور پر دیا گیا تھا واللہ اعلم ۱۲ منہ

سابع بن عرفطہ کے چھ نماز پڑھی اور پھر خیر آئے لیکن فتح کے بعد پہنچے۔ ابان کو ایک سو میں حضور نے بھیجا تھا وہ دہاں سے خیر آئے اور فتح کے بعد پہنچے اُن دونوں نے غنیمت میں حصہ کی خواہش بھی ظاہر کی مگر حضور نے ان لوگوں کو حصہ نہ دیا۔

علامہ عینی کہتے ہیں کہ حضور نے خیر کی کل زمین تقسیم نہ کی بلکہ بعض حصہ تقسیم کیا بعض نہیں۔ صرف الشق اور النظاۃ کو تقسیم کیا اور باقی کو نہیں اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ارض مفتوحہ میں امام کو اختیار ہے جو مصلحت دیکھے کرے۔ ابو عبیدہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ اور خلفاء راشدین کے آثار کو دیکھنے سے ارض مفتوحہ کا حکم یہ معلوم ہوتا ہے کہ جس جگہ اور جس قبیلہ کے لوگ مسلمان ہو گئے ہوں اُن کی زمین اُن کی ملکیت میں رہتی ہے اور عشر کے سوا اور اُن پر کچھ لازم نہیں ہوتا۔ اور جو زمین صلح کے ذریعہ فتح ہوئی ہو اس میں صلح کے شرائط کے موافق عمل ہوتا ہے۔ جو خراج صلح میں مقرر ہو جائے اُس سے زیادہ اُن پر لازم نہیں آتا ہے لیکن جو زمین قہراً اور غلبہ کی وجہ سے فتح ہوئی ہو اس میں عمار کا اختلاف ہے۔

ابن المنذر کہتے ہیں کہ امام شافعی اور ابو ثور کا مسلک یہ ہے کہ ایسی زمین جو قہراً اور غلبہ سے فتح ہوئی ہو اس کا حکم مثل غنیمت کے ہے یعنی ایک خمس لیکر باقی چار خمس کو فاتحین کو تقسیم کر دیا جائے گا۔ لیکن امام ابو حنیفہ صاحبین اور ثوری وغیرہ کہتے ہیں کہ ایسی زمین میں امام کو اختیار ہے کہ تقسیم کرے یا نہ کرے یا کچھ کرے کچھ نہ کرے۔ رسول اللہ نے خیر کا نصف حصہ تقسیم کیا نصف نہیں بنی قریظہ کی کل زمین تقسیم کر دی سوائے خمس کے مکہ کو بالکل تقسیم نہ کیا۔ حالانکہ یہ سب قہراً فتح ہوئے۔ فتح مکہ کے متعلق اختلافات کو انشاء اللہ فتح مکہ میں ذکر کر دوں گا۔ قافیہ خیر کے تقسیم کی تاویل کرتے ہیں کہ جو نصف قہراً فتح ہوا اس کو تقسیم کیا اور جو نصف صلح سے فتح ہوا وہ تقسیم نہیں ہوا مگر تمام روایات اور سیر میں تصریح ہے کہ دہاں سخت جنگ ہوئی اور جنگ سے مجبور ہو کر یہود اپنے ہر قسم کے ملک اور اختیار سے دست بردار ہوئے۔ صلح میں زمین مکانات اور اموال پر اُن کو کسی طرح کا کوئی حق نہیں دیا گیا بشرط یہی کہ

صرف بدن کا کپڑہ یا بعض روایت میں ہے کہ سواری پر جو چیزے یکس لیکر علاقہ خیر سے نکلیں اگر صلح ہوتی تو یہ شرط کیونکر ہوتی۔

ابن شہاب سے امام مالک صاحب نے یہ روایت کیا ہے کہ خیر کا بعض حصہ قرآن
 فح ہوا یا نہیں نے ابن شہاب سے روایت کیا ہے کہ خیر کا بعض حصہ قرآن فح ہوا اور
 بعض صلحا اور الکلبہ کا اکثر حصہ قرآن فح ہوا امام مالک سے پوچھا گیا کہ الکلبہ کیا ہے کہ
 خیر کی ایک زمین ہے جس میں چالیس ہزار نخل تھے۔ اس صلح کی تشریح خود ابن شہاب سے
 ابو داؤد میں مروی ہے۔ ابن شہاب کہتے ہیں کہ ہمیں یہ روایت پہنچی ہے کہ خیر قرآن فح ہوا
 قتال کے بعد اور اہل خیر جو اپنی جگہ سے نکلے اور ملک چھوڑ دینے پر راضی ہوئے وہ
 قتال کے بعد نکلے تھے لیکن بعد اس کے اہل خیر سے بٹائی کا معاملہ ہوا۔ اور زمین پھر انہیں
 کاشت کے لئے دی گئی اور مکانات بھی رہنے کے لئے دیئے گئے مگر اس کو مصالحت
 کوئی تعلق نہ تھا۔ وہ حصہ اجیر تھے زمین یا مکان کی ملکیت میں ان کو کوئی دخل یا دعویٰ
 نہ تھا۔ بلکہ حضور نے شرط کر لی تھی کہ جب تک ہم چاہیں گے اس معاملہ کو قائم رکھیں گے اور
 جب چاہیں گے زمین واپس لے لیں گے۔ چنانچہ اسی شرط کی بنا پر حضرت عمر بن الخطاب نے
 اپنے زمانہ میں ان سے زمین واپس لے لی اور ان کو ملک بدر کر دیا۔

مراجعت اہل جثہ | اسی غزوہ میں حضرت جعفر ابن ابی طالب اپنے ساتھیوں کو ساتھ
 اور ابو موسیٰ اشعری یعنی عبداللہ بن قیس اشعری کے ساتھ
 کشتی کے ذریعہ جثہ سے خیر آئے بخاری میں ابو موسیٰ اشعری سے روایت ہے کہ ہم کو
 جب رسول اللہ کے ہجرت کی خبر ملی تو ہم اور ہمارے دو بھائی جو ہم سے بڑے تھے۔

۱۵ ابن اثیر نے اسد الغابہ میں ہجرا کے تذکرہ میں لکھا ہے کہ حضرت جعفر کے ساتھ چالیس آدمی جثہ سے
 آئے تھے جس میں بیس آدمی جثہ کے تھے اور آٹھ شام کے ہجرا ابرہہ اشرف۔ تمام آدمی ایمن نافع یمن
 اس میں حضرت ابو موسیٰ کے ساتھی اور قریش مرد و عورتیں داخل نہیں ہیں واللہ اعلم ۱۲

ابوہم اور ابو بردہ باذن یا ترپن آدمیوں کے ساتھ کشتی پرین سے روانہ ہوئے۔ مگر میری کشتی جشلہ چلی گئی اور وہاں حضرت جعفر بن ابی طالب مل گئے انہوں نے رُوک دیا یہاں تک کہ ہم سب کمر آئے اور خیر اس وقت پہنچے جب مفتح ہو چکا تھا لیکن باوجود اسکے رسول اللہ نے ہم لوگوں کو غنیمت میں حصہ دیا۔ مگر ادرسی شخص کو جو مفتح سے غائب رہا ہو حصہ نہیں دیا۔

جب اصحاب سفینہ آئے تو رسول اللہ حضرت جعفر بن ابی طالب سے ملے اور اُن کے آنکھوں کے درمیان پشانی پر بوسہ دیا۔ پھر فرمایا کہ ہم نہیں کہہ سکتے کہ ہم کو زیادہ خوشی فتح خیبر کی ہے یا جعفر کے آنے کی۔ رسول اللہ نے ان لوگوں کو اصحاب ہجرت میں کہا ہے یعنی ان لوگوں کو دو ہجرت کا ثواب ہے۔

موسے بن عقبہ کہتے ہیں کہ بنی فزارہ خیبر میں آئے تھے کہ رسول اللہ کی مدد کریں مگر حضور نے انکار کیا۔ اور واقعی روایت کرتے ہیں کہ عیینہ بن حصن فزاری مفتح خیبر کے بعد حضور کے پاس آیا اور رسول اللہ سے کہا کہ میرے حلیفوں سے جو کچھ آپ کو ملا ہے اس میں ہمیں بھی حصہ دیجئے کیونکہ وہ میرے حلیف تھے باوجود اس کے ہم نے اُن کی مدد نہ کی۔ حضور نے فرمایا کہ تم جھوٹے ہو۔ تم لوگ تو اُن کی مدد کو چل چکے تھے مگر خدا نے تم کو رُوک دیا۔ اب تمہارے لئے ذوالرقیبہ ہے۔ پوچھا ذوالرقیبہ کیا۔ فرمایا کہ خیبر کا پہاڑ ہے جو تم نے خواب میں دیکھا ہے عیینہ لوٹ کر گھر گیا تو اُس کے پاس عارث بن حوٹنا آیا اور کہا کہ محمد قیناً مشرق و مغرب میں غالب ہوں گے۔ ہم نے یہود سے سنا ہے اور ہم اس بات کے شاہد ہیں کہ خود ابو رافع سلام بن ابی ایمن نے کہا تھا کہ ہم کو محمد سے

ملے بنی فزارہ کو جب رسول اللہ کے خیبر پر حملہ کا حال معلوم ہوا تو یہ لوگ ہل خیبر کی امداد کو چلے مگر ان لوگوں نے ایک آواز سنی جس سے اُن کو معلوم ہوا کہ خود میرے منازل پر کسی نے حملہ کر دیا ہے اس لئے یہ لوگ واپس ہو گئے یہ اسی طرف اشارہ ہے واللہ اعلم ۱۲ منہ

اس بات کی حسد ہے کہ نبوت بنی ہارون سے نکل گئی ورنہ بلاشبہ وہی مرسل ہیں۔ اور یہودی میری اس معاملہ میں سنتے نہیں۔ ہم کو اس بارہ میں دو قربانیاں سخت دینی ہونگی ایک شرب میں اور دوسری خیر میں۔ حارث نے کہا کہ اس پر میں نے سلام سے پوچھا کہ وہ تمام زمین پر غالب ہو جائیں گے۔ اُس نے کہا کہ ہاں۔

جب اطمینان ہوا تو سلام بن مشکم کی عورت زینب بنت الحارث زہر دینے کا واقعہ | نے ایک بکری پکا کر حضور کو ہدیہ دیا۔ اور اس میں زہر ملا دیا تھا۔

حضور نے اس میں سے گوشت منہ میں لیا مگر معلوم ہو گیا اور بعض روایت میں ہے کہ گوشت نے کمدیا کہ زہر ملا ہوا ہے آپ نے تھو کدیا لیکن بشر بن برار بن المعرور نے باوجود تلخی محسوس کرنے کے ادب سے حضور کے سامنے تھو کنا پسند نہ کیا اور کھا گئے۔ اور اسی سے اُن کا انتقال ہو گیا۔ حضور نے اُس عورت کو اور یہودیوں کو بلا کر پوچھا تو انہوں نے اقرار کیا کہ ہم نے زہر اس لیے دیا تھا کہ اگر آپ سچے ہیں اور نبی مرسل ہیں تو آپ کو معلوم ہو جائے گا۔ اور اگر جھوٹے ہیں تو ہم نجات پائیں گے۔

امام زہری کہتے ہیں کہ وہ عورت مسلمان ہو گئی اور حضور نے اس کو چھوڑ دیا لیکن ابوسلمہ کہتے ہیں کہ بشر بن برار کا انتقال ہوا تو آپ نے اُس عورت کو بلایا اور قتل کا حکم دیا یہ دونوں روایتیں مرسل ہیں لیکن ایک روایت متصل حضرت ابو ہریرہ سے مروی ہے کہ پہلے حضور نے چھوڑ دیا لیکن بشر کے انتقال کے بعد اُس کے قتل کرنے کا حکم دیا واللہ اعلم اُس کے تین برس بعد جب حضور کا انتقال ہوا تو حضور فرماتے تھے کہ خیر کے زہر کا اثر ہم پر غالب ہے اسی لیے امام زہری فرماتے ہیں کہ حضور شہید فوت ہوئے۔

حجاج بن علاط | موسیٰ ابن عقبہ اور ابن اسحاق وغیرہ لکھتے ہیں کہ ایک شخص

۱۵ بشر بکسر یا دشین مع ۱۲ منہ

۱۵ ابن حجر اصابعہ میں لکھتے ہیں حجاج بن علاط بکسر مملہ و تخفیف لام بن خالد بن ثورہ بالمثلثہ مصغر

یہ دو متمند شخص تھے اور ارض بنی سلیم کے معادن کے مالک تھے۔ اُن کی عورت ام ثیبہ بنی عبدالدار کی ایک عورت تھی اور مکہ میں رہتی تھی۔ اُنہوں نے رسول اللہ سے کہا کہ میرا سونا اور مال میری عورت کے پاس مکہ میں ہے۔ اگر اُس کو میرے اسلام کا حال معلوم ہو گیا تو ہمیں کچھ نہ ملے گا۔ آپ اجازت دیں تو فتح خیبر کی خبر سے پہلے ہم پہنچ کر جو مناسب ہو اس سے لکرا پنا مال لے آویں۔ رسول اللہ نے اجازت دی یہ تیزی کے ساتھ مکہ پہنچے۔ اور اپنی عورت سے کہا کہ کسی پر ابھی ظاہر نہ کر دو میرا مال جو تمہارے پاس ہے جلد لاؤ خیبر میں محمد اور اُن کے اصحاب کو شکست ہوئی ہے محمد قید ہو گئے۔ اُن کے اصحاب منتشر ہو گئے۔ ہم چاہتے ہیں کہ اُن کے غنائم کو خرید لیں۔ اہل خیبر محمد کو مکہ بھیج دیں گے تاکہ یہ لوگ اپنے مقتولین کے بدلہ اُن کو قتل کریں۔ یہ خبر جلد مکہ میں پھیل گئی۔ کفار بڑے سرور ہوئے اور جب مسلمانوں کو یہ خبر ملی تو سناٹا مچا گیا۔ حضرت عباس نے سنا تو اُن کا غم سے بڑا حال ہو گیا۔ اُنہوں نے اپنے غلام کو حجاج کے پاس بھیجا کہ صبح خبر لائے کیا قصہ ہے۔ حجاج نے غلام سے کہا کہ ابو الفضل سے میرا سلام کہو۔ اور ہم آتے ہیں وہ ہم سے تنہائی میں گفتگو کرنے کا انتظام کریں خبر سن کر وہ خوش ہو گئے۔ غلام نے آکر حضرت عباس کو بشارت دی حضرت عباس بیمار تھے مگر خوشی میں سب بھول گئے۔ اٹھے اور غلام کی پیشانی پر بوسہ دیا پھر حجاج نے تنہائی میں ملکر اُن سے سب حال بیان کیا لیکن وعدہ یا کہ تین دن تک کسی پر ظاہر نہ کرو۔ ہم یہاں سے چلے جائیں تو پھر جس طرح دل چاہے ظاہر کیجیو۔ ہم نے جو کچھ کہا ہے رسول اللہ سے اجازت لیکر کہا ہے۔

تین روز کے بعد جب حجاج جا چکے تو یہ اُس عورت کے پاس۔ اور پھر قریش کے پاس گئے قریش اپنی خوشی میں تھے۔ اور ان لوگوں کو معلوم تھا کہ عباس کو بڑا صدمہ ہے

بقرہ صفحہ ۲۰۲

بن ہلال ان کی کنیت ابو کلاب تھی اور کہا جاتا ہے کہ ان کی کنیت ابو محمد اور ابو عبد اللہ تھی ابن حجر اور ابن اثیر دونوں نے ان کے سلمان ہونے کا قصہ اور اجتناب کی آواز کا سننا تفصیل سے بیان کیا ہے ۱۲۲

ان کو دیکھ کر بھوں نے کہا کہ عباس کیا حال ہے خدا تم کو خوش رکھے۔ انہوں نے کہا کہ
 ہاں حال بہت اچھا ہے اور خبر بہت خوشی کی ہے۔ محمدؐ نے خیر فتح کیا۔ اور صفینہ سے عقد
 کیا۔ وہاں کے اموال غنیمت کو تقسیم کیا۔ سب نے تعجب سے پوچھا کہ یہ خبر تم کو کس سے معلوم
 ہوئی انہوں نے کہا کہ اسی حجاج سے جس سے تم نے پہلی خبر سنی تھی۔ وہ اپنا مال لینے آیا
 تھا اور مجھ سے وعدہ لیا کہ تین روز اس خبر کو ظاہر نہ کرنا۔ سارے کفار متحیر رہ گئے اسکے بعد
 مسلمان حضرت عباس کے پاس جمع ہوئے اور جب انہوں نے یہ خبر سنائی تو سب کا
 چہرہ خوشی سے چمکنے لگا۔

احکام فقہیہ

غزوہ خیبر سے بہت سے احکام فقہیہ پر استدلال کیا گیا ہے ہم ان میں سے بعض کو ذکر کرتے ہیں۔
 اس غزوہ میں زمین بہت فتح ہوئی اور وہ سب اہل خیبر کو بٹائی پر دی گئی۔ یہ کسی
 روایت سے نہیں معلوم ہوتا کہ حضور نے بیج دینے کا وعدہ کیا ہو یا دیا ہو۔ بظاہر
 بیج اور عمل اہل خیبر کا تھا اور زمین مسلمانوں کی اس سے معلوم ہوا کہ رب الارض کو
 بیج دینا لازم نہیں ہے۔

ابن اسحاق کھول سے روایت کرتے ہیں کہ چار چیزیں خیبر میں منع کی
 ممنوعات خیبر گائیں نہ لے جایا میں اگر حاملہ عورتیں ہوں تو ان سے صحبت کرنے کو منع
 کیا گیا نہ لے لیا گدھے کا گوشت منع کیا گیا نہ لے درندوں کے گوشت سے منع کیا گیا نہ لے۔
 غنیمت کا مال جب تک تقسیم نہ ہو جائے اس کے بچنے سے منع کیا گیا

بخاری میں روایت ہے کہ حضرت جبر بن مطعم اور عثمان بن عفان آئے کہ یا
 حقوق رسول اللہ آپ نے بنی المطلب کو خمس میں سے دیا اور ہم لوگوں کو نہیں حالانکہ
 ہمارا اور ان کا ایک مرتبہ ہے۔ آپ نے فرمایا کہ بنی ہاشم اور بنی المطلب شی واحد ہیں۔ کفر
 میں بھی اور اسلام میں بھی۔ اور آپ نے بنی عبد شمس اور بنی نوفل کو کچھ نہ دیا۔

قتال شہر حرام | یہ معلوم ہو چکا ہے کہ اس غزوہ کے لیے آپ محرم میں نکلے یعنی ابتداء رسد میں تو معلوم ہوا کہ شہر حرام میں قتال ممنوع نہیں ہے۔ اس پر سب کا اتفاق ہے کہ اگر کفار کی طرف سے ابتداء ہو تو مسلمانوں کو بھی قتال جائز ہو جاتا ہے۔ اختلاف یہ ہے کہ مسلمان کو ان مہینوں میں ابتداء کرنی جائز ہے یا نہیں۔ آئمہ اربعہ کہتے ہیں کہ جائز ہے اور تھی منوع ہے لیکن عطاء وغیرہ کہتے ہیں کہ منوع نہیں ہے منع ہے اور عطار قسم کھاتے تھے کہ شہر حرام میں قتال حرام ہے اور تحریم منوع نہیں ہے لیکن جہور کا استدلال غزوہ خیبر درست نہیں ہے۔ اس لیے کہ اگرچہ حضور نکلے آخر محرم میں مگر غزوہ ہوا صفر میں۔ البتہ محاصرہ طائف سے استدلال صحیح ہے اس لیے کہ طائف کا محاصرہ بین روز سے زیادہ ہوا۔ اور آخری ایام ذیقعدہ کے تھے واللہ اعلم

تحریم لحوم الحمر الاہلیہ | منع فرمایا اور فرمایا کہ وہ نجس ہے صحابہ میں سے بعض نے کہا کہ منع اس لیے ہوا کہ سواری کا جانور ہے بعض نے کہا کہ اطراف کی پلیدی کھاتا ہے مگر رسول نے فرمایا کہ نجس ہے۔

طہارت | رسول اللہ نے فرمایا کہ گوشت پھیکدو اور برتن توڑ دو مگر ایک شخص نے کہا کہ یا رسول اللہ گوشت پھیکدو یا جائے اور برتن دھو دیا جائے۔ آپ نے فرمایا کہ اچھا دھو دو پہلا حکم عمل کو قبل منوع ہو گیا اور معلوم ہوا کہ برتن کی نجاست دھونے سے زایل ہو جاتی ہے صحیحین میں حضرت علی سے روایت ہے کہ رسول اللہ نے نکاح متعہ کو خیبر میں منع فرمایا۔ اور اہل گدھوں کے گوشت کو اس سے قبل نکاح متعہ جائز تھا نکاح متعہ یہ ہے کہ مدت معینہ کے لیے مہر معینہ پر نکاح کیا جائے۔

اس میں شبہ نہیں کہ ابتداء اسلام میں نکاح متعہ کی رخصت تھی بشرطیکہ ضرورت شدید

لے لیکن وہ بھی استدلال تام نہیں ہے جیسا کہ وہاں معلوم ہو گا ۱۲ منہ

ہو جیسے مردہ۔ اور سور کا گوشت کھانے کی جان بچانے کے لئے رخصت ہے۔ اس طرح اضطرار کی حالت میں اس کی بھی رخصت تھی حضرت ابن ابی عمرۃ انفاری سے صحیح مسلم میں مروی ہے فرماتے ہیں کہ ابتداء اسلام میں اضطرار کی حالت میں متو کی رخصت تھی جیسے مردہ۔ دم۔ اور لحم خنزیر کی رخصت ہے لیکن بعد کو جب خداوند پاک نے دین کو مستحکم کر دیا تو اس سے بھی منع کر دیا۔ اور صحیحین میں حضرت عبداللہ بن مسعود سے مروی ہے کہتے ہیں کہ ہم لوگ رسول اللہ کے ساتھ غزوات میں ہوتے تھے۔ اور جوان تھے۔ ہمارے ساتھ عورتیں نہ تھیں۔ ایک دفعہ ہم لوگوں نے رسول اللہ سے کہا کہ اجازت ہو تو ہم لوگ بھتی کرالیں جنور نے منع فرمایا اور رخصت دیا کہ کپڑہ دیکر ایک مدت کے لئے نکاح کر لیں۔

مسلم میں حضرت جابر بن عبداللہ اور سلمہ بن الاکوع سے بھی رخصت مروی ہے گو اس میں یہ تشریح نہیں ہے کہ یہ رخصت کس حالت میں تھی مگر ظاہر ہے کہ وہ بھی ضرورت پر معمول ہوگی۔ مگر اس کے بعد یہ رخصت ممنوع ہو گئی اس پر تمام اہل اسلام کا اتفاق ہے سوائے مبتدع روافض کے حضرت ابن عباس سے روایت ہے کہ وہ اضطرار کی حالت میں ہوا زکا فتویٰ دیتے تھے مگر پیچھے انہوں نے بھی رجوع کیا اور سب کی طرح حرام کہنے لگے۔

اُن اس میں اختلاف ہے کہ کب حرام ہوا بعض کہتے ہیں کہ غزوہ خیبر میں بعض کہتے ہیں عمرۃ القضا میں بعض کہتے ہیں فتح مکہ میں بعض کہتے ہیں غزوہ اوطاس میں بعض کہتے ہیں حجۃ الوداع میں۔ اس میں عام اوطاس اور فتح مکہ تو ایک ہی زمانہ ہے۔ حجۃ الوداع اور عمرۃ القضا کا منع اس پر معمول ہو سکتا ہے کہ پہلے منع کی تاکید تھی اور اعلان منع جدید نہ تھا۔ اس لئے اصل اختلاف رہ جاتا ہے خیبر اور فتح مکہ کا فتح مکہ میں صرف تاکید اور اعلان نہ تھا بلکہ وہاں اجازت اور فعل تھا۔

صحیحین میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے مروی ہے کہ منع کیا رسول اللہ نے نکاح

لہ یعنی مہر میں کپڑہ دیکر نکاح کر لیں ۱۲ منہ

متعہ سے خیر میں اور اپنی گدھوں کے گوشت سے۔ یہ روایت متعدد طریقوں سے اعلیٰ
 سند کے ساتھ مروی ہے۔ اور اس میں شبہ کی کوئی وجہ نہیں ہے کہ متعہ خیر میں منع ہوا۔
 مگر مشکل یہ ہے کہ صحیح طریقوں سے مسلم میں یہ روایت ہے کہ انس کے بعد فتح مکہ کے وقت
 رسول اللہ نے مکہ میں متعہ کی اجازت دی۔ اور تین روز کے بعد منع فرمایا۔ لہذا شبہ ہوا کہ اگر
 خیر میں حرام ہو گیا تھا تو پھر یہ اجازت کیسی تھی

فتح خیر شہ کی ابتدا میں ہوا۔ اور فتح مکہ شہ میں اور فتح مکہ کے بعد غزوہ ادھاس
 ہوا۔ سلمہ بن الاکوع سے مسلم میں بسند ثقات مروی ہے کہ رسول اللہ نے عام ادھاس
 میں تین دن متعہ کی اجازت دی پھر منع فرمایا۔ اور سلمہ ہی میں رزیح بن بسرہ سے متعدد طریقہ
 سے مروی ہے کہ ان کے والد بسرہ ابن بعدا بنی نے بیان کیا کہ رسول اللہ نے متعہ کی اجازت
 دی تو ہم اور ہماری قوم کے ایک دوسرے شخص بنی عامر کی ایک عورت سے ملے۔ اور
 ہم اپنے ساتھی سے جمال میں بہتر تھے۔ اور ہم دونوں کے پاس چادر تھی مگر میری چادر بھٹی
 ہوئی تھی اور میرے ساتھی کی چادر نئی اور اچھی تھی۔ اُس عورت سے کہا کہ کیا تو راضی ہے کہ
 ہم میں سے کوئی ایک تجھ سے متعہ کرے۔ اُس نے کہا کہ کیا دو گے ہم لوگوں نے کہا کہ چادر پھر
 ہم لوگوں نے چادر پھیلا دیا۔ اُس نے جب میرے ساتھی کے چادر کو دیکھا تو پسند کیا۔ اور پھر
 ہم کو پسند کیا کچھ دیر دونوں چادر اور ہم دونوں کو دیکھتی رہی پھر میری طرف اشارہ کر کے
 کہا کہ شخص اور اس کی چادر ہمارے لیے کافی ہے۔ ہم اُس کے ساتھ تین دن رہے پھر
 حضور نے منع کر دیا۔ اور فرمایا کہ کسی کے پاس ایسی عورت ہو تو اُس کو علیحدہ کر دے۔ اور جو
 کچھ تم لوگوں نے ایسی عورت کو دیا ہو اُس سے واپس نہ لو۔

یہی بسرہ بن بعدد روایت کرتے ہیں کہ عام الفتح میں جب ہم لوگ مکہ میں داخل ہوئے
 تو رسول اللہ نے متعہ کا حکم دیا۔ اور پھر مکہ سے باہر آنے کے پہلے منع کر دیا۔

خیر کا امتناع اور پھر فتح مکہ کے وقت اجازت اور امتناع۔ اس کے تطبیق دینے میں

علماء کی رائے مختلف ہے۔ مازری اور قاضی عیاض کہتے ہیں کہ متعہ خیر میں حرام ہوا حضرت علی کی روایت ثقات اور مستند لوگوں سے مروی ہے۔ اور عمرۃ القضاۃ یا فتح مکہ یا ادھاس میں جو بھی وارد ہے۔ اسی خیر کے بھی کیا کید ہے نہیں ہے۔ مگر امام نووی فرماتے ہیں کہ یہ قول ان تمام روایات صحیحہ کے خلاف ہے جس میں فتح مکہ کے وقت اجازت دینا مذکور ہے۔ قاضی عیاض فرماتے ہیں کہ بعض علماء کہتے ہیں کہ حضرت علی کی روایت میں حرمت متعہ کا وقت نہیں بتایا گیا بلکہ مطلق رکھا گیا ہے اور وقت صرف اپنی گدھوں کے حرمت کا بتایا گیا۔ متعہ فتح مکہ کے وقت حرام ہوا۔ خیر میں حرام نہیں ہوا تھا۔ ابن قیم بھی کہتے ہیں کہ یہی صحیح ہے اور اس پر انہوں نے بڑی بسیط تقریر کی ہے وہ کہتے ہیں کہ حضرت علی کی روایت صحیحین میں بھی ہے اور مسند امام احمد میں بھی ہے۔ صحیحین کے الفاظ سے یہ وہم ہوتا ہے کہ متعہ کی حرمت کا زمانہ خیر ہے۔ مگر مسند کی روایت کے الفاظ صاف ہیں کہ گدھوں کا گوشت خیر میں منع ہوا۔ اور متعہ کی حرمت کے وقت میں اطلاق ہے اس کا زمانہ نہیں بتایا گیا۔ لہذا متعہ خیر میں نہیں بلکہ پہلے پہلے فتح مکہ کے وقت حرام ہوا۔ مگر اس تاویل میں صحیحین کی روایت کو ترک کرنا یا اس کے مفہوم صریح کو ترک کرنا پڑتا ہے۔

امام شافعی صاحب فرماتے ہیں کہ متعہ پہلے مباح تھا خیر میں حرام ہوا پھر فتح مکہ کے وقت مباح ہو گیا۔ اور تین روز کے بعد پھر حرام ہو گیا۔ یعنی اباحت اور حرمت دونوں مکرر ہوئی امام نووی کہتے ہیں کہ یہی مختار اور صحیح ہے۔ مگر امام شافعی صاحب خود فرماتے ہیں کہ اسکی نظیر شریعت میں نہیں پائی جاتی۔ جو چیز عند الشرع علی الاطلاق مذموم ٹھہر گئی اور حرام ہونا اس کا بیان کر دیا گیا وہ پھر کو نہ مباح ہو سکتی ہے یا اباحت کسی ضرورت کی وجہ سے ہوگی تو ایسی ضرورت کے وقت ہمیشہ اس کی اباحت قائم رہنی چاہیے لہذا وہ فعل علی الاطلاق حرام نہ ہوگا حالانکہ خود امام شافعی اور دوسرے تمام علماء یہی کہتے ہیں کہ فتح مکہ کے بعد اباحت کی ضرورت کو بھی متعہ مباح نہیں ہو سکتا۔

تمام ثبوت اس وجہ سے پیدا ہو رہے ہیں کہ خیر کے امتناع کو حرمت شرعی پر محمول کیا جا رہا ہے حالانکہ حضرت علیؓ کی روایت میں کوئی لفظ ایسا نہیں ہے جس سے حرمت کا مفہوم متعین ہو۔ حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ حضورؐ نے خیر میں متعہ منع کیا لیکن کسی روایت سے پتہ نہیں ملتا کہ یہ امتناع حرمت کی وجہ سے تھا یا مصلحت کی وجہ سے۔ ابن ابی عمرہ کی روایت صریح ہے کہ ابتداء اسلام میں جب رخصت تھی تو وہ بھی رخصت عام نہ تھی بلکہ اضطراب کی حالت میں رخصت تھی لہذا بلا اضطراب تو اس وقت بھی منع ہی تھا البتہ حضرت علیؓ کی روایت ابن عباسؓ کے خلاف استدلالاً فرمایا کہ حضورؐ نے خیر میں متعہ منع فرمایا۔ اس سے یہ بیشک معلوم ہوا کہ حضرت علیؓ رفع مکہ کے قبل اس کو منع سمجھتے تھے مگر منع ہمیشہ حرمت ہی کے لئے نہیں ہوتا۔ حضرت ابن عباسؓ جو ازکافٹوی دیتے تھے جیسا کہ حضرت عروہ بن زبیرؓ کی روایت سے جو صحیح مسلم میں ہے ثابت ہوتا ہے۔ حضرت علیؓ اس کو منع فرماتے تھے۔

لیکن نسخ مکہ کے روز حضورؐ نے صاف طور سے متعہ کا حرام مؤبد ہونا بیان کر دیا چنانچہ مسلم میں وہی سیرہ بن جبکہ کی روایت ہے کہ حضورؐ نے فرمایا یا ایہا الناس انی قد کنت اذنت لکم فی الاستمتاع من النساء وان الله قد حرم ذلک الی یوم القیامۃ اے لوگو! میں نے تمہیں عورتوں سے متعہ کرنے کی اجازت دی تھی اور البتہ خدا نے اس کو قیامت تک کے لئے حرام کر دیا ہے۔

اس سے معلوم ہو گیا کہ اس سے پہلے آپ کو خدا کی طرف سے کوئی حکم نہ ملا تھا۔ خیر کا امتناع حکم خداوندی نہ تھا بلکہ خود حضورؐ نے اس فعل کو مکروہ سمجھ کر منع کیا تھا اور ضرورت کے وقت خود اجازت دی تھی رفع مکہ کے وقت جب خدا کا حکم آگیا تو آپ نے متعہ کا من جانب اللہ حرام ہونا بیان کر دیا۔ لہذا عمرۃ القضاۃ میں جو امتناع مردی ہے وہ پہلے قسم کے امتناع پر محمول ہو گا۔ اور حجۃ الوداع میں جو امتناع مردی ہے وہ حرمت کا اعلان اور تاکید ہے واللہ اعلم رفع مکہ میں اس مسئلہ کی مزید توضیح ہو گی انشاء اللہ تعالیٰ

فدک و ادی القریٰ و تیمار

یہ تو معلوم ہو چکا ہے کہ فدک کا تصفیہ انہیں شرائط پر طے ہو گیا تھا جن شرائط پر خیر کا معاملہ طے ہوا تھا۔ لیکن دوسری زدائیں ہیں کہ

فدک کا معاملہ نصف اراضی پر تصفیہ ہوا تھا یعنی نصف زمین فدک کی اہل فدک کو ملی اور نصف رسول اللہ کو۔ اور یہی صحیح ہے حضرت عمرؓ نے جب یہودیوں کو جاز سے جلا وطن کیا اور اہل خیر کو اراضی کی کوئی قیمت نہیں دی گئی لیکن اہل فدک کو نصف زمین کی قیمت دی گئی تھی۔

جب خیر سے فراغت ہوئی تو حضور نے دادی القریٰ کا ارادہ کیا وہاں یہودیوں کو ایک جماعت تھی اور کچھ عرب بھی ان کے شامل ہو گئے تھے جب مسلمان وہاں پہنچے تو انہیں کے قبل ہی ان لوگوں نے تیرمازنا شروع کر دیا۔ اور رسول اللہ کے ایک غلام جن کا نام مدغم تھا شہید ہو گئے۔ لوگوں نے کہا کہ مدغم کو جنت مبارک ہو حضور نے فرمایا کہ خدا کی قسم اس پر آگ مشتعل ہے۔ اس نے خیر کے قیمت میں سے کچھ پوشیدہ لے لیا تھا جو اس کو خدا میں نہ ملی تھی۔ اس کے بعد حضور نے صف قتال درست کی۔ اور لوہار حضرت سعد بن حواد کو دیا۔ ایک راۃ حضرت حباب بن المنذر کو۔ ایک راۃ حضرت شہل بن حنیف کو ایک راۃ حضرت جہاد بن بشر کو۔ صف درست کرنے کے بعد اہل دادی القریٰ کو اسلام کی دعوت دی اور کہا کہ اگر وہ اسلام قبول کر لیں تو ان کے جان و مال سے کوئی تعرض نہ ہو گا۔ وہ ان کا معاملہ خدا کے ساتھ رہے گا۔ لیکن ان میں سے ایک شخص مقابلہ کے لئے نکلا اس کو حضرت زبیر بن العوامؓ نے قتل کیا دوسرا نکلا اس کو بھی انہوں نے قتل کیا تیسرا نکلا اس کو حضرت عمرؓ نے قتل کیا چوتھے کہ اس روز ان کے گیارہ آدمی قتل کیے گئے۔ اور جب ان کا کوئی شخص نہ

بچا کہ حباب بن المنذر وہی ہیں بحاکمے ہبلہ جنہوں نے بدر میں مناسب مقام معین کیا تھا اور انہیں کے رائے پر عمل ہوا تھا۔ آمین
سکھ آدھی ہیں آمین

ہوتا تھا تو اُس کے بعد رسول اللہ اُن کو اسلام کی دعوت دیتے تھے۔ نماز کا وقت آنا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے باجماعت نماز پڑھتے پھر اسلام کی دعوت دیتے اور خدا و رسول کی طرف بلاتے مگر جنگ ہوتی رہی حتیٰ کہ شام ہو گئی۔ دوسرے روز آفتاب ایک نیزہ بھی بلند نہ ہوا تھا کہ مسلمانوں کی فتح ہوئی اور جو کچھ مال و اسباب اُن کے پاس تھا وہ انہوں نے چھوڑ دیا بہت مال اور کثیر اثناء غنیمت میں ملا حضور نے سب وہیں تقسیم کر دیا۔ اور زمین و درخت یہودیوں کے ہاتھ میں رہنے دیا۔ اور حضور نے اُن پر اپنا عامل مقرر کر دیا۔

اہل تیمار یہود تھے جب اُن کو خیر۔ فداک۔ اور دادی القریٰ کے یہودیوں کا حال معلوم ہوا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کر لی وہ اپنے اموال اور زمین پر بدستور قائم رہے۔ اور اُن سے کوئی تعرض نہ کیا گیا یہ قلم یہود اپنے اپنے اُن شرائط کے ساتھ جو جن کے ساتھ طے پائی تھی اپنی اپنی جگہ قائم رہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں بھی اور حضرت صدیق اکبر کے زمانہ میں بھی لیکن حضرت عمرؓ نے اپنے زمانہ میں خیر اور فداک کے یہود کو جزیرہ عرب سے نکال دیا۔ اور اہل تیمار و دادی القریٰ کو رہنے دیا۔ کیونکہ یہ دونوں مقام جزیرہ عرب میں داخل نہیں سمجھا گیا۔ اُن کے نزدیک دادی القریٰ سے مدینہ کی طرف سب حجاز کی زمین تھی۔ اور دادی القریٰ کے بعد شام کا علاقہ تھا واللہ اعلم۔

مراجعت دادی القریٰ میں حضور چار روز ٹھہرے۔ اُس کے بعد مدینہ کی طرف روانہ ہوئے۔ لوٹتے وقت راتہ میں کسی مقام پر آخر شب میں منزل ہوئی۔ سب کو نیند آگئی حضرت بلالؓ ایک راحلہ سے ٹیک لگا کر بیٹھے اُن کو بھی نیند آگئی۔ رسول اللہ اور تمام صحابہ سو گئے جسے کہ جب آفتاب بلند ہوا تو اُس کی تمازت سے سب سے پہلے رسول اللہ بیدار ہوئے صبح کا وقت جا چکا تھا آپ نے حضرت بلالؓ سے کہا کہ بلال تم نے یہ کیا کیا۔ انہوں نے کہا کہ یا رسول اللہ جو چیز آپ کے نفس پر غالب آئی وہی میرے نفس پر بھی غالب آگئی حضور نے فرمایا کہ اس آدمی میں شیطان ہے جلد یہاں سے نکلو۔ سب لوگ روانہ ہوئے جب اس دادی سے باہر ہوئے

تو سب لوگ ٹھہر گئے۔ وضو کیا۔ فجر کی سنت پڑھی۔ پھر حضرت بلال کو آپ نے حکم دیا انہوں نے
تکبیر کہی اور سب نے فجر کی نماز باجماعت ادا کی۔ پھر آپ نے فرمایا کہ کوئی شخص تم میں سے نماز
کے وقت سو جائے یا بھول جائے۔ تو جب یاد ہو اسی طرح ادا کرے جس طرح وقت ہر
کرتا ہے۔

بعض روایتوں میں ہے کہ یہ واقعہ حلیہ سے لڑنے وقت پیش آیا۔ اور بعض میں ہے
کہ تبوک سے لڑنے وقت۔ موطا میں زید بن اسلم سے مروی ہے کہ مکہ کے راستہ میں شعبہ
کہتے ہیں کہ حضرت ابن مسعود عمارس تھے۔ اور غنڈہ رکشتے ہیں کہ حضرت بلالؓ و اللہ اعلم

آجندار اسلام میں جب مہاجرین مکہ چھوڑ کر مدینہ آئے تو ان کے معاش
رومنہ الخ انصار کا کوئی ذریعہ نہ تھا۔ انصار نے اپنے درخت ان کو دیئے کہ ان کی

خدمت کریں اور جو پیدا ہوا وہ کھائیں۔ اسی طرح رسول اللہؐ کو بھی انصار نے درخت
دیئے تھے۔ جب بنی النضیر نکالے گئے اور ان کی زمین خاص رسول اللہؐ کی ہو گئی کیونکہ

صحابہ کو لڑنا نہ پڑا تھا۔ پھر جب بنی قریظہ قتل کیے گئے تو ان کی زمین کا خمس بھی حضورؐ
ملا۔ اس لیے حضورؐ نے انصار کے درخت ان کو واپس کر دیئے لیکن مہاجرین کے معاش

کا ذریعہ ابھی وہی انصار کے درخت تھے۔ جب خدا نے خیر میں فتح دی اور دواں کا حنا
صحابہ میں تقسیم ہوا تو مہاجرین کی حالت بدل گئی جب یہ لوگ مدینہ آئے تو سب نے

انصار کے درخت ان کو واپس کیئے ام سلمہؓ یعنی حضرت انسؓ کی ماں نے بھی رسول اللہؐ
کو کچھ درخت دیئے تھے اور رسول اللہؐ نے وہ درخت ام ایمن کو دیدیئے تھے یعنی ام

بن زیدؓ کی ماں کو جب مہاجرین نے سب انصار کے درخت واپس دیئے تو ام سلمہؓ نے
رسول اللہؐ سے اپنے درخت طلب کیئے رسول اللہؐ نے ام ایمن سے کہا کہ واپس کر دو

انہوں نے انکار کیا کہ ہم نہیں واپس کریں گے۔ یہ رسول اللہؐ کی حاضنتھیں لڑکیں ہیں آپ کی
پرورش کی تھی اور آپ کے والد کی لونڈی تھیں اس لیے حضورؐ ان کو ناراض کرنا نہیں

کے لئے پانچ دسق۔ اور رسول اللہ نے وصیت کی تھی کہ راویین کے لئے ایک تودسق
 دارین کے لئے ایک تودسق۔ بسائیں کے لئے ایک تودسق۔ اشعریین کے لئے ایک تودسق۔
 یہ روایت ابن اسحاق کی ہے اور ابوداؤد میں حضرت ابن عمر سے مروی ہے کہ حضور
 اپنے ازواج میں سے ہر ایک کو دیتے تھے اتنی دسق تودسق تودسق تودسق تودسق تودسق
 ابوداؤد ہی میں دوسری روایت ہے کہ رسول اللہ خیر کے ترکہ کو خمس نکالنے کے بعد سہام پر
 تقسیم کرتے تھے۔ اور خمس میں سے ہر زوجہ مطہرہ کو ایک تودسق تودسق تودسق تودسق
 شیعہ دیتے تھے۔

(تنبیہ) ایک دسق مجازی تین سو بیس رطل کا ہوتا ہے جیسا کہ نایہ میں ہے۔ اور رطل
 موجودہ انگریزی سیر سے نصف سیر کچھ کم ہوتا ہے لہذا دسق تقریباً دس من سے کچھ کم ہوا۔ اور
 اعرافی دسق چار سو آٹھ رطل کا ہوتا ہے لہذا وہ تقریباً تین من سے کچھ کم ہوگا۔

رسول اللہ کی خاص زمینیں | رسول اللہ کے خاص ملکیت اور قبضہ میں جو زمینیں
 کسی طرح آئیں وہ سب یہی ہیں جو اب تک آپ کی
 تھی۔ لہذا اس کی تفصیل کو یہاں پر لکھ دینا بہتر ہے۔

قاضی عیاض فرماتے ہیں کہ رسول اللہ کی ملکیت اور زیر حقوق تین طرح کی زمینیں
 آئیں ایک یہ کہ رسول اللہ کو کسی نے ہبہ کیا اس قسم میں ایک زمین منسب ہے جو خرقہ یهودی نے
 اپنے اسلام کے وقت غزوہ احد کے دن رسول اللہ کے لئے وصیت کی تھی۔ یہ بنی النضیر میں
 اس کے ثبات مکانات تھے اور اس قسم میں دوسری زمین وہ تھی جو انصار نے آپ کو
 عطا کی تھی اور وہاں پانی نہیں پہنچتا تھا یہ زمینیں خاص رسول اللہ کی ملک تھیں دوئم بنی النضیر
 جب مکہ لے گئے تو ان کی زمینیں فی میں آپ کو ملیں۔ یہ آپ کے لئے خاص تھیں کیونکہ
 مسلمانوں کو وہاں لڑنا نہیں پڑا تھا۔ بنی النضیر اپنے اموال منقولہ کو جتنا وہ اونٹ پر لجا سکے
 آلات حرب کے سوا وہ لے گئے باقی کو حضور نے مسلمانوں پر تقسیم کر دیا لیکن زمینیں آپ کی

خاص تھیں اس میں سے آپ نفقات کے بعد سب مسلمانوں کی قومی مصلحتوں میں صرف کرتے تھے۔ اسی طرح فدک کی نصف زمین جس پر فتح خیبر کے بعد اہل فدک سے آپ نے صلح کی تھی وہ آپ کی خاص تھی۔ اور اسی طرح دادی القریٰ کے زمین کی ایک تہائی جس پر وہاں کے یہودیوں سے آپ نے صلح کی تھی۔ اور اسی طرح خیبر کا دو قلعہ ابوطح اور السلام جس کو آپ نے صلح سے لیا تھا۔

تویم خیبر کے فتوحات کا خمس۔ اور خود حضور کا سہم جو سب مسلمانوں کی طرح آپ کو ملا تھا۔ یہ سب زمینیں رسول اللہ کی ملک تھیں اور اس میں کسی دوسرے کا حق نہ تھا۔ اس پر رسول اللہ نے کبھی کسی کو تصرف اور قبضہ کا اختیار نہ دیا۔ اس میں حضور نے جن کے نفقات مقرر کر دیئے تھے ان کو نفقات ملتے تھے اس کے بعد بقیہ مسلمانوں پر اور مصالح عامہ پر صرف کرتے تھے۔

حضرت عائشہؓ نے صحیح مسلم میں روایت ہے کہ حضرت فاطمہؓ نے حضرت صدیقؓ سے خیبر۔ فدک اور مدینہ کی اراضی سے جو رسول اللہ کی ملکیت تھی اپنا حصہ طلب کیا حضرت صدیقؓ نے فرمایا کہ یہ زمین ملک نہیں ہو سکتی حضورؐ نے فرمایا ہے کہ انبیاء کے متردک میں درج نہیں ہوتی۔ وہ جو چھوڑیں صدقہ ہے جس کا جس کا نفقہ اس میں مقرر ہے وہ اسی طرح رہے گا۔ اور جس جس کام میں حضورؐ خرچ کرتے تھے اسی کام میں خرچ ہو گا لیکن سچے حضرت عمرؓ نے اپنے وقت میں مدینہ کی زمین حضرت علیؓ اور حضرت عباسؓ کو دیدی مگر ان کو شرط کر لیا کہ جس طرح حضورؐ کے وقت میں صرف ہوتا تھا اسی طرح صرف کیا جائے گا لیکن فدک اور خیبر کے دینے سے انکار کیا کہ وہ رسول اللہ کا صدقہ ہے مسلم ہی میں ہے کہ ایک دفعہ حضرت عباسؓ اور حضرت علیؓ مدینہ کی اسی زمین کے متعلق اختلاف کرتے ہوئے حضرت عمرؓ کے پاس آئے کہ آپ ہمارے درمیان فیصلہ کر دیجئے۔ اختلاف یہ تھا کہ حضرت عباسؓ رسول اللہ کے متردک میں نصف کا مطالبہ کرتے تھے اس لئے کہ رسول اللہ نے ایک بیٹی اور

ایک چچا چھوڑا تھا اس لیے بیٹی کا نصف دیکر باقی نصف بطور عصوبیت چچا کو پہنچا تھا۔ حضرت عزنے فرمایا کہ میں نے مدینہ کی زمین آپ دونوں صاحبوں کو اس شرط پر دی ہے کہ اس کا مصرف اسی طرح آپ لوگ قائم رکھینگے جس طرح رسول اللہ کے وقت میں تھا۔ آج کیا آپ لوگ چاہتے ہیں کہ اس کے خلاف ہم کوئی فیصلہ کریں۔ یہ نہیں ہو سکتا۔ اگر آپ لوگ اس شرط کے موافق انتظام نہیں کر سکتے تو آپ زمین چھوڑ دیجئے۔ اس کا انتظام ہو جائے گا۔

بعض سرایا

رسول اللہ جب خیبر سے لوٹ کر مدینہ آئے۔ تو سوال تک مدینہ میں رہے۔ اور اس درمیان میں آپ نے مختلف اطراف میں سرایا بھیجے۔ ان سرایا کی ترتیب اور تاریخ میں بڑا اختلاف ہے مگر ہم ان سرایا کو ذیل میں درج کرتے ہیں جو بقرینہ راج غزوہ خیبر اور عمرہ القضاء کے درمیان میں ہیں۔

ان میں ایک سر یہ حضرت صدیق اکبر ہے ان کو حضور نے نجد بنی خزازہ کی جانب بھیجا اور ان کے ساتھ سلمہ بن الماکون بھی تھے۔

دوسرا سر یہ عمر بن الخطاب ہے ان کو حضور نے تین سواردوں کے ساتھ بنی حوازن کی جانب بھیجا وہ سب بھاگ گئے۔ ایک دوسری مخالف جماعت کا پتہ ملا مگر انہوں نے کہا کہ ان سے لڑنے کا ہمیں حضور نے حکم نہیں دیا ہے۔

عبداللہ بن رواحہ کی جانب بھیجا۔ ان کے ساتھ عبداللہ بن ابی شیبہ بھی تھے۔

خبر ملی تھی کہ بشیر بن دارم نے بنی خلفان کو لڑنے کے لیے جمع کیا ہے یہ لوگ اس کو اور اس کے تین ساتھیوں کو کچھ باتیں بنا کر خیبر کے باہر لے آئے۔ تین مسلمان تین یہودیوں کے رویت تھے۔ جب کچھ دور آئے تو ہر مسلمان نے اپنے رویت کو قتل کر دیا صرف ایک شخص ان میں

بیچ گیا عبداللہ بن ابی اسحاق کو کچھ چوٹ آئی تھی جب یہ لوگ مدینہ آئے تو رسول اللہ نے اس پر
آب دہن ڈال دیا وہ بالکل اچھا ہو گیا۔

یسرے بشیر بن سعد حضور نے بشیر بن سعد انصاری کو بنی مرہ کی جانب فدا کیا تو لوگوں نے
پہنچ کر ان کے مال پر غارت ڈالا اور ان کے ادنیٰ اور بکری وغیرہ
منکا کر لے آئے۔ ان سب نے بچھا لیا۔ راستہ میں لڑائی ہوئی۔ کچھ بھاگے کچھ قید ہوئے۔ مسلمان
فیثمت کے ساتھ مدینہ آئے۔ مگر بشیر بن سعد زخمی ہو گئے تھے اس لیے وہ فدا کر دیا پس گئے
اور ایک یہودی کے یہاں رہے جب اچھے ہو گئے تب مدینہ آئے

قصہ اسامہ بن زید حضور نے جھینڈ کی جانب ایک سر پہنچا۔ اس میں اسامہ بن زید
بھی تھے وہ لوگ جمع ہو کر رات کے وقت مقابلہ میں آئے۔ پہلے

حضرت اسامہؓ نے بھائی کی اطاعت کر دیا مخالفت نہ کر دی۔ انہوں نے نہ مانا۔ تب انہوں نے
مسلمانوں کو منظم کر کے ایک سخت حملہ کیا۔ حضرت اسامہؓ نے ایک شخص نہیک بن مرداس کا
پیچھا کیا۔ اس کے قریب پہنچ کر جب انہوں نے تلوار اٹھائی تو اس نے کہا لا الہ الا اللہ۔ مگر
انہوں نے اس کو قتل کر دیا۔ پھر ان کے اہوال اور ذریعہ کو لیکر مدینہ آئے۔ تو حضور کو اس واقعہ
کی لوگوں نے خبر دی۔ آپ کو یہ سن کر بہت شاق ہوا۔ آپ نے کہا کہ کیا تو نے اسے لا الہ
الا اللہ کہنے کے بعد قتل کر دیا اسامہؓ نے کہا کہ یا رسول اللہ اس نے مہض پھرنے کے لیے کہا تھا اپنے
فرمایا کہ تو نے اس کا دل چاک کر کے نہیں دیکھا کہ اس نے دل سے کہا تھا یا نہیں صبح مسلم
کی دوسری روایت میں ہے حضرت اسامہؓ کہتے ہیں کہ مجھ کو اپنے فعل پر تردد ہوا تو میں نے خود
رسول اللہ سے کہا تھا سپر حضور کو سخت رنج ہوا فرمایا کہ قیامت کے روز تو لا الہ الا اللہ کا کیا
جواب دے گا۔ تو قیامت کے روز لا الہ الا اللہ کا کیا جواب دے گا۔ آپ بار بار یہی فرماتے
تھے جتنی کہ میں تمنا کرنے لگا کہ کاش میں آج ہی مسلمان ہوتا۔ اس کے بعد میں نے کہا کہ یا

سلہ ابن حجر نے اصحاب میں داقہ سے روایت کیا ہے کہ فدا کی شہان کے مہینہ بچھا تھا واللہ اعلم ۱۲۸

رسول اللہ ابی ایسے شخص کو قتل نہ کروں گا جو لا الہ الا اللہ پڑھے۔ آپ نے فرمایا کہ میرے بعد میں نے کہا کہ آپ کے بعد بھی

سیر غالب بجانب بنی الملوح | حضور نے غالب بن عبد اللہ البکلی کو بنی الملوح کی جانب کدید بھیجا اُسی کو قدید بھی کہتے ہیں۔ ابن قیم

ابن اسحق سے نقل کرتے ہیں کہ جندب بن مکیث ابہنی سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ اس سیر میں میں بھی تھا جب ہلوگ قدید پہنچے تو حارث بن مالک بن البرصاء الیشی ملا۔ اس کو گرفتار کر لیا۔ اُس نے کہا کہ ہم تو مسلمان ہونے کے لئے آئے ہیں۔ غالب نے کہا کہ اگر تم مسلمان ہونے کے لئے آئے ہو تو ایک دن رات ٹھہرنے میں کوئی نقصان نہیں ہے اُس کو باندھ کر وہیں چھوڑ دیا۔ اور چند جیشوں کو وہاں رکھ دیا کہ میرے آنے تک اس کو دیکھتے رہو اور اگر شرارت کرے تو قتل کر دو۔ اس کے بعد ہم لوگ بطن کدید میں گھر کے بعد پہنچے۔ ٹھہر گئے جب رات زیادہ ہو گئی تو غارت ڈالا جس کو قتل ہونا تھا قتل ہوا اور اُن کے جانور دن کو ہم لیکر چلے ان لوگوں نے قوم میں آواز دی۔ مگر ہم لوگ تیزی کے ساتھ بڑے حارث کو اور وہاں سے آدمیوں کو ساتھ لیا ہم لوگ اُن کے شور کی آواز کو سن رہے تھے۔ وہ بھی تیزی سے آئے حتیٰ کہ میرے اور اُن کے درمیان صرف قدید کی ایک دادی رہ گئی۔ مگر نہ معلوم کس طرح اُس دادی میں یکا یک سیلاب آگیا پہلے سے کچھ بارش وغیرہ بھی نہ تھی۔ اب وہ ہمیں دیکھ رہے تھے اور ہم انکو مگر کسی کی ہمت بڑھنے کی نہ ہوئی۔ ہم تمام مال کو لیکر مدینہ چلے آئے بعض اس سیر کو اور اُس کے پہلے والے سیر کو ایک بتاتے ہیں واللہ اعلم

سیر بشیر بن سعد | حسیل بن نویرہ نے اگر عرض کیا کہ میں غطفان اور حیان کے لوگ جمع ہوئے ہیں غینہ نے اُن کو کھلا بھیجا تھا کہ تم آتے ہو یا ہم آئیں۔ ان لوگوں

لہ زافع بن مکیث کے بھائی ۱۲ منہ
لہ حسیل بصیغہ تصغیر اور بعض فتح حاد کر بن کہتے ہیں ابن نویرہ اور بعض ابن خارجہ کہتے ہیں

نے جواب دیا ہے کہ تم ہی آؤ۔ ان سب کا ارادہ ہے کہ آپ پر یا آپ کے اطراف پر حملہ کریں
 حضور نے حضرت صدیق اور حضرت عمرؓ سے مشورہ کیا۔ اور بشیر بن سعد کو تین سو آدمیوں کے
 ساتھ روانہ کیا۔ ان لوگوں نے پہنچ کر پہلے فارت ڈالا۔ خبر سن کر وہ جماعت منتشر ہو گئی۔ یہ
 لوگ ان کے مقام میں گئے تو کوئی نہ تھا ان کے جانوروں کو لیکر چلے۔ راستہ میں عینہ کا ماسوس
 ملا اس کو قتل کیا۔ پھر اُس کی جماعت ملی مگر ان سب نے سمجھا نہیں کہ یہ کون لوگ ہیں بڑھ
 گئے۔ اُس جماعت کے دو آدمی علیحدہ ملے اس کو یہ لوگ مدینہ لے آئے دو دن مسلمان ہو گئے۔
 اس کے بعد جب عینہ پریشان جا رہا تھا تو اس کو حارث بن عوف ملا اور کہا کہ تو دیکھتا نہیں کہ محمدؐ
 سارے بلاد پر غالب ہوں گے۔ اور تو بے محل دشمنی کر رہا ہے۔

قیس بن رفاعہ یا رفاعہ بن قیس بنی جشم کا معزز شخص تھا۔ اُس کے
 سیر ابو حدرد الاسلمی پاس کچھ لوگ جمع ہوئے کہ اس کو رسول اللہؐ سے جنگ کرنے پر
 آمادہ کریں۔ رسول اللہؐ کو خبر ملی تو ابو حدرد الاسلمی کو اور ان کے ساتھ دو آدمیوں کو بھیجا
 کہ اُس کی خبر لاؤ۔ خود بیان کرتے ہیں کہ ہم غروب آفتاب کے قریب وہاں پہنچے۔ جہاں مجمع تھا
 اُس کے ایک طرف ہم چھپ گئے۔ اور دوسری طرف ساتھیوں کو چھپنے کے لئے کہا اور کہا
 کہ اگر ہم تکبیر کہیں تو ساتھ ہی تکبیر لکرتے ہی نکل آئیں۔ اس روز قیس کا چرہ اکیسی وجہ سے
 دیر تک نہ آیا۔ قیس نے کہا کہ ضرور کوئی حادثہ ہوا ہے۔ اُس نے تلوار حائل کی اور دیکھنے
 کے لئے نکلا۔ لوگ ساتھ آنے لگے تو اُس نے منع کیا کہ کوئی نہ آئے۔ اور تنہا نکلا جب

اٹھیں ہیں۔ ابن مندہ کہتے ہیں کہ انہیں کو حُسن بن غار جہ بھی کہتے ہیں ابن حجر اصابہ میں لکھتے ہیں کہ میں
 یہ معلوم ہوتا ہے کہ حُسن دوسرے شخص ہیں ان کے بھائی اور ان کو بھی رسول اللہؐ کی لقا ہوئی حُسیل
 وہی شخص ہیں جن کو خیبر کا راستہ بتانے کے لئے حضور نے پہلے اجرت پر مقرر کیا تھا۔ بعد کو مسلمان ہو گئے
 والشرائع ۱۲ منہ

سے ابو حدرد الاسلمی ہوا زن بن اسلم کی اولاد ہیں اہل حجاز میں موسیٰ بن ام دردار کے والد اور
 ابو دردار کے خسر ہیں والشرائع ۱۲ منہ

میری جگہ کے قریب آیا تو ہم نے ٹھیک اُس کے سینہ پر تیر مارا فوراً گر گیا۔ میں نے ٹکڑا کر دین کاٹ دی اور بجیر کی یہ سنکر ہمارے ساتھیوں نے بھی زور سے تکیہ کر لیا اور نکلے مجمع نے سمجھا کہ فوج آگئی سب بھاگے۔ بہت جانور اور غنیمت ملا۔ مدینہ آئے۔ رسول اللہ نے اس میں سے تیرہ اونٹ ہمیں دیئے۔ ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ میں نے نئی شادی کی تھی دو تودرہم مہر بٹھرا تھا۔ میں نے رسول اللہ سے امداد چاہی تھی آپ نے قسم کھائی کہ میرے پاس کچھ نہیں ہے کہ تمہاری امداد کر سکوں اُس کے بعد یہ قصہ پیش آیا۔

ابو قتادہؓ و محکم بن جثامہؓ | حضور نے ایک سریہ بھیجا۔ اس میں ابو قتادہؓ اور محکم بن جثامہؓ تھے اُن کو رات میں عامر بن الاضبط الانصاریؓ چنوا دیوں کے

ساتھ ملا۔ اور مسلمانوں کی طرح ان لوگوں کو سلام کیا۔ لیکن محکم نے اس کو قتل کر دیا اور اُس کا اونٹ وغیرہ لے لیا۔ جب یہ لوگ لوٹے اور رسول اللہؐ کو اس کی خبر دی تو یہ آیت نازل ہوئی

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا ضَرَبْتُمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَبِتَنَافُؤِكُمْ دَلَّ بِتَقْوَالِكُمْ لَكُمْ عَلَيْكُمْ السَّلَامُ

لست مومنات بمتنوع عرض الحماة الدنيا فعد الله مغناصم كثيرة كذا لك كنتم

من قبل فمن الله عليكم فتبينوا ان الله بما تعملون خبير رسول اللہ نے فرمایا کہ اللہ

اکبر اُس نے امنت باللہ کہا پھر بھی اس نے اُس کو قتل کر دیا۔ اس کے بعد عیینہ بن بدر آیا

اور اُس نے عامر کے خون کا مطالبہ کیا کیونکہ وہ بنی قیس کا سردار تھا۔ اور اقرع بن حابس علم کی

طرف سے بول رہے تھے یہ خندق کے سردار تھے۔ رسول اللہ نے عامر کی قوم کو کہا کہ ہم دشت

میں پچاس اونٹ اس وقت دیتے ہیں اور پچاس مہینہ پہنچنے کے بعد دیں گے۔ مگر عیینہ بن بدر

نہیں ماننا تھا مگر آخر بڑی مشکل سے راضی ہوا۔ لوگ محکم کو رسول اللہ کے پاس لائے کہ

اس کے مغفرت کی دعا کیجئے۔ آپ نے تین دفعہ فرمایا اللھم لا تغفر لھ جھم ان الحق کہتے

لے اس میں بہت اختلاف ہے کہ یہ آیت کس کے حق میں نازل ہوئی۔ اور اس میں بھی اختلاف ہے

کہ عامر کو محکم بن جثامہ ہی قتل کیا تھا یا دوسرے محکم نے ۱۲ منہ

۱۵ ابن اسحق کہتے ہیں کہ یہ قصہ فح کہ سے پہلے کا ہے لیکن پھر عروہ بن زبیر سے ایک روایت نقل

ہیں کہ اُن کی قوم کا گمان ہے کہ حضورؐ نے پیچھے علم کے مغرت کی دعا کی اور ابن اسحق روایت کرتے ہیں کہ وہ لوگ دیت نہیں قبول کرتے تھے تو اقرع بن حابس نے کہا کہ تم لوگ رسول اللہؐ کی بات نہیں مانتے ہو حالانکہ رسول اللہؐ محض مصالحت کے لئے یہ کہہ رہے ہیں۔ یا تو تم لوگ رسول اللہؐ کی بات قبول کر لو ورنہ ہم بنی تمیم کے پچانش آدمیوں کی گواہی پیش کریں گے کہ عامر بن الاضبط نے کبھی نماز نہیں پڑھی۔ تو تمہارا یہ سارا مطالبہ لغو ہو جائے گا جب اقرع نے یہ کہا تو اُن لوگوں نے دیت قبول کر لی واللہ اعلم

یہ صحیحین میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے مروی ہے کہ انصار کے ایک شخص کو رسول اللہؐ ایک سر پہ کا امیر بنا کر بھیجا اور حکم دیا کہ اُن کی سنو اور اتباع کرو۔ وہ کسی بات پر اُن لوگوں سے ناخوش ہو گئے۔ اور اُن لوگوں سے لکڑی جمع کروائی۔ پھر اُس میں آگ لگوائی۔ اس کے بعد پوچھا کہ کیا رسول اللہؐ نے حکم نہیں دیا کہ تم لوگ میری سنو اور اتباع کرو سب نے کہا کہ ہاں حکم دیا ہے۔ انہوں نے کہا کہ تم سب اس آگ میں داخل ہو جاؤ۔ صحابہ ایک دوسرے کو حیرت سے دیکھنے لگے۔ پھر سب نے کہا کہ ہم آگ کی عذاب سے رسول اللہؐ کی طرف بھاگے ہیں۔ اس پر اُن کا غصہ سرد ہوا۔ اور آگ بجھائی گئی۔

حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول کی آیت عبد اللہ بن حذافہ السہمی کے قصہ کے متعلق نازل ہوئی ہے جب حضورؐ نے یہ سنا تو فرمایا کہ اگر یہ لوگ آگ میں داخل ہو جائے تو کبھی آگ سے نہ نکلے۔ یعنی ہمیشہ کے لئے جہنمی ہو جاتے طاعت معروف میں ہے منکر میں نہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ جب تہذیب نفس امیر کی اطاعت میں حرام ہے تو تہذیب مسلم یا ترک ادا امر یا فعل تو ابی امیر کے حکم سے کیونکر جائز ہو سکتا ہے۔ خدا کی نافرمانی کسی مخلوق کی اطاعت کی وجہ سے جائز نہیں ہو سکتی واللہ اعلم

بہر صفت

کرتے ہیں کہ یہ قصہ اس وقت پیش آیا جب حضورؐ حنین میں تھے ابن قیم نے عمرۃ القضا کے پہلے اس کا حال ذکر کیا ہے واللہ اعلم ۱۲ منہ

عمرہ القضا

ابن قیم کہتے ہیں کہ موسیٰ بن عقبہ کہتے ہیں کہ ذیقعدہ شعبہ میں حضور عمرہ کی نیت سے روانہ ہوئے یعنی اسی مہینہ میں جس میں مشرکوں نے آپ کو اس کے پٹیلے سال مسجد حرام سے روکا تھا جب حضور مقام یانج میں پہنچے تو تمام آلات حرب کو وہیں رکھ دیا۔ ساتھ صرف سلاح راکب یعنی تلوار تھی۔ اور جعفر ابن ابی طالب کو میمونہ بنت الحارث بن الحزن العامریہ کے پاس مکہ بھیجا۔ انہوں نے حضور کے نکاح کا پیغام دیا میمونہ نے اپنا اختیار عباس بن عبدالمطلب کو دیدیا کیونکہ میمونہ کی بہن ام الفضل عباس کی زوجہ تھیں۔ عباس نے ان کا نکاح رسول اللہ سے کر دیا جب رسول اللہ مکہ میں داخل ہوئے تو صحابہ سے فرمایا کہ مونڈھوں کو کھول دو۔ اور پھیل کر طواف کرو تا کہ کفار مسلمانوں کی قوت اور دلیری کو دیکھیں۔ کفار عورت مرد لڑکے سب کھڑے ہو کر دیکھتے رہے جس وقت رسول اللہ اور مسلمان طواف کر رہے تھے اور عبد اللہ ابن رواحہ آپ کے سامنے رجز پڑھ رہے تھے۔

کچھ مشرکین غصہ اور عداوت سے رسول اللہ کو دیکھنا پسند نہیں کرتے تھے وہ وہاں سے کہیں فائب ہو گئے تھے اسکے بعد رسول اللہ نے تین روز مکہ میں قیام فرمایا جب چوتھا دن ہوا تو ہسبل بن عمرو اور حویط بن عبد العزیٰ رسول اللہ کے پاس آئے حضور انصار کے ساتھ بیٹھے تھے اور سعد بن عبادہ کے ساتھ بات کر رہے تھے حویط نے آواز دی کہ تین دن ہو چکا اب صلح کے موافق میری زمین سے نکل جاؤ۔ سعد بن عبادہ نے کہا کہ تو جھوٹا ہے زمین نہ تیری ہے نہ تیرے باپ کی۔ ہم ہرگز نہ نکلیں گے۔ رسول اللہ نے حویط اور ہسبل کو بلایا اور کہا کہ ہم نے تمہارے میں سے ایک عورت کے ساتھ عقد کیا ہے۔ تمہارا کیا نقصان ہے اگر ہم اس سے ملیں۔ کھانا پکوائیں اور تم لوگ بھی ہمارے ساتھ کھاؤ۔ انہوں نے کہا کہ ہم یہ سب نہیں جانتے

لہ یانج یمن یا ضرب کے وزن پر بدو جیم جیسا کہ قاموس میں ہے ۱۲ منہ ۷۰ یعنی حدیث میں ۱۲ منہ

تم عقد صلح کی پیروی کرو اور نکل جاؤ۔ آپ نے ابورافعؓ کے ذریعہ تمام صحابہ کو کوپح کا حکم دیا۔ اور خود سوار ہوئے حتیٰ کہ مقام سرفٹ میں آکر قیام فرمایا۔ ابورافعؓ کو مکہ میں چھوڑ دیا کہ شام کے وقت میمنہ کو لیکر آئیں حضرت میمنہ اپنے ساتھیوں کے ساتھ آئیں لیکن سفار مشرکین اور ان کے لڑکوں نے ان کو تکلیف دی تھی اور شرارت کیا تھا۔ وہیں حضرت میمنہ سے زفاف ہوا اور بعد آپ مدینہ آئے۔ خدا نے یہ مقرر کر دیا تھا کہ حضرت میمنہ کی قبر بھی اسی مقام پر ہوگی جہاں زفاف ہوا تھا۔

ابن ہشام لکھتے ہیں کہ جب آپ عمرہ القضاء میں جانے لگے تو مدینہ میں عوف بن الماضیہ الذیلی کو خلیفہ بنایا۔ ابن اسحق نے کہا کہ اس عمر میں آپ کے ساتھ وہ سب لوگ نکلے جو اس کے پہلے روکے گئے تھے اور قریش کہتے تھے کہ محمدؐ اور ان کے اصحاب کی حالت بھوک اور مدینہ کے بخار اور گندگی کی وجہ سے خراب ہو گئی ہے۔ ابن عباسؓ کی روایت ہے کہ مشرکین دارالندوہ کے پاس صف باندھ کر رسول اللہؐ اور ان کے اصحاب کی حالت دیکھنے کے لئے کھڑے تھے حضورؐ جب مسجد میں داخل ہوئے تو چاروں طرف اس طرح اڑھلی کہ داہنا بازو کھل گیا۔ اور آپ نے فرمایا کہ خدا اس پر رحم کرے جو کفار کے سامنے قوت کا اظہار کرے۔ استلام رکن یمانی سے استلام رکن اسود تک تو آپؐ مٹی کرتے تھے یعنی نرم چال۔ اس کے بعد ہر دل کرتے تھے یعنی ڈلکی دوڑ۔ اس طرح تین شوٹ میں کیا باقی میں مٹی کیا۔ ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ صحابہ کا گمان تھا کہ یہ اسی سال قریش کے دکھلانے کے لئے حضورؐ نے اس طرح کیا ہے مگر جب حجۃ الوداع میں بھی حضورؐ نے اسی طرح کیا تو یہ طریقہ مہنون ہو گیا۔

مولانا شاہ عبدالحق صاحب لکھتے ہیں کہ مدینہ میں آپؐ نے ابوڑم غفاریؓ کو خلیفہ بنایا۔

۱۔ ابن اثیر نہایت میں لکھتے ہیں کہ سیرت بکسر راہلہ مکہ سے کم دبیش دینا میل پر یہ مقام ہے اس کا ذکر حدیثوں میں بہت آتا ہے ۱۲ منہ

۲۔ عوف بن تصفیہ ابن مالکولا سے مروی ہے کہ ان کے نام میں عوف بٹلہ بھی کہا جاتا ہے ضبط کا نام رجبہ تمام ۱۲ منہ

اور دو ہزار آدمی۔ ایک تو گھوڑا۔ اور تباہ ہدی کے ساتھ وہاں سے روانہ ہوئے۔ بعض روایت میں اتنی ہدی ہے۔ اور حضور نے حکم دیا کہ جتنے لوگ حدیبیہ میں شریک تھے وہ سب چلیں جب حضور ذی الحلیفہ پہنچے تو گھوڑوں کو محمد بن مسلمہ کے سپرد کیا۔ اور اسلحہ کو بشیر بن سعد کے۔ اور وہیں احرام باندھا اور تلبیہ کہا۔ اور صحابہ نے بھی احرام باندھا اور تلبیہ کہا۔ گھوڑی اور اسلحہ کو پہلے روانہ کیا اور یہ چیزیں مرا نظر ان میں پہنچیں تو وہاں قریش کی ایک جماعت تھی۔ حضور دوسرے روز صبح کو پہنچے تو بطن یانج کے قریب ٹھہرے۔ گھوڑے اور اسلحہ کو دیکھ کر کفار نے کہا کہ یہ تو جنگ کا ارادہ معلوم ہوتا ہے حضور نے فرمایا کہ نہیں صلح علی حالہ قائم ہے۔ حضور قصویٰ پر سوار ہوئے اور سب نے تلواروں کو غلاف میں رکھا۔ اور تلبیہ کہتے ہوئے مکہ کی طرف روانہ ہوئے۔ عبداللہ بن رواحہؓ اونٹ کی مہار پکڑے رجز پڑھتے ہوئے جا رہے تھے۔ اور رسول اللہ تلبیہ کہتے تھے۔ حتیٰ کہ خانہ کعبہ کے پاس پہنچے اور آپ نے سواری پر سے حجر اسود کا استلام کیا۔ استلام ایک لکڑی کے ذریعہ کیا جس کا نام محجن تھا اور آپ کے ہاتھ میں رہا کرتی تھی پھر سواری پر طواف کیا۔ اور طواف میں اصطباع کیا یعنی چادر کو داہنے بغل سے نکال کر بائیں ہونڈھے پر ڈالا اس طرح کہ داہنا ہونڈھا کھل گیا۔ اور پہلے تین شوط میں رمل کیا۔ اور باقی آخر کا چار شوط معمولی چال سے پورا کیا۔ پہلے تین شوط میں بھی رکن یمانی اور حجر اسود کے درمیان آہستہ چلنے کا حکم دیا کیونکہ وہاں سے کفار نظر نہ آتے تھے وہ لوگ جبل قبیقان کی طرف تھے۔ اور وہاں سے رکن شامی اور رکن عراقی نظر آتا تھا۔ طواف کے درمیان بھی عبداللہ بن رواحہؓ رجز پڑھتے تھے اور مسلمانوں کو حضور نے یہ دعا پڑھنے کا حکم دیا تھا۔

لا الہ الا اللہ وحده لا شریک لہ و انجز وعدہ لا نصر عبدہ لا دھنم الاحزاب و حدہ
اس کے بعد صفاء مروہ کے درمیان آپ نے سعی کی اور وہ بھی سواری پر۔ پھر مروہ کے

لے قبیقان بضم قاف و فتح عین مملہ و سکون تحتہ و کسر قاف ثانی و تخفیف مملہ ثانی قاموس میں ہے کہ
مکہ کا ایک پہاڑ ہے جس کا رخ جبل بوقیس کی جانب ہے ۱۲ منہ

قریب نخر کیا اور فرمایا کہ یہ سب جگہ منہر ہے۔

ان تمام مناسک سے فراغت کے بعد ایک جماعت کو آپ نے بطن یا بچ بھجا کہ اسلحہ کی حفاظت کریں اور جو لوگ وہاں حفاظت کے لئے رہ گئے ہیں وہ اگر شک ادا کریں۔

نکاح محرم

اسی عمرہ میں جیسا کہ معلوم ہوا حضور نے حضرت میمونہ سے نکاح کیا میمونہ حضرت عباسؓ کی زوجہ ام الفضل کی بہن! اور حضرت ابن عباسؓ کی خالہ تھیں۔ حضرت ابن عباسؓ کی روایت صحاح تہ اور سنن کی دوسری کتابوں میں ہے کہ یہ نکاح حضور نے حالت احرام میں کیا۔ امام محمد صاحب موطا میں فرماتے ہیں کہ اس مسئلہ میں اختلاف ہے۔ اہل مدینہ کہتے ہیں کہ محرم اگر نکاح کرے تو باطل ہے لیکن اہل مکہ اور اہل عراق کہتے ہیں کہ نکاح جائز ہے جو لوگ منع کرتے ہیں۔ ان میں یحییٰ بن المہزیب۔ قاسم۔ سلیمان بن یسار ہیں۔ اور یہی لیثؓ

امام اوزاعی۔ امام مالک۔ امام احمدؓ اور اسنی بھی کہتے ہیں۔ اور وہی حضرت عمرؓ ابن عمرؓ حضرت علیؓ اور حضرت ابانہ سے بھی ثابت ہے اور جو لوگ جائز کہتے ہیں ان میں ابراہیم بنی بنیانؓ وریؓ۔ حجاز بن رباح۔ حکم بن عتبہ۔ حماد بن سلیمان۔ عکرمہ بن مرقوق اور امام ابو حنیفہؒ میں اور ان کے اصحاب۔ اور یہی ثابت ہے حضرت ابن عباسؓ۔ حضرت ابن مسعودؓ۔ حضرت عائشہؓ۔ حضرت ابو ہریرہؓ اور حضرت انس رضوان اللہ علیہم سے۔

اس میں اتفاق ہے کہ حضرت میمونہ سے عمرۃ القضاہ میں نکاح حضور نے کیا۔ مگر اختلاف یہ ہے کہ کس وقت کیا احرام کی حالت میں۔ یا قبل۔ یا بعد۔ ابن قیم کہتے ہیں کہ ابوداؤد میں یحییٰ بن المہزیبؓ سے مروی ہے انہوں نے کہا کہ حضرت ابن عباسؓ کہتے ہیں کہ حضور نے میمونہ سے عقد احرام کی حالت میں کیا۔ حالانکہ رسول اللہؐ مکہ آئے تو عمر نہ تھے نکاح بھی اسی وقت ہو گیا اس لئے لوگوں کو شبہ ہو گیا۔ مگر اس قول میں شبہ یہی ہے کہ یہ کیونکر ہو سکتا ہے کہ عمرہ کی نیت سے

حضور مکہ آئے اور احرام نہ کیا۔ ہاں یہ ہو سکتا ہے کہ احرام کے قبل ہی کسی کو وکیل بالنکاح
 کر دیا ہو۔ اور اس نے مکہ میں آنے کے بعد نکاح کر دیا ہو۔ ابن قیم کہتے ہیں کہ میرا گمان ہے کہ
 امام شافعی نے اس کو ایک مستقل قول قرار دیا ہے۔ اس طرح یمن اقوال ہو گئے۔ پہلا قول تو
 یہ ہے کہ عمرہ سے فارغ ہو کر احرام ختم کرنے کے بعد نکاح کیا۔ یہ قول خود میمونہ کا ہے۔ اور
 ابو رافع بھی یہی کہتے ہیں جو اس معاملہ میں سیر تھے۔ یہی قول سعد بن السبک اور جہور اہل نقل
 کا ہے۔ دوسرا قول یہ ہے کہ احرام کی حالت میں آپ نے نکاح کیا۔ یہ قول حضرت ابن عباس
 اور اہل کوفہ۔ اور ایک جماعت کا ہے۔ تیسرا قول حضرت ابن عباس کے قول کی تائید ہے
 یعنی حضرت عباس نے کہا کہ حضور نے نکاح کیا تو محرم تھے اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ آپ
 حالت احرام میں تھے۔ جو شخص شہر حرام یا بلد الحرام میں ہو اس کو بھی محرم کہتے ہیں۔ اور چونکہ
 عقد شہر حرام میں ہوا اسلئے حضرت ابن عباس نے آپ کو محرم کہا۔
 مانعین کا استدلال یہ ہے کہ مسلم ابو داؤد ترمذی۔ ابن ماجہ نسائی اور ابن حبان
 نے حضرت عثمان بن عفان سے روایت کیا ہے کہ حضور نے فرمایا کہ محرم نہ خود اپنا نکاح کرے
 نہ کسی دوسرے کا۔ ابن قیم کہتے ہیں کہ اگر مانعین کا مانع ہے کہ ابن عباس کی روایت اس کے
 معارض ہے۔ تاہم یہ قول ہے اور قول کو فعل پر عند المعارض ترجیح دینا واجب ہے۔
 دوسری روایت خود حضرت میمونہ کی ہے۔ ابو داؤد مسلم۔ ترمذی۔ اور ابویعلیٰ نے
 روایت کیا ہے۔ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ نے مجھ سے نکاح کیا تو حلال تھے۔ دوسری
 روایت میں ہے کہ ہم دونوں حلال تھے۔ ایک روایت میں تصریح ہے کہ مکہ سے لوٹنے
 کے بعد نکاح ہوا۔ مانعین کہتے ہیں کہ خود حضرت میمونہ کا قصہ جو ان سے زیادہ اس کو کون
 جان سکتا ہے۔

یزید بن الاصم روایت کرتے ہیں کہ جب میمونہ سے حضور نے نکاح کیا تو حلال تھے
 روایت کیا اس کو طحاوی نے یزید ابن الاصم میمونہ کے بھانجے ہیں۔ ایک بہن کے

روکے ابن عباسؓ ہیں ایک مہین کے یہ ہیں اس لئے قرابت میں دونوں برابر ہیں۔ لہذا ابن عباسؓ کی قرابت وجہ ترجیح نہیں ہو سکتی۔

چهارم ابو رافع مولا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ نے حضرت یمونہؓ سے نکاح کیا تو حلال تھے اور زفاف کیا تو حلال تھے۔ اور نکاح کی بات میں ہم قاصد تھے۔ اس کو ترمذی۔ امام احمد اور ابن حبان و ابن خزیمہ نے روایت کیا ہے۔ یہ ابو رافع نکاح کے سفر تھے اور ظاہر ہے کہ سفر کے قول کو دوسروں پر ترجیح ہوگی۔

سید بن المینب کہتے ہیں کہ ابن عباسؓ کو وہم ہو گیا ہے۔ اور ان کا وہم جائے تعجب نہیں ہے کیونکہ وہ اس وقت کلم سن تھے۔ اس وجہ سے واقعہ میں بھول ہو جانا تعجب نہیں ہے خصوصاً جبکہ ابو رافع سفر واقعہ اور حضرت یمونہؓ صاحب واقعہ ان کے خلاف بیان کر رہے ہیں۔

ان استدالات کے جواب میں امام طحاوی نے بڑی طویل بحث کی ہے۔ اور اسناد کے اعتبار سے حضرت ابن عباسؓ کی روایت کو ترجیح دی ہے فرماتے ہیں کہ حضرت ابن عباسؓ سے جن لوگوں نے روایت کیا ہے وہ اہل علم ائمہ اور فقہاء ہیں جن کی رائیں اور روایتیں جتھ ہیں۔ اور وہ ابن عباسؓ کے بہترین اصحاب ہیں۔ جیسے سید بن جبیرؓ، عطارؓ، طاؤسؓ، جابر بن عبد اللہؓ، جابر بن یزیدؓ۔ یہ سب کے سب حضرات ابن عباسؓ سے روایت کرتے ہیں کہ حضورؐ نے جب یمونہؓ سے نکاح کیا تو محرم تھے۔ اور ان سے جو لوگ روایت کرتے ہیں وہ بھی ایسے ہی ہیں عمرو بن دینارؓ، ایوب سختیانیؓ، عبد اللہ بن ابی نجرؓ۔ یہ وہ ائمہ ہیں جن کے روایات کی اقتدا کی جاتی ہے۔ پھر اس کی تائید میں حضرت عائشہؓ کی روایت بھی ہے۔ اس کی سند میں کوئی کلام نہیں ہو سکتا ابو عوانہؓ، عن مغیرہؓ، عن ابی اسحاقؓ، عن مسروقؓ، عن عائشہؓ۔ یہ سب ائمہ حدیث میں جن کی روایتیں جتھ ہیں۔ ان لوگوں کی روایتیں ان سے راجح ہونگی جو ضبط ثبت تھے اور امانت میں ان کے مثل نہیں ہیں۔

ابن عباسؓ کی روایت کے خلاف سب سے بڑا استدلال حضرت عثمان بن عفان کی روایت سے لیکن اُس کو ثنیہ بن وہبؓ نے روایت کیا ہے۔ وہ نہ تو عمرو بن دینارؓ کے مثل ہیں جنہوں نے مسروق عن عائشہؓ سے روایت کیا ہے نہ علم میں ان کا مرتبہ ان لوگوں کے مثل ہے اس لئے جائز نہ ہو گا کہ اس روایت سے اُن روایتوں کا معارضہ کیا جائے جو ثنیہ کی روایت کے خلاف ہیں۔

اور ابو رافعؓ کی روایت تو اس کو متصلاً مطر الوراقؓ نے روایت کیا ہے۔ اور مطرؓ محدثین کے نزدیک ایسے شخص نہیں ہیں جن کی حدیث صحیح ہو۔ اس حدیث کو مالکؓ نے بھی روایت کیا ہے جو ضبط اور حفظ میں بڑھے ہوئے ہیں وہ منقطع کرتے ہیں اور سلیم بن یسارؓ کا سماع ابو رافعؓ سے ثابت نہیں کرتے اُن کی روایت ہے کہ سلیم بن یسارؓ نے کہا کہ رسول اللہؐ نے ابو رافعؓ اور ایک انصاری کو بھیجا انہوں نے رسول اللہؐ کا نکاح یموۃ بنت الحارث سے کر دیا اس کے پہلے کہ رسول اللہؐ مدینہ سے روانہ ہوں۔

باقی یزید بن الاثمؓ کی روایت عمرو بن دینارؓ کہتے ہیں کہ ابن شہاب زہریؒ نے یزید بن الاثمؓ سے روایت بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یموۃ سے نکاح کیا تو طلالؓ تھے اور یموۃؓ اُن کی خالہ تھیں۔ عمرو بن دینارؓ کہتے ہیں کہ میں نے زہریؒ سے کہا کہ یزید بن الاثمؓ کے نسبت تو یہی معلوم ہے کہ وہ ایک اعرابی بوال تھے۔ کیا آپ اُن کو ابن عباسؓ کے مقابلہ میں رکھتے ہیں۔ امام محمدؒ فرمادیں گے کہ میں نے عمرو بن دینارؓ سے امام زہریؒ کو مخاطب کر کے اس روایت کی تضعیف کی اور امام زہریؒ نے جواب نہ دیا۔ اور اہل علم اسی وجہ سے اُن کو اعرابی بوال لکھتے ہیں۔ محدثین اس سے کم مرتبہ کے کلام پر اور عمرو بن دینارؓ و امام زہریؒ سے کم درجہ کے لوگوں کی جرح پر رواۃ کو ضعیف ٹھہراتے ہیں۔ تو جب یہ دونوں ائمہ اس جرح پر متفق ہیں تو روایت کا کیا حال ہو گا مع ہذا روایت منقطع ہے یزید بن الاثمؓ نے یہ نہیں بتایا کہ انہوں نے یہ کس سے سنا اس لئے کہ وہ تو اس وقت

تھے نہیں۔ اوّل اُن کے صحابی ہونے میں اختلاف ہے۔ اور اگر بالفرض رسول اللہ کے وقت میں ہوئے بھی تو بچے ہوں گے۔ ان کا انتقال ایک سو ایک یا ایک سو تین یا ایک سو چار میں ہوا۔ اور ابن حجر اصابہ میں واقدی سے نقل کرتے ہیں کہ اُن کی عمر اُس وقت تہتر سال کی تھی۔ ابن حجر لکھتے ہیں کہ اگر یہ صحیح ہے تو اُن کی پیدائش رسول اللہ کے وفات کے تقریباً بیس سال بعد ہوئی اور ابن حجر عسقلانی تقریب میں لکھتے ہیں کہ کسا جاتا ہے کہ اُن کو روایت حاصل تھی مگر ثابت نہیں ہوتا۔

آن بعض طریقوں میں میمون ابن مہران سے ان کی روایت متصل ہے یعنی میمون ابن مہران عن یزید بن الاسم عن میمون زوج النبی صلی اللہ علیہ وسلم لیکن امام طحاوی لکھتے ہیں کہ میمون بن مہران کے راویوں میں جعفر بن برقان تھے ہیں وہ روایت کرتے ہیں کہ میمون بن مہران نے بیان کیا کہ ہم عطاء کے پاس تھے کہ ایک شخص نے آکر سوال کیا کہ کیا محرم کو نکاح کرنا جائز ہے عطاء نے اثبات میں جواب دیا تو میں نے کہا کہ مجھ کو عمر بن عبد العزیز نے لکھا کہ یزید بن الاسم سے پوچھو کہ حضرت میمونؓ کے نکاح کے وقت رسول اللہ محرم تھے یا حلال۔ یزید نے کہا کہ جب رسول اللہؐ نے نکاح کیا تو حلال تھے عطاء نے کہا کہ ہم تو یہی سنتے رہے کہ محرم تھے۔ اس سے معلوم ہوا کہ میمون نے عطاء کے سامنے استدلالاً یہ روایت پیش کی تھی اگر اُن کو اتصال کا علم ہوتا کہ یزید نے میمون سے یہ روایت بیان کی ہے تو ضرور ایسے موقع پر پیش کرتے۔

امام طحاوی کہتے ہیں کہ ان بیانات سے یہ معلوم ہو گیا کہ آثار کی قوت بضع کے اعتبار سے جواز کا قول راجح ہے لیکن قیاس اور نظر کے اعتبار سے بھی راجح ہے کہ محرم کو دلی منع ہو نیکی وجہ سے نکاح کا امتناع ضرور نہیں باتفاق محرم کو بونڈی خریدنا جائز ہے مگر دلی منع جو شو خریدنا جائز ہے مگر استعمال منع۔ سلاہوا کہ پڑا خریدنا جائز ہے مگر پہرنا منع۔ اس طرح عورت سے گو دلی منع ہے مگر نکاح جائز۔ اگر کوئی کہے کہ نکاح اور خریداری میں فرق ہے۔

رضاعی بہن سے نکاح ناجائز ہے خریدنا جائز نکاح وہاں جائز نہیں ہو سکتا جہاں محل
 وطی نہ ہو۔ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ صحیح ہے کہ جہاں محل وطی نہ ہو وہاں نکاح جائز نہیں ہو سکتا
 مگر احرام کی وجہ سے وطی کا امتناع تو ایسا ہی ہے جیسا روزہ دار سے وطی منع ہے۔ یا جسے
 علقہ سے وطی منع ہے مگر باوجود اس کے روزہ دار اور علقہ سے نکاح جائز ہے ٹھیک
 اسی طرح احرام کی حالت میں وطی ممنوع ہے اور نکاح جائز واللہ اعلم

تنبیہ۔ امام ابو جعفر طحاوی نے محض نبیہ بن وہب کی وجہ سے حضرت عثمان کی روایت
 کو قابل ترک سمجھا۔ حالانکہ نبیہ کی ثقاہت میں کوئی کلام نہیں ہے۔ اور امام بخاری کے ہوا
 تمام جماعت نے ان سے روایت اخذ کیا ہے۔ اسی طرح حضرت میمونہ کی روایت میں
 دو جگہ کلام کیا ہے اول خود یزید بن الاثم میں دویم یہ کہ میمون بن مہران نے عطاء بن
 سائبہ سے یزید بن الاثم کا قول پیش کیا۔ اور محل استدلال میں حضرت میمونہ کی طرف اتصال
 نہیں کیا لیکن یزید بن الاثم سے ساری جماعت روایت کرتی ہے۔ خود بخاری نے بھی
 ادب المفرد میں ان کی روایت کو اخذ کیا ہے۔ باقی حضرت میمونہ کی طرف اتصال تو وہ
 علاوہ میمون بن مہران کے اور لوگوں نے بھی حضرت میمونہ سے متصل روایت بیان
 کی ہے جیسا کہ مسلم میں موجود ہے۔

الغرض دونوں جانب روایات صحیحہ موجود ہیں اس میں شبہ نہیں کہ حضرت ابن عباس
 کی روایت سند اراج ہے لیکن خود ہمارے فقہار کہتے ہیں کہ جب اختلاف دائرہ موع اور
 جوازیں تو حکم منع پر ہوگا کیونکہ اسی میں احتیاط ہے واللہ اعلم و علامہ دام

قصہ بنت حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ

حضرت نے جب مکہ سے روانہ ہوئے کا ارادہ کیا تو حضرت حمزہ بن عبد المطلب کی لڑکی
 جو بچہ تھی آئی اور پکارنے لگی یا عم یا عم حضرت علیؑ نے اس کو شامل فرمایا اور ہاتھ پکڑ کر

حضرت فاطمہؑ کے پاس لے آئے کہ یہ تمہاری بنت الیم ہے اس کی خبر لو۔ انہوں نے اپنے ساتھ سوار کر لیا۔ اس کے بعد وہیں یا مدینہ میں آنے کے بعد اس لڑکی کے حق حضانت کے بارہ میں حضرت علیؑ بن ابی طالب، حضرت جعفر بن ابی طالب، اور حضرت زید بن حارثہ میں اختلاف ہو گیا۔ تینوں حضرات دعویٰ کرتے تھے کہ اس لڑکی کو ہم رکھینگے۔ حضرت علیؑ نے فرمایا کہ یہ میری بنت الیم ہے اور ہم اس کو پہلے ساتھ لائے ہیں۔ حضرت جعفرؑ فرماتے تھے کہ یہ میرے چچا کی لڑکی ہے اور اس کی خالہ میرے پاس ہے۔ حضرت زید بن حارثہؑ کہتے تھے کہ یہ میرے بھائی کی لڑکی ہے۔ رسول اللہؐ نے فیصلہ کیا کہ خالہ بمنزلہ ماں کے ہے اس لیے یہ لڑکی خالہ کے یہاں دکی جائے۔ اور پھر تینوں حضرات کی دلہی فرمائی حضرت علیؑ سے فرمایا کہ تم مجھ سے ہو اور میں تم سے۔ حضرت جعفرؑ سے فرمایا کہ تم سیرت و صورت میں میرے مثل ہو۔ زید بن حارثہؑ سے فرمایا کہ تم میرے بھائی اور میرے مولا ہو۔ یہ حدیث باتفاق صحیح ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ حق حضانت خالہ کو ہے عصبات کو نہیں۔ اور حضرت حمزہؓ کی حقیقی بہن حضرت صفیہؓ اس وقت زندہ تھیں گو یہ معلوم نہیں ہو کہ انہوں نے حضانت کی خواہش ظاہر کی یا نہیں مگر رسول اللہؐ نے باوجود اس علم کے کہ صفیہؓ موجود ہیں فرمایا کہ خالہ بمنزلہ ماں کے ہے۔ یہ نہ فرمایا کہ پھوپھو کے عدم مطالبہ کی وجہ سے خالہ بمنزلہ ماں کے ہے۔ اس لڑکی کی ماں سلی بنت عمیسؓ زوجہ حضرت حمزہؓ بن عبدالمطلب تھیں۔ اور ان کی بہن اسماء بنت عمیسؓ اس وقت حضرت جعفرؑ کی زوجہ تھیں اس لیے اس لڑکی کے حضانت کا حق حضرت اسماءؓ کو ملا۔

اس قصہ میں زید بن حارثہؑ نے کہا کہ یہ میرے بھائی کی لڑکی ہے۔ اس سے مراد یہ ہے کہ ہجرت کے قبل رسول اللہؐ نے مکہ میں اپنے اصحاب کے درمیان مواخات کرایا تھا۔ اسی مواخات کی بنا پر یہ دعویٰ تھا۔ یہ مواخات مہاجرین کا بعض کا بعض سے تھا حضرت

ابوبکر کا حضرت عمرؓ سے۔ حضرت حمزہؓ کا حضرت زیدؓ سے۔ حضرت عثمانؓ کا حضرت عبد الرحمنؓ سے۔
 ابن عوفؓ سے۔ حضرت زبیرؓ کا حضرت ابن مسعودؓ سے۔ حضرت عبیدہؓ بن الحارثؓ کا حضرت
 بلالؓ سے۔ حضرت مصعبؓ بن عمیرؓ کا سعدؓ بن ابی وقاصؓ سے۔ ابو عبیدہؓ کا سالمؓ مولاؓ
 رسول اللہؐ سے۔ یحییٰؓ بن زیدؓ کا ظہرؓ بن عبید اللہؓ سے۔

یہ مواخات حضورؐ نے صرف مہاجرین کے درمیان ہجرت سے پہلے کرایا تھا۔ اور
 ہجرت کے بعد مہاجر اور انصار کے درمیان دارالنس میں جو مواخات آپؐ نے کرایا جس کا
 ذکر پہلے ہو چکا ہے۔ دوسرا مواخات ہے واللہ اعلم

اسلام خالد بن الولید و عمرو بن العاصؓ

اسلام کے مشہور سالار فوج حضرت خالد بن الولیدؓ اور عرب کے مشہور عاقل اور
 اہل الرائے عمرو بن العاصؓ انہیں ایام میں مسلمان ہوئے۔ ان کے اسلام قبول کرنے کے
 زمانہ میں اختلاف ہے مگر یہ بات صحیح روایات سے ثابت ہے کہ غزوہ حدیبیہ کے وقت
 خالد بن الولید کفار کی فوج میں تھے جیسا کہ پہلے لکھ چکا ہوں۔ اور بخاری کی روایت میں
 تصریح ہے کہ غزوہ موتہ میں حضرت خالدؓ شریک تھے بلکہ انہیں کے ہاتھ پر دہان فتح ہوئی اور
 اُس روز تلواریں ان کے ہاتھ میں ٹوٹی تھیں اور غزوہ موتہ فتح مکہ سے چار مہینہ پہلے ہوا۔
 اس لئے یہ ضرور ہے کہ حدیبیہ اور غزوہ موتہ کے درمیان یہ مسلمان ہوئے بعض روایتوں میں
 تصریح ہے کہ خیر کے بعد ان کا اسلام ہے اور ابن اثیر کا قول آگے آتا ہے کہ صفہ
 میں یعنی غزوہ موتہ سے دو مہینہ پہلے مسلمان ہوئے اور مدینہ آئے۔

خالد بن الولید کے والد ولید بن المغیرہ قریش کے نامی سردار تھے۔ اور ان کی ماں
 بابہ صغریٰ بنت الحارث حضرت ابن عباسؓ کی حقیقی خالہ تھیں۔ ابن عباسؓ کی ماں
 بابہ کبریٰ خالد کی ماں بابہ صغریٰ اور ام المومنین حضرت میمونہؓ سب حقیقی بہنیں تھیں اور

لے یعنی ہجرت کے بعد ابتداً سال میں ۱۲ منہ یعنی غزوہ حدیبیہ میں ۱۲ منہ۔

یزید بن الامم کی ماں برزہ بنت الخازم بھی بہن تھیں۔ اسما بنت عمیس حضرت جعفر کی زوجہ اور سلمیٰ بنت عمیس حضرت حمزہ کی زوجہ اُن کی سوتیلی بہنیں تھیں۔ اُن کے علاوہ اور بھی اُن کی بہنیں تھیں اور یہ سب حضرت ابن عباس اور حضرت خالد کی خالہ تھیں۔

حضرت خالد بن ولید کے قبل شرفاء قریش میں بڑے معزز شخص تھے قبۃ واعدۃ النخل اُن کے پیر و تھاقتہ کا یہ مطلب ہے کہ قریش جنگ کے موقع پر ایک خیمہ کھڑا کیا کرتے تھے اور تمام سامان حرب اُس میں جمع کیا جاتا تھا اُس کا انتظام اور اسلحہ کا تقسیم کرنا انہیں کے اختیار میں تھا۔ اور اعداء النخل کا یہ مطلب ہے کہ مقدمۃ الجیش کا انتظام اُن کے سپرد تھا یہ قریش کے بڑے بہادر لوگوں میں تھے اور اس کے قبل اسلام کے خلاف انہوں نے اپنی پوری قوت صرف کی تھی مگر مقدرات الہیہ کا مقابلہ اُن کے بس کی بات نہ تھی جب یہ مسلمان ہوئے تو خدا کی تلوار تھے جنہوں نے اُن کو سیف اللہ کا خطاب دیا۔ اُس کے بعد اُن کی تلوار نے عرب شام اور روم میں زلزلہ ڈال دیا۔ وہ وہ کام کئے جو خدا نے انہیں کے حصہ میں ودیعت کی تھی غزوہ موتہ کے بعد سے اُن کے کارناموں کا ایک عظیم الشان سلسلہ شروع ہوتا ہے۔

حضرت خالد کے ساتھ ہی حضرت عمرو بن العاص بھی مسلمان ہوئے کہتے ہیں کہ عرب میں پچاس شخص عقل میں اپنی مثال نہیں رکھتے تھے اُن میں ایک عمرو بن العاص بھی قریش ذی مہاجرین حبشہ کے خلاف نجاشی کے پاس انہیں کو بعض آدمی کے ساتھ بھیجا تھا۔ یہ عسر میں حضرت عمر بن الخطاب سے بڑے تھے اور وہ کہتے ہیں کہ جس رات کو عمر بن الخطاب پیدا ہوئے وہ ہمیں یاد ہے۔ اسلام کے بعد جنہوں نے اُن کو غزوہ ذات السلاسل میں امیر بنا کر بھیجا جنہوں کے وقت میں عمان کے یہ حاکم ہوئے۔ آخر میں یہ مصر کے حاکم تھے انہیں کے ہاتھ پر قنسورین اور مصر فتح ہوا۔ یہ حضرت علی سے ناراض ہو کر امیر معاویہ سے مل گئے تھے۔ مشہور ہے کہ جنگ صفین کے وقت مصالحت کی گفتگو میں انہوں نے حضرت علیؓ کو خلاف

بڑی چال بازی کی تھی۔

زبیر بن البکار سے ابن حجر اصحابہ میں نقل کرتے ہیں کہ کسی نے عمر بن العاص سے پوچھا کہ تم اتنے بڑے عقلمند ہو باوجود اس کے اسلام کو سمجھنے میں تم نے اتنی تاخیر کی اس کی کیا وجہ ہے۔ انہوں نے کہا کہ ہم ایسی قوم میں تھے جن کو ہم پر تقدم حاصل تھا۔ اور سبکی رتیاں اُن کے ہاتھوں میں تھیں جب رسول اللہ مبعوث ہوئے تو اُن لوگوں نے انکار کیا ہم نے اُن کی تقلید کی جب وہ لوگ ختم ہو گئے اور اختیار ہم لوگوں کے ہاتھوں میں آیا۔ تو ہم نے اس کے متعلق غور و فکر کیا۔ حق بالکل واضح تھا ہم نے اسلام قبول کیا۔ اسکے بعد قریش نے بعض شخصوں کو مناظرہ کے لئے میرے پاس بھیجا ہم نے اُن لوگوں سے سوال کیا کہ حق پر کون ہے ہم لوگ یا فارس و روم۔ اُن لوگوں نے جواب دیا کہ ہملوگ۔ ہم نے پوچھا کہ دنیاوی حالت ہم لوگوں کی اچھی ہے یا اُن کی۔ اُن لوگوں نے جواب دیا کہ انکی ہم نے کہا کہ ہم کو جو کچھ ملتا ہے وہ بین دنیا میں (تنازع کے عقیدہ کی طرف اشارہ ہے) اگر ہمارے حق و صداقت کی وجہ سے اس دنیا میں بھی ہمیں فضیلت نہ حاصل ہو تو بتاؤ یہ حق و صداقت ہمارے کس کام کی ہے مجھ کو تو یقین ہو گیا ہے کہ محمد جو کہتے ہیں کہ اچھے اور بُرے اعمال کا اچھا یا بُرا بدلہ مرنے کے بعد ہو گا یہی صحیح ہے۔ اور حق واضح ہو جانے کے بعد باطل پر قائم رہنا کوئی خوبی کی بات نہیں ہے۔

زبیر ابن البکار۔ داقدی اور ابن اسحاق سب لکھتے ہیں کہ عمر بن العاص نے نحاشی کے ہاتھ پر اسلام قبول کیا۔ مگر ابن حجر نے اصحابہ میں لکھا ہے کہ بنو نضیر نے بند جید روایت کیا ہے کہ جب جعفر ابن ابی طالب رسول اللہ سے اجازت لیکر حبشہ گئے تھے تو وہیں عمر و ابن العاص نے حضرت جعفر کے ہاتھ پر اسلام قبول کیا۔

اور ابن اثیر اسد الغابہ میں لکھتے ہیں کہ عمر بن العاص کی ماں بنی عمرہ کی ایک عورت سلمی بنت حرملہ تھی اُس کا لقب نابغہ تھا۔ اُس کو فاطمہ بن المغیرہ نے عکاظ میں خریدا پھر اُس کو

عبد شہ بن جدعانؓ نے خریدا پھر وہ عاص بن داؤد کو ملی اور اسی سے عمرو بن العاص پیدا ہوئے۔ یہ جثہ گئے تو نجاشی نے کہا کہ اسے عمرو تعجب ہے کہ تم سے تمہارے ابن اعم کا حال اب تک پوشیدہ ہے۔ خدا کی قسم وہ رسول اللہؐ ہیں۔ عمرو نے پوچھا کہ کیا آپ کو بھی اس کا یقین ہے۔ نجاشی نے کہا کہ اسے خدا کی قسم یہ صحیح ہے۔ یہ وہیں سے ہجرت کر کے مدینہ آئے اور عام خیبر میں مسلمان ہوئے۔ دوسری روایت ہے کہ وہیں مسلمان ہو گئے اُس کے بعد مدینہ آئے۔ اور اُس میں ہے کہ یہ صفرِ شہ میں فسخ مکہ سے چھ ماہ پہلے مسلمان ہوئے۔ اس کے بعد رسول اللہؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے خالد بن الولیدؓ اور عثمان بن طلحہؓ عبد رسی راستہ میں اُن کے ساتھ ہو گئے تھے وہ بھی اسلام قبول کرنے کے لئے جا رہے تھے۔ پہلے خالدؓ نے بیعت کی اُن کے بعد انہوں نے اس شرط پر بیعت کی کہ جو کچھ پہلے موادہ معاف ہو جائے حضورؐ نے فرمایا کہ اسلام اور ہجرت پہلے کی تمام برائیوں کو مٹا دیتا ہے۔

غزوہ موتہ

موتہ ہمزہ و بلا ہمزہ دونوں آیا ہے لیکن بخاری کے اکثر رواۃ نے یہاں موتہ بضم میم و سکون واو بلا ہمزہ روایت کیا ہے۔ یہ جگہ شام کے علاقہ میں ارض بلقار کے ابتدائی واقع ہے جمادی الاولیٰ سنہ میں یہاں غزوہ ہوا۔ وجہ یہ ہوئی کہ حضورؐ نے حارث بن عیز ازدی کو خط لیکر شام یا بصری بھیجا تھا۔ اُن کو شرجیل بن عمرو الغسانی نے قتل کر دیا۔ حضورؐ قاصد کو قتل نہیں کیا کرتے تھے نہ حضورؐ کا کوئی قاصد اُن کے سوا قتل کیا گیا اس لئے یہ فعل حضورؐ کو بہت شاق ہوا۔ اگرچہ مقام بہت دور تھا۔ اور غیر ملک مگردان آپؐ نے فوج بھیجی اور زید بن حارثہؓ کو امیر کیا اور فرمادیا کہ اگر یہ شہید ہو جائیں تو جعفر بن ابی طالبؓ

۱۱۱۱ اصحاب حدیث غزوہ موتہ لکھتے ہیں اگرچہ اس میں حضورؐ شریک نہ تھے ۱۱۱۱
۱۱۱۱ حارث بن عیز ازدی ثم الہنسی بکسر لام و سکون ہا اس قحہ کو ابن عمرؓ نے بھی صابین ذکر کیا ہے ۱۱۱۱

امیر ہوں۔ اور وہ بھی شہید ہوں تو عبداللہ بن رواحہؓ اور ان کے ساتھی تین ہزار فوج آپ نے بھیجی۔

جب یہ لوگ معان میں پہنچے تو معلوم ہوا کہ ارض بلقائیں خود ہر قل ایک لاکھ آدمیوں کے ساتھ موجود ہے اور بنی نخم و بنی جذام و بلقین و ہبرا کے ایک لاکھ آدمی اس کے علاوہ اس کی امداد کو جمع ہو گئے ہیں یہ خبر جب ملی تو سلمان متردد ہوئے اور دور و نزدیک معان میں رُکے رہے اور سوچنے لگے کہ کیا کریں۔ رائے یہ ہوئی کہ رسول اللہؐ کو لکھا جائے وہ یا تو امداد بھیجیں یا جیسا حکم دیں اس پر عمل ہو۔

عبداللہ بن رواحہؓ نے کہا کہ اے لوگو! تم تو شہادت کی طلب میں نکلے ہو اور آج اُسی کو مکروہ سمجھتے ہو۔ ہم قوت اور تعداد کے بھروسہ پر نہیں لڑتے۔ دین کے لیے لڑتے ہیں ڈونکیوں میں ایک ہر صورت ہمارے لیے ضرور ہی فتح یا شہادت یا شہر مسلمانوں میں جوش پیدا ہو گیا سب نے کہا کہ عبداللہ ٹھیک کہتے ہیں۔ اور سب لوگ روانہ ہو گئے۔ جب خاص بلقائیں سرزمین میں پہنچے تو مخالفین کی جماعت ایک قریہ کے پاس جس کا نام مشارف تھا موجود تھی۔ اس لیے مسلمان ایک مقام پر ٹھہر گئے جس کا نام موتہ تھا اور اُسی مقام پر جنگ ہوئی۔ پہلے حضرت زید بن حارثہؓ کے ہاتھ میں علم تھا وہ لڑے اور شہید ہوئے۔ ان کے بعد حضرت جعفر بن ابی طالبؓ نے علم لیا ان کا داہنا ہاتھ کٹ گیا تو بائیں ہاتھ میں علم لیا وہ بھی کٹ گیا مگر پھر بھی علم کو گرنے نہ دیا سنبھالے رہے حتیٰ کہ شہید ہوئے۔ اس وقت ان کی عمر تیس سال کی تھی انا للہ وانا الیہ راجعون۔ پھر حضرت عبداللہ بن رواحہؓ نے علم لیا اور وہ بھی شہید ہوئے ان کے بعد سارے مسلمان حضرت خالد بن الولیدؓ پر متفق ہوئے۔ جب خالدؓ نے علم اٹھایا تو بڑے سختی سے لڑے حتیٰ کہ فتح ہوئی بخاری میں خود حضرت خالدؓ ابن الولیدؓ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ غزوہ موتہ کے دن میرے ہاتھ میں نو تلواریں ٹوٹ گئیں۔ اور صرف ایک ایمانی تلوار میرے پاس باقی رہ گئی۔

بخاری میں حضرت انسؓ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہؐ نے غزوہ موتہ کی خبر آنے سے پہلے زید جعفر اور ابن رواحہؓ کے شہادت کی خبر دی تھی۔ آپؐ نے فرمایا کہ زید نے علم لیا اور شہید ہوئے پھر کہا کہ جعفر نے علم لیا اور شہید ہوئے۔ پھر کہا کہ ابن رواحہؓ نے علم لیا اور شہید ہوئے۔ آپؐ یہ کہہ رہے تھے اور آنکھوں سے آنسو جاری تھا۔ پھر کہا کہ سیف بن یوسفؓ اللہ نے علم لیا اور خدا نے مسلمانوں کو فتح دی۔

توسی بن عقیقہ کہتے ہیں کہ غزوہ موتہ کی خبر لیکر یعلیٰ بن ابیہ آئے تو رسول اللہؐ نے فرمایا کہ اگر چاہو تو تم میں خبر دو۔ یا اگر کہو تو ہم تمہیں خبر سنائیں۔ انہوں نے کہا کہ یا رسول اللہؐ آپ ہی سنائیں تو رسول اللہؐ نے حال بیان کیا۔ انہوں نے کہا کہ قسم ہے اُس ذات کی جس نے آپؐ کو نبی بنا کر بھیجا ہے۔ آپؐ نے تو ایک بات بھی نہ چھوڑی۔

بخاری میں عبد اللہ بن عمرؓ کی روایت ہے فرماتے ہیں کہ ہم نے شہداء میں حضرت جعفرؓ کو ملاش کیا اور اُن کے جسم پر تیرو تلواریں کے نوتے زخم سے زیادہ پایا۔ انہیں سے دوسری روایت ہے کہ پچاس سے زیادہ زخم میں نے اُن کے جسم پر گنا اور سب آگے تھا کوئی پشت پر نہ تھا۔

حضورؐ نے فرمایا کہ خدا نے جعفرؓ کو دُوردارِ بازو عنایت کیا ہے۔ جنت میں جس جگہ چاہتے ہیں جاتے ہیں اسی لئے حضرت جعفرؓ کو ذی الجناحین اور جعفر طیار کہتے ہیں بخاری میں ہے کہ عبد اللہ بن عمرؓ جب حضرت جعفرؓ کے لڑکوں کو دیکھتے تھے تو کہتے تھے السلام علیک یا ابن ذی الجناحین۔

غزوہ موتہ میں یہ حضرات شہید ہوئے جعفر ابن ابی طالبؓ۔ زید بن عارثہؓ۔ جلد ۱۰

لے نرذی کی روایت میں ہے کہ عبد اللہ بن رواحہؓ مسیح مکہ کے روز رسول اللہؐ کے سامنے رجز کے اشعار پڑھتے تھے وہ صحیح نہیں ہوا کیلئے کہ جلد ۱۰ بن رواحہؓ بلاشبہ غزوہ موتہ میں شہید ہوئے فتح مکہ کے روز عبد اللہ بن رواحہؓ خود نہیں پڑھتے تھے بلکہ اُن کے اشعار پڑھے جاتے تھے ۱۱ منہ

ابن رواحہ - مسعود بن الاوس - ذهب بن سعد بن ابی سرح - عباد بن قیس - حارث بن النعمان - سراقہ بن عمرو بن عیطہ - ابو کلیب بن عمرو بن زید - ان کے بھائی جابر - عامر بن سعید - ابن الحارث - اور ان کے بھائی عمرو - شہدار موتہ کی یہ فرست ابن قیم نے لکھی ہے مگر اس میں بعض شبہات ہیں۔

ابن قیم کہتے ہیں کہ بخاری میں ہے کہ اس غزوہ میں مسلمانوں کی فتح ہوئی۔ اور ابن سعد کہتے ہیں کہ مسلمانوں کو شکست ہوئی مگر صحیح وہ ہے جو ابن اسحاق کہتے ہیں کہ دونوں جماعتیں بلا فیصلہ الگ ہو گئیں لیکن ابن ہشام زہری سے روایت کرتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ ہمیں تو یہی معلوم ہوا ہے کہ جب خالد امیر بنائے گئے تو خدا نے مسلمانوں کو فتح دی واللہ اعلم

ابن اسحاق کہتے ہیں کہ جب مسلمان اس غزوہ سے لوٹ کر مدینہ آئے تو رسول اللہ اور مسلمان رات میں ان کو لانے گئے۔ اور مسلمان ان جلس کے لوگوں پر مٹی پھینکتے تھے اور کہتے تھے کہ اے فرار کرنے والو تم خدا کی راہ سے فرار کر کے آئے ہو۔ رسول اللہ کہتے تھے کہ نہیں یہ کراہیں پھر جائیں گے انشاء اللہ تعالیٰ۔ ابن اسحاق ہی کہتے ہیں کہ ام المومنین ام سلمہؓ نے سلمہ بن ہشام بن المغیرہ کی عورت سے دریافت کیا کہ ہم سلمہؓ کو رسول اللہ اور مسلمانوں کے ساتھ نمازیں نہیں دیکھتے کیا وجہ ہے۔ انہوں نے کہا کہ وہ تو گھر سے نکل ہی نہیں سکتے۔ جہاں نکلے لوگ آوازیں دینا شروع کرتے ہیں یا فرار فرما رہے ہیں سبیل اللہ یعنی اے فراری تو خدا کی راہ سے بھاگا ہے۔

لے شبہات ہیں مثلاً اس میں ایک مسعود بن الاوس ہیں حالانکہ مسعود بن الاوس بن اصرم بن زید بن ثعلبہ فتح مصر تک تھے واقعی نے ایک مسعود بن الاوس بن زید بن اصرم صحابی کا نام لکھا ہے مگر صحیح یہ ہے کہ یہ وہی مسعود بن الاوس بن اصرم بن زید بن ثعلبہ ہیں معلوم ابن قیم نے کون سے مسعود بن الاوس کو شہدار موتہ میں لکھا ہے بطریق ابو کلیب کی نسبت بھی شبہ ہے بعض شہدار موتہ کا اس میں نام نہیں ہے مثلاً سوید بن عمرو وغیرہ ۱۲

غزوہ ذات السلاسل

سلاسل بضم سین اوّل یا بغتہ دونوں لغت ہے۔ وادی القریٰ کے آگے مدینہ سے
دنیٰ منزل پر یہ مقام ہے یہ غزوہ جمادی الآخر شہ میں ہوا۔ ابن سعد اس کی وجہ
لکھتے ہیں کہ حضور کو خبر ملی کہ بنی قضاہ کی ایک جماعت جمع ہوئی ہے کہ مدینہ کے اطراف
پر حملہ کرے۔ حضورؐ اسی غزوہ کے لئے عمرو بن العاصؓ کو منتخب کیا اور ان کے لئے ایک
سفید علم درست فرمایا۔ تین سو آدمی ساتھ کیے اور تین گھوڑے۔ اور بڑے بڑے
مہاجرین و انصار کو ان کے ماتحت روانہ فرمایا۔ یہ لوگ رات کے وقت چلتے تھے
اور دن کے وقت ٹھپ جاتے تھے۔ قریب پہنچے تو معلوم ہوا کہ دشمن کی تعداد زیادہ ہے
عمرو بن العاصؓ نے رافع بن بکیتؓ اپنی کوریسول اللہ کے پاس بھیجا امداد طلب کی۔
حضورؐ نے حضرت ابو عبیدہ بن الجراحؓ کو دو سو آدمیوں کے ساتھ بھیجا اور ان کو علیحدہ
علم عنایت فرمایا۔ اور ان کے ساتھ بھی مہاجرین و انصار کے معزز ترین لوگوں کو
بھیجا۔ سنے کہ ابو بکر صدیقؓ اور عمر فاروقؓ بھی ان میں تھے اور ان لوگوں سے کہا کہ عمرو
ابن العاصؓ سے ملکر کام کرو اور آپس میں اختلاف نہ کیجو۔ اس غزوہ میں عید بن زید
سعد بن ابی وقاصؓ۔ عامر بن ربیعہ حبیب بن سنانؓ رومی۔ اسید بن حنیس عید بن عبادہؓ
وغیرہ بزرگان قدیم الاسلام بھی شریک تھے مگر یہ امر شہید ہے کہ یہ لوگ پہلی جماعت میں تھے
یا پچھلی میں جب حضرت ابو عبیدہؓ پہنچے اور نماز کا وقت آیا تو انہوں نے امامت کرنی
چاہی۔ عمرو بن العاصؓ نے کہا کہ امیر میں ہوں آپ لوگ امداد کو آئے ہیں۔ ابو عبیدہؓ نے

لہ یہ فرست اس طرح مارج النبوت میں جو کرا اس میں دو نام غلط ہیں حبیب بن سنانؓ رومی کوئی صحابی
نہیں ہیں یہاں حبیب بن سنانؓ رومی مراد ہیں اور عید بن عبادہؓ بھی کوئی صحابی نہیں ہیں۔ مراد سعد

بن عبادہؓ ہیں واللہ اعلم ۱۲ منہ

عہ اس غزوہ میں رسول اللہ شریک نہ تھے مگر ابو جہود اس کے اصحاب ہیں اور بعض اصحاب حدیث اسکو غزوہ لکھتے ہیں ۱۳ منہ

کہا کہ میں علیحدہ ہوں تم علیحدہ گو مقصد ایک ہے مگر رسول اللہ نے اس جماعت کا علم علیحدہ
درست کیا ہے۔ عروذ نے کہا کہ امیر جماعت میں ہوں۔ ابو عبیدہؓ نے کہا کہ مجھ کو رسول اللہ
نے کہہ دیا ہے کہ اختلاف نہ کیجئے ایسے گو میں اپنی جماعت کا امیر ہوں لیکن اگر تم کو یہ منظور
نہیں ہے تو میں اطاعت کے لئے مستعد ہوں۔ آخر عروذ بن العاصؓ نماز پڑھاتے رہے۔
جب یہ لوگ بنی قنناہ میں پہنچے اور ان کا سارا علاقہ طے کیا تو آخری حد پر ان کی جماعت
ٹلی۔ اس پر سلاؤں نے حملہ کیا وہ لوگ بھاگے اور منتشر ہو گئے۔ اس کے بعد عوف
ابن مالک الاطحیؓ کو خبر لیکر مدینہ روانہ کیا۔

ابن اسحق کہتے ہیں کہ سلسل ایک چشمہ تھا اسی وجہ سے اس غزوہ کو ذات السلاسل
کہتے ہیں۔ ابن قیم نے امام احمد صاحب سے ایک روایت نقل کی ہے کہ رسول اللہ نے
جب ذات السلاسل میں حبش بھیجا۔ تو ابو عبیدہؓ کو مہاجرین پر اور عروذ بن العاصؓ
کو اعراب پر امیر مقرر کیا۔ اور کہا کہ متفق رہو۔ اور حکم دیا کہ بکر پر حملہ کرو۔ لیکن عروذ بن العاصؓ
نے قنناہ پر حملہ کر دیا اس لئے کہ بکر میں ان کے خالوتھے کیونکہ بنی بکر کی ایک عورت
عاص بن داؤل کی مان تھی۔ اس پر مغیرہ بن شعبہؓ ابو عبیدہؓ کے پاس آئے اور کہا کہ
رسول اللہ نے آپ کو ہم پر امیر مقرر کیا ہے اور ابن فلان نے قومیت کی پاسداری کی ہے
آپ کو اس میں شریک نہ ہونا چاہیے۔ ابو عبیدہؓ نے کہا کہ رسول اللہ نے ہمیں
اختلاف سے بچنے کا اور اطاعت کا حکم دیا ہے۔ ہم رسول اللہ کی اطاعت کرتے ہیں۔
گو عروذ بن العاصؓ نے نافرمانی کی ہے۔

ابن اسحاق لکھتے ہیں کہ ابو عبیدہؓ نرم طبیعت کے آدمی تھے۔ دنیا کی رغبت
نہ تھی امارت کے خواہشمند نہ تھے اس لئے انہوں نے کاوش نہ کی بعض امور کے متعلق
حضرت عمر بن الخطابؓ اور عروذ بن العاصؓ میں بھی کچھ ناراضی پیدا ہو گئی تھی حضرت

لہ قنناہ بالغم اسم ابی قیلہ ۱۲۸

صدیقؓ نے حضرت عمر بن الخطابؓ کو روکا۔

اس غزوہ میں ایک اور اہم واقعہ پیش آیا۔ رات بہت سرد تھی عمر بن العاصؓ کو احتلام ہو گیا انہوں نے غسل نہ کیا تیمم کر کے اپنے لوگوں کی صبح کی نماز پڑھائی۔ اس کا تذکرہ رسول اللہؐ کے سامنے ہوا۔ آپؐ نے کہا کہ اسے عمر و تم نے جنابت کی حالت میں امسا کی اور نماز پڑھائی انہوں نے کہا کہ یا رسول اللہؐ جان کا خطرہ تھا اور خدا نے فرمایا ہے لَا تَقْتُلُوا أَنْفُسَكُمْ إِنَّ اللَّهَ كَانَ بَكْرًا رَحِيمًا حضورؐ نے تینم فرمایا اور اُن سے کچھ نہ کہا۔ بظاہر چونکہ یہ تھوڑا ہی روز پہلے مسلمان ہوئے تھے اور حضورؐ کو اُن کا تالیفِ قلب مقصود تھا اس لئے کچھ نہ فرمایا اور نہ اگر یہ واقعی صاحبِ عذر بھی تھے تو حضرت صدیقؓ حضرت عمرؓ حضرت ابو عبیدہؓ کے رہتے ہوئے ایسی حالت میں امامت کیوں ضرور تھی۔ حالانکہ حضورؐ نے اُن کو بھی باوجود تیمم کے جہنی کہا جس سے معلوم ہوتا ہے کہ عذر بھی کافی نہ تھا اور تیمم سے جنابت بھی دفع نہ ہوئی تھی واللہ اعلم

سریہ خبیط

اس کے بعد جب شہدہ میں حضورؐ نے حضرت ابو عبیدہ ابن الجراحؓ کو تین سو ماہرین و انفار کے ساتھ قبیلہ نجینہؓ کی جانب سیف البحر یعنی ساحل بحر بھیجا۔ یہ جگہ مدینہ کو پانچ منزل ہے اس جماعت میں حضرت عمر بن الخطابؓ بھی تھے خبیط درخت کی پتیوں کو کہتے ہیں۔ چونکہ صحابہ کرامؓ ذرا در راہ ختم ہو جانے کی وجہ سے اس سفر میں درختوں کی پتیاں کھائی تھیں اس لئے اس سریہ کو سریہ خبیط کہتے ہیں۔ اس سریہ کا قصہ بالتفصیل صحیحین میں موجود ہے۔

ابن قیمؒ اور ابن حجرؒ کہتے ہیں کہ اس سریہ کا شہدہ میں بیجا صحیح نہیں ہے اس لئے

لہ نجینہ بنم جیم و فتح ہائے ہوز بعدہ تختانیہ ساکن بعدہ ذون تصغیر کے وزن پر کذا فی المنی ۱۲ منہ

کہ رسول اللہ سے یہ ثابت نہیں ہے کہ صلح حدیبیہ کے بعد ایام ہجرت میں آپ نے کوئی سر یہ قریش یا ان کے کسی حلیف کی جانب بھیجا ہو۔ رسول اللہ اپنی طرف سے عہد شکنی کبھی نہ کرتے تھے بلکہ بہت بُرا سمجھتے تھے۔ اس لئے یہ قصہ غالباً سلسلہ کا یعنی حدیبیہ سے پہلے کا ہے۔ لیکن مولانا شاہ عبدالحق صاحب نے شیخ الاسلام ابن العراقی سے نقل کیا ہے کہ یہ قصہ فتح مکہ سے تھوڑا پہلے اور قریش کی عہد شکنی کے بعد کا ہے اس لئے کوئی منافات نہیں ہے۔ بظاہر یہی صحیح ہے۔ اس لئے کہ حضور رمضان میں فتح مکہ کے لئے روانہ ہو گئے تھے۔ اور رجب میں اس سر یہ کو بھیجا تھا درمیان میں صرف شعبان کا مہینہ رہ جاتا ہے۔ اس لئے قریش کی عہد شکنی کے بعد فتح مکہ کا اہتمام آپ نے رجب میں شروع کر دیا ہوگا۔ اور اسی اہتمام میں غالباً ایک یہ سر یہ بھی ہو۔

صحیحین میں متعدد طریقہ سے یہ قصہ مروی ہے بعض روایات کا بعض سے کچھ خفیف اختلاف بھی ہے ہم ان روایات کا ملخص لکھتے ہیں اور اختلاف و تطبیق وغیرہ کی طویل بحث یہاں مناسب نہیں سمجھتے۔

حضرت جابر بن عبد اللہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ نے تین سو آدمی ساحل بحر پر ارض حنینہ کی طرف بھیجا۔ اسی میں بھی تھا۔ حضرت ابو عبیدہؓ کو حضور نے امیر مقرر کر دیا تھا لیکن وہاں کوئی ملا نہیں اور ہم لوگوں کو ایک مہینہ یا کم و بیش وہاں رہنا پڑا۔ لوگوں کے ساتھ زاد راہ تھا اور حضور نے بھی ایک جراب میں کھجوریں ساتھ دی تھیں۔ وہ سب ختم ہو گیا۔ ایک روز تین اونٹ ذبح ہوئے۔ دوسرے روز پھر تین اونٹ ذبح ہوئے۔ تیسرے روز پھر تین ذبح ہوا۔ اس کے بعد حضرت ابو عبیدہؓ نے اونٹ ذبح کرنے سے منع کر دیا۔ امام نووی لکھتے ہیں کہ اونٹ ذبح کرنے والے قیس بن سعد بن عبادہؓ تھے حضرت جابرؓ

سہ حضرت سعد بن عبادہؓ کے صاحبزادے ہیں اور اپنے والد کی طرح یہ بھی بہت سخی مشہور ہیں حبشہ لعرہ میں اتنا خرچ کیا کہ قرضدار ہو گئے تھے۔ ان کے چہرہ پر بال نہیں نکلا تھا۔ صحابہ میں قیس بن سعد شریح

کہتے ہیں کہ اس کے بعد حضرت ابو عبیدہؓ نے یہ انتظام کیا کہ جس کے پاس جو کچھ زادراہ گیا تھا سب کو جمع کرایا۔ اور سب کو ایک ایک ٹٹھی مجھوڑیں تقسیم کیں روزانہ اسی طرح تقسیم کرتے پھر یہ ذبت ہوئی کہ ہر شخص کو صرف ایک مجھوڑتی تھی۔ اُسی کو چوس کر پانی پیتے تھے اور اپنی لکڑیوں سے درختوں کے پتے توڑ کر کھاتے تھے۔

ہم لوگوں کی یہ حالت ہو رہی تھی کہ دریا سے ایک بہت بڑی مردہ مچھلی کنارہ آگئی۔ جو ایک بڑے قودہ کی طرح معلوم ہوتی تھی حضرت ابو عبیدہؓ نے پہلے کہا کہ یہ مردہ ہی اور مردہ کھانا جائز نہیں۔ لیکن پھر اس پر سب متفق ہوئے کہ اسی حالت میں تو مردہ بھی جائز ہے۔ اٹھارہ روز یا اس سے زیادہ سب نے اُس میں سے کھایا۔ روزانہ ایک سیل کے برابر ٹکڑا اُس میں سے کاٹ لیتے تھے۔ اور اُسی کی چرنی جلاتے تھے۔ اُس کے ضلّاع کی دو ہڈیوں کو ابو عبیدہؓ نے کھڑا کیا۔ اور سب سے لائے اونٹ پر سب سے زیادہ لائے آدمی چکر سوار کیا اور اُس کے نیچے سے جانے کے لئے کہا تو چلا گیا جب ہم لوٹ کر مدینہ آئے اور رسول اللہؐ سے اس کا تذکرہ ہوا تو آپؐ نے فرمایا کہ وہ خدا نے تم لوگوں کے لئے رزق بھیجا تھا۔ اگر اُس میں کا کچھ گوشت ہو تو لاؤ۔ چنانچہ حضورؐ کے سامنے لایا گیا اور آپؐ نے اُس میں سے کھایا۔

یہ سب اس بات پر حجت ہے کہ شہر حرام میں قتال جائز ہے اس لئے کہ حضورؐ نے جب میں یہ سر یہ بھیجا دویم اس میں یہ دلیل ہے کہ دریا کی مچھلی گودہ مردہ ہو حلال ہے کیونکہ گوصا بہ نے مجھوڑی کی حالت میں کھایا لیکن خود رسول اللہؐ نے اُس میں سے بلا مجھوڑی کے کھایا سویم معلوم ہوا کہ جس جگہ رسول اللہؐ کا حکم اور نص نہ معلوم ہو تو جزئیات مسائل میں ضرورت کے وقت اپنی رائے پر عمل درست ہے جیسا کہ صحابہؓ نے اس

بجائے ۲۴۲

اور عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہم کو داڑھیاں نہ ملتی تھیں جو اغزی۔ دلیری اور سخاوتیں ان کا شہرہ تھا۔ جنگوں میں ان کی رائے کا بڑا اثر تھا بڑے صاحب تدبیر تھے ۱۲۸

سریہ میں کیا اور رسول اللہ نے اُس کو قائم رکھا

فتح مکہ

قریش کی عہد شکنی اور فتح مکہ کا سبب | صلح حدیبیہ میں معلوم ہو چکا ہے کہ صلح کی

ایک شرط یہ بھی تھی کہ جو قبیلہ قریش کے ساتھ معاہدہ کرنا چاہو کرے۔ اور جو قبیلہ محمد صلی اللہ

علیہ وسلم کے ساتھ معاہدہ کرنا چاہے کرے۔ اور اسی بنا پر بنی بکر نے وہیں قریش سے

معاہدہ کیا تھا۔ اور بنی خزاعہ نے رسول اللہ سے یہ دونوں قبیلے مکہ کے قریب تھے اور

ان دونوں میں اسلام کے قبل سے عداوت چلی آرہی تھی اور یہی عداوت فتح مکہ

کا سبب بنی۔ امام السیر محمد بن اسحق کہتے ہیں کہ اسلام سے پہلے ایک شخص مالک بن عباد

حضرمی بنی بکر کے ایک سردار اسود بن رزن کا حلیف تھا۔ وہ تجارت کی غرض سے

نکلا جب ارض خزاعہ کے وسط میں پہنچا تو اُس کو بنی خزاعہ نے قتل کر دیا اور اسکا مال

و اسباب لے لیا۔ چونکہ وہ بنی بکر کا حلیف تھا اس لیے بنی بکر نے اُس کے بدلہ میں بنی خزاعہ

کے ایک شخص کو قتل کر دیا۔ اس واسطے بنی خزاعہ نے اسلام سے تھوڑا پہلے اسود بن رزن

الدیلی کے لڑکوں کو قتل کر دیا۔ اُن کا نام سلمیٰ کلثوم اور ذؤب تھا۔ اور یہ بنی کنانہ کے

بڑے معزز لوگ تھے۔ ابن اسحاق کہتے ہیں کہ مجھ سے بنی الدیل کے ایک شخص نے بیان کیا

کہ ایام جاہلیت میں ہم لوگوں کی دیت ایک تھی لیکن بنی الاسود بن رزن کی دودیت تھی

ان دو قبیلوں میں یہ اختلافات چل رہے تھے۔ اور بنی بکر بنی الاسود کا بدلہ نہ لینے

پائے تھے کہ اسلام کی تبلیغ شروع ہو گئی۔ اور سارے کفار اسلام کی مخالفت میں مشغول

۱۔ خزاعہ بغیر خارجہ و تحیف زائے معہ کذا فی المعنی ۱۲ منہ

۲۔ بنی الدیل بکر دال مہلہ و سکون یائے تحتانیہ و بغیر دال مہلہ و سکون ہمزہ کذا فی المعنی عن الزکشی

اسی طرف مشوب ہیں تو قل بن معاویہ الدیلی وغیرہ بکر دال مہلہ و سکون یائے تحتانیہ ۱۲ منہ

ہو گئے۔ جب حدیبیہ میں صلح ہوئی تو بنی بکر قریش کے معاہدہ ہو گئے۔ اور بنی خزاعہ رسول اللہ کے۔ اور ہندہ کے ایام کو غنیمت سمجھ کر بنی خزاعہ سے بدلہ لینا چاہا اور یہ سب بنی الدیل نے کیا جو بنی بکر کے جزد تھے اور اسی جزد میں کالاسود بن الرزن تھا۔ بنی الدیل کا سردار نوفل بن معاویہ الدیلی بنی الدیل کو لیکر بنی خزاعہ پر حملہ آور ہوا اور بنی خزاعہ کا ایک چشمہ تھا الوتیر و ماں اُن کے ایک شخص کو قتل کیا۔ باقی بنی خزاعہ بھاگ کر اور بنی الدیل نے اُن کو قتل کرنا شروع کیا۔ قریش نے بنی بکر کی امداد کی اُن کو آلات حرب بھی دیئے اور شب کے وقت ٹھیکر لڑے اور بنو خزاعہ کو قتل کیا۔ بنی خزاعہ بھاگ کر حرم میں چلے گئے۔ اور بنو بکر نے اپنے سردار سے کہا کہ اے نوفل ہم لوگ حرم میں آگئے ہیں اب رُک جاؤ۔ مگر وہ فتح کے جوش میں تھا اور بڑی سخت بات اُس کے زبان سے نکلی۔ اُس نے کہا کہ آج کوئی خدا نہیں ہے اے بنی بکر بدلہ وصول کرو کیا جرم کی عزت میں اپنا بدلہ چھوڑ دو گئے۔

مُنبئہ بنی خزاعہ کا ایک ضعیف شخص الوتیر پر تھا۔ اور اُس کی قوم کا ایک شخص تمیم بن اسد اُس کے ساتھ تھا۔ مُنبئہ نے کہا کہ تمیم تم اپنی جان بچاؤ۔ میرا کیا ہے ہم تو مرے ہوئے ہیں ہم کو قتل کریں یا چھوڑ دیں۔ میرا تو بنی خزاعہ کا یہ حال دیکھ کر دل بھر گیا ہے۔ تمیم تو وہاں سے ہٹ گیا لیکن مُنبئہ کو بنی بکر نے واقعی وہیں پر قتل کر دیا۔ جو بنو خزاعہ بھاگ کر مکہ گئے تھے۔ وہ مجبور ہو کر بَدیل بن ورقا اور اس کے غلام رافع کے مکان میں چھپے۔

الغرض بنو بکر اور قریش نے ملکر بنو خزاعہ پر خوب ظلم کیا۔ اور اس وجہ سے عملاً قریش نے حدیبیہ کے معاہدہ کو توڑ دیا۔ کیونکہ بنو خزاعہ رسول اللہ کے معاہدہ تھے۔ عمر بن سالم خزاعی نے مدینہ آکر رسول اللہ سے امداد چاہی اور یہی فتح مکہ کی تہیہ ہوئی۔

لے بَدیل بن ورقا یہ سلمان ہوئے مگر یہ امر مشتبہ ہے کہ یہ فتح مکہ میں سلمان ہوئے یا پہلے ہو چکے تھے بغیر
معدہ و فتح مملہ ۱۲۰

حضورِ رسالت اور قریش کا اضطراب | رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں

اور ایک قہیدہ پڑھا اس میں مظالم کی پوری داستان بیان کی پہلے دتیر پر پھر مسجد حرام میں اور رکوع و سجود کی حالت میں بنو خزاعہ کا قتل ہونا۔ اور حرم میں مارا جانا بیان کیا۔ اس کے بعد کہا کہ ہلوگ مسلمان ہو چکے تھے اُس کے بعد مظلوم قتل کے گئے پھر کہا کہ یا رسول اللہ مدد کیجئے

”فانصر مداک اللہ نصراً ابداً“

حضور نے یہ سب سنا اور وہیں سے آواز دی نصرت یا عمرو بن سالم پھر حضور نے آسمان کی طرف ہاتھ اٹھا کر اشارہ کیا اور کہا کہ یہ ابر کا ٹکرہ بھی بنی کعب کی نصرت چاہتا ہو۔ اس کے بعد بدیل بن ورقا بنو خزاعہ کے چند آدمیوں کے ساتھ مدینہ بُدیل بن ورقا آئے۔ اور سب حال رسول اللہ کو سنایا۔ اور بتایا کہ قریش دیکس کس طرح بنو بکر کا ساتھ دیا۔ اور اس کے بعد کہ لوٹ گئے اس کے بعد حضور نے فرمایا کہ اب ابوسفیان آیا ہی چاہتا ہے۔ بدیل وغیرہ جارہے تھے تو عسفان میں اُن کو ابوسفیان ملا۔ اور پوچھا کہ کہاں سے آتے ہو۔ اُنہوں نے کہا کہ خزاعہ کے اس دادی تک ہلوگ گئے تھے۔ پوچھا کہ کیا تم عمر کے پاس نہیں گئے تھے۔ اُنہوں نے کہا کہ نہیں۔ لیکن ابوسفیان کو شبہ ہوا اُس نے کہا کہ ان کے اونٹ کی منگنیاں دیکھو اگر بدیل مدینہ گیا ہو گا تو اُس میں بکھور کی گٹھلیاں تکلینگی تکلینگی دیکھنے کے بعد ابوسفیان نے کہا کہ ہم خدا کی قسم کھا کر کہتے ہیں کہ بدیل عمر کے پاس گیا ہے۔

۱۵ عمرو بن سالم خزاعی بنی طیغ سے تھے طبع بعیدہ تصغیر اور آخر میں حائے مہل۔ ابن اسحاق نے ایک شب اشعار کو لکھا ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ مسلمان ہو گئے تھے اس لئے ان کا شمار صحابہ میں ہے پہلی نے اس پر طعن کیا ہے مگر وہ صحیح نہیں ہے ۱۲۰

ابوسفیان کی کوشش | اس کے بعد ابوسفیان مدینہ آیا۔ پہلے اپنی لڑکی ام المومنین
 ام حبیبہ کے پاس گیا انہوں نے اس کو دیکھ کر فرش اٹھا
 دیا۔ اُس نے پوچھا کہ بیٹی تو نے فرش اٹھا دیا فرش کو میرے قابل نہ سمجھا یا مجھ کو فرش کے
 قابل نہ سمجھا۔ انہوں نے کہا کہ یہ رسول اللہ کا فرش ہے اور تم مشرک اور نجس ہو اس لئے
 ہم نے پسند نہ کیا کہ تم رسول اللہ کے فرش پر بیٹھو۔ یہ سن کر وہ وہاں سے چلا آیا اور رسول اللہ
 کے پاس گیا۔ مقصد بیان کیا مگر رسول اللہ نے اس کا کوئی جواب نہ دیا۔ تب ابو بکر صدیق
 کے پاس گیا انہوں نے فرمایا کہ ہم کچھ نہیں کر سکتے۔ تب حضرت عمر بن الخطاب کے پاس
 گیا۔ حضرت عمر نے فرمایا کہ ہم تیری سفارش رسول اللہ سے کریں۔ ہم تو خود کسی حال میں
 تجھ سے جدا ترک کرنا نہیں چاہتے۔ وہاں سے حضرت علی ام کے پاس گیا۔ حضرت علی کو پاس
 حضرت فاطمہ بھی تھیں۔ اور حضرت حسن بن علی ہمارے کیل رہے تھے۔ اُس نے کہا کہ اے
 علی تم قوم میں رحیم ہو۔ ہم ایک ضرورت سے یہاں آئے کیا اسی طرح ناکام واپس چلے
 جائیں ہم صرف یہ چاہتے ہیں کہ تم محمد سے میری سفارش کر دو۔ حضرت علی ام نے فرمایا کہ اے
 ابوسفیان ہم لوگوں کی مجال نہیں ہے کہ رسول اللہ کے ارادہ میں مداخلت کریں۔ تب
 ابوسفیان حضرت فاطمہ سے مخاطب ہوا کہ اے بنت محمد کیا تم یہ کر سکتی ہو کہ اپنے لڑکے کو
 اجازت دو کہ لوگوں کو اپنے جوار میں لے اور سارے عرب کا آخر زمانہ تک سردار سمجھا
 جائے۔ حضرت فاطمہ نے کہا کہ اڈل تو میرا لڑکا ابھی اس عمر کو نہیں پہنچا دویم کیا رسول اللہ
 کے مقابلہ میں کوئی جوارے سکتا ہے۔ ابوسفیان نے کہا کہ اے ابوالحسن معاملہ سخت ہو گیا
 ہے کوئی مددیر بتاؤ۔ حضرت علی ام نے فرمایا کہ میں کوئی مفید رائے تو نہیں دے سکتا مگر تم بنی کنانہ
 کے سردار ہو۔ خود ہی لوگوں کے سامنے اپنے جوار کا اعلان کر دو۔ ابوسفیان نے کہا کہ کیا
 یہ مفید ہو گا حضرت علی ام نے کہا کہ میرا گمان تو ایسا نہیں ہے مگر اس کے سوا اور کوئی صورت

۱۰۔ یہ ابوسفیان کی لڑکی اور معاویہ کی بہن تھیں ۱۲۔

بھی نہیں معلوم ہوئی

ابوسفیان وہاں سے مسجد میں آیا۔ اپنے جوار کا اعلان کیا۔ پھر اونٹ پر سوار ہو کر روانہ ہو گیا۔ مکہ آیا تو سب نے پوچھا کہ کیا ہوا۔ اس نے پوری حالت بیان کی تو سب نے پوچھا کہ کیا محمدؐ نے تیرے جوار کو قبول کیا۔ کہا کہ نہیں۔ تو سب نے کہا کہ یہ تو علیؑ کے تیرے ساتھ مذاق کیا۔ اس نے کہا کہ نہیں خدا کی قسم اس کے سوا اور کوئی صورت تھی ہی نہیں۔

حاطب بن ابی بلتعہؓ رسول اللہؐ نے لوگوں کو تیاری کا حکم دیا۔ اور اپنے اہل کو بھی حکم دیا کہ سلاح جنگ درست کریں۔ مگر کسی کو ہنسنے

یہ نہ بتایا کہ کس سے جنگ کا ارادہ ہے۔ حضرت صدیقؓ حضرت عائشہؓ کے پاس آئے اور دیکھا کہ وہ سلاح جنگ نکال رہی ہیں۔ پوچھا کہ کیا رسول اللہؐ نے حکم دیا ہے۔ کہا کہ ہاں۔ پوچھا کہ کیا تم جانتی ہو کہ کہاں کا ارادہ ہے۔ کہا کہ اللہؐ یہ معلوم نہیں۔

حاطب بن ابی بلتعہؓ نے ایک خط۔ محض انداز پر قریش کو لکھا کہ رسول اللہؐ کا ارادہ جنگ کا معلوم ہوتا ہے۔ سامان درست ہو رہا ہے گو یہ نہیں معلوم کہ کس طرف کا ارادہ ہے مگر میرا گمان ہے کہ قریش پر حملہ ہوگا۔ اور یہ خط ایک عورت کو دیا کہ قریش تک پہنچا دی وہ روانہ ہوئی اور خدا نے رسول اللہؐ کو اطلاع دی کہ حاطب نے کیا کیا ہے ابن ابی لکھتے ہیں کہ رسول اللہؐ نے حضرت علیؑ اور حضرت زبیرؓ کو بھیجا لیکن صحیحین میں خود حضرت علیؑ سے مفصل واقعہ مروی وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہؐ نے مجھے اور زبیرؓ اور مقدادؓ کو بھیجا کہ تم لوگ روضہ خاخ میں جاؤ۔ وہاں ایک عورت ہے اور اس کے پاس ایک خط ہے وہ خط اس سے لے لو۔ کہتے ہیں کہ ہم لوگ گھوڑوں پر سوار ہو کر وہاں پہنچے اور عورت کو بھی پایا

لے روضہ خاخ دو خائے مجھ درمیان میں الف امام نووی لکھتے ہیں کہ تمام روایتیں اور تمام علماء اس پر متفق ہیں لیکن بخاری کی ایک روایت ابو عوانہ سے ہے کہ حاجبے بجائے مہلہ و جیمہ وہ غلط ہے ابو عوانہ کو دھوکہ ہوا ہے واللہ اعلم ۱۲۸

کہا کہ تیرے پاس خط ہے نکال۔ اس نے کہا کہ میرے پاس خط تو نہیں ہے۔ ابن اسحاق لکھتے ہیں کہ ان لوگوں نے پہلے اس کے اسباب میں تلاش کیا۔ نہ ملا تو حضرت علی کرم نے کہا کہ خدا کی قسم رسول اللہؐ نے جھوٹ نہیں کہا۔ نہ ہم لوگ جھوٹ بولے۔ خط نکال نہیں تو ہم تجھ کو ننگا کر کے تلاش کریں گے جب اس نے اس طرح انکو مستعد دیکھا تو کہا کہ اچھا ہٹ جاؤ۔ یہ لوگ ہٹ گئے تو اُس نے اپنے سر کی چونٹی کھولی اور اُس میں سے خط نکال کر دیا۔ یہ لوگ اُس خط کو رسول اللہؐ کے پاس لے آئے۔ پڑھا گیا تو وہ خط عاتب بن ابی بلتعہ کی طرف سے بعض مشرکین مکہ کے نام تھا اور اس میں رسول اللہؐ کے ارادہ کی اُن کو خبر دی گئی تھی۔ رسول اللہؐ نے عاتبؓ کو بلوایا اور کہا کہ عاتب یہ کیا ہے۔ عاتبؓ نے کہا کہ یا رسول اللہؐ میرے اہل میں عجلت نہ نہر مائی خدا کی قسم میں خدا اور خدا کے رسول پر ایمان رکھتا ہوں۔ نہ میں نے دین بدلا ہے نہ مرتد ہوا ہوں یہ کام میں نے ارتداد یا کفر کی وجہ سے نہیں کیا۔ وجہ صرف یہ ہوئی کہ میری بیوی بچے مکہ میں ہیں۔ اور وہاں اُن کا کوئی حامی نہیں ہے اس لیے کہ میں باہر کا آدمی ہوں قریش کا صرف حلیف تھا اُن سے رشتہ نہیں اور دوسرے مہاجرین قریش ہیں۔۔۔۔۔ اُن کے اقربا اُن کی حمایت کیلئے وہاں موجود ہیں۔ اس لیے نبی تعلق نہ ہونے کی وجہ سے میں نے اُن کی ہمدردی اس طرح حاصل کرنی چاہی تھی۔ رسول اللہؐ نے فرمایا کہ اس نے بات سچی تم لوگوں سے کہہ دی ہے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ یا رسول اللہؐ اجازت دیجئے ہم اس منافق کو قتل کر دیں۔ حضورؐ نے فرمایا کہ اے عمر یہ عاتبؓ بدر میں شریک ہوا ہے۔ تم کو کیا معلوم ہے اگر خدا نے اہل بدر کے ارادوں سے واقف ہو کر کہا ہو کہ جو تمہارا دل چاہے کرو خدا نے تم کو بخش دیا۔ حضرت عمرؓ کی آنکھیں تر ہو گئیں اور کہا کہ خدا اور خدا کے رسول کو زیادہ علم ہے۔

حضورؐ اس کے بعد دہشتِ رمضان کو مدینہ سے روانہ ہوئے خود مدینہ سے روانگی | بھی روزہ تھے اور صحابہ بھی جب مقام کدیبہ میں پہنچے تو حضورؐ نے

بھی افطار کیا اور معاہدہ بھی۔ ابن اسحاق کہتے ہیں کہ کدید حج اور عسفان کے درمیان ہے۔ اور بخاری میں حضرت ابن عباسؓ کی روایت میں ہے کہ کدید پانی کی جگہ ہے۔ قدید اور عسفان کے درمیان۔ ابن قیم کہتے ہیں کہ کدید وہی جگہ ہے جس کو پیچھے قدید کہنے لگے۔ اور بخاری میں اسی فتح مکہ کے باب میں اور ایک روایت حضرت ابن عباسؓ کی ہے کہ حضورؐ نے روزہ کی حالت میں سفر کیا جب عسفان پہنچے تو پانی مانگا۔ اور لوگوں کو دکھلا کر دن کے وقت پانی پیکر افطار کیا۔ بہر کیف اس کے بعد آپؐ مراً الظہران آئے۔ اور آپ کے ساتھ دتیل ہزار آدمی تھے۔

حضرت عباسؓ و ابوسفیانؓ | اس سفر میں جب حضورؐ مدینہ سے چل کر چھ پہنچے تو

عیال کے خدمت میں حاضر ہوئے۔ یہ مسلمان ہو کر اور مکہ سے ہجرت کر کے آئے تھے۔ اور اس سے پہلے جب آپؐ مقام ابوار میں تھے تو آپ کے چچا کے لڑکے ابوسفیان بن عات بن عبدالمطلب۔ اور آپ کے پھوپھی کے لڑکے عبد اللہ بن ابی امیہ جوام المومنین ام سلمہؓ

سہ یہ ابوسفیانؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بڑے چچا کے لڑکے ہیں۔ اور انہوں نے حضرت علیؓ سعیدہ کا دودھ بھی پیا ہے۔ اس لیے حضورؐ کے رضاعی بھائی بھی ہیں۔ انہوں نے پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جج میں بہت اشعار کہے تھے۔ لیکن جب مسلمان ہوئے تو بڑے صادق مسلمان ہوئے۔ فتح مکہ کے بعد ہی غزوہ خنین میں جب سب لوگ بھاگ گئے تھے تو یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ثابت قدم رہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان کو جنت کے جواروں کا سردار کہا ہے۔

علاء عبد اللہ بن ابی امیہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پھوپھی عاتکہ بنت عبدالمطلب کے لڑکے ہیں۔ ان کے والد ابی امیہ زادار اکب رسول اللہ کے پھوپھا تھے۔ اور وہی ام المومنین ام سلمہؓ کے والد ہیں اس لیے یہ عبد اللہ حضرت ام سلمہؓ کے سوتیلے بھائی ہیں۔ بعثت کے بعد یہ رسول اللہ کے شدید مخالف ہو گئے تھے۔ لیکن آخر فتح مکہ کے وقت ابوسفیان بن الحارث کے ساتھ سقیاء اور عرج کے درمیان حاضر ہو کر مسلمان ہوئے۔ اور محمد بن اسحاقؒ مونس بن عقیلؒ دونوں لکھتے ہیں کہ غزوہ طائف میں شہید ہوئے صحیحین میں کئی جگہ ان کا ذکر آتا ہے۔ ابن حجر عسقلانی کا خیال ہے کہ ان کے علاوہ حضرت ام سلمہؓ کے کسی اور بھائی کا نام بھی

کے سوتیلے بھائی بھی تھے حاضر ہوئے۔ ان دونوں صاحبوں کے حاضری کی جب حضور کو خبر دی گئی تو آپ نے اُن کے ملنے سے انکار کر دیا۔ کیونکہ ان دونوں نے بہت تکلیفیں دی تھیں۔ اور ابوسفیان نے قصائد میں حضور کی سخت جو کی تھی۔ مگر ام المومنین ام سلمہؓ نے حضور سے اُن کی بہت سفارش کی۔ اور ابوسفیان نے کہا کہ اگر رسول اللہؐ نے میرا قصور معاف نہ کیا تو ہم اپنے چھوٹے بچے کو لیکر عرب کے ریگستان میں چلے جائیں گے۔ اور دانہ پانی چھوڑ دیں گے۔ تاکہ اس طرح تڑپ کر نبی کے پیاسے مرجائیں۔ حضرت علیؓ نے ان دونوں کو مشورہ دیا۔ کہ رسول اللہؐ کے پاس اُن کے سامنے سے جاؤ۔ اور جس طرح حضرت یوسفؑ کے بھائیوں نے کہا تھا وہی تم بھی کہو کہ ہم گنہگار تھے خدا نے آپ کو ہم پر غالب کیا اب آپ جو چاہیں کریں۔ ان لوگوں نے اسی طرح کیا۔ حضورؐ نے فرمایا لا تثریب علیکم الیوم یغفر اللہ لکم و هو ارحم الراحمین جب حضور معاف ہو گیا تو ابوسفیانؓ نے حضور کی مدح میں اشعار لکھے۔ اور اس سے پہلے جہالت کی بناء جو کچھ جو میں لکھا تھا اُس کی معذرت کی۔ اور اس کے بعد نہایت سچے اور ثابت قدم مسلمان رہے کبھی جیسا سے رسول اللہؐ کے سامنے سر نہیں اٹھاتے تھے۔ اور رسول اللہؐ کے ساتھ بہت محبت کرتے تھے۔ حضورؐ فرماتے تھے کہ میں امید ہے کہ ابوسفیانؓ ہمارے چچا حمزہؓ بن عبد المطلب کے قائم مقام ثابت ہوں گے۔

حضور جب مراء النظران میں پہنچے تو حکم دیا کہ ہر شخص اپنی آگ ابوسفیان کا اسلام | علیحدہ روشن کرے۔ اور حضرت عباسؓ کو قریش کی حالت پر

عبداللہ بن ابی امیہ تھا۔ چنانچہ ابن عیینہ کی ایک روایت اصحابہ میں لکھتے ہیں کہ واقعہ حرة کے بعد سلم بن عقبہ نے جب مدینہ میں بیعت لینی چاہی تو حضرت ام سلمہؓ نے اپنے بھائی عبداللہ بن ابی امیہ کو بیعت کا مشورہ دیا واللہ اعلم ۱۲ منہ

۱۳ مراء النظران بلع میم دخلة الرار دفع ظار معجدا ساکان اور رخصتہ دونوں مکہ کے قریب ایک جگہ ہے جو اب وادی فاطمہ مشہور ہے کذا فی حواشی ابی داؤد ۱۲ منہ

افسوس ہوا۔ وہ سمجھے کہ اگر رسول اللہؐ اسی قوت کے ساتھ مکہ میں فاتحانہ داخل ہوئے تو قریش کا خاتمہ ہو جائے گا۔ وہ رات کے وقت رسول اللہؐ کے پیچھے چر رہا ہوا کہ اس ارادہ سے نکلے کہ قریش کو اس کی اطلاع دیں اور پیغام دیں کہ رسول اللہؐ سے معافی چاہو اور صلح کرو ورنہ خیر نہیں ہے۔ بخاری کی روایت میں ہے کہ قریش کو یہ خبر مل گئی تھی کہ رسول اللہؐ مدینہ سے روانہ ہو گئے ہیں مگر ان کو یہ پتہ نہ تھا کہ حضورؐ مزاظہران میں پہنچ گئے ہیں۔ اس لئے ابوسفیان بن حرب۔ حکم بن حزام۔ بدیل بن ورقا اس تلاش میں نکلے کہ رسول اللہؐ کا پتہ لگائیں۔ یہاں آئے تو دیکھا کہ اس قدر آگ روشن ہوئی کہ بڑی حیرت ہوئی کہ یہ جماعت کس کی ہے۔ ابوسفیان نے کہا کہ میں نے تو اتنی آگ کبھی نہیں دیکھی تھی۔ بدیل بن ورقا نے کہا کہ بنو خزاعہ معلوم ہوتے ہیں ابوسفیان نے کہا کہ بنو خزاعہ قلیل اور ذلیل ہیں یہ تعداد اور یہ شوکت ان کی کہاں۔

حضرت عباسؓ فرماتے ہیں کہ میں نے ابوسفیان کی آواز پہچانی اور کہا کون ہے اباحتلہ اُس نے کہا کون ابوالفضل۔ میں نے کہا ہاں۔ اُس نے کہا اے ابوالفضل تم پر میرے ماں باپ قربان ہوں یہ کیا ہو۔ میں نے کہا یہ رسول اللہؐ ہیں اپنے اصحابؓ کے ساتھ ابقریش کی خیر نہیں ہے۔ اُس نے کہا کہ کیا تدبیر کی جائے تمہارے صدقہ جائیں بتاؤ۔ میں نے کہا کہ تم کو تو یہ لوگ دیکھ لیں تو ابھی قتل کر دیں گے۔ تم میرے پیچھے بغلہ پر بیٹھ جاؤ ہم تمہارے لئے رسول اللہؐ سے امن طلب کریں گے۔ وہ بغلہ پر بیٹھ گیا۔ اور اُس کے ساتھی مکہ واپس گئے۔ ہم اُس کو لیکر چلے جب کسی آگ سے پاس پہنچے تو لوگ پوچھتے کہ کون ہے پھر پہچان کر کہتے کہ رسول اللہؐ کا بغلہ ہے اور رسول اللہؐ کے چچا ہیں۔

جب عمر بن الخطابؓ کے آگ سے پاس پہنچے تو پوچھا کون ہے پھر خود عمرؓ اٹھ کر دیکھنے آئے۔ اور ابوسفیان کو دیکھ کر کہا کہ یہ تو خدا کا دشمن ابوسفیان ہے۔ الحمد للہ کہ تجھ پر بلا کسی عہد یا شرط کے موقع ملا۔ اور پھر رسول اللہؐ کی طرف اجازت لینے کے لئے تیز

چلے۔ میں نے بھی بغلہ کو دوڑایا اور پہلے پہنچ گیا۔ مگر فوراً عمر بھی پہنچے اور کہا کہ یا رسول اللہ اجازت دیجئے کہ اس عدو اللہ کو قتل کر دوں۔ میں نے کہا کہ یا رسول اللہ میں ذرا اس کو اپنے جوار میں لیا ہے۔ عمر نے بہت کچھ اس کے بارہ میں کتنا شروع کیا۔ تو میں نے کہا کہ اے عمر اگر بنی عدی بن کعب کا کوئی شخص ہوتا تو تم ہرگز یہ اصرار نہ کرتے۔ عمر نے کہا کہ اے عباس آپ یہ کیا کہتے ہیں۔ خدا کی قسم آپ کا اسلام مجھ کو میرے باپ خطاب کے ہلام سے زیادہ محبوب ہے۔ کیونکہ میں جانتا ہوں کہ آپ کا اسلام رسول اللہ کو زیادہ محبوب ہے۔ رسول اللہ نے مجھ سے فرمایا کہ اچھا اس کو اس وقت لے جاؤ اور صبح کے وقت میری پاس لاؤ۔ صبح کے وقت اس سے رسول اللہ نے کہا کہ اے ابوسفیان بڑا افسوس ہے کہ تجھ پر اب تک یہ بات ظاہر نہ ہوئی کہ خدا کے سوا کوئی معبود نہیں ہے۔ ابوسفیان نے کہا کہ میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں۔ آپ کیسے حلیم ہیں اور کیسے کریم ہیں۔ صلہ رحم کا آپ کو کتنا خیال ہے۔ بیشک اب میرا گمان ہے کہ خدا کے سوا اور کوئی معبود ہوتا تو ہلوگوں کی امداد کرتا۔ پھر حضور نے فرمایا کہ اے ابوسفیان کیا اب تک تیری سمجھ میں یہ بات نہ آئی کہ میں خدا کا رسول ہوں۔ ابوسفیان نے کہا کہ میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں۔ کیا علم ہے کیسا کرم ہے اور کیسا صلہ رحم ہے لیکن اس امر کے متعلق میرے دل میں اب تک تردد ہے۔ حضرت عباس نے کہا اے کلہ پڑھ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ اور اسلام قبول کر۔ ورنہ ابھی لوگ تیری گردن مار دیں گے پس اُس نے کلہ پڑھا اور شہادۃ دی۔ اور مسلمان ہوا۔ حضرت عباس نے کہا کہ یا رسول اللہ ابوسفیان فرزند کو پسند کرتا ہے۔ اُس کے لئے کوئی امتیازی بات عطا فرمائی۔ حضور نے فرمایا کہ ہاں۔ جو ابوسفیان کے گھر میں داخل ہو اس کو امن ہے۔ جو اپنا دروازہ بند کرے اُس کو امن ہے۔ اور جو مسجد حرام میں داخل ہو اُس کو امن ہے۔

پھر حضور نے حضرت عباس کو حکم دیا کہ روانگی کے وقت ابوسفیان کو کہیں گزرگاہ

کے تنگ مقام پر رکھو تاکہ وہ خدا کی فوج کو دیکھے۔ حضرت عباسؓ نے یہی کیا۔ قبیلہ قبیلہ کے لوگ روانہ ہونا شروع ہوئے جب کوئی قبیلہ آتا تو پوچھتا یہ کون لوگ ہیں حضرت عباسؓ فرماتے یہ بنی سلیم ہیں۔ کتاب بنی سلیم سے ہمیں سروکار نہیں ہے دوسرا قبیلہ آتا تو پوچھتا یہ کون ہیں۔ کہتے مزینہ۔ کتاب مزینہ سے ہمیں سروکار نہیں۔ اسی طرح ہر قبیلہ کو پوچھتا اور کتاب بنی فلاں سے ہمیں سروکار نہیں۔ اس کے بعد جب قبیلہ خضراریں مہاجرین و انصار کے ساتھ حضورؐ آئے اور سب لوہے میں غرق تھے تو ابوسفیانؓ کہا کہ سبحان اللہ! عباسؓ یہ کون لوگ ہیں۔ کہا یہ خود رسول اللہؐ اور ان کے مہاجرین و انصار ہیں۔ کہا کہ ان لوگوں سے لڑنے اور مقابلہ کرنے کی کسی کو طاقت نہیں ہے اے ابن عباسؓ تمہارے بھتیجے کی سلطنت بڑی زبردست ہو گئی۔ ابن عباسؓ نے کہا کہ اے ابوسفیانؓ یہ نبوت کی طاقت ہے اس کی کہاں مان ٹھیک ہے۔

انصار کا علم سعد بن عبادہؓ کے ہاتھ میں تھا۔ وہ جب ابوسفیانؓ کے سامنے آئے تو کہا آج جنگ کا دن ہے۔ آج خدا نے خوزیمزی خلال کر دی ہے۔ آج خدا نے قریش کو ذلیل کر دیا ہے۔ اس کے بعد جب رسول اللہؐ سامنے آئے تو ابوسفیانؓ نے کہا کہ یا رسول اللہؐ کیا آپ نے نہیں سنا۔ سعد کیا کہتے ہیں۔ حضورؐ نے پوچھا کہ کیا کہتے ہیں کہا کہ انہوں نے اس طرح کہا ہے۔ اس پر مہاجرین کو بھی چونکہ وہ قریش تھے رنج ہوا۔ حضرت عثمانؓ اور عبدالرحمن بن عوفؓ نے کہا کہ یا رسول اللہؐ ہمیں اطمینان نہیں ہے کہ اگر سعد کو قریش پر صولت حاصل ہو جائے تو کیا ہو جائے گا۔ حضورؐ نے فرمایا کہ سعد نے غلط کہا۔ آج کا دن کعبہ کی عظمت کا دن ہے۔ آج خدا نے قریش کو صحیح عزت دی ہے۔ اور حضورؐ نے اپنا آدمی بھیجا جس نے سعدؓ سے علم لیکر ان کے رزق کے قیس بن سعدؓ کو دیدیا۔ یہ بظاہر صرف قریش صحابہ کے اطمینان کے لیے کیا گیا ورنہ حضرت سعدؓ سے علم لینا مقصود نہ تھا کیونکہ ان سے

لے قیس بن سعد بن عبادہؓ ان کا ذکر سر یہ جہ میں ہو چکا ہے ۱۲ منہ

لیکر انہیں کے لڑکے کو دیا گیا۔ لیکن آلو عمر کہتے ہیں کہ حضرت اسحاق سے علم لیکر حضرت زبیر کو دیا گیا۔ مگر یہ صحیح نہیں معلوم ہوتا اس لیے کہ علم انصار کا تھا۔

اس کے بعد ابوسفیان عجلت مکہ گیا۔ اور بلند آواز سے پکارا کہ اے قریش محمد آگے اور کسی کو ان سے مقابلہ کی طاقت نہیں ہے۔ جو ابوسفیان کے گھر میں داخل ہو جائے اس کو امن ہے یہ سنکر ابوسفیان کی عورت ہند بنت عتبہ نے غصہ میں اس کی مونچھ پکڑ لی۔ اور چلائی کہ اے بنی کنانہ اس کم بخت کو قتل کر دو۔ یہ کیا باک رہا ہے۔ اور اس نے بہت گالی دی۔ لوگ جمع ہو گئے۔ ابوسفیان نے کہا کہ اس وقت ان باتوں سے کچھ نہ ہوگا۔ کوئی محمد کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔ جو میرے گھر میں داخل ہو اس کو امن ہے۔ جو مسجد حرام میں داخل ہو اس کو امن ہے۔ لوگوں نے کہا کہ ارے کم بخت خدا تجھ کو ہلاک کرے تیرے گھر میں کتنے آدمی آسکیں گے۔ ابوسفیان نے کہا کہ جو اپنا دروازہ بند کرے اس کو بھی امن ہے۔ اور جو مسجد حرام میں داخل ہو اس کو بھی امن ہے۔ لوگ بھاگے کوئی مسجد کی طرف گیا کوئی اپنے گھر کی طرف۔

اس کے بعد رسول اللہ ﷺ آ کر کی طرف سے مکہ میں داخل ہوئے۔ گداؤں مکہ میں داخلہ

لے قاموس میں ہے کہ گدا رسما کے وزن پر عرفات کا نام ہے اور ایک پہاڑ کا نام ہے جو اعلیٰ مکہ میں ہے جس طرف سے رسول اللہ ﷺ مکہ میں داخل ہوئے تھے اور مٹی کے وزن پر یعنی بضم سین و فتح میم و تشدید یائے تھانیہ ایک پہاڑ ہے اسفل مکہ میں جس طرف سے آپ نکلے اور یہی ایک اور پہاڑ کا نام ہے جو عرفہ کے قریب ہے اور قریشی بضم قاف فتح را و فتح تھانیہ کے وزن پر ایک پہاڑ کا نام ہے جو حرمین کے راستہ میں ہے اور کذا منقوصہ طائف میں ایک شینہ ہے صاحب قاموس کہتے ہیں کہ متاخرین نے اس کی تفصیل میں غلطی کی ہے اور تقریباً تیس اقوال ہیں مگر صحیح یہ ہے جو ذکر ہوا واللہ اعلم ۱۲ منہ لے چون حائے مظلوم بعدہ جیم مضموم بعدہ دا و دون ابن اثیر نہایت لکھتے ہیں کہ ایک پہاڑ ہے شعبا بجزارین کے قریب بیض کہتے ہیں مکہ کی ایک جگہ ہے مدارج النبہ میں ہے کہ یہ وہی مقام ہے جس کو اب جنت المعلیٰ کہتے ہیں۔ چون میں قریش کی قبرستان تھی اور وہیں حضرت خدیجہ ثدفون ہیں واللہ اعلم ۱۳ منہ

اسی مقام پر آپ کے لئے قبۃ نصب کیا گیا۔ اور خالد بن الولید کو حکم دیا کہ کدنی کی طرف دو
مکہ میں داخل ہوں۔ کدنی بضم کاف وقصر ثنیۃ سفلی میں ہے۔ حضرت خالد بن ولید پر مقرر تھے
اور ان کے ساتھ اسلم سلیم غفار۔ مزینہ۔ مجھینہ۔ اور دوسرے عربی قبائل تھے۔ اور
حضرت ابو عبیدہؓ غیر مسلح لوگوں پر امیر تھے اور باہر دادی میں تھے بعض روایت میں
ہے کہ وہ رجالہ یعنی پیدل پر امیر تھے بعض میں ہے حشر یعنی غیر مسلح لوگوں پر ابن قیم
لکھتے ہیں کہ خالد بن الولید کو آپ نے فرمایا کہ اگر قریش کا کوئی شخص متعرض ہو تو اسکو
کاٹ کر ڈال دو۔ اور ہم سے صفا پر آکر ملو۔

عکرمہ بن ابی جہل۔ صفوان بن امیہ۔ اور سہیل بن عمرو نے خدمت میں سفہار قریش
اور مختلف قبائل کے ادبائش کو جمع کیا تھا۔ اور حماس بن قیس بن خالد جس نے پہلے
سے سلاح حرب درست کر کے لڑنے کی تیاری کی تھی۔ انہیں لوگوں کے ساتھ آکر
شریک ہوا تھا۔ ان لوگوں نے کچھ شرارت بھی کی تھی۔ کرز بن جابر الغمری۔ اور
خنس بن خالد بن ربیعہ کو شہید کر دیا تھا۔ یہ دونوں صحابہ خالدؓ کے لشکر میں تھے مگر لشکر
سے جدا ہو کر دوسرے راستے سے جا رہے تھے کہ ان کو کفار نے شہید کر دیا۔ خالدؓ کو معلوم
ہوا تو پہلے اور ان کو قتل کرنا شروع کیا۔ بارہ مشرکین مارے گئے بقیہ بھاگے اور حماس
بھی بھاگا۔

ابن اسحاق نے حماس کا ایک لطیفہ لکھا ہے۔ یہ جب اہتمام سے اپنے آلات کو
درست کر رہا تھا تو اس کی عورت نے کہا کہ یہ کس سے لڑنے کا اہتمام ہے۔ اس نے کہا کہ
محمدؐ اور ان کے اصحابؓ سے عورت نے کہا کہ محمدؐ اور ان کے اصحاب کے سامنے یہ کچھ
کام نہ آئے گا۔ اس نے کہا کہ دیکھ تو میں قوم کی کسی خدمت کرتا ہوں۔ اور ایک شعر

لہ ابن اثیر کہتے ہیں کہ خدمت مشہور پہاڑ ہے مکہ کا خدمت بفتح خاء مجہد و کون لون و فتح دال مہملہ و میسم

مفتوح ۱۲ منہ

پڑھا جس کا مطلب یہ تھا کہ اگر وہ لوگ آج آئے تو دیکھ لینگے کہ مجھ میں کچھ نقص نہیں ہے۔ کامل سلاح اور تمام آلات میرے پاس ہیں۔ جب یہ بھاگ کر پیچھے گھر گیا تو اسی عورت نے کہا کہ وہ دعویٰ کیا ہوئے۔ اس نے اس وقت بھی اشارہ کر دیا کہ یہ مطلب ہے

کاش تو تختہ مسہ میں ہوتی صفوان اور عمرہ سب بھاگ گئے

ایسی تلواریں ہم چھکیں جو بازوؤں اور سروں کو اڑا رہی تھیں
ہمارے اطراف میں دیروں کا ہمہ تھا اور ضربات کی صدا سے ہوا کوئی آواز نہ تھی

اس وقت میری ملامت میں کچھ نہ کہ

دخول مکہ کی تفصیل صحیح مسلم میں حضرت ابو ہریرہؓ کی روایتوں میں ہے کہ رسول اللہؐ نے مینہ پر خالد بن الولیدؓ کو میسرہ پر حضرت زبیرؓ کو مقرر کیا۔ اور غیر مسلح لوگوں پر حضرت ابو عبیدہؓ کو مقرر کیا جو بطن دادی میں تھے اور حضورؐ خود اپنی ایک جماعت میں تھے قریش نے ادباش و اتباع کو جمع کیا تو حضورؐ نے حضرت ابو ہریرہؓ کو آواز دی۔ انہوں نے کہا لیکن یا رسول اللہؐ و سعدیکؓ حضورؐ نے فرمایا کہ انصار کو بلاؤ اور صرف انصار کو انصار دوڑتے ہوئے آئے اور حضورؐ کے گرد جمع ہوئے۔ حضورؐ نے فرمایا کہ قریش کی شرارت دیکھتے ہو۔ سب نے کہا کہ ہاں دیکھتا ہوں۔ آپ نے اپنے ایک ہاتھ کو پھیلا کر اُس پر دھرا ہاتھ پھیر کر اشارہ کیا کہ سب کو صاف کر دو۔ اور اس کے بعد مجھ سے صفا پر ملو۔ حضرت ابو ہریرہؓ کہتے ہیں کہ ہم لوگ چلے۔ اور ہم میں سے جو شخص جس کا خر کو قتل کرنا چاہتا تھا قتل کرتا تھا لیکن دشمن کا کوئی شخص ہماری طرف رخ کرنے کی ہمت نہ کرتا تھا۔ ابوسفیانؓ نے یہ حال دیکھا تو رسول اللہؐ کی خدمت میں آیا۔ اور کہا یا رسول اللہؐ قریش تباہ ہوئے۔ اب قریش کا نام دنیا میں باقی نہ رہے گا۔ حضورؐ نے فرمایا کہ جو شخص ابوسفیانؓ کے گھر میں داخل ہو جائے اُس کو امان ہے۔ جو شخص سلاح اوتار دے اس کو امان ہے۔ جو شخص اپنا دروازہ بند کرے اُس کو امان ہے۔

انصار نے جب قریش ایسے دشمن کے ساتھ رسول اللہ کی اس عنایت کو دیکھا تو ان کو بہ تعاضدائے قحط انسانی شبہ ہوا در آپس میں بولنے لگے کہ رسول اللہ پر اپنی قوم اور اپنے وطن کی محبت غالب آگئی ہے۔ حضرت ابو ہریرہؓ کہتے ہیں کہ اس وقت حضورؐ نزول وحی کے آثار شروع ہوئے۔ اور جس وقت وحی نازل ہوتی تھی کوئی شخص نظر اٹھا کر رسولؐ کی طرف دیکھ نہیں سکتا تھا۔ الغرض جب وحی نازل ہو چکی تو رسول اللہؐ نے فرمایا کہ اے معشر انصار تم لوگوں نے کہا ہے کہ اس شخص پر قوم اور وطن کی محبت غالب آگئی ہے۔ خدا کی قسم یہ نہیں ہے۔ میں خدا کا بندہ اور اس کا رسول ہوں۔ میں نے خدا کی طرف اور تمہاری طرف ہجرت کی۔ اب میری زندگی تمہاری زندگی کے ساتھ ہے۔ اور میری موت تمہاری موت کے ساتھ ہے۔ یہ سن کر انصار پر رقت طاری ہوئی آنکھوں پر آنسو جاری ہو گیا۔ اور سب نے کہا کہ یا رسول اللہؐ یہ کلمہ ہم لوگوں نے محض جذبہ شوق کی فہم سے کہا تھا یعنی اس لیے کہ حضورؐ کی جدائی ہمیں پسند نہ تھی۔ حضورؐ نے فرمایا کہ یہ صحیح ہے۔ خدا نے تمہاری تصدیق کی ہے۔ اور تم کو اس کلام میں معذور رکھا ہے۔

بیت اللہ کا داخلہ | حضورؐ کا علم حجوں میں جس کو جنت المعلیٰ کہتے ہیں مسجد فح کے قریب نصب کیا گیا پھر حضورؐ بیت اللہ کی طرف چلے۔ خاص مہاجرین و انصار آپ کے آگے پیچھے اور اطراف میں ساتھ تھے مسجد حرام میں داخل ہو کر پہلے حجر اسود کا استلام کیا۔ اُس کے بعد سواری پر طواف کیا اور اس روز آپ احرام کی حالت میں نہ تھے اس لیے صرف طواف پر اکتفا کیا۔ طواف کی حالت میں قوس آپ کے ہاتھ میں تھی۔ اور بیت اللہ کے اطراف میں تین تلوں ساٹھ ٹٹ نصب تھے۔ آپ قوس سے بُت کی طرف اشارہ کرتے اور فرماتے جاء الحق وزهق الباطل ان الباطل كان زهوقاً پیٹھ کی طرف اشارہ کرتے تو منہ کے بل گر جاتا اور منہ کی طرف اشارہ کرتے تو پیٹھ کے بل گر جاتا۔

لہٰذا یہاں بھی مسجد فح بنائی گئی ۱۲ منہ

بعض روایتوں میں ہے کہ اسی روز مکہ کے دوسرے بڑے بڑے بٹ توڑے گئے۔
 صفار اساف اور مردہ پرنا مکہ یہ دو قدیم بٹ تھے۔ قریش کا ان بتوں کے متعلق یہ عقاد
 تھا کہ قوم جرحم کے یہ دو عورت دمر تھے اور بیت اللہ میں زنا کیا تھا اس لئے مسخ کر دیے
 گئے۔ باوجود اس اعتقاد کے اس کی پرستش کرتے تھے۔ مکہ میں ایک بڑا بت جہل تھا
 یہ جب توڑا گیا تو حضرت زبیر بن العوامؓ نے ابوسفیانؓ سے کہا کہ یہی معبود ہے جس پر تجھ کو
 ناز تھا۔ اور غزوہ اُحد کے روز کہتا تھا اعلٰیٰ جہل ابوسفیانؓ نے کہا اب اس فتنہ کو
 چھوڑو۔ اور اس خیال پر اب سرزنش نہ کرو۔ ہم سمجھ چکے ہیں کہ اگر محمدؐ کے خدا کے سوا اور
 کوئی معبود ہوتا تو وہ ہم لوگوں کی مدد کرتا۔ اور آج حالت دوسری ہوتی۔ کعبہ کی دیوار
 میں جو بت زیادہ بلندی پر نصب تھے اور وہاں ہاتھ نہیں پہنچ سکتا تھا اس کے لئے
 حضورؐ نے حضرت علیؓ کی کمر کو اپنے کاندھے پر سوار کیا۔ اس طرح حضرت علیؓ نے
 ان کو توڑا اور گرا دیا۔

جب حضورؐ طواف سے فارغ ہوئے تو عثمان بن طلحہ کو بلایا۔ اور ان سے کعبہ کی
 کلید لیکر دروازہ کھولا اور اندر تشریف لے گئے تو دیکھا کہ حضرت ابراہیمؑ اور حضرت
 اسمعیلؑ کی تصویریں بنی ہوئی ہیں۔ اور ان کے ہاتھوں میں قمار کی تیریں ہیں حضورؐ نے
 فرمایا کہ خدا ان کفار کو غارت کرے یہ دونوں جلیل القدر انبیاء ہیں کبھی ان لوگوں نے
 جو انہیں کھیلا۔ اور دیکھا کہ لکڑی کے دو کبوتر تھے اس کو حضورؐ نے اپنے ہاتھوں سے توڑ
 دیا۔ اور تصویروں کے مٹانے کا حکم دیا چنانچہ وہ تصویریں مٹا دی گئیں۔

ہجوم کی وجہ سے حضورؐ نے دروازہ بیت اللہ کا بند کر دیا۔ اندر آپ کے
 نماز و خطبہ | ساتھ حضرت بلالؓ اور حضرت اسامہؓ رہ گئے۔ اس کے بعد دروازہ کے
 سامنے والی دیوار کی طرف آپ گئے جب دیوار سے تین ذرع کا فاصلہ رہ گیا تو ٹھہر گئے
 اور وہیں پر آپ نے نماز پڑھی۔ اس کے بعد بیت اللہ کے اطراف میں آپ گھومے اور ہر

گوشہ پر توجہ اور تکبیر کی آواز بلند کی۔ اس کے بعد دروازہ کھولا۔ قریش مسجد میں بھر گئے تھے اور صفیں بنا کر انتظار کر رہے تھے۔ حضور دروازہ پر کھڑے ہوئے اور دروازہ کے دونوں بازوؤں کو پکڑ کر فرمایا لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ صدق وعداؤ نصر عبدہ و ہزم الاخراب و حدہ اس کے بعد حضور نے خطبہ پڑھا اور بعض رسوم جاہلیت کے متعلق فرمایا کہ یہ سب آج باطل ہے اور میرے پیروں کے نیچے ہے تار قصاص۔ اور دینیت کے پہلے قواعد کو آج سے باطل ٹھہرایا اور قتل خطا اور شہہ عمد میں دینیت مغلطہ اور دینیت غیر مغلطہ کے فرق کی تعیین و تحدید فرمائی اور کہا کہ اے معشر قریش تمہارے جاہلیت کا فخر آبا کے نسب پر بڑائی کا اظہار اب خدانے تم سے مٹا دیا۔ سب انسان آدم کی اولاد ہے اور آدم مٹی سے پیدا ہوئے۔ پھر آیت پڑھی کہ خدانے تم سب کو مرد و عورت سے پیدا کیا۔ اور شوب و قبائل میں محض اس لئے تقسیم کر دیا کہ آپس میں ایک دوسرے کو ساخت کر سکو۔ ورنہ خدا کے نزدیک مکرم وہی ہے جو زیادہ متقی اور پرہیزگار ہو۔

اس کے بعد حضور نے پوچھا کہ اے قریش تمہارا کیا خیال ہے کہ میں تمہارے ساتھ اب کیسا سلوک کروں گا سب نے کہا کہ بھلائی۔ آپ خود کریم ہیں۔ کریم کی اولاد میں میں اس لئے آپ سے خیر ہی خیر کی امید ہے حضور نے فرمایا کہ میں تم سے وہی کہتا ہوں جو حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے بھائیوں سے کہا تھا۔ لا تظیب علیکم الیوم جاؤ تم لوگ چھوڑ دیئے گئے۔ انتم الطلقاء

اس کے بعد حضرت علیؑ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ کعبہ کی گنجی میں حجابہ و سقایہ اعنایت فرمائی تاکہ سقایہ اور حجابت دونوں بنی ہاشم میں جمع ہو جاؤ

سعد بن ابی سائب کہتے ہیں کہ عباس بن عبد المطلبؑ نے اس روز کعبہ کے لئے بڑی کوشش کی اور بعض بنی ہاشم کو بھی اس مطالبہ میں اپنے ساتھ شریک کر لیا تھا۔ سقایہ

حضرت عباسؓ کے ہاتھ میں تھا مگر یہ معلوم نہ ہو سکا کہ حجابت حضرت علیؓ اپنے لیے طلب کرتے تھے یا حضرت عباسؓ کے لیے حضورؐ نے فرمایا کہ عثمان بن طلحہ کہاں ہیں۔ وہ آئے تو حضورؐ نے فرمایا کہ لو یہ کبھی ہمیشہ ہمیشہ کے لیے تم لوگوں میں رہے گی یہ کلید تم سے وہی چھینے کا جو ظالم ہوگا۔

ابن سعد لکھتے ہیں کہ کعبہ کی کلید پہلے بھی عثمان بن طلحہ کے پاس رہا کرتی تھی۔ اور وہ سوموار اور جمعرات کو کعبہ کا دروازہ کھولا کرتے تھے۔ ایک دفعہ کسی غیر دن میں کھولنے کی خواہش رسول اللہؐ نے اُن سے کی۔ اُنہوں نے بڑی سختی سے انکار کیا۔ حضورؐ نے فرمایا کہ اے عثمان ایک دن ایسا ہوگا کہ یہ کنجی میرے اختیار میں ہوگی اور ہم اپنے اختیار سے جس ہاتھ میں چاہیں گے رکھیں گے۔ عثمان نے کہا کہ شاید اس روز سارے قریش ہلاک ہو جائیں گے۔ آپؐ نے فرمایا کہ نہیں بلکہ وہ قریش کے اصلی عزت کا دن ہوگا۔ فتح مکہ کے روز جب اس کنجی پر بنی ہاشم نے مطالبہ کیا تو حضورؐ نے عثمان کو بلا کر کہا کہ تو آج وعدہ کے پورا ہونے کا دن ہے اور اب ہمیشہ ہمیشہ کے لیے یہ کنجی تم لوگوں میں رہے گی۔ جب عثمان نیکر چلے تو حضورؐ نے اُن کو بلایا۔ اور وہ ہتھ یاد دلایا اُنہوں نے کہا کہ یا رسول اللہؐ

سہ شیبی جو اب کعبہ کے کلید بردار ہیں وہ شیبہ بن عثمان بن طلحہ کی اولاد ہیں لیکن دوسری روایت ہے کہ آپؐ نے کعبہ کی کلید شیبہ بن عثمان الاوقص بن ابی طلحہ بن عبد اللہ بن عبد العزیٰ بن عبد الدار القرشی اجدری کو دیا تھا اُن کی اولاد شیبی ہیں۔ یہ شیبہ غزوہ حنین میں مسلمان ہوئے۔ اور ان کا باپ عثمان بن ابی طلحہ غزوہ احد میں کافر قتل ہوا اور شیبہ کی ماں مصعب بن عمیر کی بہن ام جمیل ہند بنت عمر تھیں۔ واقعہ کی روایت ہے کہ حضورؐ نے فتح مکہ کے روز کلید کعبہ شیبہ اور عثمان کو دی اس وقت سے عثمان کے پاس رہی اُن کے انتقال کے بعد شیبہ نے لیا اور شیبہ کے بعد ان کی اولاد میں اب تک ہے بظاہر عثمان اور شیبہ چچا زاد بھائی تھے عثمان بن طلحہ بن ابی طلحہ عبد اللہ بن عبد العزیٰ جس کو حضورؐ نے کنجی دی اور جو مسلمان ہوئے اُن کا چچا تھا عثمان ابن ابی طلحہ بن عبد العزیٰ جو احد میں کافر مرا اور جو شیبہ کا باپ تھا وہاں اعلیٰ ۱۲

بیشک آپ خدا کے رسول ہیں درود مسلمان ہوئے۔

فتح مکہ کی روایتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ عثمان بن طلحہ کلید ملنے کے بعد فتح مکہ کے روز مسلمان ہوئے لیکن حضرت خالد بن ولیدؓ کے اسلام کا قصہ اصحابؓ میں جہاں لکھتے ہیں وہاں یہ بھی لکھتے ہیں کہ عثمان بھی اسی وقت اُن لوگوں کے ساتھ مسلمان ہو چکے تھے۔ بظاہر دونوں اشکال کو خالی نہیں ہوا کیونکہ کلید فتح کے بعد غیر مسلم کو بظاہر حضورؐ نہ دیتے اس سے تو معلوم ہوتا ہے کہ مسلمان پہلے ہو چکے تھے لیکن اگر پہلے مسلمان ہو چکے تھے تو اب تک قریش نے اُن کے پاس کلید کیسے رہنے دی یہ بھی مستبعد ہے شاید مکہ میں اسلام کا اپنے اُنہوں نے پہلے اعلان نہ کیا ہو۔ اور مسلمان پہلے ہو چکے ہوں اعلان اس روز ہوا ہو واللہ اعلم

کعبہ میں پہلی اذان | اُس کے بعد حضورؐ نے حضرت بلالؓ کو حکم دیا کہ کعبہ پر چڑھ کر اذان دو۔ اس وقت قریش کے بڑے بڑے شرفاء ابوجہلؓ

بن حربؓ، عتاب بن اسیدؓ، حارث بن ہشامؓ، وہیں علیحدہ فنا کعبہ میں بیٹھے ہوئے تھے۔ عتاب نے کہا کچھ اچھا ہوا خدا نے اسیدؓ کو اٹھایا اور یہ سننے کے لئے زندہ نہ رکھا جس کو وہ سن نہیں سکتے تھے۔ حارثؓ نے کہا کہ ہم تو اگر سمجھ لیں کہ حق یہی ہے تو اسکی اتباع کریں۔ ابوسفیانؓ نے کہا کہ خدا کی قسم ہم کچھ نہ بولیں گے۔ ہم بولیں تو یہ کنکریاں جا کر عہد کو خیر کر دیں گی۔ اس کے بعد ہی حضورؐ وہاں پر تشریف لے گئے اور فرمایا کہ جو کچھ تم لوگ بولے اُس کا علم ہمیں ہو گیا ہے پھر ایک ایک کے کلام کو حضورؐ نے اُن کے سامنے دہرایا اسی وقت عتاب بن اسیدؓ اور حارث بن ہشامؓ مسلمان ہو گئے اور کہا کہ یا رسول اللہؐ ہماری باتوں سے کوئی واقف نہ تھا جس پر ہم شبہ بھی کر سکیں۔ یقیناً آپ کا علم خدا کی طرف سے ہے۔

اس کے بعد حضورؐ اُمّ ہانی کے مکان میں تشریف لے گئے غسل کیا اور آٹھ رکعتیں نماز

پڑھیں کسی نے سمجھا کہ یہ صلوٰۃ بعضی تھی کسی نے کہا کہ فتح کے فکر یہ میں یہ نمازیں اپنے
پڑھی تھیں واللہ اعلم

جب فتح مکہ حاصل ہو گئی اور چین ہو گیا تو آپ نے عام
عام معافی باستثنای چند | معافی کا اعلان کر دیا لیکن چند مرد و عورت کو اس معافی
سے مستثنیٰ کیا۔ اور حکم دیا کہ یہ جہاں ملیں قتل کئے جائیں گو وہ استار کعبہ میں بیٹے ہوئے
ہوں۔ ابن قیم نے اُن کی تعداد نو لکھی ہے مگر اور لوگوں نے زیادہ لکھا ہے اُن میں بعض
قتل کیے گئے بعضوں نے اسلام قبول کیا وہ معاف کر دیئے گئے ان کا خلاصہ لکھا ہوں۔
۱۔ عبدالعزیٰ بن خطل یہ مسلمان ہو گیا تھا۔ صدقات وصول کرنے کے لئے بھیجا گیا خدمت
کے لئے ایک مسلمان کو اُس کے ساتھ کیا گیا۔ کام میں کچھ اس کی مرضی کے خلاف
ہوا تو اُس مسلمان کو قتل کر دیا۔ اور قصاص کے خوف سے صدقات کے جانوروں کو
لیکر مکہ بھاگ گیا۔ اعلان کے بعد معلوم ہوا کہ کعبہ کے پردہ میں چھپا ہوا ہے حضورؐ نے
حکم دیا کہ اُس کو وہیں قتل کر دو۔ ابن ہشام لکھتے ہیں کہ سعید بن حریش مخزومی اور
ابو برة اسلمی دونوں نے ملکر اُس کو قتل کیا۔

۲۔ صفوان ابن امیہ اسلام کی مخالفت میں مشہور شخص ہے۔ بھاگ کر یمن جا رہے
تھے جدہ جا چکے تھے عیمر بن دھب الجحفیؓ نے رسول اللہؐ سے اُن کے لئے امن کی
خواہش کی حضورؐ نے امن دیا اور اس کی نشانی میں اپنا عمامہ دیا۔ یہ جا کر اسکو
لاکے۔ اُس نے اگر رسول اللہؐ سے دریافت کیا کہ عیمر کہتے ہیں کہ آپ نے مجھے

سعید بن حریشؓ فتح مکہ سے پہلے مسلمان ہو چکے تھے اور اپنے بھائی عمرو بن حریشؓ سے بڑے تھے ۱۲ منہ
سے مشہور صحابی میں نام ہیں بہت اختلاف ہے ابن حجر نے ان کے نام میں فضلہ بن عبید کو ترجیح دلیہ
صحیح بخاری میں ہے کہ یہ ابوازیں خوارج کے قتال میں شریک تھے اور بعض نے لکھا ہے کہ یہ
مفسدین اور زہردان کی لڑائیوں میں حضرت علیؓ کو مارتے تھے۔ خراسان میں ان کا انتقال ہوا ۱۲ منہ

معاف کر دیا کیا یہ صحیح ہے۔ حضورؐ نے فرمایا کہ ہاں صحیح ہے۔ انہوں نے کہا کہ اسلام قبول کرنے کے لئے ہمیں دو مہینہ کی مہلت دیجئے۔ حضورؐ نے فرمایا کہ تم کو چار مہینہ کی مہلت ہے۔ پیچھے غزوہ حنین کے وقت مسلمان ہو گئے مگر موافقہ القلوب میں تھے۔ ۳ عکرمہ بن ابی جہل یہ ابو جہل کے صاحبزادے تھے ایسے ٹھکی دشمنی کا کیا کتنا یہ بھاگ یمن چلے گئے لیکن ان کی زوجہ ام حکیم بنت الحارث بن ہشام جو ابو جہل کی بہتی تھی تھیں مسلمان ہو گئیں۔ اور اپنے شوہر عکرمہ کیلئے معافی بھی چاہی۔ حضورؐ نے معاف کر دیا یہ خود یمن گئیں اور معافی کا حال بیان کیا۔ عکرمہ کو بڑا تعجب ہوا کہ مجھ کو اور محمدؐ نے معاف کر دیا۔ آخر اپنی زوجہ کے ساتھ حضورؐ کی خدمت میں آئے اور مسلمان ہوئے اور اس کے بعد صادق مسلمان رہے۔

صفوان ابن امیہ کی زوجہ اور عکرمہ بن ابی جہل کی زوجہ دونوں مسلمان ہو چکی تھیں اور ان کے شوہر بھاگ بھی چکے تھے مگر جب پیچھے وہ دونوں مسلمان ہوئے تو ان کو اپنی اپنی زوجہ کے ساتھ پہلے ہی نکاح پر رہنے کی حضورؐ نے اجازت دی۔ ۴ عبداللہ بن سعد بن ابی سرح یہ پہلے مسلمان تھے اور کاتب وحی بھی تھے مگر مرتد ہو گئے۔ اور جھوٹی جھوٹی باتیں مشہور کر کے لوگوں کو اسلام سے برگشتہ کر دیکر کوشش کی۔ اس لئے ان کے قتل کا حکم ہوا لیکن یہ حضرت عثمانؓ کے رضاعی بھائی تھے انہوں نے ان کے لئے سفارش کی۔ حضورؐ دیر تک ساکت رہے۔ آخر معاف کر دیا لیکن صحابہ سے فرمایا کہ ہم نے دیر اس لئے کی تھی کہ کوئی اس کو قتل کر دے صحابہؓ نے کہا کہ یا رسول اللہؐ اپنے اشارہ کیوں نہ کر دیا۔ فرمایا کہ نبی اشارہ سے قتل نہیں کیا کرتا۔ ہر کیف یہ پیچھے صادق مسلمان رہے۔

خویرث بن صفیر ابن نقید بن وہب شاعر تھا۔ اور حضورؐ کی ہجو لکھتا تھا۔ حضرت علیؓ نے اس کو قتل کیا۔

۶ مَقِیْسُ بَكْرِیْمِ دَكُون قَافِ فُتَحَ تَحْتَانِیْہِ اِبْنِ صُبَاہِ بِضَمِّ صَادِ اِسْ كُو تَحْسِیْلَہِ
بْنِ عَدْرِ اللّٰہِ نے قتل کیا۔ نِیلَہِ بَنُوْن ہے۔

۷ ہُبَّارِ بِنِ الْاَسْوَدِ بَفَحَ مَا وَتَشْدِیْدَ مَوْحِدَہِ۔ یہ وہی شخص ہے جس نے ہجرت کے وقت
حضرت زینبؓ کو سخت تکلیف پہنچائی تھی اور اُن کا حمل ساقط ہو گیا تھا۔ یہ
بہت عرصہ تک اِدھر اُدھر چھپا رہا۔ اور صحابہؓ اُس کی تلاش میں تھے۔ آخر
تنگ آکر ایک روز خود یکا یک رسول اللہؐ کے سامنے حاضر ہو گیا۔ اور عرض کیا کہ
میں گنہگار اور قصور وار تھا۔ مگر خدا نے میری ہدایت کی۔ اور مسلمان ہوا لا الہ الا اللہ
محمدؐ رسول اللہ اور کہا کہ میں آپ سے سخت شرمندہ ہوں۔ اور مجھ سے بڑی
زیادتیاں ہوئی ہیں۔ اس اعتراف اور معذرت کے بعد رسول اللہؐ نے اُس کو
سزا دینا یا قتل کرنا پسند نہ فرمایا۔ اور کہا کہ میں نے ہُبَّار کو معاف کر دیا۔

۸ حَارِثُ بِنِ طَلَّاحِ بَضَمِّ طَارِ اَدَلِیْ دَکْسِرِ طَاثَانِیْہِ۔ بڑا موذی تھا حضرت علیؑ کے اس
کو قتل کیا۔

۹ کَعْبُ بِنِ زُبَیْرِ یہ سہ میں اپنے بھائی کے ساتھ حاضر ہو کر مسلمان ہوئے۔ اور
حضورؐ کی مدح میں مشہور قصیدہ بابت سعاد پڑھا۔ حضورؐ اُن سے بہت خوش ہوئے
معاف کیا اور اپنی چادر عنایت فرمائی۔

۱۰ وَحْشِی قَاتِلُ حَضْرَتِ حَمْزَہؓ۔ حاضر ہو کر مسلمان ہوا۔ حضورؐ نے اس کی زبان سے حضرت
حمزہؓ کے قتل کا حال سنا۔ اس کو چھوڑ دیا مگر کہا کہ تو میرے سامنے نہ آیا کر۔ یہ گو
مسلمان ہو گیا تھا مگر آخر عمر تک شراب پیتا رہا۔ اور اسی حالت میں مرا۔ حضرت
عمرؓ نے فرمایا کہ خدا کو منظور نہ تھا کہ حمزہؓ کا قاتل یوں بخش دیا جائے۔

۱۱ نِیلَہِ بِنِ عَدْرِ اللّٰہِ مَقِیْسُ کے ہم قوم تھے ۱۲ منہ

۱۳ ان کا ذکر آگے آتا ہے ۱۴ منہ

۱۱ عبد اللہ بن زبیر یہ بھی شاعر تھا۔ پیچھے حاضر ہو کر مسلمان ہوا۔ حضور نے اُس کو معاف کر دیا۔

عورتیں

۱۲ ہند بنت عتبہ اسلام کی بڑی دشمن تھی۔ حضرت حمزہؓ کو اسی نے مثلہ کیا تھا اور فتح مکہ کے وقت تک اس کی دشمنی کا یہ حال تھا کہ اپنے شوہر ابوسفیان کی مونچھ پکڑ لی تھی جیسا کہ پہلے معلوم ہو چکا ہے۔ یہ چہرہ چھپا کر اور عورتوں کے ساتھ آکر مسلمان ہوئی۔ اس کے بعد ظاہر کیا کہ میں ہند بنت عتبہ ہوں اُس کی بیعت کا قصہ صحیحین میں بہت دلچسپ ہے۔ بیعت کے وقت بھی جرح کرتی تھی حضور نے مسلمان ہو جانے کی وجہ سے اس کو معاف کر دیا۔

۱۳-۱۴۔ قریبہ بن مغیرہ قریش کا بفتح قاف و سکون رازد فح تادون یہ دونوں ابن خطل مذکور کی لونڈیاں تھیں۔ اور گانا جانتی تھیں۔ اور گاکر رسول اللہؐ کی ہجو کیا کرتی تھیں قریبہ تو قتل کی گئی۔ لیکن قریش بھاگی اور پیچھے آکر مسلمان ہو گئی۔

۱۵ ازبت۔ یہ بھی ابن خطل کی لونڈی تھی قتل ہوئی۔

۱۶ سارہ مولانا شاہ عبدالحی صاحب لکھتے ہیں کہ یہ وہی عورت ہے جس کی معرفت حاطب ابن ابی بلتعہؓ نے قریش کو خط بھیجا تھا۔ بعض کہتے ہیں کہ اُس کو حضرت علیؓ نے قتل کر دیا۔ اور بعض کہتے ہیں کہ مسلمان ہو گئی۔ اور اصابعہؓ ہیں کہ یہ بنی المطلب کی لونڈی تھی اور اسی کے پاس حاطب کا خط تھا۔ فتح کے روز رسول اللہؐ نے اس کو امن دیا تو ظاہر ہے کہ یہ اس فرست میں نہیں آتی۔

۱۷ ام سعد۔ یہ بھی قتل کی گئی مگر اس کا مزید حال معلوم نہیں۔

فتح کے دوسرے روز رسول اللہؐ نے کوہ صفا پر کھڑے ہو کر یہ خطبہ پڑھا
دوسرا خطبہ پہلے خدا کی حمد و ثناء بیان فرمائی۔ اس کے بعد کہا کہ اے لوگو! خدا نے

مکہ کو اسی روز حرم بنایا جس روز آسمان و زمین کو پیدا کیا۔ یہ جگہ خود خدا کے حرم بنا دینے سے حرم ہے۔ اور قیامت تک حرم رہے گی۔ کوئی شخص جو خدا اور قیامت پر ایمان لایا ہو اس کو جائز نہیں ہے کہ یہاں خون بہائے۔ یا یہاں کے درخت کو کاٹے اگر کوئی شخص رسول اللہ کے قتال کی وجہ سے قتال کی یہاں اجازت دے تو اس کو کہہ دو کہ خدا نے صرف اپنے رسول کو اجازت دی تھی۔ تم کو خدا نے اجازت نہیں دی ہے۔ میرے لئے دن کے ایک حصہ میں یہاں قتال حلال کیا گیا۔ لیکن آج پھر اس کی حرمت ویسی ہی قائم ہو گئی جس طرح کلمہ تھی۔ اور جو لوگ اس وقت موجود ہیں ان کو ضرور ہے کہ اس خبر کو ان تک پہنچا دیں جو غائب ہیں۔

بعض روایت میں ہے کہ انصار کا یہ شبہ کہ حضور یہاں رہ جائینگے۔ اور حضور کا یہ فرمانا کہ معاذ اللہ الھیاء لکم والممات مہاتکم کوہ صفا پر اس خطبہ کے بعد ہوا تھا واللہ اعلم انہیں ایام میں یہ قصہ ہوا کہ حضور طواف کر رہے تھے۔ فضالہ بن عمر بن الملوح نے ارادہ کیا کہ اس وقت رسول اللہ کو قتل کر دیں۔ اتنے میں حضور ان کے پاس پہنچے اور کہا کہ کن ہے فضالہ کہا کہ ہاں یا رسول اللہ آپ نے فرمایا کہ ابھی دل میں کیا سوچ رہے تھے۔ فضالہ نے کہا کچھ نہیں خدا کا ذکر رہا تھا حضور سکرائے اور فرمایا کہ استغفار کرو استغفار پھر فضالہ کے سینہ پر ہاتھ رکھا فضالہ خود کہتے ہیں کہ حضور کے ہاتھ اٹھانے کے قبل ہی مجھ کو یہ معلوم ہوا کہ خدا کی مخلوق میں حضور سے زیادہ ہمیں کوئی محبوب نہیں ہے۔ اس کے بعد حضور نے اہتمام کیا کہ مکہ سے باہر اطراف میں جو بڑے انہدام اصنام بڑے بت ہیں ان کو منہدم کر دیا جائے چنانچہ لات منات عزی کے انہدام کے لئے آپ نے آدمی بھیجے حضور کے منادی نے تمام مکہ میں اعلان کیا کہ جو شخص خدا اور قیامت پر یقین رکھتا ہے۔ وہ اپنے گھر دوسری کوئی بت نہ رہنے دے نخلہ میں عرب کے نامی اور مشہور بت عزی کا صنم خانہ تھا جب رمضان کے پانچ دن باقی

رہے تو آپ نے حضرت خالد بن الولید کو تین سواردوں کے ساتھ دہاں بھیجا۔ وہ اُس کو منہدم کر کے واپس آئے تو حضور نے پوچھا کہ تم نے دہاں کچھ دیکھا۔ کہا کہ نہیں۔ حضور نے فرمایا کہ تب ابھی وہ منہدم نہیں ہوا ہے۔ جاؤ اس کو پھر منہدم کرو۔ یہ غصہ میں اپنی تلوار نکالے ہوئے پھر پہنچے۔ تو ایک عورت سیاہ رنگی منتشر بال نکلی۔ اور بت خانہ کا خادم شور کر رہا تھا۔ انہوں نے اُس عورت کو قتل کر دیا۔ اس کے بعد حضور کو خبر دی۔ فرمایا ہاں یہ عزری تھی۔ اور اب تمہارے ملک میں اس کی پرستش نہ ہوگی۔ یہ عزری قریش اور تمام بنی کنانہ کا سب سے بڑا بت تھا۔ اور بنی شیبان اس کے خادم تھے۔

حذیل کا مشہور بت سواع تھا۔ اس کو ہدم کرنے کے لئے عمر بن العاص کو بھیجا۔ یہ جب دہاں پہنچے تو اس کے خادم نے کہا کہ کیا ارادہ ہے۔ انہوں نے کہا کہ میں رسول اللہ نے بھیجا ہے کہ اسے منہدم کر دیں۔ اُس نے کہا کہ ایسا نہ کر سکو گے۔ میں نے کہا کیوں۔ اس نے کہا کہ وہ مدافعت کرے گا۔ میں نے کہا کہ کیا تو اب تک باطل پر ہے افسوس کیا وہ کچھ دیکھتا سنتا ہے۔ اس کے بعد میں قریب گیا اور منہدم کیا اور میرے ساتھیوں نے اُس کے بیت خزانہ کو گرایا مگر کچھ اُس میں تھا نہیں۔ اس کے بعد میں نے خادم سے کہا کہ تم نے دیکھ لیا۔ اُس نے کہا کہ ہاں میں مسلمان ہو گیا لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ۔

مناۃ۔ اُدس۔ خزرج اور غسان وغیرہ کا مشہور بت تھا۔ اُس کا صنخانہ مثل میں قدید کے قریب تھا۔ دہاں حضور نے سعد بن زید اشہلی کو بھیجا۔ اور اُن کے ساتھ بیس سواری گئے۔ دہاں کے خادم نے کہا کہ کیا چاہتے ہو۔ انہوں نے کہا کہ مناۃ کا انہدام اُس نے کہا کہ تم جاؤ اور وہ۔ سعد انہدام کے لئے بڑھے تو ایک رنگی عورت نکلی۔ اس کے سر کے بال منتشر اور سینہ پیتی ہوئی۔ خادم نے کہا کہ مناۃ یہ تیرے نافرمان بندے ہیں۔ سعد نے بڑھ کر اُس عورت کو قتل کیا۔ پھر اُس کے صنم کو منہدم کیا۔ اور بیت خزانہ کو گرایا مگر دہاں بھی کچھ نہ ملا۔

خالد بن ولیدؓ کے بنی جذیمہ | خالد بن ولیدؓ جب عزی کو منہدم کر کے آئے تو انکو حضورؐ نے

مقاتلہ کا ان کو حکم نہ تھا۔ یہ تین سو پچاس مہاجر و انصار اور بنی سلیم کے ساتھ وہاں گئے۔ ان سے پوچھا کہ تم لوگ کیا ہو۔ انہوں نے کہا ہم مسلمان ہیں۔ نماز پڑھتے ہیں۔ صدقہ ادا کیا ہے۔ ہماری مسجد ہے آذان ہوتی ہے۔ حضرت خالدؓ نے کہا کہ پھر سلاح لیکر کیوں نکلے۔ کہا کہ میں نے سمجھا تھا کہ کوئی دشمن قید ہوگا۔ یہ روایت اصحاب سیر کی ہے لیکن بخاری میں ہے کہ صاف طرح یہ نہ بیان کر سکے کہ ہم مسلمان ہیں بلکہ کہا ہم صابی ہو گئے ہیں۔ یہ اس لیے کہ جو شخص مسلمان ہوتا تھا قریش اُس کو صابی کہتے تھے۔ ہر کف جو بھی ہو۔ حضرت خالدؓ نے ان کو قتل کیا۔ اور اس کے بعد گرفتار کر کے مونڈھوں پر باندھ باندھ کر اپنے لوگوں میں حفاظت کے لیے تقسیم کر دیا۔ اور صبح کے وقت حکم دیا کہ جو قیدی جس کے پاس ہے وہ اُس کو قتل کر دے۔ بنی سلیم کے پاس جو قیدی تھے ان سب کو انہوں نے قتل کر دیا۔ لیکن انصار اور مہاجرین نے قتل نہ کیا۔ بلکہ انکو رسول اللہ کی خدمت میں لے آئے۔ رسول اللہؐ کو جب یہ حال معلوم ہوا تو بے چین ہو گئے اور فرمایا کہ خداوند! میں اس سے بری ہوں جو خالدؓ نے کیا۔ خداوند! میں اس سے بری ہوں جو خالدؓ نے کیا۔ اس کے بعد حضورؐ نے حضرت علیؓ کو بھیجا کہ بنی جذیمہ کے جو لوگ قتل ہوئے ہیں ان کی دیت ادا کریں۔ اور جن کا مال ضائع ہوا ہے ان کا مال ادا کریں۔

اس معاملہ کے متعلق حضرت خالدؓ اور حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ میں کچھ سو مزاہی بھی ہو گئی تھی۔ حضورؐ نے کہا کہ خالدؓ چپ رہو۔ اگر تمہارے لیے اُحد کا پہاڑ سونا بن جائے۔ اور تم سب کو اللہ کی راہ میں خرچ کر دو۔ تاہم تم میرے صحابی میں سے کسی کے مرتبہ کو نہیں پہنچ سکتے۔ اور کچھ روز تک حضورؐ اس بارہ میں حضرت خالدؓ سے ناراض بھی رہے۔

۱۔ بنی جذیمہ بمجم مفتوح بعدہ ذال محرم ۶ ہجری ۶۲۸ء میں فتح ہوئی ۱۲ منہ

حکم اراضی مکہ و مکانات مکہ | سیاق قصہ فتح سے یہ بات بالکل واضح ہے کہ مکہ

صلح نامہ مرتب ہوا۔ حضور نے باقاعدہ اپنی فوج کا یمینہ میسرہ مرتب کیا۔ ایک طرف سے حضرت خالدؓ اور ایک طرف سے حضرت زبیرؓ اپنی اپنی فوجوں کے ساتھ مکہ میں داخل ہوئے۔ عکرمہ اور صفوان وغیرہ نے کچھ ادبائش کو لیکر مقابلہ کیا اور شکست کھا کر بھاگے فتح کے بعد خود حضور نے اپنی خوشی سے قریش کو معاف کر دیا۔ اور کہا کہ انتہا الطلقاء اس لفظ میں اس امر کی طرف اشارہ تھا کہ ہم تم کو قدرت اور اختیار حاصل ہو جانے کے بعد چھوڑ دیتے ہیں۔ اور جس جس کو آپ نے چاہا اُس کے قتل کا اعلان کیا۔ اسی قتال کی وجہ سے ایک دن یا کچھ حصہ ایک دن کا مکہ میں حرم کا حکم نہ رہا دوسرے روز آپ نے فرمایا کہ آج حرم کا پھر وہی حکم قائم ہو گیا جو اس سے پہلے تھا۔ اور آپ نے فرمایا کہ اب کسی شخص کو کبھی مکہ میں قتال جائز نہیں ہے۔ ان سب امور کو دیکھنے کے بعد اس میں شبہ کی گنجائش نہیں رہتی کہ مکہ جبراً فتح ہوا۔ لیکن باوجود اس کے مکہ کی اراضی فائین پر تقسیم نہیں کی گئی جیسا کہ غنیمت کا حکم ہے۔ اس کی وجہ وہی ہے جو ہم خیر کی اراضی کے باب میں لکھ چکے ہیں۔ اراضی کا حکم منقولات کا نہیں ہے غنیمت میں سے خمس لینے کے بعد بقیہ کو غنیمت پر تقسیم کر دینے کا حکم ہے۔ مگر زمین کا یہ حکم نہیں ہے۔ اُس میں امام کو اختیار ہے تقسیم کرے۔ یا مصالح عمومی کے لئے محفوظ رکھے۔

شبہ یہ ہے کہ مفتوحہ زمین اگر تقسیم نہ کی جائے تاہم وہ مصالح عامہ کے لئے وقف رہتی ہے۔ یا امام کے قبضہ میں رہتی ہے۔ جیسا کہ خیر وغیرہ میں ہوا۔ لیکن مکہ میں یہ بھی نہ ہوا۔ حتیٰ کہ خود رسول اللہؐ سے صحابہؓ نے پوچھا کہ یا رسول اللہؐ کل آپ اپنے مکان میں ٹھہریں گے حضور نے جواب دیا کہ کیا عقیل نے ہم لوگوں کے لئے کچھ چھوڑا ہے۔ مہاجرین صحابہ کے

لے عقیل بن ابی طالب بفتح عین مملہ ۱۲ منہ

مکانات پر کفار نے قبضہ کر لیا تھا مگر کسی ایک مہاجر کو بھی آپ نے اس کا مکان نہیں دلوا یا یہ اس امر کی دلیل نہیں ہے کہ مکہ جبراً فتح نہ ہوا۔ ایسا کہنا واقعات کا صریح انکار ہے۔ بلکہ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مکہ کی اراضی اور مکانات کا حکم دوسری جگہ سے علیحدہ ہے مکہ حج اور مناسک کی جگہ ہے مسجد حرام اور صفاد مردہ منی دعوات تمام دنیا کی عبادت کے لیے مشترک ہے۔ اس پر تو ظاہر ہے کہ کسی کی ملکیت ہو نہیں سکتی۔ مگر اس کے سوا کہ کی تمام زمین حرم ہے وہ بھی کسی خاص شخص کی ملکیت نہیں ہو سکتی۔ جمہور ائمہ سلف و خلف یہ کہتے ہیں کہ مکہ کی اراضی کی بیع اور مکانات کا جاریہ جائز نہیں ہے۔ اہل مکہ میں سے مجاہد اور عطار کا یہی مذہب ہے اہل مدینہ میں امام مالک صاحب۔ اہل عراق میں امام ابو حنیفہ اور سیفان ثوری اور اسی طرح امام احمد السخی بن راہویہ۔ رحمہم اللہ سب کہتے ہیں کہ اراضی مکہ کی بیع درست نہیں ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمر سے مروی ہے کہ جو شخص بیوت مکہ کا کرایہ کھاتا ہے وہ اپنے پیٹ میں جہنم کی آگ بھرتا ہے۔ اس کو دارقطنی نے مرفوعاً روایت کیا ہے۔ امام احمد نے قاسم بن عبدالرحمن سے روایت کیا ہے کہ جو شخص بیوت مکہ کا کرایہ کھاتا ہے وہ آگ کھاتا ہے اسی طرح طاؤس عطار اور مجاہد سے بھی منقول مروی ہے۔

لیکن باوجود ان روایات کے علماء کی ایک جماعت ملکیت کی قائل ہے۔ وہ لوگ کہتے ہیں کہ مکہ کے مکانات میں بیعت کے پہلے اور بعد ہمیشہ وراثت جاری رہی ہے اور کسی نے اس میں انکار نہ کیا عقیل نے ابی طالب کے مکان پر وراثت قبضہ کیا اور حضور نے اس قبضہ سے انکار نہ کیا۔ صفوان ابن امیہ سے ایک مکان حضرت عمرؓ نے چار ہزار درہم میں خریدا اور قید خانہ بنایا معاویہؓ نے دارالندوہ خریدا۔ اسی طرح اور مکانات کی بیع کا ذکر بھی احادیث صحیحہ میں مروی ہے۔ اگر وقف ہوتا اور ملکیت نہ ہوتی تو اس میں بیع اور وراثت کیونکر جاری ہوتی۔ علماء نے اس کا جواب یہ دیا ہے کہ بیع اور وراثت مکانات کے ابنیہ اور

ملکیت خاصہ ہے اور معلوم ہوتا ہے کہ مکہ کی زمین کا حکم اسلام کے قبل بھی یہی تھا۔ اس لئے مکہ کی اراضی نہ تقسیم کی جاسکتی تھی۔ نہ امام قبضہ کر کے اُس سے انتفاع حاصل کر سکتے تھے۔ اس لئے اُس کو اپنی حالت پر چھوڑ دیا اللہ اعلم

اس سے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ مکہ کو عذۃ فح ہوا مگر دوسری مفتوحہ اراضی کی طرح مکہ کی اراضی مزدوعہ پر خراج نہیں لگایا جاسکتا۔ یہ محکم اور محترم جگہ ہے خدا نے خود اس کو محترم بنایا ہے اور فتح کے بعد اس کا احترام اسی طرح قائم ہو گیا جس طرح پہلے تھا۔ تمام روئے زمین کا یہ قبلہ ہے۔ مناسک کی جگہ ہے اور عبادت کا مقام ہے۔ اس کا مرتبہ اس سے افضل ہے کہ اُس پر خراج لگے جو درحقیقت زمین کا جزیہ ہے۔

خطبات عظیمہ | رسول اللہ نے فتح مکہ کے وقت دو مہم با شان خطبے ارشاد فرمائے ان دونوں خطبوں سے بہت سے علوم و مسائل پر استدلال کیا گیا ہے۔

یہ خطبات مہات ذین سے ہیں۔ پہلا خطبہ بیت اللہ کے دروازہ پر تھا جس میں آپ نے رہم جاہلیت کی نفی کی۔ انساب پر فخر کو منع فرمایا۔ اور دیت مغلفہ و غیر مغلفہ کی تعیین و تحدید فرمائی جس کے ضمن میں بہت سے مسائل پر روشنی پڑتی ہے۔ اور دوسرا خطبہ دوسرے روز آپ نے کوہ صفا پر دیا۔ اس میں حرم کے احکام بیان فرمائے حرم میں جانوروں کا مارنا۔ شکار کرنا۔ درخت کاٹنا۔ یا اذخر کے سوا کسی بستی کا کاٹنا سب کو ممنوع قرار دیا۔ ان مسائل پر تفصیلی بحث اور اُس کے جزئیات و توضیحات فقہ کی کتابوں میں موجود ہیں۔ اس لئے سیرت میں اُس کی تفصیل مناسب نہیں معلوم ہوتی۔

متعہ کی بقیہ بحث | ہم غزوہ خیبر میں متعہ کے حکم پر مفصل بحث کر چکے ہیں اور بتا چکے ہیں کہ فتح مکہ میں حضور نے متعہ کی اجازت دی۔ اور سب سے

ابن عبدالمہدی نے متعہ کیا۔ اُس کے تین دن بعد حضور نے منع کر دیا اور فرمایا کہ میں نے پہلے اجازت دی تھی لیکن اب خدا نے قیامت تک کے لئے اس کو حرام کر دیا ہے۔ ایسی کوئی عورت

کسی کے پاس ہو تو پھوڑ دے! اور جو کچھ اُس کو دے چکا ہے وہ واپس نہ کرے بلکہ بن لاکوٹ
کی روایت بھی صحیح مسلم میں ہے کہ حضور نے عام ادطاس میں متعہ کی تین دن رخصت دی
تھی پھر اُس سے منع فرما دیا۔ عام ادطاس اور عام فح ایک ہی ہے اس لیے اس سے
بھی مراد وہی فح مکہ کی اجازت اور منع ہے۔

لیکن حضرت جابر بن عبد اللہؓ سے صحیح مسلم میں روایت ہے فرماتے ہیں کہ ہم لوگ رسول اللہؐ
کے زمانہ میں اور حضرت صدیقؓ کے ایام میں ایک مٹھی کھجور یا ایک مٹھی نشو پر متعہ کیا کرتے تھے
حتیٰ کہ عربین ان خطا بٹنے عمرو بن الحریث کے قصہ کے بعد بالکل منع کر دیا۔ اور ایک حدیث
حضرت عمرؓ سے بعض لوگوں نے روایت کیا ہے وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہؐ کے زمانہ میں
دو متعہ تھا۔ ایک متعہ النساء اور دوسرا متعہ الحج ہم دونوں سے منع کرتے ہیں۔ اگر یہ صحیح
ہے تو ظاہر ہے کہ حضرت عمرؓ کے امتناع کو تحریم پر معمول نہیں کر سکتے۔ مگر ان میں سے کوئی
بھی اس کے منافی نہیں ہے جو رسول اللہؐ نے فح مکہ کے وقت کہا کہ آج سے خدا نے
متعہ کو قیامت تک کے لیے حرام کر دیا۔ جن لوگوں نے اس کے بعد بھی متعہ کیا بلاشبہ ان کو
فتح مکہ کے اس امتناع کا علم نہ ہوا ورنہ وہ اس کے بعد ہرگز ایسا نہ کرتے۔ امام نووی لکھتے
ہیں کہ حضرت جابرؓ نے یہ اس لیے کہا کہ ان کو حضورؐ کے مطلق منع کر دینے کا علم نہ ہوا۔ حضورؐ کو
حجۃ الوداع میں اسی لیے اعلان کی ضرورت پڑی کہ بہتوں کو اس کی خبر نہ ہوئی تھی کہ متعہ
حرام ہو گیا ہے حضرت صدیقؓ یا حضرت عمرؓ کے وقت میں بعض لوگ اسی دلیل پر متعہ کرتے
تھے کہ ہم لوگوں نے رسول اللہؐ کے وقت میں کیا ہے حضرت عمرؓ نے زجر ایسے لوگوں سے کہا کہ
ہاں رسول اللہؐ کے وقت میں لوگ کرتے تھے مگر ہم منع کرتے ہیں یعنی باوجود کرنے کے
پھر منع ہو گیا جس سے ہم واقف ہیں۔ حاشا وکلا حضرت عمرؓ کا یہ مطلب نہیں ہو سکتا کہ جو چیز
رسول اللہؐ کے وقت میں جائز تھی اُس کو ہم اپنی رائے سے حرام بناتے ہیں۔
بعض لوگوں نے سرہ بن عبد الجہنیؓ کی روایت کو جو صحیح مسلم میں ہے محض اسوجہ سے

نا قابل حجت سمجھا ہے کہ اُس کو امام بخاری نے اپنے صحیح میں روایت نہیں کیا۔ حالانکہ ابوداؤد کہتے ہیں کہ یہ اس باب میں سب سے بہتر روایت ہے۔ پھر ہی لوگ جابر بن عبد اللہ کی روایت سے متعہ کے جواز پر استدلال کرتے ہیں۔ حالانکہ اُس کو بھی بخاری نے روایت نہیں کیا۔ دویم اس روایت سے زیادہ سے زیادہ صوفیہ معلوم ہوتا ہے کہ حضرت جابر کو حرمت کا علم نہ ہوا۔

اصل یہ ہے کہ صحابہؓ نے جس کام کو خود رسول اللہ کے سامنے دیکھا یا رسول اللہ سے سنا اس پر وہ نہایت وثوق سے قائم رہتے تھے اور بڑی مشکل سے وہ اپنے علم کے خلاف کسی کی بات کا یقین کرتے تھے۔ حالانکہ بہت سے احکام منسوخ ہو جاتے تھے اور دوسرے صحابہؓ کو اُس کے نسخ کا یقینی علم ہوتا تھا۔ حضرت ابن عباسؓ کو متعہ کے جواز پر سخت اصرار تھا باوجودیکہ اُن کو حضرت علیؓ اور دوسرے صحابہؓ نے کہا کہ یہ منسوخ ہو گیا ہے تاہم وہ عرصہ تک اپنے خیال پر مصر رہے۔ صحیح مسلم میں ایک روایت ہے کہ حضرت ابن عباسؓ بیٹھے ہوئے تھے تو عبد اللہ بن زبیرؓ نے کہا کہ بعض آدمی جن کے طلب بھی ایسے ہی اندھے ہو گئے ہیں جیسے اُن کی آنکھیں اندھی ہو گئی ہیں وہ متعہ کے جواز کا فتویٰ دیتے ہیں۔ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا کہ یہ کیا نابھ بھی ہے رسول اللہ کے وقت میں ہلوگوں نے متعہ کیا ہے۔ ابن زبیرؓ نے فرمایا کہ اچھا اب آزما کر دیکھو ہم نہیں رحم کرتے ہیں یا نہیں۔ حضرت ابن عباسؓ کو اس وقت تک اصرار تھا اور اسی بنا پر کہ رسول اللہ کے وقت میں ہوا ہے لیکن اس کے بعد انہوں نے رجوع کیا جیسا کہ ان سے ثابت ہے۔ حضرت جابرؓ کا طرز بیان یہ ظاہر کرتا ہے کہ انہوں نے بھی پیچھے رجوع کیا۔ ان کی روایت کے الفاظ لکھ چکا ہوں کہتے ہیں کہ عمرؓ نے عمر بن الحریث کے قصہ کے بعد بالکل منع کر دیا اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عمرؓ کے منع کو انہوں نے قبول کر لیا۔ اور مسلم میں ایک روایت ہے کہ اُن کے سامنے ابن عباسؓ اور ابن زبیرؓ کے اختلاف

۱۷ حضرت ابن عباسؓ نابینا ہو گئے تھے ۱۸ منہ

کا ذکر ہوا تو انہوں نے کہا کہ عمر نے پیچھے منع کر دیا ہے یعنی بظاہر انہوں نے ابن زبیر کے قول کو ترجیح دی۔ اس کا مطلب اس کے سوا اور کیا ہو سکتا ہے کہ حضرت عمرؓ نے سمجھا دیا کہ منع ہو گیا ہے۔ اس کا یہ مطلب نہیں ہو سکتا کہ عمرؓ نے رسول اللہؐ کے حکم کو خود منسوخ کر دیا اور صحابہ نے ان کے تسخ کو قبول کر لیا واللہ اعلم

بعض قضایا | دس رمضان شہہ ہجری چار شنبہ کے روز عصر کے بعد حضورؐ مدینہ سے غزوہ فتح کے لئے روانہ ہوئے مع اختلاف الروایات۔ اور ۲۰ رمضان

کو مکہ میں داخل ہوئے اور اسی روز مکہ فتح ہوا۔ اس کے بعد رمضان کا بقیہ مہینہ ۱۰ اور چند روز شوال کا آپؐ مکہ میں ٹھہرے۔ بخاری میں حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ فتح کے بعد آپؐ دس روز مکہ میں رہے اور ابن عباسؓ کی روایت ہے کہ انیس روز۔ ترمذی میں ہے کہ بضع عشر کی روایت راجح ہے یعنی دس روز سے کچھ زیادہ۔ مواہب لدنیہ میں ہے کہ پندرہ روز اور یہی ابن اسحاقؓ بھی کہتے ہیں واللہ اعلم اور ان ایام میں سب نے برابر نماز میں قصر کیا۔ اور ان ایام میں بعض قضایا بھی آپؐ سے صادر ہوئے۔

سرقہ فاطمہ بنت ابی الاسد | بخاری میں حضرت عروہؓ سے مروی ہے کہ ایک عورت نے غزوہ الفتح میں چوری کی۔ حضورؐ نے حکم دیا کہ اس کا

ہاتھ کاٹا جائے۔ اس کی قوم میں بڑا اضطراب پیدا ہوا سب نے حضرت اسامہ بن زیدؓ کو مستعد کیا کہ وہ رسول اللہؐ سے سفارش کر دیں کہ اس کا ہاتھ نہ کاٹا جائے حضرت اسامہؓ نے جب رسول اللہؐ سے اس معاملہ میں گفتگو کی تو آپؐ کا چہرہ غصہ سے سرخ ہو گیا۔ اور فرمایا کہ اسامہؓ تو حدود اللہ کے خلاف سفارش کرتا ہے۔ حضرت اسامہؓ نے معذرت کی اور کہا کہ یا رسول اللہؐ میرے لئے استغفار کیجئے۔ پھر شام کے وقت حضورؐ نے کھڑے ہو کر خطبہ ارشاد فرمایا اور حمد و ثنا کے بعد فرمایا کہ تمہارے پہلے دوسری امتیں اسی وجہ سے ہلاک ہوئیں کہ ان میں جب کوئی شریف چوری کرتا تھا تو اس کو چھوڑ دیتے تھے۔ اور جب کوئی ضعیف کرتا تھا تو حدود قائم

کرتے تھے۔ اُس ذات پاک کی قسم جس کے ہاتھ میں محمد کی جان ہے کہ اگر فاطمہ بنت محمد بھی چوری کرتی تو ہم اُس کا ہاتھ کاٹتے اس کے بعد حضور نے حکم دیا اور اُس عورت کا ہاتھ کاٹا گیا۔ اور پھر وہ اچھی تائب رہیں۔ حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ وہ آیا کرتی تھیں اور رسول اللہ کے سامنے ہم اُن کی حاجتیں پیش کر دیا کرتے تھے۔

ابو عمرو اور ابن اشیر وغیرہ لکھتے ہیں کہ جس عورت کا ہاتھ سرقہ میں کاٹا گیا تھا وہ فاطمہ بنت ابی الاسد بن عبد الاسد مخزومی تھیں یعنی حضرت ابوسلمہ کی بھتیجی بعض روایت میں اُن کی نسبت ہے فاطمہ بنت ابی الاسد بن عبد الاسد اور ابن سعد لکھتے ہیں ام عمر بنت یحییٰ ابن عبد الاسد بہر صورت حضرت ابوسلمہ کے بھائی کی لڑکی تھیں۔ بنی مخزوم میں یہ نہایت معزز خاندان تھا۔

زموہ کی عورت کا لڑکا بخاری میں حضرت عائشہ سے مروی ہے کہ عتبہ ابن ابی وقاص نے اپنے بھائی سعد بن ابی وقاص کو کہا تھا کہ زموہ کی عورت کا بول لڑکا ہے وہ میرا ہے۔ تم اُس پر قبضہ کیجو۔ یہ جب فتح مکہ میں رسول اللہ کے ساتھ آئے تو اُس لڑکے پر قبضہ کیا۔ اور اُس کو رسول اللہ کے پاس لائے۔ ساتھ ہی عبد بن زموہ بھی آئے۔ سعد نے کہا کہ میرے بھائی نے کہا ہے کہ یہ میرا لڑکا ہے عبد بن زموہ نے کہا کہ یہ میرا بھائی ہے۔ زموہ کی عورت کا لڑکا ہے اور اُن کی زوجیت میں پیدا ہوا ہے۔ حضور نے دیکھا تو وہ لڑکا شکل میں عتبہ کے مشابہ تھا۔ آپ نے عبد بن زموہ سے کہا کہ وہ تمہارا بھائی ہے کیونکہ الولد للفراش جس کی زوجیت میں پیدا ہوا اُسی کا لڑکا ہے۔ اور آپ نے ام المومنین سودہ بنت زموہ سے کہا کہ تم اُس سے پردہ کیجو کیونکہ یہ لڑکا میں عتبہ کے مشابہ معلوم ہوتا ہے۔

غزوہ خنین و اوطاس

غزوہ خنین خنین اور اوطاس مکہ اور طائف کے درمیان دو مقام ہیں یہ غزوہ اُن دونوں مقامات کی طرف منسوب ہے۔ اور اس کو غزوہ حوازن بھی کہتے ہیں اس لئے

مگر یہ ہم کیا سن رہے ہیں۔ اونٹن چلا رہے ہیں۔ گدھے شور کر رہے ہیں۔ لڑکے رو رہے ہیں بکریاں
 میاں رہی ہیں۔ مالک نے کہا کہ ہم نے لوگوں کے مال و اسباب اور لڑکے اور عورتوں کو بھی ساتھ
 لے لیا ہے۔ درید بن الصمہ نے کہا کہ کیوں۔ مالک نے کہا اس لیے کہ اُن چیزوں کی محبت کی
 وجہ سے کوئی بھاگ نہ سکے گا۔ درید نے کہا کہ کہیں شکست خوردہ یہ سب دیکھتا ہے اگر تم کو فسق
 ہوئی تو صرف مرد اور تیر و تلوار کام آئیگی۔ اور شکست ہوئی تو مال و عیال تم کو مصیبت میں
 مبتلا کر دیں گے پھر پوچھا کہ کعب و کلاب نے کیا کیا۔ کہا اُن میں سے کوئی بھی نہیں آیا۔ کہا جد و جہد
 کی بنیاد ہی اب ہو گئی اگر آج غلبہ اور فتح حاصل ہونا تھا تو کعب و کلاب ہرگز غائب نہ ہوتے
 میری تورائے ہے کہ تم سب بھی وہی کرتے جو کعب و کلاب نے کیا۔ اچھا تم لوگوں کے ساتھ کون
 کون ہے۔ کہا عمرو بن عامر اور عوف بن عامر کہا یہ تو نہ نفع پہنچائیں گے نہ نقصان۔ اسے مالک
 ہوازن کی جماعت کو اس تہلکہ میں مت ڈال۔ ان سب کو اپنے علاقہ کے کسی محفوظ مقام میں
 رکھ دے۔ اور پھر آزاد ہو کر اپنے گھوڑوں پر سوار ہو کر دشمنوں سے مقابلہ کر۔ اگر فتح ہوئی تو
 یہ سب اگر تجھ سے مل جائیں گے۔ اور اگر شکست ہوئی تو تم نے اپنے اہل و عیال کو بچا لیا۔ مالک نے
 کہا۔ واللہ یہ نہیں ہو سکتا تم بوڑھے ہو گئے ہو اور تمہاری عقل بھی بوڑھی ہو گئی ہے پھر ہوازن
 کے لوگوں سے مخاطب ہوا کہ اسے بنی ہوازن تم میری بات مانو ورنہ ہم ابھی خود کشی کر لیں گے
 ہم اپنی تلوار پر سینہ کے بل اڑتے ہیں تاکہ چھید کر پیٹھ سے نکل جائے۔ مالک نے ناپسند کیا کہ لوگ
 درید بن الصمہ کا ذکر کریں یا اس کی عقل و تدبیر کی تعریف کریں۔ چونکہ درید بہت بوڑھا تھا اور
 عملاً رہبری کے لائق نہ تھا سب نے کہا کہ اسے مالک ہم تیری بات پر راضی ہیں۔ درید بن الصمہ
 اس کے بعد اُن سے علیحدہ ہو گیا۔

جب اس گفتگو سے فراغت ہوئی تو مالک نے لوگوں سے کہا کہ جب تمہاری نظر مسلمانوں پر
 پڑے۔ تو سب اپنی اپنی کانٹیاں توڑ کر پھیک دو۔ اور سب مل کر ایک ساتھ زبردست حملہ کرو۔
 ابن اسحاق لکھتے ہیں کہ مالک نے دریافت حال کے لیے کچھ جاسوس بھیجے تھے۔ لوٹ کر

مالک کے پاس آئے تو سب کے جوڑ جوڑ سے کانپ رہے تھے۔ مالک نے پوچھا کہ تمہاری ایسی حالت کیوں ہے۔ انہوں نے کہا کہ ہم دیکھ کر آ رہے ہیں کہ سفید لوگ اہل قحط و پرکچھ سوار ہیں ان کو دیکھ کر ہماری یہ حالت ہو اگر ہم اپنے مقصد کے لیے جاتے تو ایک بھی بچکر نہ آتا۔

رسول اللہؐ کو جب ہوازن کے ارادہ کی خبر ملی۔ تو آپ نے ابو حذرہؓ کو تحقیق کیلئے بھیجا۔ انہوں نے جب آکر اس خبر کی تصدیق کی تو حضورؐ نے ان کے مقابلہ کے لیے جانے کا ارادہ کیا۔ معلوم ہوا کہ صفوان ابن امیہ کے پاس سلاح اور آلات حرب بہت ہیں۔ آپ نے صفوان سے سلاح طلب کئے صفوان نے کہا کہ اے محمدؐ کیا یہ چیزیں ہم سے غصباً لینا چاہتے ہو حضورؐ نے فرمایا کہ نہیں عاریۃ ضمانت کے ساتھ۔ سب چیزیں تم کو واپس کر دی جائیں گی۔ صفوان نے کہا کہ اس میں مضائقہ نہیں ہے۔ اُس نے ایک تلووار اور اُس کے موافق دوسرے سلاح دیئے۔ رسول اللہؐ نے اُس کی بار برداری کا انتظام بھی صفوان ہی کے سپرد کیا۔ اور صفوان نے اس کو قبول کیا۔ اس انتظام کے بعد حضورؐ دو ہزار اہل مکہ۔ اور دس ہزار صحابہ جو مدینہ سے ساتھ آئے تھے اور جن کے ہاتھ پر خدائے مکہ قحح کرایا تھا۔ بارہ ہزار آدمیوں کے ساتھ روانہ ہوئے اور عتاب بن اسید کو مکہ میں امیر بنادیا۔

ابن اسحقؒ حضرت جابر بن عبد اللہؓ سے روایت کرتے ہیں کہ جب ہلوگ حنین کی دادی کی طرف جا رہے تھے۔ تہامہ کی دادیوں میں سے ایک دادی کے اندر تیز گزر رہے تھے۔ ابتداء صبح کا وقت تھا لیکن دشمن اس تنگ راستہ میں پہلے سے آکر چھپے ہوئے تھے۔ گھائیوں میں۔

ابن عتابؓ بن اسیدؓ نفع اہل بعض روایت ہے کہ حنین و طائف سے ٹوٹنے کے بعد حضورؐ نے ان کو امیر مقرر کیا اور ہو سکتا ہے کہ دونوں ہو یہ پہلے امیر مکہ ہیں۔ ابن حجرؒ لکھتے ہیں کہ بینا برس سے عمر ان کی کچھ زیادہ تھی جب امیر مقرر ہوئے تھے اور رسول اللہؐ کے زمانہ میں پھر حضرت صدیقؓ کے زمانہ میں یہ امیرؒ مکہ رہے۔ فتح مکہ میں یہ مسلمان ہوئے اور فتح مکہ ہی میں حضرت بلالؓ کے اذان پر جن شرفاء قریش نے ہنس کیا تھا ان میں ایک یہ بھی تھے مگر اس کے بعد مسلمان ہوئے۔ ابو جہل کی لڑکی سے حضرت علیؓ نے جب عقد کرنا چاہا تھا اور رسول اللہؐ نے ناپسند کیا ان لڑکی سے انہیں عتاب بن اسیدؓ نے عقد کیا ۱۲ منہ

گڈھوں میں تنگ مقامات میں بیٹھے ہوئے تھے جس کی ہلوگوں کو بالکل خبر نہ تھی اور ہلوگ بے خطر جا رہے تھے۔ اور ہماری جماعت بے خطرواں سے گزر رہی تھی۔ اسی حالت میں اُن سب نے ہم پر یکبارگی ہر طرف سے ایک ساتھ شدت کا حملہ کر دیا۔ پھر تو یہ حال تھا کہ ہماری جماعت بے تحاشا پلٹی۔ آدمی پر آدمی اور اونٹ پر اونٹ گرنے لگا۔ رسول اللہؐ داہنے رخ پلٹے اور کہا کہ لوگو کہاں اور کدھر جا رہے ہو۔ میری طرف آؤ۔ میں خدا کا رسول ہوں۔ میں خدا کا پیغمبر ہوں۔ میں محمد بن عبد اللہ ہوں۔ مگر کیفیت یہ ہوئی کہ رسول اللہؐ کے ساتھ صرف چند مہاجر اور اہل بیت رہ گئے جو بزرگان ایسے وقت میں رسول اللہؐ کے ساتھ ثابت قدم رہا نہیں یہ حضرات تھے ابو بکر صدیقؓ، عمر فاروقؓ، علی بن ابی طالبؓ، عباس بن عبد المطلبؓ، یوسفیان بن الحارثؓ ابن عبد المطلبؓ، فضل بن عباسؓ، ربیعہ بن الحارثؓ، اسامہ بن زیدؓ، امین بن ام ایمنؓ یہ اسی روز شہید ہوئے۔ قثم بن عباسؓ، عبد اللہ بن زبیرؓ، عبد المطلبؓ، عقیلؓ بن ابی طالبؓ ابن مسعودؓ اور دوسرے بعض بزرگان رضی اللہ عنہم۔

حتوڑا اُس روز سفید بغلہ پر سوار تھے۔ حضرت عباسؓ داہنی طرف باگ پکڑے ہوئے تھے اور ابوسفیانؓ بائیں طرف بعض آدمی آگے تھے بعض بغل میں۔ یہ بغلہ وہی تھا جو فزۃ البغدادی نے آپکو ہدیہ بھیجا تھا۔ اس قدر پریشانی اور انتشار کے باوجود آپ کوئی اضطراب نہ تھا۔ ابن اسحق لکھتے ہیں کہ جب مسلمان منہزم ہوئے۔ تو اُس وقت کفار مکہ۔ اور نو مسلم جو ساتھ آئے تھے انہوں نے طعن اور شرارت کی باتیں شروع کر دیں۔ اور جو کچھ اُن کے دلوں میں تھا اُس کو زبان سے ظاہر کرنے لگے۔ ابوسفیانؓ نے کہا کہ یہ بھگوڑے ہیں۔ اب کیا ساحل بھر کے اس طرف ٹھہر سکتے ہیں۔ ابن اسحق لکھتے ہیں کہ جبہ بن الحنبلؓ اور ابن ہشامؓ کہتے ہیں کہ کلدہ بن الحنبلؓ صحیح ہے۔ صفوان بن امیہؓ کا ماں کی طرف سے بھائی تھا اُس نے کہا کہ لوگو آگاہ ہو جاؤ آج سحر باطل

لے یعنی صفوان کے بھائی کا نام ابن اسحاقؓ زبید مجیم و موحده و لام لکھا ہے اور ابن ہشامؓ کہتے ہیں کہ صحیح یہ ہے کہ اس کا نام کلدہ بکاف و لام و وال مملہ تھا ۱۲ منہ

ہو گیا۔ صفوان نے باوجود اس کے کہ کافر تھا کہا کہ چپ رہ۔ خدا تیرا منہ توڑے۔ قریش کا ایک شخص
 ہمارا تربیت دینے والا رہے تو بہتر ہے اس سے کہ عوازن کا کوئی شخص ہماری سرزاری کرے۔
 ابن اسحق اور ابن سعد دونوں نے شیبہ بن عثمان بن ابی طلحہ الحنفی کا ایک حصہ لکھا ہے ابن
 میں کچھ تفصیل زیادہ ہے۔ وہ لکھتے ہیں کہ خود شیبہ بن عثمان کا بیان ہے کہ میں نے ارادہ کیا کہ
 قریش کے ساتھ میں بھی حسین جاؤں اور موقع ملے تو قریش کے خون کے بدلہ محمد کو قتل کروں۔ اور
 کہتے ہیں کہ اُس وقت صرف میں تھا جو سارے قریش کے خون کا بدلہ لینا چاہتا تھا اور دل میں
 کہتا تھا کہ اگر سارا عرب و عجم محمد کا قتل ہو جائے تاہم میں ہرگز اشیاع نہ کروں گا۔ اس کے بعد
 جب سب کے ساتھ روانہ ہوا تو میں اپنے خیال میں رہا اور میرا ارادہ اور مضبوط ہوتا گیا جی کہ
 جس وقت لوگ مختلط ہوئے تو میں اپنے مقصد سے تلوار نکال کر رسول اللہ کی طرف بڑھا اور تلوار کو
 بلند بھی کر لیا تھا کہ یا ایک آگ کی ایک لہر بجلی کی طرح میرے اور رسول اللہ کے درمیان
 ظاہر ہوئی۔ اُس کو دیکھ کر خوف سے میری بڑی حالت ہو گئی۔ میں نے ڈر سے دونوں ہاتھوں کو
 اپنی دونوں آنکھوں پر رکھ لیا۔ اُسی حال میں رسول اللہ نے مجھ کو آواز دی۔ میں نزدیک
 تو فرمایا اور قریب آؤ اور نزدیک گیا تو آپ نے اپنا ہاتھ میرے سینہ پر رکھا۔ اُسی وقت میرے
 ارادہ میں ایک تغیر عظیم پیدا ہوا۔ اور مجھ کو محسوس ہوا کہ رسول اللہ کی محبت میرے دل میں میرے
 صبح و بصر بلکہ خود اپنی جان سے بھی زیادہ ہے۔ حضور نے پھر فرمایا کہ اور نزدیک آؤ اور دشمنوں سے
 مقابلہ کرو۔ میں بڑھا اور تلوار چلانے لگا۔ خدا جانتا ہے کہ اس کے بعد میری صرف خواہش یہ
 تھی کہ اپنی جان اور اپنا سب کچھ فدا کر کے جس طرح ممکن ہو رسول اللہ کی حفاظت کروں۔
 جذبات محبت کا یہ عالم تھا کہ اگر میرا باپ بھی زندہ ہوتا اور اُس وقت سامنے آتا تو میں تلوار
 سے اُس کا مقابلہ کرتا جنگ کے بعد جب خیمہ میں لوٹے تو اشتیاق دیدار میں میں حضور کے خیمہ

لے شیبہ کو حضور نے کلید کعبہ دی تھی اُن کی اولاد شیبی ہیں جن کے پاس ایک کلید کعبہ ہے فتح مکہ میں
 عثمان بن طلحہ کو کلید عطا کرنے کے بیان میں میں نے حاشیہ پر اس کو بیان کر دیا ہے ۱۲

میں گیا۔ اُس وقت حضور تہمتا تھے فرمایا کہ اے شیبہ جو کچھ خدا نے تیرے لیے پسند کیا وہ اُس سے بہتر ہے جو تو چاہتا تھا۔ اور حضور نے اُن خیالات کو بیان فرمایا جو میں نے ارادہ کیا تھا۔ میں نے کہا اَشْهَدُ اَنْ لَا اِلَهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنْتَ رَسُوْلُ اللّٰهِ پھر میں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ میرے لیے مغفرت کی دعا فرمائیے۔ آپ نے فرمایا کہ خدا نے تجھے کو بخشتا۔

ابن اسحق حضرت عباس بن عبد المطلب سے روایت کرتے ہیں کہ جب لوگ بھاگے تو میں رسول اللہ کے بغلہ کی باگ پکڑے ہوئے تھا۔ اور میں حسیم آدمی تھا۔ میری آواز بھی بلند تھی فرمایا کہ اے عباس آواز دو کہ یا معشر انصار یا معشر اصحاب السمرہ۔ سمرہ سے وہ درخت مراد ہے جس کے نیچے حدیبیہ میں اصحاب نے بیعت کی تھی۔ یہ آواز سنستے ہی ہر طرف سے لہیک لہیک کی صدا آئی۔ اور اطراف سے لوگ اکرواں جمع ہونا شروع ہوئے۔ مچلت میں جواوٹ نہ لاسکتا تھا وہ درع کو گلے میں ڈال لیتا۔ اور تیر فلکان و تلوار لیکر اونٹ سے کود پڑتا اور رسول اللہ کی طرف میری آواز کے سمت دوڑتا جب ایک سو آدمی جمع ہو گئے تو جنگ شروع ہو گئی۔ خزانج کے لوگ بڑی ثابت قدم لڑنے والے تھے جب انہوں نے مقاتلہ شروع کر دیا تو حضور دیکھ کر خوش ہوئے اور فرمایا اَلَا نَحْيٰى الْوَطِیْسیٰ یعنی اب تنور گرم ہوا۔ اور فرماتے تھے

اَنَا الْبَنٰی لَا کِذِبَ وَاَنَا ابْنُ عَبْدِ الْمَطْلَبِ

میں بنی ہوں میں بنی ہوں اور میں ابن عبد المطلب ہوں

صحیح مسلم میں روایت ہے کہ حضور بغلہ سے اترے۔ زمین سے ایک ٹپسی مٹی لی۔ کفار کی طرف متوجہ ہوئے اور مشاہدات الوجہ پڑھ کر وہ مٹی کفار کی طرف پھینکی تو دشمن کا کوئی شخص نہ بچا جس کے آنکھ میں یہ خاک نہ پڑی ہو۔ بس کفار بھاگے۔ اور خدا نے فتح دی۔

امام نووی فرماتے ہیں کہ تمام صحابہ متفق ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ہٹے۔ اور کوئی روایت ایسی نہیں ہے کہ حضور کسی جنگ میں کبھی بھاگے ہوں۔ نہ ایسا ممکن تھا۔ شان نبوت یہ تھی کہ عین اُوقت جبکہ لوگ منہزم ہو کر پیچھے بھاگ رہے تھے رسول اللہ ﷺ بڑھنا چاہتے تھے۔ اور ایسی بے حضرت

عباسؑ اور ابوسفیانؑ آپ کے بغل کی باگ پکڑے تھے تاکہ حضورؐ رہتا آگے نہ جائیں۔

صحیح مسلم میں ہے کہ حضرت برادر رضی اللہ عنہ سے قیس کے ایک شخص نے سوال کیا کہ غزوہ حنین میں آپؐ لوگ بھاگ گئے تھے اور رسول اللہؐ کو پھوڑ دیا تھا۔ فرمایا کہ ہم اس امر کے شاہد ہیں کہ رسول اللہؐ منہزم نہ ہوئے مگر بات یہ ہوئی کہ آگے جو لوگ تھے وہ نا تجربہ کار اور غیر مسلح تھے ان لوگوں کی بیکارگی ہوازن نے حملہ کر دیا۔ ہوازن بڑے تیر انداز تھے ایک ساتھ ہڈی کی طرح اُن کی تیریں آتی تھیں اور کوئی تیر نشانہ سے خالی نہیں جاتی تھی۔ اس لیے انتشار پیدا ہو گیا تھا لیکن رسول اللہؐ اپنی جگہ سے نہ ہٹے تھے۔

ابن اسحاق جبر بن مطعم رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ ہلوگوں نے دیکھا کہ ہمارے اور دشمن کے درمیان کوئی چیز چادر کی طرح سیاہ آسمان سے زمین پر آئی۔ اُس میں سیاہ چوٹیاں تھیں تھوڑی دیر میں ان چوٹیوں سے دادی بھر گئی۔ اس کے بعد دشمن کو شکست ہوئی۔ ہم میں سے کسی کو اس میں شبہ نہ رہا کہ یہ خدا کے فرشتے تھے۔

ابن اسحاق لکھتے ہیں کہ مشرکوں کو جب ہزیمت ہوئی تو وہ تین حصہ میں تقسیم ہو گئے ایک حصہ اُن کا طائف چلا گیا۔ اور اُس میں خود مالک بن عوف تھا۔ دوسرا حصہ اوطاس گیا اور تیسرا حصہ نخلہ گیا۔

جس وقت مکہ سے حضورؐ حنین کی طرف روانہ ہوئے۔ تو مسلمانوں کے لشکر کی کثرت کو دیکھ کر بنی بکر کے ایک شخص نے کہا تھا کہ ان پر کوئی غالب نہیں ہو سکتا۔ لیکن کثرت تعداد سے کوئی فائدہ نہ دیا۔ فتح جب ہوئی تو خدا ہی کی طرف سے وما النصر الا من عند الله قرآن پاک میں خدا و مدکریم نے اس طرف اشارہ کیا ہے و يوم حنين اذا عجزتكم كثراتكم فلم تغن عنكم شيئا وضاقت عليكم الارض الآية۔

ابن اسحاق کہتے ہیں کہ جب ہوازن منہزم ہوئے تو قبیلہ ثقیف کی ایک جماعت بنی مالک میں شرادی مقتول ہوئے۔ اُن کا علمبردار ذوالنجرار تھا وہ قتل ہوا۔ تو عثمان بن عبد اللہ

ابن ربیعہ نے علم لیا۔ یہ بھی قتل ہوا اور اس کے قتل ہونے کی خبر جب حضور کو ملی تو فرمایا کہ خدا نے اس کو ددر کیا یہ قریش کے ساتھ بہت عداوت رکھتا تھا۔

غزوہ نخلہ داوطاس | ابن اسحاق لکھتے ہیں کہ حنین سے شکست کھا کر جو کفار نخلہ کی طرف گئے تھے اس میں صرف بنی غیر تھے۔ یہ ثقیف کے ایک جزر تھے ان کے تعاقب میں جو لوگ گئے تھے اُن میں ایک شخص ربیعہ بن رفیع بن اہبان تھے جو ابن لہعہ مشہور تھے کیونکہ دغہ ان کی ماں کا نام تھا۔ انہوں نے ایک اونٹ پکڑا اور سمجھا کہ اس میں کوئی عورت ہے مگر معلوم ہوا کہ اس میں ایک ضعیف شیخ ہے۔ یہ نامور اور مشہور شہسوار درید بن الصمہ تھا۔ مگر ربیعہ کس تھے اور اس سے واقف نہ تھے۔ درید نے پوچھا کہ کیا چاہتے ہو۔ انہوں نے کہا کہ میں تجھے کو قتل کروں گا۔ پوچھا تم کون ہو۔ انہوں نے کہا ربیعہ بن رفیع السلی۔ یہ کہا اور ایک تلوار ماری مگر اس کا کوئی اثر نہ ہوا۔ درید نے کہا کہ تیری ماں نے تجھ کو اچھا حربہ نہیں دیا میری تلوار نے اور حال کے پیچھے ٹکی ہوئی ہے۔ اُس سے مجھ کو قتل کر اور اپنی ماں سے کہہ کہ میں نے درید بن الصمہ کو قتل کیا ہے میں بہت دفعہ بنی سلمہ کی عورتوں کے لئے لڑا ہوں۔ ربیعہ نے درید کی تلوار لیکر درید کو قتل کیا اُس کے بعد جب اپنی ماں سے انہوں نے اس کا ذکر کیا تو اُن کی ماں نے کہا کہ تو نے درید بن الصمہ کو قتل کر دیا درید بن الصمہ نے تین مرتبہ تیری اہمات کو آزاد کیا ہے۔ ابن ہشام کہتے ہیں کہ بعضوں نے درید بن الصمہ کے قاتل کا نام عبد اللہ بن قلیع بن اہبان

غیرہ بکسرین مجہد فتح تحتانیہ دفع رائے مملہ کذانی المغنی ۱۲ منہ
ابن الذغینہ بنع دال مملہ وکسرین مجہد دفع نون اُن کی ماں کا نام تھا ۱۲ منہ
ابن ہشام نے اس کا نسب لکھا ہے ربیعہ ابن رفیع بالتصغیر ابن آتاب بن ثعلبہ بن جمیعہ بن ربیعہ اور عبد اللہ ابن رفیع السلی میں لکھتے ہیں کہ ابن ہشام نے ذکر کیا ہے کہ درید بن الصمہ کے قاتل عبد اللہ بن رفیع ابن آتاب بن ثعلبہ بن رفیع السلی میں اور کہتے ہیں کہ اُن کے باپ کے نام کو ضبط کیا ہے قلیع بقاف و نون مصغرا ۱۲ منہ

گے میرے پاس جو نسخہ سیرۃ ابن ہشام کا ہے اس میں اہبان ہے مگر ابن حجر وغیرہ اصحاب لکھتے ہیں ۱۲ منہ

بتایا ہے مگر بخاری میں ان دونوں کے خلاف ہی جیسا اس کے بعد کی روایت میں آتا ہے۔

اور حنین سے جو جماعت ادطاس گئی تھی اُس کا حال بخاری میں ہے۔ ابو موسیٰ اشعری سے بخاری میں روایت ہے کہ جب رسول اللہ حنین سے فارغ ہوئے تو ابو عامر اشعری ایک فوج کے ساتھ ادطاس بھیجا۔ انہوں نے درید بن الصمہ کو قتل کیا۔ اور پیچھے خدائے وہاں کفار کے فوج کو شکست دی۔

ابو موسیٰ اشعری کہتے ہیں کہ حضور نے مجھ کو بھی ابو عامر کے ساتھ ادطاس بھیجا تھا۔ ابو عامر کو ایک جشمی نے تیر مارا۔ وہ تیراُن کے زانو پر لگی۔ ابو عامر ابو موسیٰ اشعری کے چچا تھے کہتے ہیں کہ میں پاس گیا اور پوچھا کہ چچا آپ کو یہ تیر کس نے مارا۔ انہوں نے اشارہ سے جشمی کو بتایا میں اس کو قتل کیا اور ابو عامر کو اس کی اطلاع دی۔ انہوں نے کہا کہ اس تیر کو نکالو۔ جب میں نے تیر نکالا تو زخم میں سے پانی نکلا۔ ابو عامر نے مجھ کو خلیفہ بنایا اور کہا کہ رسول اللہ سے کہو کہ میرے لئے دعا کریں۔ اس کے بعد ابو عامر کا انتقال ہو گیا۔ فتح کے بعد میں رسول اللہ کی خدمت میں آیا اور سب حال سنایا۔ اور یہ بھی کہا کہ انہوں نے دعا کی خواہش کی ہے۔ آپ نے پانی منگو کر وضو کیا۔ اور اس قدر ہاتھ اٹھا کر دعا کی کہ آپ کے بغل کی سفیدی میں نے دیکھی آپ نے دعا کی کہ خداوند ابو عامر کو قیامت روز بہتوں سے عالی مرتبہ بنادے میں نے کہا کہ حضور میرے لئے بھی۔ آپ نے فرمایا کہ خداوند عبداللہ بن قیس کے گناہوں کو قیامت کے روز بخش دے۔ عبداللہ بن قیس ابو موسیٰ اشعری کا نام ہے۔

ابن اسحاق کہتے ہیں کہ لوگوں کا خیال ہے کہ ابو عامر کو سلمہ بن درید بن الصمہ نے تیر مارا تھا اور روایات میں اسی کو جشمی کہا گیا ہے کیونکہ درید جشم کا آدمی تھا۔

ابن ہشام کہتے ہیں کہ عمار بن الحارث اور اونی بن الحارث بنی جشم کے دو شخص تھے انہیں دونوں نے ایک ساتھ تیر مارا جس سے ابو عامر شہید ہوئے اور ان دونوں کو ابو موسیٰ اشعری نے قتل کیا۔

ابن اسحاق کہتے ہیں کہ مجھ کو بنی سعد بن بکر کے بعض لوگوں سے معلوم ہوا کہ مسلمانوں نے بنی سعد بن بکر کے ایک شخص کو جس کا نام بجا د تھا گرفتار کیا۔ اور اس کو مع اس کے اہل کے رسول اللہ کے پاس لے گئے۔ اس کے اہل میں ایک عورت تھیں اشیاء۔ انہوں نے کہا کہ یا رسول اللہ میں آپ کی رضاعی بہن ہوں۔ حضور نے پوچھا کہ کیا علامت ہے۔ انہوں نے کہا کہ آپ میری پیٹھ میں دانت کاٹ لیا تھا۔ آپ نے پہچانا۔ اور اپنی چادر ان کے لیے بچھا دی۔ اور بہت عزت کی۔ انہوں نے اپنی قوم میں جانا پسند کیا تو ان کو تحائف دیئے اور ایک غلام دیا جن کا نام مکحول تھا۔ اور ایک لونڈی ان دونوں کا عقد ہو گیا تھا اور انکی نسل بنو سعد میں باقی رہی۔

ابو عمر کہتے ہیں کہ اشیاء ایمان لائیں۔ اور رسول اللہ نے ان کو تین غلام دیئے اور لونڈی اور بہت سی ادنت اور بکریاں۔ ان کا نام خدامہ رکھا اور لقب اشیاء تھا۔

ابن اسحاق لکھتے ہیں کہ غزوہ حنین اور اوطاس میں جو مسلمان شہید ہوئے ان کے نام یہ ہیں امین بن صلیک یعنی امین بن ام ایمن۔ زید بن زمعہ۔ اور انصار کے ایک شخص سراقہ ابن الحارث بن قبیله بن عجلان میں سے تھے۔ اور ابو عامر اشجری۔

غزوہ حنین میں سبایا اور غنائم مسلمانوں کے قبضہ میں بہت آئی۔ اس سے پہلے کبھی اتنا بلکہ اس کا نصف در ربع بھی شاید نہیں ملا تھا۔ چھ ہزار عورتیں اور بچے قیدی تھے جو تیس ہزار ادنت چالیس ہزار سے زیادہ بھیڑ بکری۔ چار ہزار اوقیہ چاندی حضور نے حکم دیا کہ

۱۔ بجا د بفتح موحده و خفتہ جیم ۱۲ منہ

۲۔ رضاعت کے بیان میں اور اس کے حاشیہ میں ان کا مفصل ذکر ہے ۱۲ منہ

۳۔ میرے پاس مصری نسخہ ہے اس میں سراقہ بن الحمر ہے شہد حنین میں بعض نے سراقہ بن الحارث لکھا ہے اور بعض نے سراقہ بن الحباب لکھا ہے ابن عمر نے دونوں کو دیکھا اور شہد حنین میں دوسرا لکھا ہے ابن ہشام لکھتے ہیں کہ ابن مندہ اور ابو نعیم نے ایک ہی لکھا ہے اور حق یہی ہے کہ دونوں ایک ہی ہیں باقی سراقہ بن الحمر تو

شہد حنین میں کوئی ہیں نہ کسی صحابی کا یہ نام ہے واللہ اعلم ۱۲ منہ

تمام اموال غنیمت کو جو خزانہ میں جمع کیا جائے اور خود طایف تشریف لے گئے۔ اموال غنیمت کی تقسیم طایف سے لوٹنے کے بعد ہوئی اس لیے اس کا ذکر غزوہ طائف کے بعد ہوگا۔

غزوہ طائف

یہ تو معلوم ہو چکا ہے کہ ہوا زن اور ثقیف کی ایک جماعت حنین سے بھاگ کر طایف گئی تھی اور انہیں میں ان کا سردار مالک بن عوف انصاری تھا۔ اس لیے حضور خود مع فوج کے حنین سے طایف گئے اور اسی سوال سلسلہ میں غزوہ طائف واقع ہوا۔

ابن سعد لکھتے ہیں کہ رسول اللہ نے جب طایف کا ارادہ کیا تو طفیل بن عمرو الدوسی کو بھیجا کہ وہ ذوالکفین کے بتخانہ کو منہدم کر دیں۔ یہ عمرو بن حمۃ الدوسی کا بیت تھا اور لکڑی کا بنا ہوا تھا حضور نے فرمایا کہ اس میں تم اپنی قوم سے مدد لیجئے۔ اور ہدم کرنے کے بعد ہم سے طائف میں آکر ملو۔ یہ نکلے اور عجلت کے ساتھ اپنی قوم میں گئے۔ ذوالکفین کو منہدم کیا۔ اور اس کے منہ کو آگ سے جلا دیا اور اس کے بعد اپنی قوم کے چار سو آدمیوں کے ساتھ حضور سے طائف میں آکر ملے۔ یہ چار دن بعد آئے تھے سب لکھتے ہیں کہ جس وقت یہ ذوالکفین کو منہدم کر رہے تھے اور اس کے منہ کو جلا رہے تھے۔ تو یہ اشعار پڑھتے تھے۔

یا ذوالکفین لست عباد کا	میلادنا اکبر من میلاد کا	انی حوث النار فی فواد کا
لے ذوالکفین میں تیرا بندہ نہیں ہوں	میری پیدائش تیری پیدائش بڑی ہی	میں نے تیر دل میں آگ لگائی

ابن اسحاق کہتے ہیں کہ حضور حنین سے روانہ ہوئے۔ اور نخلہ یمانیہ۔ پھر قرن۔ پھر تلح ہوئے ہوئے بحرۃ الرغار میں آئے۔ یہ جگہ یثبہ کے علاقہ میں ہے۔ یہاں آپ نے ایک مسجد بنوائی اور یثبہ میں مالک بن عوف کا قلعہ تھا حضور نے حکم دیا وہ گرا دیا گیا۔ پھر یہاں سے روانہ ہوئے جب طایف پہنچے تو حضور اور صحابہ قلعہ کے قریب ٹھہرے۔ ابن سعد کہتے ہیں کہ حضور حنین سے روانہ ہوئے تو خالد بن الولید کو مقدمہ پر مقرر کیا۔ اور ثقیف جب اوطاس سے بھاگے تو طایف

کے قلعہ میں آکر ٹھہرے قلعہ کو بند کر لیا۔ اور ایک سال کے خرچ کا سامان قلعہ میں محفوظ کر لیا تھا۔ اور پوری طرح لڑنے اور مقابلہ کرنے کو مستعد ہو گئے تھے۔ حضورؐ اور اسلامی لشکر جب قلعہ کے قریب آکر ٹھہری تو انہوں نے بڑی سخت تیرباری کی۔ تعقیف تیربازی میں بڑے ماہر تھے۔ بہت سے مسلمان زخمی اور شہید ہوئے۔ اس لیے حضورؐ مسلمانوں کو دباں سے ہٹا کر اُس مقام پر لے آئے جہاں اب مسجد طائف ہے۔ حضورؐ کے ساتھ ازواج مطہرات میں سے دو ساتھ تھیں حضرت ام سلمہؓ اور حضرت زینبؓ دونوں کے لیے دو قبۃ نصب کیا گیا۔ اور جب تک طائف کا محاصرہ رہا حضورؐ ان دونوں قبوں کے درمیان کی جگہ میں نماز پڑھا کرتے تھے۔ ابن اسحاق کہتے ہیں کہ جب بعد کو تعقیف مسلمان ہوئے تو عمر بن امیہ بن دھب نے اُسی مقام پر مسجد بنادی جہاں رسول اللہؐ ان دونوں نماز پڑھا کرتے تھے۔

ابن سعد لکھتے ہیں کہ اٹھارہ روز طائف کا محاصرہ رہا۔ اور وہی ایک دوسری روایت لکھتے ہیں کہ حضورؐ نے اہل طائف پر چالیس دن تک منہیق نصب رکھی۔ ابن اسحاق کہتے ہیں کہ بیس دن سے زیادہ محاصرہ رہا اور ابن ہشام کہتے ہیں کہ سترہ روز و اللہ اعلم اسی پر اتفاق ہے کہ حضورؐ نے طائف میں منہیق نصب کی تھی۔ اور یہ اسلام میں پہلی منہیق تھی۔ یحییٰ بن عمرو دوسی جب ذوالکفین کے بتخانہ کو ڈھانے گئے تھے تو دباں سے اپنے ساتھ منہیق کا سامان بھی لائے تھے۔ اور قلعہ کی دیوار توڑنے کا سامان بھی۔۔

ابن اسحاق کہتے ہیں کہ جس روز قلعہ کی دیوار توڑنے اور جلائے کا ارادہ تھا اُس روز اصحاب رسول اللہؐ دباہ کے زیر سایہ قلعہ کی دیوار کے پاس پہنچے تاکہ دیوار میں سوراخ کریں

لے عمر بن امیہ بن دھب الشعمیؓ ابن حجر لکھتے ہیں کہ ان کے نام میں اختلاف ہے ابن اسحاق لکھتے ہیں عمرو بن امیہ بن دھب اور اموی مخازی میں ابن اسحاق سے روایت کرتے ہیں ابو امیہ بن عمرو بن دھب اور واقدی لکھتے ہیں امیہ بن عمرو بن دھب و اللہ اعلم ۱۲ من

لے ابن اثیر نہایت میں لکھتے ہیں کہ دباہ ایک آلہ ہوتا ہے لکڑی اور چمڑے سے بنایا جاتا ہے۔ اس کے سایہ میں محاصرہ کرنے والے قلعہ تک جاتے ہیں تاکہ قلعہ کی تیربازی سے محفوظ رہیں و اللہ اعلم دباہ بدال

اور آگ لگائیں مگر ثقیف نے لوہے کی سلاخیں آگ میں سرخ کر کے دبابہ کے اوپر ڈالیں۔ صحابہ دبابہ کے نیچے سے نکلے تو انہوں نے تیر مارنی شروع کر دی۔ اس سے کئی صحابہ شہید ہوئے۔ اس کے بعد حضور نے حکم دیا کہ ثقیف کے انگوروں کا درخت کاٹ دیا جائے جب لوگ کاٹنے لگے تو ثقیف بڑے بے چین ہوئے۔ ابن سعد لکھتے ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ سے التجا کی کہ خدا کے واسطے اور رحم کا خیال کر کے اس کو چھوڑ دو۔ حضور نے فرمایا کہ ہم خدا اور رحم کی وجہ سے اس کو چھوڑ دیتے ہیں۔

اس کے بعد حضور کے منادی نے اعلان کیا کہ کوئی غلام اگر قلعہ سے نکل کر میرے پاس چلا آئے تو وہ آزاد ہے۔ چنانچہ قلعہ سے بیس غلام کے قریب نکل کر شکر اسلام میں آگئے۔ حضور نے ان کو آزاد کر دیا اور مختلف صحابہ کے سپرد کیا کہ ان کے خرچ کا خیال رکھیں اور ان کی خبر داری کریں۔ ان میں ایک شخص وقت بکرہ یعنی صبح بڑے سویرے آئے تھے اس لیے وہ ابو بکرہ مشور ہو گئے۔ یہ اختیار اور مشاہیر اصحاب رسول اللہ میں سے ہیں۔ ان کا نام یثیع بضم یون و فتح فاء ہے۔ اور چونکہ حارث بن کلدہ یا مروح بن کلدہ کے غلام تھے اس لیے ان کا نسب یثیع بن الحارث بن کلدہ یا یثیع بن مروح بن کلدہ لکھتے ہیں۔ ان غلاموں کا آنا ثقیف کو بڑا شاق ہوا اور برابر ان کے واپس کرنے کی فکر کرتے رہے۔ حتیٰ کہ بہت عرصہ کے بعد جب ثقیف مسلمان ہو گئے تب بھی انہوں نے رسول اللہ سے التجا کی کہ وہ سب غلام ان کو واپس دیئے جائیں۔ رسول اللہ نے فرمایا کہ وہ اب غلام نہیں ہیں۔ وہ اللہ پاک کے آزاد بندے ہیں۔ اب کیونکر دیئے جاسکتے ہیں۔

مولانا شاہ غیدالحی صاحب لکھتے ہیں کہ اسی محاصرہ کے زمانہ میں حضور نے حضرت علی کو بھیجا کہ اطراف میں جو جا بجا ثقیف کے متحانے ہیں سب کو منہدم کر دو۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے کسی روز ان تمام اقصنام اور متحانوں کو منہدم کر دیا۔ یہ جب لوگوں کی خدمت میں حاضر ہوئے تو ان کو دیکھ کر حضور بہت خوش ہوئے اور بہت دیر تک ان سے تنہائی میں گفتگو کرتے رہے۔

لے بکرہ بابائے موحده مضموم صبح کا وقت ۱۲ منہ

جس سے صحابہ کو بہت تعجب ہوا۔

ابن اسحاق لکھتے ہیں کہ محاصرہ کے ایام میں حضور نے حضرت صدیقؓ سے فرمایا کہ میں نے ایک خواب دیکھا کہ دودھ سے بھرا ہوا ایک بڑا پیالہ بھکودیا گیا۔ لیکن ایک مرغ نے آکر ٹھوکر ماری اور جو کچھ اس پیالہ میں تھا سب گر گیا۔ حضرت صدیقؓ نے فرمایا کہ میرا گمان ہے کہ آپ کا ارادہ جو اس قلعہ کو فتح کرنے کا ہے وہ ابھی حاصل نہ ہو گا۔ حضور نے فرمایا کہ میں بھی سمجھتا ہوں کہ یہ ابھی نہ ہو گا۔ اس کے بعد حضور نے نوفل بن معاویہ الدیلی سے اس باب میں مشورہ کیا انہوں نے بھی جواب دیا اس سے اسی خیال کی تائید ہوئی۔ حضرت صدیقؓ نے حضرت عمرؓ سے اس کا ذکر کیا۔ اور حضور نے حضرت خولہ بنت حکیم سے یعنی حضرت عائشہ بن مطعون کی زوجہ سے بھی اشارہ اس کا تذکرہ کیا تھا۔ انہوں نے بھی حضرت عمرؓ سے کہا۔ حضرت عمرؓ خدمت میں حاضر ہوئے اور دریافت کیا کہ یا رسول اللہ کیا آپ نے ایسا فرمایا ہے۔ حضور نے کہا کہ ہاں۔ حضرت عمرؓ نے کہا کہ کیا آپ کو ابھی اس کی اجازت نہ ملی۔ آپ نے فرمایا کہ نہیں۔ پوچھا کہ تب میں اعلان کر دوں کہ لوگ کوچ کریں۔ حضور نے کہا کہ ہاں۔

جب کوچ کا اعلان ہوا تو صحابہ میں بڑا جوش تھا۔ سب کہنے لگے کہ کیا ہم بغیر طائف کو فتح کئے چلے جائیں جب حضور نے صحابہ کا یہ بے موقع اشتیاق دیکھا تو فرمایا کہ اچھا کل جنگ کرو۔ دوسرے روز مسلمان جوش میں لڑے اور بہت نقصان پہنچا۔ حضور نے شام کے وقت فرمایا کہ اب انشا اللہ تعالیٰ گل یہاں سے چلے جائینگے۔ آج یہ سن کر سب صحابہ بہت خوش ہوئے اور کسی نے اعتراض نہ کیا صبح کے وقت قافلے روانہ ہونا شروع ہوئے اور ہر شخص خوش خوش چل پڑا۔ صحابہ کے خیال میں اتنا جلد تغیر پیدا ہونے پر حضور نے تبسم فرمایا۔ صحابہ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ثقیف کیلئے بددعا کیجئے۔ آپ نے دعا رکھی کہ خداوند اُتقیف کو ہدایت دے۔ اور ان کو مسلمان کر کے میرے پاس بھیج۔ اس کے بعد حضور جبرائیلؑ تشریف لے گئے۔

۱۲ منہ

ابن اسحاق کہتے ہیں کہ طائف میں رسول اللہ کے کل بارہ اصحاب شہید ہوئے۔ رات قریش چار انصار اور ایک شخص بنی لیث کے۔ قریش میں سے سعید بن العاصی، عوف بن حناہ، بحیم دون اور بعض کہتے ہیں بجائے مہلہ و بائے موحده پہلی روایت ابن اسحاق کی ہے عبداللہ ابن ابی بکر صدیق رضی اللہ عنہ حضرت صدیق کے بڑے صاحبزادے تھے۔ ابن اسحاق کہتے ہیں کہ اُن کو طائف میں تیر لگی اور اُس کا زخم رہا۔ رسول اللہ کے بعد حضرت صدیق کے خلافت میں اسی زخم کی وجہ سے انتقال ہوا۔ عبداللہ بن ابی امیہ ام المومنین ام سلمہ کے بھائی عبداللہ ابن عامر۔ سائب بن الحارث اور اُن کے بھائی عبداللہ بن الحارث یہ ثقات قریش۔ اور انصار میں سے ثابت بن الجذع۔ حارث بن سہل۔ منذر بن عبداللہ بن قیس بن ثابت رضی اللہ عنہم وفد ہوازن بہ جحرانہ

وفد ہوازن بہ جحرانہ

آپ کی خدمت میں ہوازن کا ایک وفد آیا۔ اس وفد میں بارہ

آدی تھے۔ ابن اسحاق کہتے ہیں کہ اُس وفد کے سردار ایک شخص تھے جن کا نام زمیر تھا۔ اور کنیت ابو صرد۔ اور ایک شخص تھے ابو برقان جو حنوز کے رضاعت کے رشتہ سے چلتے تھے۔ قبیلہ بنی سعد ابن بکر جس قبیلہ کی علیہ سعدیہ تھیں وہ ہوازن کا ایک جزو تھا۔ اور یہ لوگ بنی سعد ہی کے تھے۔ اس وفد میں جو لوگ آئے تھے وہ سب مسلمان ہو گئے تھے۔ اور ابو صرد زمیر نے کھڑے ہو کر عرض کیا کہ یا رسول اللہ جو مصیبت میرے قبیلہ پر نازل ہوئی اُس سے آپ واقف ہیں۔ ہم لوگ ایک درخواست لیکر آئے ہیں۔ اس وقت ہم پر احسان کیجئے خدا آپ پر احسان کرے گا۔ ہم کو میری عورتیں۔ میرے بچے۔ اور میرے اموال واپس کر دیجئے یا رسول اللہ جو عورتیں گرفتار ہوئی ہیں۔ اُن میں آپ کی خالائیں پھوپھویں۔ آپ کی پرورش کر نیوالیاں۔ آپ کی کفالت کر نیوالی

لے عوف بن حناہ مہلہ درائے مہلہ و عوف بن حناہ مہلہ بعدہ بائے موحده و الف بعدہ بائے موحده ابن ہشام کہتے ہیں اور ابن حجر کہتے ہیں کہ یہی موسیٰ بن جعفر بھی کہا ہے اور ابن اسحاق بحیم دون کہتے ہیں ۱۲ منہ

عورتیں بھی ہیں۔ یا رسول اللہ اس وقت جو حالت میری ہے۔ اگر ایسی حالت میں ہم حارث بن شمر اور نعمان بن منذر سے بھی رحم کی درخواست کرتے تو میرا خیال ہے کہ وہ رد نہ کرتا اور آپ تو سب سے بہتر رحم کرنے والے ہیں۔

حضور نے فرمایا کہ تم دیکھتے ہو۔ میرے ساتھ جماعت ہے اور سب کے حقوق ہیں دونوں چیز تو ممکن نہیں ہے۔ یہ بتاؤ کہ تم کو عورتوں اور بچوں کی واپسی زیادہ مرغوب یا اموال کی انہوں نے کہا کہ یا رسول اللہ جب آپ ہمیں احساب و اموال کے درمیان ایک چیز اختیار کرنے کو فرماتے ہیں۔ تو ہمارے بچے اور ہماری عورتیں ہم کو زیادہ محبوب ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ تمہاری عورتیں اور تمہارے بچے جو میرے یا بنی عبدالمطلب کے پاس ہیں وہ میں نے واپس کیا۔ مگر جو دوسرے مسلمانوں کے پاس ہیں اُس میں میں صرف سفارش کر سکتا ہوں۔ تم ظہر کی نماز کے بعد اٹھ کر کہو کہ ہماری یہ حالت ہے۔ ہم چاہتے ہیں کہ رسول اللہ میری سفارش مسلمانوں سے کر دیں۔ اور مسلمان رسول اللہ سے تاکہ ہماری عورتیں اور بچے ہم کو واپس مل جائیں۔ میں سفارش کر دوں گا۔ ظہر کے بعد ان لوگوں نے اُسی طرح کہا جس طرح رسول اللہ نے بتا دیا تھا رسول اللہ نے فرمایا کہ تمہاری عورتیں اور بچے جو میرے یا بنی عبدالمطلب کے پاس ہیں وہ میں نے تم کو واپس کیا۔ اس پر مہاجرین نے اٹھ کر کہا کہ جو میرے پاس ہیں اُس میں رسول اللہ کو اختیار ہے۔ انصار نے کہا کہ جو میرے پاس ہیں اُس میں رسول اللہ کو اختیار ہے۔ مگر اقرع بن حابس نے کہا کہ جو میرے اور بنو تمیم کے پاس ہے وہ نہیں عیینہ بن حصن نے کہا کہ جو میرے اور بنو فزارہ کے حصہ میں ہے وہ نہیں۔ عباس بن مرداس نے کہا کہ جو میرے اور بنی سلیم کے حصہ میں ہے

اے عیینہ نام حذیفہ کنیت ابو مالک کسی روایت میں تصریح نہیں ہے کہ یہ فتح مکہ سے پہلے مسلمان ہوا اس کے بعد بھی موافقہ القلوب سے تھا۔ حضرت صدیق کے زمانہ میں مرتد ہو گیا اور طلحہ کی بیعت کر لی تھی پھر مسلمان ہوا۔ امام شافعی نے کتاب الام میں لکھا ہے کہ ارتداد کے زمانہ میں حضرت عمرؓ نے اس کو قتل کیا مگر یہ مشتبہ ہے اور کسی نے نہیں لکھا مگر بڑا بے ادب تھا رسول اللہ نے اس کو احمق مُطاع کہا ہے یعنی اپنی قوم میں مُطاع ہے ۱۲ منہ

وہ نہیں۔ اس پر بنو سلیم کے لوگوں نے کہا کہ یہ صحیح نہیں ہے۔ جو میرے حصہ میں ہوا میں رسول اللہ کو اختیار ہے عباس نے بنو سلیم سے کہا کہ تم ہمیں ذلیل کرتے ہو۔

رسول اللہ نے فرمایا کہ جو شخص تم میں سے اپنا حق چھوڑنا نہیں چاہتا اس سے ہم وعدہ کرتے ہیں کہ سب سے پہلے جو سی حاصل ہوگی اس میں سے جو اس کو ایک کا بدلہ چھ دیں گے مگر ان بیچاروں کو ان کی عورتیں اور بچے واپس کر دو۔ اس پر سب راضی ہو گئے مگر عیینہ بن حصین پھر بھی راضی نہ ہوتا تھا۔ آخر مشکل سے پیچھے وہ بھی راضی ہو گیا۔ اور ان لوگوں کی عورتیں اور بچے سب ان کو واپس مل گئے۔ ایک لڑکی جس کا نام ریطہ بنت ہلال تھا حضور نے حضرت علیؓ کو دیدیا تھا۔ ایک لڑکی زینب بنت جحان تھی وہ حضرت عثمان بن عفانؓ کو حضور نے دی تھی۔ ایک لڑکی حضور نے حضرت عمرؓ کو دی تھی۔ اور انہوں نے اپنے صاحبزادے حضرت عبداللہ بن عمرؓ کو ہبہ کر دیا تھا۔ ان سب نے جب تک رسول اللہ نے ان کی عورتوں اور بچوں کو واپس کر دیا ہے تو سب نے فوراً واپس کر دیا۔

رسول اللہ نے وفد کے لوگوں سے دریافت کیا کہ مالک بن عوف کہاں ہے۔ ان سب نے کہا کہ وہ ثقیف کے ساتھ طائف میں ہے۔ حضور نے فرمایا کہ مالک بن عوف کو خبر کر دو کہ اگر وہ مسلمان ہو کر میرے پاس آئے تو ہم اس کا اہل اور اس کا مال سب اس کو واپس کر دیں گے اس کے علاوہ ایک تلوادنت اور دیں گے۔ مالک بن عوف کو جب یہ خبر ملی تو وہ رات کے وقت ثقیف سے چھپ کر طائف سے نکل آئے۔ اور رسول اللہ سے جحرانہ میں یا مکہ میں ملے۔ حضور نے ان کا کل مال اور اہل ان کے سپرد کیا۔ اور ایک تلوادنت اس کے علاوہ دیا۔ وہ مسلمان ہوئے اور صادق مسلمان حضور کی مدح میں قصائد کہے۔ ان کے ایک قصیدہ کا شعر ہے۔

ما ان رأیت ولا سمعت بمثلہ	فی الناس کلہم بمثل محمد
نہ میں نے دیکھا نہ ایسا سنا	کہ تمام انسان میں کوئی محمد کے مثل ہو

حضور نے ان لوگوں پر جو ان کی قوم میں مسلمان ہو گئے تھے۔ اور بنی ثمالہ۔ اور بنی سلمہ کے

تھے مگر دل سے سخت مخالف تھے۔ اور اسی غزوہ میں اپنی مخالفتوں کا اظہار کر چکے تھے۔ لیکن باوجود اس کے حضور نے ان کو اموال کثیرہ عنایت فرمائے۔

ابوسفیان بن حرب کو آپ نے چالیس اوقیہ چاندی اور ایک تلوادونٹ عنایت فرمایا۔ اُس نے کہا کہ یا رسول اللہ میرے لڑکے یزید کو بھی کچھ ملنا چاہئے۔ حضور نے فرمایا کہ اُس کو بھی چالیس اوقیہ اور ایک تلوادونٹ دے۔ ابوسفیان نے کہا کہ میرا لڑکا معاویہ بھی ہے یا رسول اللہ۔ آپ نے فرمایا کہ اُس کو بھی چالیس اوقیہ اور ایک تلوادونٹ دے۔ ویدو حکیم بن حزام کو آپ نے ایک تلوادونٹ دیا۔ انہوں نے ایک تلوادورمانگا آپ نے ایک تلوادونٹ اور دیا۔ حارث بن ہشام کو تلوادونٹ۔ سہیل بن عمرو کو تلوادونٹ۔ جویط بن عبد العزی کو تلوادونٹ۔ عمار بن جاریہ شقی کو تلوادونٹ۔ عیینہ بن حصن فزاری کو سوادونٹ۔ اقرع بن حابس لثمی کو تلوادونٹ۔ مالک بن عوف انضری کو تلوادونٹ۔ صفوان بن امیہ کو تلوادونٹ۔

ابن اسحق کہتے ہیں کہ یہ سب ایک تلوپانے والے ہیں۔ چند آدمیوں کو تو اسے کم دیا۔ محمد بن نوفل الزہری۔ عیمر بن وہب الحمی۔ ہشام بن عمر۔ اور اُس کا بھائی۔ ان سب کی نسبت یہ نہیں معلوم ہوا کہ کتنا دیا۔ صرف ہمیں اس قدر معلوم ہوا کہ ان سب کو تو اسے کم دیا۔ عدی بن قیس اہبی کو پچاس اونٹ دیا۔

عباس بن مرداس کو حضور نے چالیس اونٹ دیا تھا۔ وہ بہت غصہ ہوا۔ اور ایک قصیدہ میں اپنی ناراضی کا اظہار کیا۔ حضور نے فرمایا کہ جاؤ جس طرح ہو میری طرف سے اُسکی زبان کاٹ لو۔ صحابہ گئے اور جتنے میں راضی ہوا دیکر اُس کو راضی کیا۔ یہ حضور کے قطع لسان کا مطلب تھا۔

۱۰ عمار بن جاریہ مجیم مفتوحہ والی درائے ہل دیائے شہناہ تختانیہ ۱۲ منہ
۱۱ عیینہ بن حصن فزاری مفتوحہ فادزائے معہ غطفان کے قبیلہ بنی فزارہ کی طرف نسبت ہے ۱۲ منہ
۱۳ غزوتہ مفتوحہ میم و سکون خائے معہ و فتح رائے ہل و میم ۱۲ منہ

مؤلفۃ القلوب کی دوسری فہرست | ابن اسحق نے ابن شہاب زہری سے اُن لوگوں کی

ایک دوسری فہرست لکھی ہے جن کو حضورؐ و جبرائیلؑ

عطایائے عظیمہ عنایت فرمائے۔ وہ فہرست اس کو کچھ فرق ہے اور بڑی ہے اس لیے ہم وہ فہرست بھی لکھ دیتے ہیں۔ قریش میں سے جن لوگوں کو حضورؐ نے زیادہ یہ ہیں۔ ابوسفیان بن حرب۔

طلیق بن سفیان۔ خالد بن اُسید۔ شبیب بن عثمان بن ابی طلحہ۔ ابوالسنابل بن بعلک۔ عکرمہ

ابن عامر۔ زہیر بن ابی امیہ بن المغیرہ۔ حارث بن ہشام بن المغیرہ۔ خالد بن ہشام بن المغیرہ۔ ہشام

ابن لوید بن اغو۔ سفیان بن عبد اللہ۔ سائب بن ابی اساب۔ مطیع بن الاسود بن حارث۔ ابوہم بن حذیفہ

ابن غانم۔ صفوان بن امیہ۔ ایحہ بن امیہ۔ عدی بن قیس سہمی۔ حویطب بن عبد العزی۔ ہشام

ابن عمر بن ربیعہ۔ اور غیر قریش کے یہ لوگ تھے یعنی باہر کے قبائل کے۔ ثوقل بن معاویۃ الدیلی۔

علقمہ بن علاشہ بن عوف کلابی۔ خالد بن ہوذہ۔ حرطبہ بن ہوذہ یعنی خالد مذکور کے بھائی۔ مالک

ابن عوف النضری۔ عباس بن مرداس سلمی۔ عیینہ بن حصن فزاری۔ اقرع بن حابس خنظلیمی۔

حضورؐ سے کسی نے دریافت کیا کہ یا رسول اللہؐ آپ نے عیینہ بن حصن۔ اور اقرع بن حابس

کو سوا دنٹ دیئے اور جمیل بن سراقہ کو کچھ نہیں۔ حضورؐ نے فرمایا کہ ان جمیل بن سراقہ کے

اسلام پر میں اطمینان ہے۔

حضورؐ نے جو جبرائیلؑ میں قریش۔ اور قبائل کے سرداروں کو عطایائے عظیمہ عنایت فرمائے

اُن کی حقیقت کو نہ سمجھنے کی وجہ سے بعض اشخاص اور خصوصاً انصار بہت ناخوش ہوئے۔ اور

بعضوں نے خلاف شان نبوت کچھ الفاظ بھی کہے۔

ابن اسحق لکھتے ہیں کہ ایک شخص تمیمی جس کا نام ذوالنویصرہ تھا تقسیم کے وقت کھڑا دیکھتا

۱۵ ذوالنویصرہ کو ابن اسحق نے صحابہ میں شمار کیا ہے۔ ابو عمر کہتے ہیں کہ خرقوں کا قسم جائے مہلہ و سکون

رائے مہلہ و ضم قاف بعدہ و ادساکن بعدہ صادق ذوالنویصرہ کا نام ہے یہ خوارج کا سردار تھا اور

ہندوان میں قتل ہوا ابن اسحاق نے جو ذوالنویصرہ کا یہ قول نقل کیا ہے اسی طرح امام بخاری نے بھی

نقل کیا ہے اس سے بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ وہ مسلمان نہیں ہوا تھا۔ ابن حجر کہتے ہیں کہ اس کے صحابی ہونے میں

رہا۔ اور اُس کے بعد کہا کہ اے محمدؐ آج آپ نے جو کچھ کیا میں نے دیکھا۔ رسول اللہؐ نے پوچھا کہ
 ماں تم نے کیا دیکھا۔ اُس نے کہا کہ آپ نے عدل نہیں کیا۔ حضورؐ کا چہرہ غصہ سے سُرخ ہو گیا اور
 فرمایا کہ اگر عدل میں نہ کروں تو دنیا میں عدل اور کس کے پاس ہو گا۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ
 یا رسول اللہؐ اجازت دیجئے کہ ہم اس کبخت کو قتل کر دیں حضورؐ نے فرمایا کہ چھوڑ دو اس کی نسل
 سے صادق مسلمان پیدا ہوں گے۔

بخاری میں ہے کہ انصار کے ایک شخص نے کہا کہ آج رسول اللہؐ کی تقسیم بوجہ اللہ نہیں ہو
 حضورؐ کو خبر ہوئی تو فرمایا کہ خدا حضرت موسیٰؑ پر رحم کرے اُن کو ہم سے زیادہ تکلیف دی گئی۔
 یہ تو معلوم ہو چکا ہے کہ حنین میں جب مسلمانوں کی جماعت منہزم ہو گئی تھی تو حضورؐ نے حضرت
 عباسؓ سے کہا تھا کہ آواز دو یا معشر انصار بعض انصار نے اس کا بھی طعنہ دیا۔ بخاری میں
 ہے کہ بعض انصار نے کہا کہ جب مصیبت آتی ہے تو انصار کو آواز دیجانی ہے۔ اور جب غنیمت
 کی تقسیم کا وقت آتا ہے تو اپنی قوم میں تقسیم کرتے ہیں۔

جب انصار میں اس قسم کی ناراضی کا ذکر زیادہ ہوا تو حضرت سعد بن عبادہؓ حضورؐ کی
 خدمت میں آئے۔ اور کہا کہ یا رسول اللہؐ انصار بہت ناخوش ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ اموال
 غنیمت میں سے ایسے ایسے عطایائے عظیمہ آپ نے قریش کو دیئے اور ہمیں کچھ نہیں جالانکہ ہماری
 تلواروں میں ابھی قریش کا خون بھی خشک نہیں ہوا۔ حضورؐ نے پوچھا کہ سعد تمہارا کیا خیال ہو
 انہوں نے کہا کہ میں بھی تو اپنی قوم کا ایک فرد ہوں۔

توضیح مقصد

ذوالحجہ ۱۰ھ بمطابق ۶۲۹ء۔ اقرع بن حابس عیینہ بن حصن وغیرہ نے اگر خلاف شان رسالت
 صلی اللہ علیہ وسلم اس قسم کی باتیں کیں تو یہ تعجب نہیں ہے۔ یہ تو مسلم تھے۔ اور ابھی ان کا اسلام
 برائے نام تھا۔ ابھی اپنے بتوں کی محبت بھی شاید ان کے دلوں سے نہیں گئی تھی۔ ابھی تھوڑا

ہی پہلے وہ رسول اللہ کے اور اسلام کے شدید ترین دشمن تھے۔ اب گو بظاہر وہ مسلمان ہوئے تھے۔ مگر نہ وہ رسول کے مرتبہ سے واقف تھے نہ اسلام اور خدا کے احکام سے اُن کے نزدیک جو کچھ تھا یہی دنیا کا مال تھا۔ یا اونٹ اور بکریاں۔ وہ عدل اور انصاف کو ادتنا ہی جانتے تھے جتنا اُنہوں نے اپنی جاہل اور وحشی قوم سے سیکھا تھا۔ اُن کے نزدیک بڑا عدل یہ تھا کہ اُن کو بہت کچھ دیدیا جائے۔ مقاصد عظیمہ اور مہمات ضروریہ اُن کی سمجھ اور ادراک سے بھی باہر تھا اگر ایسے جاہل اور وحشی رسول اللہ کے عدل اور عدل کے اُس معیار کو جس کی بنیاد اسلام نے رکھی تھی نہ سمجھ سکے۔ اور خدا اور رسول کے طریقہ کو ناپسند کیا تو تعجب نہیں ہے۔ اور اُن کو اس کا سمجھانا بھی اُس وقت مشکل تھا اسی لیے بخاری کی روایت میں ہے کہ حضور نے اُن کے جواب میں فرمایا کہ صبر ہے اور کہا کہ حضرت موسیٰ کو اس سے زیادہ تکلیف دی گئی تھی۔

البتہ انہوں نے یہ ہے کہ مخلص انصار بھی رسول اللہ کے اس طرز عمل کو نہ سمجھ سکے۔ اور بیجا شبہات میں مبتلا ہو گئے۔ اُن کے شبہات غلط فہمی اور حقیقت سے عدم واقفیت پر مبنی تھے۔ اُن شبہات کی وجہ بے قرینی اور بدتمیزی نہ تھی۔ یہ لوگ اسلام کے پچھے جاں نثار تھے اس لیے اُن کا غلط فہمی میں مبتلا رہنا اچھا نہ تھا۔ حضور نے حضرت سعد بن عبادہ کو حکم دیا کہ انصار کو ایک جگہ جمع کرو۔ اور وہاں انصار کے سوا اور کوئی نہ رہے۔ جب انصار جمع ہو گئے تو حضور وہاں تشریف لے گئے اور پوچھا کہ اے انصار کیا یہ صحیح ہے کہ تم لوگ ہم سے ناخوش ہو گئے ہو۔ انصار نے جواب دیا۔ کہ یا رسول اللہ ہم میں سے فقہار اور سمجھدار لوگوں نے تو کچھ نہیں کہا۔ مگر عام لوگ یہ کہتے ہیں کہ حضور نے قریش کو ایسے بڑے بڑے عطایا عنایت کیے۔ اور ہمیں کچھ نہیں حالانکہ ہماری تلواروں سے ابھی قریش کے خون کے قطرات گر رہے ہیں۔

حضور نے فرمایا کہ اے انصار کیا تم دنیا کے مال ناپایدار کے لیے مجھ سے ناخوش ہو گئے ہو۔ مال تو میں نے صرف اُن لوگوں کو دیا ہے جو ابھی مسلمان ہوئے ہیں جن کے دنوں میں ابھی اسلام کی محبت نہیں ہے۔ اس سے میری غرض تالیف قلوب تھی۔ تاکہ وہ اسلام کی طرف

توجہ کریں۔ دشمنی سے باز آئیں۔ خدا کے دین کی حمایت کریں۔ آئے انصار کیا تم کو یہ بات پسند نہ آئی کہ لوگوں کو ادنیٰ اور بکریاں دیکر اسلام کی طرف راغب کرنے کی کوشش کی اور تمہارے اسلام اور ایمان پر اعتماد کیا۔ کیا تم کو یہ پسند نہیں ہے کہ وہ لوگ مال اور ادنیٰ سے جائیں اور تم لوگ اپنے ساتھ رسول اللہ کو لے جاؤ۔ خدا کی قسم کوئی کسی راستہ میں جائے میرا راستہ انصاف کا راستہ ہے۔ ہم ہر حال میں تمہارے ساتھ ہیں۔ میری موت و حیات تمہارے ساتھ ہے۔ آئے معشر انصار تم آج مجھ سے ناراض ہو گئے۔ کیا ہم نے تم کو گمراہ نہیں پایا پھر خدا نے میرے ذریعے سے تمہاری ہدایت کی۔ کیا تم متفرق اور جدا جدا نہ تھے پھر خدا نے میرے ذریعے سے تم کو متحد کیا۔ کیا تم محتاج نہ تھے پھر خدا نے میرے ذریعے سے تم کو غنی کیا۔ جب حضور یہ فرما رہے تھے تو انصار کہتے جاتے تھے کہ بیشک خدا اور خدا کے رسول نے احسان کیا حضور نے پھر فرمایا کہ تم اس کا جواب کیوں نہیں دیتے۔ انصار نے کہا کہ یا رسول اللہ اس کا جواب کیا دوں یہ تو صحیح ہے کہ خدا اور اس کے رسول نے ہم پر احسانات کئے حضور نے فرمایا کہ تم اگر کہو تو پیچ ہو گے کہ جب تم کو سب نے جھٹلایا تو ہم نے تصدیق کی جب تم کو سب نے ذلیل کیا تو ہم نے عزت دی جب سب نے تم کو تمہارے گھر اور وطن سے نکال دیا تو ہم نے پناہ دی جب تم بالکل محتاج تھے تو ہم نے تمہاری مدد کی۔ اے انصار تم ہمارے شعار ہو اور سب لوگ شمار ہیں۔ خداوند انصار پر رحم کر۔ انصار کی اولاد پر رحم کر۔ انصار کے اولاد کی اولاد پر رحم کر۔ سارے انصار رونے لگے۔ اُن کی داڑھیاں آنسوؤں سے تر ہو گئیں۔ اور سب نے کہا کہ یا رسول اللہ ہم راضی ہیں جو تقسیم خدا اور خدا کے رسول نے پسند کی اُس پر ہم خوش ہیں۔ ایک بعد حضور تشریف لے گئے اور قوم منتشر ہو گئی۔

تنبیہ حضور نے انصار کو شعار۔ اور دوسروں کو دثار کہا شعار کیرے کی اُس تہ کو کہتے ہیں جو بدن سے ملا ہوتا ہے۔ اور دثار اوپر کی تہ کو کہتے ہیں۔

بعض روایات میں ہے کہ حضور نے کہا کہ ہم وثیقہ لکھ دیتے ہیں کہ اس کے بعد جو مال غنیمت

ملے گا وہ سب انصار کا ہوگا۔ مگر انصار نے معذرت کی اور کہا کہ یا رسول اللہ ہم دین کے کام کو دنیا کی خواہش سے ملوث کرنا نہیں چاہتے۔

مسئلہ کی حقیقت

کسی روایت میں یہ تشریح نہیں ہے کہ رسول اللہ نے مؤلفۃ القلوب کو جو اموال جوہرانہ میں عطا فرمائے وہ مجموعہ غنائم میں سے تھا۔ یا خمس میں سے۔ علماء کی رائے ایسی مختلف ہے۔ امام شافعی اور امام مالک رحمہم اللہ فرماتے ہیں کہ خمس میں سے بلکہ خمس الخمس میں سے جو حضور کا خاص حصہ تھا۔ اور بظاہر یہی قول قوی ہے اس لیے کہ حضور نے اس عطا کو وقت غانمین سے اجازت نہیں لی۔ اور یہ حضور کا قاعدہ نہ تھا کہ اموال صحابہ یا ان کے حقوق کو بغیر ان کی اجازت کے کسی کو دیدیں۔ اسی قصہ میں ہے کہ آپ کی رائے تھی کہ ہوازن کے بابا کو واپس کر دیا جائے۔ مگر گو آپ کی یہ رائے تھی آپ نے صحابہ سے صرف سفارش کی نہ خود ان کے حصہ کو واپس کیا۔ نہ ان کو حکم دیا کہ واپس کر دو۔ سفارش کے بعد بھی جن لوگوں نے واپس کرنے سے انکار کیا۔ ان سے بدلہ دینے کا آپ نے وعدہ کیا۔

خمس خدا کا مال ہے اور اس میں رسول اللہ کو تصرف کا کامل اختیار ہے۔ وہ ایسے ہی مصالح کے لیے جدا کیا گیا ہے۔ اس سے بہتر مصرف اس کے خرچ کا اور کیا ہوگا کہ سرداران قریش اور رؤسا قبائل جن کی خوشی و ناخوشی پر قبائل کی خوشی و ناخوشی کا مدار تھا۔ ان کو ساکت کیا جائے جن کی دشمنی اور عداوت سے اب تک مسلمانوں کو بڑے بڑے صدمات پہنچ چکے تھے ان کی دشمنی کو روکا جائے۔ اسلام کی اشاعت کے راہ میں جو لوگ سدا رہے ہوئے تھے ان کو ہٹایا جائے اور اس عطا و بخشش کی وجہ سے بلاشبہ یہ تمام فوائد حاصل ہوئے بعض تو ان میں سے مسلمان ہو گئے بعض نے اقرار کیا کہ اس کے قبل ہماری نظر میں رسول اللہ سے زیادہ کوئی بڑا نہ تھا۔ اور اس کے بعد میری نظر میں رسول اللہ

سے زیادہ کوئی محبوب نہ رہا۔

اس سے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ انصار کا اعتراض یہ نہ تھا کہ میرا حق دوسرے کو دیدیا گیا۔ بلکہ اعتراض کا منشا یہ تھا کہ حق کے علاوہ انعام و اکرام کے مستحق بھی ہم تھے۔ قریش نہ تھے نہ سرداران قبیلہ جن کی عداوتیں بھی اب تک سرد نہ ہوئی تھیں۔ لیکن یہ غلط فہمی تھی۔ یہ تمام مال سب کا سب انصار کو دیدیا جاتا تو خود ان کے لئے اور اسلام کے لئے اتنا مفید نہوتا جتنا مؤلفہ القلوب کے دینے سے ہوا۔ مؤلفہ القلوب کے دینے میں جو حکم غامضہ اور مصلح عظیم پوشیدہ تھے اس کے فواید اس کے بعد ہی ظاہر ہو گئے۔

اس کو یہ سمجھنا کہ حضور نے اپنی قوم کا خیال کیا سخت نادانی ہے۔ اپنے اپنے اہل بیت میں سے کسی کو کچھ نہیں دیا۔ ان مہاجرین کو کچھ نہیں دیا جو آپ کی محبت اور اسلام کی صداقت کے لئے اپنا گھر۔ اپنا وطن۔ اور اپنے اقربا کو چھوڑ کر آپ کے ساتھ تھے۔ اور اسلام کے لئے شروع سے اب تک سخت سے سخت مصیبتیں برداشت کر چکے تھے۔ یہ بھی قریش ہی تھے مگر معلوم تھا کہ مخرقات دنیاوی کی وجہ سے ان کی صداقت ایمانی میں کوئی تزلزل واقع نہیں ہو سکتا۔ مومنین صادقین کو مالی ترغیب کی کوئی ضرورت نہ تھی مہاجر ہوں یا انصار اہل بیت ہوں یا غیر اہل بیت۔ مالی ترغیب کی انہیں کے لئے ضرورت تھی جن کے نزدیک اب تک سب کچھ مال ہی تھا۔

میں نے یہ سب کچھ اس بنا پر لکھا ہے کہ حضور نے مؤلفہ القلوب کو جو کچھ دیا وہ جس میں کو دیا مگر سوال یہ رہ جاتا ہے کہ ایسے موقع پر حضور کل مال میں سے بھی صرف کر سکتے تھے یا نہیں جو اب ظاہر ہے کہ تمام اموال میں حکم خداوندی نافذ ہے اور آپ جو کچھ کرتے تھے وہ حکم خداوندی جس خدا نے مال غنیمت کو مسلمانوں کے لئے جائز کیا وہ آپ کو کسی خاص مصرف میں صرف کرنے کا اختیار بھی دے سکتا ہے اور نہ وہ عدل کے خلاف ہو گا نہ مصلحت کے۔ مکہ کے غنائم سے حضور نے سب کو روک دیا وہ عین عدل تھا اور ارضی مکہ کو خدا نے حرم بنا دیا

وہی عدل تھا۔ ایک روز حرم میں خوزیزی جائز کر دی یہی عدل تھا۔ پھر اس کو علیٰ حالہ حرم کر دیا یہی عدل تھا۔ عدل تو وہی جو خدا اور خدا کے رسول کے حکم کے مطابق ہو یہ عدل نہیں ہے کہ مصالح عامہ پر احباب اور اشخاص کے فوائد کو ترجیح دیجائے۔

حضور کے افعال پر تو وہی شخص اعتراض کر سکتا ہے جو خدا اور رسول سے واقف نہیں ہے۔ لیکن سوال یہ ہے کہ اگر ایسی ضرورت پیش آجائے تو امام اور امیر اسلام بھی ایسا کر سکتا ہے یا نہیں۔ خمس میں تو بالکل ظاہر ہے اس کو تو بلا تامل مصالح عامہ پر صرف کر سکتا ہے لیکن غیر خمس میں بھی اگر ضرورت شدید داعی ہو تو اس کو بھی کیا جاسکتا ہے۔ مصالح عامہ اسلامی بہر حال فوائد شخصیت پر مقدم ہیں۔ اور عدل کے خلاف نہیں بلکہ عین عدل ہے لیکن تقسیم کے قبل یا اموال کو دارالاسلام میں لانے سے پہلے تقسیم کے بعد نہیں واللہ اعلم

عمرہ جعرانہ

ابن اثیر جعرانہ میں دو نعت لکھتے ہیں۔ بکسر جیم و سکون عین۔ اور بکسر جیم و عین و تشدید راء۔ کہ سے ایک مرحلہ پر یہ ایک مقام ہے۔ یہ جل میں ہے اور یہی میقات ہے طائف کی طرف سے آنے والے ہیں احرام باندھتے ہیں۔ معلوم ہو چکا ہے کہ حضور نے صواذن کی غنیمت کو یہیں تقسیم کیا۔ اور موکفۃ القلوب کو اسی مقام پر بڑے بڑے عطایا عنایت فرمائے۔ ابن اسحاق لکھتے ہیں کہ تقسیم کے بعد فی میں جو کچھ پنج رہا تھا حضور نے حکم دیا کہ اس کو مجتہدے چلو جو مرآۃ النہران کے قریب ہے۔ اور خود حضور نے عمرہ کی نیت کی احرام باندھا اور مکہ تشریف لے گئے۔ عمرہ ادا کیا پھر مدینہ روانہ ہو گئے۔

مولانا شاہ عبدالحق صاحب لکھتے ہیں کہ عشا کی نماز جعرانہ میں پڑھ کر آپ روانہ ہوئے اور صبح کی نماز مکہ میں پڑھی۔ رات کے وقت یہ سفر طے ہوا۔ ابن اسحاق لکھتے ہیں کہ یہ عمرہ

لے مجتہد بعض بکسریم کہتے ہیں اور اکثر شیخ یہاں بازار لگا کر تا تھا ہجرت کے پہلے اس کا ذکر آچکا ہے ۱۲۱۸ھ

آپ نے ذیقعد میں کیا۔ اور مکہ میں عتاب بن اسید کو خلیفہ مقرر کیا۔ اُن کے لئے ایک درم روزانہ خرچ مقرر کیا۔ حضرت معاذ بن جبل کو مکہ میں رہنے دیا تاکہ لوگوں کو دین کی باتیں تعلیم کریں۔ اس کے بعد مکہ سے روانہ ہوئے۔ مگر الظہران سے فی کے اموال کو لیتے ہوئے مدینہ آئے۔ ابن اسحاق کہتے ہیں کہ ذیقعدہ ہی میں یا ابتداء ذی الحجہ میں مدینہ پہنچے اور ابن ہشام کہتے ہیں کہ جب آپ مدینہ پہنچے تو ذیقعدہ میں چھ دن باقی تھا واللہ اعلم

اس سال یعنی شہر ہجری میں کفار نے حسب معمول اپنے طریقہ سے حج ادا کیا۔ اور مسلمانوں نے عتاب ابن اسید کے ساتھ حج ادا کیا۔ یہ امر مشتبہ ہے کہ حضور نے عتاب ابن اسید کو امیر الحج بھی مقرر کیا تھا یا نہیں۔ ابھی اہل طائف یعنی ثقیف اپنے کفر پر تھے۔ اور اس کے بعد رمضان کے مہینہ تک وہ اسلام کے مخالف رہے جیسا کہ آگے معلوم ہوگا۔

غزوہ طائف کے تاریخ کی تعیین پہلے لکھ چکا ہوں کہ فتح مکہ کے لئے حضور دن رمضان کو مدینہ سے روانہ ہوئے یہی قول اکثر کا ہے۔ لیکن

امام احمد صاحب نے مسند میں شہاد بن ادس سے ایک روایت لکھی ہے کہ وہ فتح مکہ کے زمانہ میں ۱۰۔ رمضان کو رسول اللہ کے ساتھ بقیع کی طرف گئے تو ایک شخص قصدے رہا تھا حضور نے فرمایا کہ قصد کرنے والا۔ اور قصد لینے والا دونوں کا روزہ ٹوٹ گیا۔ ابن قیم لکھتے ہیں کہ یہ روایت سنداً علی شرط مسلم صحیح ہے اور اُن روایتوں سے بہتر جو جس میں ہے کہ حضور دن رمضان کو روانہ ہو گئے تھے حالانکہ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور ۱۰۔ رمضان تک مدینہ میں تھے اسکے بعد دن روز راتہ میں صرف ہوا اور ۲۰۔ رمضان کو مکہ فتح ہوا لیکن مسند کی روایت کے مطابق ۲۹ یا ۳۰۔ رمضان فتح کی تاریخ ہونی چاہئے۔ فتح مکہ کے بعد حضرت عباسؓ کی روایت کے مطابق جو بخاری میں ہے آپ نے ۱۹ یا ۲۰ دنوں کے روزہ میں قیام فرمایا یعنی ۹۔ شوال تک اور مسند کی روایت کے مطابق تقریباً اٹھارہ شوال تک۔ پھر غزوہ حنین و اوطاس میں اور اس کے بعد طائف تک جانے میں تقریباً آٹھ یا دس روز صرف ہوا لہذا بہر صورت

طائف کا غزوہ شوال میں شروع ہو گیا تھا۔ گو مسند کی روایت کے موافق شوال کا صرف دو تین روز باقی تھا لیکن ہر روایت کی بنا پر یہ غزوہ ذیقعدہ میں بھی ضرور جاری رہا۔

طائف کا محاصرہ ابن اسحاق کی روایت کے موافق بیس دن سے زیادہ رہا۔ ابن سعد کی روایت کے موافق اٹھارہ دن۔ اور کحول کی روایت کے موافق چالیس دن۔ اور طائف سے لوٹنے کے بعد آپ نے جعرانہ میں غنیمت تقسیم کیا اس کے بعد عمرہ جعرانہ ادا فرمایا۔ یہ متفق علیہ ہے کہ عمرہ جعرانہ ذیقعدہ میں ہوا۔ اب اگر مسند کی روایت کو مدینہ سے روانگی کی تاریخ میں راجع قرار دیا جائے۔ اور کحول کی روایت کو محاصرہ طائف کے باب میں تو عمرہ جعرانہ ذیقعدہ میں ناممکن ہے۔ اس لیے ان میں سے ایک روایت تو یقیناً صحیح نہیں ہو سکتی واللہ اعلم

اس توضیح سے یہ بات معلوم ہو گئی۔ کہ غزوہ طائف سے اس بات پر استدلال کرنا کہ شہر حرام میں غزوہ جائز ہے یہ صحیح نہیں ہوتا۔ اس لیے کہ غزوہ طائف شوال میں شروع ہو گیا تھا۔ اور اختلاف اس میں ہے کہ شہر حرام میں غزوہ شروع کرنا درست ہے یا نہیں شروع پہلے ہو تو شہر حرام میں جاری رکھنا با اتفاق درست ہے۔

عالمین صدقہ کا تقرر

ابن قیم لکھتے ہیں کہ حضور جب طائف سے مدینہ واپس آئے اور سترہ شروع ہوا تو اعراب سے صدقات وصول کرنے کے لیے آپ نے آدمی بھیجے۔ ابن سعد کہتے ہیں کہ محرم سترہ کا ہلال دیکھا گیا تو آپ نے قبائل میں عالمین صدقہ کو روانہ فرمایا۔ عیینہ بن حصن کو بنی تمیم کی طرف بھیجا۔ یزید بن اوس کو اسلم اور غفار کی طرف۔ عباد بن بشر الاشہلی کو سلیم اور مرزہ کی طرف۔ رافع بن مکیث کو جہینہ کی طرف۔ عمرو بن العاص کو بنی فزارہ کی طرف۔ ضحاک

بن سفيان کلابی بڑے فوج سے سو سو اور دیکھنے مقابل شمار ہوتے تھے ابن حجر کہتے ہیں کہ ضحاک ابن سفيان ایک سلمی ہیں ایک کلابی مگر میرا گمان ہے کہ یہ دونوں ایک ہی ہیں واللہ اعلم ۱۲ منہ

ابن سیفان کو بنی کلاب کی طرف - بشر بن سیفان کو بنی کعب کی طرف - ابن اللبیتہ الازدی کو بنی ذبیان کی طرف حضور نے سب سے تاکید کر دی تھی کہ لوگوں کے بہترین اور مرغوب اموال صدقہ میں نہ لئے جائیں چنانچہ جب ابن اللبیتہ واپس آئے تو ان سے اس بارہ میں محاسبہ کیا گیا۔ ابن اسحاق کہتے ہیں کہ حضور نے مہاجر ابن ابی امیہ کو صنعا بھیجا۔ زیاد ابن لبید انصاری کو حضرموت - عدی بن حاتم کو قبیلہ طی اور بنی اسد کی طرف - مالک ابن نویرہ کو بنی حنظلہ کی طرف - بنی سعد کے صدقات کو دوحہ کیا زبرقان بن بدر کو ایک طرف بھیجا۔ اور قیس بن عاصم کو دوسری طرف - عمار بن الحضرئی کو بحرین - اور حضرت علی کو یحزان تاکہ صدقہ جمع کریں اور جزیرہ وصول کریں۔ یہ سب حضور کے امار اور عاملین ہیں۔

۱۷ مفتی میں ہے اللبیتہ بضم لام و فتح مثناہ فوق و کسر موحده و شدۃ یا رقتہ و قیل بفتح لام و ہو سکون و قیۃ و فتحہا لیکن امام نووی کہتے ہیں کہ اللبیتہ بضم لام و سکون تا ہے اور بعضوں نے کہا ہے بفتح لام و تا و خطا و اور بعضوں نے کہا ہے کہ مسلم کی روایت میں دونوں کو فتح ہے یہ بھی خطا ہے یہ نسبت ہے بنی ثلب مشہور قبیلہ کی جانب۔ ابن اللبیتہ کا نام عبد اللہ ہے ۱۲ منہ

۱۸ مالک بن نویرہ تمیمی پر بوعی ایام جاہلیت میں بہت معزز تھے مسلمان ہوئے اور حضور نے ان کو بنی حنظلہ کے صدقات پر مقرر کیا حضور کے بعد جب ارتداد کا زور ہوا تو انہوں نے صدقات روک دیا اور سجاج نے نبوۃ کا دعویٰ کیا تھا اس سے مصالحت کر لی تھی لیکن ارتداد کی کوئی بات ظاہر نہیں کی نازیہ لوگ برابر پڑھتے رہے اور اذان ہوتی رہی حضرت خالد بنی اسد اور علفان کی جنگ سے فارغ ہوئے تو مالک ابن نویرہ کی طرف متوجہ ہوئے مالک نے ظاہر کر دیا کہ ہم مسلمان ہیں اور پابند شریعت اسلام ہیں مگر حضرت خالد کے حکم سے حضرت ضرار ابن الازور اسدی نے ان کو قتل کر دیا۔ اور مالک کی عورت پر خالد نے قبضہ کیا یہ خبر جب مدینہ پہنچی تو حضرت عمر حضرت خالد سے بہت برا فرختہ ہوئے اور بہت تشدد کیا مگر حضرت صدیق نے حضرت خالد کے ساتھ سختی مناسب نہ سمجھی بعض لکھتے ہیں کہ مالک مرتد ہو گئے تھے مگر یہ غلط ہے۔ باتفاق وہ صحابی ہیں۔ اگر وہ مرتد مقتول ہوتے تو صحابہ میں کیسے شمار ہوتے اور خالد کے خلاف حضرت عمر تشدد کیوں کر دے دے

سریہ عیینہ بن الحسن و وفد بنی تمیم

ابن قیم کہتے ہیں کہ محرم ۹۳ھ میں حضور نے عیینہ بن حسن فزاری کو پچاس سواروں کے ساتھ بنی تمیم سے غزوہ کے لیے بھیجا۔ اُس میں مہاجر و انصار کا کوئی شخص نہ تھا۔ ان لوگوں نے بنی تمیم پر اُن کے صحرا میں حملہ کیا۔ وہ بھاگ گئے یہ لوگ گیارہ مرد۔ ایکس عورت اور تین لڑکے کو گرفتار کر کے مدینہ لائے۔ اور رملہ بنت الحارث کے مکان میں سب کو رکھا۔

اس کے بعد بنی تمیم کا وفد حضور کی خدمت میں آیا۔ اس میں اُن کے چند رؤسا بھی تھے عطار بن حاجب۔ زبرقان بن بدر قیس بن عاصم۔ اقرع بن حابس قیس بن الحارث۔ نعیم بن سعد عمرو بن الہثم۔ رباح بن الحارث ابن اسحاق لکھتے ہیں کہ اور حجاب بن یزید ابن شام لکھتے ہیں مختار بن یزید جن کا حضور نے حضرت معاویہ سے مواخات کرایا تھا۔ اور بھیجے اُن کے انتقال کے بعد اُن کے اموال پر معاویہ نے اُسی مواخات کی بنا پر قبضہ کیا۔ ابن اثیر اور ابن حجر نے بھی ان کا نام مختات ہی لکھا ہے بضم حائے مہملہ و تخفیف ثنا فوقہ۔

ابن اسحاق نے یہاں سریہ کا تذکرہ نہیں لکھا۔ بلکہ وہ کہتے ہیں کہ عیینہ بن الحسن الفزاری بھی اس وفد کے ساتھ مدینہ آئے تھے۔ عیینہ بن الحسن اور اقرع بن حابس فتح مکہ۔ اور غزوہ ٔحنین و طایف میں رسول اللہ کے ساتھ تھے۔ اب پھر بنی تمیم کے وفد کے ساتھ مدینہ آئے و ابشدا علم۔

یہ لوگ اعرابی تھے۔ آداب رسالت سے واقف نہ تھے۔ بخروں کے باہر سے پکارنے لگے کہ اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نکلو۔ جلد آؤ۔ اس بے عقلی سے پکارنا اور آواز دینا خدا کو ناپسند ہوا۔ اس طرح پکارنے کے امتناع میں آیت کلام اللہ نازل ہوئی۔ بہر کیف حضور نکلے اور اُسی وقت حضرت بلالؓ نے ظہر کی اذان دی۔ حضور مسجد تشریف لے گئے۔ ظہر کی نماز پڑھی۔ اسکے بعد محن مسجد میں بیٹھے۔ ان سب نے کہا کہ ہم مفاخرت کے لیے آئے ہیں ہمارے شاعر اور خطیب

کو اجازت دیجئے۔ حضورؐ نے اجازت دی۔ پہلے عطار دین صاحبؒ نے خطبہ پڑھا اور اس میں کہا
 خدا کے لئے حمد ہے جس نے ہم میں لوگ بنائے جن کو ہم سب پر فضیلت
 حاصل ہے۔ اور جس نے ہم لوگوں کو بڑی دولت دی جس کو ہم نیک
 کام میں صرف کرتے ہیں۔ ہم لوگوں کو سارے مشرق میں سب سے بڑا دست
 بنایا۔ ہماری تعداد بہت زیادہ کی۔ ہمارے لئے سامان حرب مہیا کرنا
 آسان کر دیا۔ تو سارے انسان میں ہمارا مثل کون ہے۔ کیا ہم تمام
 انسان سے بالا نہیں ہیں۔ کیا ہم سب سے فضل میں برتر نہیں ہیں۔ اگر
 کوئی ہمارے فخر میں مقابلہ کرنا چاہے تو بتائے کہ کیا یہ باتیں ایسی
 ہیں۔ اگر ہم چاہیں تو اپنی مفاخرت میں طویل تقریر کر سکتے ہیں لیکن
 ہمیں شرم معلوم ہوتی ہے کہ خود ثنائی کریں۔ جو کچھ کہا وہ بھی اس لئے
 کہ اگر کوئی لا سکتا ہے تو اس کے مثل یا اس سے بہتر کوئی بات اپنی
 فضیلت کی پیش کرے۔ اتنا کہہ کر وہ بیٹھ گیا

۱۔ ابن حجر نے بعض محدثین سے نقل کیا ہے کہ جس جماعت نے حجروں کے باہر سے آواز دی جس کے متعلق آیت
 نازل ہوئی اُس میں عطار دین حابسؒ تھے اور بنی تیم کا جو وفد آیا اُس میں عطار دین صاحبؒ تھے گویا یہ دو
 واقعہ ہے جیسا ابن اسحاق کے بیان سے بھی معلوم ہوتا ہے مگر صحابہ میں عطار دین حابس کا ذکر صرف ابن لُحون
 نے کیا اور عطار دین صاحب کا ذکر بخاری میں بھی ہے کہ یہ ریشمی حلقہ پہرے ہوئے تھے جو اُن کو کسری نے دیا
 تھا۔ اور جس کو دیکھ کر صحابہ کو تعجب ہوا تھا۔ صحابہ نے حضورؐ سے خواہش ظاہر کی تو آپؐ نے فرمایا کہ ریشم دنیا
 میں وہ پہرتا ہے جس کا آخرت میں کوئی حصہ نہ ہو اور طبرانی وغیرہ میں بھی اُس حلقہ کا قصہ آیا ہے۔ آپؐ نے
 فرمایا کہ سعد بن معاذؓ کی منہیل اس سے اچھی ہے عطار دین صاحبؒ اس وفد کے ساتھ مسلمان ہوئے پھر
 بنی تیم میں سجاح نے جب نبوت کا دعویٰ کیا تو یہ اُس کے ساتھ ہو گئے اس کے بعد پھر تائب ہوئے اور
 صادق مسلمان رہے ۱۲ منہ

اس کے بعد رسول اللہ کے کہنے پر حضرت ثابت بن قیس بن شماسؓ انصاری کھڑے ہوئے اور فرمایا۔

ساری تعریف خدا ہی کے لئے سزاوار ہے جس نے آسمان و زمین پیدا کیا اور اس میں اپنا حکم نافذ فرمایا۔ اس کا علم آسمان زمین اور کل چیزوں کو محیط تھا جبکہ ان چیزوں کا قطعاً کوئی وجود نہ تھا۔ جو کچھ ہوا اسی کے فضل سے ہوا اور صرف اسی کے فضل سے۔ یہ اسی کا فضل ہے کہ اس نے ہم میں حکومت دی۔ اپنے تمام مخلوق میں سے بہترین شخص کو اپنا رسول بنایا جو سب میں سب سے اکرم ہے۔ بات میں سب سے سچا ہے جس میں سب سے افضل ہے۔ پھر خدا نے اُن پر اپنی کتاب نازل فرمائی۔ اور اپنی ساری مخلوق پر اُن کو ایمان بنایا۔ اور وہی خدا کے نزدیک ساری مخلوقات سے افضل ہیں پھر انہوں نے تمام انسان کو خدا پر ایمان لانے کی دعوت دی جسکے پہلے اُن کے مہاجرین اُن پر ایمان لائے جو سب میں بہتر حسب ہیں افضل و بزرگ ہیں جن کی صورتیں اچھی اور جن کے اعمال افضل ہیں اور نبی کی دعوت کو قبول کرنے میں بھی وہی سب سے مقدم ہیں۔ اور ہلوگ اللہ کے انصار اور رسول اللہ کے وزراء ہیں۔ ہم لوگوں سے اُس وقت تک مقابلہ کرتے ہیں جب تک لوگ ایمان نہ لے آئیں لیکن جب کوئی اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لائے تو پھر اس کا مال

۱۵ حضرت ثابت بن قیس بن شماسؓ خزرجی تھے اور انصار کے خطیب تھے اُن کی نسبت رسول اللہ نے فرمایا ہے نعم الرجل ثابت بن قیس بتردنی میں مرد عامردی ہوا حدیث کی اصل مسلم میں ہے اُن کے اور قہقے بخاری و مسلم میں ہیں ۱۲ منہ

اور اُس کا خون سب محفوظ ہو جاتا ہے۔ اور جو اس سے رُکا ہم ہمیشہ

اُس سے خدا کے لئے جہاد کریں گے۔ اور ایسوں کا قتل کر دینا ہمارے

لئے بالکل آسان ہے۔ یہ ہے جو کچھ ہمیں کہنا تھا۔ اور خدائے بزرگ و

برتر سے دعا کرتا ہوں کہ تمام مومنین و مومنات کی مغفرت کرے اسلام علیکم

جب ثابت بن قیس خطبہ سے فارغ ہو کر بیٹھے تو بنو تمیم کا شاعر زبرقان بن بدر کھڑا ہوا اور اپنی

قومی مفادات کا قصیدہ پڑھا۔ اُس کے جواب کے لئے حضرت حسان بن ثابت کھڑے ہوئے

اور فی البدیہہ ایک زبردست قصیدہ جواب میں پڑھا۔

ابن قیم لکھتے ہیں کہ اقرع بن حابس نے کہا کہ رسول اللہ کا خطیب میرے خطیب سے اچھا

ہے۔ اُن کا شاعر میرے شاعر سے بہتر ہے۔ اُن کی آوازیں ہماری آوازوں سے افضل ہیں

پھر سب مسلمان ہو گئے اور رسول اللہ نے اُن کے ساتھ بہت اچھا سلوک کیا۔

ابن اسحاق نے دوسری جگہ اس کے بہت بعد عیینہ بن حصن کے سر یہ کا علیحدہ ذکر کیا ہے

کہ اُن کو رسول اللہ نے تمیم کی ایک جماعت بنی العنبر کی طرف بھیجا تھا۔ اور وہ وہاں سے مرد و

عورت قیدی لائے تھے۔ اس لئے تمیم کا ایک وفد حضور کی خدمت میں آیا۔ اور حضور قیدیوں

کے متعلق اُن لوگوں نے گفتگو کی۔ آپ نے بعض قیدیوں کو چھوڑ دیا بعض کا فدیہ لیا۔ مگر لکھتے ہیں

کہ اس وفد میں حسب ذیل اشخاص تھے۔

ربیعہ بن رقیع۔ بسرہ بن عمرو۔ قحطاع بن معبد۔ وردان بن محرز۔ قیس بن عاصم۔ مالک

ابن عمرو۔ اقرع بن حابس۔ قراس بن حابس۔

بظاہر یہ دونوں ایک ہی وفد کا حصہ ہے واللہ اعلم

لے زبرقان کے معنی قرہ ہیں اُن کے حُسن کی وجہ سے اُن کو زبرقان کہتے ہیں یہ ارتداد کے ایام میں ثابت

رہے اور قبائل نے جب صدقات روک دیا تھا تو انہوں حضرت صدیق کو صدقہ ادا کیا ۱۲ من

سر یہ قطبہ بن عامرؓ الیٰ خشم | ابن سعد کہتے ہیں کہ حضورؐ نے قطبہ بن عامرؓ کو بیس آدمیوں کے ساتھ دتل اونت پر خشم کے ایک قبیلہ کی طرف بھیجا جو

تبالہ کے ایک طرف رہتے تھے۔ اُن لوگوں نے دماں ایک شخص کو پکڑا اور اُس سے کچھ باتیں دریافت کیں وہ پہلے گونگان گیا۔ مگر ٹھوڑی دیر کے بعد لوگوں کو پکار کر متنبہ کرنے لگا اور ڈرانے لگا۔ ان لوگوں نے اس کو قتل کر دیا۔ اور ٹھہرے رہے۔ جب دماں کے لوگ سو گئے تو انہوں نے حملہ کر دیا۔ بڑی لڑائی ہوئی۔ فریقین کے لوگ زخمی ہوئے اور خود قطبہ بن عامرؓ خیمہ ہو گئے۔ بقیہ آدمی اُن کی عورتیں۔ اونت اور بکریاں لیکر مدینہ آئے۔ ابن قیم کہتے ہیں کہ قطبہ بن عامر بن حدید کا غزوہ صفر ۳۳ھ میں ہوا۔

اور کہتے ہیں کہ اس غزوہ میں بھی یہ واقعہ مروی ہے کہ جب سلمان جانور اور قیدی عورتوں کو لیکر چلے تو خشم کے لوگوں نے تعاقب کیا۔ مگر اسی وقت پنج میں سیلاب عظیم حائل ہو گیا۔ جس کو وہ عبور نہ کر سکے اور دیکھتے رہے۔ یہ لوگ سب کچھ لیکر مدینہ چلے آئے۔

سر یہ ضحاکؓ بن سفیانؓ کلابی | پھر زبیرؓ الاولؓ ۳۴ھ میں حضورؐ نے ایک فوج بنی کلاب کی طرف بھیجی اور اُس پر ضحاک بن سفیانؓ بن عوفؓ کو امیر کیا۔ اور انہیں کے ساتھ اُمّیہ بن سلمہؓ بھی تھے۔ رَجْم میں جنگ ہوئی اور

۱۴۰ھ تبالہ۔ بلغ شہادہ فوقہ و تحیف ہائے موحہ میں کا ایک تہرے کذا فی النہایہ ۱۲ منہ
۱۴۱ھ یہ ابن قیم نے ابن سعد سے نقل کیا ہے لیکن ابن حجر کہتے ہیں کہ ابن عامر کہتے ہیں کہ قطبہ بن عامر کا حضرت عمرؓ کے زمانہ میں انتقال ہوا اور ابن حبان کہتے ہیں کہ حضرت عثمانؓ کے خلافت میں ان کا انتقال ہوا واللہ اعلم
۱۴۲ھ عاتلین صدقہ میں ان کا ذکر ہوا ہے ۱۲ منہ

۱۴۳ھ اُمّیہ بن سلمہؓ دو صحابی ہیں ایک سلمیٰ ہیں اور ایک کلابی اُمّیہ سلمیٰ کے والد سلمہ سلمان ہو گئے اور اُمّیہ کلابی کا یہ تعلق ہے بعض علماء کو ان دو میں دھوکا ہوا ہے ۱۲ منہ

۱۴۴ھ ابن اثیر نہایہ میں لکھتے ہیں رَجْم لا وہ بضم زائے معجہ و تشدید جیم نجد میں ایک جگہ ہے جہاں رسول اللہؐ نے ضحاک بن سفیانؓ کو بھیجا تھا ۱۲ منہ

کفار کو ہزیمت ہوئی۔ وہاں پر ایک گواہ ہے اس پر اصفیٰ بن سلمہ کو ان کے باپ سلمہ طے اور سلمہ اپنے گھوڑے پر تھے۔ اصفیٰ بن سلمہ کو اسلام کی دعوت دی اور امان دیا۔ مگر سلمہ نے اصفیٰ کو اور ان کے دین کو گالی دیا۔ اصفیٰ بن سلمہ کے گھوڑے کو تلوار ماری جس سے وہ گھوڑا گر گیا۔ اور خود سلمہ نیزے کے بل پانی میں گرا۔ یہ روکے رہے حتیٰ کہ ایک شخص نے آکر اس کو قتل کر دیا خود اصفیٰ بن سلمہ اپنے باپ کو قتل نہیں کیا۔

سر یہ علقمہ بن مجزز بن الحارث بن اخیوتہ | خبر ملی کہ جدہ میں کچھ چٹائی آئے ہیں حضور نے ربیع الآخر

۹۰ھ میں علقمہ بن مجزز المدنی کو تین سو آدمیوں کے ساتھ وہاں بھیجا۔ یہ گئے تو وہ سب بھاگ گئے۔ یہ لوگ بعض جزیرہ تک گئے۔ مگر وہ سمندر میں لاپتہ ہو گئے۔ یہ لوگ لوٹے مگر فوج کے کچھ آدمی نے اپنے اہل کی طرف جانے میں جلدی کی اور ان میں عبداللہ بن حذافہ آہمی بھی تھے۔ راستہ میں بعض مقام پر علقمہ بن مجزز نے آگ جلوائی اور عجلت کر نیا لوں سے کہا کہ تم لوگ آگ میں داخل ہو جاؤ جب کچھ لوگ آگ میں جانے کے لئے مستعد معلوم ہوئے تو علقمہ نے کہا ٹھہرو ہم نے تو مذاق سے کہا تھا۔ جب یہ لوگ مدینہ آئے اور رسول اللہ کو خبر دی گئی تو آپ نے فرمایا کہ کوئی معصیت کا حکم دے تو نہ مانو۔

مولانا شاہ عبدالحی صاحب لکھتے ہیں کہ یہ قصہ اس طرح مواہب لدنیہ میں حاکم اور ابن ماجہ سے منقول ہے حضرت ابی سعید خدریؓ کی یہ روایت ہے ابن خزیمہ اور ابن حبان نے اس کو صحیح کہا ہے۔ آور صحیحین میں حضرت علیؓ کے مروی کہ حضور نے ایک سریہ میں ایک انصاری کو امیر بنایا اور اس میں اسی قسم کے واقعہ کا ذکر کیا ہے۔ اور حضرت ابن عباسؓ سے مسند امام احمد میں ایک روایت ہے کہ آیۃ شریفہ اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول واولی الامر منکم عبداللہ ابن حذافہ ابن قیس بن عدی کے باب میں نازل ہوئی ہے ان کو رسول اللہ نے ایک سریہ میں بھیجا تھا۔

۹۰ھ علقمہ بن مجزز ابن اشیر اور ابن حجر لکھتے ہیں مجزز بضم میم و دوز اسے مجہد پہلا مکسور ثقیلہ ۱۱۰ھ

میں نے عمرۃ القضاۃ سے پہلے عبداللہ بن حذافہ کے سر یہ کا تذکرہ کیا ہے۔ نہ معلوم یہ
 اسی واقعہ کا حال ہے جو صحیح حدیث میں محفوظ ہے۔ یاد دوبارہ ہو اور اللہ اعلم
 سر یہ علی بن ابی طالب لے لے | اسی سال حضور نے حضرت علیؑ کو بھیجا کہ وہ قبیلہ طی کے
 بتخانہ کو گرا دیں۔ اُن کے ساتھ ایک سو پچاس آدمی

ایک سو پچاس گھوڑے پر تھے۔ اور اُن کے ساتھ تیاہ رایہ۔ اور سفید لوار تھا۔ یہ لوگ جب
 قُلُس میں پہنچے اقلس بضم قاف و سکون لام قبیلہ طی کا بڑا بتخانہ تھا، تو فجر کے وقت حملہ کیا اور
 بتخانہ کو گرا دیا۔ پھر عورتیں۔ اونٹ۔ بکریاں اُن کی گرفتار کر لیں۔ قیدی عورتوں میں مشہور
 حاتم طائی کی لڑکی اور عدی بن حاتم کی بہن بھی تھیں۔ خود عدی بن حاتم بھاگ کر شام چلے گئے
 ان کے سلاح خانہ میں تین تلواریں اور تین درعین ملیں۔

ابن اسحاق نے خود عدی بن حاتم سے مفصل واقعہ نقل کیا ہے۔ اُس کا مختص یہ ہے کہ
 عدی بن حاتم کہتے ہیں کہ میں رسول اللہ سے بڑا متفر تھا۔ میں نصرانی تھا۔ بادشاہ تھا۔
 سمجھتا تھا کہ میرا دین حق ہے اور قوم کا رئیس ہوں جب رسول اللہ کے فتوحات کی شہرت ہوئی تو
 مجھے سخت اندیشہ ہوا۔ میں نے اپنے خادم سے کہہ دیا تھا کہ اگر اسلامی فوج کا رخ اس طرف
 ہو تو مجھے خبر دیجیو۔ اُس نے ایک روز آکر کہا کہ جو کچھ کرنا چاہتے ہو کرو محمد صلی اللہ علیہ وسلم
 کی فوج آگئی۔ میں نے خود علم دیکھا ہے۔ میں نے اونٹ منگوا یا۔ اور اپنے اہل و عیال کو لیکر
 شام چلا آیا۔ کیونکہ شام کے لوگ نصرانی اور میرے ہم مذہب تھے لیکن اپنی بہن حاتم کی
 لڑکی کو وہیں چھوڑ دیا۔ جب رسول اللہ کی فوج نے حملہ کیا۔ اور عورتوں کو قید کیا تو قیدیوں میں
 حاتم کی لڑکی بھی تھیں۔ وہ جب رسول اللہ کے سامنے پیش ہوئیں۔ تو کہا کہ یا رسول اللہ
 میرے باپ کا انتقال ہو گیا۔ میرا محافظ میں چھوڑ کر غائب ہو گیا۔ میں ضعیف ہوں۔ اور

لے امام بخاری نے لکھا ہر دو کو جمع کر کے یہ عبداللہ بن حذافہ لہمی و علقمہ بن مجتر المدنی اس کے بعد آگ
 جلانے کا قصہ روایت کیا ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک ہی واقعہ ہے واللہ اعلم ۱۲۸

کسی خدمت کے لائق بھی نہیں ہوں مجھ پر احسان کیجئے خدا آپ پر احسان کرے گا حضور نے پوچھا کہ تمہارا محافظ کون تھا۔ کہا کہ عدی بن حاتم حضور نے اُن کو چھوڑ دیا۔ اور جانے کیلئے ادب سے بھی دیا۔ میری بہن دہاں سے میرے پاس شام آئیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بہت تعریف کی۔ کہا کہ اُنہوں نے تو وہی کیا ہے جو تمہارا باپ کرتا تھا۔ اُن کے پاس فلاں آیا اُس پر یہ احسان کیا۔ فلاں آیا اُس پر یہ عنایت فرمائی۔ تم اُن کے پاس جاؤ۔

آخر میں مدینہ آیا۔ حضور مسجد میں تھے۔ لوگوں نے کہنا شروع کیا کہ عدی بن حاتم آیا ہے اور میں بلا کسی امان یا تحریر کے چلا آیا تھا۔ خدمت میں حاضر ہو گیا۔ حضور نے اخلاق کریمانہ سے میرا ہاتھ پکڑ لیا۔ اور پہلے لوگوں سے حضور کہہ چکے تھے۔ کہ خداوند پاک جلد عدی بن حاتم کا ہاتھ میرے ہاتھ میں دے گا۔ میرے سامنے اُسی وقت ایک عورت آئی اُس کے ساتھ اُس کا لڑکا بھی تھا۔ اُس نے آکر حضور سے کہا کہ مجھ کو آپ سے ایک کام ہے۔ آپ مجھ کو چھوڑ کر اُس کے ساتھ چلے گئے اور اُس کا کام انجام دیکر پھر تشریف لائے اور پھر میرا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے لیا اور اپنے گھر آئے۔ ایک عورت تھیں اُنہوں نے گڈا ڈال دیا حضور اُس پر بیٹھے اور میں بھی سامنے بیٹھا۔ اس کے بعد فرمایا کہ اے عدی تو کس چیز سے بھاگا۔ کیا لا الہ الا اللہ کہنے سے۔ کیا خدا کے سوا اور کوئی معبود ہے۔ میں نے کہا کہ نہیں۔ تھوڑی دیر کے بعد فرمایا کہ کیا تو اللہ اکبر کہنے سے بھاگا۔ یعنی اس بات کے اقرار کرنے سے کہ اللہ سب سے بڑا ہے۔ کیا تو کسی کو خدا سے بڑا سمجھتا ہے۔ میں نے کہا کہ نہیں۔ فرمایا کہ یہود پر خدا کا غضب ہے۔ اور نصاریٰ گمراہ ہو گئے ہیں۔ میں نے کہا کہ میں مسلمان ہوں اور دین حنیف پر ہوں۔ یہ سن کر حضور کا چہرہ خوشی سے روشن ہو گیا۔

اس کے بعد حضور نے حکم دیا۔ میں ایک انصاری کے مکان میں ٹھہرا۔ اور صبح شام خدمت میں حاضر ہوتا تھا۔ ایک روز ایک جماعت آئی۔ نماز کے بعد آپ نے اُن لوگوں کو نصیحت کی اور فرمایا۔

اے لوگو خدا نے تم پر فضل کیا ہے اس سے دوسروں پر بھی احسان کرو
 اگرچہ ایک صاع ہو یا اگرچہ نصف صاع ہو۔ یا اگرچہ ایک منٹھی ہو۔ یا
 اگرچہ ایک منٹھی سے بھی کم ہو۔ یہی تم کو جہنم کی آگ سے محفوظ رکھے گا۔
 اگرچہ ایک کھجور ہو۔ یا کھجور کا ایک ٹکڑہ ہو۔ اگر یہ بھی نہ ہو تو اچھی بات
 سے احسان کرو۔ تم میں سے ہر شخص کو خدا کے سامنے جانا ہے۔ اور
 خدا بھی یہی کہے گا جو ہم کہتے ہیں۔ خدا کے سامنے جب کوئی جائے گا
 تو خدا سوال کرے گا کہ کیا میں نے تم کو مال اور اولاد نہیں دیا تھا
 بندہ کہے گا کہ ہاں دیا تھا۔ خدا پوچھے گا کہ آج کے لیے تم نے کیا
 رکھا ہے۔ وہ آگے پیچھے۔ داہنے بائیں دیکھے گا کوئی چیز نہ پاویگا
 جو اس کو اس روز جہنم کی آگ سے بچا سکے نہ کھجور کا ٹکڑہ نہ اچھی
 بات۔ پھر حضور نے فرمایا کہ اے لوگو۔ میں اس سے نہیں ڈرتا کہ تم
 فاقہ سے مر جاؤ گے۔ خدا تمہارا مددگار ہے۔ اور تم کو اتنا غنی بنا دیگا
 کہ ایک عورت شرب سے حیرہ چلی جائیگی۔ بلکہ زیادہ اور اس کو
 چوری کا بالکل خطرہ نہ رہے گا۔ عدی بن حاتم کہتے ہیں۔ کہ میں دلیں
 سوچتا تھا کہ یہ ملی کے چور کہاں چلے جائیں گے۔

کعب بن زہیرؓ پہلے لکھ چکا ہوں کہ فتح مکہ میں جن لوگوں کا خون حضورؐ نے ہدر کر دیا
 تھا اور جسے قتل کا حکم دیا ان میں کعب بن زہیرؓ شاعر کا نام بھی تھا غزوہ
 طائف اور غزوہ تبوک کے درمیان کعب بن زہیرؓ خدمت میں حاضر ہو کر مسلمان ہوئے
 ابن اسحاق لکھتے ہیں کہ جب حضورؐ طائف سے لوٹے تو بھیر بن زہیرؓ نے اپنے بھائی کعبؓ
 ابن زہیرؓ کو لکھا کہ جو شعراء رسول اللہؐ کی ہجو کرتے تھے وہ قتل کیے گئے۔ اب قریش کے
 شعراء میں سے صرف ابن الزبیری اور ہبیرہ بن دھب رہ گئے ہیں حضورؐ کا قاعدہ ہے

کہ جو شخص تائب اور مسلمان ہو کر اُن کے پاس آجائے اُس کو قتل نہیں کرتے۔ اگر تم کو اپنی زندگی مقصود ہے تو اگر معافی چاہو اس کے سوا چارہ نہیں ہے۔ اور بخیر نے اشعار بھی لکھے جس میں اسلام کی ترغیب دی تھی۔

جب کعب نے دیکھا کہ اس کے سوا چارہ نہیں ہے تو ایک قصیدہ غم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مدح میں لکھا اور مدینہ آئے۔ اور ٹھینے کے ایک آدمی کے یہاں ٹھہرے جس سے اُن کی پہلے سے شناسائی تھی۔ اور صبح کے وقت انہیں کے ساتھ رسول اللہ کے پاس گئے جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز سے فارغ ہوئے تو یہ پاس گئے حضور اُن کو پہچانتے نہ تھے۔ انہوں نے حضور کے ہاتھ میں اپنا ہاتھ دیا اور کہا کہ یا رسول اللہ کعب بن زہیر توبہ کر کے اور مسلمان ہو کر آیا ہے اور آپ سے امان چاہتا ہے۔ کیا آپ اُس کو امان دیں گے رسول اللہ نے کہا کہ ہاں۔ انہوں نے کہا کہ میں کعب بن زہیر ہوں یا رسول اللہ ابن اسحاق لکھتے ہیں کہ اُن کے اس کہنے پر انصار میں سے ایک شخص اُٹھے کہ یا رسول اللہ اجازت دیجئے اس عدو اللہ کی گردن مار دوں حضور نے فرمایا کہ جانے دو تائب ہو کر آیا ہے۔ اسکی وجہ کعب کو انصار کی طرف سے ملال ہوا۔ بہر کیف اس کے بعد کعب نے اپنا وہ مشہور قصیدہ پڑھا جو "بانت سعاد" کے نام سے مشہور ہے۔ اور جس پر بہت سے شروح و تراجم لکھے گئے ہیں۔ اس قصیدہ میں انہوں نے مہاجرین کی تعریف و توصیف لکھی لیکن انصار کی نہیں کیونکہ انصار سے غصہ ہو گئے تھے۔ انصار کو اس کا بہت ملال ہوا لیکن مسلمان ہونے کے بعد انصار کی منقبت میں بھی قصیدہ لکھا اور اُس کی تلافی ہو گئی۔

مولانا شاہ عبدالحق صاحب لکھتے ہیں کہ جب کعب بن زہیر نے قصیدہ بانت سعاد پڑھا تو حضور اُن سے بہت خوش ہوئے۔ اور اپنی چادر مبارک جو بدن پر تھی وہ اُن کو عنایت فرمائی حضور کی یہ چادر کعب بن زہیر کے پاس تھی حضرت معاویہؓ حضور کے بعد کعب بن زہیر کو دست ہزار درم دے رہے تھے کہ یہ چادر میں دیدو۔ مگر انہوں نے

قبول نہ کیا اور کہا کہ ہم رسول اللہ کا جائہ مبارک ہرگز نہ دیں گے لیکن آخر حضرت معاویہ نے کعب بن زہیر کے بعد ان کے ورثہ کو بیس ہزار درہم دیکر وہ چادر لی۔ اور عرصہ تک وہ چادر سلاطین اسلام کے پاس رہی واللہ اعلم

کعب بن زہیر بڑے زبردست شعرار میں تھے۔ ان کے لڑکے عقبہ بن کعب اور ان کے پوتے عوام بن عقبہ بھی اچھے شاعر ہوئے ہیں۔ اس خاندان کو شاعری مبارک ہوئی کیونکہ رسول اللہ کی خوشنودی حاصل کرنے کا ذریعہ بنی۔

غزوہ تبوک و جیش العسرة

طارج النبوة میں ہے کہ تبوک ایک مقام ہے مدینہ سے چودہ مہلہ پر شام اور مدینہ کے درمیان بعض کہتے ہیں کہ ایک قلعہ کا نام ہے جسلم کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ تبوک ایک چشمہ کا نام ہے۔ قاموس میں ہے کہ تبوک ایک زمین ہے شام اور مدینہ کے درمیان۔ ان سب معنوں میں کوئی منافات نہیں ہے۔ یہ غزوہ سخت قحط کے ایام میں ہوا تھا۔ دور کا سفر تھا۔ ہوا گرم۔ سواری کم۔ کھانے پینے کی تکلیف جیش کی تعداد زیادہ بڑی تنگی ہوئی تھی۔ جیسا کہ آگے معلوم ہوگا اس لیے اس کو جیش العسرة بھی کہتے ہیں منافقوں کو اس میں شرمساری ہوئی تھی اور ان کا اتفاق ظاہر ہو گیا تھا اس لیے اس کو غزوہ فاضلہ بھی کہتے ہیں اور حدیثوں میں اس غزوہ کا یہ سب نام آیا ہے۔ اس پر سب کا اتفاق ہے کہ اس غزوہ کے لیے حضور ماہ رجب ۶۲ھ میں جمعرات کے روز روانہ ہوئے۔

ابن اسحاق لکھتے ہیں کہ حضور کا قاعدہ تھا کہ کسی غزوہ میں جاتے وقت صحیح مقام بہت کم بتاتے تھے لیکن اس غزوہ میں چونکہ جگہ دور تھی۔ زمانہ شدت کا تھا۔ دشمن کی تعداد بہت تھی۔ آپ نے ظاہر کر دیا کہ روم سے مقابلہ ہے اور وہیں جانے کا ارادہ ہے تاکہ سب لوگ مناسب حال تیار کر سکیں۔

غزوہ کی وجہ

ابن سعد کہتے ہیں کہ رسول اللہ کو خبر ملی کہ شام میں روم نے بڑی فوج جمع کی ہے۔ اور ہر قتل نے ایک سال کا خرچ اپنے لوگوں میں تقسیم کر دیا ہے اور ان کے ساتھ خم و جذام۔ اور عالمہ و غسان کے آدمی بھی آکر شامل ہو گئے ہیں۔ اور ان کی فوج کے مقدمات ارض بلقار تک آگئے ہیں۔ مدارج النبوه میں یہ بھی ہے کہ اس دیار کے نصاریٰ نے ہر قتل سے جھوٹ یہ کہا تھا کہ مدینہ میں جو شخص نبوة کا دعویٰ کرتے تھے ان کا انتقال ہو گیا۔ اور وہاں اس وقت سخت قحط اور تنگی ہے۔ اور ان کے اموال ضائع ہو گئے ہیں۔ اس لئے اس ملک کو اس وقت باسانی یا جاسکتا ہے۔ اس لئے ہر قتل نے ایک رومی سردار کو چالیس ہزار آدمیوں کے ساتھ روانہ کیا اور مدینہ کے لئے نامزد کیا حضور کو یہ خبر ملی تو حضور نے ان کے مقابلہ کا ارادہ کیا۔

فوج کی تیاری

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فوج کی تیاری کا حکم دیا۔ اور انبیا کو فی سبیل اللہ نفقہ اور سواری مہیا کرنے کی ترغیب دی تمام صحابہ اپنی اپنی استطاعت کے موافق اونٹ اور مال لائے۔ حضرت عمرؓ نے اپنا نصف مال لا کر حاضر کیا۔ اور حضرت ابوبکر صدیقؓ نے اپنا کل مال لا کر حاضر کر دیا اور خدا و خدا کے رسول کا نام اپنے اہل و عیال کیلئے رکھا۔ حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ نے بہت مال پیش کیا۔ مگر اس روز جو نفقہ عظیم حضرت عثمان غنیؓ نے دیا وہ سب سے بڑھا ہوا تھا تین سو اونٹ لدا ہوا مع ساز و سامان جیش العسرة کی ترتیب کے لئے حضرت عثمانؓ نے دیدیا۔ اور ایک ہزار اشرفی نقد۔ نادار صحابہ نے مزدوری کی اور جو کچھ ملاحضور کی خدمت میں حاضر کیا۔ عورتوں نے اپنے اپنے زیورات لا کر حاضر کر دیئے۔ الغرض جس قدر اموال جمع ہوئے حضور نے اس کو فوج پر تقسیم کیا اور تاکید کی کہ تعلین زیادہ رکھو۔ فوج بڑی تھی۔ آدمی زیادہ۔ سواری اور نفقہ کی بڑی تنگی ہوئی۔

بکاؤن | ابن سعد کہتے ہیں کہ سات آدمی جو بکاؤن کہے جاتے تھے عسری رونے والے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے۔ اور آپ سے سواری طلب کی۔ حضور نے فرمایا کہ میرے پاس سواری نہیں ہے کہ ہم تم کو دے سکیں۔ یہ لوگ لوٹے تو غم کی وجہ سے ان کی آنکھیں آنسوؤں سے تر تھیں۔ کہ تحمل اور نفقہ کا کوئی سامان نہ ہو سکا۔ وہ سات بزرگوار یہ ہیں۔ سالم بن عیمرؓ، علیہ بن زیدؓ، ابویسے المازنیؓ، عمرو بن غنمؓ، سلمہ بن صحزہؓ، عرواض بن ساریہؓ۔ اور ابن قیم لکھتے ہیں کہ بعض روایت میں عبداللہ بن مغفلؓ اور معقل بن سيارؓ کا نام بھی ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ بکاؤن مزنیہ کی جماعت بنو مقرن کے سات آدمی تھے ابن اسحاق نے بکاؤن میں عمر بن الحام بن الجموح کا نام شمار کیا ہے قرآن پاک میں ان لوگوں کے خلوص اور ان کے رونے کا ذکر ہے۔

ابو موسیٰ الاشعریؓ حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ کو ان کے لوگوں نے بھیجا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سواری طلب کریں۔ حضور غصہ ہوئے اور فرمایا کہ خدا کی قسم ہم تم کو سواری نہ دیں گے۔ اور نہ میرے پاس ہے کہ دیں لیکن اس کے بعد جلد حضور کے پاس اونٹ آگئے۔ آپ نے ان کو بلوایا۔ اور چھ اونٹ ان کو دیئے۔ اور قسم کے بارہ میں فرمایا کہ تم کو سواری میں نے نہیں دی خدا نے دی۔ اس کے علاوہ ہم قسم کھالیں اس کے بعد معلوم ہو جائے کہ اس کے خلاف کرنا بہتر ہے تو ہم قسم کا کفارہ ادا کر دیتے ہیں۔ اور جو بہتر ہوتا ہے اسی پر عمل کرتے ہیں۔

سالم بن عیمر خوات بن جیسر کے ابن عم ہیں انصاری ہیں بنی عمرو بن عوف سے عطا اور ضحاک نے ابن عباس سے ان کو بکاؤن میں روایت کیا ہے لیکن مجمع بن جاریہ سے بجائے ان کے سالم بن عمر عمری کا نام مویٰ ہوا اللہ اعلم
 سلمہ بن زید بن عیین مملہ مضموم بعدہ لام ساکن بعدہ بائے موحده انصاری ادوی ۱۲ منہ
 سلمہ عمرو بن غنم بن مازن بن قیس خزرجی کذا فی اسد الغابہ ۱۲ منہ
 سلمہ سلمہ بن صحزہ بصاد مہملہ بذلی دہی سلمہ بن جعفی ہیں ابن اشیر کہتے ہیں کہ ابو احمد عسکری نے کہا کہ تمام الحدیث بحقیق بفتح بار موحده کہتے ہیں میں نے جوہری کے سامنے پڑھا تو انہوں نے انکار کیا اور کہا کہ بحقیق بکسر بار ہوا ۱۲ منہ
 سلمہ عرواض بن ساریہ اول بکسر عین مملہ و آخر ضاد و محملی ہیں کنیت ابو یحییٰ ہے ۱۲ منہ

علیہ بن زید حضرت علیہ بن زید نے رات کے وقت نماز پڑھی۔ اور اس کے بعد بہت روئے۔ کہا کہ خداوند اتونے جہاد کا حکم دیا۔ جہاد کی ترغیب دی لیکن نہ میرے پاس کچھ ہے جس کی وجہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ شرکت میں تقویت ہو۔ نہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ میں کچھ ہے کہ وہ کم از کم ہماری سواریوں کا کچھ بندوبست کر دیں۔ خداوند امیر سے پاس مال نہیں ہے مگر جو زمین ہے وہ سب ہم مسلمانوں کے لئے صدقہ کرتے ہیں۔ صبح کے وقت حضور نے دریافت فرمایا کہ رات کس نے صدقہ کیا ہے کوئی نہ بولا۔ حضور نے پھر پوچھا اور پھر پوچھا تو انہوں نے حال بیان کیا۔ حضور نے فرمایا کہ تمہارا صدقہ مقبول ہوا۔

معذورین ابن سعد لکھتے ہیں کہ بیاضی اعراب نے شرکت سے معذوری ظاہر کی۔ اور حضور سے اذن چاہا کہ وہ غزوہ میں شریک نہ ہوں۔ حضور نے اذن نہ دیا اور اذن قبول نہ ہوا۔

روانگی اور متخلفین اس کے بعد جب حضور نے سفر کا ارادہ کیا تو علیؑ صبح مدینہ پر حضرت محمد بن مسلمہ انصاری کو خلیفہ بنایا۔ اور حضرت علیؑ کو اہل بیت کی نگرانی کے لئے مدینہ میں رکھا۔ اور تیس ہزار فوج اور دس ہزار گھوڑے کے ساتھ روانہ ہوئے۔ نینۃ الوداع میں مقام کیا۔ وہاں فوج کا مقدمہ مہمنہ۔ پیسرو۔ مرتب کیا علم اور الویۃ تقسیم کے پھر وہاں سے کوچ کیا۔ مناہتین رہ گئے اور مخلص مسلمانوں میں سے بھی چند صحابہ رہ گئے۔ ان میں یہ حضرات تھے۔ کعب بن مالکؓ۔ ہلال بن امیہؓ۔ مرارہ بن الریحؓ۔ ابوخیثمہؓ اور ابوذر غفاری رضی اللہ عنہم۔ ان میں ابوخیثمہؓ اور ابوذرؓ پیچھے جا کر شریک ہو گئے۔ لیکن تین آدمی نہ گئے۔ حضور تبوک پہنچے تو وہاں بیس روز قیام فرمایا۔ اور وہاں برابر آپ نے نماز میں

لے زاد المعاد میں علیہ بن زید ہے علیہ بیاضی تختانیہ ویزید اولیائے تختانیہ مگر اصحابہ اور اصحابہ الغلبہ میں اس نام کا پتہ نہیں ہے یہ قصۃ علیہ بضم عین مہمل بعدہ لام ساکن بعدہ بائے موحده ابن زید برای موحده تختانیہ کا ہے واللہ اعلم

قصر کیا اور معلوم ہوا کہ قیصر ان دنوں شخص میں مقیم تھا۔

منافقین منافقین نے اس غزوہ میں بڑی بڑی شرارتیں کیں۔ جاتے وقت بھی۔
اقدوٹے وقت بھی مراجعت کا حال تو بعد کو آئیگا ابھی جانے کا حال لکھا ہوں۔

یہ تو لکھ چکا ہوں کہ اس غزوہ کے وقت قحط کا زمانہ تھا۔ دوسرے درختوں میں پھل تیار تھے۔ ایسے وقت میں ہر شخص قیام کو پسند کرتا تھا۔ گرمی اور دھوپ کی ایسی شدت تھی کہ کوئی شخص باہر نکل نہیں سکتا تھا قحط زیادہ تھی اور اس کے اعتبار سے سامان کم تھا۔ بعض اصحاب سیر لکھتے ہیں کہ اٹھارہ اٹھارہ فقرار صحابہ میں بعض وقت صرف ایک اونٹ ہوتا تھا جس پر وہ باری باری سفر کرتے تھے۔ باوجود ان تمام مشکلات کے حضور سفر کی تیاری میں کوشش فرما رہے تھے لیکن منافقین کی ایک جماعت نے لوگوں کو ہکانا شروع کیا۔ اور کہا کہ ایسی گرمی میں سفر نہ کرو۔ ان منافقوں کا ذکر خدا نے کیا ہے و قالوا

لا تنفروا فی الحرا الا یہ

بنی سلمہ میں ایک منافق جلد بن قیس تھا حضور نے اس سے کہا کہ اسے جد کیا تم اس دفعہ بنی الاصفہ کے مقابلہ میں چلو گے۔ اس نے جواب دیا کہ یا رسول اللہ مجھے فتنہ میں نہ ڈالو اجازت دیجئے کہ میں نہ جاؤں میری قوم جانتی ہے کہ مجھ کو عورتوں کی طرف رغبت بہت زیادہ ہے میں ڈرتا ہوں کہ کہیں بنی الاصفہ کی عورتوں کو دیکھ کر فتنہ میں نہ مبتلا ہو جاؤں۔ حضور نے اس جواب پر اس سے منہ پھیر لیا اور فرمایا کہ ہاں تم نہ جاؤ۔ اسی کی بابت آیت نازل ہوئی ومنہم من یقول ایذاً لی ولا تفلح الا یہ

ابن ہشام روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر ملی کہ کچھ منافقین

صلی اللہ بن قیس بن مخزوم بنی سلمہ حضرت برابر بن حذافہ کا ابن عم تھا عیدۃ میں صرف اس شخص نے بیعت نہیں کی تھی چپ گیا تھا ابن عمر نے لکھا کہ یہ کچھ مانسب ہو گیا تھا واللہ اعلم ۱۲

سولیم یودی کے مکان میں جمع ہوتے ہیں۔ اور لوگوں کو رسول اللہ کے ساتھ غزوہ تبوک میں جانے سے بہکاتے ہیں۔ اُس کا مکان جاسوم کے پاس تھا۔ رسول اللہ نے حضرت طلحہ بن عبید اللہ کو چند آدمیوں کے ساتھ بھیجا کہ بیت سولیم کو آگ لگا کر جلادو۔ ان حضرات نے جب آگ لگائی اور گھر جلنے لگا تو ضحاک بن خلیفہ نے دیوار کے پچھلے سے کود کر بھاگنا چاہا اُن کا پیر ٹوٹ گیا۔ اُس کے دوسرے ساتھی کو دکر بھاگ گئے۔

عبداللہ بن ابی بن سلول نے ینۃ الوداع میں علیحدہ ذباب کے طرف اپنے حلیف یہود اور منافقوں کی ایک بڑی فوج جمع کی جسکی نسبت کہا جاتا ہے کہ اُس کی تعداد کم نہ تھی۔ مگر جب حضور روانہ ہوئے تو وہ سب رہ گئے۔

حضرت علیؑ حضور نے حضرت علیؑ کو اہل بیت کی نگرانی کے لئے مدینہ میں چھوڑ دیا۔ حضور کے جانے کے بعد منافقین نے کنا شروع کیا کہ رسول اللہ کو

علیؑ کی طرف سے طبیعت میں کچھ گرائی ہے اس لئے اُن کو چھوڑ دیا۔ حضرت علیؑ نے جب یہ سنا تو اپنا سلاح لیا اور روانہ ہو گئے۔ حضور نے جب مقام جرف میں منزل کی تو یہ دہاں پہنچے پتھر کہ یا رسول اللہ منافقین ایسا کہتے ہیں۔ کیا آپ نے ہمیں مدینہ میں اس لئے چھوڑا تھا کہ حضور نے فرمایا کہ وہ جھوٹے ہیں میں نے تم کو اس لئے چھوڑا تھا کہ جن کو ہم چھوڑ آئے ہیں اُنکی نگرانی کرو۔ تم جاؤ میرے اہل اور اپنے اہل میں میرے قائم مقام رہو۔ اے علیؑ کیا تم اس سے راضی نہیں ہو کہ تم میرے لئے ایسے بنو جیسے ہارون موسیٰ کے لئے ابنت میرے بعد کوئی نہی نہیں ہے۔ الغرض حضرت علیؑ پھر مدینہ لوٹ گئے۔

سیرۃ ابن ہشام میں جو میرے پاس ہے اُس میں یہ قصہ ابن اسحاق کی طرح غزوہ تبوک میں مروی ہے اور یہودی صاحب بیت کا نام سولیم سین مہلہ وداؤد تختانیہ بعدہ لام ویم سے ہے لیکن ابن حجر نے اصباہ میں اس قصہ کو ابن اسحاق ہی سے روایت کیا ہے اور اسی غزوہ تبوک سے لیکن یہودی کا نام ثویکر بن بشین مہلہ وداؤد تختانیہ وکاف درائے مہلہ لکھا ہے اصباہ بھی مصری چھاپہ کا ہے ۱۲۰ منہ

ابو خلیثمہ رضی اللہ عنہ، حضور کے مدینہ سے روانہ ہونے کے کئی دن بعد حضرت ابو خلیثمہ

ایک روز اپنی عورتوں کے پاس آئے۔ گرمی شدید تھی۔ اور

دھوپ تیز تھی۔ اُن کی دو عورتیں تھیں۔ دونوں نے اپنے اپنے حجرہ کی دیوار پر پانی چھڑکا
تھا۔ پینے کے لئے سرد پانی کا انتظام کیا تھا۔ اور وہیں اُن کے لئے کھانے کا سامان کیا تھا
یہ آئے تو دروازہ پر کھڑے ہو گئے۔ اپنی عورتوں کو دیکھا۔ اور جو کچھ اُنہوں نے انتظام کیا
تھا اُس کو دیکھا۔ پھر بولے کہ رسول اللہ دھوپ بہا۔ اور گرمی میں ہوں۔ اور ابو خلیثمہ
تھنڈے سائے میں۔ تیار کھانا۔ اور حسین عورتوں کے ساتھ بیٹھا ہے یہ انصاف نہیں ہے خدا کی
قسم ہم تم دو میں سے کسی کے حجرے میں داخل نہ ہوں گے جب تک رسول اللہ کے ساتھ
نہ ملجائیں۔ میرے لئے زاد راہ تیار کرو عورتوں نے تیار کر دیا۔ اُنہوں نے اونٹ منگوا
اور اُس پر روانہ ہو گئے۔ حضور نے جب تبوک پہنچ کر قیام کیا۔ تو لوگوں نے کہا کہ کوئی تنہا
راکب معلوم ہوتا ہے دو حضور نے فرمایا کہ ابو خلیثمہ ہو گا جب کچھ نزدیک ہوئے اور
لوگوں نے پہچانا تو کہا کہ یا رسول اللہ خدا کی قسم ابو خلیثمہ ہیں۔ یہ حاضر ہوئے سلام کیا
اور حال بیان کیا۔ حضور نے ان کے حق میں دعا خیر کی اور کلمات خیر کہے۔

دیار ثمود | ابن اسحاق کہتے ہیں کہ حضور جب مقام حجر میں پہنچے جو قوم ثمود کا ملک ہے

تو فرمایا یہاں کا پانی بیو۔ اس پانی سے نماز کے لئے وضو نہ کرو جس نے اس پانی سے
آٹا گوندھا ہو وہ اونٹ کو کھلا دے خود بالکل نہ کھائے۔ اور کوئی شخص تنہا نہ نکلے سب نے
اس پر عمل کیا لیکن بنی ساعدہ کے دو شخص باہر نکلے۔ ایک کسی ضرورت سے گئے تھے۔ اور
ایک اونٹ تلاش کرنے گئے تھے۔ جو کسی ضرورت سے نکلے تھے وہ رات میں بیہوش ہو گئے
اور جو اونٹ کی تلاش میں نکلے تھے اُن کو ہوائے اٹھا کر جبل علی پر پھینک دیا۔ حضور نے
جب سنا تو فرمایا کہ کیا میں نے منع نہیں کیا تھا کہ کوئی شخص تنہا باہر نہ جائے۔ اسکے بعد
جو بیہوش ہو گئے تھے اُن کے لئے حضور نے دعا کی وہ اچھے ہو گئے۔ اور دوسرے کو قبیلہ

طی کے لوگوں نے مدینہ پہنچنے کے بعد ہدیہ آپ کے پاس بھیجا۔

ابن قیم کہتے ہیں کہ صحیح مسلم میں یہ روایت اس طرح ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب تبوک پہنچے تو فرمایا کہ آج رات کو بڑی سخت ہوا چلے گی۔ تم میں سے کوئی شخص کھڑا ہو اور جس کے پاس اونٹ ہو وہ اس کے عقال کو باندھ دے۔ آخر شدید ہوا چلی ایک شخص کھڑے ہوئے اُن کو ہوانے اٹھایا اور جبل طی پر پہنچا دیا۔

ابن ہشام کہتے ہیں کہ مجھ کو امام زہری سے یہ روایت پہنچی ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مقام حجر سے گزرے تو منہ پر کپڑہ ڈال لیا۔ اور سواری کو تیز کیا۔ اور فرمایا کہ ظالموں کے بیوت میں داخل نہ ہو مگر روتے ہوئے۔

اور صحیحین میں ابن عمر سے مروی ہے کہ حضور نے فرمایا کہ اس معذب قوم پر داخل ہو تو روتے رہو۔ اور ردائے نہ آئے تو نہ داخل ہو۔ کیس تم پر بھی وہی مصیبت نہ آجائے جو اُن پر آئی۔

صحیح بخاری کی ایک روایت میں ہے کہ حضور نے حکم دیا کہ جو آٹا و ہاں کے پانی سے گوندھا گیا ہو اس کو پھیک دو لیکن صحیح مسلم کی روایت میں ہے کہ حضور نے حکم دیا کہ وہ آٹا اونٹ کو کھلا دو اور پانی کو پھیک دو۔ صرف اس کو سے پانی پیو جہاں اونٹ ٹھہرتے ہیں۔ یہ کو ا بیروناؤ کے نام سے مشہور ہے اور اب بھی ہے۔

اونٹ کا گم ہونا | ابن اسحاق لکھتے ہیں کہ مقام حجر میں حضور کے حکم سے سب پانی پھینک دیا گیا۔ صبح کے وقت کسی کے پاس پانی نہ تھا۔ صحابہ نے حضور پر شکایت کی۔

کی حضور نے دعا کی پانی برسا اس سے لوگوں کی حاجت پوری ہوئی۔ وہاں سے روانہ ہوئے تو کسی مقام میں حضور کا اونٹ گم ہو گیا۔ زید بن نصیب منافق نے کہا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم انبی ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں۔ آسمان کی خبریں دیتے ہیں اور یہ معلوم نہیں کہ ان کے

سید زید بن نصیب لام مضموم و بفتح صاد مملہ و مثاہ تحتہ بعدہ موقدہ تصغیر کے وزن پر ۱۲ منہ

اونٹ کہاں ہے۔ حضور نے فرمایا کہ ایک شخص اس طرح کہتا ہے۔ خدا کی قسم ہمیں کچھ نہیں معلوم سوائے اُس کے جو ہمارے خدا نے ہمیں بتایا۔ اور اونٹ کا مال ہمیں خدا نے بتادیا وہ وادی کے فلاں شعب میں ہے اس کی ڈور درخت سے پھنس گئی ہے جاؤ بے آؤ۔

حضرت ابی ذر غفاری رضی اللہ عنہ | جب کوئی شخص راستہ میں رہ جاتا تھا تو صحابہ اگر عرض کرتے تھے کہ یا رسول اللہ فلاں شخص

رہ گیا۔ حضور فرماتے کہ چھوڑ دو اگر اُس میں کچھ خیر ہوگا تو خدا اُس کو تمہارے ساتھ ملا دیگا اور اگر اس کی حالت کچھ اور ہے تو خدا نے تم کو اُس سے بچایا حضرت ابی ذر غفاری رضی اللہ عنہ کا اونٹ راستہ میں سُست ہو گیا۔ انہوں نے کوشش کی مگر جب تاخیر زیادہ ہو گئی تو اپنا ضروری اسباب اپنے پیٹھ پر رکھا اور حضور کی تلاش میں پیادہ چلے۔ جب حضور کسی مقام پر ٹھہرے ہوئے تھے تو کسی نے اکر عرض کیا کہ یا رسول اللہ کوئی شخص دوڑتا آ رہا ہے حضور نے فرمایا کہ ابو ذر ہوں گے۔ جب لوگوں نے غور سے دیکھا تو کہا کہ یا رسول اللہ خدا کی قسم ابو ذر ہمیں حضور نے فرمایا خدا ابو ذر پر رحم کرے۔ وہ تنہا چلتے ہیں تنہا مریں گے اور تنہا اٹھائے جائیں گے۔

ابن اسحاق لکھتے ہیں کہ جب حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے حضرت ابو ذر کو ربذہ کی طرف خارج کر دیا تو وہاں صرف اُن کی زوجہ تھیں اور غلام۔ انتقال کے وقت حضرت ابو ذر نے اُن دونوں سے وصیت کی کہ تم دونوں مجھے ہٹا کر اور کفن پہرا کر راستہ میں رکھ دیجیو۔ اور جو پہلا رکب اس طرف آئے اس سے کیسوی کہ یہ رسول اللہ کے صحابی ابو ذر ہیں ان کو دفن کرنے میں مدد دو۔ اس طرف پہلے حضرت عبداللہ بن مسعود اپنی جماعت کے ساتھ آئے۔ اس جماعت میں ابو عمار عراقی بھی تھے غلام نے کہا کہ یہ رسول اللہ کے صحابی ابو ذر ہیں۔ ان کے دفن کرنے میں آپ لوگ اعانت کیجئے حضرت عبداللہ بن مسعود نے یہ سنا تو پڑھا لا الہ الا اللہ اور رونے لگے۔ پھر فرمایا کہ سچ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابو ذر تنہا چلتے ہیں۔ تنہا مریں گے اور تنہا اٹھائے جائیں گے۔ پھر سب اِدھر پڑے اور حضرت

عبداللہ بن مسعودؓ نے بتوک کا سب قصہ اپنے ساتھیوں سے بیان کیا۔

ابن تیم کتے ہیں کہ ابن اسحاق کی روایت میں قاتل ہے۔ اسیلئے کہ ابو حاتم بن حبان اپنے صحیح میں۔ اور دوسرے لوگوں نے ام ذر سے یعنی حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ کی زوجہ سے ایک روایت بیان کی ہے۔ وہ کہتی ہیں کہ جب حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ پر موت کی حالت طاری ہوئی تو میں رونے لگی کہا روتی کیوں ہو۔ میں نے کہا کیسے نہ ر دوں آپ اس میدان میں مر رہے ہیں اور میرے پاس اتنا کپڑہ بھی نہیں ہے جو آپ کو کفن دے سکوں حضرت ابو ذرؓ نے فرمایا کہ اس کے لئے نہ ر دو۔ میں ایک بشارت دیتا ہوں سنو۔ ہم چند آدمی رسول اللہؐ کی خدمت میں حاضر تھے۔ فرمایا کہ تم میں سے ایک شخص تنہائی کی حالت میں ایک میدان میں مرے گا۔ لیکن وہاں ایک جماعت مسلمانوں کی آجائے گی۔ ان چند آدمیوں میں سے صرف ہم رہ گئے ہیں۔ اور سب کا آبادی میں انتقال ہو چکا ہے۔ جا کر راستہ میں دیکھو۔ ام ذرؓ کہتی ہیں کہ میں نے کہا۔ حاجی جا چکے۔ راستہ منقطع ہو چکا اب آدمی کہاں فرمایا کہ جا کر دیکھو تو میں ان کے کہنے پر جانی ٹیلہ پر سے ادھر ادھر دیکھتی اور پھر اگر ان کی تیمارداری کرتی۔ اسی حال میں کچھ آدمی اونٹ پر سوار مجھے نظر آئے۔ میں نے اشارہ کیا۔ وہ بجلت میرے پاس آئے اور پوچھا کہ اے خدا کی بندی کیا ہے۔ میں نے کہا کہ ایک مسلمان مر رہے ہیں ان کے کفن انے میں مدد دو۔ پوچھا کون ہیں۔ میں نے کہا ابو ذرؓ انہوں نے کہا کون ابو ذرؓ کیا رسول اللہؐ کے صحابی ہیں۔ میں نے کہا کہ ہاں۔ سب بیتاب ہو گئے۔ اور ان کے نام پر اپنے آبار اور اتمات کو فدا کرنے لگے۔ اور ان کے پاس پہنچنے میں بڑی جلدی کی۔ جب پاس آئے تو حضرت ابو ذرؓ نے فرمایا کہ سچ فرمایا رسول اللہؐ نے۔ سب لوگ سن لو ہم چند آدمی تھے رسول اللہؐ نے فرمایا کہ تم میں سے ایک شخص میدان میں تنہائی کی حالت میں مرے گا۔ اور وہاں مومنین کی ایک جماعت حاضر ہو جائے گی۔ ان چند آدمیوں میں سے صرف میں رہ گیا ہوں۔ اور سب کا آبادی کے اندر جماعت میں انتقال ہو چکا ہے۔ اگر میرے یا میری عورت کے پاس اتنا کپڑہ ہو تا جو میرے کفن

کے لیے کافی ہوتا تو میں تم سے نہ کہتا لیکن میں تم لوگوں کو خدا کا واسطہ دیتا ہوں کہ تم میں سے کوئی ایسا شخص نہیں کفن نہ دے جو امیر ہو۔ یا عریف ہو۔ یا برید ہو۔ یا نقیب ہو۔

مشکل یہ ہوئی کہ اس جماعت میں جتنے لوگ تھے ان سب میں ان عددوں میں سے کوئی نہ کوئی بات تھی جس کو حضرت ابوذرؓ نے بیان کیا تھا۔ الا ایک انصاری نوجوان۔ اُس نے کہا کہ اے چچا میں آپ کو کفن دوں گا۔ یہ میری چادر ہے اس میں دو کپڑہ ہے۔ یہ خاص میرا ہے اور اس میں میری ماں کے ہاتھ کا کتا ہوا ٹوٹ ہے حضرت ابوذرؓ نے کہا کہ ماں تم ہمیں کفناؤ۔ انتقال کے بعد انصاری نے کفن پرایا پھر سب نے ملکر دفن کیا۔

منافقین کی شرارت پھر تبوک کا قصبہ یہ جو کہ کچھ منافقین جن میں ودیعہ بن ثابت۔ اور بنی النجج کا ایک شخص مخش بن حمزہ تھا۔ یہ سب ایک دوسرے سے

کہنے لگے کہ کیا تم لوگوں نے دلیران بنی الاصفہ کو بھی عربوں کا سالار بنوا لا بھجا ہے۔ کلمہ دیکھ لیجو سب کے سب رسیوں میں باندھ دیئے جائینگے۔ یہ کہہ کر یہ لوگ مسلمانوں کو ڈراتے تھے مخش نے کہا کہ اچھا ہو سب پر سو کوڑے کا حکم ہو۔ اور کہیں ہمارے متعلق قرآن نہ نازل ہو جائے اور اس میں تمہاری اس گفتگو کا تذکرہ ہو۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمار بن یاسر کو ان کے پاس بھیجا کہ پوچھو وہ کیا کہتے ہیں اگر انکار کریں تو کہو کہ تم نے ضرور اس اس طرح کہا ہے حضرت عمارؓ نے جا کر ان سے کہا تو وہ سب خدمت میں حاضر ہوئے اور کہا کہ یا رسول اللہ ہم تو مذاق سے اس طرح آپس میں بول رہے تھے۔ انہیں لوگوں کے حق میں یہ آیت نازل ہوئی لے۔ ساء لتہم لیقولن انما کننا نخوض ونلعب مخش بن حمزہ نے کہا کہ یا رسول اللہ یہ

لے امیر فوج یا قبیلہ کا سردار عریف رئیس قوم بریدہ کا صد نقیب عریف سے کم مرتبہ کا رئیس چاروں لفظ ایک وزن ہے بفتح اول و کثرانی ۱۲ منہ

لے مخش سیرۃ بن ہشام میں آخر میں نوں ہے لیکن ابن اثیر اور ابن حجر دونوں محشی آخر میں یائے ثناء تھتہ لکھتے ہیں ابن حجر کہتے ہیں بسکون خائے مجر بعدہ شین مجر معضم حائے مملہ و فتح میم و تشدید یائے بعدہ رائے

میرے اور میرے باپ کے نام کا قصور ہے حضور نے اُن کو معاف کیا اور عبد الرحمن ان کا نام رکھا۔ اُنہوں نے خدا سے دعا کی کہ ایسی جگہ شہید ہوں جس کا کسی کو علم نہ ہو چنانچہ پیامہ میں وہ شہید ہوئے اور کسی کو اُن کا پتہ نہ ملا۔

عین تبوک صحیح مسلم کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تبوک پہنچنے سے پہلے فرمایا کہ انشاء اللہ تعالیٰ کل تم لوگ تبوک کے چشمہ پر پہنچو گے۔ اور آفتاب

کے بلند ہونے کے بعد پہنچو گے لیکن کوئی شخص وہاں پہنچے تو پانی میں ہاتھ نہ لگائے جب تک میں نہ آجاؤں۔ وہاں دو شخص پہلے پہنچ گئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وہاں پہنچے تو پانی کی ایک پتلی دھار بہ رہی تھی۔ اُن دونوں سے دریافت کیا کہ کیا تم لوگوں نے پانی میں ہاتھ لگایا ہے۔ دونوں نے کہا کہ ہاں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غصہ ہوئے اور جو کچھ کھنا تھا اُن کو کھا پھر حضور نے پانی کو تھوڑا تھوڑا کر کے جمع کیا۔ اُس سے منہ اور ہاتھوں کو دھویا۔ پھر اُس پانی کو چشمہ میں ملا دیا۔ تو چشمہ میں بہت پانی بنے لگا۔ سب لوگوں نے اس کے بعد اُس سے پانی پیا۔ اس کے بعد حضور نے فرمایا کہ اے معاذ اگر تمہاری عمر زیادہ ہوئی تو دیکھو گے کہ اُس کے پانی سے یہاں تمام باغات بھر جائیں گے۔

اطراف سے مصالحت جب حضور تبوک پہنچے تو آپ کی خدمت میں صاحب ایلہ آیا صلح کی

اور جزیہ دیا اور اہل جربا اور اذرح آئے اور اُن سب نے بھی جزیہ دیا۔ اس کے بعد حضور نے اُن کو تحریر لکھ دی جو ان کے پاس محفوظ رہی۔ اور صاحب ایلہ کو اپنے جو لکھ کر دیا اس کا مضمون یہ تھا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم یہ امان ہے خدا کی طرف سے اور محمد کی طرف سے جو نبی ہیں اور خدا کے رسول ہیں یہ یحییٰ بن رویہ

۱۵ ابن اثیر نہایہ میں لکھتے ہیں کہ اذرح منہج ہمزہ وضم رائے مملہ وحقائے مملہ شام میں ایک قریب ہے اور مصلح جربا ۱۲ منہ

صاحب ایلہ کو۔ اہل ایلہ کی کشتیاں۔ اُن کے مسافر جو خشکی میں
ہوں یا تری میں۔ اُن کو ذمہ ہے خدا کا اور خدا کے رسول کا۔ اور
اسی طرح ان لوگوں کو جو اُن کے ساتھ ہیں۔ اہل شام۔ یا اہل یمن
یا اہل بحر میں سے۔ اور اگر کوئی اُن میں خلاف معاہدہ نئی حرکت کرے
تو اُس کا مال اُس کے نفس کو نہیں بچائے گا اور وہ اسی کا ہو جائیگا
جو اُس کو لیوے۔ اور یہ کہ جو راستہ یا جو پانی تری یا خشکی سے اُن کے
علاقہ میں جاتا ہو اُس کو روکنا حلال نہیں ہوگا۔

خالد بن الولید الی اکیدر | رسول اللہ نے تبوک سے حضرت خالد بن الولیدؓ کو۔
دومتہ ابجدل کے حاکم اکیدر کی طرف بھیجا۔ اکیدر بن عبد الملک

بنی کنده کا ایک نصرانی تھا۔ اور وہاں کا بادشاہ تھا جب حضرت خالدؓ جانے لگے تو حضورؐ نے
اُن سے کہا کہ تم اُس کو گائے کا شکار کرتے ہوئے پاؤ گے۔ خالدؓ روانہ ہوئے اور جب وہاں پہنچے
تو خوب صاف چاندنی تھی۔ وہ اپنی عورت کے ساتھ چھت پر بیٹھا ہوا تھا۔ اتنے میں ایک جنگلی
گائے آئی اور سینگ سے قصر کے دروازہ پر دھکا مارنے لگی۔ اس کی عورت نے کہا کہ ایسا کبھی
تم نے دیکھا ہے۔ اکیدر نے کہا کہ کبھی نہیں عورت نے کہا کہ ایسا شکار بھی چھوڑا جاتا ہے۔
اکیدر نے کہا کہ ہرگز نہیں۔

اکیدر نے گھوڑا منگوایا اور اپنے چند اہل بیت کے ساتھ جن میں ایک اس کا بھائی بھی
تھا جس کا نام حسان تھا شکار کے لیے نکلا تو اس کو حضرت خالدؓ اور مسلمانوں کی جماعت ملی۔
ان لوگوں نے اُس کو پکڑ لیا۔ اور اس کے بھائی کو قتل کیا۔ اس کا بھائی حسان دیبا ج کی قبا
پہرے ہوئے تھا اور اُس میں زری کا کام تھا حضرت خالدؓ نے اس قبا کو پہلے ہی حضورؐ کی
خدمت میں مدینہ بھیج دیا۔ اس کے بعد اکیدر کو لیکر خود حاضر خدمت ہوئے حضورؐ نے اُس سے
جزیہ لیکر صلح کی اور چھوڑ دیا۔ وہ واپس گیا۔

ابن سعد کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت خالد کو چار سو بیس سواروں کے ساتھ بھیجا تھا۔ اس کے بعد وہی اوپر کا قصہ لکھا ہے۔ پھر لکھتے ہیں کہ حضرت خالد نے شرط کی کہ اگر دومتہ ابجدل کا دروازہ کھول دو تو ہم تم کو رسول اللہ کے پاس پہنچنے سے پہلے قتل نہ کریں گے۔ اس نے منظور کیا۔ اور دو ہزار اونٹ آٹھ سو اس۔ چار سو درع۔ چار سو نیزہ پر صلح ہوئی حضرت خالد نے اس میں سے پہلے خاص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے حصہ علیحدہ کیا۔ پھر خمس نکالا بقیہ اپنے سپاہیوں پر تقسیم کیا۔ موسیٰ بن عقبہ کہتے ہیں کہ الکید را در یمنہ دونوں رسول اللہ کی خدمت میں جمع ہوئے حضور نے دونوں کو اسلام کی دعوت دی۔ دونوں نے اسلام قبول کرنے سے انکار کیا۔ اور دونوں نے جزیہ ادا کرنا قبول کیا۔ حضور نے دونوں کو دومتہ ابجدل بتوک۔ ایلہ اور تیمار پر حاکم کر دیا۔ اور دونوں کے لئے تحریر لکھ دی۔

بقیہ قصہ تبوک

ابن اسحاق لکھتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تبوک میں بین دن سو کم ٹھہرے پھر مدینہ کی طرف لوٹے۔ راستہ میں پانی تھا جس سے ایک ڈور اکب سیراب ہو سکتے تھے یا تین۔ یہ پانی ایک وادی میں تھا جس کو وادی الشفق کہتے تھے حضور نے فرمایا کہ کوئی وہاں پہنچے تو پانی نہ پئے جب تک ہم نہ آجائیں۔ مگر کچھ منافق وہاں پہلے پہنچ گئے۔ اور پانی پیا مگر ان کو کوئی بات نہ معلوم ہوئی۔ حضور آئے تو معلوم ہوا کہ فلاں فلاں شخص اس نے پانی پی لیا ہے۔ حضور نے ان پر لعنت اور بد دعا کی۔ اس کے بعد حضور نے اتر کر اس میں ہاتھ ڈالا اور منہ دھویا پھر دعا کی تو بڑے زور کا پانی جاری ہوا۔ اور رک رک کی سی آواز لوگوں نے سنی۔ حضور نے فرمایا کہ تم میں سے کوئی باقی رہا تو سن لے گا کہ یہ تمام وادی اس پانی سے سرسبز ہو جائے گی۔

اس قسم کا واقعہ آئے وقت میں تبوک پر ہوا تھا۔ صحیح مسلم کی روایت لکھ چکا ہوں۔ دونوں کی توضیح میں خیف فرق ہے۔ اگر ایک ہی واقعہ تو مسلم کی روایت راجح ہے لیکن اگر دو واقعہ ہی تو ممکن ہے۔

وفات حضرت ذوالبجادیٰ | حضرت عبداللہ بن مسعود فرماتے ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ

غزوہ تبوک میں تھے۔ ایک روز بڑی رات میں ہم اُٹھے۔

دیکھا کہ فجر کے ایک طرف آگ کا بڑا شعلہ ہے۔ ہم اس طرف گئے۔ دیکھا کہ وہاں رسول اللہ ﷺ اور

ابوبکر صدیقؓ اور عمر فاروقؓ ہیں۔ حضرت عبداللہ ذوالبجادیٰ مرنے کا انتقال ہو گیا تھا۔ ان حضرات نے

قبر کھودی تھی۔ حضور خود قبر کے اندر تھے۔ اور یہ لوگ نعش دے رہے تھے۔ حضور فرماتے تھے کہ اپنے

بھائی کو اور میرے نزدیک کرو۔ ان صاحبوں نے نزدیک کیا۔ جب دفن سے فارغ ہوئے تو

حضور نے فرمایا کہ خداوند اہم اس سے آخر وقت تک راضی رہے تو اس سے راضی ہو۔ حضرت

عبداللہؐ نے اس قصہ کو بیان کرنے کے بعد فرمایا کہ کاش ہم اُس قبر میں دفن ہوتے۔

حضور نے تبوک سے لوٹتے ہوئے فرمایا کہ مدینہ میں ایک جماعت ہے کہ جس رات سے تم

گذرے۔ اور جس وادی کو تم نے قطع کیا وہ تمہارے ساتھ رہی۔ تو گوں نے پوچھا کہ یا رسول اللہ

اور وہ لوگ مدینہ ہی میں مقیم ہیں۔ حضور نے فرمایا کہ ہاں مدینہ ہی میں رہو۔ غدر کی وجہ سے شریک نہ ہو سکے

ابن قیم لکھتے ہیں کہ ابوالاسود نے اپنے مغازی میں حضرت عروہؓ کی روایت

انتہائی شہادت کیا ہے کہ جب حضور تبوک سے لوٹے تو بعض منافقین نے مشورہ کیا کہ

رسول اللہ ﷺ عقبہ سے جانے لگیں تو اُن کو عقبہ سے نیچے گرا دیا جائے نوذبا اللہ منہ! اور اسی لئے

یہ مکار حضور کے ساتھ چلنے لگے۔ حضور کو خدا نے خبر کر دی۔ حضور جب عقبہ کے قریب پہنچے تو حکم دیا

کہ جس کا جی چاہے لطن وادی سے جائے۔ کیونکہ وہ کشادہ راستہ ہے۔ اور خود حضور عقبہ

کی طرف سے چلے۔ ان منکاروں نے جب یہ سنا تو گواہ اور لوگ لطن وادی کی طرف گئے تھے مگر

ان بھوں نے اسی طرف سے جانے کا ارادہ کیا۔ منہ پر نقاب ڈال لیا۔ اور اس عظیم کام کے

پورا کرنے کا ارادہ کیا جو سوچ رکھا تھا۔ حضور نے حضرت حذیفہ بن الیمانؓ اور عمار بن یاسرؓ کو

ساتھ لیا۔ فرمایا کہ اے عمار تم ناقہ کی باگ پکڑو۔ اور اے حذیفہ تم ناقہ کے پیچھے رہو۔ جو وقت

لے اصحاب صفہ میں سے تھے ۱۲ منہ

حضور عقبہ سے گزر رہے تھے ان ملعونوں کے پیچھے سے آنیکلی آواز معلوم ہوئی۔ وہ منہ پھپکے ہوئے تھے اور رات بھی تاریک تھی حضور کے چہرہ پر آثار غضب تھے حکم دیا کہ اُن کو پیچھے لوٹا دو۔ حضرت حذیفہؓ لوٹے اور اپنے تیردان سے اُن کے اونٹ کے منہ پر مارا۔ پہلے تو وہ سمجھے کہ کوئی مسافر ہے مگر جب انہوں نے حضرت حذیفہؓ کو پہچانا تو سمجھے کہ راز ظاہر ہو گیا۔ اور اُن پر رعب طاری ہو گیا۔ تیزی کے ساتھ لوٹ گئے۔ اور جا کر لوگوں کے ساتھ مل گئے۔

جب حضرت حذیفہؓ لوٹ کر آئے تو آپ نے حکم دیا کہ اونٹ کو تیز ہٹاؤ۔ اور حضرت عمارؓ کو حکم دیا کہ تیز چلو حتیٰ کہ آپ عقبہ سے نکل گئے اور شکر کے انتظار میں ٹھہرے۔ حضرت حذیفہؓ سے دریافت فرمایا کہ تم نے اس جماعت کو پہچانا۔ انہوں نے کہا کہ سواری تو پہچانی فلاں فلاں کی تھی۔ مگر آدمی کو نہ پہچان سکا۔ حضورؐ نے فرمایا کہ تم نے ان کا ارادہ سمجھا۔ حضرت حذیفہؓ نے کہا کہ نہیں۔ حضورؐ نے فرمایا کہ ان کا ارادہ تھا کہ ہمیں عقبہ سے نیچے گرا دیں اور فرمایا کہ ابھی پوشیدہ رکھو۔ خدا نے ہمیں اُن کے ارادہ اور اُن کے ناموں سے مطلع کر دیا ہے انشاء اللہ صبح بتا دینگے۔

ابن اسحاق کی روایت ہے کہ صبح کے وقت حضورؐ نے فرمایا کہ بلاؤ عبد اللہ بن ابی سعد۔ ابن ابی سرح۔ ابی خاطر الاعرابی۔ عامر۔ ابو عامر راہب۔ جلاس بن سوید۔ جلاس بن سوید نے کہا تھا کہ آج کی رات ہم محمدؐ کو بلا عقبہ سے گرائے نہ رہینگے۔ اگرچہ محمدؐ اور اُن کے صحابہ ہم سے بہتر ہوں۔ ہلوگ تو بکری میں اور یہ ہمارے چرواہے ہیں۔ ہم بے عقل ہیں اور وہ بڑے عاقل ہیں۔ اور آپؐ نے فرمایا کہ بلاؤ مجمع بن جاریہ کو اور ملح نسبی کو یہ وہ شخص ہے جو آخر مرتد ہو گیا اور لاپتہ ہو گیا۔ اور حکم دیا کہ بلاؤ حصن بن نمیر کو یہ وہ شخص ہے جس نے قرصہ پر ڈاکا ڈالا تھا۔

۱۔ زاد المعاد میں ابن اسحاق سے اسی طرح مروی ہے ابی خاطر نخاعی مجہد والی وطارمہ ورائے مگر ہم اس کے نام و ترجمہ سے واقف نہ ہو سکے اور ابی خاطر نے اصحاب میں کوئی ہے نہ اسد الغابہ میں ۱۲ منہ ۲۔ جلاس بن سوید بن الصامت الانصاری منافق تھا اختلاف ہے کچھ لوگ کہتے ہیں کہ پیچھے تائب ہو گیا اور صادق رہا واللہ اعلم جلاس بن مجیم ہے ۱۲ منہ ۳۔ میرے نسخہ میں حصن بن نمیر ہے حائے مہلہ صادق و نون لیکن ابن جبر اصحاب میں حصین بن نمیر کا نام لکھتے ہیں

اور چوری کیا تھا۔ حضور نے اس سے پوچھا کہ تو نے ایسا کیوں کیا۔ جواب دیا کہ مجھے یقین د تھا کہ آپ کو اس کی خبر ہوگی۔ مگر آج معلوم ہوا کہ واقعی آپ خدا کے رسول ہیں۔ میں اس کے قبل کبھی دل سے مسلمان نہ تھا۔ اس وقت صدق دل سے مسلمان ہوتا ہوں حضور نے معاف کر دیا پھر حکم دیا کہ بلا و طعیمہ بن ابیرق کو۔ اور عبد اللہ بن عیینہ کو اس نے اپنے ساتھیوں سے کہا تھا کہ آج کی رات جاگو تو ہمیشہ سلامت رہو گے۔ تمہارا کوئی کام اس کے سوا نہیں ہے کہ اس شخص کو آج قتل کر دو۔ حضور نے پوچھا کہ ہم قتل ہو جاتے تو میرا قتل تجھ کو کیا نفع دیتا۔ اُس نے معذرت کی حضور نے چھوڑ دیا۔ پھر فرمایا بلا و مرہ بن الربیع کو اس نے کہا تھا کہ اگر ہم ایک شخص کو قتل کر دیں تو سب کو اطمینان ہو جائے گا۔ یہ سب بازہ آدمی تھے جنہوں نے حضور کے قتل کا مشورہ کیا تھا۔ حضور نے ایک ایک کے کلام اور گفتگو کو بتایا۔ اور فرمایا کہ تم نے یہ کہا تمہارے دل میں یہ ہے۔ یہی ہیں جن کے نسبت خداوند پاک نے فرمایا وہموا بعمالہ دنیا والاولیہ ابو عامر فاسق اُن سب کا سردار تھا۔ اس کو پہلے ابو عامر رامب کہتے تھے حضور نے اُس کو فاسق کہا وہ حضرت خنظلہ غیل الملک کا باپ تھا۔ اسی کے لیے منافقین نے مسجد ضرار بنائی تھی۔

لیکن ابن قیم کہتے ہیں کہ ابن اسحاق کی روایت میں چند اوهام ہیں۔ ایک یہ کہ ابن اسحاق کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور نے ان منافقین کے اسماء نظام کر دیئے۔ حالانکہ سوائے حضرت حذیفہ کے اور کسی کو آپ نے اُن کا نام نہ بتایا۔ حتیٰ کہ حضرت عمرؓ کو نہ معلوم تھا۔ حضرت حذیفہؓ نے اسی لیے صاحب سر رسول اللہ کے جاتے تھے۔ منافقوں میں سے کوئی مرنے کا تھا تو حضرت عمرؓ دریافت کرتے تھے کہ حذیفہؓ نے اس کے جنازہ کی نماز پڑھی یا نہیں۔ اگر اُن میں سے ہوتا تھا تو وہ اُس کا جنازہ نہیں پڑھتے تھے۔ دویم وہ لکھتے ہیں کہ ان میں خود عبد اللہ بن ابی تھا۔ حالانکہ وہ تبوک میں شریک نہ ہوا۔ وہ اپنی فوج کے ساتھ مدینہ ہی میں رہ گیا تھا۔ سویم وہ سعد بن ابی سرح کا بھی نام لکھتے ہیں حالانکہ وہ مسلمان ہوا ہی نہیں۔ اس کے لڑکے عبد اللہؓ

۱۱۔ ابن حجر طبرانی بن ابیرق لکھتے ہیں بلایاے تھانیہ اور ابو موسیٰ سے نقل کرتے ہیں کہ طہور کے ایمان میں کلام ہے ۱۱

ابن سعد بن ابی سرح مسلمان ہوئے کاتب وحی تھے پھر مرتد ہو گئے۔ حضرت عثمان کی سفارش پر فتح مکہ کے بعد ان کو معاف کیا گیا اور مسلمان ہوئے۔ اور اس کے بعد ان کی کوئی حرکت ایسی معلوم نہ ہوئی جس سے نفاق کا شبہ ہو۔ چہارم وہ کہتے ہیں کہ ابو عامر ان لوگوں کا سردار تھا یہ بھی ظاہر غلط ہے اور ابن اسحاق سے کم درجہ کے شخص پر یہ بات پوشیدہ نہیں رہ سکتی۔ بلکہ ابن اسحاق نے خود ابو عامر کا حال لکھا ہے۔ وہ ہجرت کے بعد مکہ چلا گیا تھا۔ فتح مکہ کے بعد طائف گیا۔ اہل طائف کے اسلام کے بعد شام چلا گیا۔ اور وہیں تنہائی میں مرا۔ کہاں وہ فاسق اور کہاں غزوہ تبوک۔

مسجد ضرار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب تبوک سے واپس ہوئے تو مقام ذی اوان میں قیام فرمایا اس مقام سے مدینہ ایک گھنٹہ کا راستہ ہے۔ حضور کے تبوک جلنے سے پہلے انصار کے بعض لوگوں نے مسجد قبا کے قریب ایک مسجد بنائی تھی۔ اور حضور کے پاس آئے تھے کہ ہم نے ضحار و معذورین کے لئے ایک مسجد بنائی ہے آپ چلکر اس میں نماز پڑھا دیں حضور نے فرمایا تھا کہ ابھی میں سفر میں جا رہا ہوں۔ واپس آنے کے بعد ان شاء اللہ تعالیٰ تمہاری مسجد میں نماز پڑھوں گا اور کما قال

جب حضور تبوک سے نو نکر ذی اوان پہنچے تو آپ کے پاس آسمان سے خبر آئی اور اس مسجد کے بانیوں کی نیت سے آپ کو مطلع کیا گیا۔ آپ نے مالک بن النخشم کو جو بنی سلمہ بن عوف کے ایک بزرگ تھے۔ اور معن بن عدی عجلانی کو بلایا اور حکم دیا کہ جاؤ اور ان ظالموں کی مسجد کو گرا دو اور جلا دو۔ یہ لوگ گئے۔ بعلت روانہ ہوئے۔ جب بنی سالم بن عوف میں آئے تو مالک نے کہا کہ ٹھہرا ہم اپنے گھر سے آگے آئیں۔ کیونکہ اسی قبیلہ میں ان کا گھر تھا۔ یہ گئے اور ایک درخت کی شاخ

سلمہ مالک بن النخشم بضم دال مہملہ و سکون خائے معجم و ضم شین معجم انہیں نے سہیل بن عمرو کو بدر میں گرفتار کیا تھا۔ عتبہ بن مالک سے روایت ہے کہ بعض لوگ ان کو بھی متافق کہتے تھے لیکن حضور نے ایسا کہنے سے منع کیا۔ معن بن عدی عجلانی بلوی تھا معن بن عدی کے بھائی ہیں یمامہ میں شہید ہوئے ۱۲۰ھ

۱۔ جاریہ بن عامر بن جمح بن اعطاف اور جمح بن جاریہ بن عامر یعنی پہلے کا لڑکا۔ اور زید بن جاریہ بن عامر
۲۔ بن جمح یعنی جمح بن جاریہ کا بھائی اور جاریہ بن عامر کا لڑکا بن اسحق نے تینوں کو مسجد ضرار کے بانیوں میں
لکھا ہے۔ یہ جاریہ مجیم ہے۔ اس میں جمح اور زید کا باپ جاریہ بن عامر مشہور منافق اور بانی مسجد ضرار ہے اسکا
لڑکا جمح بن جاریہ بضم میم و فتح جیم و تشدید میم مسورہ وھین مہملہ مسجد ضرار کے امام تھے حضرت عمرؓ کے زمانہ میں انکو
امام مقرر کیا جانے لگا تو اس پر اعتراض ہوا کہ یہ مسجد ضرار کا امام تھا مگر اس نے معذرت کی کہ میں کس نے تھا
قرآن سب سے زیادہ پڑھتا تھا اس لئے لوگوں نے مجھے امام مقرر کر دیا مجھے ان کی نیتوں کی کیا خبر تھی چنانچہ یہ
عذر تسلیم کیا گیا لیکن جمح بن جاریہ کے بھائی زید بن جاریہ کے متعلق ابن حجر اور ابن اثیر نفاق کا کوئی تذکرہ نہیں
کرتے لکھتے ہیں کہ یہ ان میں سے ایک ہیں جن کو کم عمری کی وجہ سے حضورؐ نے غزوہ احد میں شریک نہیں کیا اسکا
باپ جاریہ بن عامر منافق تھا اور حمار الدار کے نام سے مشہور تھا۔ زید بن جاریہ کو حضورؐ نے خیبر میں حصہ دیا تھا
ان کا انتقال حضرت عبداللہ بن عمروؓ کے سامنے ہوا اور انہوں نے خبر سنکر ترحم کی دعا کی۔ یہ یقین کی جنگ میں
حضرت علیؓ کے ساتھ تھے ۱۲ منہ

بشیر بن الحارث - مخرج - مجاہد بن عثمان - ذویۃ بن ثابت -

رسول اللہ کی مسجدیں | ابن اسحاق لکھتے ہیں کہ مدینہ سے تبوک تک رسول اللہ کی

مسجدیں یہ مشہور تھیں۔ مسجد تبوک۔ مسجد ثنیۃ مدران۔ مسجد ذات

الزراب۔ مسجد بالاخضر۔ مسجد بالشق۔ مسجد ذی الحیفہ۔ مسجد بصدر حوضی۔ مسجد بالجحر۔ مسجد بالصعید۔

مسجد وادی القری۔ مسجد بالرقہ۔ شقہ بنی عذرہ۔ مسجد ذی المردہ۔ مسجد فیفار۔ مسجد ذی خشب۔

مدینہ میں داخلہ | حضور جب مدینہ کے قریب آئے۔ تو اشتیاق میں عورتیں۔ بچے سب

استقبال کے لئے نکل آئے۔ اور وہ ذوق و شوق میں پڑھتے تھے۔

طلع البدر علینا من ثنیات الوداع وجب الشکر علینا۔ مادی اللہ ما دے

بعض رواۃ بیان کرتے ہیں کہ یہ اشعار ہجرت کے وقت پڑھے گئے تھے۔ مگر ثنیۃ الوداع شام

آنے میں ملتا ہے مکہ سے آنے میں نہیں۔ یہ مدینہ سے شام کی طرف ہے واللہ اعلم

حضور جب مدینہ میں داخل ہوئے تو فرمایا ہذہ طابۃ و ہذا جبل احد یحبنا

و یحبنا۔ یہ طابہ ہے اور جبل احد کو میں پیارا ہوں مجھ کو جبل احد پیارا ہے۔ اسکے بعد حضرت

عباسؓ نے اجازت چاہی کہ میں مدح کے اشعار پڑھوں۔ حضور نے اجازت دی۔ اور

انہوں نے ایک قصیدہ مدح پڑھا۔

متخلفین کی معذرت | حضور پہلے مسجد شریف لائے۔ دو رکعت نماز پڑھی۔ اس کے بعد

وہ لوگ آئے جو غزوہ میں شریک نہیں ہوئے تھے۔ اور عذر

شرکت کے عذرات پیش کیے۔ اُن لوگوں کی تعداد اسی سے زیادہ تھی۔ سب کے عذرات

ظاہری کو آپ نے قبول فرمایا۔ اور اُن کے باطن کو خدا کے پیر دیکھا۔ ان سب کی بیعت

لی۔ اور سب کے لئے استغفار کیا۔

لیکن کعب بن مالک۔ ہلال بن امیہ اور مرارہ ابن الربیع کے توبہ کا قصہ خلوص

صداقت اور استقلال و صبر کا ایک نادر نمونہ ہے۔ ان حضرات نے جھوٹا عذر بنا کر اپنا

صداقت کی وجہ سے سخت تکلیف برداشت کی مگر مستقل رہے۔ آخر بڑی ابتلا و آزمائش کے بعد مقبول بارگاہ نبوت اور مقبول بارگاہ ذوالجلال ہوئے۔ ہم اختصار کے ساتھ ان کا حال لکھتے ہیں۔ خود حضرت کعبؓ نے مفصل کیفیت بیان کی ہے جو صحاح وغیرہ صحاح میں موجود ہے اور ہم اسی کا خلاصہ لکھتے ہیں۔

حضرت کعب بن مالکؓ حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور سلام کیا۔ تو حضورؐ نے تبسم فرمایا مگر تبسم غصب آلود تھا۔ کہا نزدیک آؤ۔ یہ سامنے جا کر بیٹھے۔ فرمایا کہو کیوں رہ گئے۔ خود کہتے ہیں کہ میں نے جواب دیا کیا رسول اللہؐ اگر میں اس وقت کسی دنیا دار کے سامنے ہوتا تو بحث اور حیلے نکال کر بیچ سکتا تھا لیکن خدا کی قسم میں جانتا ہوں کہ اگر اس وقت جھوٹ باتیں بنا کر آپؐ کو راضی کروں تو ممکن ہے کہ خداے قدوس صحیح بات ظاہر کر کے آپؐ کو مجھ سے ناراض کر دے۔ لیکن اگر سچ کہوں تو اس وقت آپؐ مجھ سے خوش نہ ہوں گے۔ مگر مجھے اُمید ہے کہ خداوند پاک میرے قصور کو معاف کر دے۔ اور آپؐ کو مجھ سے راضی کر دے۔

یا رسول اللہؐ خدا کی قسم تاخیر کی کوئی صحیح وجہ نہ تھی۔ واللہ میں قادر تھا کسی طرح کی دقت نہ تھی باوجود اس کے میں پیچھے رہ گیا۔ حضورؐ نے فرمایا کہ جو کچھ اس نے کہا وہ صحیح کہا اٹھو جب تک خدا تمہارے حق میں کوئی فیصلہ نہ کر دے ٹھہرو۔ میں کھڑا ہوا اور بنی سلمہ کے بعض اشخاص کے پیچھے ٹھہرا۔ لوگوں نے مجھ سے کہنا شروع کیا کہ یہ تم نے کیا کیا۔ ہم لوگ نہیں جانتے کہ تم نے پہلے کوئی گناہ کیا ہو۔ آج تم وہی عذر پیش کر سکتے تھے جو دوسرے متخلفین نے پیش کیا۔ اور تمہارے گناہ کے لیے رسول اللہؐ کا تمہارے لیے استغفار کرنا کافی تھا۔ حضرت کعبؓ فرماتے ہیں کہ مجھ کو اتنا لوگوں نے سمجھایا کہ میں نے ارادہ کیا کہ کوئی عذر پیش کروں اور اپنے پہلے بیان کی تکذیب کروں۔ مگر میں نے دریافت کیا کہ میری سی حالت اور بھی کسی کی ہے۔ لوگوں نے کہا کہ ہاں دو شخصوں نے اور بھی ایسی طرح کہا ہے جس طرح تم نے کہا۔ ایک ہزارہ بن الزبجہ العامری۔ اور ایک ہلال بن امیہ الواقفی۔ حضرت کعبؓ

کہتے ہیں کہ ایسے دو شخصوں کا لوگوں نے نام لیا جو دونوں صالح اور سچے مسلمان تھے۔ دونوں بدر کے شرکار میں تھے۔ ایسے لوگ تھے جن کا اسوہ حسنہ قابل تقلید تھا اس لیے میں پھر اپنے قول پر ثابت رہا۔ اور ساکت رہا۔

وہی کہتے ہیں کہ رسول اللہ نے مسلمانوں کو ہم تین شخصوں سے گفتگو کرنے کو منع کر دیا۔ لوگ ہم سے پچھنے لگے اور سب کی حالت بدل گئی۔ زمین متغیر ہو گئی معلوم ہوتا تھا کہ یہاں ہمیں کوئی جانتا ہی نہیں ہے۔ میرے دوستوں کو گھروں میں بیٹھ گئے اور برابر روتے رہے۔ میں نکلتا تھا اور نماز میں لوگوں کے ساتھ شریک ہوتا تھا۔ بازاروں میں چکر لگاتا تھا۔ مگر کوئی مجھ سے بات نہ کرتا تھا۔ حضور نماز کے بعد مسجد میں بیٹھتے تو میں حاضر ہوتا سلام کرتا اور دیکھتا رہتا کہ جواب میں حضور کے لبوں کو حرکت ہوتی ہے یا نہیں۔ میں حضور کے قریب ہی نماز پڑھتا۔ اور چوری سے حضور کو دیکھتا رہتا۔ جب میں نماز میں ہوتا تھا تو حضور میری طرف دیکھتے تھے۔ لیکن جب میں متوجہ ہوتا تھا تو حضور منہ پھیر لیتے تھے۔

ایک روز جبکہ بہت عرصہ ہو چکا تھا۔ میں شہر کے باہر ابو قتادہ کے باغ میں گیا۔ وہ میرے چچا زاد بھائی تھے اور مجھ سے اُن سے بہت محبت تھی۔ میں نے سلام کیا تو خدا کی قسم انہوں نے سلام کا جواب نہ دیا۔ میں نے کہا اے ابو قتادہ میں تم سے قسیم پوچھتا ہوں کہ کیا میں خدا و رسول کو دوست رکھتا ہوں۔ وہ ساکت رہے۔ میں نے پھر پوچھا۔ وہ پھر ساکت رہے۔ میں نے پھر قسم دی۔ انہوں نے کہا اللہ و رسولہ اعلم یعنی اللہ اور اس کے رسول کو زیادہ علم ہے میری آنکھوں سے آنسو نکل پڑا اور میں واپس چلا آیا۔

کہتے ہیں کہ مدینہ کے بازاروں میں چکر لگاتا تھا۔ اور ایک شامی تاجر لوگوں سے دریافت کر رہا تھا کہ کعب بن مالک کہاں ہیں۔ مجھ پر نظر پڑی تو سب نے متفقہ اشارہ میری طرف کیا کہ وہ ہیں۔ وہ میرے پاس آیا اور ملک غسان کا ایک خط مجھ کو دیا۔ اُس خط کا یہ مضمون تھا۔ اما بعد تجھ کو یہ خبر ملی ہے کہ تمہارے صاحب نے تم پر جفا کیا ہے۔ حالانکہ خدا نے تمہارا مرتبہ کم

نہیں کیا۔ نہ تم اس طرح چھوڑ دینے کی چیز ہو۔ تم ہم لوگوں سے ملو تب تم اپنا مرتبہ خود دیکھ لو گے
حضرت کعبؓ فرماتے ہیں کہ میں نے خط پڑھا تو کہا کہ یہ ایک اور بلا جو اس خط کو میں نے تور میں جلا دیا
چالیس دن اس حالت میں گزر چکے تھے اُس کے بعد حضورؐ کا قاصد آیا اور کہا کہ رسول اللہؐ
نے حکم دیا ہے کہ اپنی عورت سے علیحدہ رہو۔ میں نے کہا کہ کیا طلاق دیدوں یا کیا حکم ہے کہا طلاق
نہ دو مگر علیحدہ رہو۔ اور میرے دوسرے دوست تھیوں کے پاس بھی یہی حکم گیا میں نے اپنی عورت سے
کہا کہ جب تک خدا اس بارہ میں کوئی حکم نہ دے تم اپنے میکہ چلی جاؤ۔ اور اپنے لوگوں کے ساتھ رہو۔
لیکن بلال بن اُمیہؓ کی عورت حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور کہا کہ یا رسول اللہ میرا شوہر شیخ
ہے۔ اور اُن کا کوئی خادم بھی نہیں ہے وہ ضائع ہو جائیں گے۔ کیا آپ اس کو مکروہ سمجھتے ہیں کہ میں
اُن کی خدمت کروں حضورؐ نے فرمایا کہ نہیں میں خدمت کو مکروہ نہیں سمجھتا لیکن قربت نہ ہونے پائے
انہوں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ خدا کی قسم اُن کو کسی بات کی مطلق خواہش نہیں ہے جب سے آپ کا
حکم ہوا ہے وہ تو برابر رہے ہیں حضرت کعبؓ فرماتے ہیں کہ میرے بعض اقارب نے کہا کہ جس طرح
بلال بن اُمیہؓ کی عورت نے اجازت لی بستر ہو گا کہ تم بھی اپنی عورت سے خدمت لینے کی اجازت لے لو
میں نے کہا کہ یہ نہیں معلوم کہ حضورؐ میرے اس سوال کا کیا جواب دینگے دویم میں جوان ہوں۔

قبولیت استغفار اور معافی | حضرت کعبؓ فرماتے ہیں کہ اس کے بعد دس دن اور گزرے اور
پورا پچاس دن ہو گیا۔ تو ٹھیک پچاسویں دن صبح کے وقت میں

اپنے مکان کی پھٹ پڑ بیٹھا ہوا تھا اور میرا وہی حال تھا جو خود خداوند پاکؐ نے ذکر کیا ہے قد ضاقت
علی نفسی وضاقت علی الارض اسی حال میں میں نے آواز سنی کہ کوئی شخص حبیل سلع سے بلند آواز
میں پکار رہا تھا کہ اے کعب بن مالک بشارت ہو میں سجد میں گر گیا اور سمجھا کہ خدا کی طرف سے خلاصی
ہوئی۔ شاید صبح کی نماز میں حضورؐ کو خدا کی طرف سے توبہ قبول کرنے کی اجازت ہوئی۔ اس کے بعد لوگ
بشارت لیکر یکے بعد دیگرے آنے لگے۔ اور ہر شخص جلدی کر رہا تھا۔ جسے کہ بعض گھوڑے پر چڑھ کر دوڑے
ہوئے آئے۔ پہاڑوں پر سے آوازیں آرہی تھیں۔ اور آواز گھوڑے سے بھی پہلے پہنچتی تھی جس کی آواز

ہمیں پہلے ملی جب وہ آئے تو میرے بدن پر دو کپڑہ تھا۔ میں نے وہ دونوں اتار کر ان کو دیدیا۔ اور خدا کی قسم میرے پاس اُس کے سوا اور کوئی کپڑہ نہ تھا۔ میں نے دوسرے سے عاریت لیکر کپڑہ پہرا۔ اسکے بعد میں رسول اللہ کی خدمت میں چلا تو راستہ میں جماعت پر جماعت تو یہ قبول ہوئے پر بشارت اور تسلی دیتی تھی مسجد میں پہنچا تو دیکھتے ہی حضرت طلحہ بن عبید اللہ ڈوڑے اور مصافحہ کیا۔ اور مبارکباد دی۔ مہاجرین میں سے صرف حضرت طلحہ کھڑے ہوئے اور میں اُن کو کبھی نہ بھولوں گا۔ اس کے بعد میں نے رسول اللہ کو سلام کیا۔ حضور کا چہرہ مبارک خوشی سے چاند کی طرح چمک رہا تھا۔ اور ہلوگوں کو معلق تھا کہ حضور کا چہرہ خوشی کے وقت منور ہو جاتا ہے۔ حضور نے فرمایا کہ اے کعب بشارت ہو۔ ماں سے یہ ہونے کے بعد آج کا دن تیرے لیے سب سے زیادہ مبارک دن ہے۔ جس نے کہا کہ یا رسول اللہ یہ آپ کی جانب سے ہے یا خدا کی جانب سے۔ فرمایا کہ خدا کی جانب سے۔

میں نے کہا کہ یا رسول اللہ میں چاہتا ہوں کہ مقبولیت دعا کے شکر یہ میں اپنا سارا مال صدقہ
کردوں جنھوں نے فرمایا کہ تمہارے لئے بہتر ہے کہ کچھ مال اپنے لئے بھی رکھو میں نے عرض کیا کہ اپنا خیر
حصہ رکھ لیتا ہوں۔ اسکے بعد میں نے رسول اللہ کے سامنے عہد کیا کہ صداقت کی وجہ سے خدا نے میری
توبہ قبول کی اب میری توبہ یہ ہے کہ سوائے سچ کے کبھی کوئی بات نہ کروں گا۔ فرماتے ہیں کہ اس کے بعد
اب تم میں نے کبھی کوئی جھوٹی بات زبان سے نہ نکالی۔ اور خدا بقیہ زندگی بھی محفوظ رکھے۔

حضرت کعبؓ فرماتے ہیں کہ خداوند کریم نے ہم تینوں کی توبہ کا قرآن میں بالخصوص ذکر کیا ہے۔
وَعَلَى الثَّلَاثَةِ الَّذِينَ خَلَفُوا ۖ هُمْ ثَمِينٌ آدَمِي مُرَادِیۡنَ۔ اور ہم لوگوں کے سوا اور کسی کے توبہ کا ذکر قرآن میں نہیں ہے۔

دارمی نے حضرت ابن عباسؓ سے وَاخْرَوْنَ اَعْرَافَكُمْ بِذُنُوبِكُمْ کی تفسیر میں ایک روایت
 لکھی ہے کہ تبوک کے متخلفین میں سے دش آدمی کی توبہ قبول ہوئی تھی۔ تین یہ۔ اور سات آدمی ابولہب
 اور ان کے ساتھی تھے۔ جنہوں نے ستونِ مسجد سے اپنے گویا نہ دیا تھا وَاِنَّكُمْ لَعَمْرُکُمْ لَفِي
 اسی طرح کا بنی قریظہ کے زمانہ میں بھی مروی ہے۔ نہ معلوم یہ اُسی قصہ سے انتباس ہوا ہے یا اس وقت

بھی اسی طرح کا واقعہ دوبارہ پیش آیا خدا علم

نہ غیر عام کا حکم تبوک کا قصہ اس بات کی صریح دلیل ہے کہ جب امام کی طرف سے جہاد کے لیے

نہ حاصل کرے۔ اور معلوم ہوا کہ غیر کے بعد جہاد فرض عین ہو جاتا ہے۔ گو فرداً فرداً اسکی خبر نہ دگئی ہو۔

تبوک میں بھی حضور نے نماز قصر ادا کی اور فتح مکہ میں بھی حالانکہ علی الصبح اٹھا رہے تھے

روزانہ مقامات میں قیام کرنا پڑا۔ یہ دلیل ہے کہ مسافر جب تک اقامت کی نیت

نہ کرے قصر کرتا رہے ایک ارجمند اور اکثر اہل علم کا اس پر اتفاق ہے۔ اصحاب رسول اللہ رام ہرمز

میں سات مہینہ رہے اور برابر قصر کرتے رہے۔ عبدالرحمن بن سمرہ کابل میں دو برس رہے اور برابر

قصر کرتے رہے لوگوں نے رمی میں ایک سال تک قصر کیا۔ اور سجستان میں دو برس تک قصر کیا خدا علم

تبوک کے مخالفین کا قصہ اس پر دال ہے کہ قضا ظاہر پر ہوتا ہے۔ منافقین جن کا

نفاق معلوم تھا عذر کرنے کی وجہ سے چھوڑ دیئے گئے۔ لیکن مخلصین کو چونکہ انہوں نے

کوئی عذر شرعی پیش نہ کی تبیکھ کی گئی۔ حالانکہ ان کا مخلص مومن ہونا سب کو معلوم تھا۔

اس قصہ سے معلوم ہوا کہ بشارت کے وقت بقدر استطاعت صدقہ مستحب ہے۔

جیسا کہ حضرت کعبہ نے کیا۔ اور حضور نے بھی پسند فرمایا مگر کہا کہ کچھ اپنے لیے

رکھو۔ اسی طرح بشارت دینے والے کو کچھ انعام دینا جیسا کہ حضرت کعبہ نے اپنے بدن کا کپڑہ اتار کر

بشر کو دیدیا۔ حالانکہ ان کے پاس صرف وہی کپڑہ تھا۔

جمع غزوات و سرایا

ابن اسحاق لکھتے ہیں کہ غزوہ تبوک سب سے آخر غزوہ ہے یعنی اسکے بعد حضور کسی غزوہ میں شریک

نہ ہوئے۔ البتہ اس کے بعد بھی بعض سرایا کا بھیجنا ثابت ہے۔ یہ معلوم ہو چکا ہے کہ جہاد ہجرت کے بعد

فرض ہوا اس لیے غزوات و سرایا کی ابتدا ہجرت کے بعد ہوئی۔ اور دس برس میں سائیس یا اسیائیس

یا پچیس یا کم و بیش غزوات میں حضور شریک ہوئے۔ سات غزوات میں حضور نے خود بھی مقام کیا

۱۵ اس میں حنین اور طائف کو ایک شمار کیا گیا ہے اور قریظہ خندق کا جزو شمار ہوا ہے ۱۲ منہ

بدر۔ احد۔ خندق۔ قرظہ۔ بنی المصطلق۔ خیبر۔ فتح مکہ اور حنین و طائف بعض کہتے ہیں کہ بنی النضیر۔ غابہ۔
اور وادی القریٰ میں بھی آپ نے مقاتلہ کیا ہے۔

بڑے بڑے غزوات | سرایا آپ نے ناٹھ کے قریب ان سب کی تہذیب و ترتیب بہت شکل ہو

بڑے بڑے غزوات سات ہیں بدر۔ احد۔ خندق۔ خیبر۔ فتح مکہ۔ حنین۔ تبوک۔ قرآن پاک میں ان سب کا
جملہ مفصلاً ذکر موجود ہے۔ سورۃ انفال میں تقریباً سب کا سب غزوہ بدر کا حال ہے۔ اسی لئے اُنکو
سورۃ بدر کہتے ہیں۔ اور آل عمران کے آخر میں غزوہ احد کا ذکر ہے وَاِذَا غَدَوْتُ مِنْ اَهْلِكَ بِتُوَى
الْمُؤْمِنِينَ مَقَاعِدَ لِلْقِتَالِ سے ختم سورہ سے تھوڑا قبل تک سب غزوہ احد ہی کا ذکر ہے۔ سورۃ احزاب
کے ابتدا میں خندق۔ قرظہ۔ اور خیبر کا حال ہے۔ سورہ حشر میں بنی النضیر کا حال ہے۔ حدیث اور خیبر کا
حال سورہ فتح میں ہے۔ حنین اور تبوک کا ذکر سورہ توبہ میں ہے۔ فتح مکہ کا سورہ فتح میں بھی اور
سورہ نصر میں بھی۔

نزول ملائکہ | ایک غزوہ میں حضور مجروح ہوئے یعنی غزوہ احد میں۔ دو غزوات میں فرشتوں نے

آپ کی امداد میں مقاتلہ کیا غزوہ بدر۔ اور غزوہ حنین میں۔ غزوہ احزاب میں
فرشتوں نے مقاتلہ نہیں کیا لیکن نزول ملائکہ سے کفار میں زلزلہ پڑ گیا اور وہ بھاگے۔ غزوہ احد میں
بھی بہت فرشتے نازل ہوئے اور بعض دوسرے غزوات میں بھی فرشتے آئے۔ بدر و احد میں فرشتوں کے
نزول کا ذکر قرآن پاک میں بھی ہے مگر فرشتوں کے مقاتلہ کی صحیح روایت صرف بدر و حنین کے بارہ میں آتی ہے
نزول ملائکہ کی تفصیل انشاء اللہ تعالیٰ دلائل نبوۃ کے بیان میں ہوگی۔

تین غزوات میں حضور نے کنکریوں پر دم کر کے کفار کی طرف پھینکا جس سے کفار کو سکت ہوئی۔
ایک غزوہ میں حضرت سلمان فارسیؓ کے مشورہ سے خندق کھود کر مع لشکر حضورؐ تحصن ہوئے یعنی غزوہ احزاب
میں ایک غزوہ میں آپ نے مخینق نصب کی یعنی غزوہ طائف میں۔

حراست | ابتداء غزوات میں قاعدہ تھا کہ جب آپ سوتے تھے۔ یا شب کے وقت جب قیام فرماتے
تھے۔ یا جب آپ کے لئے عیش بنایا جاتا تھا تو بعض صحابہ تنگی لوار لیکر پہرہ دیتے تھے۔

جیسے بدر میں حضرت سعد بن معاذؓ نے اور احد میں حضرت محمد بن مسلمہؓ نے حنین میں حضرت زبیر بن العوامؓ نے خیبر میں حضرت ایوب انصاریؓ نے اور کئی مقامات میں حضرت عباد بن بشرؓ نے پہرہ دیا۔ اور اس طرح مختلف اصحاب کے متعلق صحیح روایتیں موجود ہیں کہ انہوں نے حراست کی لیکن جب آیت نازل ہوئی **وَاللّٰهُ يَصْلَحُ مِنَ النَّاسِ مَنْ يَّشَاءُ** تو آپ نے صحابہ کو اس کی خبر دی اور اس کے بعد حراست کا قاعدہ موقوف ہو گیا۔

حدی خوانی | دور کے سفر میں۔ یا قمار پر بعض دفعہ اڑڈانے کے لئے کبھی کبھی بعض صحابہ آپ کے سامنے عذی پڑھتے تھے۔ اور حضورؐ اس کو پسند فرماتے تھے۔ اور عذی پڑھنے والوں کے لئے دعا، خیر کرتے تھے۔ عذی پڑھنے والے یہ حضرات تھے عبداللہ بن رواحہؓ۔ ابوجہشہ۔ عامر بن الاکوثرؓ۔ سلمہ بن الاکوثرؓ۔ ابوجہشہ بہت خوش گلو تھے صحیح مسلم میں ان کا ذکر ہے۔ اور عامر بن الاکوثرؓ کا ذکر خیبر میں ہو چکا ہے۔

جہاد کی فضیلت | حضورؐ نے جہاد فی سبیل اللہ کی بڑی بڑی فضیلتیں بیان کی ہیں۔ اور ہمیشہ صحابہ کو اس کی ترغیب دیتے تھے۔ ترمذی میں ہے کہ حضورؐ نے فرمایا کہ دو قطرے خدا کو بہت محبوب ہیں اور اس سے زیادہ کوئی چیز محبوب نہیں ہے۔ ایک آٹھ سو کا قطرہ جو خدا کے خوف سے نکلے اور ایک خون کا قطرہ جو خدا کی راہ میں بے حضرت جابرؓ کے والد غزوہ احد میں شہید ہوئے تو حضورؐ نے حضرت جابرؓ سے فرمایا کہ کیا میں نہیں یہ نہ بتا دوں کہ خدا نے تمہارے والد سے کیا کہا۔ انہوں نے کہا کہ ماں یا رسول اللہ! آپ نے فرمایا کہ خدا نے کسی سے بلا عجب کلام نہ کیا مگر تمہارے والد سے اور ان سے کہا انجہ۔ صحیح ابن حبان میں ہے کہ جو شخص اللہ کی راہ میں اپنے جان و مال سے جہاد کرے حتیٰ کہ دشمن سے مقابلہ کرے اور قتل کیا جائے وہ شہید ہے۔ خدا کے خیمہ میں عرش کے نیچے اس کی جگہ ہے۔ اس کے اور امیبار کے درمیان صرف ایک درجہ نبوت کا فرق ہے۔ اور تبسند صحیح حضورؐ سے ثابت ہے کہ کافر اور اس کا قاتل ہرگز ایک ساتھ جہنم میں جمع نہ ہوں گے۔ ان فرض قرآن پاک کی باتیں اور احادیث صحیحہ جہاد کے احکام اور اس کی فضیلت سے معوں ہیں۔ اور حضورؐ نے فرمایا ہے کہ میری امت کی ایک جماعت قیامت تک حق کے لئے مقابلہ کرتی رہے گی کسی کا خلاف ان کو بھرنہ ہوگا۔

آداب جہاد حضور اپنے اصحاب سے جنگ شروع ہونے سے پہلے بیعت لیتے تھے کہ فرار نہ کریں گے۔

اور کبھی موت پر بیعت لیتے تھے۔ اور جہاد کے اقرار کی بیعت بھی اسی طرح لیتے تھے جس طرح

اسلام قبول کرنے کی جہاد کے معاملہ میں اصحاب سے مشورہ کرتے تھے۔ جہاد کے موقع پر منزل کے انتخاب

میں مشورہ کرتے تھے اور ہر بات پر مشورہ کرتے تھے۔ جاسوس مقرر فرماتے تھے جو دشمن کی خبر لاتے

تھے۔ دشمن کے جاسوس کو قتل کا حکم دیتے تھے اپنے مشورہ اور ارادہ کو دشمن سے مخفی رکھتے تھے۔ کوئی

مسلمان اگر مسلمانوں کے پوشیدہ مشورہ کی خبر کفار کو دیتا تو اس سے سخت ناراض ہوتے اور وہ منافق سمجھا

جاتا تھا۔ حاطب بن ابی بلتعہ کا حال فتح مکہ میں معلوم ہو چکا ہے حضرت عمرؓ نے اسی بنا پر کہا کہ یا رسول اللہ

اجازت دیجئے کہ اس منافق کو قتل کر دوں لیکن حضور نے ان کو اس لیے چھوڑ دیا کہ وہ اصحاب بدر سے

تھے بغیر عام کے بعد جو شخص جہاد میں شریک نہ ہوتا اس سے آپ سخت ناخوش ہوتے تھے غزوہ تبوک میں

متخلفین تبوک کا ذکر بالتفصیل ہو چکا ہے جیش کی ترتیب اور مقاتلہ کی تنظیم کا آپ بہت اہتمام کرتے تھے

علم اور آیات سے کوئی لشکر خالی نہ ہوتا تھا۔ زرہ اور سلاح حرب کا جہاں تک ممکن ہوتا بندوبست کرتے

خود اپنے لئے بھی اور لشکر کے لوگوں کے لئے بھی۔ کم ہوتا تو عاریہ لیتے تھے اور ضرورت کے وقت کافر سے بھی

یہ چیزیں عاریہ لیتے تھے جیسا کہ غزوہ ہوازن کے وقت صفوان بن امیہ سے ایک تلوار میں اپنے لیں۔

سفر کے وقت فوج کی راحت کا خیال فرماتے تھے اور دھوپ کی تیزی کے وقت مقام کرتے تھے غزوہ

بنی المصطلق سے لوٹتے وقت عبداللہ بن ابی کی شرارت کی وجہ سے دھوپ کی تیزی کے وقت بھی جب

آپ نے سفر موقوف نہ کیا تو حضرت سعدؓ نے تعجب سے پوچھا کہ یا رسول اللہ آپ تو ایسے وقت سفر نہیں کیا

کرتے۔ حضور نے مجبوری بیان کی۔

حضور کا قاعدہ تھا کہ جب دشمن کے مقام کے قریب پہنچتے تو جیش کو رد کرتے۔ خدا سے نصرت

کی دعا کرتے پھر فرماتے کہ اب بڑھو بسم اللہ۔ ایسے وقت کی مختلف دعائیں آپ سے مروی ہیں حضور کا

قاعدہ تھا کہ جیش کو صبر و استقامت کی تلقین فرماتے۔ دشمن کی تعداد اور تیاری زیادہ ہوتی تو صحابہ

سے کہتے کہ فتح و نصرت کثرت تعداد اور کثرت آلات حرب پر موقوف نہیں ہے بلکہ اہلی چیز اسکے لئے

خدا پر اعتماد اور صبر و استقامت ہے۔

حضور کا قاعدہ تھا کہ دشمن پر حملہ صبح کے وقت کرتے تھے۔ یا آفتات ڈھلنے کے بعد ٹھنڈے وقت۔ رات کے وقت حضور خود حملہ نہیں کرتے تھے جیسا کہ غزوہ خیبر میں معلوم ہو چکا ہے لیکن جو ہرایا حضور نے بھیجا ان لوگوں نے بعض دفعہ رات کو بھی حملہ کیا اور آپ نے ان کو اس سے منع نہ فرمایا عین محرکہ جنگ میں ان کافروں کو جن سے حرب قائم ہے دھوکہ دینے کی اجازت دیتے تھے۔ اور فرماتے تھے الحرب بخدا عہد

حضور کا قاعدہ تھا کہ عورت۔ لڑکے۔ اور بوڑھوں کو قتل کرنے سے منع فرماتے تھے۔ جب سہرہ بھیجتے تو ان لوگوں کو تاکید کر دیتے کہ منکرین خدا کو قتل کرو مگر مشلہ نہ کرو۔ کفار سے جب کچھ معاملہ کرو تو بد عمدی نہ کرو۔ عورت بچے اور بوڑھوں کو قتل نہ کرو۔ البتہ جو بوڑھا جنگ کے بارہ میں اہل الرائے اور صاحب تجربہ ہوتا اور کفار اس کی رائے سے فائدہ اٹھاتے تو ایسے بوڑھے کے قتل کی اجازت دیتے تھے۔

کفار سے استعانت | بہت دفعہ آپ نے کفار کی اعانت قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ مگر خیبر میں اور بعض دوسرے مواقع میں آپ نے مشرکین اہل کتاب سے مدد لی۔ اور ان کو غنیمت میں سے اس کا بدلہ بھی دیا مگر صحابہ کی طرح ان کا باقاعدہ ہم قرار نہ دیا۔ غزوہ ہوا زن میں کفار قریش بھی آپ کے ساتھ ہو گئے تھے اور آپ نے ان کو شرکت سے منع نہ کیا۔

تقدیم دعوت | حضور نے صحابہ سے فرمایا کہ دشمن کے علاقہ میں قرآن پاک ساتھ نہ لیاؤ۔ اور امیر سر یہ کو حکم دیتے تھے کہ مقاتلہ شروع ہونے سے پہلے اسلام اور ہجرت کی یا صرف اسلام کی دعوت دو۔ اگر قبول نہ کرے تو مقاتلہ کرو۔ وادی القریٰ کے بیان میں معلوم ہو چکا ہے کہ حضور نے وہاں خود بار بار اسلام کی دعوت دی ماسی طرح بعض دوسرے غزوات میں بھی مروی ہے لیکن معلوم ہو چکا ہے کہ بعض دفعہ صحابہ سرایا چھپے رہے جب دشمن فافل سو گئے تب ان لوگوں نے حملہ کیا بعض جگہ جاتے ہی حملہ کیا بعض جگہ دشمن کو اطلاع ہو گئی وہ لوگ ہٹ گئے صحابہ سر یہ نے ان کے اموال

پر حملہ کر دیا۔ ایسے مقامات میں بظاہر پہلے دعوت اسلام کی کوئی صورت نہ تھی شاید اس کی وجہ یہ تھی کہ اُن لوگوں کو دعوت پہلے پہنچ چکی تھی۔ یا دشمن کی کسی شرارت یا پیشدستی کی وجہ سے اُن موقع میں بلا تقدیم دعوت حملہ کی اجازت تھی۔

احتیاط جس بستی یا قبیلہ سادات کی آواز سنی جائے۔ یا اسلام کی کوئی علامت معلوم ہو وہاں حملہ کرنے کی اجازت نہ تھی۔ اور جو شخص کلمہ پڑھ لیتا گو اس نے تلوار کے غوف ہی سے پڑھا ہو اس کو قتل کرنے سے منع فرماتے تھے۔ صحابہ کہتے تھے کہ یا رسول اللہ اس نے موت کے ڈر سے کلمہ پڑھا تھا آپ فرماتے کہ تم نے اُس کا دل چیر کر دیکھ کیوں نہ لیا۔ حضرت اسامہ بن زید اور محکم بن جثمہ سے حضور اسی بنا پر جیسا ناراض ہوئے وہ ذکر ہو چکا ہے۔ حضور نے حضرت اسامہ سے وعدہ لیا کہ میرے سامنے یا میرے بعد کبھی کسی ایسے شخص کو قتل نہ کرو جو کلمہ پڑھ لے۔ حضرت خالد سے اس بارہ میں بداحتیاطی ہوئی اُن سے حضور سخت ناراض ہوئے۔ بنی جذیمہ کے حال میں اس کا ذکر ہو چکا ہے۔

بعض دستور عموماً غزوات میں حضور کا قاعدہ تھا کہ فتح کے بعد وہاں تین دن قیام فرماتے۔ اموال غنیمت کو بھی وہیں تقسیم کرتے۔ کبھی وہاں سے چل کر راستہ میں کبھی مدینہ پہنچ کر اکثر غزوات میں کوئی نہ کوئی ام المومنین ساتھ ہوتی تھیں۔ قبائل کی کچھ عورتیں بھی کبھی ساتھ ہو جایا کرتی تھیں۔ جو زخم کا علاج اور مرہم بنی کرنا جانتی تھیں۔ یا بیمار کی خدمت کرتی تھیں۔ یا پانی پلاتی تھیں۔ اُن سے علاوہ غلام بھی ساتھ ہوتے تھے کبھی کفار بھی ساتھ ہو جاتے تھے یا کسی کام کے لیے ساتھ لے لیے جاتے تھے اُن لوگوں کو غنیمت میں سے اُن کی خدمتوں کا لحاظ کر کے حضور کچھ دیدیا کرتے مگر عورتوں کو۔ اور غلاموں کو اور کفار کو غنیمت میں سہام کبھی نہیں دیا گیا۔ خبر کی بعض شریک عورتوں نے بیان کیا کہ ہمیں خبر کے غنیمت میں سہم ملا جیسا کہ سنن کی روایتوں میں ہے اس سے مراد وہی مال ہے جو اُن کو دیا گیا۔ وہ غائب کے مثل سہم نہ تھا۔ کم ہوتا تھا۔ اور بعض کفار جو رہبری یا اہم تجبیری کی خدمت انجام دیتے تھے اُن کو سہم سے زیادہ بھی ملتا تھا۔

طعام غنیمت | غلول یعنی اموال غنیمت میں سے چھپا کر کچھ لینے کو حضور کبار میں شمار کرتے تھے جنہیں کے اموال غنیمت کو تقسیم کرتے وقت فرمایا کہ غلول عیب ہے جہنم کی آگ ہے۔ قیامت کے روز مصیبت عظمیٰ ہے سوائے یا تاگا بھی جس نے یا ہو وہ لا کر داخل کرے۔ اموال خیر میں سے حضور کے ایک خادم نے کوئی معمولی سی ضرورت کی چیز لے لی تھی وہ وادی القریٰ میں شہید ہوئے تو حضور نے فرمایا کہ اُس غلول کی وجہ سے اس پر آگ دھک رہی ہے۔ لیکن شہد۔ انگوڑا اور کھانا اس میں داخل نہیں ہے صحابہ بقدر ضرورت کھانے کی چیزیں کھاتے تھے۔ ابو داؤد میں ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ کے زمانہ میں طعام اور غسل غنیمت میں ہوتا تھا تو اُس میں خمس نہیں لیا جاتا تھا عبداللہ بن المغفل نے خیر میں ایک جراب شحم پر قبضہ کیا اور کہا کہ اس میں سے ہم آج کسی کو کچھ نہ دیں گے حضور نے تبسم فرمایا اور ان سے کچھ نہ کہا۔ حضرت ابن ابی ادنیٰ سے لوگوں نے پوچھا کہ کیا طعام میں آپ لوگ خمس دیتے تھے فرمایا کہ ہم لوگوں کو خیر میں طعام ملا۔ تو جو آتا تھا اپنی ضرورت کے لائق لے لیتا تھا۔ بعض صحابہ فرماتے ہیں کہ غزوات میں ہم لوگ آخر وٹ کھالیتے تھے تقسیم نہیں کرتے تھے۔

کتاب الاموال

چونکہ مخازی کی بحث غزوہ تبوک پر ختم ہوئی اس لیے اس موقع پر مالی انتظامات کا بیان کر دینا ضروری معلوم ہوتا ہے حبش کی ترتیب اور مخازی کے انتظام میں سب سے اہم چیز مالی اخراجات کا فراہم کرنا ہے۔ مخازی کے ضمن میں یہ معلوم ہو چکا ہے کہ اس وقت تک عرب کا بڑا حصہ اسلام کے زیر اقتدار آچکا تھا۔ ایک طرف قبیلہ طی محکوم ہو چکا تھا اور دوسری طرف خیبر اور تبوک کا علاقہ فتح ہو گیا تھا۔ اور اس کے بعد اسی سال بلا جنگ بقیہ قبائل عرب نے وفود وغیرہ کے ذریعہ اطاعت قبول کر لی تھی جیسا کہ آگے وفود کے بیان میں معلوم ہو گا۔ صرف بعض قبیلے رہ گئے تھے ورنہ یمن سے بحرین تک اور عمان سے تبوک تک سارا ملک اسلام کے اقتدار کے ماتحت آ گیا تھا۔ اتنے بڑے ملک کا انتظام۔ اور اُس کے لیے فوجی قوت بحال رکھنے کے لیے کتنے بڑے مالی انتظام کی ضرورت ہے اس کا اندازہ

کرنا کچھ مشکل نہیں ہے۔ مخازی کے ضمن میں مالیات کے متفرق احکام بیان ہو چکے ہیں مگر ان تمام انتظامات کی تشریح اختصار کے ساتھ یہاں بیان کر دیتا ہوں۔ اس سے اسلام کے مالی انتظامات کی بنیادی کیفیت واضح ہو جائے گی۔

فوج پر یا غریب و مساکین پر جو اموال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تقسیم کرتے تھے وہ تین قسم کے تھے زکوٰۃ، غنائم اور فتنی ان تینوں قسم کے اموال کے جمع و تقسیم کے احکام و قواعد قرآن پاک میں موجود ہیں۔ اور اس کے متعلق حضور کا طریق عمل مفصل احادیث میں منضبط ہے۔ ہم تینوں قسم کے احکام کو علیحدہ علیحدہ بیان کرتے ہیں اس کے بعد آخر میں کفار سے جزیہ لینے کا حکم ہوا۔ اور آپ کے حکم سے جزیہ وصول کیا گیا اس لیے اسی کے ساتھ اس کو بھی بیان کرینگے۔ پانچویں چیز خراج ہے اور چھٹی چیز عشر۔ ساتویں وہ ہدایاں جو آپ کی خدمت میں اطراف کے امرا و سلاطین نے یا اور کسی نے بھیجاں سب کے احکام اور اس کے جمع و خرچ کے متعلق حضور کا طریق عمل اسی کے ساتھ بیان کر دینگے تاکہ مالیات کے متعلق تمام طریقہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ایک جگہ معلوم ہو جائے۔

زکوٰۃ کے احکام

ہر مسلمان عاقل بالغ پر جو نصاب نامی کا مالک ہو اور اس پر سال پورا ہو جائے زکوٰۃ فرض ہے اس پر اہل اسلام کا اتفاق ہے کہ نماز و روزہ کی طرح زکوٰۃ بھی فرض ہے اس کا منکر کافر و تارک فاسق ہی مال زکوٰۃ کا نصاب دار زکوٰۃ کا وقت و طریقہ بمصرف زکوٰۃ سب حضور نے تفصیل بتا دیا ہے اور اس کا مکمل قانون جس میں پوری طرح تمام مصالح کا لحاظ رکھا گیا ہے خود حضور کی تعلیم اور حضور کے عمل سے ثابت ہے۔

زکوٰۃ کے لفظی معنی نو کے ہیں۔ اور زکوٰۃ کو زکوٰۃ اسی لیے کہتے ہیں کہ اس کے ادا کرنے سے مال کا تحفظ اور نمو ہوتا ہے۔ اس سے مال گھٹتا نہیں بلکہ بڑھتا ہے۔ اور آخرت میں جو اس کا بدلہ ہو گا وہ اس کے علاوہ ہے زکوٰۃ ارکان اسلام میں سے ہے اور صرف مسلمانوں پر فرض ہے۔ کفار پر نہیں۔ نہ کافر

سے زکوٰۃ لی جاتی ہے۔ قرآن پاک اور احادیث نبوی میں اکثر جگہ زکوٰۃ کی تاکید نماز کے ساتھ ساتھ
آئی ہے مثلاً اَقِمُوا الصَّلَاةَ وَآتُوا الزَّكَاةَ وَغَيْرَہ۔

اموال قابل زکوٰۃ زکوٰۃ چار قسم کے اموال پر ہے۔ اور فی الواقع مالیت کے اعتبار سے اس
چار قسم میں ہر طرح کے اموال آجاتے ہیں۔ اور جو متفرقات اس میں

داخل نہیں ہیں وہ مصارف اور ضروریات کی چیزیں ہیں ان چیزوں پر زکوٰۃ کا فرض ہونا وقت کا باعث
تھا اس لیے ان چیزوں کو زکوٰۃ سے معاف کر دیا گیا۔ وہ چار قسمیں جن پر زکوٰۃ فرض ہے یہ ہیں۔ اول
زراعت کے غلے اور درختوں کے ثمار۔ دوم مویشی یعنی جانور اونٹ۔ گائے بھینس۔ بکری بھیری
سوتیم وہ دونوں جو اہر بالذات جن پر انتظام عالم کا مدار ہو گیا ہے یعنی سونا و چاندی چٹا رام
اموال تجارت بجمع اقسام۔

وقت زکوٰۃ زکوٰۃ سال میں صرف ایک دفعہ فرض ہے۔ اور اس میں توسط ملحوظ ہے۔ اگر سال سے
کم میں فرض ہوتی۔ یا سال میں مکرر فرض ہوتی تو اغنیاء کے لیے مضر تھا۔ کیونکہ زراعت
اور ثمار وغیرہ فطری پیداوار کی چیزیں عموماً سال میں ایک ہی دفعہ پیدا ہوتی ہیں۔ اور اگر سال سے
زیادہ مدت میں زکوٰۃ فرض ہوتی۔ یا عمر میں ایک ہی دفعہ فرض ہوتی تو یہ فقرا و مساکین کے لیے مضر
تھا کیوں کہ اُن کو ہر پیداوار سے مناسب انتفاع کا موقع نہ ملتا۔

مقدار زکوٰۃ مقدار زکوٰۃ مختلف چیزوں کی مختلف ہے۔ اور اُس میں اس امر کی رعایت رکھی گئی ہے
کہ جس مال کی تحصیل میں مشقت کم ہے اُس میں زکوٰۃ زیادہ ہے۔ اور جس میں مشقت زیادہ
ہے اس میں زکوٰۃ کی مقدار کم ہے۔

رکاز رکاز بکسر راہلہ و کاف و آخر زائے جمعہ اُس مال کو کہتے ہیں جو زمین کے اندر جمع ہو۔ اس کی دو قسم
اگر وہ مال زمین ہی کے اندر پیدا ہوا ہو تو اُس کو معدن کہتے ہیں۔ اور جس مال کو کسی شخص نے زمین کے
اندر دفن کر کے رکھا ہو وہ کنز و خزانہ ہے۔ اور رکاز معدن و کنز دونوں کو عام ہے۔ اگر کسی شخص کو

خزانہ مدفونہ یا کسی چیز کا معدن ملا تو اس پر خمس واجب ہوگا۔ جو زکوٰۃ کی سب سے بڑی مقدار ہے۔ کیونکہ رب المال کو اس کے حاصل کرنے میں کوئی دقت اور تکلیف پیش نہ آئی۔

زراعت جو بارش یا نہر کے پانی سے پیدا ہوا اس کے بونے اور کاٹنے میں رکاز سے بہت زیادہ تکلیف ہوتی ہے اس لئے اس پر عشر واجب ہے یعنی اس کی زکوٰۃ رکاز سے نصف ہے۔

زراعت جو چاہ یعنی کوایا مالاب کے پانی سے پٹائی جائے۔ اس میں آدمی کی قوت صرف ہوتی ہے اور

پہلی قسم کی زراعت سے بہت زیادہ محنت لیتی ہے۔ اس کے لئے جو تنا۔ پانا وغیرہ سخت محنت کا کام پیش آتا ہے اس لئے اس کی زکوٰۃ نصف عشر ہے یعنی بیسواں حصہ ہے۔

اموال تجارت اس میں اس سے بھی محنت زیادہ ہوتی ہے۔ تجارت کے لئے سفر کی تکلیف برداشت

کرنی پڑتی ہے۔ مال کی حفاظت کرنی پڑتی ہے۔ اور نفع پھر بھی نسبت زراعت کے بہت کم ہوتا ہے۔ اس لئے اس کی زکوٰۃ ربع عشر ہے یعنی چالیسواں حصہ اور یہ زکوٰۃ کی سب سے کم مقدار ہے۔

سونا چاندی چونکہ عموماً خرید و فروخت کے ذریعہ سے حاصل ہوتا ہے اس لئے اس کی زکوٰۃ بھی اموال تجارت کی طرح ربع عشر یعنی چالیسواں حصہ ہے۔ البتہ معدن یا کنز میں ملے تو خمس ہوگا۔

نصاب زکوٰۃ ہر چیز کے لئے ایک مقدار حضور نے معین کر دی ہے کہ کسی کے پاس وہ مال اس نصاب کے کم ہو تو اس پر زکوٰۃ واجب نہیں ہے۔ اس مقدار کو نصاب زکوٰۃ کہتے ہیں۔ زکوٰۃ اسی شخص پر واجب ہے جو نصاب کا مالک ہے۔

صحیحین اور سنن کی روایت میں تصریح ہے کہ ذہب یعنی سونا کا نصاب بیس مثقال ہے۔ اور

فضہ یعنی چاندی کا دو تودرہم جو چیز چاندی یا سونا سے بنی ہوئی ہو اس میں اسی کے نصاب کا وزن

معتبر ہوگا۔ اور سونا یا چاندی کے ساتھ دوسری چیز ملی ہوئی ہو تو اس کی قیمت کا اعتبار ہوگا۔ اموال

تجارت میں قیمت کا اعتبار ہے یعنی دو میں سے کسی ایک کے نصاب کی قیمت کا مال ہو تو اس پر زکوٰۃ

واجب ہو جائیگی۔ چاندی اور سونا دونوں نصاب سے کم ہو لیکن دونوں کی قیمت ملا کر کسی ایک کے

سے رکاز کا حکم زمین مملو کہ اور غیر مملو کیں مختلف ہے اس کی تفصیل تطویل کی وجہ سے چھوڑ دی گئی ۱۲ منہ

نصاب ہو جاتا ہو تو اس پر زکوٰۃ واجب ہو جائے گی۔

زمین کے پیداوار کے متعلق صحیحین کی روایت ہے کہ پانچ دس سے کم ہو تو اس پر زکوٰۃ نہیں ہو
گویا اس کا نصاب پانچ دس ہے۔ دس دسین ہل بعدہ قاف اوٹ کے بوجھ کو کہتے ہیں
اس کے وزن کی تعیین غزوہ خیبر کے بیان میں ہم بتا چکے ہیں لیکن امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ زمین
کے پیداوار میں کوئی نصاب معین نہیں کرتے بلکہ فرماتے ہیں کہ کم ہو یا زیادہ۔ اس پر زکوٰۃ واجب ہو
مگر صاحبین اور امام شافعی صاحب صحیحین کی روایت کی بنا پر پانچ دس نصاب مقرر فرماتے
ہیں اس سے کم پر وہ زکوٰۃ واجب نہیں کہتے۔

زکوٰۃ مویشی | تین قسم کے سایہ جانوروں پر زکوٰۃ لینے کا حکم حضور سے ثابت ہے ایک اونٹ دوسرے
گائے اور اسی قسم میں بھینس بھی داخل ہے تیسرے غنم اس میں بکری جھٹی بھیسٹری
دوبہ داخل ہے۔

قسم اول اونٹ | صحیحین میں حضور سے ثابت ہے کہ آپ نے فرمایا کہ پانچ دس سے کم میں زکوٰۃ نہیں ہے۔
دوسرے مراد اونٹ ہے اس لیے باتفاق اونٹ کا نصاب پانچ ہے۔

بخاری میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب ان کو حضرت ابو بکر صدیقؓ نے معمر بن
بہماؤ زکوٰۃ کے متعلق ایک تحریر ان کو لکھ کر دی اس کا یہ مضمون تھا۔ **بسم اللہ الرحمن الرحیم** یہ صدقہ فریضہ
ہے جو رسول اللہ نے مسلمانوں پر فرض کیا اور جس کا خدا نے اپنے رسول کو حکم دیا۔ مسلمانوں سے جب اسکے
موافق طلب کیا جائے تو ادا کریں۔ اور جب کوئی شخص اس سے زیادہ طلب کرے تو نہ دیں۔ اونٹ جب
پوبیس یا چوبیس سے کم ہو تو ہر پانچ اونٹ میں ایک بکری زکوٰۃ ہے اور جب پچیس ہو جائے تو اس میں
ایک بنت مخاض ہے پچیس تک۔ اور جب پچیس ہو جائے تو ایک بنت لبون ہے پینالیس تک۔ اور
جب پچھالیس ہو جائے تو ایک جتہ ہے ساٹھ تک۔ اور جب اکتھ ہو جائے تو ایک جزدہ ہے پچتر تک
اور جب پچتر ہو جائے تو دو بنت لبون ہے نوٹے تک۔ اور جب اکاٹھ ہو جائے تو دو جتہ ہیں ایک سو بیس
تک۔ اور جب ایک سو بیس سے زیادہ ہو تو ہر چالیس میں ایک بنت لبون ہے اور ہر پچاس میں ایک جتہ

اور جس کے پاس چارہ ہی اونٹ ہو اس پر زکوٰۃ فرض نہیں ہے لیکن اگر صاحب مال خود اپنی خوشی سے چاہے تو ادا کرے۔

تنبیہ۔ بنت مخاض اونٹ کے ایسے مادہ پچے کو کہتے ہیں جو ایک سال کا پورا ہو گیا ہو اور دوسرے سال کی ابتدا میں ہو۔ مخاض بفتح میم و خاء معجم و آخر ضا و جزم۔ ابن مخاض ویسا ہی تربیج۔ بنت لبون اور ابن لبون بفتح لام جو دو سال کا ہو گیا ہو یعنی گویا اس کی ماں دوسرے بچے کے حمل سے دودھ والی ہو گئی ہو جتنے بکسر حار مہلہ و تشدید قاف جو بچہ تین برس کا ہو کر چوتھے میں داخل ہو گیا ہو یعنی اب اس پر سواری کرنا ہی ہوگا۔

حضرت ابو بکر صدیقؓ کی اس تحریر میں ایک سو بیسؓ تک کی زکوٰۃ کا جو قاعدہ درج ہے یہ تو جمہور کے نزدیک متفق علیہ ہے اور یہی طریقہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بخاری ابو داؤد ترمذی نسائی وغیرہ میں مروی ہے لیکن ایک سو بیس سے زیادہ کا قاعدہ اس روایت میں یہ ہے کہ ہر چالیسؓ میں ایک بنت لبون اور ہر چالیسؓ میں ایک حقتہ ہے۔ امام شافعی اسی کے موافق کہتے ہیں لیکن اخاف فرماتے ہیں کہ ایک سو بیس کے بعد پھر استیناف ہوگا یعنی ایک سو بیسؓ سے زیادہ ہو تو چوبیسؓ تک ہر بیسؓ میں ایک بکری اور پچیسؓ یا زیادہ ہو تو ایک بنت مخاض و علیٰ ہذا۔ یہ حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ کی روایت سے ماخوذ ہے جس کو حمادؓ نے روایت کیا ہے اور سنن کی دوسری روایتیں بھی اس کی مؤید ہیں۔

قسم دوم گائے [بقر یعنی گائے کا نصاب تیس ہے۔ اصحاب سنن اربعہ روایت کرتے ہیں کہ جب حضرت معاذؓ کو رسول اللہؐ نے میں بھیجا تو ان کو حکم دیا کہ ہر تیسؓ گائے میں ایک تبلیغ یا تبعہ زکوٰۃ وصول کرے۔ علامہ زیلعی کہتے ہیں کہ حضرت معاذؓ کی حدیث کی وجہ سے علماء کا اس پر اتفاق ہو کہ بقر کا نصاب تیس ہی بلا اختلاف ہے۔ تبلیغ فعل کے وزن پر گائے کے اُس بچے کو کہتے ہیں جو ایک سال کا ہو گیا ہو اور تبعہ ویسے ہی مادہ۔ یہ اس لئے کہ ایسا بچہ ماں کے ساتھ ساتھ رہتا ہے۔ اور مثنیٰ بضم میم و کسر سین مہلہ و تشدید نون جو دو سال کا ہو گیا ہو مثنیٰ اس کی مادہ۔ مثنیٰ کا لفظ سن سے مشتق ہے دانت کے معنی میں چونکہ اس عمر میں دانت ظاہر ہو جاتے ہیں اس لئے اُس کو مثنیٰ کہتے ہیں۔

گائے اور بھینس کا ایک حکم ہے یعنی تین سے کم ہو تو کچھ نہیں تین میں ایک تین یا تین یعنی ایک سالہ بچہ یا بچہ یا مادہ۔ اور چالیس ہو تو تین یا تین یعنی دو سالہ بچہ یا بچہ۔ یہ دونوں قسم کی زکوٰۃ کا حکم وہی حضرت معاذ کی مذکور بالا حدیث میں ہے اور جو سن اربعہ میں مری ہے۔ اس کے بعد نسا میں دو بیج۔ اور حضرت معاذ ہی کی روایت مسند امام احمد اور طبرانی میں ہے اس میں ہے کہ حضور نے ہمیں حکم دیا کہ تین اور چالیس کے درمیان جو عدد رہ جاتا ہے اس کی زکوٰۃ نہ لیں متفرقات کی زکوٰۃ کے بارہ میں اختلاف ہے بعض کہتے ہیں کہ متفرقات کی زکوٰۃ بھی اسی حساب سے لی جائے۔ اور بعض کہتے ہیں کہ متفرقات کی زکوٰۃ معاف ہے۔ نسا کے بعد ہر دہائی کو جوڑ کر دیکھ لیں جتنا تین یا تین اس سے ہوتا ہو وہ ادا کریں۔

قسم سوم غنم غنم کا لفظ جنس ہے اس میں دو نوع داخل ہے ایک ضارن بفتح ضا و جمع بعدہ ہمزہ بمعنی بھیڑی جس میں دنبہ بھی داخل ہے۔ اور دوسری نوع معز بفتح میم بکرا بکری ختی یہ سب ایک جنس ہے اور ان کا نصاب چالیس یا پودا و دی روایت ہے کہ چالیس بکری میں ایک بکری زکوٰۃ فرض ہے اگر چالیس سے ایک کم ہو تو اس پر زکوٰۃ فرض نہیں ہے۔ اور حضرت ابو بکر کی جس تحریر کا اوپر ذکر ہوا اس میں ہے کہ چالیس سے ایک سو بیس تک میں ایک بکری ہے اس سے زیادہ ہو تو دو بکری دو سو تک میں اس سے زیادہ ہو تو تین بکری تین سو تک میں اس سے زیادہ ہو تو ہر سو میں ایک بکری۔

حضور کا قاعدہ تھا کہ جن قبائل کے پاس اموال ظاہرہ ہوتے تھے۔ جیسے توشی۔ زرعہ۔ طریق اخذ اور درخت وغیرہ۔ ان کے پاس سعادہ رواۃ فرماتے تھے۔ جو اموال ظاہرہ کی کل زکوٰۃ کو اغنیاء سے جمع کرتے تھے۔ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کو حضور نے یمن بھیجا تو حکم دیا کہ ان کے اغنیاء سے زکوٰۃ وصول کرو اور ان کے فقر پر تقسیم کرو۔

گھوڑا۔ غلام۔ حجر۔ گدھا ان چیزوں کی زکوٰۃ لینا حضور سے یا حضور کے عاملین سے ثابت نہیں ہے۔ جو لوگ قبائل میں جا کر زکوٰۃ وصول کرتے تھے ان کو ساعی کہتے ہیں۔ اور جو لوگ راستوں پر تاجروں سے زکوٰۃ یا تجزیہ وصول کرنے پر مقرر تھے ان کو عاشق کہتے ہیں۔

مصارف زکوٰۃ قرآن پاک میں خداوند کریم نے زکوٰۃ کے مصارف کی تعیین کر دی ہے انما

الصدقات للفقراء والمساكين والعلمین علیہا والموعظة لقلوبہم

وفی الرقاب والغارمین وفی سبیل اللہ وابن السبیل یہ آٹھ مصارف زکوٰۃ کے ہیں حضور فرماتے ہیں کہ خدا نے یہ بھی پسند نہ کیا کہ اُس کا مقرب فرشتہ یا نبی مرسل اپنی رائے سے زکوٰۃ کے مال کو تقسیم کرتا۔ بلکہ خدا نے خود تصریح کر دی کہ یہ مال کس کس جگہ صرف کیا جائے۔ امام رازی کہتے ہیں کہ ان تاکیدات سے مقصود یہ ہے کہ زکوٰۃ کے مال کو ان اقسام ثنائیہ کے باہر صرف کرنا حرام ہے۔ افسوس ہے اُن لوگوں پر جنہوں نے جیلے نکال کر اور ضرورتوں کا بہانہ بنا کر مصارف زکوٰۃ کو بالکل ہی بدل دیا ہے۔ اور اُس کا جو کچھ نتیجہ مسلمان دیکھ رہے ہیں وہ ظاہر ہے۔

خداوند کریم نے زکوٰۃ کے آٹھ مصارف بتائے ہیں۔ اس میں اب مؤلفہ اقلوب کا حصہ نہیں رہا جیسا پہلے کسی جگہ لکھا آیا ہوں۔ اور عالمین صدقہ کا حق اُمی وقت ہے جب امام عامل کے ذریعہ صدقہ کے جمع و خروج کا انتظام کرے لیکن جب صاحب مال خود زکوٰۃ تقسیم کرے تو عامل کا حق نہیں ہوتا کیونکہ اس وقت عامل ہوتا ہی نہیں ہے۔ اسلئے صرف چھ مصرف باقی رہ جاتا ہے اور انہیں چھ مصارف میں زکوٰۃ کا مال صرف کیا جاسکتا ہے وہ یہ ہیں (۱) فقراء (۲) مساکین یعنی محتاج (۳) گردنوں کے چھڑانے میں یعنی غلاموں کے آزاد کرانے میں (۴) تادان میں امداد کرنا (۵) غزوات میں (۶) مسافروں کی امداد میں۔

اموال ظاہرہ کے کل صدقات کو حضور کے عالمین جمع کر لیتے تھے۔ صاحب مال خود نہیں ادا کرتا تھا البتہ اموال باطنہ کی زکوٰۃ میں صاحب مال کو اختیار ہوتا تھا کہ امام یا عالمین کے سپرد کرے یا خود زکوٰۃ کے مصارف معینہ میں صرف کرے۔

۱۔ یشک صدقات یعنی زکوٰۃ فقراء کے لئے ہے مساکین کے لئے ہے اور اُن لوگوں کے لئے ہے جو صدقہ ہی کے کام پر مقرر ہوں اور مؤلفہ اقلوب کے لئے ہے اور گردنوں کے آزاد کرانے میں خرچ ہوگا۔ اور مسکین خرچ ہوگا جس پر تادان ہے اور فی سبیل اللہ خرچ ہوگا اور مسافروں کی امداد میں خرچ ہوگا ۱۲ منہ

غنائم

مقاتلہ اور جنگ کے بعد قہراً اور غلبہ سے کفار کے جن اموال پر مسلمانوں کا قبضہ ہو اس کو غنیمت کہتے ہیں حضور نے فرمایا ہے کہ خداوند کریم نے اس امت کے لیے غنیمت کو حلال کیا ہے۔

سب سے پہلی غنیمت جو مسلمانوں کو ملی عبداللہ بن جحش کے سر پہ میں جو غزوہ بدر سے بھی پہلے تھا جیسا کہ مغازی میں بیان کر چکا ہوں۔ اس سر پہ نے خلجہ جاکر شہر حرام میں مقاتلہ کیلئے ابن الحضری کو قتل کیا۔ عتاب بن عبد اللہ اور عکرم بن کیسان کو قید کیا۔ اور ان کے اموال پر قبضہ کر کے مدینہ لے آئے۔

چونکہ ان حضرات نے غلطی سے شہر حرام میں قتال کیا تھا اور شہر حرام میں قتال ممنوع تھا اس لیے حضور نے ان کے اموال غنیمت اور قیدیوں کو لینے میں تامل کیا۔ لیکن اس کے بعد آیت نازل ہوئی یَسْلُونَا عَنْ الشَّهْرِ الْحَرَامِ قِتَالٍ فِيهِ قِتَالٌ فِيهِ كِبَارٌ وَصَدْعٌ سَبِيلَ اللَّهِ وَكَفَرِيهِ والمسجد الحرام واخراج اہلہ منه اکبر عند اللہ اس آیت کے نازل ہونے کے بعد حضور نے اس مال کو لیا۔ اور دونوں قیدیوں کا فدیہ کفار نے بھیجا تھا مگر اس وقت دو مسلمان حضرت سعد بن ابی وقاص اور عتبہ بن غزو ان کفار قریش کے قید میں تھے حضور نے فرمایا کہ تم میرے دونوں اصحاب کو چھوڑ دو تو ہم تمہارے دونوں قیدیوں کو واپس کر دیں گے چنانچہ یہ دونوں حضرات ان دونوں کے بدلہ چھوٹ کر آئے۔

ابن وہب کہتے ہیں کہ حضور نے اس غنیمت کو واپس کر دیا تھا۔ صرف قیدیوں کا اصحاب سے تبادلہ ہوا تھا۔ مگر یہ قول تمام اصحاب میر کے بیان کے خلاف ہے۔

اس سر پہ کے بعد غزوہ بدر کا مال غنیمت ملا لیکن اس وقت تک غنیمت کی تقسیم کا قاعدہ اور جس نکالنے کا حکم نازل نہ ہوا تھا حضرت عبادہ بن صامت فرماتے ہیں کہ ہم لوگ حضور کے ساتھ غزوہ بدر میں گئے۔ قتال کے بعد کفار کو ہزیمت ہوئی تو اصحاب رسول اللہ کی تین جماعت ہو گئی۔ ایک جماعت تو میدان جنگ میں تھی۔ دوسری جماعت ان لوگوں کی جو منہزمین کے تعاقب میں گئے تھے

تیسری جماعت اُن حضرات کی جو رسول اللہ کی محافظت کے لیے حضور کے پاس تھے۔ اور ہر جماعت کا دعویٰ تھا کہ غنیمت کے ہم زیادہ مستحق ہیں اُس وقت یہ آیت نازل ہوئی **يَسْلُوْنَكَ عَنِ الْاَنْفَالِ قُلِ الْاَنْفَالُ لِلّٰهِ وَالرَّسُوْلِ** اس آیت کے نازل ہونے کے بعد رسول اللہ نے اموال غنیمت کو سب پر برابر تقسیم کر دیا۔ اُس وقت تک خمس کا حکم نازل نہ ہوا تھا یعنی آیت **وَاَعْلَمُوْا اَنْ مَا غَنِمْنَا مِنْ شَيْءٍ فَلِلّٰهِ خُمُسِهٖ** الا کیہ نازل نہ ہوئی تھی۔

تقسیم کا قاعدہ اموال غنیمت دو طرح کے ہوتے تھے منقولہ۔ اور غیر منقولہ یعنی جائداد و زمین آیت خمس کے نازل ہونے کے بعد اموال منقولہ میں یہ قاعدہ تھا کہ تمام مال غنیمت کو ایک جگہ جمع کیا جاتا تھا۔ پھر اس میں سے خمس نکالا جاتا تھا۔ اور اُس کو اُس کے مصارف منصوصہ میں صرف کرنے کے لیے حضور اپنے قبضہ میں رکھتے تھے۔ بقیہ چار خمس کو فائین تقسیم فرماتے تھے۔

اس پر تمام علماء کا اتفاق ہے کہ گھوڑوں کا سہم بھی مقرر تھا۔ مگر اختلاف یہ ہے کہ کتنا گھوڑوں کو دیا جاتا تھا۔ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ فرماتے ہیں کہ گھوڑوں کا انسان کے برابر ایک سہم ہے لیکن اُن کے شاگردان امام ابو یوسف امام محمد اور امام شافعی تقریباً تمام ائمہ فرماتے ہیں کہ گھوڑوں کو ہمیشہ دو سہم دیئے جاتے تھے یعنی پیدل کا ایک سہم اور سوار کے تین سہم ہوتے تھے ایک سہم سوار کا خود اور دو سہم اس کے گھوڑے کا۔ ہم اس اختلاف کی تشریح اور دلائل کو اختصار کے ساتھ غزوہ خیبر میں بیان کر چکے ہیں۔

اصفی رسول اللہ ابو داؤد نے مراسیل میں شعبی سے روایت کی ہے کہ غنیمت میں حضور کا بھی سہم تھا اس کو صفی کہتے تھے خمس نکالنے سے پہلے نو تہی۔ غلام گھوڑا یا جو چیز چاہا

پسند فرماتے وہ نکال دی جاتی تھی۔ اور ابن عون نے محمد بن سربین سے دریافت کیا کہ رسول اللہ کا سہم کیا تھا اور صفی رسول اللہ کیا چیز تھی۔ انہوں نے کہا کہ حضور غزوہ میں شریک ہوتے یا نہ ہوتے آپ کا سہم سب مسلمانوں کی طرح معین ہوتا تھا۔ اور خمس میں سے جو چیز آپ پسند فرماتے یا جو چیز آپ کیلئے پسند کی جاتی

تھی معنی تم سے مال غنیمت کے بارہ میں پوچھتے ہیں۔ تو کہہ دو کہ مال غنیمت اللہ اور اس کے رسول کا ہے ۱۲ منہ ۱۵ اور جان لو کہ جو چیز تم کو غنیمت میں ملی اس کا پانچواں حصہ اللہ کے لیے خاص ہے ۱۲ منہ

وہ صفی رسول اللہ کہلاتی تھی۔ اور حسن سے مروی ہے کہ مال غنیمت جب جمع ہوتا تو حضور کا حصہ پہلے طہارہ کر دیا جاتا تھا اسی کو صفی رسول اللہ کہتے ہیں۔ وہ خدائے آپ ہی کے لیے مقرر کر دیا تھا۔ اُس کے نکالنے کے بعد ہام تقسیم ہوتے تھے۔ حضرت قتادہ فرماتے ہیں کہ حضور جب غزوہ میں خود شریک ہوتے تھے تو آپ اپنے سهم میں جو چیز پسند فرماتے۔ علیحدہ کر دیجاتی تھی۔ ام المومنین حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا اسی قسم کے سهم میں تھیں۔ اور جب حضور غزوہ میں شریک نہ ہوتے تھے تو سب مسلمانوں کی طرح آپ کا سهم بھی مقرر ہوتا تھا۔ اور حاکم نے مستدرک میں حضرت عائشہؓ سے علی شرط اشعین روایت کیا ہے کہ حضرت صفیہ صفی میں تھیں واللہ اطم حضور کی مشہور تلوار ذوالفقار بھی صفی میں تھی حضور نے بنی زہیر بن قیس کو خط لکھا تو اس میں تصریح کر دی تھی کہ اگر تم خدا اور رسول پر ایمان لائے۔ اور نماز قائم کی۔ زکوٰۃ ادا کی غنیمت میں سے خمس ادا کیا۔ اور رسول اللہ کا سهم اور صفی دیتے رہے تو تم کو امن ہے۔ اور تم خدا اور رسول کی پناہ میں ہو۔

غیر حاضرین کا سهم | حضور کا قاعدہ تھا کہ غنیمت میں صرف اُسی کا سهم مقرر فرماتے تھے جو غزوہ میں شریک ہوا ہو۔ غیر حاضرین کو یا ان لوگوں کو جو فتح کے بعد آتے آپ ان کو سهم میں شریک نہیں کرتے تھے۔ غزوہ خیبر اور غزوہ تبوک میں اس کے متعلق پہلے بھی لکھ چکا ہوں لیکن غزوہ بدر میں حضرت طلحہ بن عبید اللہ اور حضرت سعید بن زید شریک نہ ہوئے۔ شام گئے ہوئے تھے لیکن ان دونوں حضرات کا سهم حضور نے دیا۔ انہوں نے کہا کہ میرا اجر اور ثواب یا رسول اللہ حضور نے فرمایا کہ ہاں تم دونوں کو اجر یہی ملے گا۔

ابن ہشام کہتے ہیں کہ ابوبابہؓ اور حارث بن حاطبؓ اور عاصم بن عدیؓ رسول اللہ کے ساتھ روانہ ہوئے مگر حضور نے ان کو واپس بھیجا اور ابوبابہؓ کو مدینہ کا امیر مقرر کیا اور ابن ام مکتومؓ کو نماز کے لئے امام مقرر کر دیا اور ان سب حضرات کو آپ نے غنیمت میں سے حصہ دیا۔ حارث بن ابیضہؓ کو ردحارہ پنچکر چوٹ آئی اسلئے وہ غزوہ میں شریک نہ ہو سکے مگر حضور نے ان کو سهم عطا فرمایا۔

ابن ہشام کہتے ہیں کہ نوات بن جبیر کو بھی سم ملا حالانکہ وہ شریک غزوہ نہ تھے۔

اور کوئی بھی انکار نہیں کرتا کہ حضرت عثمان بن عفان غزوہ بدر میں شریک نہ ہو سکے کیونکہ اُن کی زوجہ رقیہ بنت رسول اللہ سخت بیمار تھیں لیکن حضور نے اُن کو حصہ دیا تو انہوں نے کہا کہ میرا اجر یا رسول اللہ تو حضور نے فرمایا کہ ہاں تمہارا اجر بھی ملے گا۔

ابن حبیب کہتے ہیں کہ غیر حاضرین کا سم مقرر کرنا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے خاص تھا۔ اسکے بعد مسلمانوں کا اجتماع ہو گیا ہے کہ غائب کا سم نہیں ہے۔ لیکن یہ اجتماع کا دعویٰ قابل بحث ہے امام مالک۔ امام احمد۔ امام ابو حنیفہ اور سلف و خلف کی ایک جماعت یہی کہتی ہے کہ امام اگر کسی شخص کو کسی کام پر مقرر کر کے بھیجے تو اس کا سم غنیمت میں ہوگا۔

غزوات میں عورتیں بچے۔ اور غلام ساتھ ہوتے تھے مگر اُن کو حضور باقاعدہ حصہ نہیں دیا کرتے تھے۔ نہ کافروں کو جیسا کہ غزوات میں اس کی تفصیل بیان ہو چکی ہے۔ البتہ خدمت کا کچھ معاوضہ کرتے تھے۔ اور بعض وقت اہم خدمتوں کا معاوضہ سم سے زیادہ بھی ہو جاتا تھا۔

تنفیل حضور کا قاعدہ تھا کہ بعض موقعوں پر جب دشمن کی تعداد زیادہ ہوتی یا مقابلہ سخت ہوتا تو مرغیب کے لیے اعلان فرماتے تھے کہ میں قتل قتیلا فلا سلبہ یعنی جو شخص کسی کا قتل کرے تو اس کا فر مقتول کا سلب اس کے قاتل کا ہے۔ یہ طرح جب کوئی شخص کسی غزوہ میں کوئی نمایاں خدمت انجام دیتا تو گو پہلے سے اعلان یا وعدہ نہ ہو اس کو اس کے سم سے زیادہ بھی عنایت فرماتے تھے جیسا کہ غزوہ غایہ میں حضرت سلمہ بن الاکوع کو یا جیسا کہ صحیح مسلم میں بعض سریہ کا حال مروی ہے کہ حضور نے اصحاب سریہ کو اُن کے سم سے زیادہ عنایت فرمایا اسی طرح اگر امام یا امیر تنفیل کا اعلان یا نمایاں خدمات انجام دینے والوں کو دے تو جائز ہے مگر تنفیل خمس میں محسوب ہوگی اس لیے کہ امام کو خمس ہی کے تصرف کا اختیار دیا گیا ہے یا تو چار خمس غانیمین کا حق ہے اس میں امام کو تصرف کا اختیار نہیں ہے الا یہ کہ غانیمین سے اجازت حاصل کرے۔

۱۷ یعنی جس نے کسی کو قتل کیا اسی کے لیے مقتول کا سلب ہے ۱۲ منہ

اسلاب کا حکم جنگ میں کسی کافر کو کسی مسلمان نے قتل کیا تو اس کافر کے بدن پر اس کے سواری پر جو کچھ کپڑہ سامان حرب یا جو چیز ہو اس کو سلب کہتے ہیں۔ اسلاب اس کی جمع ہو صحیح بخاری میں ہے کہ حضرت ابو قتادہؓ فارس رسول اللہؐ روایت کرتے ہیں کہ غزوہ حنین میں ایک کافر کا مجھ سے مقابلہ ہو گیا۔ میں گویا موت کے منہ میں پھنس گیا تھا مگر آخر خدا نے مجھ کو غالب کیا اور میں نے اس کو قتل کیا۔ پھر حضرت عمرؓ سے ملاقات ہوئی انہوں نے پوچھا کہ جنگ کا کیا حال ہے میں نے کہا کہ خدا کا حکم غالب ہوا اس کے بعد جب لوگ لوٹے اور رسول اللہؐ نے نشست فرمائی تو کہا منہ قتل قتل اولہ علیہ بیئۃ فله سلبۃ یعنی جس نے کسی کافر کو قتل کیا ہو اور اس پر اس کے پاس دلیل ہو تو اس مقتول کا سلب اس کے قاتل کا ہے۔ یہ سن کر میں کھڑا ہوا اور مجمع سے کہا کہ کوئی شخص میری شہادت دے سکتا ہے۔ کوئی نہ بولا تو میں بیٹھ گیا۔ پھر رسول اللہؐ نے یہی فرمایا اور میں پھر کھڑا ہوا اور مجمع سے کہا کہ کیا کوئی شخص میری شہادت دے سکتا ہے یہ لکڑی میں پھر بیٹھ گیا۔ تیسری دفعہ رسول اللہؐ نے پھر وہی کہا اور میں پھر کھڑا ہوا تو رسول اللہؐ نے پوچھا کہ کیا بات ہے میں نے قصہ بیان کیا۔ تب ایک شخص کھڑا ہوا اور اس نے کہا کہ یا رسول اللہؐ یہ ٹھیک کہتے ہیں اور اس قاتل کا سلب میرے پاس ہو آپ ان کو راضی کر دیجئے کہ اپنا حق چھوڑ دیں۔ اس پر حضرت صدیقؓ نے کہا کہ خدا کی قسم یہ نہیں ہو سکتا خدا کا شہر خدا اور رسول کے واسطے لڑا ہے تم اس کا سلب اس کو دید و حضورؐ نے فرمایا کہ ابو بکرؓ صحیح کہتے ہیں تم ابو قتادہؓ کا حق ان کو دیدو۔

اس روایت کا مفہوم ظاہر یہ ہے کہ امام پہلے اعلان کرے یا نہ کرے قاتل کے سلب کا مالک اس کا قاتل ہر ایسے حضورؓ حضرت ابو قتادہؓ کو جو سلب دلایا اس کا پہلے اعلان نہ ہوا تھا جنگ ختم ہو جانے کے بعد حضورؓ نے یہ فرمایا کہ قاتل کے سلب کا مالک اس کا قاتل ہے۔ امام شافعیؒ اور امام احمد صاحبؒ ہی کہتے ہیں۔ اور امام بخاریؒ وغیرہ محدثین کا بھی یہی مسلک ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ سلب اصل غنیمہ میں سے ہوتا ہے خمس میں سے نہیں۔ اور سلب کا خمس بھی نہیں لیا جاتا۔ لیکن امام مالکؒ

لے یعنی جس نے کسی کو قتل کیا اور اس کی دلیل اس کے پاس ہے تو مقتول کا سلب اسی کا ہے ۱۲ منہ

اور امام ابو حنیفہؒ اس کے خلاف ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ قاتل کے سلب کا مالک اس کا قاتل اُسی وقت ہوگا جب امام پہلے اعلان کر دے۔ اور وہ خمس میں محسوب ہوگا۔ ایسے کہ آیت واعلموا ان ما غنمتم میں خداوند کریم نے یہ بتا دیا ہے کہ خمس کے سوا بقیہ غنیمت سب غانمین کی ہے۔ اور غانمین کے حق کو بغیر اُن کی اجازت کے امام کسی دوسرے کو نہیں دے سکتا۔ اس لیے سلب کا حکم نفل کا ہے اور خمس میں سے محسوب ہوگا۔

امام مالکؒ صاحب فرماتے ہیں کہ ہمیں نہیں معلوم ہے کہ حضورؐ نے حنین کے پہلے اور کسی غزوہ میں ایسا کیا ہو۔ یا کسی کو اس طرح قاتل کا سلب دلویا ہو۔ اس غزوہ میں بھی حضرت ابو قتادہؓ باوجودیکہ اکابر صحابہ میں سے ہیں۔ اور فارس رذل اللہ ہیں۔ انہوں نے خود نہ سلب کا مطالبہ کیا نہ اُن کو اس کا علم تھا جب لڑائی موقوف ہوئی اسکے بعد حضورؐ نے اعلان کیا تب حضرت ابو قتادہؓ نے سلب طلب کیا۔ حالانکہ اگر وہ سلب کے مالک ہوتے تو یہ امر حضرت ابو قتادہؓ سے مخفی نہ رہتا۔ غنیمت میں غانمین کا استحقاق غزوہ بدر میں نازل ہو چکا تھا اگر سلب اس سے مستثنیٰ تھا تو اتنے زمانہ تک رسول اللہؐ اس سے ساکت نہ رہتے۔ اور حضورؐ نے حضرت ابو قتادہؓ کو صرف ایک شہادت پر سلب دلویا۔ اگر کل غنیمت میں سے دلواتے تو بغیر دلیل تام کے ممکن نہ تھا کیونکہ تبدیل ملک کا قصہ پیدا ہوتا تھا۔ پھر حضورؐ کے بعد حضرت صدیقؓ یا حضرت عمر رضی اللہ عنہما نے بھی قاتل کا سلب قاتل کو نہیں دلویا۔ کوئی روایت ایسی نہیں پائی جاتی (یہ سب امام مالکؒ امام ابو حنیفہؒ اور اُن کے لوگوں کے استدلالات ہیں۔)

مگر محدثین کہتے ہیں کہ خود بخاری کی روایت ہے کہ ابو جہل کو غزوہ بدر میں معاذ بن عمرو بن الجموحؓ اور معاذ بن عمرو انصاریؓ نے قتل کیا۔ تو حضورؐ نے اُس کا سلب معاذ بن عمرو بن الجموحؓ کو دلویا۔ اس کے علاوہ برابر بن مالکؓ کو سلب ملا۔ سلمہ بن الاکوعؓ کو سلب ملا۔ حضرت ابی طلحہ انصاریؓ کو حنین ہی میں دتل آدمیوں کا سلب ملا۔ یہ صحیح اور ثابت واقعات ہیں اور اکثر صحاح میں موجود ہیں۔ باقی آیت کا حکم عام تو اس کا جواب یہ ہے کہ تخصیص عام کی سنت ثابتہ سے جائز ہے اور نظیر اُسکی بہت موجود ہے اور حضورؐ نے اس حکم کے اظہار میں تاخیر نہیں کی بلکہ غزوہ بدر ہی میں قولا وعلما بتاویا تھا۔

اس روایت سے یہ بھی نہیں معلوم ہوتا کہ حضرت ابو قتادہؓ کو اس کا علم نہ تھا۔ دعویٰ میں تاخیر شاہد نہ ملنے کی وجہ سے ہو سکتی ہے نہ کہ عدم علم کی وجہ سے واللہ اعلم

امام مالک وغیرہ کی طرف سے کہا جاسکتا ہے کہ سلب کا حکم یا تو غزوہ بدر میں معلوم ہوتا ہے یا حنین میں غزوہ بدر کے واقعہ سے استدلال صحیح نہیں ہے اس لیے کہ اُس وقت خمس کا حکم اور غنیمت کا قاعدہ نازل نہ ہوا تھا۔ آیت انفال میں خدا نے بدر کی غنیمت کو رسول اللہ کے اختیار میں کر دیا تھا حضورؐ نے جس کو جس طرح چاہا دیا سوال یہ ہے کہ آیت خمس کے نزول کے بعد کیا قاعدہ رہا۔ سیر کی روایتیں تو اسلاب کے بارہ میں بہت ہیں مگر ان روایتوں سے کلام اللہ کی تخصیص نہیں ہو سکتی امام مالک صاحب کی غرض یہ ہے کہ اس بارہ میں سنت ثابتہ صحیحہ سے حنین کے پہلے کی کوئی روایت نہیں پائی جاتی۔

اسحق ابن راہویہ اور طبرانی نے باختلاف الفاظ حبیب بن مسلمہ کا ایک واقعہ روایت کیا ہے خود حبیب بن مسلمہ کہتے ہیں کہ صاحب قبرص نے بارادہ تجارت ارمینیا اور ذریحان کا سفر کیا۔ ابن مسلمہ کو خبر ہوئی تو یہ گئے اُس کو قتل کیا اور پانچ خچروں پر دریا ج یا قوت۔ زمرہ۔ موتی وغیرہ قیمتی اسباب لا کر لے آئے۔ حضرت ابو عبیدہؓ نے اُس میں سے خمس کا مطالبہ کیا۔ حبیب نے کہا کہ حضورؐ نے فرمایا ہُوَ مَنْ قَتَلَ قَتِيلًا فَلَهُ سَلْبُهُ ابو عبیدہؓ نے کہا کہ یہ ہرگز ہو نہیں سکتا۔ حضرت معاذ بن جبلؓ تشریف لائے اور جب اُن دونوں کی محاصمت کا حال اُنہوں نے سنا تو فرمایا کہ میں نے رسول اللہ سے سلبہ انما للسر ما طابت به نفس امامہ حبیب بن مسلمہ راضی ہو گئے اور حضرت ابو عبیدہؓ نے خمس لیکر بقیہ ان کو دیدیا۔

یہ سنی نے اس روایت کو ضعیف کہا ہے لیکن امام ابن الہمام کہتے ہیں کہ گور روایت ضعیف ہے مگر میرا استدلال اس روایت سے صرف اتنا ہے کہ مَنْ قَتَلَ قَتِيلًا فَلَهُ سَلْبُهُ میں تملیک اور تنقیل دونوں معنی کا احتمال ہے۔ اور یہ روایت تنقیل کے معنی کو متعین کرتی ہے۔ اتنی بات کے لیے

۱۔ یعنی جس نے کسی کو قتل کیا اسی کے لیے اُس کا سلب ہے ۱۲۔

۲۔ یعنی انسان کے لیے وہی ہے جس سے اُس کا امام راضی ہو ۱۲۔

ضعیف روایت بھی کافی ہے واللہ اعلم

خمس کا مصرف

اللہ پاک نے فرمایا واعلموا ان ما غنمتم من شئی فلیہ خمسہ والرسول ولذی القربی والیتامی والمساکین۔ وابن السبیل یعنی غنیمت میں کوئی چیز تم کو ملے تو اس کا پانچواں حصہ اللہ کے لئے ہے۔ اور رسول اللہ کے لئے۔ اور ذوی القربی کے لئے اور یتامی کے لئے اور مساکین کے لئے۔ اور سائر کے لئے۔

تھاک نے حضرت ابن عباسؓ سے روایت کیا ہے کہ اس آیت میں جو خمس اللہ کے لئے مذکور ہے وہ افتتاح کلام کے لئے ہے رسول اللہ خمس کو پانچ ہی مصرف میں صرف کیا کرتے تھے۔ اور حاکم نے مستدرک میں حسن ابن محمدؓ سے روایت کیا ہے وہ بھی اسی کے موافق ہے۔ اور اس پر سب اتفاق ہے کہ خمس میں خدا کے لئے کوئی حصہ طلوع نہیں ہے۔ اس لئے خمس کے مصارف پانچ رہے رسول اللہؐ ذوی القربی۔ یتامی۔ مساکین۔ ابن السبیل۔ حضور کے زمانہ میں خمس انہیں پانچ مصارف میں صرف ہوتے تھے۔

ابن اسحق کہتے ہیں کہ غزوہ بنی قریظہ میں پھبتیس گھوڑے تھے۔ اور یہ پہلا غزوہ تھا جس میں گھوڑے کا شہام دیئے گئے تھے اور خمس نکالا گیا تھا۔ اور اس کے بعد یہی سنت جاری ہو گئی۔

ابن قیم نے قاضی اسماعیل بن اسحاق کا قول نقل کیا ہے کہ وہ بھی اس سے متفق ہیں مگر کہتے ہیں کہ کسی روایت میں بنی قریظہ کے بعد خمس کا مصارف مذکور نہیں آتا۔ البتہ اس کے بعد حنین میں یقیناً خمس نکالا گیا۔ قاضی اسماعیل کا مطلب کیا ہے معلوم نہیں حضرت فاطمہؓ کے مطالبہ میں خیبر کے خمس کا ذکر ہے اور بعض سرایح کے خمس کا ذکر صحیح روایتوں میں موجود ہے۔

واقعی کہتے ہیں کہ غزوہ بدر کے ایک مہینہ تین دن بعد غزوہ بنی قینقاع کے غنیمت میں سے پہلا خمس نکالا گیا۔ اور صحیح روایتوں سے یہ ثابت ہے کہ غزوہ بدر تک خمس کی آیت نازل نہیں ہوئی تھی

حضرت عبادہ بن صامت کی روایت پہلے لکھ چکا ہوں اُس میں یہ تصریح ہے کہ غزوہ بدر کے وقت یہ آیت
 واعلموا ان ما غنمنازل نہیں ہوئی تھی۔ نہ بدر کے غنیمت میں شمس نکالا گیا تھا واللہ اعلم۔
 سنن کی روایت ہے کہ ذوی القربی کا سهم رسول اللہ نے خیبر میں بنی ہاشم اور بنی المطلب کو
 دیا اور بنی نوفل و بنی عبد شمس کو نہ دیا۔ تو حضرت جیسر بن مطعم اور عثمان بن عفان حضور کی خدمت میں
 حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ ہم بنی ہاشم کی فضیلت کا انکار نہیں کرتے اسلئے کہ آپ
 بنی ہاشم میں ہیں لیکن بنی المطلب کو بھی آپ نے عنایت فرمایا اور ہلوگوں کو اس میں حصہ نہیں دیا حالانکہ
 ہم لوگوں کا اور ان کا ایک درجہ ہے حضور نے فرمایا کہ ہم اور بنی المطلب جاہلیت اور اسلام میں کبھی جدا
 نہ ہوئے۔ ہم اور وہ ایک ہیں۔ اور حضور نے اپنے دونوں ہاتھوں کی انگلیوں کو ایک دوسرے میں
 مضبوط پکڑا کہا کہ ہم اس طرح ملے رہے۔

حضور کے جدا علی عبد مناف کے پانچ بڑے تھے ہاشم مطلب۔ نوفل۔ عبد شمس۔ ابو عمر۔ ابو عمر
 کی کوئی اولاد نہ رہی۔ ہاشم کی اولاد میں حضور ہیں اسلئے کہ آپ کا نسب ہے محمد بن عبد اللہ۔
 بن عبد المطلب بن ہاشم بن عبد مناف۔ اور مطلب کی اولاد میں مطلبی حضرات ہیں حضرت عثمان بن عبد شمس
 کی اولاد ہیں ان کا نسب ہے عثمان بن عفان بن ابی العاص بن امیہ بن عبد شمس بن عبد مناف۔
 اور حضرت جیسر نوفل کی اولاد ہیں ان کا نسب ہے جیسر بن مطعم بن عدی بن نوفل بن عبد مناف۔
 حضور نے بنی المطلب کے ملے رہنے کا جو ذکر کیا اس کا حال ابتداء نبوت میں معلوم ہو چکا ہے
 جس وقت قریش نے ابوطالب اور رسول اللہ کی متحدہ مخالفت کی اور قرینہ تھا کہ شاید جنگ چھڑ جائے
 اُس وقت ابوطالب نے جب اپنی قوم کو امداد کی دعوت دی تو تمام بنی ہاشم اور بنی المطلب خواجہ
 ابوطالب اور رسول اللہ کی امداد کے لئے مستعد ہو گئے باوجودیکہ ان لوگوں نے اسلام قبول نہ کیا تھا
 لیکن بنی نوفل اور بنی عبد شمس نے ساتھ نہ دیا۔ یا تو کفار کے ساتھ رہے یا ساکت رہے حضرت جیسر
 کے والد مطعم بن عدی تو کفار کے ساتھ ہو کر خواجہ ابوطالب سے لڑتے تھے حضور نے اسی فرق کی طرف
 اشارہ کیا ہے۔

بعض کہتے ہیں کہ ہاشم اور عبد شمس تو ام تھے اس لیے ذوی القربی کے ہم بنی عبد شمس زیادہ مستحق ہیں لیکن جہور کا مسلک یہی ہے کہ ذوی القربی کا ہم صرف بنی ہاشم اور بنی المطلب کے لیے مخصوص ہے اور خود رسول اللہ نے قولاً و عملاً مخصوص کر دیا ہے لہذا اس کا خلاف جائز نہیں ہو سکتا۔

ابن رسول اللہ نے یہ نہیں کیا کہ اُن کے غنی و فقیر کو برابر تقسیم کیا ہو یا ورثہ کی طرح للذکر مثل حظ الانثیین بانٹا ہو۔ بلکہ حضور کا قاعدہ یہ تھا کہ اُن میں سے جو شخص جتنا حاجت مند ہوتا تھا اُس کو بقدر حاجت عنایت فرماتے تھے مثلاً کسی کو ضرورت ہوتی تو اُس کا عقد کر دیتے تھے۔ قرضدار ہوتا تو اُس کا قرض ادا کر دیتے تھے۔ فقیر ہوتا تو بقدر ضرورت اُس کے احتیاج کی چیز دیتے تھے۔ مصلحت اور ضرورت کے موافق کرتے تھے۔ ابوداؤد میں روایت ہے کہ حضرت علیؓ کو حضور نے مقرر کر دیا تھا کہ وہ خمس کے پانچویں حصہ کا انتظام کرتے تھے حضور کے وقت میں بھی انہوں نے اُس کا انتظام کیا اور اُس کے بعد حضرت ابوبکر صدیقؓ اور حضرت عمرؓ بن الخطابؓ کے زمانہ میں بھی۔

خداوند پاک نے زکوٰۃ اور خمس کے مصارف کو ذکر کر دیا ہے۔ اُس کا مطلب یہ ہے کہ یہ مال ان مصارف سے باہر صرف نہ کیا جائے۔ یہ نہیں بتایا کہ ان سب مصارف میں برابر تقسیم کیا جائے۔ اسلئے جائز ہے کہ جس مصرف میں جیسی حاجت ہو اُس کے موافق کم و بیش کیا جائے۔ کوئی روایت ایسی معلوم نہیں ہو کہ حضور نے مصارف معینہ پر برابر ہام مقرر کر کے زکوٰۃ یا خمس کے اموال کو تقسیم کیا ہو۔ یا تقسیم کا کوئی اور قاعدہ مقرر فرمایا ہو جیسے موارث وغیرہ میں ہے۔

امام شافعی صاحبؒ فرماتے ہیں کہ زکوٰۃ اور خمس کے جن مصارف کا ذکر خدا نے کیا ہے اُس مال کو اس کے تمام مصارف پر برابر تقسیم کرنا ضرور ہے۔ امام احمد صاحبؒ فرماتے ہیں کہ اس کی بالکل ضرورت نہیں ہے جس مصرف میں جیسی حاجت ہو اُس میں ویسا صرف کیا جائے حتیٰ کہ اگر ایک ہی مصرف میں کل مال صرف کر دیا جائے تو جائز ہے۔ امام ابو حنیفہ صاحبؒ زکوٰۃ میں امام احمد صاحبؒ کے مثل کہتے ہیں اور خمس میں امام شافعی صاحبؒ کے مثل۔ امام ابو حنیفہؒ خمس کے متعلق فرماتے ہیں کہ رسول اللہ کا ہم رسول اللہ کے بعد اب نہیں رہا۔ ذوی القربی کے یتیم مساکین اور ابن اسبیل ہی خمس کے مستحق ہیں

اغنيا نہیں اسلئے خمس کا مال تین ہی سہام پر تقسیم ہوگا۔ اور اُس میں بنی ہاشم اور بنی المطلب کے حاجتمند مقدم ہوں گے۔

غیر منقولات اموال غنیمت کے جمع و تقسیم کی جو تفصیل اوپر بیان ہوئی منقولات میں اُس پر اسی تفصیل سے حضور کا عمل تھا لیکن غیر منقولات یعنی زمین کے بارہ میں یہ طریقہ نہ تھا کیونکہ جو زمینیں فتح ہوئیں کبھی آپ نے اُن کو تقسیم کیا کبھی نہیں کبھی بعض حصہ تقسیم ہوا بعض نہیں۔ اور محفوظ رکھا گیا تاکہ قومی و ملکی ضروریات اُس سے انجام دیئے جائیں۔

بنی نضیر کی زمینیں فی میں رسول اللہ کو ملی تھیں اور رسول اللہ کی خاص تھیں تقسیم نہیں کی گئیں بنی قریظہ کی زمینیں مقاتلہ کے بعد فتح ہوئی تھیں لیکن خمس نکالنے کے بعد صرف مہاجرین پر تقسیم کی گئیں انصار کو اُس میں سے نہیں دیا گیا اسلئے کہ مہاجرین حاجتمند تھے۔ البتہ انصار کے تین حضرات کو اس میں حصہ دیا گیا سہل بن حنیفؓ، ابی وجاہہؓ اور حارث بن العنمہؓ کیونکہ یہ تینوں حضرات بہت حاجتمند تھے خیبر کی نصف زمین محفوظ رکھی گئی اور نصف کو خمس نکالنے کے بعد تمام غانین پر تقسیم کیا گیا۔ مکہ کی زمین میں نہ خمس نکالا گیا۔ نہ محفوظ رکھی گئی نہ وہ تقسیم کی گئیں اُس کو اپنے حال پر جس طرح جس کے قبضہ میں تھی چھوڑ دی گئی۔ حالانکہ بنی قریظہ خیبر اور مکہ مقاتلہ کے بعد قمر اُفتح ہوا خیبر اور فتح مکہ میں اس پر تفصیل سے بحث ہو چکی ہے چونکہ غیر منقولہ اراضی کے متعلق رسول اللہ کا یہ طرز عمل تھا شاید اسی وجہ سے حضرت عمرؓ نے سمجھا کہ یہ اختیار امام کو ہے کہ اراضی مفتوحہ کو غانین پر تقسیم کرے یا جس طرح چاہے اُس کا انتظام کرے۔ اور اسی لئے

جب سواد عراق فتح ہوا تو انہوں نے وہاں کی زمین کو اُس کے مالکوں کے ہاتھ میں رہنے دیا اور خراج مقرر کر دیا حضرت بلالؓ اور حضرت سلمانؓ وغیرہ نے مخالفت کی اور چاہا کہ جس طرح خیبر کی زمین تمام غانوں پر تقسیم کی گئی تھی یہ بھی تقسیم کی جائے۔ لیکن جمہور صحابہ حضرت عمرؓ کے موافق رہے اور وہاں کی زمین تقسیم نہ ہوئی۔ جیسا کہ آگے خراج کی بحث میں اُس کو تفصیل سے لکھوں گا انشاء اللہ تعالیٰ۔

امام شافعی صاحب فرماتے ہیں کہ جو زمین جنگ کے بعد ترقا فتح ہوئی ہو اُس کو بھی غانین پر خمس نکالنے کے بعد تقسیم کرنا ضرور ہے کیونکہ وہ غنیمت ہے اور غنیمت میں خمس کے علاوہ بقیہ چار

خمس قانین کا ہر وہ ان کو ملنا چاہیے۔ خدا نے آیت خمس میں اموال منقولہ اور غیر منقولہ میں کوئی فرق نہیں بتایا سب کا حکم ایک ہے۔ لیکن رسول اللہ کا طریق عمل معلوم ہو چکا ہے اور یہ بھی قابل غور ہے کہ اراضی غیر منقولہ کو غنیمت کہہ بھی سکتے ہیں یا نہیں۔ غنیمت کو اللہ نے صرف اس اُمت کے لئے طلال کیا ہے لیکن اراضی مفتوحہ پر انبیاء سابقین اور امم متقدمین بھی قبضہ کرتے تھے۔ اسلئے اموال منقولہ اور غیر منقولہ کا ہمیشہ حکم مختلف رہا ہے اور زمین کی وراثت صالحین کے لئے ہمیشہ بدلا کی ہے واللہ اعلم

فی کے اموال کا حکم

ابن اثیر نہایت میں لکھتے ہیں کہ فی رأس مال کو کہتے ہیں جو بغیر مقاتلہ اور جنگ کے کافروں سے حاصل ہو۔ اور خداوند پاک نے سورہ حشر میں بنی نضیر کے اموال کو فی رکابہ اور سی وجہ بتائی ہے وما افاد الله على رسوله منهم فمأد وجفتم عليه من خيل ولا ركاب ولكن الله يسلط رسوله على من يشاء یعنی جو کچھ خدا نے دلایا اپنے رسول کو بنی نضیر کے اسکے لئے نہ تم نے گھوڑے دوڑائے نہ اونٹ لیکن اللہ اپنے رسولوں کو مسلط کر دیتا ہے جس پر چاہے۔

لیکن صحیح بخاری میں ہے کہ رسول اللہ نے غزوہ حنین میں مؤلفۃ القلوب کو فی ربیع سے عنایت فرمایا۔ ظاہر ہے کہ حنین کی غنیمت مقاتلہ اور جنگ کے بعد حاصل ہوئی تھی اسلئے وہ اس معنی کے اعتبار سے فی رہنیں ہو سکتی جو اوپر ذکر ہوا اور نہ یہ عطا خمس میں سے ہو سکتی ہے اس لئے کہ خمس کے مصارف میں مؤلفۃ القلوب داخل نہیں ہیں۔ غالباً یہ عطا خمس کے اس حصہ سے تھی جو آپ کا خاص تھا۔ اور فی رکا اطلاق اس حصہ پر دوسری روایتوں میں بھی آیا ہے۔

غزوہ خیبر میں جو قلعہ یا زمین اپنے محفوظ رکھا اور تقسیم نہ کیا اس پر بھی صحیح روایتوں میں فی رکا اطلاق آیا ہے فدک کی نصف زمین اور وادی النری کی ایک تہائی صلح سے ملی تھی ان پر بھی فی رکا اطلاق آیا ہے۔

ان سب روایتوں کے دیکھنے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ جو مال یا زمین کسی وجہ سے بھی رسول اللہ کے لئے مخصوص ہو جائے اُس کو فی رکعتے ہیں۔

خداوند پاک نے سورہ حشر میں فی رکعتے مصارف کو مفصل ذکر کیا ہے آیتیں یہ ہیں ما افاء اللہ علیٰ رسولہ من اهل القرۃ فللہ وللرسول ولذی القربی والیتیمی والمسکین وابن السبیل کی لایکون دولۃ بین الاغنیاء منکم وما اثمکم الرسول فخذوه وما اثمکم عنہ فانتہوا واتقوا اللہ ان اللہ شدید العقاب ۵ الفقراء المهاجرین الذین اخرجوا من دیارہم واموالہم یتبتغون فضلا من اللہ ورضوانا ۶ ینصرون اللہ ورسولہ اولئک ہم المصدقون ۷ والذین تبوء الداروالایمان من قبلہم یتبتغون من ہاجر الیہم ولا یجدون فی صدقہم حاجۃ مما اوتوا ویؤثرون علی انفسہم ولو کان ہم خصاصہ ظ ۸ ومن یوق شہۃ نفسہ فاولئک ہم المفلحون ۹ والذین جاءوا من بعد ہم یقولون ربنا اغفر لنا ولاخواننا الذین سبقونا بالايمان الا ینہ ط ان آیات کا خلاصہ مفہوم یہ ہے کہ جو مال اللہ پاک نے اپنے رسول کو بستی والوں سے دلایا وہ خدا کے لئے ہے۔ رسول کے لئے ہے ذوی القربی یتیمی اور مساکین و مسافر کے لئے ہے تاکہ تمہارے اغنیاء کے درمیان دولت نہ بچائے جو رسول تمہارے اُس کو پکڑ جس سے منع کرے اُس سے باز آؤ۔ اور اللہ سے ڈرو وہ بڑا سخت عذاب دینے والا ہے۔ اور وہ مال فقراء و مہاجرین کے لئے ہے جو اپنے ملک اور اپنے مال کی کال دیئے گئے ہیں۔ اور خدا کا فضل اور اُس کی رضا کے طالب ہیں۔ خدا اور خدا کے رسول کی مدد کرتے ہیں۔ یہی لوگ صادق ہیں۔ اور یہ مال ان لوگوں کے لئے ہے جو مہاجرین میں رہے اور ایمان میں مہاجرین سے بھی مقدم ہیں۔ اور ان کے پاس جب کوئی ہجرت کر کے آتا ہے تو اُس کو دوست رکھتے ہیں۔ اور اپنے دلوں میں اس کی کوئی حاجت نہیں پاتے جو مہاجرین کو دیجائے۔ مہاجرین کو اپنی ذات سے مقدم سمجھتے ہیں گو ان پر خود تنگی ہو۔ اور

یہ مال اُن لوگوں کے لیے ہے جو اُن کے بعد آئیں اور کہیں کہ خداوند! ہمیں بخش دے اور ہمارے اُن بھائیوں کو بخش دے جو ہم سے پہلے ایمان لائے الیہ

اس میں اول خمس کے جتنے مصارف ہیں سب کو خداوند پاک نے فیء کا مصرف قرار دیا اور اُن کے علاوہ تمام فترتِ مہاجرین اور تمام انصار کو فیء کا مصرف بتایا۔ پھر اس سے بھی عام کیا یعنی بتایا کہ قیامت تک جتنے لوگ مسلمان ہوں سب کافی رکے مال میں حق ہے۔ اسی لیے حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ کوئی مسلمان نہیں ہے جس کا کافی رکے مال میں حق نہ ہو۔ اور فیء کے مال میں مجھ کو کوئی ترجیح دوسرے مسلمانوں کے حق پر نہیں ہے۔

حضور کا قاعدہ تھا کہ فیء کے اموال پر خود اپنا قبضہ رکھتے تھے۔ ازواجِ مطہرات اور اہل بیت کے ایک مال کا نفقہ اس میں سے رکھتے تھے یا جیسا کہ بعض روایت میں ہو دیتے تھے بقیہ فوجی۔ اور ملکی ضروریات اور قومی و مذہبی اور معاشرتی حوائج میں صرف کرتے تھے۔ فخرام و مساکین کی خبر گیری یتیموں کی نگرانی کے لیے زکوٰۃ اور خمس میں مصارف معین تھے مگر فیء کے اموال کو بھی آپ ان کاموں میں صرف کرتے تھے۔ حاجتمندوں کی شادی میں بھی آپ نے فیء کے مال صرف کیا ہے۔ اور جس طرح فیء کے اموال کو صرف کرنے میں آپ کو اختیاراتِ کامل حاصل تھے ویسا اور کسی مال میں نہ تھا۔ اس لیے کہ زکوٰۃ اور خمس کے مصارف معین اور محدود تھے۔ اور فیء میں وسعت تھی ہر قسم کے مصالح میں یہ مال صرف کیا جاسکتا تھا جین میں آپ نے فیء کے کثیر حصہ مؤلفہٗ اقلوب کو دیا جو کامل ایمان بھی نہ تھے اور انصار و مہاجرین کو نہ دیا اور فرمایا کہ جس کو ہم نہیں دیتے وہ ہمارے نزدیک اُس سے بہتر ہے جس کو ہم دیتے ہیں جس پر ہمیں اعتماد ہے اُس کو نہیں دیتے اور جس پر اعتماد نہیں ہے اُس کو دیتے ہیں۔ حضور کے اسی طرزِ عمل کی وجہ سے جلیل القدر صحابہ میں یہ بات مشتبہ رہی کہ فیء کا مال حضور کی خاص ملکیت تھی۔ یا آپ کو بحیثیت امام صرف تصرف کا حق حاصل تھا۔

حضرت فاطمہ زہرا۔ اور حضرت علیؑ کی جو گفتگو فیء کے اموال کے متعلق حضرت صدیق اکبرؑ

اور حضرت فاروق اعظمؓ سے ہوئی اُس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ حضرت فاطمہؓ حضرت علیؓ اور حضرت عباسؓ یہ سمجھتے تھے کہ فی رخص رسول اللہؐ کی ملک تھی اور اُس میں وراثت جاری ہونی چاہئے مگر حضرت صدیقؓ اور حضرت فاروقؓ یہ سمجھتے تھے کہ یہ مال تمام مسلمانوں کا تھا حضورؐ چونکہ سب کے ولی اور سب کے آقا ہیں اسلئے ہر طرح کے تصرف کا آپؐ کو اختیار تھا لیکن وراثت نہیں ہو سکتی۔

صحیحین میں حضرت عمر بن الخطابؓ سے مروی ہے کہ اموال بنی نضیر خدائے اپنے رسولؐ کو دلوایا تھا مسلمانوں نے اس کے لئے گھوڑے اور اونٹ نہیں دوڑائے اسلئے وہ رسول اللہؐ کے لئے خاص تھا حضورؐ اس میں سے اپنے اہل کا نفقہ ایک سال کا دیتے تھے۔ بقیہ فوجی ضروریات میں صرف کرتے تھے سنن میں حضرت عوف بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب آپؐ کے پاس فی رک مال آتا تھا تو اس کو اسی روز تقسیم کر دیتے تھے۔ متابین کو دو حصہ دیتے تھے اور مجزہ بن کو ایک حصہ حضرت عمرؓ کی ایک روایت مسند امام احمد میں ہے فرماتے ہیں کہ اس مال میں کوئی کسی سے زیادہ مستحق نہیں ہے نہ میں کسی سے زیادہ مستحق ہوں۔ جیل منہار کا ایک چرواہا جو اپنی جگہ چرواہی کرتا ہے اُس کا بھی اس مال میں حق ہے۔

حضرت فاطمہؓ زہراؓ کے مطابق پر صدیق اکبرؓ نے بھی اور حضرت فاروقؓ اعظمؓ نے بھی یہ جواب دیا کہ اس مال میں جس طرح رسول اللہؐ کے زمانہ میں نفقات مقرر تھے۔ اُسی طرح اب بھی مقررہ رہیں گے۔ اور بقیہ جن کاموں میں خرچ ہوتا تھا اُسی طرح اب بھی صرف ہوگا۔ حضرت صدیقؓ نے بھی اور حضرت فاروقؓ نے بھی فرمایا کہ یہ رسول اللہؐ کا صدقہ ہے اس کا مطلب بھی یہی تھا کہ یہ مال خدا کی ملک ہے اور اس کے مصارف قرآن پاک میں مذکور ہیں عمل کر کے رسول اللہؐ نے بتا دیا۔ جو طریقہ حضورؐ وراثت ہے ضرور ہے کہ اُسی کے موافق عمل کیا جائے۔

حضورؐ نے فرمایا کہ انبیاء در نہ نہیں چھوڑتے وہ جو کچھ چھوڑیں صدقہ ہے۔ اس کا مطلب بھی یہی ہے نہ کہ صدقہ بعد ایک کیونکہ صدقہ کل مال میں بعد وفات نہیں ہو سکتا۔ وہ وصیت ہو جائیگی اور وصیت صرف ایک ثلث میں صحیح ہے نہ کل مال میں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ جو مال انبیاء کا ہوتا

ہے وہ پہلے ہی مملوکہ خداوندی ہے۔ انبیاء علیہم السلام کو اس میں تصرف کا اختیار خدا کی طرف سے حاصل ہوتا ہے بطور مامور کے نہ بطور مالک کے اور اسی لئے انبیاء علیہم السلام کے بعد بھی وہ صدقہ اور مملوکہ خداوندی ہی رہتا ہے۔

فی الواقع فی رکاز مسئلہ اشکال سے پڑھے۔ ہمیشہ ایتمہ و محکام کے لئے پریشان کن رہا ہے جو کچھ نازل کے بعد معلوم ہوتا ہے وہ یہ کہ حضور کو فی رکاز اموال پر مالکانہ تصرفات کے اختیارات حاصل تھے مگر نہ بطور خود بلکہ بامر اللہ۔ اور ان تصرفات میں آپ مامور من اللہ تھے واللہ اعلم فی رکوز بینونی تفصیل اور اس کے متعلق حضرت فاطمہ اور زینب کا اختلاف مع مالہ و معاملہ اراضی رسول اللہ کی بحث میں وادی القریٰ کے بعد مفصل لکھ چکا ہوں واللہ اعلم

الجزیہ

جزیہ اُس مال کو کہتے ہیں جو مقہور کفار سے اُن کے نفوس کے بدلہ وصول کیا جائے۔ جب جہاد کا حکم ہوا تو اُس وقت صرف دو صورت تھی یا تو کفار اسلام قبول کریں یا مقاتلہ کریں۔ تیسری کوئی صورت نہ تھی کہ وہ اپنی جگہ رہ سکیں یا اخیر میں مقہور ہو جانے کے بعد اُن کو اپنی جگہ رہنے کی اجازت دی گئی اور زمین کے متعلق انہیں سے بٹائی کا معاملہ طی پا گیا تھا۔ یا اخیر ہی کی ابتلاء میں فدک اور وادی القریٰ کا معاملہ تھا۔ لیکن ان سب مقامات میں معاہدہ کے ساتھ یہ بات طی تھی کہ مسلمان جس وقت مناسب سمجھیں گے یہود کو خیبر سے نکال دیں گے لیکن اسکے بعد ششہ میں جزیرہ کا حکم نازل ہوا۔ اُس کے بعد کفار کو اختیار دیا گیا کہ وہ یا اسلام قبول کریں۔ یا ذات کے تحفظ کے لئے ایک معینہ مقدار مال کی دینا قبول کریں۔ مجاہد کی روایت ہے کہ ششہ میں غزوہ تبوک سے پہلے جزیرہ کی آیت نازل ہوئی بکلی کی روایت ہے کہ بنی قریظہ اور بنی نضیر کے غزوہ کے وقت یہ حکم نازل ہوا تھا مگر کسی روایت سے یہ ثابت نہیں ہے کہ تبوک سے پہلے حضور نے کسی سے جزیرہ لیا ہو۔ صحیح یہ ہے کہ حضور نے جب تبوک پر حملہ کا ارادہ کیا اس وقت یا تبوک ہی میں یہ آیت نازل ہوئی۔ آیت یہی

■ قَاتِلُوا الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَلَا بِالْيَوْمِ الْآخِرِ وَلَا يُحَرِّمُونَ
 مَا حَرَّمَ اللَّهُ وَرَسُولُهُ وَلَا يَدِينُونَ دِينَ الْحَقِّ مِنَ الَّذِينَ أُوتُوا
 الْكِتَابَ حَتَّى يُعْطُوا الْجِزْيَةَ عَنْ يَدٍ وَهُمْ صَاغِرُونَ ط
 یعنی جو نہ خدا پر ایمان رکھتے ہیں نہ قیامت پر۔ اور نہ خدا و رسول کے
 حرام کئے ہوئے چیزوں کو حرام سمجھتے ہیں۔ نہ دین حق کا اعتقاد رکھتے ہیں
 اور اُن لوگوں میں ہیں جن کو خدا کی کتاب عطا کی گئی۔ اُن سے مقاتلہ کرو
 حتیٰ کہ اپنے ہاتھ سے جزیہ دیں ذیل ہو کر

یہ آیت فتح مکہ کے بعد نازل ہوئی۔ اور فتح مکہ کے بعد عرب بوق جوق اور فوج فوج مسلمان
 ہونے لگے اور تقریباً عرب کے تمام قبائل میں اسلام پھیل گیا۔ اسلئے عربوں سے مقاتلہ کی حاجت
 باقی نہ رہی اس کے بعد پہلا حملہ تبوک پر ہوا۔ اور وہیں ایک در صاحب دومتہ الجندل نے جزیہ قبول
 کر کے صلح کر لی۔ پھر اسکے بعد نجران کے نصاریٰ نے جزیہ دینا قبول کیا۔ انہوں نے منظور کیا کہ
 دو ہزار مائدہ دینگے جس کا نصف صفر کے مہینہ میں ادا کریں گے۔ اور نصف رجب میں۔ اُس کے علاوہ وہ
 بطور عاریہ مسلمانوں کو دیا کریں گے تین درع تین کھوڑے تین اونٹ اور ہر قسم کا سلاح اور سامان
 حرب تین تین۔ ان عاریہ کی چیزوں کے مسلمان ضامن ہوں گے۔ غزوات میں استعمال کریں گے
 اور غزوہ کے بعد پھر واپس کر دیں گے جزیہ کے بدلہ اُن سے عہد کیا گیا کہ اُن کا کوئی گرجا گرا یا نہ جائے گا
 اور اُن کا کوئی قس نکالا نہ جائے گا۔ اور نہ انکو اپنا دین چھوڑنے پر مجبور کیا جائے گا۔ باوقتی کہ وہ کوئی
 نئی بات پیدا نہ کریں۔ اور سود کا لین دین نہ کریں۔

حضور نے حضرت معاذ کو جزیہ وصول کرنے کے لئے یمن بھیجا اور حکم دیا کہ ہر باغ مرد سے ایک
 دینار نقد یا اسکی قیمت کا مغفری وصول کریں۔ مغفری ایک قسم کے کپڑے کا نام ہے جو یمن میں تیار
 ہوتا تھا۔ اور اہل یمن جن سے جزیہ وصول کرنے کے لئے حضرت معاذ گئے تھے وہ یہود تھے۔

حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ نے شہادت دی کہ رسول اللہؐ نے ہجر کے جو یوں سے جزیہ لیا

ہے حضرت عمرؓ پہلے مجوس کے متعلق متردد تھے مگر اس شہادت کے بعد انہوں نے مجوسیوں کا جزیہ قبول کیا اور تمام صحابہ اس پر متفق رہے۔

الغرض جزیہ کی ابتدا تبوک کے بعد ہوئی۔ اور تین فریق کا جزیہ خود حضورؐ نے قبول کیا اول نجران اور ایلام کے لوگوں کا جو نصرانی تھے۔ دوم دومتہ البندل کا جس میں اکثر عرب کے یہود تھے اور یمن کے یہود کا۔ سوم ہجر کے مجوس کا۔ لیکن کسی بت پرست قبیلہ یا جماعت سے آپ کا جزیہ لینا ثابت نہیں ہے اسلئے ائمہ میں اختلاف ہو گیا کہ آیا بت پرستوں سے جزیہ لیکر بت پرستی کی اجازت دینا اور قتال ترک کرنا جائز ہے یا نہیں۔ امام مالکؒ اور امام احمد صاحبؒ فرماتے ہیں کہ اہل کتاب اور بت پرست سب کا جزیہ قبول کرنا درست ہے۔ امام شافعی صاحبؒ فرماتے ہیں کہ صرف اہل کتاب سے جزیہ قبول کرنا درست ہے بت پرستوں سے نہیں اسلئے کہ کتاب اللہ میں اہل کتاب کی قید ہے اور حضورؐ نے بھی صرف اہل کتاب ہی سے لیا۔ لہذا بت پرستوں کا جزیہ قبول کرنا اور مقاتلہ مامور بہا کو ترک کرنا۔ اور بت پرستی کی اجازت دینا درست نہیں ہو سکتا۔

لیکن معلوم ہو چکا ہے کہ حضورؐ نے مجوس کا جزیہ قبول کیا۔ اور آتش پرستی اور بت پرستی میں کوئی فرق نہیں ہے۔ صحیح یہ ہے کہ مجوس نے کسی آسمانی کتاب پر ایمان رکھتے ہیں۔ نہ کسی نبی کے پیرو ہیں بعض روایات میں جو آیا ہے کہ ان کی آسمانی کتاب تھی وہ اٹھالی گئی اول یہ روایت صحیح نہیں ہے دوم اگر بالفرض ایسا ہو بھی تو یہ ان کے زیادہ معتب من اللہ ہونے کی دلیل ہے بعض وجوہ سے مجوسیوں کی حالت بت پرستوں سے بھی زیادہ خراب ہے اسلئے کہ مجوس ایک خالق کے قابل نہیں ہیں وہ خالق خیر اور خالق شر علیحدہ علیحدہ مانتے ہیں بت پرست ایک خالق کے قابل ہیں۔ مجوسی محرمات ابدیہ یعنی اپنی بیٹی اور بہن سے نکاح درست کہتے ہیں بت پرست ان لغویات کے قائل نہیں ہیں۔ تو جب باوجود ان خرابیوں کے مجوس سے جزیہ لیکر ان کو اپنے دین پر رہنے کی اجازت دی گئی تو بت پرستوں کو یہ اجازت کیوں نہ حاصل ہوگی۔

حضورؐ نے خود بت پرستوں کا جزیہ کیوں نہ قبول کیا اس کی وجہ ظاہر ہے جزیہ کا حکم جب نازل

ہوا اُس کے پہلے تقریباً تمام بُت پرست قبائل میں اسلام پھیل چکا تھا۔ اور اُس کے بعد بُت پرست قبائل سے جنگ کی نوبت نہ آئی۔ اہل کتاب سے اس کے بعد مقابلہ ہوا اور انہیں پر جزیرہ مقرر کیا گیا۔ آیت جزیرہ کے قبل جن قبائل سے جنگ ہوئی اُن پر نہ جزیرہ لگایا گیا نہ لگایا جاسکتا تھا بُت پرست ہوں یا اہل کتاب۔ بنی قینقاع۔ بنی نضیر۔ بنی قریظہ۔ اہل خیبر سب اہل کتاب تھے مگر اُن میں سے کسی کا جزیرہ حضور نے قبول نہ کیا کیونکہ جس وقت اُن لوگوں سے مقابلہ تھا اُس وقت جزیرہ کا حکم تھا ہی نہیں۔ اور یہ آیت نازل ہی نہیں ہوئی تھی۔ اسی طرح بُت پرستوں کا بھی معاملہ تھا۔

حضور نے اہل ہجر کو۔ اور منذر ابن سادی کو اور دوسرے لوگ کو خطوط روانہ کئے انہیں بلا تفریق سب کو اسلام اور جزیرہ کی دعوت دی۔ صحیح مسلم میں ایک روایت ہے کہ حضور نے فرمایا کہ جب دشمن سے طو تونیق باتوں کی دعوت دو۔ یا تو وہ اسلام قبول کریں۔ یا جزیرہ دیں یا مقاتلہ کریں۔ اس میں کوئی تفریق بُت پرست اور اہل کتاب کی نہیں ہے۔ حضرت مغیرہ کسری کے عامل سے ملے تو فرمایا کہ ہمیں حکم ہے کہ ہم اُس وقت تک تم سے مقاتلہ کریں کہ یا تو تم لوگ خدا کی پرستش قبول کرو۔ یا جزیرہ دو۔

امام ابو حنیفہ صاحب فرماتے ہیں کہ اہل کتاب اور بُت پرست سب کا جزیرہ قبول کرنا جائز ہے مگر خاص عرب کے بُت پرستوں کا نہیں۔ اسلئے کہ وہاں حضور کی نبوت ظاہر ہوئی اس لئے وہاں بُت پرستی ہرگز نہ رہی چاہئے۔ دویم وہ تمام قبائل مسلمان ہو چکے پھر بُت پرستی اگر ہو سکتی ہے تو صرف ارتداد سے۔ اور مرتد با اتفاق جزیرہ دیکر نہیں بچ سکتا۔ سو ہم حضور کی وصیت ہے کہ جزیرہ عرب میں داؤد بن جمح نہیں ہو سکتا اس لئے جزیرہ لیکر وہاں بُت پرستی کی اجازت نہیں دی جاسکتی اور عرب کے یہود و نصاریٰ سے جزیرہ لینا اس لئے درست ہے کہ اُن سے خود حضور نے لیا۔ ام ابو یوسف صاحب فرماتے ہیں کہ بوجہات مذکورہ بالا عرب کے بُت پرست اور اہل کتاب کسی سے جزیرہ لینا درست نہیں ہے۔

حضور نے نجران کے نصاریٰ سے جزیرہ میں دو ہزار حملہ لیا۔ یمن کے یہود کے متعلق حضرت معاذ

کو حکم دیا کہ ہر بالغ مرد سے ایک دینار لو۔ اس سے معلوم ہوا کہ جزیہ کی کوئی خاص مقدار معین نہیں ہے
اسی لئے حضرت عمرؓ نے تین درجہ جزیہ کا مقرر کیا غریبوں سے ایک درم ماہوار یا بارہ درم سالانہ
متوسط لوگوں سے دو درم ماہوار یا چوبیس درم سالانہ غنی سے چار درم ماہوار یا اڑتالیس
درم سالانہ۔ غریب اور غنی کی کوئی خاص حد معین نہیں نسائی بلکہ ایک معیار ہر جگہ کے لئے ممکن
نہیں ہے جس جگہ غریب اور غنی کا اعتبار جس مقدار پر ہوتا ہو اسی مقدار کا اعتبار ہوگا۔

بچے۔ بوزرے۔ عورتیں۔ اور معدومین سے جزیہ نہیں لیا جاتا۔ اسی طرح غلام مکاتب
مدبر۔ ام الولد پر بھی جزیہ نہیں ہے۔ مذہبی پیشوا جو گوشہ نشین ہوں ان پر بھی جزیہ نہیں ہے
مسند امام احمد۔ ابو داؤد۔ ترمذی۔ ابن ماجہ۔ نسائی سب میں حضرت معاذ کی روایت ہوا اور
اس میں یہ ہے کہ حضور نے ان کو حکم دیا کہ ہر بالغ مرد سے ایک دینار وصول کرو۔ یہی صحیح ہے
لیکن مصنف عبد الرزاق میں یہ روایت ہے کہ حضور نے حضرت معاذ کو حکم دیا کہ ہر بالغ مرد اور بالغ
عورت سے ایک دینار وصول کرو۔ یہ روایت منقطع ہے اور تمام رواۃ اس زیادتی کو ذکر
نہیں کرتے واللہ اعلم

بنی تغلب عرب تھے مگر نصرانی ہو گئے تھے۔ حضرت عمرؓ نے ان سے جزیہ طلب کیا۔ تو انہوں نے
کہا کہ ہم جزیہ نہ دینگے جس طرح ال کا صدقہ تم عربوں سے یعنی مسلمانوں سے وصول کرتے ہو اسی طرح
مجھ سے جو حضرت عمرؓ نے اس سے انکار کیا اور کہا کہ ہم مشرکوں سے صدقہ نہیں لے سکتے۔ ان میں
کچھ لوگ ناراض ہو کر روم چلے گئے کچھ منتشر ہو گئے۔ آخر نعمان بن زرعہ کے مشورہ سے یہ بات لے پائی
کہ ان سے جزیہ میں دو گنی زکوٰۃ لیجائے اور صدقہ کے نام سے لیجائے چنانچہ اسی پر معاہدہ ہو گیا
اور چونکہ زکوٰۃ عورتوں سے بھی لی جاتی ہے اس لئے بنی تغلب کی عورتوں سے بھی دو گنی زکوٰۃ مقرر ہوئی

ہدایا و تحایف

کبھی رسول اللہ کی خدمت میں احباب کرام کمانے کی چیزیں۔ سواری کے جانور یا دوسری

ضرورت کی چیزیں ہدیہ کرتے تھے اور حضور اُس کو قبول فرماتے تھے۔ اور کبھی ویسی ہی یا اس سے زیادہ قیمت کی چیز اُس کے بدلہ اُن کو ہدیہ میں دیتے تھے۔ سلاطین نے آپ کی خدمت میں ہدیہ بھیجا اور آپ نے ان کا ہدیہ قبول بھی فرمایا سلاطین کے ہدیہ کو آپ اپنے اصحاب میں تقسیم فرماتے تھے۔ اور جو چیز آپ کو پسند ہوتی وہ اپنے لئے رکھتے جو مثل منی کے آپ کے لئے خاص ہوتی تھی بخاری میں ہے کہ ایک دفعہ دیبلج کی قبائین آپ کے پاس ہدیہ میں آئیں اور اُس پر سونے کا کام تھا۔ آپ نے اُس کو اپنے بعض اصحاب پر تقسیم کیا اور اُس میں سے ایک مخزوم بن نوفل کے لئے نکال کر رکھا مخزوم بن نوفل اپنے لڑکے مسور کے ساتھ آئے تو آپ نے اُن کا استقبال کیا اور وہ قبائین کو دیا مقوقس حاکم اسکندریہ نے آپ کو ہدیہ بھیجا۔ اُس میں ماریہ قبیلہ تھیں۔ سیر بن تھیں۔ ایک خجر۔ ایک گدھا اور کئی چیزیں تھیں۔ حضور نے حضرت ماریہ کو خود پسند فرمایا وہ آپ کی ام الولد تھیں۔ سیر بن کو حضرت حسان کو بخش دیا۔ نجاشی شاہ حبشہ نے آپ کو ہدیہ بھیجا۔ آپ نے اس کو قبول فرمایا۔ اور اس کے بدلہ میں خود بھی نجاشی کے لئے ہدیہ روانہ فرمایا مگر کہہ دیا کہ اس کے پہنچنے سے پہلے کا انتقال ہو جائے گا اور ایسا ہی ہوا۔ فردہ ابن نفاحہ جذامی نے آپ کو سفید غلہ ہدیہ بھیجا جس پر آپ غزوہ حنین میں سوار تھے جیسا کہ صحیح مسلم کی روایت ہے مگر بخاری میں ہے کہ سفید غلہ آپ کو ایلہ کے بادشاہ نے بھیجا تھا وانشاء اللہ

ابوسفیان نے آپ کو ہدیہ بھیجا تو آپ نے اُس کے ہدیہ کو قبول فرمایا۔ لیکن عامر بن مالک ملاحظت الاسنہ نے ایک گھوڑا آپ کو ہدیہ بھیجا تو آپ نے فرمایا کہ ہم مشرک کا ہدیہ قبول نہیں کرتے۔ اسی طرح عیاض مجاشعی نے آپ کو ہدیہ دینا چاہا مگر آپ نے قبول نہ کیا۔

ابوعبید کہتے ہیں کہ ابوسفیان کا ہدیہ آپ نے قبول فرمایا اس کی وجہ یہ تھی کہ ہجرت کا زمانہ تھا۔ اور اُس وقت قریش کے ساتھ آپ کی جنگ موقوف تھی۔ مقوقس کا ہدیہ بھی آپ نے اس لئے

۱۵ نفاذ بنون مضموم ثم فائے مخففہ مفتوح ثم الف تم نار مثلاً ۱۲ منہ
۱۶ ایلہ کے بادشاہ کا نام یحییٰ بن رزبہ تھا جیسا کہ ابن اسحاق نے ذکر کیا ہے کذا قال النووی ۱۲ منہ

قبول کیا کہ اُس نے آپ کے سفیر حاطب ابن ابی بلتعہ کی عورت کی تھی۔ اور آپ کے نبی ہونے کا اقرار کیا تھا۔ آپ کو اس کے اسلام سے یا یوسی نہیں ہوتی تھی لیکن کسی مشرک محارب کا ہدیہ آپ نے کبھی قبول نہیں کیا۔

یہ حضور کے ہدایا کی حالت تھی لیکن امام المسلمین کے ہدایا کے متعلق رائیں مختلف ہیں۔ امام مالک کے بعض اصحاب فرماتے ہیں کہ اگر شاہ روم مسلمانوں کے امام کو ہدیہ بھیجے تو وہ امام کا خاص ہوگا لیکن امام اوزاعی فرماتے ہیں کہ وہ مسلمانوں کا ہوگا۔ اور بیت المال میں رہے گا۔ اور امام سیوطی کا ہدیہ بیت المال سے شاہ روم کو بھی بھیج سکتا ہے امام احمد فرماتے ہیں کہ امام یا امیر حبش کو کفار ہدیہ دیں تو وہ غنیمت ہے اور اُس کا حکم غنیمت کا ہے واللہ اعلم

صحیح مسلم میں متعدد طریقہ سے مروی ہے کہ حضور نے ابن اللہبیہ کو عامل بنا کر بھیجا اور بعض روایت میں تصریح ہے کہ بنی سلیم کا صدقہ وصول کرنے کے لیے بھیجا۔ وہ آئے تو رسول اللہ سے کہا کہ یہ مال تو آپ کا ہے اور یہ مجھ کو ہدیہ میں ملا ہے۔ حضور ناراض ہوئے اور فرمایا کہ تو نے اپنے باپ اور ماں کے گھر میں بیٹھ کر نہ دیکھا کہ تیرے پاس کہاں سے ہدیہ آتا ہے۔ امام نووی فرماتے ہیں کہ یہ ناراضی عامل ہونے کے صورت میں تھی غیر عامل ہدیہ قبول کر سکتا ہے بلکہ قبول کرنا مستحب ہے واللہ اعلم

اموال مجورہ

مسلمانوں کے کسی مال پر کفار کا قبضہ ہو جائے تو اس کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا قاعدہ یہ تھا۔ بخاری میں روایت ہے کہ ایک مرتبہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کا گھوڑا بھاگ گیا اور اُس پر کفار نے قبضہ کر لیا۔ جب مسلمانوں کا اُن کا فردن پر غلبہ ہوا تو وہ گھوڑا حضرت ابن عمر کو واپس لایا۔ یہ حضور کے وقت کا قصہ ہے۔ ایک مرتبہ حضرت ابن عمر کا غلام بھاگ کر روم چلا گیا جب روم پر مسلمانوں کا غلبہ ہوا تو وہ غلام حضرت خالد بن ولید کو واپس دیا۔ یہ حضرت صدیق کے زمانہ

کا قصہ ہے لیکن ابوداؤد کی روایت ہے کہ یہ بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ہوا۔ مگر وہ نام مالک میں ایک روایت ہے کہ اموال غنیمت میں ایک مسلمان نے اپنا اونٹ پہچانا حضور نے اُن سے کہا کہ اگر تم نے غنیمت تقسیم ہونے سے پہلے پایا تو اپنا اونٹ لے لو۔ اور اگر تقسیم ہونے کے بعد ملے تو تم اُس کے زیادہ سخی ہو قیمت دیکر لے سکتے ہو۔ یہ طریقہ تو منقولات کے بارہ میں تھا لیکن صحیح روایتوں میں مذکور ہے کہ فتح کے روز مہاجرین نے مطالبہ کیا کہ اُن کے مکانات اُن کو واپس دلوائے جائیں۔ مگر کسی ایک مہاجر کو بھی حضور نے اُن کا مکان واپس نہیں دلویا۔ وہیں لوگوں نے حضور سے دریافت کیا کہ حضور کل اپنے کس مکان میں ٹھہریں گے۔ حضور نے فرمایا کہ کیا عقیل نے ہلوگوں کیلئے کوئی گھر چھوڑا ہے۔

اس جملہ کی تفصیل یہ ہے کہ حضور اپنے دادا خواجہ عبدالمطلب کے مال سے محبوب تھے کیونکہ آپ کے والد خواجہ عبد اللہ نے اپنے باپ کے سامنے انتقال کیا۔ اور اس کے بعد آپ کے اکثر چچا لاوارث فوت ہوئے اسلئے خواجہ ابوطالب کو اپنے بھائیوں کا مال بھی ملا۔ خواجہ ابوطالب فوت ہوئے تو اُن کے اموال پر عقیل بن ابی طالب نے قبضہ کیا کیونکہ علی بن ابی طالب اور جعفر بن ابی طالب مسلمان ہو چکے تھے اور اختلاف دین کی وجہ سے اُن کے اموال پر قبضہ نہیں کر سکتے تھے لیکن مکان میں سب رہتے تھے جب رسول اللہ اور حضرت علیؑ گئے ہجرت کی اور حضرت جعفرؓ حبشہ میں تھے عقیل بن ابی طالب نے اُس مکان پر بھی قبضہ کر لیا۔ اسی لئے حضور نے فرمایا کہ کیا عقیل نے ہم لوگوں کے لئے کوئی گھر چھوڑا ہے۔

اس کے بعد جب عقیل بن ابی طالب مسلمان ہوئے تو حضور فرما چکے تھے کہ جو کافر مسلمان ہو تو جو مال اُس کے پاس ہو وہ اُسی کا رہے گا۔ اور اسی لئے جو کافر مسلمان ہو کر مدینہ آنے کے کفار اُن کے اموال پر قبضہ کر لیتے تھے وہ مسلمانوں کو واپس نہیں ملتا تھا۔ اسکے بعد یہی طریقہ جاری ہو گیا کہ کفار کفر کی حالت میں اگر مسلمانوں کے جان و مال کو تلف کر دیں یا قبضہ کر لیں اور اسکے بعد مسلمان ہو جائیں تو اُن پر نہ ضمان دلویا جاتا تھا نہ اموال مغصوبہ واپس کرائے جاتے تھے واللہ اعلم

العشر والحراج

ذمی یا حربی کفار تجارت کی غرض سے جو چیزیں اسلامی ممالک میں لاتے تھے ان کو کچھ مال وصول کیا جاتا تھا۔ اور مسلمان تاجروں سے بھی وصول کیا جاتا تھا۔ مگر سب کے مقدار میں فرق تھا۔ مسلمان تاجروں سے تو زکوٰۃ لی جاتی تھی یعنی چالیسواں حصہ لیکن ذمی کافروں سے نصف عشر یعنی بیسواں حصہ لیا جاتا تھا اور حربی کافروں سے عشر یعنی دسواں حصہ۔

امام محمد صاحب موطا میں ایک روایت لائے ہیں۔ کہ نبط کے لوگ مدینہ میں گیتھون اور زیت لایا کرتے تھے۔ حضرت عمرؓ ان سے نصف عشر لیا کرتے تھے تاکہ زیادہ لائیں کیونکہ اہل مدینہ کو ان چیزوں کی حاجت تھی۔ اور قطنیہ میں عشر لیتے تھے۔ قطنیہ بکسرقاف و کون طاد و کسرون و تحتیہ مشدودہ ان چیزوں کو کہتے ہیں جو پکائی جائیں جیسے مسور پختا۔ لوبیا وغیرہ۔

بظاہر اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ عشر کی مقدار کا تفاوت غلہ کے اقسام اور حجاج کی بنا پر تھا۔ لیکن امام محمد صاحب فرماتے ہیں کہ اہل ذمہ قطنیہ لائیں یا غیر قطنیہ اس پر نصف عشر ہے۔ اور اہل حرب جو چیز لائیں اس پر عشر ہے۔ کیونکہ حضرت عمرؓ نے زیاد بن حدیر تابعی۔ اور انس ابن مالک مشہور صحابی کو بصرہ اور کوفہ کے عشر پر بھیجا۔ تو ان کو اسی قاعدہ سے عشر وصول کرنے کا حکم دیا۔

پہلی روایت میں یہ تاویل ممکن ہے کہ شاید مدینہ میں قطنیہ لانے والے حربی تاجر ہوں۔ اور نبط جو گیتھون اور زیت لایا کرتے تھے ذمی تاجر ہوں واسطہ علم

امام مالک صاحب فرماتے ہیں کہ ذمی تاجروں سے بھی عشر لیا جائے۔ کوئی روایت ایسی معلوم نہیں ہے جس سے حضورؐ کے وقت کا تعامل صاف معلوم ہو۔ اور عبدالرزاق روایت کرتے ہیں کہ انس بن سیرین نے حضرت انس بن مالکؓ کے پاس حضرت عمرؓ کی تحریر دیکھی تھی جس میں یہ تھا کہ اہل ذمہ سے بیس درم میں ایک درم لیا جائے۔ اور اہل حرب سے دس درم میں ایک درم

لیا جائے واللہ اعلم

عرب کے قبائل جو مسلمان ہو جاتے تھے ان کی زمینیں انہیں کی ملک ہوتی تھیں۔ اور مفتوحہ زمینیں جو غنائین پر تقسیم ہوتی تھیں وہ بھی غنائین کی ملک ہوتی تھیں۔ ان سب زمینوں پر کسی قسم کا کوئی خراج نہ تھا۔ البتہ اس کے پیداوار میں عشر یا نصف عشر جیسی زمین ہوزکوۃ کے قاعدہ سے زکوۃ وصول کی جاتی تھی۔ عرب کی زمین سے عشر کے سوا اور کسی قسم کا خراج لینا نہ حضور و ثابوت ہے۔ نہ خلفاء راشدین سے۔ اسی لئے عرب کی کل زمین یمن اور ارض مہرہ سے لیکر حد و دشام تک ساری زمین عشری ہے۔

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر سواد عراق فتح ہوا۔ یہ رسول اللہ کے بعد عرب کے باہر پہلی عظیم الشان فتح تھی حضرت عمرؓ نے وہاں کی زمین کو غنائین پر تقسیم کرنے کے متعلق اصحاب رسول اللہ سے مشورہ کیا تو رائیں مختلف ہوئیں۔

قاضی شوکانی ابو عبید بن عبد السلام کی کتاب الاموال سے روایت نقل کرتے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے تقسیم کرنا چاہا اور اصحاب رسول اللہ سے مشورہ کیا تو حضرت علیؓ نے فرمایا کہ اس کو تقسیم نہ کیجئے تاکہ یہ مسلمانوں کا متفقہ سرمایہ رہے۔ اور دوسری روایت ہے کہ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اگر آپ نے اس کو تقسیم کر دیا تو قوم کے ہاتھ میں بہت بڑی زمین ہو جائیگی اور ہو سکتا ہے کہ اس طرح ساری زمین شخص واحد کے ہاتھ میں چلی جائے۔ اور جو مسلمان اس کے بعد آئیں ان کے لئے کوئی راستہ باقی نہ رہے۔ آپ ایسا طریقہ اختیار کیجئے جس سے موجودہ اور آئندہ سب مسلمانوں کے انتفاع حاصل کرنے کی وسعت ہو۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس رائے کو پسند لیا اور تقسیم کا ارادہ ملتوی کر دیا۔

ابو عبید روایت کرتے ہیں کہ حضرت بلالؓ اور ان کے ساتھیوں نے اختلاف کیا اور کہا کہ اس کو ہم نے لو کر فتح کیا ہے ہمارے درمیان تقسیم کیجئے جس طرح رسول اللہ نے خیبر کو صرف حاضرین پر تقسیم

کیا تھا حضرت عمرؓ نے تقسیم سے انکار کیا۔ اور کہا کہ ہم تقسیم تو کر دیں لیکن بتاؤ کہ جو مسلمان تمہارے بعد آئیں گے ان کے لئے کیا ہوگا۔

امام طحاوی لکھتے ہیں کہ حضرت عمرؓ کے دلیل کی بنا سورہ حشر کے فی کی آیت پر تھی اس آیت میں خدا نے بتایا ہے کہ فی رک مال جملہ مہاجرین۔ کل انصار۔ اور قیامت تک کے کل مسلمانوں کا ہے تقسیم ہو جانے کے بعد آنے والے مسلمانوں کے انتفاع کی صورت باقی نہیں رہتی۔

خیبر میں بھی حضورؐ نے صرف دو قلعہ تقسیم کیا الشق۔ اور النظاۃ باقی قلعوں کو تقسیم نہیں کیا فتح مکہ کے بعد مکہ کی اراضی بالکل تقسیم نہیں کی گئی بلکہ انہیں کے ہاتھوں میں چھوڑ دی گئی جن کے ہاتھوں میں پہلے سے تھی۔ رسول اللہ کا یہ عمل اس بات کی دلیل تھی کہ امام کو اختیار ہے کہ اراضی مفتوحہ کو تقسیم کرے یا نہ کرے۔ یا کچھ تقسیم کرے کچھ نہ کرے اور موقوف رکھے تاکہ فوجی و ملکی ضروریات پوری ہو سکے۔

حضرت عمرؓ نے تقسیم سے انکار کیا مگر حضرت بلالؓ اور ان کے ساتھیوں کو اصرار تھا کہ سواد عراق کی زمین تقسیم کی جائے۔ حضرت عمرؓ نے دعا کی کہ خداوند اہم کو بلال سے بچا کتے ہیں کہ اسی سال کے اندر حضرت بلال رضی اللہ عنہ کا انتقال ہو گیا۔

النضر سواد عراق کی زمین حضرت عمرؓ نے وہیں کے کافروں کو دی۔ ان کی ذات پر جزیرہ مقرر کیا اور زمین پر خراج۔ تمام صحابہ نے حضرت عمرؓ سے اس بارہ میں اتفاق کیا لیکن ایہ میں اس کے متعلق بعض باتوں میں اختلاف ہو گیا ہے۔ امام ابو حنیفہ اور سفیان ثوری وغیرہ کہتے ہیں کہ جن کافروں کو یہ زمین دی گئی تھی۔ ان پر یہ لازم تھا کہ جزیرہ اور مقررہ خراج ادا کریں۔ لیکن زمین ان کی ملک تھی اور وہ سب آزاد تھے۔

ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں کہ محدثین نے اس قول سے شدید انکار کیا ہے۔ وہ کہتے ہیں ارض مفتوحہ کے کفار مالک نہیں ہو سکتے۔ امام طحاوی نے شرح معانی الآثار میں اس پر سبب تقریر کی ہے۔ میں اس کتاب میں اس مسئلہ پر اس سے زیادہ نہیں لکھ سکتا یہ کتاب رسول اللہ کی سیرۃ پر ہے۔ خراج کی بحث اس میں محض ضمنی ہے اس لئے کہ ایادت کی بحث بغیر خراج کی بحث کے مکمل نہیں ہو سکتی لیکن

نہنی بحث کو زیادہ طول نہیں کیا جاسکتا۔

صاحب ہدایہ لکھتے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے حضرت عثمان بن حنیفؓ اور حضرت حذیفہؓ کو بھیجا کہ سواد عراق کے زمین کی مساحت کریں۔ انہوں نے کل زمین کو ناپا تو تین کروڑ ساٹھ لاکھ جریب کل زمین تھی۔ اور اسی پر خراج مقرر ہوا۔ بشرح ہدایہ لکھتے ہیں کہ اس تفصیل کو ابو عبیدہؓ نے کتاب الاموال میں اور ابن ابی شیبہؓ نے روایت کیا ہے۔

ایک جریب ساٹھ ذراع کا ہوتا ہے بادشاہ کسریٰ کے ذراع سے۔ کسریٰ کے ذراع سے مراد سات مشت کا ایک ذراع ہے۔ عام ذراع چھ مشت کا ہوتا ہے کذا فی المغرب یہ تو معلوم ہو چکا کہ عرب کی کل زمین عشری ہے اس کے حدود یہ ہیں۔ عراق کی طرف غزیب دوسری جانب انتہاریمین اور ارض مہرہ تیسرے جانب حدود شام کی ابتدا یمن اور ارض مہرہ کی انتہا سے مراد مسقط اور عدن کے درمیان کا مقام ہے گویا بحر عرب کا پورا عربی کنارہ۔

اور سواد کی کل زمین خراجی ہے جیسا کہ معلوم ہوا اس کے حدود یہ ہیں غزیب سے عقبہ خلوان تک عرض۔ اور غلت سے عبادان تک طول۔

غزیب بالتصغیر مار بنی نیم کا نام ہے۔ یہ جگہ کوفہ سے ایک مرحلہ پر ہے۔ یہیں عرب کی انتہا ہے اور سواد عراق کی ابتدا ہے۔

خلوان بضم حار مہلہ ایک شہر کا نام ہے۔

غلت بفتح عین مہلہ و سکون لام ڈالے مثلثہ۔ دجلہ کے شرق میں ایک قریہ جو عراق کی حد ہے۔ عبادان بفتح عین مہلہ و تشدید با۔ بصرہ کے پاس مشہور جزیرہ ہے۔

حضرت عمرؓ نے اہل سواد پر جو خراج مقرر کیا تھا اس کی تفصیل یہ ہے ایک وہ زمین جہاں پانی پہنچتا تھا اور غلہ کی زراعت اس میں ہو سکتی تھی اس کا خراج ایک درم اور ایک قفیز غلہ تھا یہ سب کم خراج تھا دویم اس سے بہتر زمین ارض رطبہ تھی جس میں کدو۔ تربز۔ بیگن اور ترکاریاں پیدا ہوتی تھیں اس کا خراج پانچ درم تھا یہ اوسط درجہ کا خراج تھا تیسری قسم اس سے اعلیٰ تھی جس میں انگور

یا کھجور کے گھنے درخت تھے اُس میں پیدا زیادہ ہوتا تھا اور محنت کم ہوتی تھی اُس کا خراج دین درم تھا۔
 ان تینوں قسموں کے علاوہ ایسی زمین بھی تھی جس میں زعفران پیدا ہوتا تھا یا باغات تھے ایسی زمینوں پر
 خراج اُن کے تحمل کے لائق مقرر کیا گیا تھا۔

جو زمین آب پاشی منقطع ہو جانے کی وجہ سے پیداوار کے لائق نہ رہتی اُس کا خراج موافق ہو جاتا
 تھا لیکن قابل زراعت زمین اگر کاشتکار کی کاہلی اور غفلت کی وجہ سے محط رہ جائے تو اُس کا خراج
 وصول کیا جاتا تھا جو زمین خراجی تھی اگر اُس کو کوئی مسلمان خرید لے یا اور کسی طرح حاصل کر لے تاہم
 وہ خراجی رہتی تھی اور مسلمان مالک کو خراج ادا کرنا پڑتا تھا۔

امام طاہری عبد اللہ بن عمرو بن العاصؓ سے روایت کرتے ہیں کہ جب حضرت عمرو بن العاصؓ نے
 مصر فتح کیا۔ تو اُن کے ساتھ جتنے اصحاب رسول اللہؐ تھے سب کو جمع کیا اور اُن سے زمین کی تقسیم کے
 بارہ میں مشورہ کیا۔ کہ آیا جس طرح صرف حاضرین پر غنیمت تقسیم کی گئی اور جس طرح خیر میں رسول اللہؐ نے
 صرف حاضرین پر خیر کی زمین تقسیم کی تھی۔ مصر کی زمین بھی اُسی طرح تقسیم کر دی جائے۔ یا توقف کیا جائے
 اور اس بارہ میں امیر المومنین کی رائے لی جائے چند اشخاص نے کہا جن میں حضرت زبیر بن العوامؓ بھی
 تھے کہ اس میں نہ تم کو کوئی اختیار ہے۔ نہ عمر کو۔ یہ زمین ہے جس پر خدا نے ہمیں فتح دی ہے۔ اسکے لئے
 ہم نے گھوڑے دوڑائے ہمارے آدمیوں نے محنت کی۔ اور جو کچھ ہے اُس پر قبضہ کیا۔ تو اس سے
 زیادہ اور کس مال پر میرا حق ہو سکتا ہے لیکن دوسرے لوگوں نے کہا کہ ابھی تقسیم موقوف رکھو امیر المومنین
 کی رائے آجائے دو۔ اور آخر یہی رائے قرار پائی۔ حضرت عمر بن الخطابؓ کے پاس سب کی رائے لکھ کر
 گئی۔ اُس کے جواب میں حضرت عمرؓ نے جو خط لکھا اُس کو بھی امام طاہری نے نقل کیا ہے وہ یہی تھا۔
 ”اگر ہم اس کو تمہارے درمیان تقسیم کر دیں تو جو مسلمان تمہارے بعد آئیں گے اُن کے پاس کوئی سرمایہ
 باقی نہیں رہے گا۔ جس سے وہ دشمنوں کے مقابلہ میں تقویت حاصل کر سکیں۔ یہ فی رہے اس کو موقوف
 رکھو۔ تاکہ اس وقت تک باقی رہے جب تک مسلمانوں کی کوئی جماعت بھی اللہ کے واسطے
 جہاد کرنے کے لئے باقی رہے والسلام“

حضور کے قاصد

حضور جب حدیبیہ سے لوٹ کر آئے۔ تو محرم ششم میں دعوت اسلام کے خطوط دیگر اطراف کے ملوک و سلاطین کے پاس ایک روز اپنے چچہ قاصد آپ نے روانہ کئے۔ یہ غزوہ خیبر سے پہلے کا قصہ ہے اس کا ذکر وہاں مناسب تھا مگر چونکہ مغازی کی ترتیب میں اس سے خلل واقع ہوتا تھا اس لئے اسکو وہاں لکھنا مناسب نہ معلوم ہوا۔

عمرہ حدیبیہ ذیقعدہ سلسلہ میں ہوا۔ اور وہاں سے ذی الحجہ سلسلہ میں حضور لوٹ کر آئے۔ پھر اسی مہینہ میں غزوہ غابہ واقع ہوا۔ اسلئے ابن الاکثرؒ کی روایت ہے کہ وہاں سے لوٹے تو صرف تین دن مریضہ میں قیام فرمایا اس کے بعد محرم ششم میں غزوہ خیبر کیلئے روانہ ہو گئے اسلئے غابہ اسی قیام کے زمانہ میں ایک روز آپ نے اپنے چچہ قاصد روانہ کئے۔

جب حضور نے ان قاصدوں سے بھیجنے کے لیے خطوط لکھے تو آپ سے لوگوں نے کہا کہ سلاطین ان خطوط کو قبول نہیں کرتے۔ اور نہ پڑھتے ہیں جس پر مہرتہ ہو اس لئے آپ نے چاندکی ایک انگوٹھی بنوائی اور اس میں نام مبارک کندہ کرایا۔ تین سطر میں تھیں محمد ایک سطر۔ رسول ایک سطر۔ اللہ ایک سطر۔ پھر اس سے خطوط پر فہر کر کے قاصدوں کو عنایت فرمایا۔ ایک روز جن چچہ قاصد کو حضور نے روانہ فرمایا وہ یہ ہیں

(۱) عمرو بن امیہ ضمیری کو حبشہ بھیجا (۲) حنیہ بن خلیفہ الکلبی کو روم بھیجا۔ (۳) عبد اللہ بن حذافہ سمی کو شاہ ایران کے پاس بھیجا (۴) حاطب ابن ابی بلتعہ کو مقوقس کے پاس اسکندریہ بھیجا (۵) شجاع ابن وہب الاسدی کو حارث ابن ابی ثمر الغسانی کے پاس بھیجا (۶) سلیط بن عمرو کو ہودہ بن علی الحنفی کے پاس یمامہ بھیجا۔

(۱) عمرو بن امیہ ضمیری کو حضور نے نجاشی کے پاس حبشہ بھیجا۔ صحیح مسلم میں حضرت انس رضی اللہ عنہ

سے ضمیری بفتح ضا و جمعہ و سکون میم و کسر راء مملہ ۱۲ منہ
نہ نجاشی بفتح نوں و ضمہ و تشدید جیم و تخفیف دو نوں آیا ہے حبشہ کے بادشاہ کا یہ لقب ہے جس طرح ایران کے بادشاہ کا کسری۔ روم کے بادشاہ کا قیصر یمن کے بادشاہ کا تیغ وغیرہ کسی خاص بادشاہ کا نام نہیں ہوا ۱۲ منہ

سے مروی ہے کہ حضور نے قیصر کسریٰ اور نجاشی کے پاس خطوط روانہ کئے۔ لیکن یہ وہ نجاشی نہیں ہے جس کے جنازہ کی نماز غائبانہ حضور نے پڑھی تھی۔ اور محمد بن حزم کہتے ہیں کہ جس نجاشی کے پاس حضور نے عمرو بن امیہ القہری کو بھیجا تھا وہ مسلمان نہیں ہوا۔ مگر داقدی۔ ابن اسحاق۔ ابن سعد اور ایک جماعت کہتی ہے کہ جس نجاشی کے پاس حضور نے عمرو بن امیہ القہری کو بھیجا تھا اس کا نام امحمہ ابن ابجر تھا۔ رسول اللہ کے خط کی اس نے تعظیم کی۔ مسلمان ہو گیا۔ اور جس روز اس نے انتقال کیا حضور نے اس کے جنازہ کی نماز پڑھی۔ لیکن صحیح وہی ہے جو امام مسلم نے حضرت انس سے روایت کیا ہے۔ مولانا عبدالحی صاحب لکھتے ہیں کہ حضور نے نجاشی کو ایک خط اور بھیجا تھا جس میں ام حبیبہ سے عقد کا حکم دیا تھا وہ دونوں خطوں کو بڑی تعظیم سے عاج کے ڈبہ میں رکھنا تھا۔ اور وہ برابر شاہان حبشہ کے پاس رہا جس کو وہ برکت کا ذریعہ سمجھتے تھے۔ اور غالباً اب تک وہاں موجود ہے۔

(۲) دجیہ بن خلیفہ الکلبی کو حضور نے قیصر کے پاس جس کا نام ہرقل تھا روم بھیجا۔ صحیح ابن حبان میں حضرت انس ابن مالک سے مروی ہے کہ حضور نے پوچھا کہ میرے اس خط کو قیصر کے پاس کون لے جائیگا۔ اسکے لیے جنت کی بشارت ہے۔ تو ایک شخص نے کہا کہ اگر قیصر قبول نہ کرے۔ آپ نے فرمایا کہ گو وہ قبول نہ کرے لیجائے والے کے لیے جنت ہے۔ وہ لیکر گئے تو قیصر راستہ میں ملا کیونکہ وہ بیت المقدس جا رہا تھا۔ انہوں نے خط کو اس کے بساط پر پھینک دیا اور علیحدہ ہو گئے قیصر نے آواز دی کہ یہ خط کون لایا ہے سامنے آئے۔ اس کو امن ہے۔ انہوں نے کہا کہ میں لایا ہوں۔ قیصر نے کہا کہ میں بیت المقدس جا رہا ہوں۔ وہاں سے واپس آجاؤں تو تم میرے پاس آؤ۔ جب وہ لوٹ کر آیا۔ تو یہ اس کے پاس گئے۔ اس نے حکم دیا کہ محل کے سب دروازے بند کر دیئے گئے اسکے بعد اس نے اپنے منادی سے اعلان کرایا کہ قیصر نے محمد کی اتباع کر لی۔ اور نصرا نیت ترک کر دی۔ جب یہ مشہور ہوا تو اس کی مسلح فوج نے اس کے محل کو گھیر لیا۔ تب قیصر نے رسول اللہ کے قاصد سے کہا کہ تم نے دیکھ لیا ہمیں اپنے ملک کا اندیشہ ہے۔ اس کے بعد اس نے اپنی فوج میں اعلان کرایا کہ ہم تمہارا

اس فعل سے بہت خوش ہوئے۔ پہلا اعلان صرف تمہارے جوش مذہبی کی آزمائش کے لئے کیا گیا تھا۔
 اُس کے بعد قبرتے رسول اللہ کو خط لکھا کہ میں مسلمان ہوں۔ اور آپ کے لئے اشرافیاں بھیجیں
 رسول اللہ نے فرمایا کہ عدد اللہ بھوتا ہے وہ تو اپنی نصرت پر قائم ہے۔ اور آپ نے
 وہ اشرافیاں تقسیم کر دیں۔

لیکن صحیح مسلم میں ایک مفصل روایت ہے کہ جس زمانہ میں دجہ کلینی دہاں گئے تھے ابوسفیان وہیں
 تھا۔ اُس نے رسول اللہ کے متعلق ابوسفیان سے کچھ سوالات کیے ابوسفیان نے اسکے جوابات دیئے۔
 اُس نے جوابات کو سن کر کہا کہ جو کچھ تم نے کہا اگر یہ سچ ہے تو بلاشبہ وہ نبی ہیں۔ اور اُن کی حکومت
 اس سرزمین تک پھیلیگی جہاں اس وقت میرا قدم ہے اگر ہم دہاں ہوتے تو اُن کا پیر دھوتے جلوگوں کو
 ایک رسول کا انتظار تو تھا مگر یہ گمان نہ تھا کہ وہ تم لوگوں میں ظاہر ہوں گے واللہ اعلم

(۲) عبداللہ بن حذافہ اہمیی کو حضور نے کسریٰ بادشاہ ایران کے پاس بھیجا۔ اس کا نام پرویز
 ابن ہرمز بن نو شیر داں تھا بخاری میں روایت ہے کہ عبداللہ بن حذافہ اہمیی نے رسول اللہ کا خط
 عظیم بھرنے کو دیا۔ اُس نے کسریٰ کو دیا اُس بد نصیب نے اُس خط کو پڑھا اور پڑھ کر غصہ میں اُس کو
 ٹکڑہ ٹکڑہ کر دیا۔ رسول اللہ کو جب خبر ملی تو فرمایا کہ خدا اُس کے ملک کو ٹکڑہ ٹکڑہ کرے۔ اور یہی ہوا۔

(۳) حاطب بن ابی بلتعہ کو حضور نے مقوقس شاہ اسکندریہ کے پاس بھیجا۔ یہ قبطیوں کا بڑا
 سردار تھا۔ نہایت اچھی طرح حضرت حاطب سے ملا لیکن مسلمان نہ ہوا۔ حضور کے لئے ہدیہ بھیجا۔
 ایک جاریہ حضرت ماریہ قبطیت۔ اور اُن کی دو بہنیں ایک بصرین اور دوسری قیسری۔ حضرت ماریہ
 حضور کی ام الولد ہیں۔ یسریں حضرت حسان کو بہہ کیا وہ اُن کی ام الولد ہیں یعنی حضرت عبدالرحمن
 ابن حسان کی ماں۔ دوسری بہن قیسری بھی انہیں کو بخشا۔ اسکے علاوہ ایک ہزار مثقال سونا۔ تین
 قباطی کپڑے ایک سفید بغلہ یعنی دُلل۔ ایک سفید گدھا عقیقہ۔ ایک خضی غلام جن کا نام مابور تھا۔
 شاید یہ حضرت ماریہ کے چچا زاد بھائی تھے۔ ایک گھوڑا جس کا نام لزاز تھا۔ ایک شیشہ کا پیالہ
 اور شہد حضور نے فرمایا کہ خبیث ملک کی وجہ سے بھول گیا۔ حالانکہ اُس کے ملک کو بقا نہیں ہے۔

(۵) شجاع بن وہب لاسدی کو حضور نے حارث بن ابی شمر الغسانی کے پاس بھیجا جو بلقا کا رئیس اعظم تھا۔ یہ ابن اسحق اور واقدی کا قول ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ اُن کو جبکہ بن الایم کے پاس بھیجا بعض کہتے ہیں کہ دونوں کے پاس۔ اور بعض کہتے ہیں کہ اُن کو بھی دیر کلبی کے ساتھ روم بھیجا تھا و اشراط (۶) سلیمان بن عمرو کو حضور نے ہوزہ بن علی الخنفی کے پاس مامہ بھیجا۔ اُس نے اُن کی بہت عزت کی۔ اور کپڑہ پہرایا جو ہجر کا بنا ہوا تھا۔ اور خود اپنی طرف سے تمامہ بن اتال الخنفی کے پاس بھیجا ہوزہ تو سلمان نہ ہوا۔ اور تمامہ بھی اُس وقت سلمان نہ ہوئے لیکن پیچھے ایمان لائے۔ مغازی میں اُن کا حال بیان ہو چکا ہے۔ ایمان لانے کے بعد تمامہ نے قریش کا غلہ روک دیا تھا۔

یہ سچے حضرات وہ ہیں جن کو حضور نے ایک روز روانہ کیا۔ ان کے علاوہ مختلف رؤسا اور ملک کے نام مختلف اوقات میں آپ نے خطوط بھیجے اور قاصد روانہ کئے۔

(۷) حضرت عمرو بن العاص کو ذیقعدہ شہ میں جعفر بن ابی جلدی اور عبد بن ابی جلدی الازدی کے پاس عمان بھیجا۔ یہ دونوں بھائی تھے اور عمان کے رئیس تھے۔ دونوں نے اسلام قبول کیا۔ اور رسول اللہ کی نبوت کی تصدیق کی۔ عمرو بن العاص کو اختیار دیا کہ وہ اُن کے مال اور رعایا کے مال سے شرعی احکام کے موافق صدقہ وصول کریں۔ حضرت عمروؓ وہیں مقیم رہے اور رسول اللہ کے وفات کی خبر اُن کو دیں۔

(۸) عمار الخضری کو حضور نے بصرہ سے لوٹنے کے بعد یافج مکہ سے بھی پہلے منذر بن سادی عجمی کے پاس بصرہ بھیجا۔ ابن اسحاق اور دوسرے بہت لوگوں نے لکھا ہے کہ عمار الخضری منذر ابن سادی کے پاس خط لیکر گئے۔ اور وہ سلمان ہو گئے۔ ابن مندہ کہتے ہیں کہ وہ رسول اللہ کی طرف ہجرت کے عامل مقرر ہوئے تھے۔ طبرانی عبد اللہ بن مسعود سے روایت کرتے ہیں کہ حضور نے اُن کو خط لکھا تھا کہ جو شخص ہلوگوں کی طرح نماز پڑھے ہمارے قبلہ کی طرف رخ کر کے عبادت کرے اور ہمارا ذبیحہ کھائے وہی مسلمان ہے۔ پھر حزیقہ کے بارہ میں بھی حضور نے اُن کو خط لکھا۔ ابن مندہ زید بن اسلم سے روایت کرتے ہیں کہ خود منذر ابن سادی کا بیان ہے کہ حضور نے اُن کو خط لکھا کہ جس کے پاس

زمین نہ ہو اس پر چار درہم مقرر کرو۔

(۹) مہاجر ابن ابی امیہ مخزومی کو حضور نے حارث بن عبد کلال کے پاس بھیجا انہوں نے کہا کہ ہم اس بارہ میں غور کریں گے۔ یہ ابن قیم کا بیان ہے۔ لیکن ابن اسحق کی روایت ہے کہ جب حضور تبوک سے لوٹے تو شاہان حیر نے آپ کے پاس اپنے اسلام قبول کرنے کے خطوط بھیجے انہیں حارث بن عبد کلال حیر کی کا بھی خط تھا حضور نے مہاجر ابن ابی امیہ کو حارث مذکور کے پاس بھیجا تھا وہ مسلمان ہوئے اور حضور کو خط لکھا اس میں ایک شعر یہ تھا

و دینا شدین الحق فیہ طہارۃ وانت بمافیہ من الحق آخر

داریقنی نے حضرت ابن عمر سے اسی طرح روایت کیا ہے۔ اور ابوالحسن مراہی نے بھی اسی طرح لکھا ہے کذا فی الاصابہ والشرائع

(۱۰-۱۱) حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ اور حضرت معاذ بن جبلؓ کو حضور نے تبوک سے واپس آنے کے بعد یمن بھیجا اور بعض روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ ان لوگوں کو زیج الاول سنہ میں بھیجا تھا۔ تاکہ وہاں کے باشندوں کو اسلام کی دعوت دیں۔ اور انکی دعوت پر وہاں کے عام باشندے بخوشی بلا قتال خود مسلمان ہو گئے۔ اس کے بعد حضور نے وہاں حضرت علیؓ کو بھیجا۔

(۱۲) جریر بن عبد اللہ ابی جلیؓ کو حضور نے ذوالکلاع حیر کی اور ذوعمر کی جانب بھیجا۔ وہ دونوں مسلمان ہو گئے۔ اور جریر ابی جلیؓ وہیں تھے کہ رسول اللہ کا انتقال ہو گیا۔ صحیح بخاری میں جریر کے سامنے ان دونوں کے اسلام قبول کرنے کا ذکر ہے۔

ان دونوں نے رسول اللہ کی محبت نہیں پائی اور مسلمان رسول اللہ کے وقت ہی میں ہوئے ذوالکلاع حضرت عمرؓ کے زمانہ میں مدینہ آئے۔ ان کے اور حضرت عمرؓ کے بہت مکالمے ہوئے۔

ذوالکلاع کی کنیت ابو شریحیل۔ یا شریحیل تھی۔ ابن عساکر روایت کرتے ہیں کہ جب جریر نے ان کو اسلام کی دعوت دی اور حضور کی حالت سنائی تو انہوں نے کہا کہ تم ام شریحیل سے ملو۔ یہ ان کی

لہ مہاجر ابن ابی امیہ ام المؤمنین ام سلمہ کے بھائی تھے ۱۲ منہ

زوجہ تھیں۔ اور یہ بھی کہا کہ وہ جب سے میرے پاس آئی ہے تم سے پہلے کوئی مرد اُن سے نہیں مل سکا ہے۔
 الغرض یہ اُن سے ملے تو ذوالکلاع اور اُن کی زوجہ دونوں مسلمان ہو گئے۔ اور ذوالکلاع نے اس
 خوشی میں چار ہزار غلام آزاد کئے۔ حضرت عمرؓ کے وقت میں وہ مدینہ آئے تب بھی اُن کے شامل چار ہزار غلام
 تھے۔ حضرت عمرؓ نے اُن سے کہا کہ ان غلاموں کو میرے ہاتھ بچھڑو تاکہ ہم اُن سے اسلامی خدمت کا کام
 لیں۔ اُنہوں نے کہا کہ نہیں یہ آزاد ہیں۔ اور اُن سب کو بھی آزاد کر دیا۔ ذوالکلاع اور ذوالحجہ
 دونوں لوگ یمن سے تھے و اشراط

(۱۳-۱۴) عمرو بن ابیہ غمریؓ کو حضورؐ نے سیدہ کذاب کی طرف بھجوا دیا۔ اور پھر دوسرا خط لکھا
 سائب بن العوامؓ یعنی زبیر بن العوامؓ کے بھائی کو بھی سیدہ کی طرف بھجوا۔ مگر وہ بد نصیب ایمان نہ لائے۔
 (۱۵) فروہ بن عمرو الجندیؓ قیصر روم کی طرف سے معان کے عامل تھے۔ اور اطراف کے شاہی
 اور عربی علاقوں پر اُن کی حکومت تھی، بعض روایت میں ہے کہ اُن کے پاس بھی حضورؐ نے قاصد بھیجے
 لیکن ابن اسحاقؒ روایت کرتے ہیں کہ اُنہوں نے خود مسعود بن سعدؓ کو حضورؐ کی خدمت میں بھجوا دیا۔
 اپنے اسلام کی خبر دی۔ اور یہ بھی بھجوا جس میں ایک سفید غلہ تھا جس کا نام فضہ تھا۔ ایک گھوڑا
 جس کا نام الضرب تھا۔ اور ایک گدا جس کو یعفور کہتے تھے۔ ظاہر یہ ہے کہ یعفور اور عفیر ایک ہی
 کچھ کپڑے۔ سندس کی قبا جس میں سونے کا کام تھا۔ حضورؐ نے ہدیہ قبول فرمایا۔ اور مسعود بن سعدؓ
 بازہ اوقیہ اور ایک نش عنایت فرمایا۔

(۱۶) عیاش بن ابی ربیہ مخزومیؓ کو حضورؐ نے حارث مسروحؓ اور نعیم بن عبد کللؓ

کی جانب بھجوا تھا۔

۱۷ عیاش بن مہملہ بعدہ تختانیہ بعدہ الف بعدہ شین معہ یہ حضرت خالدؓ کے ابن عم اور ابو جہل کے ابن عم
 ابو جہل مکر سے ان کو مکہ لے گیا، ہجرت کے بعد اور بڑی تکلیف دی صحیحین میں ہے کہ حضورؐ نے اُن کیلئے قتل
 میں دعا کی تھی ۱۲ منہ

رسول اللہ کے خطوط

صحیحین میں ہے کہ حضور نے ہر قل قیصر روم کو خط لکھا۔ وہ خط یہ تھا

بسم الله الرحمن الرحيم - من محمد رسول الله
الى هرقل عظيم الروم - سلام على من اتبع
الهدى - اما بعد فاني ادعوك بدعاية
الاسلام - اسلم تسلم - يونسك الله اجره
مرتين - فان توليت فان عليك الشر
الاريسيين - ويا اهل الكتاب تعالوا الى
كلمة سواء بيننا وبينكم الا نعبد الا
الله ولا نشرك به شيئاً - ولا نتخذ
بعضنا بعضاً ارباباً من دون الله فان
تولوا فقولوا اشهدوا بانا مسلمون

حضرت ابن عباسؓ کہتے ہیں کہ ان سے ابوسفیان نے بیان کیا کہ جب رسول اللہ کا خط شام میں گیا تھا تو ہم وہیں تھے۔ وجہ کلی وہ خط لائے تھے۔ انہوں نے بصری کے امیر کو دیا تھا۔ اور امیر بصری نے ہر قل کو دیا۔ ہر قل نے دریافت کیا کہ جو شخص نبوت کا دعویٰ کرتا ہے کیا اس کی قوم کا کوئی آدمی یہاں ہے۔ لوگوں نے کہا کہ ہاں۔ اس لئے وہ لوگ بھکوا۔ میرے چند ساتھیوں کو ہر قل کے پاس لے گئے۔ ہر قل نے پوچھا کہ ان کا سب سے قریبی رشتہ دار کون ہے ابوسفیان نے کہا کہ میں ہوں

لے وجہ بکسر دال و فتح دونوں نعمت ہے ترجیح میں اختلاف ہے لیکن ابن السکب کہتے ہیں کہ بکسر دال ہے اور کچھ نہیں ابو حاتم ہمسائی کہتے ہیں کہ بفتح دال ہے اور کچھ نہیں کذا قال النودى والشرط علم ۱۲ منہ
لے بصری بضم با جاز اور شام کے درمیان حوران کا شہر ہے جس میں قلعہات ہیں ۱۲ منہ

اس لئے ابوسفیان کو ہر قل کے سامنے بٹھایا اور اس کے ساتھیوں کو اس کے پیچھے پھر ہر قل نے ترجمان کے ذریعہ کہا کہ مدعی نبوت کے بارہ میں ہم کچھ ان سے پوچھنا چاہتے ہیں۔ اگر ہم سے یہ کوئی بات غلط کہیں تو تم لوگ ظاہر کیجو۔ ابوسفیان کا بیان ہے کہ اگر ہم کو جھوٹ ظاہر ہونے کا اندیشہ نہ ہوتا تو ضرور اس کو در ہم بہت سی بات لگا کر کہتے۔
ابوسفیان نے کہا کہ

ہر قل نے پوچھا کہ ان کا حسب کیسا ہے؟ میں نے کہا کہ ہمارے درمیان ان کا حسب بہت اچھا ہے۔ پھر پوچھا کہ ان کے آباؤ اجداد میں کوئی بادشاہ تھا؟ میں نے کہا نہیں۔ پھر پوچھا کہ دعویٰ نبوت سے پہلے تم لوگوں نے ان کو کبھی جھوٹا پایا؟ میں نے کہا نہیں۔ پوچھا کہ ان کی اتباع شرفا کرتے ہیں یا ضغفار میں نے کہا ضغفار۔ پوچھا ان کے متبعین بڑھتے ہیں یا گھٹتے ہیں۔ میں نے کہا بڑھتے ہیں۔ پوچھا ان کے متبعین میں سے کوئی ناراض ہو کر علیحدہ ہوتا ہے یا نہیں۔ میں نے کہا کہ نہیں۔ پوچھا کیا ان سے اور تم لوگوں سے کبھی مقاتلہ ہوا۔ میں نے کہا کہ ہاں۔ پوچھا کیا حال رہا میں نے کہا کہ کبھی ہم غالب ہوئے کبھی وہ۔ پوچھا کیا وہ کبھی ہمدستی بھی کرتے ہیں۔ میں نے کہا کہ نہیں لیکن ایک معاہدہ ابھی ہمارے ان کے درمیان ہے معلوم نہیں اس میں کیا کرینگے پوچھا کیا تم میں کسی نے پہلے بھی ایسا دعویٰ کیا ہی میں نے کہا کہ نہیں۔ ہر قل نے ان جو بات کو سن کر کہا کہ انبیاء اسی طرح ذوا حساب ہوتے ہیں۔ اگر ان کے آباء میں کوئی بادشاہ ہوتا تو گمان ہوتا کہ اپنے آبا کا ملک حاصل کرنے کے لئے ایسا دعویٰ کرتے ہیں اور انبیاء کے متبعین اسی طرح پہلے ضغفا ہوا کرتے ہیں۔ اور جس شخص نے انسان پر جھوٹ نہ باندھا ہو وہ خدا پر کیونکر جھوٹ و افترا باندھ سکتا ہے۔ اور انبیاء کے متبعین راسخ الایمان ہوتے ہیں اسی لئے مرتد نہیں ہوتے۔ اور انبیاء کے متبعین اسی طرح رفتہ رفتہ بڑھتے ہیں۔ لڑائیوں میں انبیاء کی یہی حالت ہوتی ہے کبھی۔ لیکن مغلوب لیکن آخری کامیابی ان کی یقینی ہے۔ انبیاء اسی طرح غدار نہیں ہوا کرتے۔ ان اگر تم لوگوں میں کوئی پہلے ایسا دعویٰ کرنا تو گمان ہوتا کہ یہ بھی سکر ایسا دعویٰ کرتے ہیں۔ پھر پوچھا کہ اچھا بتاؤ وہ کس بات کا تم لوگوں کو حکم دیتے ہیں۔ میں نے کہا نماز۔ روزہ۔ صلہ رحم

اور عقافت کا اس پر ہر قل نے کہا کہ یہ جو کچھ تم نے کہا اگر صحیح ہے تو وہ ضرور نبی ہیں۔ ہم لوگ یہ تو جانتے تھے کہ ایک نبی کا ظہور ہونے کو ہے مگر یہ نہ معلوم تھا کہ اُن کا ظہور تم لوگوں میں ہوگا۔ میری خواہش ہے کہ کاش اُن کی زیارت ہوتی۔ اگر میں اُن کے پاس جوتا تو اُن کا پیر دھوتا۔ اُن کی حکومت اس مقام تک پہنچے گی جہاں اس وقت میرا قدم ہے۔

لیکن مسند امام احمد بن حنبل میں ہے کہ ہر قل نے حضور کو خط لکھا کہ میں مسلمان ہوں تو حضور نے فرمایا کہ کاذب جھوٹ کہتا ہے وہ تو اپنی نصرانیت پر ہے۔ اسکے علاوہ غزوہ موتہ میں خود ہر قل نے مسلمانوں کا مقابلہ کیا و اسلام

اور حضور نے کسری کو خط لکھا۔ اس کسری کا نام پردیزس ہرمزیس نو شیراں تھا

بسم الله الرحمن الرحيم	بسم الله الرحمن الرحيم
من محمد رسول الله الى الكسرى عظيم	من محمد رسول الله الى الكسرى عظيم
فارس من سلامه على من اتبع الهدى	فارس من سلامه على من اتبع الهدى
وامن بالله ورسوله وشهد ان لا	وامن بالله ورسوله وشهد ان لا
اله الا الله وحده لا شريك له فان	اله الا الله وحده لا شريك له فان
محمداً عبده ورسوله ادعوا	محمداً عبده ورسوله ادعوا
بدعاية الله فاني انا رسول الله	بدعاية الله فاني انا رسول الله
الى الناس كافة لينذر من كان	الى الناس كافة لينذر من كان
حيثا ويحق القول على الكافرين	حيثا ويحق القول على الكافرين
اسلم تسلم	اسلم تسلم
فان ابيت فعليك الشك والمجون	فان ابيت فعليك الشك والمجون
اوسارے مجوس کا وبال تم پر ہوگا۔	اوسارے مجوس کا وبال تم پر ہوگا۔

صحیح بخاری میں ہے کہ عبداللہ بن حذافہ اسی نے رسول اللہ کا خط بحرن کے رئیس کو دیا۔ اور اُس نے کسری کو دیا۔ کسری نے جب اس خط کو سنا تو غصہ میں اُس کو ٹکڑہ ٹکڑہ کر دیا حضور کو جب یہ خبر ملی تو آپ نے فرمایا کہ خدا اس کے ملک کو ٹکڑہ ٹکڑہ کر دے۔ اُس کے بعد ہی کسری مارا گیا۔ اور

اُس کا ملک ٹکڑہ ٹکڑہ ہو گیا۔

اور حضور نے نجاشی بادشاہ حبشہ کو خط لکھا۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
 مِنْ مُحَمَّدٍ رَّسُولِ اللّٰهِ اِلَى النَّجَاشِیِّ
 مَلِکِ الْحَبَشَةِ اِسْلَمَانَتْ فَانِیْ اَحَدِ
 اَیَّکَ اللّٰهُ الَّذِیْ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْمَلِکُ
 الْقُدُّوسُ السَّلَامُ الْمَوْءِدُ مِنَ الْمَہِیْمِ
 وَ اَشْهَدُ اَنْ عِیْسٰی بِنَ مَرْیَمَ رُوْحُ
 اللّٰهِ وَ کَلِمَتُهُ الْفَاہُتَةُ مَرْیَمُ الْبَتُولُ
 الطَّیْبَةُ الْحَصِیْنَةُ فَحَمَلَتْ بِعِیْسٰی
 فَخَلَقَ اللّٰهُ مِنْ رُوْحِهِ وَ نَفَخَہُ
 کَمَا خَلَقَ اٰدَمَ بَیْدَةً وَ اَتٰی اٰدَمُ
 وَ جَنُوْدُکَ اِلٰی اللّٰهِ عَنَّا وَ جَلَّ وَ بَلَّغْتُ
 وَ نَصَحْتُ فَاَقْبَلُوْا نَصِیْحَتِیْ وَ اِسْلَامِ
 عَلٰی مَنْ اَتَّبَعَ الْہُدٰی

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
 بادشاہ حبشہ کی جانب۔ سلام قبول کرو میں تمہاری طرف
 خدا کی حمد بھیجتا ہوں جس کے سوا کوئی معبود نہیں وہ بادشاہ
 ہے پاک ہر سارے عیب سے سالم ہے۔ ایسے رسولوں کی تصدیق
 کرنیوالا ہے۔ اپنے بندوں کو قیامت کے میدان میں اس
 دینے والا ہے۔ اُن کو مدارجِ فیلا عنایت کرنیوالا ہے اور
 گواہی دیتا ہوں کہ عیسیٰ بن مریم خدا کی روح اور کلمہ ہیں۔
 خزانے اکو مریم بتول پاک محسنہ پر ڈالا جس سے وہ حاملہ
 ہوئیں۔ تو خزانے حضرت عیسیٰ کو اپنی روح اور تھم سے پیدا
 کیا جس طرح آدم کو اپنے ہاتھ سے پیدا کیا۔ اور میں تم کو اور تمہاری
 حبش کے خدائے عزوجل کی طرف بلاتا ہوں۔ میں نے خدا کا حکم
 پہنچا دیا اور نصحت کردی تم میری نصحت قبول کرو۔ اور
 سلام اُس پر جو راہِ راست کی پیروی کرے۔

یہ خط محرم ۳۰ء میں عمرو ابن ابیہ الضمری کی معرفت آپ نے حبشہ بھیجا۔ اس میں اختلاف ہے
 کہ یہ نجاشی سلمان ہوا یا نہیں۔ ابن اسحاق نے وہ خط بھی نقل کیا ہے جو نجاشی نے اس خط کے جواب
 میں لکھا۔ اور اس میں اپنا اسلام قبول کرنا اور رسول اللہ کی رسالت کو تسلیم کرنے کا اقرار ہے۔
 ابن اسحاق یہ بھی کہتے ہیں کہ یہ وہی نجاشی ہے جس کے جنازہ کی نماز غائبانہ حضور نے پڑھی تھی۔
 لیکن صحیح مسلم میں ہے کہ یہ وہ نجاشی نہیں ہے جس کے جنازہ کی نماز حضور نے پڑھی تھی واللہ اعلم۔ ہجرت
 سے پہلے بعثت ۳۰ء میں سلمان حبشہ گئے۔ اُس وقت نجاشی وہاں تھا اُس کا نام احمد بن ابیجر بعض

روایتوں میں مذکور ہے۔ یہ خط سنیہ میں گیا جس کے پاس گیا اُس نجاشی کا نام بھی ابن اسحاق ہی بتاتے ہیں اور سنیہ میں حضور نے نجاشی کے جنازہ کی نماز پڑھی۔ کہتے ہیں وہ بھی یہی تھا۔

اس خط کے پہلے اور بعد بھی نجاشی کے پاس حضور نے خطوط بھیجے ہیں۔ ایک خط بھیجا تھا جس میں ام حبیبہ بنت ابی سفیان کو آپ نے خطبہ کیا تھا۔ اور نجاشی نے وہیں آپ کا نکاح ام حبیبہ سے کر دیا تھا اور چار سو مثقال طلا ہبہ خود ادا کر دیا تھا۔ ان خطوط کے واقعات میں رواد نے غلط ملط کر دیا ہے جس پر صحیح تحقیق مشکل ہو گئی ہے واللہ اعلم

اور حضور نے مقوقس بادشاہ مصر و اسکندریہ کو خط لکھا

<p>بسم الله الرحمن الرحيم محمد کے جانب سے جو خدا کا بندہ اور اُس کا رسول ہے مقوقس کے جانب سے جو قبط کا عظیم ہے سلام اُس پر جو راہ راست کی پیروی کرے اما بعد میں تم کو اسلام کے کلمہ کی طرف بلانا ہوں۔ اسلام قبول کرو سلامت رہو گے اسلام قبول کرو خدا تم کو دوسرا اجر دے گا۔ اور اگر تم نے رد گردانی کی تو سارے اہل قبط کا گناہ تم پر ہوگا۔ اور اس اہل کتاب اُس بات کی طرف آؤ جو ہمارے تمہارے درمیان متفق علیہ ہے کہ خدا کے سوا اور کسی کی عبادت نہ کریں۔ خدا کے ساتھ کسی کو شریک نہ کریں۔ ہم میں کا بعض بعض کو خدا کے سوا الٰہ نہ بنائے فان تولوا فقولوا اشهدوا بانا مسلمون</p>	<p>بسم الله الرحمن الرحيم من محمد عبد الله ورسوله اے المقوقس عظیم القبط۔ سلام علی من اتبع الهدی۔ اما بعد فانی ادعوك بدعایة الاسلام۔ اسلم تسلم واسلم یؤتک الله اجرک مرتین۔ فان تولیت فعلیک اثما۔ اهل القبط یا اهل الکتاب تعالوا لی کلمة سواہ بیننا و بینکم ان لا نعبد الا الله۔ ولا نشرك به شیئا۔ ولا نتخذ بعضنا بعضا اربابا من دون الله فان تولوا فقولوا اشهدوا بانا مسلمون۔</p>
---	--

حاطب بن ابی بلتعہ اس خط کو لیکر گئے مقوقس کے پاس پہنچے تو کہلاتم سے قبل ایک شخص تھا جو عدلی کا دعویٰ کرتا تھا۔ اور وہ خدا کی گرفت میں آچکا ہے۔ تم کو اس سے عبرت حاصل کرنی چاہئے۔

اے مقوقس بفہم یہ دفع قات و کون واد و کسراف ثانیہ و آخرین مملہ ۱۲ منہ

میں تم کو دین اسلام کی طرف بلاتا ہوں۔ اور بلاشبہ حضرت عیسیٰ کی بشارت حضرت محمد کے حق میں وہی ہی ہے جیسا حضرت موسیٰ کی بشارت حضرت عیسیٰ کے حق میں ہے۔ میں تم کو آج قرآن کی طرف اسی طرح بلاتا ہوں جس طرح تم یہود کو انجیل کی طرف بلاتے رہے۔ تم نے نبی کا زمانہ پایا ہے غور کرو کہ اب تمہیں کیا کرنا چاہیے۔ موقوف نے کہا کہ میں نے اُن کے متعلق غور کیا ہے وہ کسی بُری بات کا حکم نہیں دیتے اور کسی اچھی بات سے منع نہیں کرتے نہ وہ گمراہ ساحر ہیں۔ نہ بھوٹے کاہن۔ اور میں دیکھتا ہوں کہ اُن میں نبوت کی علامتیں بھی پائی جاتی ہیں۔ موقوف نے حضور کے خط کو بہت عزت سے لیا اور ایک ہاتھی دانت کے ذریعہ محفوظ کر کے رکھا۔ پھر ایک کاتب کو بلا کر عربی میں حضور کے خط کا جواب لکھوایا۔

بسم الله الرحمن الرحيم
 لمحمد بن عبد الله من الموقوف عظيم
 القبط سلام عليك اما بعد فقد
 قرأت كتابا وفهمت ما ذكرت فيه
 وما تدعوا اليه. وقد علمت ان نبيا
 بقى وكنتم اظن انه يخرج باشام. وقد
 اكومت رسولك وبعثت اليك بياريتين
 لهما مكان في القبط عظيم وبكسوة
 اهديت اليك بغلة لتركبها واسلام عليك
 بسم الله الرحمن الرحيم محمد بن عبد الله
 قبط کی طرف سے سلام ہو آپ پر۔ اما بعد میں نے آپ کا
 خط پڑھا۔ اور اُس میں جو کچھ آپ نے ذکر کیا ہے اور
 جس بات کی طرف آپ بلاتے ہیں اُس کو سمجھا مجھ کو یہ معلوم
 ہے کہ ایک نبی باقی ہیں مگر میرا گمان تھا کہ اُن کا خروج نام
 میں ہو گا میں نے آپ کے قاصد کی عزت کی۔ اور آپ کے لئے
 دو لونڈیاں بھیجیں جن کا قبط میں بڑا درجہ ہے اور کپڑے
 آپ کے لئے ہدیہ کیا۔ اور ایک بغلہ بھیجا تاکہ آپ اس پر
 سواری کریں۔ واسلام علیک

اپنا اسلام لانا ظاہر نہ کیا۔ جاریہ ایک تواریخ قبطیہ تھیں اور دوسری سیرین۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ
 دوہی جاریہ تھیں مگر ابن اسحق سے زاد المعاد میں ایک روایت ہے جس کو ہم قاصد رسول اللہ کے ضمن
 میں بیان کر چکے ہیں کہ ایک اور جاریہ تھیں قیسری۔ اور روضۃ الاجاب میں ایک روایت ہے کہ چار جاریہ
 تھیں مگر نام نہیں معلوم ابن حجر نے بھی اصابہ میں اس روایت کو ذکر کیا ہے بغلہ و لڑل تھا جو حضرت معاویہ
 کے زمانہ تک زندہ رہا۔ اس خط میں موقوف نے ساری چیزوں کی فرست نہیں دی ہے اس کے علاوہ اور

چیزیں بھی تھیں جیسا کہ پہلے لکھ چکا ہوں۔ اور حاطب بن ابی بلتعہ کو مقوقس نے ایک تلو مشقال سونا دیا اور کپڑہ پہرایا واللہ اعلم اور حضورؐ نے ہودہ بن علی صاحب یمامہ کو خط بھیجا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم | بسم اللہ الرحمن الرحیم محمد رسول اللہ ﷺ
من محمد رسول اللہ ﷺ | من محمد رسول اللہ ﷺ
ابن علی سلام علی من اتبع الهدی | ابن علی سلام علی من اتبع الهدی
واعلم ان دینی سیظہ راہی منتہی | واعلم ان دینی سیظہ راہی منتہی
النف والحق فاسلم وسلم واجعل | النف والحق فاسلم وسلم واجعل
لک ماتحت ید یدک | لک ماتحت ید یدک

کی جانب بلام ہو اس پر جو راہ راست کی پیروی کرے اور جان لو کہ میرا دین وہاں تک پھیلے گا جہاں تک چوپائے اور گھوڑے جا سکتے ہیں تو اسلام قبول کر دینا رہو گے۔ اور جو کچھ تمہارے اختیار میں ہے اُس کا مالک ہم تمہیں کو نہا دیں گے۔

جب سلط بن عمرو عامریؓ اس مہر شدہ خط کو لیکر ہودہ بن علی کے پاس گئے۔ تو اُس نے اُن کو بڑے عزت کے ساتھ اتارا خط سنا پھر اُس کا جواب لکھا۔

ما احسن مات دعوائیہ واجملہ | ما احسن مات دعوائیہ واجملہ
والعرب تہاب مکانی فاجعل ایتی | والعرب تہاب مکانی فاجعل ایتی
بعض الاہر اتبعک | بعض الاہر اتبعک

کیسی اچھی اور کیسی بہتر بات ہے جس طرف آپ ہمیں بلاتے ہیں۔ عرب میرے مرتب کی عزت کرتے ہیں۔ بعض اختیارات میرے سپرد کیجئے ہم آپ کی اتباع کریں گے۔

سلط بن عمرو کو اُس نے اچھا بدلہ دیا۔ اور حجر کا بنا ہوا کپڑہ پہرایا۔ اور خط دیکر رخصت کیا۔ یہ اُن سب چیزوں کو لیکر حضورؐ کے پاس آئے۔ اور حضورؐ نے اُس کا خط سنا تو فرمایا کہ اگر وہ ایک انگل زمین یا ایک کھجور برابر زمین مانگے تو میں نہ دوں گا۔

حضورؐ جب فتح سے لوٹے تو حضرت جبریلؑ نے آپ کو خبر دی کہ ہودہ مر گیا۔ آپ نے فرمایا کہ عنقریب یمامہ سے ایک کذاب ظہر ہوگا۔ اور میرے بعد قتل کیا جائے گا۔ ایک نے پوچھا کہ یا رسول اللہؐ اُس کو

لہ الخف والحق فاسلم وسلم واجعل لک ماتحت ید یدک | لہ الخف والحق فاسلم وسلم واجعل لک ماتحت ید یدک
والف وفاد رائے مہم اسپ کو کہتے ہیں مطلب یہ ہے کہ جہاں تک دنٹ اور گھوڑے کے سیر جاسکتے ہیں ۱۲ من

کون قتل کرے گا۔ فرمایا کہ تم اور تمہارے ساتھی۔ یہ سب کذاب کے متعلق پیشین گوئی تھی۔

واقعی نے ذکر کیا ہے کہ ہودہ کے پاس دمشق کا ایک بڑا نصرانی تھا۔ اُس نے ہودہ سے رسول اللہ کے متعلق سوال کیا۔ تو ہودہ نے کہا کہ میرے پاس اُن کا خط آیا تھا اسلام کی دعوت دی تھی میں نے قبول نہ کیا۔ پوچھا کیوں۔ ہودہ نے کہا کہ مجھ کو اپنے دین سے حسن ظن ہے۔ اور میں ایک قوم کا بادشاہ ہوں انکی اتباع کر لینا تو اپنے ملک کا مالک نہ رہتا۔ نصرانی نے کہا کہ اگر تم اُن کی اتباع کرتے تو بلاشبہ وہ تم کو مالک رہنے دیتے۔ اور تمہارے لیے بھلائی بھی تھی کہ اُن کی اتباع کرتے۔ وہ عرب کے نبی ہیں جسے ابن مریم نے اُن کی بشارت دی ہے۔ اور انجیل میں لکھا ہے کہ محمد اللہ کے رسول ہیں۔

حارث بن ابی شمر غسانی کو حضور نے خط لکھا اور شجاع بن وہب کے ذریعے بھیجا

بسم الله الرحمن الرحيم

من محمد رسول الله اے الحارث

ابن ابی شمر۔ سلام علی من اتبع

الهدی وامن به وصدق واث

ادعوك الى ان تؤمن بالله وحدث

لا شريك له يبقی لك مملكتہ

یہ حوران کا عامل تھا ہر قل کی جانب سے صحیح یہ ہے کہ یہ سلمان نہ ہوا۔ حارث کے مرنے کے بعد اسکی

جگہ جبکہ بن الایم والی ہوا تھا بعض کہتے ہیں کہ یہ خط حضور نے جبکہ بن الایم کے پاس بھیجا تھا بعض

کہتے ہیں کہ شجاع بن وہب بھی دجیہ کلی کے ساتھ قیصر کے یہاں گئے تھے۔

اور عمان کے بادشاہ کو حضور نے خط لکھا یہ خط حضرت عمرو بن العاص لیکر گئے تھے۔

بسم الله الرحمن الرحيم

من محمد بن عبد الله الى جعفر وعبد ابی

الجلندی۔ سلام علی من اتبع الهدی۔ اما بعد

اور عبد کو جو دونوں بیٹے ہیں مجلندی کے سلام ہو

اُس پر جو راہ راست کی پیروی کرے اما بعد میں تم دونوں

فانی ادعوکم ابداً عایۃ الاسلام۔ اسلام کو اسلام کے کلمہ کی طرف بلاتا ہوں۔ دونوں مسلمان
 تسلما۔ فانی رسول اللہ الی الناس كافة۔ ہواؤ دونوں ہلاکت رہو گے جس خدا کا رسول ہوں۔
 لا تذروا من کان حیثاً ویحق القول علی تمام انسان کی طرف تاکہ انکو خدا کی مخالفت سے ڈراؤں۔ اور
 الکافرین فانکم اماناً فتردنا خدا کی حجت کافروں پر تمام ہو جائے۔ تم دونوں نے اگر اسلام
 بالاسلام ولتبتکمما۔ وان ابیتما کا قرار کیا تو ہم تم دونوں کو تمہارے ملک پر والی رکھینگے
 ان تقدراً بالاسلام فان ملکما اور اگر تم نے اسلام کے قرار سے انکار کیا تو تمہارا ملک تمہارے
 فاعمل عنکمما وخیل تحل بساحتکمما ہاتھوں سے محل جائیگا۔ سوار تمہارے زمین میں داخل ہونگے
 وتظهر نبوتی علی ملکما۔ اور میری نبوت تمہارے ملک میں آشکارا ہوگی۔

اس خط کو حضرت ابی بن کعبؓ نے لکھا۔ اور اس پر مہر کی گئی۔ عمرو ابن العاصؓ کہتے ہیں کہ میں اس خط کو
 لیکر عمان پہنچا۔ تو وہاں پہلے عبدالبنی الجندی سے ملا کیونکہ وہ نہایت حلیم اور نرم مزاج تھے۔ میں نے کہا
 کہ میں رسول اللہ کا قاصد ہوں تمہاری طرف اور تمہارے بھائی کی طرف آیا ہوں انہوں نے کہا کہ پہلے
 بھائی سے ملو وہ مجھ سے بڑے ہیں اور وہی بادشاہ ہیں۔ میں تم کو ان کے پاس پہنچا دیتا ہوں پھر پوچھا
 کہ وہ کیا بات ہے جس کی تم دعوت دیتے ہو۔ میں نے کہا کہ میں تم کو خدا کی طرف بلاتا ہوں جو ایک ہے
 اور اس کا کوئی شریک نہیں۔ اور اس طرف بلاتا ہوں کہ خدا کے سوا اور جتنی چیزیں پوجی جاتی ہیں
 ان کی پرستش چھوڑ دو۔ اور گواہی دو کہ محمد اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔

عبد نے کہا کہ اسے عمر و تم اپنی قوم کے ایک سردار کے لئے کہو۔ یہ بتاؤ کہ تمہارے باپ نے کیا
 کیا کیونکہ اس میں میرے لئے ایک رہنمائی ہے۔ جس نے کہا وہ مرگے مگر محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان
 نہ لائے۔ اور میری دلی خواہش یہ ہے کہ کاش وہ مسلمان ہو گئے ہوتے۔ میں بھی انہیں کی رائے
 پر تھا مگر خدا نے ہم کو اسلام قبول کرنے کی ہدایت دی۔ اس نے پوچھا کہ تم نے کب ان کی ابتلاع
 کی۔ میں نے کہا تھوڑا عرصہ ہوا ہے۔ پوچھا تم کہاں مسلمان ہوئے۔ میں نے کہا نجاشی کے پاس۔
 اور میں نے اسکو یہ بھی بتایا کہ نجاشی مسلمان ہو گیا ہے۔ پوچھا کہ اس کی قوم نے اپنے بادشاہ کے ساتھ

کیا بتاؤ کیا ہیں نے کہا کہ اس کو قائم رکھا اور اُس کی اتباع کی پوچھا کہ کیا سردار اور رہبانوں نے بھی اُس کی اتباع کی میں نے کہا کہ ہاں۔ تو اُس نے کہا کہ اسے عمرو دیکھو تم کیا کہہ رہے ہو۔ جھوٹ سے زیادہ بُری خصلت اور کچھ نہیں ہو سکتی۔ میں نے کہا کہ میں نے جھوٹ نہیں کہا ہے اور نہ ہمارے دین میں جھوٹ جائز ہے۔ اُس نے کہا کہ ہم سمجھتے ہیں کہ نجاشی کے اسلام کی خبر ہر قل کو نہیں ہوئی۔ میں نے کہا کہ ہاں ہوئی۔ پوچھا کہ تم کو کیسے معلوم ہوا۔ میں نے کہا کہ نجاشی ہر قل کو خراج بھیجتا تھا جب مسلمان ہوا تو اُس نے کہا کہ خدا کی قسم ہر قل نے ایک درم بھی ہم سے طلب کیا تو ہم نہ دیں گے۔ ہر قل کو اُس کی خبر ہوئی تو اُس کے بھائی نیاق نے کہا کہ کیا تم اس غلام کو اس طرح چھوڑ دو گے کہ خراج نہ ادا کرے اور ایک نیا دین جو تمہارے دین کے خلاف ہے قبول کر لے۔ ہر قل نے کہا کہ کسی کو کسی دین کی طرف رغبت ہوئی اُس نے اُس کو قبول کیا تو ہم کیا کریں۔ اور اگر ملک کا خیال نہ ہوتا تو ہم بھی وہی کرتے جو اُس نے کیا۔ بعد نے کہا کہ عمرو دیکھو تم کیا کہہ رہے۔ میں نے کہا خدا کی قسم سچ کہہ رہا ہوں۔

بعد نے کہا کہ اچھا بتاؤ محمدؐ کس کام کا حکم دیتے ہیں اور کس بات سے منع کرتے ہیں میں نے کہا اللہ عزوجل کی طاعت کا حکم کرتے ہیں بمعصیت سے منع کرتے ہیں۔ احسان اور صلہ رحم کا حکم دیتے ہیں۔ ظلم اور قہر و ان سے منع کرتے ہیں۔ زنا اور شراب سے منع کرتے ہیں پھر بت۔ اور قلیب سب کی عبادت سے منع کرتے ہیں۔

بعد نے کہا۔ یہ کیسی اچھی باتیں ہیں جس طرف وہ لوگوں کو بلا لیتے ہیں۔ اگر بھائی ساتھ دیتے تو ہم ابھی سوار ہوتے اور محمدؐ پر ایمان لائے اور اُن کی تصدیق کرتے لیکن بھائی کو ملک کی محبت سے یہ نہیں ہو سکتا کہ وہ اُس کو چھوڑ دیں۔ میں نے کہا کہ اگر وہ اسلام قبول کر لیں تو رسول اللہؐ کی قوم پر انہیں کو حاکم بنائینگے۔ اُن کے اغنیاء سے صدقہ وصول کریں گے اور اُن کے فقرا پر تقسیم کریں گے۔ کہا یہ تو بہت ہی اچھا اخلاق ہے۔ اچھا صدقہ کیا ہے تب جس طرح رسول اللہؐ نے صدقہ فرض کیا ہے میں نے وہ سمجھا دیا۔

عمر بن العاصؓ کہتے ہیں کہ میں چند روز وہاں ٹھہرا عبد بن الجندی اپنے بڑے بھائی کو روزانہ میری خبر دیتا تھا۔ ایک روز جعفر بن الجندی نے مجھے بلایا۔ میں عبد کی مدد سے وہاں پہنچا۔ مجلس میں بیٹھنا چاہا تو سب نے بیٹھنے نہ دیا۔ میں نے جعفر کی طرف دیکھا تو اُس نے کہا کہ بولو تم کو کیا حاجت ہے۔ میں نے رسول اللہ کا خط دیا۔ اُس نے مہر توڑی اور پورا خط پڑھا۔ اُس کے بعد اپنے بھائی کو دیا اُس نے بھی پورا پڑھا۔ پھر مجھ سے پوچھا کہ بتاؤ قریش نے کیا کیا۔ میں نے کہا سب نے اتباع کی یا تو رغبت سے دین قبول کر کے یا تلوار پر مہر ہو کر۔ پوچھا کہ اُن کے شامل کون لوگ ہیں۔ میں نے کہا کہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے رغبت اور خوشی سے اُن کے دین کو قبول کر لیا ہے اور سب کے مقابلہ میں اُنہیں کو اختیار کر لیا ہے۔ اور اپنی عقلوں سے اور اس ہدایت سے جو خدا نے اُن کو عطا کی ہے یہ سمجھ گئے ہیں کہ ہم پہلے گمراہی میں تھے اور ہم نہیں جانتے کہ اب اس سر زمین میں تمہارے سوا اور کوئی باقی رہ گیا ہو جس نے اُن کی اطاعت نہ کی ہو۔ اور تم نے بھی اگر اسلام قبول نہ کیا اور اُن کی اتباع نہ کی۔ تو اُن کے سوار آئیں گے اور تمہارے سبز زار کا صفایا کر دیں گے۔ اسلام قبول کرو سلامت رہو گے۔ اور وہ تم کو تمہاری قوم پر حکومت کرنے کا اختیار دیں گے۔ سوار اور پیدل کوئی نہ آئے گا۔

اس گفتگو کے بعد اُس نے کہا کہ اچھا آج تو ہمیں سوچ لینے دو کلہ پھر آئیو میں وہاں سے آیا تو پھر اُس کے بھائی سے ملا۔ اُس نے کہا کہ اے عمرو! جو تو امید ہو گئی ہے کہ وہ مسلمان ہو جائے دوسرے روز میں پھر گیا تو اندر جانے کی مجھے اجازت نہ ملی۔ میں پھر اُس کے بھائی کے پاس گیا تو میں اُس نے اُس کے پاس پہنچایا۔

جعفر نے کہا کہ جس بات کی تم نے ہمیں دعوت دی اُس پر ہم نے غور کیا۔ جو کچھ میرے ہاتھ میں ہے اگر یہ سب کچھ ہم اُن کو دیدیں تو عرب میں مجھ سے زیادہ ضعیف اور کوئی نہ ہوگا۔ اور اُن کی فوج تو یہاں آئے گی نہیں اور اگر آئی تو مجھے لڑنا پڑے گا اور یہ لڑائی دوسروں کی لڑائی کی طرح نہوگی۔ میں نے کہا بہتر تو ہم کلہ جالتے ہیں جب میری روانگی کا اُن سب کو یقین ہو گیا تو عبد بن الجندی

پھر اپنے بھائی سے تنہائی میں ملا۔ اور سمجھایا کہ ایک تم ہی باقی رہ گئے ہو ورنہ جسکے پاس انہوں نے قاصد بھیجا سب نے قبول کیا۔ تب اُس نے پھر میں بلا بھیجا اور دونوں بھائی مسلمان ہوئے اور رسول اللہ کی تصدیق کی۔ صدقہ وصول کرنے کا ہیں اختیار دیا۔ اور قوم کے نزاعات میں بھی ہیں حکم تسلیم کر لیا۔ اسکے بعد اگر کوئی میری مخالفت کرتا تو دونوں بھائی میرے معین ہوتے۔

صدیق اکبر کا حج

ابن اسحاق کہتے ہیں کہ حضور جب تبوک سے واپس آئے تو بقیۃ رمضان۔ اور شوال و ذیقعد ٹھہرے رہے اُس کے بعد حضرت صدیق کو امیر بنا کر حج کے لئے روانہ کیا۔ تاکہ مسلمانوں کو حج کرا لیں۔ ابن سعد کہتے ہیں کہ مدینہ سے حضرت ابو بکر صدیق کے ساتھ تین سو آدمی روانہ ہوئے۔ اور رسول اللہ ان کے ساتھ دس بکرہ روانہ کیا جس کی تقلید اور اشعار رسول اللہ نے خود اپنے ہاتھ سے کی تھی اور اُس پر ناجیہ بن جندب اسی کو مقرر کر دیا تھا۔ اور حضرت ابو بکر صدیق خود اپنی طرف سے پانچ بکرہ لے گئے تھے۔ ابن اسحاق کہتے ہیں کہ اسکے بعد سورۃ برات کی آیتیں نقص عہد کے بارہ میں نازل ہوئیں تب حضور نے حضرت علی کو اپنے ناقہ پر جس کا نام العنبار تھا روانہ کیا۔ تاکہ وہ سورۃ برات کو کفار کے سامنے پڑھ دیں۔ ابن سعد کہتے ہیں کہ حضرت صدیق جب مقام العرج میں پہنچے۔ اور ابن عائد کہتے ہیں کہ مقام بھٹان میں آئے تو ان کے پاس حضرت علی کرم العنبار پر سوار پہنچے اور ان کو حضرت ابو بکر صدیق نے دیکھا تو پوچھا کہ آپ امیر ہو کر آئے ہیں یا مامور ہو کر۔ حضرت علی نے فرمایا کہ مامور ہو کر۔ اس کے بعد دونوں حضرات مکرر روانہ ہوئے۔ ابن سعد یہ بھی لکھتے ہیں کہ حضرت صدیق نے دریافت کیا کہ کیا رسول اللہ نے مناسک حج ادا کرانے کے لئے آپ کو حکم دیا ہے حضرت علی کہنے لگے کہ نہیں۔ مجھ کو تو اسلئے رسول اللہ نے بھیجا ہے کہ لوگوں کو سورۃ برات پڑھنا سکھادوں اور جس کے ساتھ عہد ہے اُس کا عہد واپس کر دوں۔

الغرض حضرت صدیق نے حج کرایا خطبہ پڑھا۔ مناسک کی تعلیم دی۔ اور حضرت علی کے

یوم النحر میں جرہ کے قریب کھڑے ہو کر اعلان کیا جیسا کہ اُن کو رسول اللہ نے کہا تھا۔ اور جس کے ساتھ عہد تھا اُس کا عہد واپس کرنے کا اعلان کیا۔ اور کہا کہ اسے لوگو! کوئی کافر جنت میں نہیں جائے گا۔ اور اس سال کے بعد کوئی مشرک حج نہ کرے اور نہ کوئی ننگا بیت اللہ کا طواف کرے۔ اور جس کا عہد رسول اللہ کے ساتھ کسی معین مدت کے لئے ہے وہ عہد باقی رہے گا۔

ابن قیم لکھتے ہیں کہ حمیدی نے روایت کیا ہے۔ کہ زید بن لعیج کہتے ہیں کہ میں نے حضرت علیؑ سے پوچھا کہ آپ حج میں کس کام کے لئے بھیجے گئے تھے۔ فرمایا کہ چار احکام بیکر گیا تھا اول یہ کہ جنت میں مومن کے سوا کوئی داخل نہ ہوگا۔ دوم یہ کہ کوئی ننگا بیت اللہ کا طواف نہ کرے۔ سوم یہ کہ مسلمان اور کافر اس سال کے بعد کعبہ میں جمع نہ ہوں۔ چہارم یہ کہ رسول اللہ کے ساتھ جس کا معاہدہ کسی معین مدت کے لئے ہے وہ معاہدہ اُس مدت تک قائم رہے گا۔ اور جس کا معاہدہ کسی معین مدت کے لئے نہیں ہے اُس کو چار مہینہ کی مہلت ہے۔

صحیحین میں حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ حضرت صدیقؓ نے موزنین کو بھیجا اور اُن کے ساتھ مجھے بھی تاکہ یوم النحر کو منیٰ میں اعلان کر دیں کہ اس سال کے بعد کوئی مشرک حج نہ کرے۔ نہ کوئی ننگا بیت اللہ کا طواف کرے۔ اور وہی کہتے ہیں کہ ہمارے ساتھ منیٰ میں حضرت علیؑ نے بھی سورہ برات کا اعلان کیا۔ اور کہا کہ اس سال کے بعد کوئی مشرک حج نہ کرے۔ اور نہ کوئی ننگا بیت اللہ کا طواف کرے۔

ابن قیم لکھتے ہیں اس میں اختلاف ہے کہ یہ حج ذی الحجہ کے مہینہ میں تھا یا ذیقعدہ کے۔ مجاہد کہتے ہیں کہ کفار جو مہینوں میں لون لگایا کرتے تھے اُس کی وجہ سے یہ حج ذیقعدہ میں واقع ہوا تھا۔ اور اس میں بھی اختلاف ہے کہ حجہ الوداع کے سال سے پہلے حج فرض ہوا تھا یا نہیں۔ صحیح یہ ہے کہ حج اُس وقت فرض ہوا جب یہ آیت نازل ہوئی **وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَيْهِ مَسِيلًا** یعنی خدا کے لئے لوگوں پر بیت اللہ کا حج لازم ہے جس کو راستہ کی استطاعت ہو۔ یہ آیت سنہ الوفور میں یعنی ۶۳۰ء کے آخر میں نازل ہوئی۔ اور اس کے بعد ہی حضورؐ نے حجہ الوداع کیا۔ پہلے حضرت صدیقؓ

کاج حج کے فرض ہونے سے پہلے تھا لیکن بعض کہتے ہیں کہ حج سلسلہ میں فرض ہوا۔ کوئی کہتا ہے سلسلہ میں کوئی کہتا ہے سلسلہ میں کوئی کہتا ہے سلسلہ میں حضرت صدیق کے حج سے پہلے۔ مگر ابن قیم کہتے ہیں کہ ان میں سے کسی ایک قول کے لئے کوئی ایک دلیل بھی نہیں پائی جاتی۔ بعض نے سب سے بڑی دلیل یہ دی ہے کہ آیت شریفہ واتقوا الحج والعمرة لله حدیث میں نازل ہوئی تھی یعنی سلسلہ میں۔ مگر اس آیت میں حج و عمرہ کے پورا کرنے کا حکم ہے جس طرح ہو رہا تھا۔ اہل امام کی طرف سے کسی جدید حکم سے حج لازم نہیں کیا گیا ہے۔ لہذا اس سے فرضیت ثابت نہیں ہوتی۔ اور حضور کی سیرت احکام الہی کے متعلق یہ ہے کہ جو چیز فرض ہوتی تھی اس میں آپ تاخیر نہیں فرماتے تھے۔ اگر سلسلہ میں حج فرض ہو گیا تھا تو آپ نے تین چار برس تاخیر کیوں کی۔ صحیح یہ ہے کہ اللہ علی الناس حج البیت کے نزول کے بعد سلسلہ کے آخر میں حج فرض ہوا اور سلسلہ میں آپ نے حج ادا کیا اور اشد امام حضرت صدیق کو بھیجنے کے بعد سورہ برات کے اعلان کے لئے حضور نے حضرت علی کو روانہ کیا۔ اس لئے روافض یہ کہتے ہیں۔ کہ حضرت صدیق معزول کر دیئے گئے تھے اور ان کی جگہ حضرت علی کو حضور نے امیر مقرر کر دیا تھا۔ مگر یہ بے علمی اور جہالت ہے۔ حضرت علی نے خود فرمایا کہ میں مامور ہوں امیر آپ ہیں۔ ابن سعد لکھتے ہیں کہ حضرت صدیق نے دریافت کیا کہ کیا رسول اللہ نے مناسک حج ادا کرانے کے لئے آپ کو بھیجا ہے۔ حضرت علی کہنے لگے فرمایا کہ نہیں میں صرف سورہ برات کا اعلان کروں گا حج آپ کرائیں گے۔ صحیحین میں حضرت ابو ہریرہ سے مروی ہے کہ حضرت صدیق نے بحیثیت امیر ان کو اور دوسرے موزنین کو منی بھیجا کہ وہاں اعلان کریں۔ ان صریح بیانات کے علاوہ سنن کی اور روایتیں بھی ہیں جو اس بات کی شاہد ہیں کہ امیر حضرت صدیق ہی رہے۔

اس میں شبہ نہیں کہ رسول اللہ نے حضرت علی کو سورہ برات کے اعلان کے لئے بھیجا۔ لیکن اس کی وجہ کیا ہوئی اس میں دو قول ہے۔ ابن اسحاق کے بیان سے تو معلوم ہوتا ہے کہ سورہ برات کی ابتدائی آیاتیں جس میں معاہدہ کے فسخ کا حکم تھا حضرت صدیق کے روانہ ہو جانے کے بعد نازل ہوئیں۔ البتہ مشرکوں کے حج کا دوسرے سال سے امتناع اور تنگے طواف کر نیکی

مانعت غالباً پہلے نازل ہو چکی تھی۔ اسلئے کہ حضرت صدیقؓ نے ابو ہریرہؓ اور دوسرے موزنینؓ صرف انہیں دو باتوں کا اعلان کرایا معاہدہ کے احکام کا اعلان حضرت علیؓ نے کیا۔

اور اگر یہ آیتیں بھی پہلے نازل ہو چکی ہوں۔ اور حضرت صدیقؓ کو ان کے اعلان کا حکم بھی مل چکا ہو۔ تاہم حضرت علیؓ کو حضورؐ نے اسکے بعد اس لئے بھیجا کہ کفار معاہدہ کے خلاف کارروائی کو جائز اسی وقت سمجھتے تھے جب صاحب معاہدہ خود اعلان کرے یا ان کا رشتہ دار مولانا شاہ عبدالحق صاحب مدارج النبوة میں اور امام بغوی عالم التنزیل میں لکھتے ہیں کہ حضورؐ نے حضرت صدیقؓ کو چالیس آیتیں سورہ برات کی دی تھیں کہ ان کا اعلان کر دیجو۔ لیکن اسکے بعد حضورؐ نے حضرت علیؓ کو اپنے ناقہ العصار پر بھیجا۔ اور واپسی کے بعد حضرت صدیقؓ نے حضورؐ سے دریافت کیا کہ یا رسول اللہ کیا میرے خلاف کوئی حکم نازل ہوا۔ آپؐ نے فرمایا کہ نہیں مگر یہ مناسب نہ تھا کہ میرے اہل کے سوا اور کوئی شخص معاہدہ کے متعلق اعلان کرے۔

سورہ برات کی تین یا چالیس آیتوں کا اعلان ہوا تھا لیکن اس کی ابتدائی آیتیں جس میں معاہدہ کے متعلق ذکر ہے ذیل میں درج کرتا ہوں اس معاہدہ کے متعلق اعلان کا مطلب معلوم ہو جائے گا۔

برائۃ من اللہ ورسولہ الی الذین عاہد	صاف جوابیہ اللہ اور اسکے رسول کی طرف سے ان
م من المشرکین فیستوفوا فی الارض اربعۃ	مشرکوں کو جن سے تم نے صلح کا عہد کیا تھا۔ تو اسے مشرکوں کی
اشہروا علموا انکم غیر معجز اللہ وان	پھر لو زمین میں چار مہینے۔ اور جان لو کہ تم اللہ کو ہرا
اللہ تعزى الکافرین ط واذ ان من اللہ	نہ سکو گے اور جان لو کہ اللہ کافروں کو روکا کرنا والا ہی
درسولہ الی الناس یوم الحجۃ الا کثیر	اور اطلاع ہی اللہ اور اسکے رسول کی طرف سے لوگوں کو
ان اللہ یرقی من المشرکین ورسولہ فان	حج اکبر کے دن کہ اللہ اور اس کا رسول مشرکوں سے
تبتکم فہو خیر لکم وان لو تبتم	بیزار ہے اور اگر توبہ کرو تو تمہارے حق میں بہتر ہے
فاعلموا انکم غیر معجزی اللہ وبتشر	اور اگر نہ مانو تو جان لو کہ تم اللہ کو ہرا نہ سکو گے۔ اور
الذین کفروا بعذاب الیم الا الذیر	خبر خدا سے کافروں کو دردناک عذاب کی۔ مگر جن

عَاهِدْتُمْ مِنَ الْمُشْرِكِينَ ثُمَّ لَمْ يَنْقُضُوا كُمْ
 شِيَاءً وَلَمْ يُظَاهِرُوا عَلَيْكُمْ أَحَدًا فَأَتُوا
 إِلَيْهِمْ عَهْدَ هَمَالٍ مُدَّتِ هَمَانُ اللَّهُ
 يُحِبُّ الْمُتَّقِينَ ۝ فَإِذَا انْسَلَخَ الْأَشْهُرُ
 الْحُرْمُ فَاقْتُلُوا الْمُشْرِكِينَ حَيْثُ وَجَدْتُمُوهُمْ
 وَخُذُوا حُيُوتَهُمْ وَأَفْئِدَتَهُمْ وَأَقْلَامَهُمْ
 لَعْنَةً مِّنْ صَدِيقِهِ فَنَابُوا وَآفَاكُمَا
 لَصَلَوَةٌ وَإِنِ الْإِنْسَانُ لَخَلَّوًا مِّبَالِهِمْ
 إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ۝

مشرکوں سے تم نے عہد کر رکھا تھا۔ اور انہوں نے
 تمہارے ساتھ کوئی عہد شکنی نہیں کی اور نہ کسی کی
 تمہارے خلاف امداد دی تو ان کے عہد کو مدت تک
 پورا کرو۔ اشہر پر نیز گاروں کو دوست رکھتا ہے پھر
 جب اشہر حرم نکل جائیں۔ تو مشرکوں کو قتل کر دو ہاتھ
 پاؤ۔ اور ان کو پکڑو۔ گھیرو۔ اور سرگھات کی جگہ ان کی
 ناک میں بیٹھو۔ اس کے بعد اگر تو بہ کر لیں۔ اور
 نماز قائم رکھیں۔ زکوٰۃ ادا کریں تو ان کا راستہ
 چھوڑ دو بیشک اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

یہ اعلان حج اکبر کے دن ہوا۔ اور عکرمہ حضرت ابن عباسؓ سے روایت کرتے ہیں کہ حج اکبر
 کا دن عرفہ کا دن ہے۔ حضرت ابن عمرؓ اور ابن الزبیرؓ سے بھی مروی ہے۔ عطار۔ طاؤس۔ مجاہد
 سعد بن المسیبؓ کا بھی یہی قول ہے۔ حضرت علیؓ کم فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہؐ سے پوچھا تو کہا
 کہ وہ یوم النحر ہے جیسا کہ ترمذی میں ہے۔ اور وہ کہتے ہیں کہ اس روایت کا حضرت علیؓ پر موقوف
 ہونا اصح ہے۔ اور حضرت ابو ہریرہؓ کی روایت پہلے ذکر کر چکا ہوں کہ یوم النحر کے روز اعلان کیا
 ان کو حضرت صدیقؓ نے بھیجا۔ اور اسی روز حضرت علیؓ نے بھی رسول اللہؐ کے حکم کے موافق اعلان کیا۔
 ان روایات سے یہ بات ثابت ہو گئی کہ کفار سے معاہدہ منقطع کرنے کا اعلان بحکم خداوندی
 یوم النحر کے روز ہوا۔ اور اسی روز سے چار مہینہ کی مہلت دی گئی۔ لیکن یہ ان لوگوں کو جن کا معاہدہ
 موقت نہ تھا بلکہ مطلق تھا۔ کیونکہ جن کے معاہدہ کی کوئی مدت تھی ان کا حکم آگے آتا ہے۔

اور جن کا معاہدہ موقت تھا اور انہوں نے کوئی عہد شکنی بھی نہ کی اور نہ مسلمانوں کے خلاف کسی
 امداد کی تو حکم ہوا کہ ان کے معاہدہ کی مدت پوری کرو۔ اور اس میں کوئی قید نہیں ہے کہ وہ مدینہ
 چار مہینہ سے کم ہو یا چار مہینہ سے زیادہ ہو اس لیے آیت کا مضمون ظاہر یہ ہے کہ ہر حال میں ان

مدت پوری کرنے کا حکم تھا۔ پھر ارشاد ہے کہ جب حرمت کے مہینے گزر جائیں تو اُن کو قتل کرو اس حکم کے متعلق دو باتیں تحقیق طلب ہیں۔ اوّل یہ کہ اشہر حرم سے کیا مراد ہے۔ دویم یہ کہ یہ حکم معاہدہ موقت اور غیر موقت دونوں کے ساتھ ہے یا ایک کے پہلے معلوم ہو چکا ہے کہ موقت معاہدہ مدت پوری ہونے کے بعد ختم ہو گا۔ اشہر حرم سے اُس سے تعلق نہیں ہے۔ یہ غیر موقت معاہدہ کے ساتھ ہے۔ اور ظہر موقت معاہدہ کی مدت چار مہینہ ہے یوم النحر ۹۔ ذی الحجہ کو اعلان ہوا اس روز سے ۱۰۔ ربیع الثانی تک۔ انہیں مہینوں کو اس آیت میں اشہر حرم کہا گیا۔ اور انہیں مہینوں کے گزرنے کے بعد قتل کا حکم ہے اس اشہر حرم سے وہ مہینے مراد نہیں ہیں جس میں ہمیشہ قتال ممنوع ہے یعنی ذیقعد۔ ذی الحجہ۔ محرم اور اور رجب اس لیے کہ یوم النحر کے بعد ان اشہر حرم کے چار مہینے ہو نہیں سکتے ہیں واللہ اعلم

کتاب الوفود

فتح مکہ کے بعد سارے عرب کے خیالات میں ایک تغیر عظیم واقع ہوا۔ حضور جب فتح سے لوٹے تو جلد تبوک چلے گئے۔ مگر وہاں سے لوٹ کر جب حضور مدینہ تشریف لائے تو عرب کے بہت سے قبائل نے خود اپنے آدمی حضور کی خدمت میں بھیجے اور اسلام قبول کیا۔ یمن کے ملوک حمیر نے بھی خطوط بھیجے اور اسلام قبول کرنے کی خبر دی اللہ تعالیٰ نے اس پر خدا کا شکر اور اُس کی حمد بیان کرنے کا حکم دیا ہر اذ اجاء نصر اللہ والفتح وراء بیت الناس یدخلون فی دین اللہ افواجا الا یہ بعض وفود اس سے پہلے بھی آئے تھے مگر چونکہ اس سال وفود کثرت سے آئے اس سال کو سنۃ الوفود کہتے ہیں۔ حضور کا قاعدہ تھا کہ جب وفود سے ملے تو خود بھی لباس فاخرہ پہرتے اور اپنے اصحاب کو بھی اس کا حکم دیتے۔ اس سال کے وفود بھی اتنے ہیں کہ سب کا ذکر بالاستیعاب اطویل کا باعث ہے اس لیے ہم صرف اُن وفود کا ذکر کرتے ہیں جس میں حضور کی سیرت کے متعلق کوئی اہم بات پائی جاتی ہے۔

جب حضور طائف سے لوٹے اور عمرہ جمرہ ادا کرنے کے بعد مدینہ جا رہے تھے وفد ثقیف

تو راستہ ہی میں مدینہ پہنچنے سے پہلے عروہ بن مسعود ثقیفی حضور کی خدمت میں

حاضر ہو کر مسلمان ہوئے حضرت عروہ ثقیف کے بڑے معزز شخص تھے۔ ان کا کچھ حال عروہ حلیہ میں ہم ذکر کر چکے ہیں مسلمان ہونے کے بعد انہوں نے رسول اللہ سے اجازت چاہی کہ اپنی قوم میں جا کر اسلام کی تبلیغ کریں۔ حضور کو بنی ثقیف کے غرور کا حال معلوم تھا آپ نے فرمایا کہ کہیں وہ تمہیں قتل نہ کر دیں۔ انہوں نے کہا کہ یا رسول اللہ یہ کیسے ہو سکتا ہے ان میں سے ہر شخص میرے ساتھ محبت کرتا ہے اور سب میرے مطیع ہیں۔ عروہ کو اپنے شرف اور مرتبہ پر بڑا اطمینان تھا بھتے تھے کہ ہرگز کوئی شخص میری مخالفت نہ کرے گا۔ اسلئے یہ وہیں سے لوٹ کر اپنی قوم میں گئے۔ اور اپنے مکان کی چھت پر سے سب کو اسلام کی دعوت دی۔ اور اپنا مسلمان ہونا ظاہر کیا۔ اس پر فوراً ہر طرف سے تیر باری ہوئی ان کو بھی ایک تیر لگا اور اسی سے یہ شہید ہوئے۔ ان سے لوگوں نے ان کے قتل کے متعلق سوال کیا تو کہا کہ میری حالت انہیں لوگوں کی سی ہے جو رسول اللہ کے ساتھ تھے اور شہید ہوئے اور انہیں کے ساتھ مجھے دفن کھو۔

کہتے ہیں کہ جب رسول اللہ عروہ کی شہادت کی خبر ہوئی تو آپ نے فرمایا کہ عروہ کی مثال اپنی قوم میں ایسی ہے جیسی صاحب اس کی ان کی قوم میں حضور اس کے بعد تو کچھ چلے گئے۔ اور بنی ثقیف ایک مہینہ تک عروہ کے بعد اپنی حالت پر غور کرتے رہے۔ آخر ایک مہینہ کے بعد انہوں نے ایک جلسہ کیا اور اس میں طی کیا کہ ہم میں اتنی طاقت نہیں ہے کہ اطراف کے تمام عربوں کا ہم مقابلہ کریں۔ اور یہ سب مسلمان ہو چکے ہیں۔ اسلئے ایک شخص کو رسول اللہ کی خدمت میں بھیجا جائے۔ عروہ بن مسعود کے بعد ان کا ہم عمر اور ہم رتبہ دوسرا شخص ان میں عبدیالیل بن عمرو بن غیر تھا۔ اس کے پاس سب گئے۔ اس نے کہا کہ میں یہ نہیں کر سکتا جب تک کچھ اور آدمی بھی میرے ساتھ نہ کرو۔ وہ ڈرا کہ جو سلوک ان لوگوں نے عروہ کے ساتھ کیا کہیں وہی سلوک میرے ساتھ نہ کریں۔

وہ لوگ اس پر راضی ہوئے اور حلیف قبائل میں سے دو آدمی اور بنی مالک کے بنی آدمی ان کے ساتھ گئے۔ وہ پانچ آدمی یہ تھے۔ حکم بن عمر بن وہب اور شرجیل بن عثمان حلیف کے اور بنی مالک میں سے عثمان بن ابی العاص اور بن عوف اور یحییٰ بن خسرہ ان پانچ آدمیوں کے ساتھ

عبداللہ مدینہ گیا۔

ابن اسحاق کہتے ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ سے لوٹے تو یہ وفد مدینہ آیا۔ یہ لوگ جب مدینہ کے قریب پہنچے تو مغیرہ بن شعبہ سے ملاقات ہوئی وہ بہت خوش ہوئے۔ اور تیز چلے کہ رسول اللہ ﷺ کو اس کی بشارت دیں۔ مگر راستہ میں ابو بکر صدیقؓ نے انہوں نے ان سے کہا کہ ہم تم کو خدا کی قسم دیتے ہیں کہ اس خبر کو رسول اللہ ﷺ کے سامنے پہلے ہمیں بیان کرنے دو۔ چنانچہ حضرت صدیقؓ نے حضور کو اس وفد کے آنے کی خبر دی۔

یہ لوگ مغیرہ بن شعبہ کی قوم کے تھے اسلئے وہ پھر ان لوگوں کے پاس گئے اور ان کو بتایا کہ رسول اللہ ﷺ سے کس طرح ملنا چاہیئے۔ مگر باوجود اس کے وہ لوگ رسول اللہ ﷺ سے اپنی جاہلیت کے قاعدہ کے موافق ملے۔

جب وفد کے آدمی رسول اللہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ تو ان کے لئے مسجد کے پاس خیمہ کھڑا کیا گیا۔ اور ان کے اور رسول اللہ کے درمیان گفتگو کرنے کے لئے خالد بن ولیدؓ اور عاصمؓ واسطہ بنے وہی آتے جاتے تھے اور انہیں نے وہ تحریر لکھی تھی جو بعد تصفیہ دی گئی۔ وفد کے لئے رسول اللہ کے یہاں سے جو کھانا جاتا تھا اس کو وہ لوگ کھاتے نہ تھے جب تک خالد اس میں سے کھانا نہ لیں اور یہ حال اس وقت تک رہا جب تک وہ لوگ مسلمان نہ ہو گئے۔

ان لوگوں نے جو شرطیں پیش کیں انہیں ایک بات یہ تھی کہ ان کا بت لات تین برس تک منہدم نہ کیا جائے حضور نے نہ مانا۔ تب ایک مہینہ کی شرط رہی۔ مگر حضور نے فرمایا کہ یہ نہیں ہو سکتا۔ مگر ان کی اس استدعا کو حضور نے قبول فرمایا کہ وہ خود منہدم نہ کریں گے اور حضور نے

لے مغیرہ بن شعبہؓ بنی مالک کے بعض آدمیوں کو قتل کر کے اور ان کا مال لیکر مدینہ چلے آئے تھے اور مسلمان ہو گئے تھے۔ غزوہ حدیبیہ میں ان کا حال لکھ چکا ہوں۔ تو چونکہ بنی نضیر ان کی قوم کے لوگ تھے ان کے آنے سے ان کا خوش ہونا ظاہر ہے اور اسی لئے نضیر کے مشورہ سے لات کو منہدم کرنے کے لئے حضور نے انہیں کو بھیجا۔ اور ان کے ساتھ ابوسفیانؓ کو بھیجا کیونکہ ابوسفیانؓ کی بہن عروہ کے گھر بیاہی ہوئی تھی۔ اور اس کے وہاں روابط تھے واللہ اعلم

فرمایا کہ ابوسفیان بن حرب اور مغیرہ ابن شعبہ جا کر منہدم کر دیں گے۔

انہوں نے خواہش کی کہ ہم کو دو باتوں سے معاف کیا جائے۔ اول یہ کہ اپنے بتوں کو ہم اپنے ہاتھوں سے نہ توڑیں گے۔ اور دوم یہ کہ ہم کو نماز سے معاف کیا جائے حضور نے فرمایا کہ ہم اُن کو اس بات سے معاف کرتے ہیں کہ اپنے بتوں کو اپنے ہاتھوں سے توڑیں۔ مگر جس دن میں نماز نہیں ہے اُس میں کوئی بھلائی نہیں ہے۔ یعنی نماز نہیں معاف ہو سکتی۔ اسکے بعد وہ سب مسلمان ہو گئے اور حضور نے اُنکو ایک تحریر لکھ کر دی۔ اور عثمان بن ابی العاص کو اُن پر امیر مقرر کر دیا۔ یہ انہیں سب کے عمر تھے مگر اس عرصہ میں یہ بات معلوم ہو گئی تھی کہ اُن کو احکام اسلامی کے سیکھنے کا شوق ہے اور کچھ سیکھ بھی لیا تھا۔

جب یہ لوگ فارغ ہو کر مدینہ سے لوٹے تو حضور نے اُن کے ساتھ ابوسفیان بن حرب اور مغیرہ بن شعبہ کو بھی روانہ کیا۔ وہاں پہنچنے کے بعد مغیرہ ابن شعبہ جب آلات کو منہدم کرنے گئے تو اندیشہ تھا کہ کوئی اُن کو بھی تیر نہ مار دے جس طرح عروہ ابن مسعود کو ان لوگوں نے مارا تھا اسلئے بنی معیث اُن کی حفاظت کرتے رہے۔ انہوں نے منہدم کیا تو ثقیف کی عورتیں نکلا آئیں۔ اور حسرت سے کھڑی رونی زہین منہدم کرنے کے بعد اُس میں سے سونا اور چاندی بہت نکلا مغیرہ نے سب کو ابوسفیان کے پاس جمع کر دیا۔

عروہ بن مسعود کے لڑکے ابولجیح۔ اور اسود بن مسعود کے لڑکے قارب دونوں عروہ بن مسعود کے شہید ہونے کے بعد مدینہ چلے آئے تھے۔ اور یہ دونوں مسلمان ہو گئے تھے۔ اور ارادہ کر لیا تھا کہ اب کبھی ثقیف کے لوگوں سے نہ ملیں گے جب اہل طائف مسلمان ہو گئے تو ابولجیح نے رسول اللہ سے

اس عروہ بن مسعود اور اسود بن مسعود یہ دونوں جتنی بھائی تھے۔ اور اُن میں سے کسی ایک کے ساتھ ابوسفیان کی بہن بیاہی ہوئی تھی۔ اسلئے ابوسفیان ابولجیح اور قارب کا مومن تھا ابولجیح عروہ بن مسعود کے لڑکے تھے قارب اسود بن مسعود کے۔ اس لئے یہ دونوں چچا زاد بھائی تھے۔ عروہ کے شہید ہونے کے بعد بنی ثقیف سے ناراض ہو کر دونوں مدینہ چلے آئے تھے اور بنی ثقیف مسلمان ہو گئے اسلئے عروہ کے خون کا بدلہ بھی اُن سے نہ لیا جاسکا اس لئے رسول اللہ نے ان دونوں کو اُس مال میں سے دلوا یا ۱۲ منہ

ستر عاکی کہ جو مال کثرت کے اہتمام سے ملا ہے۔ اُس میں سے عودہ کا دین ادا کر دیا جائے۔
 رسول اللہ نے فرمایا کہ ضرور ادا کر دیا جائے۔ تب قارب نے کہا کہ اور اسود کا دین یا رسول اللہ
 اُس کو بھی ادا کر دیا جائے۔ رسول اللہ نے فرمایا کہ اسود تو مشرک مرہ ہے۔ قارب نے کہا کہ ہاں
 مگر دین تو اب مجھ پر ہے اور میں آپ سے مانگتا ہوں حضور نے ابوسفیان کو حکم دیا کہ عودہ اور
 اسود دونوں کا دین اُس مال سے ادا کر دیا جائے۔

خالد بن سعید نے جو تخریر لکھی اُس میں یہ بھی لکھا کہ وجہ اور اس کا صید حرام ہے جو شخص ایسا کرے
 اُس کو ننگا کیا جائے اور کوڑہ مارا جائے۔ یہ محمد رسول اللہ کا حکم ہے۔ خالد بن سعید نے رسول اللہ
 کے حکم سے یہ لکھا ہے کوئی شخص اس کا خلاف نہ کرے۔ اور اگر کوئی زیادتی کرے تو اللہ کے
 نبی محمد کو اُس کی خبر دے جائے۔

وجہ طائف میں ہے۔ اسی تخریر کی وجہ سے بعض علماء یہ سمجھتے ہیں کہ یہ زمین بھی حرم ہے۔ اور
 اس کا حکم بھی ویسا ہی ہے جیسا حرم مکہ کا واللہ اعلم

موسیٰ بن عقبہ روایت کرتے ہیں کہ اس وفد کے ساتھ کنانہ بن عبدیلیل تھا اُس نے کہا کہ
 یا رسول اللہ زنا کی ہمیں اجازت دیجئے کیونکہ اسکے بغیر قوم لوگوں کو چارہ نہیں ہے رسول اللہ نے کہا کہ
 اس کو خدا نے حرام کر دیا ہے فرمایا لا تقربوا الزنا اُس کے قریب بھی مت جاؤ بہت بُری بات ہے
 اُس نے کہا کہ یا رسول اللہ ربو اکی اجازت دیجئے کیونکہ وہی ہم لوگوں کا مال ہے حضور نے فرمایا
 کہ اصل سرمایہ تم لوگوں کا ہے وہ لے لو۔ زیادتی کو خدا نے منع کر دیا ہے فرمایا لا تاكلوا الربا اُس نے
 کہا کہ یا رسول اللہ شراب کی اجازت دیجئے وہ تو ہمارے زمین کا عصارہ ہے حضور نے فرمایا وہ
 شیطانی چیز ہے۔ حرام ہے پلید ہے خدا نے اُس کو جس کہا ہے انما الخمر والميسر الاية۔ اس پر
 سب حضور کے پاس سے اٹھ گئے۔ اور آپس میں مشورہ کیا کہ کیا کرنا چاہیے۔ آخر یہی پایا کہ وہ جو کچھ
 کہتے ہیں اُس کو تسلیم کر لیا جائے کیونکہ اسکے بغیر چارہ نہیں ہے۔ ورنہ اہل مکہ کا سا حال ہوگا۔ اس
 مشورہ کے بعد پھر سب حضور کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور کہا کہ جو آپ فرمائیں تسلیم ہے۔

مگر معبودوں کے بارہ میں آپ کیا کہتے ہیں حضورؐ نے فرمایا کہ سب کو منہدم کر دو۔ سب نے کہا کہ
 اوہ لو کہیں معبودوں کو معلوم ہو گیا کہ اُن کے قتل کا ارادہ ہے تو سارے باشندوں کو قتل ہی کر دیں گے
 اس پر حضرت عمر بن الخطابؓ نے کہا کہ اے ابن عبدیالیل یہ کیسی جہالت کی بات کر رہے ہو۔ وہ
 معبود سب تو بخس و حرکت پتھر ہیں۔ سب نے کہا کہ اے ابن خطاب ہم سب تمہارے پاس
 نہیں آئے ہیں۔ اور رسول اللہؐ سے کہا کہ آپ خود منہدم کرائیے ہم تو اُن کو ہرگز منہدم نہ کریں گے
 رسول اللہؐ نے کہا کہ بہتر اس کو ہم خود منہدم کرا دیں گے۔ ان فرض اس کے بعد مصالحت ہو گئی
 اور سب مسلمان ہو گئے۔

لیکن اس کے بعد جب یہ لوگ طائف گئے۔ اور بنی ثقیف کے لوگوں کو اس مصالحت اور
 اور اسلام کا حال معلوم ہوا تو اُن میں بڑا جوش پیدا ہوا۔ انہوں نے کہا کہ ہم تو لڑیں گے۔ اور اپنے
 ذلیل شرطوں کو ہرگز تسلیم نہ کریں گے۔ مگر دو روز کے بعد یہ جوش خود بخود ٹھنڈا ہو گیا۔ اور کہنے لگے
 کہ سارا عرب محمدؐ کے ساتھ ہو گیا ہے ہم کس کس سے لڑائی کریں گے۔ موسیٰ بن عتبہ کی روایت میں ہے
 کہ بتوں کو توڑنے کے لیے جو لوگ طائف گئے تھے اُن میں خالد بن الولید بھی تھے۔

صحیح مسلم میں روایت ہے کہ عثمان بن ابی العاصؓ نے کہا کہ یا رسول اللہؐ شیطان میرے اور
 نماز و قرات کے درمیان حائل ہو جاتا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ اُس شیطان کا نام خبیب ہے
 جب ایسا معلوم ہو تو توڑ پڑھو اور تین مرتبہ اپنے بائیں مونڈھے پر ٹھک ٹھکا لو عثمان بن ابی العاصؓ
 کہتے ہیں کہ جب میں نے اس پر عمل کیا تو خدا نے اس کو مجھ سے ہٹا دیا۔

ابن اسحاق کہتے ہیں کہ تبوک سے واپس آنے کے بعد رمضان میں یہ وفد آیا تھا واللہ اعلم
 سنن ابی داؤد میں حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ اس وفد کے لوگوں نے یہ شرط کی تھی کہ اُن پر
 صدقہ اور جہاد فرض نہ ہو۔ لیکن جب اسکے بعد وہ مسلمان ہو گئے تو حضورؐ نے فرمایا کہ وہ صدقہ بھی
 وصول کریں گے اور جہاد میں بھی شریک ہوں گے واللہ اعلم

۱۲ منہ

وفد عبد القیس صحیحین میں حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ عبد القیس کا وفد آیا تو رسول اللہؐ نے دریافت کیا کہ کس قوم کا وفد ہے۔ کہا ربیعہ کا حضورؐ نے فرمایا مگر جہا ہے اس قوم کو یا مگر جہا ہے اس وفد کو۔ اُن لوگوں نے کہا کہ یا رسول اللہ ہمارے اور آپ کے درمیان کفار مضر ہیں اسلئے ہم لوگ سوائے شہر حرام کے حاضر نہیں ہو سکتے آپ ہم لوگوں کو واضح اور مفصل احکام بتا دیں تاکہ ہم بھی اُس پر عمل کریں۔ اور جو لوگ ہمارے پیچھے رہ گئے ہیں اُن کو بھی اُس پر عمل کرنے کے لئے کہیں۔ اور اُس کی وجہ سے ہم جنت میں جائیں حضورؐ نے فرمایا کہ ہم چار امور کا تم کو حکم دیتے ہیں۔ اور چار چیزوں سے منع کرتے ہیں۔ حکم یہ ہے کہ خدائے واحد پر ایمان لاؤ یعنی اس کی شہادت دو کہ خدا کے سوا اور کوئی معبود نہیں ہے۔ اور محمدؐ خدا کے رسول ہیں۔ اور نماز قائم کرو۔ زکوٰۃ ادا کرو۔ اور غنیمت میں سے خمس دیا کرو۔ اور چار چیزوں سے منع کرتے ہیں۔ دبا۔ ختم نقیض اور مزفت سے۔ ان چیزوں کو یاد کرو۔ اور انہیں کی طرف اُن لوگوں کو بھی بلاؤ جو تمہارے پیچھے رہ گئے ہیں۔ اور سلم کی روایت میں یہ زیادہ ہے کہ اُن لوگوں نے دریافت کیا کہ یا رسول اللہ آپ کو فقیر کے متعلق کیا معلوم ہے کہ یہ کیا ہے حضورؐ نے فرمایا کہ ماں۔ بائس یا کھجور کے جڑ کو اندر سے خالی کر کے اُس میں کھجور ڈالتے ہو پھر اُس پر پانی ڈالتے ہو تب جب جوش کھا کر ساکن ہو جاتا ہے تو اُس کو پیتے ہو۔ اور اُسی کی وجہ سے کبھی یہ ہوتا ہے کہ اپنے ابن عم کو تلوار سے مارتے ہو۔ اُن سب نے دریافت کیا کہ پھر کس چیز میں ہم لوگ بیکیں یا رسول اللہ آپ نے فرمایا کہ چڑے کے برتن میں جس کا منہ تاگے سے بندھا ہوا ہو۔ اُن لوگوں نے کہا کہ یا رسول اللہ ہمارے ملک میں چوہے بہت ہیں چڑے کا برتن ٹھہر نہیں سکتا۔ آپ نے فرمایا کہ گو اُس کو چوہا کھالے۔ گو اُس کو چوہا کھالے۔ گو اُس کو چوہا کھالے۔

اور رسول اللہؐ نے اشج عبد القیس سے کہا کہ تم میں دو خصلتیں ہیں جو خدا کو پسند ہیں حکم۔ اور انارۃ یعنی عقل اور تحمل۔ رسول اللہؐ نے جس بات سے خوش ہو کر اُن کے خصلتوں کی تعریف کی وہ یہ تھی کہ جب یہ لوگ مدینہ پہنچے تو ان کے اور ساتھی تو فوراً رسول اللہؐ کی خدمت میں حاضر

ہو گئے۔ لیکن یہ ٹھہر گئے۔ اپنے اونٹ کو باندھا۔ ہاتھ نہ دھویا اور کپڑہ وغیرہ درست کر کے تب خدمت میں حاضر ہوئے۔ اسکے بعد باتیں ہوئیں پھر جب سب بیعت پر راضی ہوئے تو رسول اللہ نے دریافت کیا کہ تم لوگ اپنے اور اپنی قوم کی طرف سے بیعت کرتے ہو تو سب نے کہا کہ ہاں مگر الاشجہ نے کہا کہ یا رسول اللہ جو میرے اختیار کی بات ہے اُسی کا ہم ذمہ لے سکتے ہیں۔ ہم بیعت صرف اپنی کر سکتے ہیں۔ قوم کی طرف دعوت بھیجئے جو تسلیم کریں گے وہ ہمارے ساتھی ہیں اور جو نہ مانیں گے اُن سے ہم لوگ لڑیں گے۔ رسول اللہ نے فرمایا کہ یہ بہت صحیح ہے اور آپ اُن کی گفتگو سے بہت خوش ہوئے اور اسی پر آپ نے اُن کی یہ دو صفیں بیان کیں انہوں نے دریافت کیا کہ یا رسول اللہ یہ دو باتیں مجھ میں اب پیدا ہو گئی ہیں یا پہلے سے ہیں حضور نے کہا کہ قدیمی ہیں۔ اس پر انہوں نے کہا کہ خدا کا شکر ہے کہ ہماری جبلت میں اُسے ایسی دو صفیں رکھی ہیں جس سے خدا اور خدا کے رسول خوش ہیں۔

امام نووی نے صاحب النحر سے نقل کیا ہے کہ وفد عبدالقیس میں چودہ سوار تھے۔ الاشجہ العصری اُن کے رئیس تھے اُن کے علاوہ یہ لوگ تھے مزبہ بن مالک الحاربی۔ قلیدہ بن ہمام الحاربی۔ صہار بن عباس المزنی۔ عمرو بن مخزوم یا مرحوم العصری۔ حارث بن شعیب العصری حارث بن جذیب بن دہنی عایش کہتے ہیں کہ یہی نام معلوم ہے اور لوگوں کا نام طویل تلاش کے بعد بھی نہ معلوم ہو سکا۔

وہی لکھتے ہیں کہ اس وفد کے آنے کی وجہ یہ تھی کہ بنی غنم بن ودیعہ کے ایک شخص منقذ بن حیان ایام جاہلیت میں ہجر سے برب تجارت کا مال لایا کرتے تھے۔ ہجرت کے بعد بھی وہ مال لیکر آئے۔ وہ ایک جگہ بیٹھے ہوئے تھے اور اُسی طرف سے رسول اللہ جارہے تھے وہ دیکھ کر کھڑے ہو گئے۔ حضور نے پوچھا کون ہے منقذ بن حیان اور آپ نے اُن سے خیریت پوچھی اسکے بعد اُن کی قوم کے شرفاء میں سے ایک ایک کا نام لیکر اُن کا حال دریافت کیا۔ اُن کو تعجب ہوا اور مسلمان ہو گئے۔ پھر انہوں نے سورہ فاتحہ اور اقرار باسم کی سورہ سیکھی۔ اس کے بعد ہجر کی جانب

روانہ ہوئے۔ رسول اللہ نے اُن کے ساتھ عبدالغیس کی جماعت کے نام خط دیا۔
 منقذ رضی اللہ عنہ جب واپس گئے تو وہاں کچھ عرصہ تک اپنے اسلام کو ظاہر نہ کیا مگر کچھ
 عرصہ کے بعد اُن کی زوجہ کو معلوم ہو گیا۔ اُن کی زوجہ منذر بن عایذ بن مال مجمر بن الحارث کی لڑکی تھیں
 اور یہی منذر الاصحیح ہیں۔ اُن کو الاصحیح رسول اللہ نے کہا کیونکہ اُن کے چہرہ پر کچھ نشانات تھے
 اور اسی لقب سے مشہور ہو گئے۔ منقذ رضی اللہ عنہ نماز پڑھتے تھے اور قرآن پڑھتے تھے چونکہ یہ
 نئی بات تھی اُن کی زوجہ کو ناپسند ہوا۔ اُنہوں نے اپنے باپ سے ذکر کیا کہ میرے شوہر اس دفعہ
 جب سے شرب سے واپس آئے ہیں نہ معلوم وہ کیا کرتے ہیں۔ ماتھ پیر دھونے ہیں پھر چہرہ (قبلہ)
 کی طرف متوجہ ہوتے ہیں کبھی کھڑے ہوتے ہیں کبھی بھٹکتے ہیں کبھی زمین پر سر رکھتے ہیں۔ الاصحیح نے
 جب یہ سنا تو اپنے داماد سے ملے۔ باتیں ہوئیں تو اُن کے دل میں بھی اسلام کی محبت پیدا ہو گئی
 وہ اپنی قوم غصہ اور محارب کے پاس رسول اللہ کا خط لیکر گئے اور اُن کو سنایا۔ اُن کے دلوں میں
 اسلام کی طرف رغبت پیدا ہوئی اور سب نے رسول اللہ کی خدمت میں حاضر ہونے کا ارادہ کیا۔
 اس وفد کو حضور نے چار چیزوں سے منع کیا۔ ایک (دُبَاع) بضم دال و مد۔ سوکھے کدو کو
 کتیریں دویم (عَلْم) بجائے حملہ مفتوح ثم نون ساکنہ ثم ثناء فوقانیہ مفتوح ثم میم صحیح یہ ہے کہ ایک
 قسم کا سبز مرغن برتن ہوتا تھا اور اسی برتن میں مدینہ شرب آیا کرتی تھی۔ اور یہ بھی کہتے ہیں کہ مٹی
 کے ہر دو غن دار برتن کو عَلْم کہتے ہیں ایسے برتن میں نمینڈ بنانے سے نشہ جلد آتا ہے۔ سوم (نَقِیر)
 نون مفتوح و قاف۔ اس کی تفسیر تو خود رسول اللہ نے بیان کر دی ہے اسی روایت میں ابھی
 ذکر ہو چکا ہے۔ چهارم (مَرْقُت) جس برتن پر زفت چڑھایا گیا ہو بعض روایات میں بجائے
 مَرْقُت کے مُقِیز شمع قاف آیا ہے یعنی جس برتن پر قیر چڑھا ہو۔ قیر اور زفت تقریباً ایک ہی قسم کی چیز ہے۔
 اس منع کا مطلب یہ تھا کہ اس قسم کے برتنوں میں نمینڈ بنانا نہ پیا کرو۔ منع کی وجہ
 یہ تھی کہ ان برتنوں میں نمینڈ جلد نشہ آجاتا ہے

اس سے معلوم ہوا کہ ان برتنوں کا استعمال ممنوع ہے لیکن صحیح مسلم میں حضرت بریدہؓ

کی روایت ہے کہ حضور نے پیچھے فرمایا کہ ان برتنوں سے ہم تم لوگوں کو منع کرتے تھے اب استعمال کر سکتے ہو۔ اس روایت کی وجہ سے اکثر علماء کا مسلک یہ ہے کہ منع منسوخ ہو گیا۔ لیکن بعض حنبلیہ کہتے ہیں کہ منع کی روایت اتنے کثیر طریقوں سے مروی ہے جو تو اتر کے قریب پہنچتی ہے۔ اور اجازت کی روایت صرف ایک ہی۔ اس لئے منع منسوخ نہیں ہو سکتا واللہ اعلم

حضور نے وفد عبدالقیس کو ارکان اسلام کی تعلیم دی لیکن اس میں حج کو ذکر نہیں کیا حالانکہ وہ بھی اُسی طرح اسلام کا ایک رکن ہے جس طرح نماز اور روزہ۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اس وقت تک حج فرض نہیں ہوا تھا۔ ابن قیم کہتے ہیں کہ یہ وفد سنۃ الوفود میں آیا یعنی سفسہ میں یہ دلیل ہے کہ اس وقت تک حج فرض نہیں ہوا تھا حج سنۃ دس میں فرض ہوا۔ یہی صحیح ہے۔ لیکن قاضی عیاض کہتے ہیں کہ عبدالقیس کا وفد فتح مکہ کے سال حضور کے مکہ روانہ ہونے سے پہلے آیا تھا یعنی ششہ میں۔ اور حج اسکے کئی مہینہ بعد ششہ میں فرض ہوا واللہ اعلم

وفد عبدالقیس کی بعض روایتوں میں صوم کا ذکر بھی نہیں ہے مگر وہ روادۃ کا تسلع ہے اس لئے کہ بہت سی روایتوں میں صوم کا ذکر موجود ہے۔ برخلاف اس کے حج کا ذکر کسی روایت میں نہیں ہے واللہ اعلم

ابن قیم ابن اسحاق سے نقل کرتے ہیں کہ وفد عبدالقیس کے ساتھ جارود بن العلاء آئے تھے وہ نصرانی تھے۔ انہوں نے کہا کہ یا رسول اللہ میں ایک حق دین پر ہوں۔ لیکن میں اپنا دین آپ کے مقابلہ میں ترک کر دیتا ہوں۔ کیا آپ ضمانت لیتے ہیں حضور نے فرمایا کہ ہاں میں اس بات کا ضامن ہوں کہ جس کی طرف میں بلاتا ہوں یہ اس سے بہتر ہے جس پر تم ہو۔ وہ مسلمان ہو گئے۔ اور جو لوگ ان کے ساتھ تھے وہ بھی مسلمان ہو گئے۔ انہوں نے اس کے بعد حضور سے عرض کیا کہ یا رسول اللہ میرے پاس سواری نہیں ہے۔ سواری عنایت فرمائیے حضور نے فرمایا کہ واللہ میرے پاس سواری نہیں ہے جو تم کو دوں۔ تب انہوں نے دریافت کیا کہ یا رسول اللہ

راستہ میں لوگوں کے بھلائے ہوئے اونٹ ہیں کیا یہ ہو سکتا ہے کہ میں اس پر سوار ہو کر اپنی جگہ پہنچ جاؤں۔ آپ نے فرمایا کہ نہیں وہ آگ ہے یعنی ہرگز ایسا نہ کرو واللہ اعلم

ابن اسحاق کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت بنی حنیفہ کا وفد آیا اور اس میں مسلمان گناب بھی تھا۔ یہ لوگ بنی نجار کی ایک

عورت کے یہاں ٹھہرے تھے۔ یہ لوگ جب رسول اللہ کی خدمت میں آئے تو مسلمان کو

پہرے سے چھپا کر لائے۔ اس نے رسول اللہ سے گفتگو کی اور اپنے لئے اختیارات طلب کئے

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ میں اس وقت کھجور کی ایک لکڑی تھی۔ حضور نے فرمایا کہ اگر

مجھ سے یہ لکڑی کا ٹکڑہ بھی طلب کرے تو میں نہ دوں جب تک خدا کی اجازت نہ ہو۔ ابن اسحاق

کہتے ہیں کہ لیکن یمامہ کے ایک شیخ نے مجھ سے دوسری طرح بیان کیا۔ اس کا بیان ہے کہ

بنی حنیفہ کے لوگ رسول اللہ کی خدمت میں حاضر ہو کر مسلمان ہوئے۔ اور مسلمان کو ان سب نے

اپنی سواروں کی حفاظت کے لئے چھوڑ دیا تھا۔ مسلمان ہونے کے بعد انہوں نے کہا کہ یا رسول اللہ

میں نے اپنے ایک ساتھی کو سواروں کی حفاظت کے لئے چھوڑ دیا ہے۔ رسول اللہ نے اس کے لئے بھی

وہی احکام دیئے جو اس کی قوم کو دیئے تھے۔ اور فرمایا کہ اس کا درجہ کچھ تم سے کم نہیں ہے۔

حضور کی غرض اس کہنے سے صرف حفاظت مال کے متعلق تھی۔ اور کچھ نہیں لیکن جب یہ

لوگ یمامہ واپس گئے تو وہ مرتد ہو گیا۔ اور نبوت کا دعویٰ کرنے لگا۔ اور کہا کہ ہم نبوت میں

محمد کے شریک ہیں۔ اور کہا کہ کیا محمد نے تم لوگوں سے یہ نہیں کہا کہ اس کا درجہ کچھ تم سے کم

نہیں ہے۔ اس سے ان کی غرض یہی تھی کہ ہم ان کے شریک ہیں۔ مسلمان قرآن کے مقابلہ میں

سچ عبارتیں بھی بیان کیا کرتا تھا۔ مثلاً یہ اسی کی عبارت ہے **لقد انعم الله على الجبلی**۔ **انخرج**

منها نسمة تسقى من بين صفاق وحشا۔ اور اس نے لوگوں کو نماز معاف کر دی اور زنا و

شراب کو جائز کر دیا لیکن باوجود اس کے وہ رسول اللہ کی نبوت کا اقرار کرتا تھا۔ اور

بنی حنیفہ اس کے اوپر ایمان بھی لے آئے تھے۔

ابن اسحاق لکھتے ہیں کہ میلہ نے حضور کے پاس خط بھی بھیجا تھا۔ وہ یہ ہے

من مسیلمة رسول الله الى محمد رسول الله
ما بعد فاني اثوكتك في الامر معك
وان لنا نصف الامر ولقریش نصف
الامر وليس قریش قومًا يعدلون
میلہ رسول اللہ کی طرف سے محمد رسول اللہ کو
ابعد میں اس معاملہ میں آپ کا شرک ہو گیا
ساتھ۔ تو نصف اختیار میلہ اور نصف قریش
اور قریش عادل قوم نہیں ہے۔

حضور نے اس کا جواب دیا۔ یہ خط و کتابت منہ جہی کے آخر میں ہوئی۔

بسم الله الرحمن الرحيم
من محمد رسول الله الى مسیلمة
الکذاب السلام على من اتبع
الهدى ما بعد فلن الارض لله
يورثها من يشاء من عباده والعاقبة
للمتقين
بسم اللہ الرحمن الرحیم
میلہ کذاب کو سلام ہو اُس پر جو راہ راست
کی پیروی کرے۔ ابعد زمین خدا کی ہے
اُس کا مالک بنا دیتا ہے اپنے بندوں میں سے
جس کو چاہے۔ اور آخر کی بھلائی پر مہر گار
کے لئے ہے۔

ابوداؤد طیالسی نے ایک روایت لکھی ہے کہ میلہ کا خط و شخص لائے تھے۔ ابن النوا
اور ابن انال رسول اللہ نے اُن سے کہا کہ کولالاہ الا اللہ محمد رسول اللہ۔ اُنہوں
کہا لا الہ الا اللہ مسیلمہ رسول اللہ اور ابن اسحاق نے کہا کہ رسول اللہ نے اُن سے
دریافت کیا کہ کیا تم بھی وہی کہتے ہو جو وہ کہتا ہے۔ اُن دونوں نے کہا کہ ہاں۔ رسول اللہ
فرمایا کہ اگر یہ قاعدہ نہ ہوتا کہ قاصد قتل نہیں کیا جاتا تو میں تجھے قتل کرنا

یہ جو کچھ میں نے بیان کیا وہ امام اہل السیر والمغازی والاخبار محمد بن اسحاق بن یسار
روایت ہے لیکن صحیحین میں مسیلمہ کذاب کا قصہ جس طرح مروی ہے وہ اس سے مختلف
اور صحیحین کی روایت راجح ہے نافع بن جبر حضرت ابن عباسؓ سے روایت کرتے ہیں کہ
میلہ کذاب رسول اللہ کے وقت میں مرینہ آیا۔ اور کہتا تھا کہ اگر محمد اپنے بعد اپنا خلیفہ نہ

نامزد کر دیں تو میں اُن کی اتباع کروں۔ اور اُس کے ساتھ اُس کی قوم کے بہت آدمی آئے تھے۔ وہ جب رسول اللہ کی خدمت میں آیا تو اس وقت حضور کے پاس ثابت بن قیس ابن ثماس تھے اور آپ کے ہاتھ میں ایک کھجور کی لکڑی تھی۔ آپ نے فرمایا کہ تو مجھ سے لکڑی کا یہ ٹکڑہ مانگے تو میں نہ دوں گا اور حضور نے فرمایا مجھ کو خواب میں جو خدا نے دکھایا ہے میں سمجھتا ہوں کہ وہ نوری ہے جس خواب کا اس میں ذکر ہے اُس کی تفصیل حضرت ابو ہریرہؓ مروی ہے حضور نے دیکھا تھا کہ آپ کے ہاتھ میں سونے کے دو ٹکڑے ہیں۔ آپ پر وحی ہوئی کہ اس پر دم کرو۔ جب دم کیا تو وہ دونوں ٹکڑے غائب ہو گئے۔ آپ نے اس کی تعبیر کی کہ دو کذاب نبوت کا دعویٰ کریں گے جن میں کا ایک میلہ کذاب ہے اور دوسرا سودی تھا۔

وفد طی | ابن اسحاق کہتے ہیں کہ رسول اللہ کی خدمت میں بنی ملی کا وفد آیا۔ اور اُس میں زید النخیل تھے۔ کتاب المغازی میں عدی بن حاتم طائی کے وفد کا ذکر ہو چکا ہے۔ لیکن زید النخیل کے وفد کے آنے کا حال تمام اہل سیرتہ الوفا میں لکھتے ہیں یہ صحیح طور پر ثابت نہ ہو سکا کہ یہ دو وفد علیحدہ علیحدہ تھے یا زید النخیل بھی عدی بن حاتم کے ساتھ ہی آئے تھے واللہ اعلم

زید النخیل اپنی قوم کے سردار تھے۔ یہ لوگ جب رسول اللہ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو رسول اللہ نے ان پر اسلام پیش کیا یہ سب مسلمان ہو گئے۔ اور اچھے مسلمان ہوئے۔ رسول اللہ نے فرمایا کہ میرے پاس جتنے عرب آئے اُن کو میں نے اُس سے کم پایا جتنی فضیلتیں اُن کی پہلے مجھ سے بیان کی گئی تھیں۔ لیکن زید النخیل کی جو خوبیاں میں نے سنی تھیں اُس سے اُن کو زیادہ پایا۔ اور رسول اللہ نے ان کا نام زید النخیر رکھا۔ اور اُن کے لئے زمین کا ایک قلعہ لکھ دیا۔ یہ جب روانہ ہوئے تو رسول اللہ نے فرمایا کہ یہ شاید ہی مدینہ کے بخار سے بچ سکیں۔ آخر راستہ ہی میں ایک چشمہ پانی کا تھا جس کا نام قردہ تھا انکو وہاں بخار پکڑا۔ اور اسی بخار سے انکا انتقال ہو گیا۔ مگر ابن عبد البر کہتے ہیں کہ اُن کا انتقال حضرت عمرؓ کے آخر خلافت کے ایام میں ہوا۔ اُنکے

دوڑ کے تھے مکلف اور حریت یہ دونوں سلمان ہوئے۔ دونوں صحابی ہیں اور دونوں مرتدین کے مقابلہ میں حضرت خالد بن الولید کے ساتھ تھے اور اس میں شہید ہوئے۔ ابو عمر بن ابی شریحہ اسد الغابہ میں ان کا ذکر کیا ہے اور ابن حجر نے اصابہ میں ان کا تذکرہ لکھا ہے۔

وفد کنندہ | کیندہ بکسرت سکون دن من کا ایک قبیلہ ہے۔ اس قبیلہ کی جانب سے حضرت اشعث بن قیس رسول اللہ کی خدمت میں آتی یا شاٹھ سواروں کے ساتھ

حاضر ہوئے۔ یہ لوگ جب سوار یوں سے اترے تو کنگھی کی خوبصورت جتنے پہنے جسکے اطراف میں ریشم کے کام تھے سلاح آراستہ کیا۔ اُس کے بعد جب رسول اللہ کے پاس گئے تو حضور نے پوچھا کہ کیا تم لوگ سلمان نہیں ہوئے سب نے کہا کہ ہاں یا رسول اللہ سلمان ہو چکا ہوں۔ حضور نے فرمایا کہ پھر تمہاری گردنوں میں یہ ریشم کیوں ہے۔ اس پر سب نے ریشم چاک کر دیا اور اتار کر ڈال دیا۔ اشعث ابن قیس نے کہا کہ یا رسول اللہ ہم بھی آکل المراری اولاد ہیں اور آپ بھی۔ اس پر حضور مسکرائے اور فرمایا کہ یہ نسب ربیعہ بن الحارث۔ اور عباس بن عبد المطلب کے مناسب ہے ہلوگ نصر بن کنانہ کی اولاد ہیں۔

امام زہری اور ابن اسحاق کہتے ہیں کہ ربیعہ اور عباس تجارت کے لیے جایا کرتے تھے تو ظاہر کرتے تھے کہ ہم آکل المراری اولاد ہیں اس سے عرب اُن کی عزت کرتے تھے کیونکہ آکل المراری کی اولاد ملوک تھے۔ آکل المراری لقب ہے اس کا نام حارث بن عمرو بن حجر بن عمرو بن معاویہ بن کنذہ تھا۔ اور رسول اللہ کی ایک جلدہ کا نام آتا ہے جو اسی قبیلہ کی تھیں یعنی ام کلاب بن مرہ۔ اشعث ابن قیس نے اسی وجہ سے آپ کا انتساب کیندہ کی طرف کیا تھا۔ اور ربیعہ اور عباس اسی انتساب کی وجہ سے اپنے کو آکل المراری اولاد ظاہر کرتے تھے۔ مگر حضور نے اُس کو پسند نہ فرمایا۔

اس قصہ سے معلوم ہوا کہ ریشم مرد کے لیے بالکل جائز نہیں ہے۔ اور گو بظاہر ریشم کا چاک کر دینا مال کا ضائع کرنا معلوم ہوتا ہے۔ مگر حرام سے بچنے کے لیے ایسا کرنا مال کا ضائع کرنا نہیں ہے۔

وفد الاشعریین حضور کے پاس یمن کے اشعریین کا وفد آیا۔ حضرت حمیر بن مسلم سے روایت ہے کہ حضور نے فرمایا کہ تمہارے پاس اہل یمن آئے ہیں اور یہ دنیا کے لوگوں میں سب سے اچھے ہیں۔ انصار میں سے ایک شخص نے کہا کہ اور ہلوگ یا رسول اللہ تو آپ ساکت رہے پھر اُس نے پوچھا تب بھی آپ ساکت رہے تیسری دفعہ اُس نے پوچھا تو حضور نے فرمایا کہ ہاں تم لوگ بھی۔ مگر وہی آواز سے۔ صحیح مسلم میں ہے کہ حضور نے اہل یمن کو فرمایا کہ یہ لوگ رقیق القلب اور کمزور دل ہیں۔ ایمان یمن کا ہے اور حاکمت یمن کی ہے۔ صحیح بخاری میں ہے کہ حضور نے بنی تمیم سے کہا کہ تم کو بشارت ہے اے بنی تمیم۔ اُن لوگوں نے کہا کہ بشارت تو آپ نے دی مگر کچھ عطا بھی تو فرمائیے۔ حضور کا چہرہ غصہ سے متغیر ہو گیا۔ اسکے بعد اہل یمن آئے تو آپ نے فرمایا کہ تم لوگ بشارت قبول کرو بنی تمیم نے قبول نہیں کیا ہے۔ انہوں نے کہا کہ یا رسول اللہ ہم قبول کرتے ہیں۔ اور اُن لوگوں نے کہا کہ یا رسول اللہ ہم دین سیکھنے آئے ہیں۔ اور حضور سے دریافت کیا کہ سب سے پہلے کیا تھا۔ حضور نے فرمایا کہ اللہ تھا اور اُس کے سوا کچھ نہ تھا اور اُس کا عرش پانی پر تھا اور خدا نے ذکر میں ہر چیز لکھ دی ہے۔

حضرت ابو موسیٰ اشعرئی اپنے لوگوں کو بیکر حضرت جعفر کے ساتھ خیبر میں آئے تھے یعنی شہر میں جیسا کہ وہاں لکھ چکا ہوں لیکن سنۃ الوفود یعنی شہر میں اشعریین کے آنے کا ذکر بھی تمہارے روایات میں مذکور ہے اور حضور کا اہل یمن کی تعریف کرنا اور یہ فرمانا الايمان يمان والحكمة يمانية اور اس وفد کا حضور سے یہ کہنا کہ میں دین کی تعلیم حاصل کرنے آیا ہوں۔ اور بتدار آفرینش کے متعلق سوال کرنا۔ اور حضور کا جواب دینا یہ سب اسی وفد کا قصہ ہے جو شہر میں آیا یعنی سنۃ الوفود میں۔ ابن حجر کے قول سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ وفد یمن کے حمیر کا تھا واللہ اعلم

اے بنی تمیم کا یہ جواب اس وجہ سے تھا کہ فی الواقع ان کا ایمان اب تک کامل نہ تھا یہ لوگ مؤلفۃ القلوب میں تھے جیسا کہ مغازی میں معلوم ہو چکا ہے ۱۱۲ منہ

وفد از دین اسلام ابن اسحاق کہتے ہیں کہ صدر بن عبداللہ ازیدی بنی ازد کے وفد کے ساتھ رسول اللہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ سلام قبول کیا اور اچھے مسلمان ہوئے۔ رسول اللہ نے انکو ان کی قوم کے مسلمانوں پر امیر مقرر کر دیا۔ اور حکم دیا کہ ان کے اطراف میں جو شرک قبائل ہیں ان سے جہاد کریں۔ اسکے بعد صدر بن عبداللہ زحمت ہوئے۔ جرش اُس وقت یمن کا ایک حصار بند محفوظ شہر تھا۔ اور وہاں یمن کے قبائل رہتے تھے۔ جب صدر بن عبداللہ وہاں پہنچے تو خشم کے لوگوں نے اہل جرش کو مسلمانوں کے آنکی خبر دی۔ اور سب نے شہر میں داخل ہو کر دروازہ بند کر لیا۔ صدر بن عبداللہ نے شہر کا محاصرہ کیا۔ ایک مہینہ تک یہ محاصرہ کئے رہے اور وہ لوگ اندر سے مدافعت کرتے رہے۔

ایک مہینہ کے بعد صدر بن عبداللہ نے محاصرہ اٹھالیا اور وہاں سے روانہ ہو گئے۔ اہل جرش نے یہ سمجھا کہ یہ لوگ پس پا ہو کر واپس جا رہے ہیں۔ اسلئے شہر سے نکل کر تعاقب کیا۔ ایک پہاڑ کے پاس جس کو شکر کہتے تھے یہ لوگ پہنچے۔ تو صدر بن عبداللہ اور ان کے ساتھیوں نے پلٹ کر حملہ کر دیا اور بڑی طرح قتل کیا۔

اس کے پہلے اہل جرش نے اپنے دو آدمیوں کو رسول اللہ کی خدمت میں بھیجا تھا۔ وہ دونوں اُس وقت عصر کے بعد رسول اللہ کی خدمت میں حاضر تھے۔ اسی عرضہ میں رسول اللہ نے دریافت کیا کہ شکر کس علاقہ میں ہے۔ ان دونوں جریہوں نے کہا کہ یا رسول اللہ میرے ملک میں ایک پہاڑ کا نام شکر ہے۔ اہل جرش اس کو شکر ہی کہتے تھے حضور نے فرمایا کہ وہ کشر نہیں شکر ہے۔ اہل جرش نے پوچھا کہ یا رسول اللہ اُس کے متعلق کیا بات ہے جو آپ نے دریافت فرمایا۔ حضور نے کہا کہ وہاں خدا کے ذبیحے قربان ہو رہے ہیں۔ ان دونوں نے حضرت صدیق اکبر اور حضرت عثمان کے مشورہ سے دعا کی خواہش کی حضور نے دعا کیا کہ خداوند تعالیٰ تمہاری قوم کو اس مصیبت سے بچالے۔ یہ لوگ جب جرش واپس گئے تو معلوم ہوا کہ ٹھیک اُسی روز اُسی وقت

لہ از دین ہجرہ و سکون زار بمکہ و آخر دال مہلہ ۱۲ منہ

اہل جرش قتل کیے گئے تھے جس وقت رسول اللہ نے خبر دی تھی۔ اس کے بعد جرش کا وفد رسول اللہ کی خدمت میں گیا اور سب مسلمان ہو گئے واللہ اعلم

ابن اسحق کہتے ہیں کہ رسول اللہ نے خالد بن ولید کو ربيع الآخر وفد بنی حارث بن کعب یا جمادی الاول سلسلہ میں بنی حارث بن کعب کی طرف

بجھان بھیجا۔ اور ان کو حکم دیا کہ مقاتلہ کے قبل تین دفعہ اسلام کی طرف دعوت دو۔ اگر قبول کر لیں تو تم بھی ان کے اسلام کو قبول کر لو۔ اور نہ مانیں تو مقاتلہ کرو حضرت خالدؓ نے وہاں پہنچ کر دو سواروں کو مقرر کیا۔ انہوں نے ہر طرف اعلان کیا کہ اے لوگو اسلام قبول کرو سلامت رہو گے۔ تو وہ سب مسلمان ہو گئے اور احکام اسلام کو قبول کر لیا حضرت خالدؓ انہیں کے پاس ٹھہرے رہے۔ اور ان کو احکام الہی سکھاتے رہے۔ اور رسول اللہ کو ان کے اسلام کا حال لکھا۔ رسول اللہ نے حضرت خالدؓ کو لکھا کہ تم چلے آؤ۔ اور اپنے ساتھ ان کا ایک وفد لیتے آؤ۔

حضرت خالدؓ کے ساتھ ان کا جو وفد آیا میں یہ لوگ تھے قیس بن حصین ذی القصبہ یزید بن عبد المداہن یزید بن الجمل۔ عبد اللہ بن قمراد۔ شداد بن عبد اللہ۔ رسول اللہ نے ان لوگوں سے دریافت کیا کہ تم ایام جاہلیت میں اپنے دشمنوں پر کس سبب سے غالب ہو جایا کرتے تھے۔ انہوں نے کہا کہ ہم تو کسی پر غلبہ نہیں کرتے تھے۔ رسول اللہ نے کہا کہ ہاں تم غالب ہوتے تھے۔ تب انہوں نے کہا کہ ہم آپس میں اتحاد رکھتے ہیں لڑتے نہیں۔ اور ہم کسی پر ظلم نہیں کرتے۔ رسول اللہ نے فرمایا کہ تم نے سچ کہا۔ اس کے بعد حضورؐ نے قیس بن حصین کو ان کا امیر مقرر کر دیا۔ اور وہ شوال کے آخر میں یا ذیقعدہ میں واپس گئے۔ اس کے چار مہینہ بعد رسول اللہ کا انتقال ہو گیا۔

ابن ہشام نے ابی اسحق السیسی کے واسطے سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ہمدان کا وفد آیا۔ اس میں یہ لوگ تھے۔ مالک بن نمط۔ ابو ثور

یہی ذو الشعار ہیں۔ مالک بن انفع السملانی۔ عمیر بن مالک الخارق۔ ضام بن مالک۔ جب حضورؐ

سے اسبابہ میں عمیر بن مالکؓ بیار شناہ تھنا یہ۔ اور زناد المعاد میں عمرو بن مالکؓ ہجو اللہ اعلم ۱۱۱

تو کہ سے واپس تشریف لائے تو یہ لوگ حضور سے ملے۔ جبری چادر اور عدنی عمامہ پہرے ہوئے
تھے اور مہری اونٹوں پر سوار تھے۔ مالک بن نمط حضور کے سامنے یہ رجز پڑھتے تھے

ایک جاوڑت سواد الریف فی حیوات الصیف والخریف

محظّمات بحظام الیف

ابن حجر صابہ میں لکھتے ہیں کہ مالک بن نمط کے بہت سے فصیح اشعار مروی ہیں بعض اشعار انہوں نے
نقل بھی کیے ہیں۔ حضور نے مالک بن نمط کو ایک تحریر لکھ کر دی۔ اور جو انہوں نے مانگا وہ عطا
فرمایا۔ اور ان کو ان کی قوم کے مسلمانوں پر امیر مقرر کر دیا۔ اور ان لوگوں کو ثقیف سے قتال کرنیکا
حکم دیا۔ چنانچہ ان لوگوں نے ثقیف سے مقاتلہ کیا اور جب ثقیف کا کوئی قافلہ نکلتا تھا تو یہ اُس پر حملہ کرتے تھے
ابن حجر کہتے ہیں کہ نمط بن بسیر بن مالک کے حال میں معلوم ہو گا کہ وہ بھی اس وفد میں تھے
اور بعض روایت میں ہے کہ ان کے والد قیس بن مالک تھے۔ اور تمام اقوال کا جامع قول
یہ ہے کہ یہ سب تھے۔ حسن بن یعقوب ہمدانی نے اس وفد کے متعلق لکھا ہے کہ وہ لوگ
ایک سو تیس آدمی تھے۔

اس روایت میں جو یہ مذکور ہے کہ ان کو حضور نے ثقیف سے مقاتلہ کا حکم دیا اس پر ابن قیم
نے شبہ کیا ہے اسلئے کہ ہمدانی یمن کے رہنے والے تھے اور ثقیف طائف کے والہ عالم
اور یہیقی میں باسناد صحیح حضرت برابر بن عازب سے مروی ہے کہ حضور نے حضرت خالد بن ولید کو
اہل یمن کی طرف بھیجا تا کہ ان کو اسلام کی دعوت دیں۔ حضرت برابر کہتے ہیں کہ ہم لوگ چھ مہینہ
تک اسلام کی دعوت دیتے رہے کسی نے قبول نہ کیا۔ تب حضور نے حضرت علیؑ کو بھیجا۔ اور حضرت
خالد کو واپس بلایا مگر کہہ دیا کہ خالد کے ساتھیوں میں سے جو علیؑ کے ساتھ رہنا چاہے وہ رہ جائے
اس لئے میں رہ گیا۔ اسکے بعد جب ہم لوگ قوم کی طرف پہنچے تو وہ لوگ ہماری طرف نکلے ہم لوگوں نے
نماز پڑھی۔ حضرت علیؑ نے امامت کی اور ہم سب ایک صف میں کھڑے ہوئے۔ نماز سے فارغ ہوئیے بعد
حضرت علیؑ نے ان لوگوں کو رسول اللہ کا خط پڑھ کر سنایا تو سارے کے سارے ہمدانی مسلمان

ہونگے۔ حضرت علیؑ نے اُن کے اسلام کی خبر رسول اللہ کو لکھی۔ رسول اللہ نے جب یہ خط پڑھا تو سجدہ میں گر گئے۔ پھر آپ نے سجدہ سے سر اٹھایا اور فرمایا۔ اسلام علی ہمدان۔ اسلام علی ہمدان۔ بن قیم کہتے ہیں کہ اس روایت کی سند صحیح ہے۔ اور اس کی اصل بخاری میں ہے۔ یہ پہلی روایت واضح ہے اور ہمدان وثیف کا پڑوس نہ تھا کہ وہ ثیف سے مقابلہ کرتے یا اُن کے قافلوں پر حملہ کرتے ہمدان یمن میں تھے اور ثیف طائف میں واللہ اعلم

وفد مزیّنہ مزیّنہ بضم میم وفتح زائے معجمہ ایک قبیلہ کا نام ہے یہی نعمان بن مقرّن سے روایت کرتے ہیں کہ ہم مزیّنہ کے چار تلو آدمیوں کے ساتھ رسول اللہ کی خدمت میں حاضر ہوئے پیچھے جب ہم نے واپس جانے کا ارادہ کیا تو حضورؐ نے فرمایا کہ اے عمر جاؤ اُن کو راستہ کیلئے نوشہ دو حضرت عمرؓ نے کہا کہ میرے پاس تو اور کچھ نہیں ہے۔ تھوڑی سی کھجور ہے اور میرا گمان نہیں ہے کہ وہ اُن کے مناسب حال ہوگی حضورؐ نے فرمایا کہ عمر جاؤ اور ان کو زاد راہ دو۔ آخر حضرت عمرؓ اُن لوگوں کو لیکر اپنی جگہ گئے۔ نعمان کہتے ہیں کہ حضرت عمرؓ کو اپنی چھت پر لے گئے جہاں وہ رہتے تھے جب ہم داخل ہوئے تو دیکھا کہ بڑے اونٹ کی طرح کھجور کا ایک ٹودہ ہے۔ ساری قوم نے اپنی اپنی حاجت کے موافق ان سے لے لیا۔ حضرت نعمان کہتے ہیں کہ میں سب سے پیچھے نکلا۔ اور دیکھا کہ ایک کھجور بھی اپنی جگہ سے کم نہیں ہوئی تھی۔

مولانا شاہ عبدالحق صاحب لکھتے ہیں کہ یہ نعمان بن مقرّن فتح مکہ سے پہلے مسلمان ہو چکے تھے فتح کے روز مزیّنہ کا علم انہیں کے ہاتھ میں تھا۔ اسیلئے اس وفد میں اُن کا آنا اپنے اسلام کے لئے نہ تھا۔ اور حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ بعض گھرايمان کا ہے اور بعض نفاق کا۔ آل مقرّن کا گھرايمان کا گھر ہے۔

وفد نجران ابن اسحاق کہتے ہیں کہ نجران کے نصاریٰ کا وفد رسول اللہ کی خدمت میں مدینہ آیا اس وفد کے لوگ عصر کی نماز کے بعد مسجد میں داخل ہوئے۔ اور وہ اُن لوگوں کے

۱۰ مقرّن بضم میم وفتح قات بعد از مکہ مشرودہ کسورہ ۱۲ منہ (حاشیہ صفحہ ۴۲۳)

نماز کا وقت تھا اس لیے اُن لوگوں نے اپنی نماز پڑھنی چاہی صحابہ نے چاہا کہ اُن کو اس طریقہ کی نماز سے روکیں۔ مگر رسول اللہ نے فرمایا کہ چھوڑ دو پڑھنے دو۔ اسکے بعد انہوں نے مشرق کی طرف رخ کر کے اپنے قاعدہ سے نماز ادا کی۔

ابن اسحاق کرز بن علقمہ سے روایت کرتے ہیں کہ اس وفد میں ساٹھ سوار تھے جن میں چوبیس اُن کے شرفا اور معززین تھے۔ اور تین اشخاص اس پایہ کے تھے جنکے ہاتھوں میں دماں کے سارے اختیارات تھے۔ ایک عاقب جس کا نام عبدالمسیح تھا۔ یہ شخص امیر قوم صاحب الرائے اور صاحب مشورہ تھا۔ اہل بخران جو کام کرتے تھے وہ اسکے حکم اور مشورہ سے کرتے تھے۔ دوسرا شخص سید جس کا نام ایہم تھا بفتح ہمزہ و سکون تحتانیہ جماعت کی ترتیب اور سواری کا انتظام وغیرہ اُن کے متعلق تھا تیسرا شخص ابو حارثہ بن علقمہ تھا۔ یہ اُن کا اسقف۔ اور اُنکے مذہب کا بڑا عالم اور امام تھا۔

ابو حارثہ بنی بکر بن وائل کا شخص تھا۔ مگر نصرانیوں میں رہا۔ اُن کی کتابیں پڑھیں۔ اور اسیں کمال حاصل کیا۔ ایشامان روم نصرانی تھے۔ اُن کو جب اس کے مذہبی علم اور اجتہاد کا حال معلوم ہوا تو انہوں نے اسکی بڑی عزت اور خوب خدمت کی اس کے لیے ایک کینسہ بنوا دیا۔

یہ سب لوگ جب مدینہ کی طرف روانہ ہوئے تو ابو حارثہ نے راستہ میں ایک موقع پر اپنے بھائی کرز بن علقمہ سے یہ کہا تھا کہ خدا کی قسم یہ وہی بنی امی میں جن کا ہم لوگوں کو انتظار تھا۔ لیکن اگر اس بات کو ظاہر کر دوں تو یہ سب ہمارے خلاف ہو جائیں گے۔ کرز بن علقمہ نے اس بات کو اپنے ذہن میں رکھا اور جب مدینہ پہنچے تو اسی بنا پر وہ مسلمان ہو گئے۔

ابن اسحاق نے حضرت ابن عباس سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ کے پاس یہود اور

بقیہ حاشیہ ص ۴۲۳

۱۔ بخران بفتح زون و سکون جیم بعدہ رائے مملہ مخفہ ان اشیر لکھے ہیں کہ مجاز قسام اور چین کے درمیان ایک مشہور مقام ہے واللہ اعلم ۱۲ منہ

۲۔ کرز بن علقمہ بخران کے نصرانی تھے اور اسی وفد کے رئیس ابو حارثہ بن علقمہ کے بھائی تھے اور مسلمان ہو کر مدینہ میں مقیم ہو گئے تھے واللہ اعلم ۱۲ منہ

نصاری جمع ہوئے اور دونوں اس بات پر لڑنے لگے کہ حضرت ابراہیم کیا تھے۔ اجبار ہو دیتے تھے کہ وہ یہودی تھے۔ اور نصاریٰ کہتے تھے کہ وہ نصرانی تھے۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی

قل یا اهل الکتاب لم تحاجون فی | کمدو کہ اے اہل کتاب ابراہیم کے بارہ میں
ابراہیم وما انزلنا التوراة والابجیل | کیوں لڑتے ہو۔ میں نے تو توریت اور انجیل دونوں
الامن بعدہ۔ | اُس کے بعد ہی نازل کی ہے۔

انہیں آیات میں اس کے بعد خدا نے یہ بتایا ہے کہ وہ نہ تو یہودی تھے نہ نصرانی۔ وہ مسلم حنیف تھے شرک نہ تھے۔ اور یہ بھی منسرایا کہ ابراہیم کے طریقہ اور پیروی میں سبک بہتری یہی ہیں اور مومنین۔

جب حضور نے یہ آیت پڑھی تو اجبار میں سے ایک نے کہا کہ یا محمد کیا آپ کی غرض یہ ہے کہ جس طرح نصرانی حضرت عیسیٰ کی عبادت کرتے ہیں اسی طرح ہم آپ کی پرستش کریں پھر اسکے بعد نجران کے نصاریٰ نے بھی اسی طرح کی بات کہی حضور نے فرمایا کہ معاذ اللہ۔ یہ ناممکن ہے کہ خدا کے سوا اور کسی کی میں پرستش کروں۔ یا کسی کو غیر خدا کی عبادت کا حکم دوں۔ نہ مجھ کو خدا نے ایسے بھیجا۔ نہ ایسا حکم دیا۔ پھر آیت نازل ہوئی

ماکان لبشر ان یوتیہ اللہ الکتاب والحکم | کسی شخص کیلئے جس کو اللہ نے کتاب و حکم اور نبوت عطا کیا
والنبوة ثم یقول للناس کونوا عبادا لی | کی ہو جائز نہیں کہ لوگوں سے کہے کہ میں بند ہے ہو جاؤ
احمد بن عبد الجبار سے مروی ہے کہ یونس جو پہلے نصرانی تھے۔ پھر مسلمان ہو گئے انہوں نے
اس وفد کا پورا قصہ بیان کیا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ پہلے رسول اللہ نے اہل نجران کو یہ
خط لکھا تھا۔

باسم اللہ ابراہیم واسحق و یعقوب | ابراہیم اسحق اور یعقوب کے خدا کے نام پر شروع
اما بعد فانی ادعوکم الی عبادۃ اللہ | کرتا ہوں۔ اما بعد میں تم کو بندہ کی عبادت سے
من عبادۃ العباد۔ وادعوکم | خدا کی عبادت کی طرف بلاتا ہوں۔ اور بندہ
الے ولایۃ اللہ من ولایۃ العباد | کی ولایت سے خدا کی ولایت کی طرف بلاتا ہوں

فان ابیتہ فالجزیۃ فان
 ابیتہ فقد آذنت کرب حرب
 والسلام۔ اگر تم نے اس سے انکار کیا تو تم پر جزیہ ہے اور
 اگر تم نے اس سے بھی انکار کیا تو پھر حرب کی اطلاع
 دیتا ہوں والسلام۔

یہ خط جب اسقف کے پاس پہنچا تو وہ بہت مضطرب اور پریشان ہوا۔ اور نجران کے ایک شخص
 شرجیل بن وداعہ کو بلا بھیجا۔ جو ہمدان کا رہنے والا تھا۔ اور ہر اہم بات میں سب سے پہلے اُس سے
 مشورہ کیا جاتا تھا۔ اہم سید ماقب سب اسکے بعد تھے۔ اسقف نے اُس کو رسول اللہ کا خط دیا۔ اور
 کہا کہ اے ابومریم اس بارہ میں تمہاری کیا رائے ہے۔ اُس نے کہا کہ خدا نے حضرت ابراہیم سے وعدہ
 کیا تھا کہ حضرت اسمعیل کی اولاد میں ایک نبی ہوگا۔ ہو سکتا ہے کہ یہ وہی ہوں۔ میں نبوت کے بارہ میں
 کوئی رائے نہیں دے سکتا۔ یہ دنیا کا معاملہ نہیں ہے۔ اسکے بعد اسقف نے عبداللہ بن شرجیل کو
 بلایا۔ یہ اہل نجران میں حمیر کا ایک بہت معزز شخص تھا۔ اُس نے بھی وہی رائے دی۔ تب اسقف نے
 اس کے بعد حبار بن قیس کو بلایا۔ یہ بنی حارث بن کعب کا ایک معزز شخص تھا۔ اور نجران میں رہتا تھا
 اُس نے بھی وہی رائے دی۔

جب سب معززین کی متفقہ رائے معلوم ہو گئی تو اسقف نے حکم دیا کہ تمام اہل وادی جمع کئے
 جائیں۔ اس مقصد کے لئے ہر جگہ ناقوس رہتا تھا۔ وادی کے اہل و اسفل میں ہر جگہ ناقوس بجایا گیا
 جس سے فوراً تمام اہل وادی کو طلب کی خبر ہو گئی۔ اور سب اکڑ جمع ہو گئے ان کے سامنے رسول اللہ کا
 خط پڑھا گیا۔ اور رائے دریافت کی گئی۔ اہل وادی نے آخر میں یہ بات ملی کی کہ شرجیل بن وداعہ
 ہمدانی۔ عبداللہ بن شرجیل حمیری اور حبار بن قیس حارثی کو بھیجا جائے کہ وہ رسول اللہ سے
 ملکر ان کی پوری خبر لائیں۔

جب یہ وفد مدینہ پہنچا تو سب نے سفر کا لباس اتار دیا۔ اور حجرہ کا حلقہ پہرا جس کا دامن زمین پر
 ٹوٹتا تھا۔ اور سب نے سونے کی انگوٹھیاں پہریں اسکے بعد رسول اللہ کی خدمت میں حاضر ہوئے
 اور سلام کیا لیکن رسول اللہ نے اُن کے سلاموں کا جواب نہ دیا۔ یہ بہت انتظار کرتے رہے لیکن

رسول اللہ نے اُن سے کوئی بات نہ کی۔ یہ سب بہت پریشان ہوئے۔ مدینہ میں دو شخص حضرت عثمان بن عفانؓ اور عبدالرحمن بن عوفؓ کو یہ لوگ جانتے تھے۔ کیونکہ یہ دونوں حضرات جاہلیت کے زمانہ میں تجارت کے لئے بخرآن جایا کرتے تھے۔

یہ لوگ ان دونوں حضرات سے ملے اور کہا کہ تمہارے نبی نے ہمیں خط لکھا۔ اُس پر ہم آئے ہیں۔ مگر نہ تو وہ میرے سلام کا جواب دیتے ہیں نہ کچھ کلام کرتے ہیں۔ اب ہم لوگ کیا کریں کیا واپس چلے جائیں۔ ان دونوں حضرات نے حضرت علیؓ کے مشورہ کیا۔ انہوں نے فرمایا کہ یہ لوگ اپنے محلہ اور انگوٹھیوں کو اتار دیں اور سفر کے لباس میں رسول اللہ سے ملیں چنانچہ وفد کے لوگوں نے یہی کیا تو پھر رسول اللہ نے اُن کے سلام کا جواب بھی دیا اور باتیں بھی کیں۔

اُن لوگوں نے رسول اللہ سے بہت سے سوالات کیے۔ اور حضور نے اُس کے جوابات دیئے حتیٰ کہ انہوں نے ایک سوال یہ کیا کہ ہم لوگ نصاریٰ ہیں آپ یہ بتائیں کہ حضرت عیسیٰؑ کے متعلق آپ کیا فرماتے ہیں۔ تاکہ آپ کا خیال حضرت عیسیٰؑ کے متعلق ہم قوم کو بتا سکیں۔ حضور نے فرمایا کہ ابھی ٹھہرو اس کے متعلق جو کچھ ہمیں بتایا جائے گا میں تم کو اُس کی خبر دوں گا۔ دوسرے روز یہ آیہ نازل ہوئی۔

<p>مثل عیسیٰ عند اللہ کمثل آدم خلقہ من تراب ثم قال لہ کن فیکون الحق من ربک فلا تکن من الممتزین فمن حاجک فیہ من بعد ما جاءک من العلم فقل تعالوا ندع ابناءنا وابنائکم وتساءنا وتساءکم والنفسنا والنفسکم ثم نبتهل فنجعل لعنة اللہ علی الکاذبین۔</p>	<p>عیسیٰؑ کی مثال خدا کے نزدیک آدم کی طرح ہی مٹی کی ہے اُن کو پیدا کیا پھر کہا کہ ہو جا تو ہو گئے۔ یہ حق ہے خدا کی جانب سے تو شک کر نیوالوں میں نہ ہو جاؤ اور جب تمہارے پاس علم حق آگیا تو جو تم سے اس بارہ میں لڑے تو اُس سے کہو کہ آؤ ہم لوگ لائیں اپنی اولاد کو اور تمہاری اولاد کو اور اپنی عورتوں کو اور تمہاری عورتوں کو اپنی ذات کو اور تمہاری ذات کو پھر ہلکے کریں اور جھوٹوں پر خدا کی لعنت طلب کریں۔</p>
--	--

اس آیت میں حضرت عیسیٰ کی جو صفت خداوند پاک نے بیان کی اس کو قبول کرنے والے لوگوں نے انکار کیا۔ اسلئے حضور نے آیت کے حکم کے موافق مباہلہ کی طیاری کی۔ دوسرے روز صبح کے وقت آپ نے حضرت امام حسین کو گود میں لیا۔ اور امام حسن کی انگلی پکڑی۔ پیچھے آپ کے حضرت فاطمہ زہرا ہوئیں۔ اور ان کے پیچھے حضرت علی ہوئے۔

جب اس طرح حضور مباہلہ کے لئے تیار ہو کر تشریف لائے تو شرجیل ہمدانی نے اپنے ساتھیوں کے کہا کہ اے عبداللہ بن شرجیل۔ اور اے جبار بن قیس تم کو معلوم ہے کہ سارے اہل وادی نے اس معاملہ کو ملوگوں کی رائے پر چھوڑ دیا ہے۔ اور خدا کی قسم ہمارے سامنے ایک امر عظیم ہے۔ اگر یہ شخص خدا کا نبی اور نبی مرسل ہے اور ہم نے اس کے ساتھ ملامت کر لی تو ہم میں کا کوئی ناخن اور بال برابر بھی باقی نہ رہے گا۔ ان لوگوں نے پوچھا کہ پھر تمہاری کیا رائے ہے کیا کیا جائے؟ شرجیل نے کہا کہ میری رائے یہ ہے کہ اس معاملہ کو انہیں کی رائے پر چھوڑ دیا جائے میں دیکھتا ہوں کہ یہ شخص ہرگز بے انصافی کا حکم نہ کرے گا۔ دونوں نے کہا کہ تم کو اختیار ہے یہ کر سکتے ہو۔ اس کے بعد شرجیل حضور کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہا کہ میں ملامت سے بہتر صورت آپ کے سامنے پیش کرتا ہوں حضور پوچھا کہ وہ کیا ہے؟ شرجیل نے کہا کہ میں آپ ہی کو حکم تسلیم کرتا ہوں۔ اس وقت سے شام تک اور ساری رات صبح تک آپ کو موقع ہے۔ اس درمیان میں آپ جو حکم دینگے وہ ہم سب لوگ قبول کریں گے۔ رسول اللہ نے فرمایا کہ یہ اقرار تو کرتے ہو مگر ممکن ہے کہ جو لوگ تمہارے ساتھ نہیں ہیں وہ تمہارا خلاف کریں۔ شرجیل نے کہا کہ اس کو آپ میرے ساتھیوں سے دریافت کیجئے۔ شرجیل کے دونوں ساتھیوں نے کہا کہ اہل وادی کے انکار و اقرار کا مدار شرجیل کی رائے پر ہے جس بات کو یہ قبول کریں گے اس کا خلاف کوئی نہیں کر سکتا اسکے بعد حضور لوٹ گئے اور ملامت نہ ہوئی۔

دوسرے روز صبح کے وقت حضور نے انکے لئے یہ عہد نامہ

لکھوایا

بسم اللہ الرحمن الرحیم یہ تحریر ہے جو محمد نبی اور خدا کے رسول نے بھران کے لئے لکھی ہے

جبکہ اُن کا حکم ہو گیا وہاں کے تمام قریب ہر زرد اور ہر سفید و سیاہ پر۔ اور ہر رقیق و غلام پر۔ اُنہوں نے اہل بخران پر فضل کیا اور یہ ساری چیزیں اُن کو چھوڑ دیں اس شرط پر کہ وہ دو ہزار محلہ ہر سال ادا کریں۔ ایک ہزار ہر قبیلہ میں اور ایک ہزار ہر قریب میں ہر محلہ ایک اوقیہ کا۔ اور اوقیہ پر جو زیادتی یا کمی ہو وہ حساب میں محسوب ہوگی۔ درع گھوڑا۔ اونٹ یا جو چیز اُن سے بچائے گی وہ اسی حساب میں۔ اور اہل بخران پر میرے قاصد کے رہنے کا انتظام لازم ہوگا۔ اور کوئی قاصد ایک مہینہ سے زیادہ نہ روکا جائے گا۔ اگر مین میں کوئی نزاع پیش آجائے تو اہل بخران پر لازم ہوگا کہ وہ تین درع۔ تین گھوڑے۔ اور تین اونٹ بطور عاریتہ دیا کریں گے۔ اور جو چیزیں عاریتہ ہوں گی اُن میں سے کوئی چیز ہلاک یا ضائع ہو تو اُن کا ضمان میرے آدمی پر لازم ہوگا جب تک ادا نہ کر دے۔

اور اہل بخران کے لئے خدا کا جو ارادہ محمد رسول اللہ کا ذمہ ہے۔ اُنکی ذاتوں کا اُن کی ملت کا۔ اُن کے اراضی اور اموال کا۔ اُن لوگوں کا جو حاضر ہیں۔ اور اُن کا جو غائب ہیں۔ اُن کے قبیلہ کے آدمی ہوں یا اُن کے تبعین۔ اور شرط یہ ہے کہ جس حالت میں وہ ہیں اُس میں کوئی تغیر و تبدل نہ کیا جائے۔ اُن کے حقوق میں سے کسی حق کو بدلانا جائے۔ نہ ان کے اساقفہ میں سے کسی اسقف کو بدلانا جائے نہ رہبانوں میں سے کسی راہب کو بدلانا جائے۔ اور جو قلیل و کثیر اُنکے ہاتھوں میں ہیں اُس میں تغیر و تبدل نہ کیا جائے۔ وہ جاہلیت کے کسی اشتباہ میں ماخوذ نہ ہوں گے۔ دم جاہلیت کا کوئی مطالبہ اُن سے نہ ہوگا۔ کوئی اُن پر حملہ نہ کرے گا کوئی فوج اُن کی زمین میں داخل نہ ہوگی۔ اُن میں سے کوئی شخص اگر حق کا مطالبہ کرے تو ظالم و مظلوم کے درمیان انصاف ہوگا۔ اگر کوئی صاحب و جاہت اُن میں سے رہا (سودا گھائے تو میرا ذمہ اس سے بری ہے۔ اُن میں کا کوئی شخص کسی دوسرے کے

ظلم کی وجہ سے ماخوذ نہ ہوگا۔ اور اُن تمام باتوں پر جو اس صحیفہ میں ہے خدا کا جوار
اور محمد نبی اور رسول اللہ کا ذمہ ہے حتیٰ کہ خدا کا حکم آجائے۔

اس پر دستخط کیا ابوسفیان بن حرب غیلان بن عمرو۔ مالک بن عوف۔ اقرع بن حابس حنظلی اور
مغیرہ بن شعبہ نے۔

یہ تخریب مکمل ہو گئی اور وہ لوگ اُس کو لیکر واپس ہو تو اسقف اور نجران کے معززین ایک
کی مسافت تک اُن کے استقبال کو آئے۔ اسقف کے ساتھ اس کا ایک بھائی تھا جو اُس کے ماں کا
لڑکا اور نسب کے اعتبار سے اس کا ابن عم تھا۔ اس کا نام بشر بن معاویہ تھا اور کنیت ابو علقمہ تھی۔ جب
رسول اللہ کا خط اسقف کو دیا گیا۔ اور سب اس خط کو دیکھتے ہوئے آہستہ آہستہ آرہے تھے۔ ایک دفعہ
اسقف نے کہا کہ واللہ یہ نبی مرسل ہیں۔ یہ سنکر بشر بن معاویہ نے اپنے اونٹ کو مدینہ کی طرف پھیر کر زور
ہٹکایا۔ اسقف نے بہت ہچکا کیا اور روکتا رہا مگر یہ نہ رُکے مدینہ میں اگر دم لیا۔ رسول اللہ کی خدمت میں
حاضر ہوئے اور سلمان ہو کر رہیں رہے حتیٰ کہ ایک غزوہ میں شہید ہوئے فی اللہ تعالیٰ اعنه۔

بیہقی نے باسناد صحیح حضرت ابن مسعود سے روایت کیا ہے کہ سید اور عاقب جب ماعت سے
ڈرے۔ اور رسول اللہ کی تمام باتوں کو ماننے کے لیے مستعد ہوئے تو حضور سے کہا کہ آپ ایک ایسے
شخص کو میرے ساتھ کیجئے مگر وہ وفی امین ہو حضور نے فرمایا کہ میں تمہارے ساتھ ایک شخص کو دیتا
ہوں جو ایسا امین ہے جیسا امانت کا حق ہے۔ اور کہا کہ اٹھو ابو عبیدہ بن الجراح جب وہ کھڑے ہوئے
تو حضور نے فرمایا کہ یہ اس امت کے امین ہیں۔ بخاری نے اپنے صحیح میں اس طرح حضرت حذیفہ سے
روایت کیا ہے۔ اور صحیح مسلم میں حضرت مغیرہ بن شعبہ سے مروی ہے کہ مجھ کو رسول اللہ نے نجران بھیجا اور
یونس بن بکر ابن اسحق سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ نے علی بن ابی طالب کو نجران بھیجا تاکہ
اُن کے صدقات اور تجزیہ کو جمع کر کے مدینہ لائیں واللہ اعلم

بعض توضیحات احمد بن عبد الجبار کی روایت میں بیان ہوا کہ رسول اللہ نے اہل نجران کو جو خط
لکھا اُس کی ابتدا تھی باسم اللہ ابراہیم واسحق و یعقوب ابن قیم کہتے

ہیں کہ میرا گمان نہیں ہے کہ یہ الفاظ محفوظ ہیں حضور نے ہر قول متوقف نہ تھا شی اور دوسرے اہل کتاب نے غیر اہل کتاب کو جتنے خطوط بھیجے سب کی ابتدا بسم اللہ الرحمن الرحیم سے کی اس روایت کے الفاظ حضور کی سیرت اور عادت کے خلاف ہیں۔

اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ اہل باطل جو تجادل و معاند ہو برائین اور جحجج کا اُس پر مباہلہ اُتر نہ ہو۔ تو اُس سے مباہلہ کیا جاسکتا ہے۔ خدا نے رسول اللہ کو اس کا حکم دیا۔ اور رسول اللہ اس کے لئے مستعد ہوئے گو مباہلہ ہوا نہیں۔ اور ظاہر اس کی کوئی دلیل نہیں ہے کہ یہ حکم رسول اللہ کے لئے مخصوص تھا۔ حضرت ابن عباسؓ نے بھی ایک دفعہ اپنے مخالفین کو مباہلہ کی دعوت دی تھی اور امام اوزاعیؒ نے بھی حضرت سفیان ثوریؒ کو رفع یدین کے مسئلہ میں مباہلہ کی دعوت دی تھی۔

حضور نے اہل نجران کے عہد نامہ میں شرط کر دی کہ اگر تم میں سے کسی نے ربوا کھایا تو میرا ذمہ ربوا نہ رہے گا تجل تا تل یہ ہے کہ یہ شرط ہر عقد ذمہ کے ساتھ لازمی ہے یا صرف اہل نجران کے ساتھ تھی ظاہر یہ ہے کہ اہل نجران کے خصوصیت کی کوئی وجہ نہیں ہے۔ کوئی ذمی ربوا کا کاروبار نہیں کر سکتا۔ اور اگر کرے تو عقد ذمہ باقی نہیں رہتا۔ اسکی وجہ یہ نہیں ہے کہ ذمی کو شرعی احکام کے ماننے پر مجبور کیا جائے۔ بلکہ اسلئے کہ ربوا خود ان کے مذہب میں بھی حرام ہے۔

خواراک عاریۃ اہل نجران سے حضور نے یہ شرط کر لی کہ میرے قاصدوں کی خوراک وغیرہ ہمارے ذمہ ہوگی۔ اور آپ نے یہ بھی شرط کر لی کہ ضرورت کے وقت تین دن درعہ تین گھوڑے۔ اور تین اونٹ ہمارے کار پر دازوں کو عاریۃ دینی ہوگی۔ اس میں شرط معین اور محدود نہیں ہے لیکن اس سے ثابت ہوا کہ اگر ضرورت ہو تو امام اسی شرط بھی کر سکتا ہے۔ یہ تو معلوم ہو چکا ہو کہ عقد ذمہ کے بعد جو مال کفار سے حاصل ہوتا ہے وہ جزیہ ہے۔ اور جزیہ کے مصارف قرآن پاک میں مقرر ہیں۔ مگر ظاہر ہے کہ قاصدوں کو جو خوراک وغیرہ کفار سے اس شرط کے موافق ملے گی اُس کا حکم وہ نہ ہوگا۔ وہ جزیہ کے مصارف میں تقسیم نہ ہوگی بلکہ وہ قاصدوں کے لئے مخصوص ہوگی۔ اور عاریۃ کی چیزیں جنگ میں اُس سے اتفاع حاصل کرنے کے بعد عینہ ذمیوں کو واپس کر دیا جائے گی۔

صدقہ و جزئیہ | ابن اسحاق کی ایک روایت میں نے اس وفد کے آخر تذکرہ میں ذکر کیا ہے کہ حضور نے حضرت علیؓ کو نجران بھیجا تاکہ ان کے صدقات اور جزئیہ کو جمع کر کے اپنے

لائیں بعض علماء نے اس روایت پر ایک شبہ وارد کیا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ اہل نجران سے صدقہ اور جزئیہ دونوں لیا جائے۔ صدقہ مسلمانوں سے لیا جاتا ہے۔ اور جزئیہ ذی کافروں سے۔ اہل نجران سے جو معاہدہ ہوا اُس کی بنا پر ان سے دو ہزار حملہ ہر سال لینا چاہیئے صدقہ کا یہاں کیا ذکر ہے صدقہ کافروں سے نہیں لیا جاتا۔ اور اگر وہ مسلمان ہو گئے تھے تو پھر جزئیہ کیسا۔

یہ شبہ ہے مگر پہلے ذکر کر چکا ہوں کہ رسول اللہؐ نے خالد بن ولیدؓ کو بنی الحارث بن کعب کے پاس نجران بھیجا تھا۔ اور وہ سب مسلمان ہو گئے تھے۔ ان کا وفد بھی اُس کے بعد حضور کے پاس آیا تھا اور آپ نے قیس بن حصینؓ کو ان کا امیر مقرر کر دیا تھا۔

اصل یہ ہے کہ نجران میں دو فرق تھے نصاریٰ اور امیین۔ نصاریٰ نے جزئیہ قبول کیا مصالحت کی مگر مسلمان نہ ہوئے۔ اور امیون نے اسلام قبول کیا۔ ایسے ایک فرق سے مقررہ جزئیہ وصول کیا جاتا تھا اور دوسرے فرق سے زکوٰۃ و اشتراع

قدوم رسول فردۃ الجذامی | ابن اسحاق کہتے ہیں کہ فروہ بن عمرو الجذامی ثم النفاثی نے رسول اللہؐ کی خدمت میں اپنا قاصد بھیجا۔ اپنے اسلام کی خبر دی۔ اور سفید قلندہ پہن

بھیجا۔ یہ فروہ معان میں تھے اور روم کی طرف سے عرب شام کے اُس تمام علاقہ کے عامل تھے جو معان کے اطراف میں تھا جب روم کو ان کے اسلام کی خبر ہوئی تو ان سب نے ان کو طلب کیا۔ اور گرفتار کر کے قید کیا۔ اور پھر اسکے بعد فلسطین کے ایک مقام عفرار میں صلیب دیا۔ ابن اسحاق کہتے ہیں کہ امام زہری کا بیان ہے کہ فسرہ قتل کے وقت کہا تھا۔

بلغ سیرۃ المسلمین بانفی سلم لربی اعظمی و مقامی

قدوم ضمام بن ثعلبہ | ابن اسحاق نے حضرت ابن عباسؓ سے روایت کیا ہے کہ بنی سعد بن کریم ضمام بن ثعلبہ کو رسول اللہؐ کی خدمت میں بھیجا۔ یہ اپنے ادنٹ پر مسجد کے

دروازہ تک آئے۔ اتر کر اونٹ کو دروازہ سے باندھ دیا۔ اور خود اندر گئے۔ حضور وہاں اپنے اصحاب کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے۔ انہوں نے جلتے ہی پوچھا کہ تم میں ابن عبد المطلب کون ہے؟ حضور نے فرمایا کہ ابن عبد المطلب میں ہوں۔ کہا کہ محمدؐ فرمایا کہ ”ہاں“ کہا کہ اسے ابن عبد المطلب میں آپ سے کچھ پوچھنے والا ہوں اور سوال میں ذرا سختی ہوگی آپ ناراض نہ ہوں۔ حضور نے فرمایا کہ میں ناراض نہ ہوں گا جو بات تم پر ظاہر ہوئی ہے پوچھو۔ ضمام بن ثعلبہ نے کہا کہ میں آپ کو اللہ کی قسم دیتا ہوں جو آپ کا معبودی۔ آپ کے اہل کا معبود ہے۔ ان سب کا معبود ہے جو آپ کے قبل تھے! اور ان سب کا معبود ہے جو آپ کے بعد آئیں گے کیا واقعی آپ کو اللہ نے ہم لوگوں کی طرف رسول بنا کر بھیجا ہے۔ حضور نے فرمایا اللہم نعم یعنی ہاں۔ کہا کہ تب میں آپ کو اللہ کی قسم دیتا ہوں جو آپ کا معبود ہے۔ آپ کے اہل کا معبود ہے۔ ان کا معبود ہے جو آپ کے پہلے گزر چکے۔ اور ان کا معبود ہے جو آپ کے بعد آئیں گے۔ کیا یہ حکم آپ کو اللہ نے دیا ہے کہ صرف اُسی کی پرستش ہم سب لوگ کریں اور کسی کو اس کا شریک نہ بنائیں۔ اور ان تمام بتوں کو چھوڑ دیں جس کی ہمارے آبا پرستش کرتے تھے۔ حضور نے فرمایا اللہم نعم یعنی ہاں۔ اسکے بعد وہ اسلام کے ایک ایک فریضہ کے متعلق قسم دیدے کر ہر طرح پوچھتے گئے۔ نماز۔ روزہ۔ حج۔ زکوٰۃ اور دوسرے فرائض اسلام کے متعلق سوال کیا۔ اور سب کے ساتھ اسی طرح قسم دیا جیسا کہ ذکر ہوا۔

جب ضمام بن ثعلبہ ان سوالات سے فارغ ہوئے تو کہا اشهد ان لا الہ الا اللہ واشہد ان محمدؐ عبد اللہ ورسولہ یعنی میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے اور محمدؐ اس کے بندہ ہیں اور رسول۔ اور کہا کہ میں ان تمام فرائض کو ادا کروں گا جس کا آپ نے حکم دیا اور ان سب باتوں سے بچوں گا جس سے آپ نے منع کیا ہے۔ اور اپنی طرف سے نہ کچھ بڑھاؤں گا نہ گھٹاؤں گا۔ یہ کہہ کر حضور کے پاس سے نکلے تو حضور نے فرمایا۔ اس کیسے والے نے اپنی بات کو سچ ثابت کیا تو جنت میں داخل ہو گا ضمام بن ثعلبہ فیئد مرغ آمین رنگت کے تھے اور ان کو رو گیسو تھے۔ یہ باہر آئے اپنے اونٹ کو کھولا اور روانہ ہو گئے جب اپنی قوم میں پہنچے تو لوگ ان کے پاس

جمع ہو گئے۔ وہاں پہلی بات جو انہوں نے کہی وہ یہ تھی کہ کلات اور عنای کو بڑا کہا۔ سب نے کہا کہ فہم
یہ کیا کہ رہے ہو۔ کہیں برص جنون یا جذام نہ ہو جائے۔ انہوں نے کہا کہ تمہارا بڑا ہو یہ سب قلعہ نفع پہنچا
سکتے ہیں نہ نقصان۔ اللہ نے اپنے رسول کو بھیجا ہے۔ اپنی کتاب بھیجی ہے۔ اور تم لوگوں کو ان برائیوں سے
پاک کرنا چاہتا ہے جس میں تم مبتلا تھے۔ اَشْهَدُ اَنْ لَا اِلَهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنْ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُولُہٗ
بِسْمِ شَہادت دیتا ہوں کہ خدا کے سوا کوئی معبود نہیں ہے اور محمد اس کے بندے اور رسول ہیں۔ میں
اُن کے پاس سے تمہارے پاس اُن احکام کے ساتھ آیا ہوں جن کا حکم کرتے ہیں یا جس سے منع کرتے ہیں
اس کے بعد شام بھی نہ ہونے پائی تھی کہ قبیلہ کے سارے مرد و عورت مسلمان ہو گئے۔ ابن اسحاق کہتے
ہیں کہ میں نے نہیں سنا کہ کسی قبیلہ کے وفد میں کوئی آپنوالا شخص فہم بن ثعلبہ سے افضل ہو۔

یہ قصہ اسی کے مثل صحیحین میں بھی حضرت انسؓ سے مروی ہے واللہ اعلم۔ اس روایت سے معلوم
ہوتا ہے کہ فہم بن ثعلبہ نے جن فرائض اسلام کے بارہ میں سوال کیا اُن میں ایک حج بھی تھا۔ یہ اُن
لوگوں کی دلیل جو کہتے ہیں کہ حج سہ سے پہلے فرض ہو چکا تھا لیکن ابن قیم لکھتے ہیں کہ یہ دعوات کا
تساع ہے کیونکہ جس وقت فہم بن ثعلبہ آئے تھے اُس وقت تک حج فرض نہیں ہوا تھا واللہ اعلم

وفد ثعلیبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں قبیلہ ثعلیبہ کے تیرہ آدمی حاضر ہوئے اور
اپنے ساتھ اپنے مویشی اور اموال کے صدقات جو اُن پر فرض تھے وہ خود لیکر آئے۔

اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ میرے اموال میں جو حق اللہ تھا وہ ہم آپ کے پاس لے آئے ہیں۔ حضور
اُن سے بہت خوش ہوئے لیکن فرمایا کہ اس کو واپس لے جاؤ اور اپنے ہی یہاں کے فقرا پر تقسیم کرو۔
انہوں نے کہا کہ یا رسول اللہ ہم آپ کے پاس وہی مال لائے ہیں جو وہاں کے فقرا پر تقسیم کرنے کے بعد

سے بچیت بھم تار ثناء فوق وعند بعض بفتح بعدہ جیم سور بعدہ ثناء ثنائیہ ساکن مضارع کے وزن پر۔
میں کندہ کا ایک قبیلہ ہے۔ کنانہ بن زید ثعلیبی جو حضرت عثمان کا قاتل مشہور تھا اسی قبیلہ کا تھا۔ اور ثعلوبہ ایک
دوسرا قبیلہ ہے حمیر کا۔ ابن تیمیہؒ نے ابو جریج یعنی حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا قاتل اس قبیلہ کا شخص تھا بعض علماء کو
ان دونوں نسبتوں میں دھوکہ ہوا ہے واللہ اعلم ۱۲ منہ

پچاہے حضرت صدیقؓ نے جب اُن کا یہ جواب سنا تو فرمایا کہ یا رسول اللہؐ عرب کا کوئی وفد ایسا نہیں آیا جیسا اس قبیلہ نجیب کا وفد حضورؐ نے فرمایا کہ ہدایت خدا کے اختیار میں ہے جسکے لئے بھلائی کا ارادہ کرتا ہے اُس کے قلب میں ایمان کے لئے انشراح پیدا کر دیتا ہے۔

اس کے بعد انہوں نے رسول اللہؐ سے کچھ باتیں پوچھیں جو حضورؐ نے اُن کے لئے لکھ دیں اسکے بعد پھر انہوں نے قرآن اور سنت کے متعلق کچھ سوالات کیے۔ اس سے اور بھی اُن کے ساتھ رسول اللہؐ کو رغبت پیدا ہوئی۔ اور آپؐ نے حضرت بلالؓ کو حکم دیا کہ اُن کی ضیافت بہت اچھی طرح کریں وہ بہت کم ٹھہرے اور جلد واپس جانا چاہا۔ کہا گیا کہ اس قدر عجلت کیوں کرتے ہو۔ انہوں نے کہا کہ میری خواہش ہے کہ جلد واپس جا کر اپنی قوم کو رسول اللہؐ کی ملاقات کا حال اور تعلیمات کی کیفیت سناؤں جب یہ لوگ رسول اللہؐ سے رخصت ہوئے تو حضرت بلالؓ نے رسول اللہؐ کے حکم سے اُن کو بدلہ اور زاد راہ اس سے زیادہ دیا جتنا عموماً وفود کو دیا کرتے تھے۔

حضورؐ نے دریافت فرمایا کہ کوئی تم میں کا باقی تو نہیں رہا؟ اُن لوگوں نے کہا کہ ایک نوجوان ہے جو ہم سب میں چھوٹا ہے اُس کو سواری اور اسباب کے پاس چھوڑ دیا ہے حضورؐ نے اُس کو بلوایا۔ اُس نے کہا کہ یا رسول اللہؐ میں بنی ابندی کا آدمی ہوں میرے ساتھیوں کی حاجت تو آپؐ نے پوری کر دی۔ اب میری حاجت بھی پوری کر دیجئے حضورؐ نے پوچھا کہ تمہاری کیا حاجت ہے۔ اُس نے کہا کہ یا رسول اللہؐ میری حاجت دوسرے طرح کی ہے میرے ساتھی بھی گواہ اسلام کی رغبت سے آپؐ کی خدمت میں آئے۔ اور اپنے صدقات لیکر آئے۔ مگر میں تو صرف اسلئے حاضر ہوا ہوں کہ آپؐ میرے مغفرت کی دعا کر دیں۔ اور خدا سے سوال کریں کہ وہ مجھ پر رحم کرے۔ اور میرے دل کو غنی کر دے۔ یہ سن کر حضورؐ اُس لڑکے کی طرف متوجہ ہوئے اور دعا کی اللہما غفرلہ وارحمہ واجعل غناہ فی قلبہ پھر اُس کو بھی اسکے ساتھیوں کی طرح تحائف دیئے گئے اور یہ سب رخصت ہو کر روانہ ہو گئے۔

چچہ الوداع کے ایام میں بنی ابندی کے کچھ لوگ رسول اللہؐ سے منیٰ میں ملے حضورؐ نے اُن سے اُس لڑکے کا حال پوچھا۔ اُن لوگوں نے کہا کہ یا رسول اللہؐ ہم لوگوں نے ابسا فانی شخص نہ دیکھا

نہ سنا اُس کی تو یہ حالت ہے کہ اگر کوئی اُس کے سامنے ساری دنیا تقسیم کرے تو وہ اس طرف نظر اٹھا کر بھی نہ دیکھے۔

بیان کرتے ہیں کہ حضور کی وفات کے بعد جب یمن میں ارتداد پھیلا تو اُسی لڑکے نے اپنی قوم کو سنبھالا۔ اور اُن میں کا ایک بھی مرتد نہ ہوا حضرت صدیق اُس لڑکے کی حالت برابر دریافت کیا کرتے تھے۔ اور پیچھے زیاد بن لبید کو لکھا تھا کہ اُس کے ساتھ اچھا سلوک کیا کرو وانشاء اللہ

حضور کی ساری سیرت اس بات کی دلیل ہے کہ آپ نے حسن سلوک میں بھی مدارج کا اعتبار ہمیشہ مدارج کا لحاظ رکھا ہے مجلس اور منافق۔ متقی اور غیر متقی کے ساتھ

آپ ایک طرح کا سلوک نہیں کرتے تھے نہ اس کو پسند کرتے تھے۔ سارے وفد قبائل کی طرف سے اسلام قبول کرنے کے لئے آتے تھے مگر اُن کے ساتھ سلوک اُن کے مدارج اور خلوص کے اعتبار سے ہوتا تھا۔ پیغمبر کے وفد کا خلوص اور اسلام کی طرف اُن کی رغبت جب اُن کے اعمال اور سوالات کے ذریعہ معلوم ہو گئی۔ تو آپ نے اُن کو تحائف بھی زیادہ دیئے۔ اور زاد راہ بھی اور وہ سے زیادہ دیا۔ رسول اللہ کی سنت یہی ہے کہ حسن سلوک میں تقویٰ اور خلوص کے مدارج کا لحاظ رکھا جائے متقی اور فاسق دیندار اور بے دین کے برتاؤ میں فرق کیا جائے جس کا عند اللہ راجح ہونا معلوم ہے اُس کو دنیا کے برتاؤ میں بھی ترجیح دینا دین کی محبت کی دلیل ہے۔ اور عدم ترجیح و مساوات دین کی طرف رغبت نہ ہونے کی دلیل ہے وانشاء اللہ

واقفی ابی النعمان سے روایت کرتے ہیں اور وہ اپنے والد سے وفد بنی سعد ہذیم من قضاعہ جو بنی سعد ہذیم کے تھے۔ بیان کرتے ہیں کہ ہم اپنی قوم کے چند

آدمیوں کے ساتھ رسول اللہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اُس وقت مارے عرب پر رسول اللہ کا اثر قائم ہو گیا تھا۔ دُور طرح کے آدمی تھے ایک وہ جنہوں نے رغبت سے اسلام قبول کیا تھا دوسرے وہ جو تلوار کے خوف سے تابع ہو گئے تھے۔

ہم لوگ جب مدینہ آئے تو شہر کے باہر ٹھہرے۔ وہاں سے پھر مسجد کی طرف آئے دروازہ پر پہنچے

تو اُس وقت رسول اللہ ﷺ کے اندر جنازہ کی نماز پڑھ رہے تھے۔ ہم نماز میں یہ بھکر شامل نہ ہوئے کہ ابھی نہ رسول اللہ ﷺ سے ملے ہیں نہ بیعت کی ہے۔ نماز سے فارغ ہو کر جب واپس ہوئے تو ہم لوگوں کو دیکھا۔ پوچھا کہ تم کون لوگ ہو۔ ہم نے کہا کہ بنی سعد ہندیم۔ پوچھا کہ کیا تم مسلمان ہو۔ ہم نے کہا کہ ہاں۔ فرمایا کہ کیا تم اپنے بھائی کے جنازہ میں شریک نہ ہوئے۔ ہم نے کہا کہ یا رسول اللہ ﷺ نے سمجھا کہ جب تک آپ کی بیعت نہ کر لیں اور مسلمان نہ ہو جائیں یہ جائز نہیں ہے۔ فرمایا کہ تم جہاں بھی مسلمان ہوئے مسلمان ہو۔ اس کے بعد ہم سب نے اسلام پر رسول اللہ ﷺ سے بیعت کی۔ اور لوگوں کو اپنے مقام کی جگہ آئے۔ مگر اسباب کی حفاظت کے لئے وہاں ایک لڑکے کو چھوڑ دیا تھا اسلئے رسول اللہ ﷺ نے پھر بلایا۔ ہم اپنے ساتھی کو لیکر گئے۔ تو رسول اللہ ﷺ نے اُس کی بھی اسلام پر بیعت لی۔ ہم نے کہا کہ یا رسول اللہ ﷺ وہ تو ہم سب سے چھوٹا ہے اور ہمارا خادم ہے حضور نے فرمایا کہ چھوٹا قوم کا خادم ہوتا ہی ہے۔ خدا اُس کو برکت دے۔

اس کے بعد جب ہلوگ واپس آئے تو وہ لوگ ہمیشہ بھلائیوں میں ہم سب سے بڑھا رہتا تھا۔ اور رسول اللہ ﷺ نے اُسی کو ہم سب پر امیر مقرر کر دیا تھا۔ وہی ہم سب کی امامت کرتا تھا اور یہ سب رسول اللہ ﷺ کے دعا کی برکت سے تھا۔

جب ہم نے رسول اللہ ﷺ سے رخصت ہونے کا ارادہ کیا۔ تو حضور نے حضرت بلالؓ کو حکم دیا انہوں نے ہم میں سے ہر شخص کو کئی کئی اوقیہ چاندی دیا۔ جب ہم وہاں سے لوٹ کر اپنی قوم میں آئے تو خدا نے ساری قوم کو اسلام نصیب کیا و اللہ اعلم

وفد بنی فزارہ | ابن قیم لکھتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے صلہ اللہ علیہ وسلم جب ہوک سے لوٹے تو آپ کی خدمت میں بنی فزارہ کا وفد آیا۔ اس میں بیٹل سے کم آدمی تھے اور انہیں میں خارجہ

ابن عیینہ اور حسن بن قیس بن حصین بھی تھے۔ یہ لوگ عیینہ بن حصین کے بھائی اور بھتیجے تھے جس کا ذکر غزوہ غابہ غزوہ خیبر اور غزوہ حنین وغیرہ میں بار بار ہو چکا ہے یہ بنت الحارث کے مکان میں ٹھہرے۔ اور اسلام کا اقرار کر کے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ رسول اللہ ﷺ نے ان سے اُنکے بلاد کا حال پوچھا تو انہوں نے کہا کہ یا رسول اللہ ﷺ ہمارے بلاد تباہ ہو گئے۔ ہمارے مویشی ہلاک ہو گئے

ہمارے باغات ویران ہو گئے۔ اور ہمارے عیال سوکھ کر کاٹا ہو گئے۔ خدا سے دعا کیجئے کہ پانی برسائے۔ اور اپنے رب سے میری سفارش کیجئے۔ اور چاہیئے کہ آپ کا رب آپ سے میری سفارش کر دے۔ رسول اللہ نے فرمایا کہ تجھ پر خرابی ہو یہ تو نے کیا کہا میں تو اپنے خدا سے بزرگ و برتر ہوں تمہاری سفارش کروں گا۔ مگر وہ کون ہے جس کے پاس خدا کے ذوالجلال سفارش کرے۔ اُس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے۔ اُس کا عظمت و جلال سارے آسمان و زمین کو گھیرے ہوئے ہے۔ اور حضور نے فرمایا کہ تمہارے اس تماقت اور گمراہی کے کلام پر خدا بھی ہنستا ہے۔ انہوں نے کہا کہ یا رسول اللہ کیا خدا بھی ہنستا ہے حضور نے کہا کہ ہاں۔ انہوں نے کہا کہ ایسے خدا کو ہرگز نہ چھوڑو جو ہنستا ہے اس جلیل حضور کو بھی ہنسی آگئی۔ اسکے بعد حضور منبر پر تشریف لے گئے اور دعا کی۔ دعائیں آپ نے اپنا ہاتھ بلند کیا کہ بغل کی سفیدی ظاہر ہوتی تھی۔ بتفائیلے جو اس وقت آپ نے دعا کی اسے یہ الفاظ محفوظ ہیں

اللہم اسق بلادک وبھا ملت۔ وانشر رحمناک۔ واسق بلادک
المیت اللہم اسقنا غیثا مغیثا مریحا مریحا طبقا واسعا جلا
غیر اجل نافعاً غیر ضار۔ اللہم سقنا رحمة لا تسقنا عذاب
ولا هدم ولا غرق ولا محن۔ اللہم اسقنا الغیث وانصرنا علی الاعداء

بتی اس کے دست آدمیوں کا وفد رسول اللہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ انہیں

وقد بنی اس

وابصر بن مجراد وطلح بن خویلد بھی تھے۔ اس وقت رسول اللہ اپنے صحاب

کے ساتھ مسجد میں بیٹھے ہوئے تھے۔ ان کے بولنے والے نے حضور سے کہا کہ یا رسول اللہ ہم نے خود توجہ اور رسالت کی شہادت دی۔ اور یا رسول اللہ ہم خود آپ کے پاس آئے ہیں۔ اپنے ہلو گوٹے پاس اپنا آدمی نہیں بھیجا۔ ابن قیم کہتے ہیں کہ محمد بن حنفیہ نے کہا کہ اللہ پاک نے انہیں کے

حق میں یہ آیت نازل فرمائی۔ یمتوں علیک ان اسلموا قل لا فتو علی اسلامکم بل اللہ من علیکم ان ھداکم للایمان۔ ان کنتم صادقین وہ لوگ آپ پر احسان رکھتے ہیں کہ وہ مسلمان ہو گئے ہیں۔ کہہ دیجئے کہ مجھ پر اپنے اسلام کا احسان نہ رکھو۔ بلکہ یہ تم پر خدا کا احسان ہے

کس نے تم کو ایمان کی ہدایت دی۔

ان لوگوں نے رسول اللہ سے عیافت کھانت اور ضرب الجھٹی کے بارہ میں دریافت کیا حضور نے ان سب سے منع کیا۔ ان لوگوں نے کہا کہ یا رسول اللہ جاہلیت کے ایام میں ہم لوگ یہ سب کیا کرتے تھے۔ ایک بات اور باقی رہ گئی ہے اس کے متعلق کیا ارشاد ہے حضور نے دریافت کیا کہ وہ کیا ہے۔ کما خط یعنی تحریر حضور نے فرمایا کہ یہ تو کسی نبی کی تعلیم ہے اس سے بہتر علم اور کیا ہوگا۔

نوٹ:۔ عیافت عربوں کا قاعدہ تھا کہ طہور کے آواز اور ان کے اڑنے کی سمت اور طریقہ سے فال لیا کرتے تھے۔ یہ ان میں کثرت سے رائج تھا۔ اور ان کے اشعار میں اس کا ذکر بہت آتا ہے۔ اور خاص بنی ہمد کے متعلق بھی معتبر روایتوں میں اس کا ذکر آتا ہے حضور نے اس سے منع کر دیا۔ کمانت غیب کی اور آئندہ پیش آنے والی باتوں کی خبر دریافت کرنے کا شوق عربوں میں بہت تھا۔ بہت سے کاہن تھے جو مسیح اور معنی عبارتوں میں گول گول باتیں اس طرح بتایا کرتے تھے کہ جیسا واقعہ ظاہر ہوتا اس کے مطابق اس عبارت کی تطبیق ہو جاتی تھی اور لوگ ان کو ہر حال میں سنا سمجھتے تھے ان میں بعض بڑے بڑے شہور کاہن تھے جیسے اسحاق اور سلیم وغیرہ حضور نے کاہنوں کے پاس جانے اور سوال کرنے سے منع کر دیا۔ اور کمانت کو غلط اور فریب قرار دیا۔ ضرب الجھٹی مراد شاید بیع الجصاص ہے۔ ایام جاہلیت میں ایک قسم کی بیع یہ تھی کہ کوئی قیمت مقرر کر کے مشتری کنکری مارتا تھا جس چیز میں کنکری لگ جائے اس کی بیع ہو جاتی تھی۔ یا زمین کی بیع میں یہ ہوتا تھا کہ مشتری کنکری پھینکتا تھا جانتا کہ وہ کنکری جاتی تھی وہ مشتری کی زمین ہو جاتی تھی۔ اس بیع سے حضور نے منع کر دیا۔ ابن اثیر نے نہایت یہ میں ان سب مفاہیم کو ذکر کیا ہے واللہ اعلم۔

واقعی کریم بنت المقداد سے روایت کرتے ہیں۔ کہ ان کی ماں ضبابہ بنت المزینہ وفد بھراہ ابن عبد المطلب نے ان سے بیان کیا کہ یمن کے قبیلہ بھراہ کا وفد آیا تو اس میں تیر آدمی تھے۔ وہ لوگ مع اپنی سواریوں کے مقداد بن الاسود کے دروازہ تک آئے۔ اہ وقت ہم سب لوگ اپنے گھروں میں تھے جو بنی جذلیہ میں تھا مقداد نکلا گئے۔ مرحبا کہا۔ اور ان کو وہاں

اُتارا۔ اسکے بعد آئے اور ایک بڑے پیالہ میں حش تھا جو ہم لوگوں نے اپنے لئے پکایا تھا وہ لے گئے
 اُن لوگوں نے اُس کو آسودہ ہو کر کھایا اور پیالہ واپس آیا تو اُس میں کچھ باقی رہ گیا تھا کہتی ہیں کہ جو
 رہ گیا تھا اُس کو ہم نے ایک چھوٹے پیالہ میں جمع کر کے اپنی لونڈی سدرۃ کی معرفت رسول اللہ کی
 خدمت میں بھیجا حضور اس وقت ام سلمہ کے مکان میں تھے پوچھا کہ کیا ضیاع نے بھیجا ہے سدرۃ نے
 کہا کہ ہاں یا رسول اللہ حضور نے فرمایا کہ اچھا رکھو پھر آپ نے مہمانوں کا حال پوچھا۔ اسکے بعد حضور نے
 اور جو لوگ وہاں موجود تھے سب نے آسودہ ہو کر اُس سے کھایا۔ اور سدرۃ نے بھی کھایا۔ اور اُس میں
 کچھ بچ رہا تو حضور نے فرمایا کہ یہ اپنے مہمانوں کے لئے ہے جاؤ۔ سدرۃ کہتی ہیں کہ ہم اُس کو لے گئے اور
 جب تک مہمان مقیم رہے وہی اُن کے پاس آتا جاتا رہا اور کم نہ ہوا مہمانوں نے حضرت مقدادؓ کو کہا کہ
 اے ابو جعد تم نے تو ایسا لذیذ کھانا ہمیں کھلایا کہ یہاں کے سوا کبھی ایسے مرغوب کھانے پر ہم قاصر
 نہ ہوئے۔ ابو جعد نے اُن سے سب حال کہا۔ اور بتایا کہ یہ لذت رسول اللہ کی انگلیوں کی وجہ سے
 سب مسلمان ہو گئے۔ اور سب کو رسول اللہ کی رسالت کا یقین ہو گیا۔ پھر اُن لوگوں نے چند روز قیام
 کیا۔ قرائض سیکھے۔ تب رخصت ہوئے۔ رسول اللہ نے اُن کو خرچ مرحمت فرمایا جیسا وہ خود دیا کرتے تھے
 اور وہ لوگ روانہ ہو گئے۔

وفد عذرہ | صفر ۹۰ھ میں بارہ آدمیوں کا ایک وفد رسول اللہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ ان میں
 حمزہ بن النعمان بھی تھے۔ رسول اللہ نے پوچھا کہ کس قوم کے لوگ ہیں۔ انکے بولنے
 والے نے کہا کہ ہم لوگ بنو عذرہ ہیں جو ماں کی طرف سے قحقی کے بھائی تھے۔ ہم ہی لوگ ہیں جنہوں نے
 قحقی کا ساتھ دیا۔ اور بطن مکہ سے خزاعہ اور بنی بکر کو نکال دیا۔ ہماری قرابتیں ہیں۔ اور ہمارے
 ارحام ہیں۔ رسول اللہ نے فرمایا کہ ہم نے پہچانا نہیں مرجا ہلا و سہلاً۔

سب کے سب مسلمان ہو گئے۔ رسول اللہ نے اُن لوگوں کو شام کے فسخ کی بشارت دی۔ اور

۱۰۰ | جس۔ ابن اثیر کہتے ہیں کہ عیس ایک کھانا ہوتا تھا جو کچھ چرتی۔ اور سٹو ملا کر پکاتے تھے اور کبھی سٹو کی
 بجائے اقطر یعنی جھا ہوا دودھ دیتے تھے واللہ اعلم ۱۲۰

خبر دیا کہ ہر قل اس ملک سے بھاگ جائے گا حضور نے اُن کو کاہن کے سوال سے منع کیا۔ اور وہ مختلف ذبايح اور قربانیاں کرتے تھے اُس سے منع کیا۔ اور حکم دیا کہ اُضحیہ کے سوا اور کسی طرح کا ذبیحہ نہ کرو۔ وہ لوگ چند روز ملتہ کے مکان میں ٹھہرے پھر چلے گئے جاتے وقت اُن کو حضور نے خرچ اور زاد راہ دیا جیسے وفد کو دیا کرتے تھے۔

جنابے الاناشاہ عبدالحق صاحب لکھتے ہیں کہ عذرہ شام کا مشہور مقام ہے۔ ہو سکتا ہے کہ بنی عذرہ وہیں رہتے ہوں۔ اور ایسویہ سے مقام کا نام بھی ہو گیا ہو۔

وفد بنی ربيع الاول ۱۰ھ میں قبیلہ بنی کا وفد آیا۔ روفع بن ثابت ابلوی چونکہ اُن کی قوم سے تھے۔ ایسے اُنہوں نے اُن لوگوں کو اپنے پاس ٹھہرایا۔ اور پھر اپنے شامل رسول اللہؐ کی خدمت میں لے گئے۔ اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ میری قوم کے لوگ ہیں حضور نے فرمایا کہ مجاہد تم کو اور تمہاری قوم کو اسکے بعد وہ سب سلمان ہو گئے حضور نے اُن سے فرمایا الحمد للہ الذی هدانا لهذا السلام فکل من مات علی غیر الاسلام فہو فی النار یعنی خدا ہی کے لیے ساری تعریف ہے جس نے تم کو اسلام کی ہدایت کی جو شخص اسلام کے سوا اور کسی دین پر مرا وہ جہنمی ہے۔

اُن میں ایک شخص ابوالضبیہ شیخ وفد تھے عرض کیا کہ یا رسول اللہ مجھ کو ضیافت کھلانے کی بڑی رغبت ہے۔ تو کیا اس میں میرے لیے کوئی اجر ہے حضور نے فرمایا کہ ہاں ہر اچھا کام جو تم کو کمزور غنی کے لیے ہو یا فقیر کے لیے وہ صدقہ ہے۔ تب اُنہوں نے پوچھا کہ یا رسول اللہ ضیافت کی مدت کیا ہے حضور نے فرمایا کہ تین دن۔ اسکے بعد جو ہو وہ صدقہ ہے۔ اور یہاں کے لیے یہ حلال نہیں ہے کہ وہ اس کے بعد تمہارے یہاں ٹھہرا رہے۔ اور تم کو خرچ پہنچائے۔ پھر اُس کے بعد اُنہوں نے حضور سے دریافت کیا کہ یا رسول اللہ میدان اور جنگلوں میں گم شدہ غنم یعنی بکری بھیری وغیرہ ملتی ہے اس کے متعلق آپ کا کیا حکم ہے حضور نے فرمایا کہ وہ تمہاری ہوگی یا تمہارے بھائی کی یا بھیڑیے کی۔ پوچھا کہ اور گم شدہ اونٹ حضور نے فرمایا کہ اُس کو تم نہیں لے سکتے۔ اُس کو چھوڑ دو تاکہ اس کا مالک تلاش کرے۔

رُویں گئے ہیں کہ اس کے بعد وہ لوٹ کر میرے مکان پر آئے۔ تو رسول اللہ ﷺ کے لئے کھجور لیکر آئے۔ اور دے گئے۔ وہ لوگ تین روز اس کے بعد رہے پھر رسول اللہ ﷺ سے رخصت ہوئے تو حضور نے اُن کو زادِ راہ وغیرہ دیا تب اپنے بلا کی طرف لوٹ گئے۔

ضیافہ کا حکم | ابو الفضیلہ کے سوال اور رسول اللہ ﷺ کے جواب سے معلوم ہوا کہ یہاں کو تین دن سے زیادہ میزبان کے یہاں ٹھہرنا حلال نہیں ہے مگر میزبان کو اس سے حرج واقع ہونے کا اندیشہ ہو حضرت ابی ثریح خزاعی کی روایت میں بھی یہ تصریح ہے جسکی صحت پر اتفاق ہے۔

غنم ضالہ کا حکم | حضور نے فرمایا کہ غنم ضالہ تمہاری ہوگی یا تمہارے کسی بھائی کی یا بھیڑیے کی اور چونکہ ضیاع اموال ناجائز ہے۔ اسلئے اس کئے کا مطلب یہ ہوا کہ تم یا کوئی مسلمان اُس کو اپنے قبضہ میں لے لے ورنہ بھیڑ یا اس کو کھا جائے گا۔ مگر اس روایت میں یہ تصریح نہیں ہو کہ قبضہ میں لینے کے بعد اُس شخص کو اس غنم میں تصرف کا اختیار بھی ہوگا یا نہیں حضرت عبداللہ بن عمر کی روایت میں کچھ الفاظ زیادہ ہیں: پوچھا کہ یا رسول اللہ ﷺ غنم ضالہ کے بارہ میں آپ کیا حکم دیتے ہیں۔ حضور نے فرمایا کہ وہ تمہاری ہوگی یا تمہارے کسی بھائی کی۔ یا بھیڑیے کی۔ اپنے بھائی کی گم شدہ چیز کو اُس کے لئے محفوظ رکھو۔ اس روایت کے آخر جملہ سے یہ بات صراحتہ ثابت ہوتی ہے کہ وہ غنم اپنے مالک کے ملک میں رہے گی۔ اور اُسی کے لئے محفوظ رہے گی۔ لیکن یہ محل تامل ہے۔ اس لئے کہ اگر اُس کا مالک فوراً بطائے تب کو کوئی دقت نہیں ہے۔ لیکن اگر جلد نہ ملا تو غنم کی حفاظت اور کھلانے میں جو خرچ ہوگا وہ کون دے گا۔ اور کیوں دے گا۔

اسی وجہ سے اس بارہ میں علماء کا اختلاف ہو گیا ہے بعض کہتے ہیں کہ وہ ایک سال اپنے پاس رکھائے اور اصل غنم کو محفوظ رکھے جب مالک بطائے تو اس سے خرچ وصول کرے بعض کہتے ہیں کہ بیچ دے اور قیمت مالک کے لئے محفوظ رکھے بعض کہتے ہیں کہ وہ اپنے تصرف میں لائے خرچ کر کے کھائے یا بیچے۔ مگر مالک کے ملنے پر قیمت ادا کرنی ہوگی بعض کہتے ہیں کہ اُس کو اختیار ہے جو صورت مناسب ہو اور جس میں پلنے والے اور مالک دونوں کی رعایت ملحوظ ہو وہ کر سکتا ہے واللہ اعلم

وفد ذی مرہ حضور کی خدمت میں ذی مرہ کا وفد آیا۔ اس میں تیرہ آدمی تھے۔ اور ان کے سردار حارث بن عوف تھے۔ ان لوگوں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! ہم آپ کی

قوم اور عشیرہ سے ہیں۔ ہم لوی بن غالب کی اولاد ہیں حضور نے یہ سن کر تبسم فرمایا۔ اور حارث سے پوچھا کہ تم نے اپنے اہل کو کہاں پھوڑا۔ کہا کہ مقام سلاج میں حضور نے دریافت کیا کہ تمہارے بلاد کی کیا حالت ہے۔ کہا یا رسول اللہ! خشک سالی سے تباہ ہے۔ جانوروں کے سر میں مغز باقی نہیں رہا۔ ہم لوگوں کے لئے خدا سے دعا کیجئے حضور نے فرمایا اللھم اسقھما الغیث۔ وہ لوگ چند روز مقیم ہو جانے کا ارادہ کیا تو حضور سے رخصت ہونے کے لئے آئے۔ حضور نے حضرت بلالؓ کو حکم دیا کہ انہیں ہر شخص کو دین اُقیہ چاندی دی اور حارث بن عوف کو بارہ اوقیہ۔ یہ لوگ لوٹ کر اپنے وطن گئے تو دیکھا کہ وہاں پانی برسا ہے اور علاقہ سرسبز ہے۔ دریافت کیا کہ پانی کب برسا تو معلوم ہوا کہ اسی روز پانی برسا تھا جس روز رسول اللہ نے ان کے لئے دعا کی تھی۔

وفد خولان شعبان سنہ ۱۱ میں خولان کا وفد حضور کی خدمت میں آیا۔ اس میں دس آدمی تھے انہوں نے آکر عرض کیا کہ یا رسول اللہ! ہم خدائے بزرگ پر مبرا ایمان لائے ہیں۔

اور اس کے رسول کی تصدیق کی ہے۔ ہم نے اونٹوں پر سفر کیا۔ سخت و نرم زمین پر چلے اور سفر کی تمام تکلیفیں برداشت کیں صرف اس لئے کہ آپ کی زیارت کریں۔ یہ خدا اور خدا کے رسول کا ہم پر احسان ہے کہ ہم کو یہ توفیق ہوئی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سفر کی تکلیفوں کا جو تم نے ذکر کیا۔ سو اللہ پاک نے تمہارے اونٹوں کے ہر قدم کے بدلہ تمہارے لئے ایک نیکی لکھی ہے اور جو تم نے میری زیارت کا ذکر کیا۔ سو جس نے مریں میں میری زیارت کی وہ قیامت کے روز میرے جوار میں ہوگا۔ اس کے بعد حضور نے ان سے عم انس کے بارہ میں پوچھا۔ عم انس خولان کا بت تھا جس کی وہ لوگ عبادت کرتے تھے۔ انہوں نے کہا کہ یا رسول اللہ! اس کو تو خدا نے بدل دیا اب تو ہم آپ کے لئے ہوئے احکام کے تابع ہیں بعض بوڑھے مرد اور بعض بوڑھی عورتیں اس کے تابع رہ گئی ہیں ہم واپس جائیں گے تو اس کو بالکل منہم کر دیں گے۔

انہوں نے پھر بیان کیا کہ یا رسول اللہ ہم لوگ تو عم انس کی وجہ سے بڑے فتنہ میں مبتلا ہو گئے تھے بڑی سخت خشک سالی تھی تو ہم لوگوں نے قدرت کے موافق مال جمع کیا اور ایک تو بیل خریدا اور سب کو ایک روز عم انس کے لئے قربانی کر کے چھوڑ دیا۔ اس کو درندے کھاتے رہے حالانکہ ہلوگ درندوں سے زیادہ جاہل و جاہل تھے۔ اتفاق یہ کہ دوسرے روز پانی برس گیا کہنے دے کہنے لگے کہ عم انس نے ہم پر انعام کیا۔

اور ان لوگوں نے ذکر کیا کہ ہماری قوم اپنے جانور اور کھیت میں ایک حصہ عم انس کا مقرر کرتی تھی اور ایک حصہ اللہ پاک کا۔ زراعت کرتی تو ایک طرف عم انس کا حصہ چھوڑ دیتی تھی اور ایک طرف اللہ پاک کا کبھی ہوا پلنتی تو اللہ پاک کا حصہ بھی عم انس کے لئے کر دیتی مگر عم انس کا حصہ اللہ پاک کیلئے کبھی نہیں کرتی تھی حضور نے فرمایا کہ اس کے متعلق میرے پاس خدا نے وحی بھیجی ہے۔ وجعلوا للہ مما ذراع من الحث والانعام نصیباً الا یہ

انہوں نے یہ بھی بیان کیا کہ یا رسول اللہ ہم اپنے بھگڑوں میں عم انس کو حکم بتاتے تھے تو وہ بولتا تھا۔ اور فیصلہ کرتا تھا حضور نے فرمایا کہ وہ تم سے شیطان بولتا تھا۔

اس کے بعد انہوں نے فرائض یکے۔ اور حضور نے ان کو چند باتوں کی تاکید کی فرمائی کہ تم کرو تو اس کو پورا کرو۔ ہمیشہ امانت ادا کرو۔ جو آ رکھو پورا پورا خیال رکھو۔ اور کسی پر کبھی ظلم نہ کرو اور ان ظلم ظلمات یوم القیمة پھر جب وہ رخصت ہوئے تو حضور نے ان کو زارہ دیا وہ لوگ اپنی قوم میں گئے تو کمر کھولنے سے پہلے عم انس کو منہم کیا۔

حجۃ الوداع کے سال حضور کی خدمت میں محارب کا وفد آیا۔ عربوں میں یہ لوگ بڑے

وفد محارب شریک اور بیاخلاق تھے۔ ابتداء اسلام میں جب حضور قبائل میں گھوم کر اسلام پیش کر رہے تھے تو ان لوگوں نے حضور کے ساتھ بڑی سختی کی تھی۔ اس وفد میں دس آدمی تھے اور اپنی قوم کی طرف سے نائب ہو کر آئے تھے۔ ایک روز ظہر سے عصر تک یہ لوگ رسول اللہ کی مجلس میں حاضر رہے تو ان میں سے ایک شخص کو رسول اللہ نے پہچانا۔ اور اس کو دیر تک غور سے دیکھتے رہے۔

جب محاربی نے اس طرح رسول اللہ کو اپنی طرف دیکھتے دیکھا تو پوچھا کہ یا رسول اللہ شاید آپ میرے متعلق کچھ خیال فرما رہے ہیں حضور نے فرمایا کہ شاید میں نے تم کو کہیں دیکھا ہے محاربی نے کہا کہ ہاں خدا کی قسم آپ نے مجھے دیکھا ہے اور گفتگو کی ہے۔ اور میں نے آپ سے گفتگو کی ہے بڑی قبیح گفتگو۔ اور میں نے آپ کو رد کیا ہے برادر عکاظین۔ یہ اُس وقت جب آپ قبائل میں گھوم کر اسلام پیش کر رہے تھے۔ اور اُسی نے کہا کہ یا رسول اللہ اُس وقت ہمارے ساتھیوں میں کوئی شخص ہم سے زیادہ آپ کا اور اسلام دشمن نہ تھا لیکن خدا کا شکر ہے کہ اُس نے مجھے باقی رکھا کہ میں نے آپ کی تصدیق کی۔ دوسرے لوگ جو اُس وقت میرے ساتھ تھے وہ سب اپنے دین پر مر گئے حضور نے فرمایا کہ قلوب خدائے عزوجل کے ہاتھ میں ہیں۔ محاربی نے کہا کہ یا رسول اللہ خدائے دعا کیجئے کہ میری مغفرت کرے اور جو بڑاؤ میں نے آپ کے ساتھ کیا ہے اُس کو معاف کر دے۔ حضور نے فرمایا کہ اسلام پہلے کفر کی باتوں کو مٹا دیتا ہے۔ اسکے بعد وہ لوگ اپنے اہل کی طرف لوٹ گئے۔

وقد صار شیعہ میں صدار کا وفد آیا۔ قصہ یوں ہے کہ جب جمعہ روز حضور واپس آئے تو مختلف اطراف میں آپ نے بعثت روانہ کئے۔ اُس وقت چار سو مسلمانوں کی ایک جماعت آپ نے قیس بن سعد بن عبادہ کے ماتحت قناتہ کی طرف روانہ کی اُن کے لئے ایک سفیر علم دیا۔ اور کئی سیاہ جھنڈیاں بھی دیں۔ اور اُن کو یہ بھی حکم دیا کہ من کے علاقہ میں اُس طرف بھی جائیں جہاں صدار کے ایک شخص کو حبش کا اور اس حکم کا علم ہوا۔ تو وہ حضور کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہا کہ یا رسول اللہ میں اپنی قوم کی طرف سے آیا ہوں۔ آپ اپنے حبش کو واپس بلا لیجئے میں اپنی قوم کو لیکر خود خدمت میں حاضر ہوتا ہوں۔ رسول اللہ نے قیس بن سعد کو قناتہ سے واپس بلا لیا۔ اس کے بعد صدار لائے گئے اور اپنی قوم کے پندرہ آدمیوں کو لیکر پھر حاضر ہوئے یہ سب سعد بن عبادہ کے یہاں ٹھہرے اور رسول اللہ کی خدمت میں حاضر ہو کر سب نے اسلام کی بیعت کی۔ اور اپنی قوم میں اشاعت اسلام کا ذمہ لیا۔ جب یہ لوگ واپس ہوئے تو اُن میں اسلام خوب پھیل گیا۔ اور حجۃ الوداع میں اُن کے ایک تلو آدمی آکر رسول اللہ کیساتھ شریک ہوئے یہ تمام تفصیل واقفی نے بنی المصطلق کے ایک شخص سے روایت کی ہے۔

اور زیاد بن الحارث الصدائی جنہوں نے حضور سے حبش کے واپسی کی استدعا کی تھی وہ کہتے ہیں کہ جب میں اپنی قوم کے لوگوں کو لیکر آیا تو رسول اللہ نے کہا کہ اے انھیں صدارت ہماری قوم ہماری خوب اطاعت کرتی ہے میں نے کہا کہ ہاں یا رسول اللہ یہ خدا اور خدا کے رسول کا احسان ہے۔ یہ زیاد و رسول اللہ کے ساتھ بعض سفر میں بھی رہے ہیں۔ کہتے ہیں کہ ایک دفعہ رسول اللہ کے ساتھ میں نے شب کے وقت سفر کیا میں قوی آدمی تھا اس لیے اور لوگ تو متفرق ہو جاتے تھے مگر میں برابر ساتھ رہتا تھا چلتے چلتے صبح کا وقت ہو گیا تو حضور نے فرمایا کہ اذان دو میں نے اونٹ ہی پر اذان دی اور پھر چلتے رہے۔ ایک جگہ حضور اترے اور حاجت فردری کے لئے گئے جب واپس آئے تو پوچھا کہ تمہارے پاس پانی ہے میں نے کہا کہ ان تھوڑا سا ہے۔ کہا کہ لاؤ۔ تو میرے پاس جو کچھ پانی تھا وہ میں نے آپ کے طرف میں دیدیا اتنے میں اور اصحاب بھی آگئے۔ آپ نے اپنی ہتھیلی اُس پر رکھی تو میں نے دیکھا کہ آپ کی انگلیوں کے پنج سے چشمہ کی طرح پانی نکل رہا تھا پھر آپ نے وضو کیا۔ اور فرمایا کہ ہمارے دو کس کو وضو کرنا ہو وہ اگر وضو کر لے۔ حتیٰ کہ تمام صحابہ نے آکر وضو کیا اسکے بعد بلال آئے اور چاہا کہ اقامت کہیں حضور نے فرمایا کہ انھیں صدارت اذان کی ہے۔ اور جو اذان کے وہی اقامت بھی کہے۔ تب میں نے اقامت کی اور رسول اللہ نے نماز پڑھائی۔

یہ زیاد بن الحارث الصدائی کہتے ہیں کہ میں رسول اللہ سے استدعا کرتا تھا کہ مجھ کو میری قوم کا امیر بنا دیجئے۔ اور تحریر لکھ دیجئے تاکہ صدقہ وصول کر سکوں حضور نے مجھ کو امیر بھی بنا دیا اور تحریر بھی لکھ کر دیدی لیکن اُس وقت جب آپ نماز سے فارغ ہوئے تو ایک شخص نے کھڑے ہو کر اپنے عامل کی شکایت کی۔ اُس پر حضور نے فرمایا کہ مسلمان کے لئے امارت میں خیر نہیں ہے۔ پھر ایک اور شخص نے کھڑے ہو کر کہا کہ یا رسول اللہ مجھ کو صدقہ میں سے کچھ عنایت فرمائی۔ حضور نے فرمایا کہ صدقہ کی تقسیم کو خدا نے نہ اپنے فرشتہ مقرب پر چھوڑا ہے نہ نبی مرسل پر۔ اس کے آٹھ حصے مقرر کر دیئے ہیں اگر تم ان میں سے ہو تو ہم نہیں دیں۔ اور اگر تم غنی ہو تو یہ سزا کا درجہ ہے اور پیٹ کی بیماری ہے۔ میں نے جب یہ دونوں باتیں سنیں تو کہا کہ یا رسول اللہ یہ آپ کی تحریر حاضر ہے واپس

لے لیجئے حضورؐ نے فرمایا کہ کیوں میں نے کہا کہ آپؐ نے فرمایا کہ مسلم کے لئے امارت میں خیر نہیں ہے اور میں مسلم ہوں۔ اور آپؐ نے فرمایا کہ غنی کے لئے صدقہ صداع راس اور دار بطن ہے اور میں غنی ہوں۔ حضورؐ نے فرمایا کہ ہاں بات وہی ہے جو میں نے کہی ہے۔ اور تحریر واپس لے لی۔ پھر کہا کہ اچھا اپنی قوم کے کسی اور شخص کو بتاؤ جس کو عامل بناؤں۔ چنانچہ میں نے ایک شخص کا نام بتا دیا اور حضورؐ نے اسی کو عامل مقرر کر دیا۔

اس کے بعد میں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہؐ ملوگوں کا ایک کواں ہے وہ جاڑے کیلئے کافی ہے مگر گرمی میں خشک ہو جاتا ہے اس لئے سب لوگ منتشر ہو جاتے ہیں۔ اسلام ابھی ہم لوگوں میں بہت قلیل ہے اور منتشر ہونے میں خطر ہے اسلئے ہم لوگوں کے کٹواں کے لئے خدا سے دعا کیجئے آپؐ نے سات کنکریاں طلب کیں۔ اُن کنکریوں کو اپنے ہاتھ میں لیکر تلا۔ اور پھر دیدیا۔ اور فرمایا کہ خدا کا نام لیکر ایک ایک کنکری اُس کٹواں میں ڈال دیجو۔ زیادہ صدائی کہتے ہیں کہ میں نے اسی طرح کیا اور اُس کے بعد سے آج تک اُس کے پانی کی گہرائی کا ہم کو اندازہ ملا اور اللہ اعلم

بعض مسائل | آج فقہ سے بعض مسائل پر روشنی پڑتی ہے اور بعض فوائد معلوم ہوتے ہیں اُن کو اختصار کے ساتھ بیان کرتا ہوں۔ اٹش سے معلوم ہوا کہ سواری پر اذان جائز ہے جیسا کہ صدائی زیدی۔ اٹش سے معلوم ہوا کہ فوج جب کوچ کی حالت میں ہو تو یہ جائز ہے کہ ایک مقام پر اذان کہی جائے اور اس کے بعد سفر جاری رکھا جائے۔ اور نماز آگے بڑھ کر کسی مقام میں پہنچی جائے۔ اٹش سے معلوم ہوا کہ سنت یہ ہے کہ جو شخص اذان دے وہی اقامت کہے کیونکہ حضورؐ نے حضرت بلالؓ کو روک دیا۔ اور صدائی نے اذان کہی تھی انہیں کو اقامت کہنے کے لئے کہا اور یہ بھی فرمادیا کہ جو اذان کہے وہی اقامت کہے۔ مگر اسکے خلاف بھی جائز ہے مستند امام احمد میں ایک روایت ہے کہ ایک دفعہ حضرت بلالؓ نے اذان کہی۔ اور اقامت حضرت عبداللہ بن زیدؓ نے کہی چونکہ حضرت عبداللہ بن زیدؓ خواہش ظاہر کی حضورؐ نے اُن کو اقامت کہنے کی اجازت دیدی۔ اٹش سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جو شخص امارت کا سوال کرے اُس کو امیر بنانا جائز ہے۔ زید بن الحارثؓ صدائی نے اپنی امارت چاہی اور

حضور نے اُن کو امیر بنادیا۔ اور اس حدیث کے خلاف نہیں ہے جس میں حضور نے فرمایا ہے کہ میں
ایسے شخص کو اپنا عامل نہیں بناتا جو خود امارت کا خواہشمند ہو۔ اسلئے کہ جو شخص اپنے مخالفین کے لئے
امارت چاہے وہ نہیں بنایا جاسکتا لیکن جو شخص مصالح عامہ اور خدمت خلق کے لئے محض نیک نیتی سے
اس کی خواہش ظاہر کرے وہ یقیناً اس کا مستحق ہے۔ اور امام اس فرق کو دریافت کر سکتا ہے کہ اس کی
نیت کیسی ہے۔ اس قصہ سے یہ بھی معلوم ہوا کہ ظالم عمال کی شکایت امام تک پہنچانا جائز ہے کیونکہ
نماز سے فارغ ہونے کے بعد ایک شخص نے کھڑے ہو کر اپنے عامل کی شکایت کی حضور نے نہ اُس کو
منع کیا نہ ناخوشی ظاہر کی۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ امارت اور ولایت کا ترک کرنا ایک مومن کیلئے
اس کے قبول کرنے سے بہتر ہے جیسا کہ زیاد صدیقی نے کیا۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ صدقہ
دینے کے قبل یہ جان لینا چاہیئے کہ طالب صرف صدقہ ہے یا نہیں حضور نے طالب صدقہ سے
اسی لئے دریافت کیا۔ اس قصہ میں ایک معجزہ کا ذکر ہے کہ حضور کے انگلیوں سے چشمہ کی طرح پانی
نکلا۔ اور تھوڑا سا پانی اتنا زیادہ ہو گیا کہ عیش کے تمام لوگوں نے اُس سے وضو کیا۔ یہ معجزہ حضور سے
بہت دفعہ ظاہر ہوا ہے مختلف مقامات میں اور بہت سے صحابہ نے دیکھا ہے۔ مگر ہر دفعہ یہ ہوا کہ
پہلے سے تھوڑا پانی تھا۔ یا حضور نے تھوڑا پانی کسی سے لے لیا اور اُس میں ہاتھ دیا تو وہ اس کی برکت سے
بہت زیادہ ہو گیا ایسا کبھی نہیں ہوا کہ خشک برتن سے پانی ظاہر ہوا ہو۔ مولانا شاہ عبدالحق صاحب
محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اس موقع پر اس کی وجہ بیان کرنے میں ایک عجیب نکتہ لکھتے ہیں
فرماتے ہیں کہ مطلق پانی نہ ہونے کی صورت میں پانی کا پیدا کرنا تخلیق کی صفت ہے۔ اور وہ
صفت خدا کے لئے مخصوص ہے۔ اور پانی میں زیادتی برکت ہے جو حضور سے ظاہر ہوئی واللہ اعلم
غسان عیون کا ایک بڑا اور زبردست قبیلہ تھا۔ یہ سب نصرانی تھے۔ اور قیصر
وقد غسان کی طرف سے عرب کے ایک علاقہ پر حکومت کرتے تھے۔ سنہ ۱۱۷۱ھ کے رمضان میں
غسان کے تین آدمی حضور کی خدمت میں آکر مسلمان ہوئے۔ اور کہا کہ معلوم نہیں ہماری قوم قبول
کرے گی یا نہیں۔ وہ تو اس بات کے خواہشمند ہیں کہ اُن کا ملک باقی رہے۔ اور قیصر کا قرب

حاصل رہے بہر کیف حضور جس طرح وفود کو اخراجات دیا کرتے تھے اُن کو بھی دیکر رخصت کیا۔ یہ لوگ واپس گئے مگر اُن کی قوم نے اُن کی باتیں نہ سُنیں اور مسلمان نہ ہوئے۔ یہ لوگ مسلمان رہے مگر پوشیدہ اُن میں سے دشمنوں کا انتقال ہو گیا اور دونوں مسلمان مرے تیسرے حضرت عمر بن الخطابؓ کے ایام میں جب یرموک کی جنگ تھی اس وقت یرموک آئے حضرت ابو عبیدہؓ سے ملے اپنے مسلمان ہونے کی خبر دی حضرت ابو عبیدہؓ اُن کی بہت عزت کرتے تھے۔

حضور کی خدمت میں سلامان کا وفد آیا۔ اس میں سات آدمی تھے سب مسلمان ہوئے وفد سلامان اور انہیں میں حبیب ابن عمرؓ بھی تھے۔ وہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہؐ سے پوچھا کہ سب سے بہتر عمل کیا ہے۔ فرمایا کہ نماز ٹھیک وقت پر ادا کرنا۔ اور اس کے بعد طویل حدیث بیان کی ہے۔ ان لوگوں نے اُس روز ظہر اور عصر کی نماز رسول اللہؐ کے ساتھ پڑھی حبیبؓ کہتے ہیں کہ ظہر کے قیام عصر کی نماز ملکی تھی۔ ان لوگوں نے رسول اللہؐ سے اپنے بلاد کے خشک سالی کی شکایت کی حضورؐ نے اُن کے بلاد کے لئے پانی کے واسطے دعا کی۔ یہ کہتے ہیں کہ ہم نے تین روز قیام کیا برابر رسول اللہؐ طرف سے ضیافت جاری رہی۔ جب رخصت ہوئے تو حضورؐ نے حضرت بلالؓ کو حکم دیا انہوں نے ہم میں سے ہر شخص کو پانچ اوقیہ دیا اور غذر کیا کہ آج ہمارے پاس مال نہیں ہے ہم لوگوں نے کہا کہ اس سے زیادہ اور اس سے بہتر مال ماور کیا ہوگا۔ اسکے بعد ہم لوگ اپنے بلاد میں آئے تو یہاں پانی برساتھا۔ اور معلوم ہوا کہ اُسی روز برساتھا جس روز رسول اللہؐ نے دعا کی تھی۔ واقعی کہتے ہیں کہ یہ وفد سلسلہ کے شمال میں آیا تھا۔

وفد بنی عبسؓ بنی عبس کا وفد حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور کہا کہ یا رسول اللہؐ ہمارے فرار نے ہمیں خبر دی ہے کہ جو ہجرت نہ کرے اُس کا اسلام مقبول نہیں ہے۔ اور ہم لوگوں کے پاس اموال اور پوشی ہیں۔ اور وہی ہماری حیثیت ہے۔ تو اگر یہ خیر صحیح ہے کہ اسلام بغیر ہجرت کے مقبول نہیں ہے تو اُن سب کے رکھنے میں ہمارے لئے خیر نہیں ہے۔ اُن سب کو بچکر ہم سب کے سب ہجرت کر لیں۔ حضورؐ نے فرمایا کہ جہاں رہو خدا سے ڈرتے رہو۔ پھر اُن ہی رسول اللہؐ نے

دریافت کیا کہ خالد بن سنان کا کوئی شخص ہے یا نہیں۔ اُن لوگوں نے کہا کہ کوئی نہیں صرف ایک لڑکی تھی مگر اسی پر ان کا سلسلہ ختم ہو گیا۔ کوئی اولاد نہ ہوئی۔ حضور نے اپنے اصحاب سے فرمایا کہ وہ نبی تھے اُن کی قوم نے اُن کو ضائع کر دیا۔

وفد غامد | واقعہ کہتے ہیں سلسلہ میں غامد کا وفد آیا۔ وہ دنش آدمی تھے اور بقیع غرقہ میں ٹھہرے تھے۔ پھر وہاں سے سب رسول اللہ کی خدمت میں گئے اور سواری و اسباب کے پاس اپنے ایک کم عمر آدمی کو چھوڑ دیا۔ وہ سو گیا۔ اتنے میں ایک چور آیا اور ایک شخص کا بیگ چُرا کر لے گیا جس میں اس کا کپڑہ تھا۔

یہ سب رسول اللہ کی خدمت میں پہنچے۔ سلام کیا۔ اور اسلام قبول کیا۔ پھر حضور نے اُن کو ایک تحریر دی جس میں احکام شریعت کی تعلیم تھی۔ اس کے بعد حضور نے پوچھا کہ تم نے اپنے اسباب کے پاس کس کو چھوڑا ہے۔ ان لوگوں نے کہا کہ یا رسول اللہ ہم میں ایک کم عمر شخص ہے اُس کو وہاں چھوڑ دیا ہے۔ حضور نے فرمایا کہ وہ سو گیا تھا۔ اتنے میں ایک شخص آیا اور ایک آدمی کا بیگ اٹھا کر لے گیا۔ اُن میں سے ایک شخص نے کہا کہ یا رسول اللہ بیگ تو میرے سوا ان لوگوں میں سے اور کسی کے پاس نہیں ہے۔ حضور نے تھوڑی دیر کے بعد فرمایا کہ بیگ چور نے گیا تھا مگر پھر مل گیا۔ اور اپنی جگہ آگیا۔ یہ لوگ جلد اپنے مال کے پاس آئے۔ لڑکے کو دیکھا۔ حال پوچھا۔ اس نے کہا کہ ہم بند ہو چکے تو دیکھا کہ بیگ نہیں ہے۔ تلاش میں نکلے۔ ایک آدمی کو کچھ دور پر دیکھا کہ بیٹھا ہوا ہے۔ اس طرف چلے تو وہ ہم کو دیکھ کر بھاگ گیا۔ ہم اُس مقام پر پہنچے جہاں وہ بیٹھا ہوا تھا۔ دیکھا تو زمین کھدی ہوئی ہو اُس کو دیکھا تو اس میں وہی بیگ تھا۔ ہم کا لڑکے آئے۔ سب نے کہا کہ بلاشبہ یہ رسول برحق ہیں۔ وہ لڑکا جو باقی رہ گیا تھا وہ بھی آکر مسلمان ہو گیا۔ حضور نے حضرت ابی بن کعبؓ کو حکم دیا۔ اُنہوں نے

۱۲ منہ

۱۲ منہ اصل روایت میں عیبہ ہے اور قاموس میں ہے العیبة ذیل من ادم ونحوہ وما جعل فیہ الشیاب یعنی عیبہ چمڑہ یا اور کسی چیز کے ٹھیلہ کو کہتے ہیں جس میں کپڑہ رکھا جاتا ہے ۱۲ منہ

اُن سب کو قرآن پڑھنا سکھایا۔ اُس کے بعد حضور جس طرح و فود کو دیا کرتے تھے ان کو بھی خرچ دیا اور یہ سب اپنے بلاد کو واپس گئے۔

ابو نعیم اور ابو موسیٰ المدنی علقمہ بن یزید بن سیدہ لازدی سے روایت کرتے ہیں کہ وہ اپنے وفادار دباپ یزید سے۔ اور وہ اُن کے دادا سید بن الحارث سے روایت کرتے ہیں کہ ہم سنا

آدی اپنی قوم کی طرف سے ایک وفد کی صورت میں رسول اللہ کے پاس گئے۔ جب گفتگو ہوئی تو حضور باری طرزا در روش سے بہت خوش ہوئے۔ اور پوچھا کہ تم لوگ کون ہو۔ ہم نے کہا کہ ہم سب مومن ہیں۔

حضور نے تبسم فرمایا۔ اور کہا کہ ہر قول کی کچھ حقیقت ہوتی ہے آخر تمہارے ایمان اور اس دعوے کی کیا حقیقت ہے۔ ہم نے کہا کہ ہم میں پنڈرہ خصلتیں ہیں۔ پانچ وہ جن پر آپ کے رسول نے ایمان

لانے کا حکم دیا ہے۔ اور پانچ وہ جن پر عمل کرنے کا حکم دیا ہے۔ اور پانچ خصلتیں وہ ہیں جو ایمان حاصل تک ہم میں ہیں لیکن آپ اگر اُن میں سے کسی کو بُرا سمجھیں تو چھوڑ دوں۔ حضور نے پوچھا کہ وہ کیا

کیا ہیں۔ ہم نے کہا کہ جن پانچ پر ایمان لانے کا آپ کے رسول نے حکم دیا وہ یہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ پر اس کے فرشتوں پر اس کی کتابوں پر۔ اور اس کے رسولوں پر ایمان لاؤں۔ اور اس بات پر ایمان

لاؤں کہ مرنے کے بعد ہر انسان اٹھایا جائے گا۔ اور اس کے اعمال کا حساب ہوگا۔ اور جن پانچ پر عمل کا حکم دیا وہ یہ ہیں کہ ہم لا الہ الا اللہ کا اقرار کریں۔ نمازیں ادا کریں۔ زکوٰۃ دیں۔ روزہ رکھیں

اور قدرت ہو تو بیت اللہ کا حج کریں۔ حضور نے پوچھا کہ جو خصلتیں جہالت کے ایام سے تم میں ہیں وہ کیا ہیں۔ ہم نے کہا۔ الشکر عند الرخاء۔ والتضرع عند البلاء۔ والرضا بمر القضا۔ والتصدق فی موطن

اللقار۔ وترك الشماہ بالاعداء یعنی جب اللہ فراغت دے تو شکر ادا کرنا۔ بلا کے وقت صبر کرنا۔ قضا الہی پر راضی ہونا۔ مقابلہ کے وقت ثابت قدم رہنا۔ اعداء کو گالی نہ دینا۔ حضور نے فرمایا کہ جن لوگوں کی

تعلیم ہے وہ حکما رہتے۔ علما رہتے اُن کی سمجھ انبیاء کی سی تھی۔ اور حضور نے فرمایا کہ میں پانچ خصلتیں اور بتانا ہوں تاکہ میں پوری ہو جائیں۔ لا تجمعوا مالا تاکلون۔ ولا تبنيوا مالا تسکنون۔ ولا تنافسوا فی شئ

انتم عنہ غدا تنزلون۔ ولا تقوا اللہ الذی الیہ ترجعون۔ وارغبوا فی ما علیہ تقدرون وفیہ تخلدون یعنی

وہ چیز جمع نہ کرو جو تم کھاؤ گے نہیں۔ وہ عمارت نہ بناؤ جس میں تم رہو گے نہیں۔ ایسی چیز کے لئے لڑائی نہ کرو جس سے کل تم جدا ہو جاؤ گے۔ خدا سے ڈرو جس کی طرف تم کو جانا ہے۔ اس چیز کی رغبت کرو جس کی طرف تم کو جانا ہے اور جس میں تم کو ہمیشہ رہنا ہے۔

وفد بنی المصنف

امام احمد بن حنبل کے صاحبزادے عبداللہ بن احمد نے روایت کیا ہے کہ لقیط بن عامر اور ان کے ایک ساتھی نسیک بن عاصم بن مالک بن المصنف ایک

وفد کی صورت میں رسول اللہ کی خدمت میں گئے لقیط بن عامر کہتے ہیں کہ ہم جب پہنچے تو رسول اللہ صبح کی نماز سے فارغ ہو کر واپس ہوئے تھے آپ خطبہ کے لئے کھڑے ہوئے اور فرمایا کہ ایتھا الناس چار روز سے میں اپنی زبان رو کے ہوئے تھا۔ آج جو کتا ہوں غور سے سنو۔ اور آپ نے فرمایا کہ کوئی شخص تم میں ایسا ہے جس کو کسی قوم نے وفد بھیجا ہو۔ سب نے اس پر مجھ سے کہا کہ دیکھو رسول اللہ کیا کہتے ہیں پھر آپ نے فرمایا کہ کوئی اپنے یا اپنے ساتھی کے بات میں نہ پھنس جائے۔ سن رکھو مجھ سے سوال کیا جائے گا کہ تم نے مبلغ کی یا نہیں۔ پھر آپ نے سب کو کہا کہ بیٹھ جاؤ۔ تو سب بیٹھ گئے لیکن میں اور میرے ساتھی کھڑے رہے۔

میں نے کہا کہ یا رسول اللہ کیا آپ کو علم غیب نہیں ہے حضور نے فرمایا کہ مفاتیح غیب خدا کے قبضہ میں ہیں اور پھر آپ نے ان پانچ چیزوں کو بتایا جس کا علم خدا کے سوا کسی کو نہیں ہے اسکے بعد حضور نے موت اور حشر و نشر کے متعلق بہت سی باتیں بتائیں لقیط کہتے ہیں کہ میں نے سوال کیا کہ یا رسول اللہ ہمارے جسم کے ریزے ریزے ہو جائیں گے۔ ہوا۔ بلا۔ اور درندے اس کو کہیں سے کہیں منتشر کر دیں گے۔ تو خداوند کریم ہمارے اجزاء کو پھر جمع کیونکر کرے گا۔ حضور نے فرمایا کہ میں تم کو یہ بات خدا کی دی ہوئی نشانیوں سے سمجھاتا ہوں۔ ایک سرسبز زمین درخت اور پودوں سے بھری رہتی ہے۔ مگر پھر اس کی یہ حالت ہو جاتی ہے کہ تم سمجھنے لگتے ہو کہ یہ زمین اب کبھی زندہ اور شاداب نہ ہوگی۔ اس کے بعد خداوند کریم پانی برساتتا ہے۔ اور وہی زمین سرسبز و شاداب ہو جاتی ہے۔ اور تمام درخت اور پودے نکل آتے ہیں۔ تو خداوند کریم جو گھاس اور پودوں کے اجزاء کو

جمع کرتا ہے وہ تمہارے منتشر اجزاء کو جمع کرنے پر بھی ویسی ہی قادر ہے۔ تم لوگ اپنی قبروں پر نکلو گے اور خداوند کریم کے سامنے حاضر ہو گے۔ وہ تم کو دیکھے گا اور تم اُس کو دیکھو گے۔ یقیناً کہتے ہیں کہ میں نے کہا یا رسول اللہ یہ کیسے ہوگا۔ ہماری تعداد تو اتنی ہے کہ اس سے ساری زمین بھر جائے گی۔ اور خدا کی ایک ذات ہے پھر کیونکر وہ ہم سب کو دیکھے گا۔ اور ہم سب اُس کو دیکھینگے۔ فرمایا کہ آفتاب اور چاند کو ساری دنیا ایک دفعہ دیکھتی ہے۔ اور وہ سب کو ایک ساتھ دیکھتے ہیں۔ یہی ایک مثال سمجھو۔ تب یقیناً نے پوچھا کہ جب ہم خدا کے سامنے ہوں گے تو خدا ہمارے ساتھ کیا کرے گا یا رسول اللہ۔ اس کے جواب میں حضور نے حشر کی کیفیت۔ اُس روز مومن اور کافر کا حال۔ اعمال کے حساب کا طریقہ۔ صراط سے گزرنے کا حال۔ خوف کوثر کی صفت۔ اور اُس روز خداوند کریم کے جلال و جبروت کی حالت کی تفصیل بیان کی۔ یقیناً نے پوچھا کہ ہماری نیکی اور بُرائی کا بدلہ کیونکر ملے گا یا رسول اللہ۔ حضور نے فرمایا کہ ایک نیکی کا بدلہ دس اور ایک بُرائی کا بدلہ ایک لیکن یہ کہ اُس کو بھی خداوند کریم معاف کر دے۔ یقیناً کہتے ہیں کہ میں نے پوچھا کہ جنت و دوزخ کیا ہے یا رسول اللہ۔ فرمایا کہ دوزخ کے سات دروازے ہیں اور کسی دُور دروازہ میں شہر برس کی راہ سے کم کا فاصلہ نہیں ہے اور جنت میں آٹھ دروازہ ہیں۔ اور کسی دُور دروازہ میں شہر برس کی راہ سے کم کا فاصلہ نہیں ہے۔ یقیناً کہتے ہیں کہ میں نے پوچھا کہ جنت میں کیا ہے یا رسول اللہ۔ فرمایا کہ غسلِ مصفیٰ کی نہریں ہیں۔ اور شرب کی نہریں ہیں جس سے نہ دردِ سر ہو نہ ندامت۔ دودھ کی نہریں ہیں جس کا مزہ کبھی متغیر نہیں ہوتا۔ مارا اُس ہے یعنی ایسا پانی جو کبھی خراب نہیں ہوتا۔ ہر قسم کے میوے ہیں۔ پاک سیبیاں ہیں۔ اور ہر طرح کی بھلائیاں ہیں جس کی مثال نہیں ہو سکتی۔ تب پوچھا کہ یا رسول اللہ ہم آپ کی بیعت کس بات پر کریں۔ حضور نے آٹھ پھیلایا اور فرمایا کہ نماز کے قائم کرنے پر۔ زکوٰۃ کے ادا کرنے پر۔ اور اس بات پر کہ کسی کو خدا کا شریک نہ بنائینگے۔ یقیناً نے کہا کہ اور مجھ کو مشرق و مغرب میں اختیار ہوگا (اتنا سکر حضور نے اپنا آٹھ کھینچ لیا اور سمجھا کہ میں ایسی شرط کر رہا ہوں جو ناممکن ہے) کہ جہاں چاہوں جاؤں۔ اپنے نفس اور اپنے ارادہ کے سوا اور کوئی روک نہ ہو (جب یہ کہا تو حضور نے پھر آٹھ پھیلایا) کہا کہ ہاں تم کو یہ اختیار ہوگا

کوئی روک نہ ہوگی۔ اس کے بعد حضورؐ نے گزشتہ لوگوں کے نجات و عدم نجات کا حال۔ انبیاء متقدمین اور ان کی قوم کی حالت۔ قریش۔ بنی عامر۔ اور دوس کے متقدمین کا تذکرہ کیا۔

ابن قیم کہتے ہیں کہ یہ حدیث اپنے مضمون اور مفہوم ہی سے یہ ظاہر کر رہی ہے کہ اس کا صدور مشکوٰۃ نبوت سے ہوا ہے۔ مضامین کی جلالت و عظمت خود اس کے صحت کی دلیل ہے۔ دو بزرگوں نے

اس حدیث کو روایت کیا ہے۔ عبدالرحمن ابن المغیرہ بن عبدالرحمن المدنی۔ اور ان سے ابراہیم بن محمد الزبیری نے روایت کیا ہے۔ اور یہ دونوں کبار علماء مدینہ سے ہیں۔ دونوں ثقہ ہیں۔ دونوں صحیح امام الحدیث امام بخاری نے اپنے صحیح میں احتجاج کیا ہے۔

یہ حدیث بہت طویل ہے۔ اور اس میں صفات باری تعالیٰ۔ حالات بعث بعد الموت۔ حالات حشر حقیقت صراط وغیرہ کے متعلق حضورؐ کے بعض اہم ارشادات ہیں۔ اور یہ کہ جنت میں توالد و تناسل ہوگا یا نہیں۔ خلود جنت اور خلود نار کا مفہوم اور دوسرے دقیق مباحث کے متعلق بھی اشارات ہیں۔ لیکن ان ارشادات اور اشارات کو سمجھنے کے لئے بیسٹ توضیح کی ضرورت تھی اسلئے میں نے پوری روایت کو بعینہ لکھنا مناسب نہ سمجھا بعض علماء نے اس روایت کے مضمون اور سند پر کلام بھی کیا ہے۔ اور بعضوں نے قبول کیا ہے اور صحیح یہ ہے کہ یہ روایت قابل احتجاج ہے واللہ اعلم

وقد نفع نفع بنون و خاتمہ مفتوحہ میں کے ایک قبیلہ کا نام ہے۔ اس قبیلہ کا وفد نصف محرم

میں آیا۔ اور وہ سب کے آخر وفد تھا۔ اُس میں دو نوا دی تھے سب اگر دارالضیافہ میں ٹھہرے پھر رسول اللہؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور اسلام کا اقرار کیا کیونکہ یہ لوگ پہلے ہی حضرت معاذ بن جبلؓ کے ہاتھ پر بیعت کر چکے تھے۔

اُن لوگوں میں ایک شخص زرارہ بن عمروؓ تھے۔ انہوں نے کہا کہ یا رسول اللہؐ میں نے اس سفر میں عجیب عجیب خواب دیکھے ہیں۔ حضورؐ نے پوچھا کہ وہ کیا ہے۔ کہا کہ ایک یہ دیکھا کہ مادہ گدھی نے ایک بچہ دیا ہے جو سیاہ سرخی مائل ہے۔ حضورؐ نے پوچھا کہ کیا تم ایک حاملہ لونڈی کو گھر چھوڑ آئے ہو۔ کہا کہ ہاں یا رسول اللہؐ حضورؐ نے فرمایا کہ اُس کو لڑکا ہوا ہے اور تمہارا ہی لڑکا ہے۔ انہوں نے کہا کہ اس

رنگ کا کیا مطلب ہے یا رسول اللہ حضور نے فرمایا کہ تم میرے نزدیک آ جاؤ جب وہ نزدیک گئے تو حضور نے پوچھا کہ کیا تم کو برص ہے جس کو تم لوگوں سے چھپاتے ہو۔ انہوں نے تعجب سے کہا کہ یا رسول اللہ خدا کی قسم یہ تو کسی کو بھی معلوم نہ تھا۔ اور آپ کے سوا اور کسی کو اس کی اطلاع نہ ہوئی حضور نے فرمایا کہ یہ رنگ اسی وجہ سے ہے۔

انہوں نے کہا کہ اور ہم نے دیکھا کہ نعمان ابن المنذر بالی اور زیورات پیرے ہوئے ہیں حضور نے فرمایا کہ یہ عرب کا ملک ہے جو اپنے بہترین شکل و صورت کی طرف لوٹتا ہے۔ اور اسکی اچھی زینت ہوتی ہے زرارہ بن عمروؓ نے کہا کہ اور ہم نے دیکھا کہ ایک بوڑھی عورت بڑے لمبے بال والی زمین سے نکلی ہے۔ حضور نے فرمایا کہ یہ عرب کے سوا دوسرے ملکوں کی حالت ہے۔

انہوں نے کہا کہ اور ہم نے دیکھا کہ زمین سے ایک آگ نکلی ہے اور وہ میرے اور میرے لڑکے عرو کے درمیان حائل ہو گئی ہے حضور نے فرمایا کہ یہ فتنہ ہے جو آخر میں ظاہر ہوگا۔ پوچھا کہ فتنہ کیا یا رسول اللہ حضور نے فرمایا کہ لوگ اپنے امام کو قتل کر دیں گے۔ اور مسلمان آپس میں غزیری کریں گے۔ ایک مسلمان کا قتل کرنا دوسرے مسلمان کو ہانی پہنے سے زیادہ مرغوب ہوگا۔ اگر تمہارا لڑکا پہلے مر گیا تو تم اس فتنہ کو دیکھو گے۔ اور اگر تم پہلے مر گئے تو تمہارا لڑکا دیکھے گا۔ زرارہ بن عمروؓ نے کہا کہ یا رسول اللہ دعا کیجئے کہ اللہ تعالیٰ یہ فتنہ ہمیں نہ دکھائے حضور نے دعا کی کہ اے اللہ ان کو فتنہ نہ دیکھا چنانچہ ان کا کچھ روز کے بعد انتقال ہو گیا لیکن ان کا لڑکا امیر المومنین حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے حنافین کے ساتھ تھا وہ اسلئے

کتاب حجۃ الوداع

سلسلہ ہجری میں آپ نے حج ادا کیا۔ یہ آپ کا آخری حج تھا۔ اور ہجرت کے بعد ہی آپ کا پہلا حج بھی تھا اسلام کی تکمیل۔ آخری وصیت۔ اہم اسلامی احکام کا اظہار۔ اور بے شمار دوسرے فوائد ہیں جن کا تعلق حجۃ الوداع سے ہے اسلئے چاہتا ہوں کہ ذرا وضاحت سے حجۃ الوداع کا ذکر کر دوں

مگر حجۃ الوداع کو سمجھنے کے لئے اس کے پہلے حج و عمرہ کے متعلق چند فوائد اور اس کے متعلق صحابہ کرام
بعض اختلافات کا پہلے ذکر مناسب ہے تاکہ واقعات اچھی طرح ذہن نشین ہو سکیں۔

حج و عمرہ | اقرار شہادت کے بعد اسلام کے چار عظیم الشان ارکان ہیں ان میں سے ایک حج بھی ہے
یعنی نماز، روزہ، حج اور زکوٰۃ حج تمام عمر میں ایک بار فرض ہے اور اس کا وقت شوال ذیقعد اور

ذی الحجہ کا دن ہے۔ اور عمرہ سنت موکثرہ ہے اور سال کے ہر حصہ میں ادا کیا جاسکتا ہے البتہ
امام ابو حنیفہ صاحب کے نزدیک یوم عرفہ اور چار دن اس کے بعد اس سے مستثنیٰ ہیں۔

حج میں احرام۔ وقوف عرفہ اور طواف زیارہ فرض ہے اور وقوف مزدلفہ سعی بین الصفا و المہ
رمی جمار۔ طواف صدر آفانی کے لئے۔ اور حلق یہ سب واجب ہے لیکن عمرہ کے ارکان صرف دو ہیں
طواف اور سعی البتہ احرام اس کے پہلے شرط ہے اور حلق یا قصر اس کے بعد۔ عمرہ میں وقوف
عرفہ وغیرہ نہیں ہے۔

فقہاء کی اصطلاح میں حج کی تین قسمیں قرار پا گئی ہیں۔ قرآن۔ تمتع اور افراد یعنی حج کے ساتھ
اگر عمرہ کی نیت بھی ہو تو اس کی دو صورت ہے۔ دونوں کے مناسک ایک ساتھ ادا کرنے کی نیت
ہو تو قرآن ہے۔ اور دونوں کے مناسک علیحدہ علیحدہ ادا کرنے کی نیت ہو تو تمتع ہے۔ اور حج کے
ساتھ عمرہ نہ ہو تو افراد ہے۔

حج اسلام کے پہلے بھی کفار قریش بلکہ کفار عرب میں رائج تھا۔ اور اسلام کے بعد جب تک حضور
مکہ میں رہے حج کو منع نہ فرمایا۔ بلکہ ہجرت حبشہ کی روایتوں میں معلوم ہو چکا ہے کہ حضرت جعفر صادق
نے نجاشی کے سامنے حضور کی تعلیمات کا ذکر کیا تو اس میں حج کا بھی ذکر کیا۔ البتہ جب تک آپ
مکہ میں تھے حج فرض نہ تھا۔ اور یہ امر مشتبہ ہے کہ ہجرت کے قبل خود حضور نے کبھی حج ادا کیا یا نہیں۔

ترمذی میں حضرت جابر بن عبد اللہ کی ایک روایت ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ حضور نے تین حج کیے
دو حج ہجرت کے قبل اور ایک ہجرت کے بعد۔ اور اس آخر حج کے ساتھ عمرہ بھی تھا۔ ترمذی کہتے ہیں کہ
یہ حدیث غریب ہے۔ سفیان کی طرف منسوب ہے۔ اور کہتے ہیں کہ ہم نے محمد بن یحییٰ بخاری سے اس حدیث کے

متعلق دریافت کیا تو انہوں نے فرمایا کہ ٹوڑی کے مرویات میں اس روایت کا ہمیں علم نہیں ہے۔
اور ایک روایت میں ہے کہ یہ حدیث محفوظ نہیں ہے واللہ اعلم

حضور کا عمرہ | اس پر سب کا اتفاق ہے کہ ہجرت کے بعد حضور نے حجۃ الوداع کے سوا اور کوئی حج ادا نہیں کیا۔ اور اس پر بھی اتفاق ہے کہ حجۃ الوداع ستائیسویں ہجری میں ہوا لیکن عسریہ آپ نے چار مرتبہ کیا ہے۔ ایک حجۃ الوداع کے ساتھ اور تین اس سے پہلے۔ ایک عمرہ حدیبیہ دوسرا عمرہ القضاء تیسرا عمرہ جعرانہ۔ ان تینوں عمرہ کا بیان اپنے مقام میں بالتفصیل ہو چکا ہے عمرہ حدیبیہ ستائیسویں ہجری میں ہوا۔ آپ عمرہ کی نیت کر کے احرام باندھ کر روانہ ہوئے حدیبیہ تک پہنچے مگر کفار مانع ہوئے اور مکہ میں آپ داخل نہ ہو سکے اس لئے طواف و سعی جو عمرہ کے ارکان ہیں اس کو ادا نہ کر سکے حدیبیہ ہی میں آپ نے ہڈی کے جانوروں کو نحر اور قربان کیا۔ اور حلق کر کے احرام سے باہر ہوئے خود حضور بھی اور جو صحابہ آپ کے ساتھ احرام میں شریک تھے وہ بھی۔ عمرہ القضاء حدیبیہ کے دوسرے سال اُس شرط کے موافق جو کفار سے ملے ہوئی تھی آپ پھر عمرہ کے لئے نکلے۔ اس دفعہ آپ مکہ میں داخل ہوئے مناسک کو ادا کیا تین دن مکہ میں رہے پھر واپس چلے آئے۔ عمرہ جعرانہ تیسری دفعہ فتح مکہ کی غرض سے آپ مکہ میں داخل ہوئے۔ اس دفعہ آپ نے احرام نہ باندھا تھا۔ نہ عمرہ یا حج کی نیت کی تھی خفیف جنگ کے بعد مکہ فتح ہو گیا تو آپ وہیں سے حنین اور طائف کے غزوات کے لئے تشریف لے گئے۔ ان دونوں غزوات سے فارغ ہونے کے بعد جعرانہ میں آپ نے غنیمت تقسیم کیا۔ اور وہیں سے عمرہ کا احرام باندھ کر مکہ آئے۔ رات کے وقت مکہ میں داخل ہوئے۔ اسی وقت عمرہ ادا کیا۔ اور صبح ہونے کے پہلے ہی مکہ سے روانہ ہو گئے۔ جتنے کہ بعض صحابہ کو اس عمرہ کا علم بھی نہ ہو سکا جو تھا عمرہ حج کے ساتھ تھا اس کی تفصیل آگے آئی ہے۔

صحیحین میں حضرت انس بن مالک سے مروی ہے کہ رسول اللہ نے چار عمرہ ادا کیا سب ذیقعد میں سوائے اُس عمرہ کے جو حج کے ساتھ تھا عمرہ الحدیبیہ ذیقعد میں تھا۔ اس کے دوسرے سال کا

لے بنی سفیان ٹوڑی ۱۲ منہ

عمرہ ذیقعد میں تھا۔ جنین کے غنایم کو تقسیم کرنے کے بعد جرآنہ سے جو عمرہ آپ نے ادا کیا وہ ذیقعد میں تھا۔ اور صحیحین میں حضرت برابر بن عازب سے مروی ہے کہ رسول اللہ نے دو عمرہ ادا کیا دونوں ذیقعد میں۔ انہوں نے عمرہ حدیبیہ کو شمار نہیں کیا اسلئے کہ وہ مکمل نہیں ہوا تھا۔ اور حضرت عائشہؓ و ابن عباسؓ روایت ہے کہ حضور نے چار عمرہ ادا کیا سب ذیقعد میں اور ذیقعد کے سوا کسی مہینہ میں آپ نے عمرہ ادا نہیں کیا۔ یہ بظاہر حضرت انسؓ کی روایت کے خلاف ہے اسلئے کہ وہ حج والے عمرہ کو ذیقعد میں نہیں کہتے لیکن حضرت عائشہؓ اور ابن عباسؓ اُس کو بھی ذیقعد ہی میں بتاتے ہیں۔ اس کی وجہ آگے معلوم ہوگی۔ اس عمرہ کی نیت حضور نے ذیقعد کے آخری ایام میں کر لی تھی۔ اور احرام باندھ کر روانہ ہو چکے تھے۔ مگر عمرہ کے ارکان حج کے ساتھ ذی الحجہ میں ادا ہوئے۔ اسلئے حضرت انسؓ نے اُس کو ذیقعد میں شمار نہ کیا۔ اور ان حضرات نے نیت اور احرام کی وجہ سے اُس کو بھی ذیقعد میں شمار کیا۔ دوسرے صحابہ سے بھی روایتیں ہیں کہ حضور نے چار عمرہ ادا کیا سب ذیقعد میں۔

لیکن صحیحین میں حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی روایت ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ ایک عمرہ رسول اللہ نے رجب میں ادا کیا۔ مگر صحیحین ہی میں ہے کہ حضرت عائشہؓ نے عبداللہ بن عمرؓ کے اس قول سے انکار کیا۔ مجاہد کہتے ہیں کہ ہم اور عروہ مسجد میں گئے تو وہاں عبداللہ بن عمرؓ تھے۔ اور لوگ صلوٰۃ الصبح پڑھ رہے تھے۔ ہم لوگوں نے اس نماز کے بارہ میں اُن سے دریافت کیا تو فرمایا کہ بدعت ہے۔ پھر ہم لوگوں نے پوچھا کہ رسول اللہ نے کتنا عمرہ ادا کیا۔ فرمایا کہ چار جس میں ایک رجب میں تھا۔ میں نے اُن کی مخالفت کرنا پسند نہ کیا۔ مگر عروہ حضرت عائشہؓ کے پاس گئے اور کہا کہ آپ سنتی ہیں ابو عبد الرحمنؓ کیا فرماتے ہیں پوچھا کہ کیا کہتے ہیں کہا وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ نے چار عمرہ ادا کیا جس میں کا ایک رجب میں تھا۔ حضرت عائشہؓ نے فرمایا کہ خدا ابو عبد الرحمنؓ پر رحم کرے۔ رسول اللہ نے ہرگز کوئی عمرہ ادا نہ کیا جس میں شامل نہ تھی۔ ہرگز رجب میں آپ نے کوئی عمرہ ادا نہ کیا۔

امام مالک موطا میں ایک روایت ہشام بن عروہ کی لکھتے ہیں کہ اُن کے والد عروہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ نے صرف تین عمرہ ادا کیا۔ ایک شوال میں اور دو ذیقعد میں۔ یہ روایت مرسل ہے۔

اور شام کو یا غزوہ کو بشرط صحت دھوکہ ہوا ہے جیسا کہ ابن عمر کو جب کا دھوکہ ہوا۔
 ابو داؤد حضرت عائشہ سے ایک روایت لائے ہیں کہ رسول اللہ نے دو عمرہ کیا ایک یثرب
 میں اور ایک شوال میں۔ یہ روایت اگر صحیح ہو تو منشا اس کا یہ ہوگا کہ مستقل اور کامل عمرہ آپ نے دو کیا
 اس لئے کہ حدیبیہ کا عمرہ کامل نہ تھا۔ اور حجۃ الوداع کے ساتھ کا عمرہ مستقل نہ تھا۔ مستقل اور کامل عمرہ
 دو ہی ادا ہوا عمرۃ القضا۔ اور عمرہ جمرانہ۔ لیکن اس روایت میں یہ ہے کہ ایک عمرہ آپ نے شوال
 میں ادا کیا۔ شاید اس کہنے کا منشا یہ ہو کہ عمرہ کیلئے جمرانہ پہلے آپ مکہ سے شوال ہی میں روانہ ہو گئے تھے
 لیکن عمرہ ادا کیا آپ نے غزوہ طائف سے فارغ ہونے کے بعد اس لئے نیت۔ احرام۔ اور ارکان کا
 ادا سب ذیقعد میں ہوا۔

حضرت عائشہؓ حضرت ابن عباسؓ حضرت انسؓ متفق ہیں کہ حضور کا عمرہ چار ہوا اور سب
 ذیقعد میں۔ اگر رجب یا شوال میں عمرہ ثابت ہو تو اس کے معنی یہ ہوں گے کہ آپ کا عمرہ پانچ یا چھ ہوا اور
 یہ تمام معتبر و مستند روایات کے خلاف ہوگا۔ حضور کی سیرت اور حضور کے اوقات کا حال پوری طرح
 معلوم اور منضبط ہے۔ اس چار عمرہ کے سوا اور کوئی عمرہ کسی مہینہ میں حضور سے ثابت نہیں ہے۔ حدیبیہ
 قبل کہمی آپ نے مکہ کا قصد بھی نہ کیا۔ قریش سے برابر محاربت تھا جانا ممکن ہی نہ تھا۔ اور یہ بھی معلوم ہے کہ
 حجۃ الوداع کے بعد قطعاً آپ مکہ نہ گئے۔ آپ کے حج و عمرہ کا زمانہ حدیبیہ سے حجۃ الوداع تک کا
 زمانہ ہے۔ حدیبیہ کے معاہدہ میں کفار سے ملی ہوا تھا کہ آئندہ سال آپ مکہ میں داخل ہوں اور
 تین دن قیام فرمائیں۔ اسی بنا پر آپ دوسرے سال ذیقعد میں مکہ گئے اور عمرہ القضا ادا کیا۔ یہ مکہ
 میں پہلا داخل تھا۔ اس کے پہلے کسی مہینہ میں آپ نہیں گئے کیونکہ معاہدہ کے خلاف تھا۔ اس کے بعد
 شہ کے رجب میں کفار قریش نے نقص معاہدہ کر دیا تھا جس کی وجہ سے رمضان میں آپ نے مکہ پر
 حملہ کیا اور فتح مکہ ہوا۔ رجب میں آپ کو عمرہ کا موقع کہاں تھا۔ اور شوال میں آپ حنین و طائف کی
 جنگ میں مشغول تھے۔ البتہ شوال کی ابتدائی تاویخوں میں آپ مکہ میں تھے مگر نہ اس وقت آپ نے
 احرام باندھا نہ عمرہ ادا کیا۔ البتہ طائف سے واپس آنے کے بعد آپ نے عمرہ ادا کیا وہی عمرہ جمرانہ ہے

یہ واپسی ذیقعد میں ہوئی تھی سوال ختم ہو چکا تھا سلسلہ میں حضرت صدیق کو آپ نے حج کے لئے روانہ کیا خود مکہ تشریف نہیں لے گئے سلسلہ میں آپ نے حج ادا کیا اس کے ساتھ عمرہ بھی تھا۔ ان دونوں سال کے رجب اور سوال میں اس کا موقع کہاں تھا کہ حضور خود عمرہ کے لئے تشریف لے جاتے اس لئے ظاہر ہے کہ اس بار عمرہ کے سوا نہ کسی رجب میں آپ نے عمرہ ادا کیا نہ کسی سوال میں اور یہی حق صریح ہے واللہ اعلم

حج کب فرض ہوا | حج سلسلہ میں فرض ہوا جب آل عمران کی یہ آیت نازل ہوئی **لله على الناس حج البيت من استطاع اليه سبيلا** اور آل عمران کا یہ حصہ جس میں یہ آیتیں

سلسلہ اول و دوم میں نازل ہوا ہے جب بحران کا وفد حضور کی خدمت میں آیا ہے۔ اور اسی وقت جزیرہ کا حکم بھی نازل ہوا۔ اور یہ معلوم ہے کہ جزیرہ کا حکم غزوہ تبوک کے زمانہ میں نازل ہوا ہے یعنی سلسلہ میں۔ اور یہ حکم کہ مشرکین نجس ہیں مسجد حرام کے قریب نہ آئیں سلسلہ میں نازل ہوا اور اسی کے اعلان کے لئے حضور نے حضرت صدیق کو مکہ بھیجا۔ یہ قصہ سلسلہ کا ہے۔ اس حکم کی وجہ سے اہل مکہ کو اپنی تجارت کی طرف سے افسردگی پیدا ہوئی تب جزیرہ کا حکم نازل ہوا اور اس طرح تجارت کے نقصان کا ایک طرح ان کو بدلہ عطا کیا گیا۔ آل عمران کے اسی حصہ میں مباہلہ کا حکم بھی ہے۔ اور یہ قصہ وفد بحران کے آنے کے بعد کا ہے۔ جب آپ نے اہل کتاب سے مناظرہ کیا۔ انکو توحید کی طرف بلایا۔ اور مباہلہ کی دعوت دی۔

اکثر علماء کہتے ہیں کہ حج سلسلہ میں فرض ہوا جب یہ آیت نازل ہوئی **انما الحج والعمرة لله** مگر اس آیت میں اتمام حج اور اتمام عمرہ کا حکم ہے۔ اس سے حج کی فرضیت ثابت نہیں ہوتی۔ اور اگر اس آیت سے حج فرض ہو تو عمرہ بھی فرض ہونا چاہیئے۔ دویم متفق علیہ ہے کہ حضور نے سلسلہ میں حج کیا اگر آپ پر سلسلہ میں حج فرض ہو گیا ہوتا تو اتنی تاخیر متباعد تھی۔ اس کے علاوہ حضور سلسلہ کے بعد مکہ گئے۔ عمرہ ادا کیا۔ مگر حج نہ کیا۔ اگر اس وقت حج فرض ہو چکا ہوتا تو کیسے ممکن تھا کہ حضور عمرہ تو ادا کریں جو فرض نہ تھا۔ اور حج جو فرض تھا وہ نہ ادا کریں۔

ان وجوہ سے صحیح ہی ہے کہ حج سنیہ میں یا اس کے بعد فرض ہوا۔ اور فرض ہونے کے بعد جیسا کہ تمام احکام الہی کے متعلق آپ کی سیرت شاہد ہے فوراً آپ نے حج ادا کیا و اللہ اعلم یہ معلوم ہو چکا ہے کہ حج تین طرح پر ہوتا ہے قرآن۔ تمتع۔ اور افراد حضور کا حج کس قسم کا تھا | لیکن علماء کا اس تعین میں سخت اختلاف ہے کہ حضور کا حج کس قسم کا تھا صحابہ کرام کے الفاظ سے اس کی تعین بہت مشکل ہو گئی ہے۔ احادیث صحیحہ بظاہر ہر طرف ہیں جس سے فیصلہ میں دقت واقع ہوتی ہے لیکن جمیع مالہ و ماعلیہ پر غور کرنے کے بعد صحیح دہی معلوم ہوتا ہے جو ابن قیم اور ابن تیمیہ وغیرہ کہتے ہیں کہ قرآن تھا۔ اور حضور فارغ تھے اب اس باب کی تمام روایتوں کا استقصا تو بہت طوالت چاہتا ہوں تاہم اس میں کی ضروری اور اہم روایتوں کو ذیل میں ہم درج کرتے ہیں۔

ہم ابھی عمرہ کی بحث میں کئی روایتیں لکھ چکے ہیں کہ حضور کے حج کے ساتھ عمرہ بھی تھا (۱) صحیحین میں حضرت ابن عمر سے مروی ہے کہ رسول اللہ نے حجۃ الوداع میں تمتع کیا عمرہ سے حج کی طرف پہلے عمرہ کے لئے قبیل کیا پھر حج کے لئے (۲) صحیحین میں حضرت عائشہ سے بھی اسی طرح مروی ہے (۳) صحیح مسلم میں حضرت نافع سے مروی ہے کہ حضرت ابن عمر نے قرآن کیا حج کا عمرہ کے ساتھ اور دونوں کے لئے ایک ہی طواف کیا۔ اور فرمایا کہ رسول اللہ نے اسی طرح کیا تھا (۴) ترمذی نے سفیان ثوری سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ نے تمتع حج کیا۔ دو ہجرت کے پہلے اور ایک ہجرت کے بعد جس کے ساتھ عمرہ تھا (۵) ابوداؤد نے حضرت ابن عباس سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ نے چار عمرہ کیا۔ ایک حدیبیہ کا دوسرا اسکے بعد والے سال میں۔ تیسرا ہجرانہ سے چوتھا جس کا حج کے ساتھ قرآن کیا (۶) بخاری نے صحیح میں حضرت عمر بن الخطاب سے روایت کیا ہے کہ حضور نے وادی حنین میں فرمایا کہ آج رات کو میرے پاس خدا کی طرف سے آئیوالا آیا اور کہا کہ اس وادی مبارک میں نماز پڑھو اور کہو کہ عمرہ کو حج کے شامل کیا (۷) ابوداؤد نے حضرت برادر بن عازب سے روایت کیا ہے کہ حضرت علی سے رسول اللہ نے فرمایا کہ میں نے قرآن کیا ہے (۸) حسانی نے مردان بن الحکم سے روایت

کیا ہے کہ حضرت عثمانؓ نے سنا کہ حضرت علیؓ کج اور عمرہ کے لیے تلبیہ کہتے ہیں۔ تو کہا کہ کیا ہم نے اس سے منع نہیں کیا۔ حضرت علیؓ نے کہا کہ ہاں آپ نے منع کیا تھا مگر ہم سن چکے ہیں کہ رسول اللہؐ نے دونوں کیلئے ساتھ تلبیہ کہا تھا۔ تو ہم رسول اللہؐ کے قول کو آپ کے قول کی وجہ سے چھوڑ نہیں سکتے (۹) مسلم نے اپنے صحیح میں عمران بن حصینؓ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہؐ نے حج اور عمرہ کے درمیان جمع کیا اور پھر اس سے منع نہ کیا حتیٰ کہ آپ کی وفات ہوئی (۱۰) امام احمد نے سراقہ بن مالک سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہؐ نے فرمایا کہ میں نے عمرہ کو حج میں داخل کیا قیامت تک کے لیے۔ اور کہا کہ رسول اللہؐ نے حجۃ الوداع میں قرآن کیا (۱۱) امام احمد اور ابن ماجہ نے حضرت ابی طلحہ انصاری سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہؐ نے حج و عمرہ کے درمیان جمع کیا (۱۲) امام احمد نے ہر ماس بن زیاد جالبی سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہؐ نے حجۃ الوداع میں قرآن کیا (۱۳) امام احمد نے جابر بن عبد اللہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہؐ نے حج و عمرہ کے درمیان قرآن کیا۔ اور دونوں کے لیے ایک طواف کیا (۱۴) امام احمد نے حضرت ام سلمہؓ سے روایت کیا ہے کہ میں نے سنا کہ رسول اللہؐ نے فرمایا کہ اے آل محمد! بلالؓ کو عمرہ کا حج میں (۱۵) نسائی اور ترمذی نے روایت کیا ہے کہ عمرہ کو حج کے ساتھ تمتع کرنے کا ذکر ہوا تو ضحاک بن قیس نے کہا کہ ایسا وہ لوگ کرتے ہیں جو خدا کے حکم سے جاہل ہوں۔ سعد بن ابی وقاصؓ نے کہا کہ اے بھتیجے تم نے یہ بڑی بری بات کہی۔ ضحاک نے کہا کہ عمرہ ابن الخطابؓ نے اس سے منع کیا ہے۔ سعد نے کہا کہ خود رسول اللہؐ نے یہ کیا ہے۔ اور ہم سب نے حضورؐ کے ساتھ یہ کیا ہے (۱۶) عمران بن حصینؓ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہؐ نے تمتع کیا اور ہم سب نے آپ کے ساتھ تمتع کیا (۱۷) بخاری میں ہے کہ حضرت علیؓ نے دیکھا کہ حضرت عثمانؓ تمتع سے منع کرتے ہیں یعنی اس بات سے کہ حج و عمرہ کو جمع کیا جائے تو دونوں کے لیے انہوں نے تہلیل کہا اور کہا لبیک بحجہ و عمرہ پھر کہا کہ ہم کسی کے کہنے سے رسول اللہؐ کی سنت نہیں چھوڑ سکتے ہیں۔ اور صحیحین میں یہ قصہ سعد بن المسیب سے مروی ہے۔ اور اس میں ہے کہ حضرت علیؓ اور عثمانؓ کی یہ گفتگو عثمانؓ میں ہوئی تھی۔ اور کسی روایت میں یہ نہیں ہے کہ حضرت عثمانؓ نے جمع کے سنت

ہونے سے انکار کیا (۱۸) امام مالک نے موطا میں حضرت عائشہؓ سے روایت کیا ہے۔ فرماتی ہیں کہ
 ہلوگ حجۃ الوداع کے لئے نکلے تو عمرہ کے لئے تہلیل کہا۔ اس کے بعد رسول اللہؐ نے فرمایا کہ جس کے ساتھ
 ہدی ہو وہ عمرہ کے ساتھ حج کی بھی تہلیل کہے۔ اور پھر وہ حلال نہوگا جب تک دونوں سے حلال نہ ہو
 (۱۹) صحیحین میں حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہؐ نے تلبیہ کما حج اور عمرہ کے لئے۔ بکر بن عبد اللہ
 المزنی کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عمرؓ سے اس کا تذکرہ کیا۔ تو انہوں نے فرمایا کہ رسول اللہؐ نے
 صرف حج کے لئے تلبیہ کہا۔ اس کے بعد میری ملاقات حضرت انسؓ سے ہوئی تو میں نے ذکر کیا کہ ابن عمرؓ
 یہ کہتے ہیں۔ حضرت انسؓ نے فرمایا کہ یہ لوگ مجھے بچہ سمجھتے ہیں میں نے خود سنا ہے رسول اللہؐ نے فرمایا
 لیکن عمرہ و حجاً صحیح مسلم میں ہے کہ عیسیٰ بن ابی اسحق عبد العزیز بن مہیب اور حمید بھوں نے حضرت
 انسؓ سے سنا کہ رسول اللہؐ نے تلبیہ میں لیکن عمرہ و حجاً کہا حسن بصری اور زید بن اسلم موسیٰ بن الخطاب
 بھی یہی کہتے ہیں۔ اور ثابت البنانی سلیمان الثبی۔ ابوقدامہ مصعب بن سلیم نے بھی حضرت انسؓ سے
 اسی طرح سنا جیسا کہ ثنائی اور سندبزاز وغیرہ میں مروی ہے۔ تواتر حضرت انسؓ سے
 روایت کیا ہے کہ انہوں نے سنا کہ رسول اللہؐ نے حج اور عمرہ کے لئے تلبیہ ساتھ کما وہ حضرات یہ ہیں۔
 حسن بصری۔ ابوقلابہ۔ حمید بن ہلال۔ حمید بن عبد الرحمن الطویل۔ قتادہ بن یحییٰ بن سعید انصاری۔
 ثابت البنانی۔ بکر بن عبد اللہ المزنی۔ عبد العزیز بن مہیب۔ سلیمان الثبی۔ عیسیٰ بن ابی اسحق۔ زید بن اسلم
 مصعب بن سلیم۔ ابوسامہ۔ ابوقدامہ عامر بن حسین۔ ابوقرہ شویہ بن حجر ابابلی

حضرت عمرؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہؐ نے کہا کہ جمع کرنے کا حکم خدا نے دیا۔ اور نیت کے الفاظ بھی
 خدا کی طرف سے بتائے گئے بشرہ صحابہ نے عمرہ اور حج کو جمع کر لیا روایت کی ہے کسی نے بیان
 کیا کہ رسول اللہؐ نے جمع کرنے کا حکم دیا ہے کسی نے احرام کی حالت بیان کی کسی نے تلبیہ کی کیفیت
 بتائی کسی نے کہا کہ رسول اللہؐ کے ساتھ ہم نے بھی جمع کیا کسی نے کہا کہ خدا نے رسول اللہؐ کو جمع
 کرنے کا حکم دیا۔ وہ شرہ صحابہ یہ ہیں۔

ام المؤمنین عائشہؓ۔ عبد اللہ بن عامر۔ جابر بن عبد اللہؓ۔ عبد اللہ بن عباسؓ۔ عمر بن الخطابؓ

علی بن ابی طالبؓ عثمان بن عفانؓ اس لئے کہ انہوں نے حضرت علیؓ کے دعویٰ پر سکوت کیا۔
 عثمان بن حصینؓ برادر بن عازبؓ ام المؤمنین حفصہؓ ابو قتادہؓ ابن ابی ادنیؓ ابو طلحہؓ ہر ماسنؓ
 ابن زیادؓ ام المؤمنین ام سلمہؓ انس بن مالکؓ سعد بن ابی وقاصؓ۔

یہ سب حضرات روایت کرتے ہیں کہ حجۃ الوداع کے ساتھ عمرہ تھا۔ مگر ان میں سے کوئی تمتع کے لفظ سے اس جمع کو بیان کرتے ہیں۔ کوئی قرآن کے لفظ سے بعض کبھی تمتع کہتے ہیں کبھی قرآن لیکن انہیں میں سے بعض افراد بھی کہتے ہیں۔ حضرت عائشہؓ سے صحیحین کی ایک روایت میں صرف باج ہے اور صحیح مسلم میں افراد باج اور ایک روایت میں ہے اہل باج مفرداً۔ بخاری میں ایک روایت عبداللہ بن عمرؓ سے ہے کہ حضورؐ نے صرف حج کا تلبیہ کہا۔ حضرت ابن عباسؓ سے مسلم نے ایک روایت نقل کی ہے اہل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم باج۔ حضرت جابرؓ سے ابن ماجہ نے ایک روایت نقل کی ہے افراد باج۔

حجۃ الوداع کے متعلق اتنے بڑے بڑے حلیل القدر اصحاب کا یہ اختلاف واقعی تعجب کے قابل ہے جن لوگوں کی نقل پر دین کا مدار ہے وہ باتفاق یہ بھی نہ بتا سکیں کہ حضورؐ کا حج کس قسم کا تھا تمتع یا قرآن یا افراد۔ تو پھر ان احکام کے معلوم کرنے کی اور صورت کیا ہو سکتی ہے۔ اس بارہ میں اصل وہی ہے جو ابن قیم اور ابن تیمیہ وغیرہ نے بیان کیا ہے۔ معنی صحابہ کرام میں فی الواقع یہ اصطلاح تھی ہی نہیں کہ حج کی یہ تین قسمیں ہیں۔ اور تینوں کے علیحدہ علیحدہ نام ہیں۔ یہ اصطلاح فقہاء میں پیچھے پیدا ہوئی۔

رسول اللہ کے حج کے متعلق جو تفصیل متعین اور معلوم ہے وہ یہ کہ حضورؐ نے حج اور عمرہ دونوں کی نیت کی۔ مگر دونوں کے لئے ایک ہی طواف اور ایک ہی سعی کیا۔

چونکہ حضورؐ نے تہلیل و تلبیہ میں حج و عمرہ کو جمع کیا اسلئے صحابہ کبھی اس جمع کو تمتع کہتے ہیں کبھی قرآن۔ بخاری کی ایک روایت پہلے لکھ چکا ہوں اس میں تصریح ہے کہ تمتع کے معنی حج و عمرہ کو جمع کرنا ہے اور قرآن کے بھی یہی معنی ہیں۔ باقی تمتع اور قرآن کی تعریف میں فقہاء کے نزدیک جو قیود اسکے علاوہ ہیں وہ پیچھے غائباً بضرورت بڑھائے گئے ہیں تاکہ قسموں کا فرق معلوم ہو سکے۔ اس کا ثبوت

موجود نہیں ہے کہ صحابہ بھی یہ فرق کرتے تھے۔ پھر باوجود اس کے کہ حضورؐ نے تلبیہ اور تہلیل میں حج اور عمرہ کو جمع کیا طواف وسی آپؐ نے دونوں کے لئے ایک ہی مرتبہ کیا۔ کوئی روایت ایسی ثابت نہیں ہے کہ حضورؐ نے دونوں کے لئے طواف وسی طحہ علیحدہ علیحدہ کی ہو۔ یا درمیان میں حلال ہو کر پھر حج کی نیت کی ہو اسی وجہ سے بعض صحابہ افسردہ باج کہتے ہیں۔ تو صحابہ کا تمتع یا قرآن یا افراد کھاناغت کے اعتبار سے تھا نہ اس اصطلاح کی وجہ سے جو بعد کو پیدا ہوئی۔ اس بنا پر روایات میں اور صحابہ کرام کی تصریحات میں کوئی اختلاف باقی نہیں رہتا۔

فقہاء کی اصطلاح کے مطابق حضورؐ بلاشبہ قارن تھے حضورؐ کے تلبیہ اور تہلیل میں حج اور عمرہ کا جمع ہونا اتنی کثیر روایات سے ثابت ہے جس میں شبہ کی مطلق گنجائش باقی نہیں رہتی۔ اور اس میں بھی شبہ نہیں ہے کہ حضورؐ نے حج و عمرہ کے لئے علیحدہ علیحدہ طواف وسی نہیں کی اسلئے متعد اصطلاحی نہیں ہو سکتا فللہ الحمد۔

روانگی کا دن ابن حزم اور ابن قیم اس بارہ میں مختلف الرائے ہیں کہ حضورؐ حجۃ الوداع کے لئے مدینہ سے کس روز روانہ ہوئے۔ صحیح بخاری میں حضرت ابن عباسؓ کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں گنگھی کر کے اور سر میں تیل دیکر آزار و دردا پہنکر اپنے صحاب کے ساتھ مدینہ سے نکلے اور صبح تک ذوالحلیفہ میں رہے پھر اونٹ پر سوار ہوئے بیدار میں اپنے اور آپ کے صحاب نے تہلیل کہی اور مدینہ کی آپ نے تقلید کی۔ اور یہ جبکہ ذیقعد میں پانچ باقی رہا تھا اور مکہ پہنچے جبکہ ذوالحجہ کی چار راتیں گزر چکی تھیں۔ اور صحیح بخاری میں حضرت انسؓ کی روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ سے ظہر کی چار رکعت پڑھ کر روانہ ہوئے اور ذوالحلیفہ میں پہنچ کر عصر کی نماز دو رکعت ادا کی۔ اور ابن حزم نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عمرؓ کی نص ہے کہ حجۃ الوداع کے ایام میں عرفہ کے روز یعنی ۹ ذی الحجہ کو جمعہ کا دن تھا۔

کسی روایت میں یہ تصریح نہیں ہے کہ مدینہ سے خروج کے روز کون دن تھا۔ مگر مذکورہ بالا روایات کی بنا پر ابن حزم نے دعویٰ کیا ہے کہ بلاشبہ جمعرات کا دن تھا۔ دلیل یہ ہے کہ جب ۹۔

ذی الحجہ جمعہ تھا تو پہلی ذی الحجہ بلاشبہ جمعرات کا دن تھا۔ اور ذیقعد کا آخر روز یقیناً بدھ تھا۔ اُس کو مسلم ملتے کے بعد اب حضرت ابن عباسؓ کی روایت کو دیکھئے۔ وہ ذوالحلیفہ کی تہلیل اور مدینہ کی تقلید کو بیان کرنے کے بعد کہتے ہیں کہ یہ ہوا جبکہ ذیقعد میں پانچ باقی تھا۔ اور حضرت ابن عباسؓ اور حضرت انسؓ کی روایت میں تصریح ہے کہ ذوالحلیفہ میں آپؐ نے ایک رات قیام فرمایا۔ لہذا تہلیل و تقلید روانگی کے دوسرے روز ہوئی۔ اس حساب سے مدینہ سے روانگی کے وقت ذیقعد کی چھ راتیں باقی تھیں۔ اور یہ ہونیں سکتا جب تک جمعرات کا روانہ ہونا تسلیم نہ کیا جائے۔ اور اگر چھ سے چھ دن مراد ہوتا ہم جمعرات یعنی روانگی کے دن کو چھوڑ کر اسی صورت میں چھ دن رہتا ہے یعنی جمعہ سپنہر۔ اتوار۔ سوموار۔ منگل۔ بدھ۔

لیکن ابن قیمؒ کہتے ہیں کہ حضور صلعم بلاشبہ مدینہ سے سپنہر کے روز روانہ ہوئے۔ حضرت ابن عباسؓ نے مدینہ سے روانگی کا وقت بتایا ہے۔ یعنی مدینہ سے خروج کے وقت ذیقعد میں پانچ باقی تھا۔ اور اگر جمعرات کی روانگی تسلیم کی جائے تو نہ دن پانچ رہتا ہے نہ راتیں پانچ رہتی ہیں۔ راتیں چھ رہتی ہیں اور دن سات رہتے ہیں۔ اگر روانگی کے دن کو شمار نہ کیا جائے تاہم چھ رہتا ہے۔ اور ہر صورت میں حدیث کے خلاف ہوگا۔ کیونکہ اُس میں مذکور ہے کہ پانچ باقی تھا۔ اور سپنہر کا خروج قبول کیا جائے۔ تو خروج کے دن کو ملا کر حدیث کے موافق پانچ دن رہتا ہے یعنی سپنہر۔ اتوار۔ سوموار۔ منگل۔ بدھ۔

اور یہ ضرور ہے کہ خروج کے دن کو شمار کیا جائے اس لئے کہ اگر نہ شمار کیا جائے تو روانگی کا دن جمعہ ماننا پڑے گا حالانکہ حضرت انسؓ کی روایت ہے کہ حضورؐ نے روانگی کے وقت مدینہ میں ظہر کی چار رکعت نماز پڑھی۔ اگر جمعہ ہوتا تو ظہر کی چار رکعت کیونکر پڑھتے۔ اس لئے لا محالہ حضورؐ سپنہر کے روز روانہ ہوئے۔ اور حضرت ابن عباسؓ نے روانگی کے دن کو بھی پانچ دن میں شمار کیا ہے۔

ابن قیمؒ نے ایک دلیل اور دی ہے۔ یہ معلوم ہے کہ حضور صلعم نے روانگی سے پہلے مدینہ میں ممبر پر ایک خطبہ دیا۔ اس میں احرام کا قاعدہ اور محرم کے لباس وغیرہ کا حکم بیان کیا۔ ظاہر ہے کہ یہ

خطبہ جمعہ کے روز تھا۔ اسلئے کہ یہ ثابت نہیں ہے کہ اس خطبہ کے لئے۔ یا ان مسائل کو بتانے کیلئے
 آپ نے لوگوں کو کسی اور وقت جمع کیا ہو۔ لہذا صحیح یہ ہے کہ جمعہ کے روز خطبہ میں حضور نے ان
 باتوں کی لوگوں کو تعلیم دی۔ اس خطبہ میں حضرت ابن عمر شریک تھے۔ اور اسکے بعد پیچھے کے روز روانہ ہو گئے اور اللہ تعالیٰ
 رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب حج کا ارادہ کیا تو صحابہ کو خبر دی کہ میں حج کے لئے
 مدینہ سے خروج جاؤں گا صحابہ نے بھی آپ کے ساتھ چلنے کا سامان کیا۔ یہ خبر جب اطراف مدینہ میں
 مشہور ہوئی تو ہر طرف سے لوگ نیت کر کے چل پڑے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حج ادا کریں۔ راستہ
 میں اتنی مخلوق کا اجتماع ہو گیا جس کا شمار نہیں کیا جاسکتا تھا۔ آپ کے سامنے اور پیچھے داہنے اور بائیں
 جہاں تک نظر کام کر سکتی تھی آدمی آدمی نظر آتے تھے حضور نے پہلے خطبہ دیا جس میں احرام کا قاعدہ
 اور اس کے واجبات و سنن کی لوگوں کو تعلیم دی۔ روانگی کے روز چار رکعت نماز ظہر کی آپ نے مسجد
 میں ادا کی۔ اس کے بعد سر میں تیل دیا اور گنگھی کی پھرازا اور ردائ مبارک پہن کر ظہر اور عصر کو درمیان
 آپ مدینہ سے روانہ ہو گئے۔ جب ذوالحلیفہ میں پہنچے تو مقام کیا۔ اور عصر کی دو رکعت نماز ادا کی یعنی
 قصر اور وہیں آپ رات کو ٹھہر گئے مغرب اور عشا کی نماز وہاں پڑھی۔ اور دوسرے روز صبح اور
 ظہر کی نماز بھی آپ نے وہیں ادا کی یعنی ذوالحلیفہ میں آپ نے پانچ وقت کی نماز پڑھی۔ ازواج
 مطہرات سب ساتھ تھیں اس روز آپ تمام ازواج کے یہاں گئے اور صبح کے وقت جماع کا
 غسل کیا۔ اور جب احرام کا ارادہ کیا تو پھر جدید غسل کیا جیسا کہ زید بن ثابتؓ سے ترمذی میں اور
 حضرت عائشہؓ سے دارقطنی میں مروی ہے اور دارقطنی کی روایت میں ہے کہ حضرت عائشہؓ حضور کے
 سر کو خطی اور ایشان سے دھوتی تھیں۔ اور خوشبو لگاتی تھیں۔ صحیح بخاری میں حضرت عائشہؓ سے
 مروی ہے کہ میں رسول اللہ کے احرام کے وقت خوشبو لگایا کرتی تھی اتنا کہ آپ کے بالوں پر خوشبو کے
 لگنے کا نشان ہو جایا کرتا تھا جس کو گویا میں اس وقت دیکھ رہی ہوں۔ دارقطنی میں ہے کہ مشک

لے ذوالحلیفہ مدینہ سے پھیل ہے۔ آداب اہل مدینہ کا یہی میقات ہے ۱۲ منہ

لے ترمذی کہتے ہیں کہ یہ حدیث حسن غریب ہے ۱۲ منہ

جو آپ کے سر اور دائرہ پر لگایا جاتا تھا اور نمایاں ہوتا تھا اس کو آپ دھونے نہ تھے۔ اسکے بعد حضور نے آزار اور رد آرہنی پھر ظہر کی دو رکعت نماز پڑھی۔ اور مصلا ہی پر حج اور عمرہ کے لیے تہلیل کی۔ احرام کے پہلے ہی آپ نے تقلید کیا۔ یعنی بدنہ کے گلہ میں نعلین لٹکایا۔ اور اشعار کیا۔ یعنی اونٹ کے سنام یعنی بلند کو مان کو داہنے جانب شق کیا جس سے خون بہنے لگا نماز اور تہلیل کے بعد اونٹ پر سوار ہوئے جب سقل ہو کر بیٹھے تو پھر آپ نے تہلیل کی۔ بیدار کی بلندی پر جب اونٹ چلا تو پھر آپ نے تہلیل کی۔ حضرت ابن عمرؓ سے صحیح میں روایت ہے کہ پہلے پہلے آپ نے تہلیل اس وقت کی جب شجرہ کے نیچے آپ کا اونٹ ٹھہرا۔ اور اہلال میں کبھی آپ حج و عمرہ دونوں کتے تھے کبھی صرف حج آپ کے الفاظ تلبیہ کے یہ تھے

لبیک اللهم لبیک۔ لبیک لا شریک	تیرے سامنے حاضر ہیں اے خدام تیرے سامنے حاضر ہیں
لک لبیک۔ ان الحمد والنعمة لک	اے خدائے کوئی شریک نہیں بس تعریف تیرے لیے
والملک لا شریک لک۔	نعمت تیری ہر ملک تیرا ہی تیرا کوئی شریک نہیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم بلند آواز سے کہتے تھے۔ اور صحابہ کرام کو حکم دیتے تھے کہ تلبیہ میں آواز بلند کرو۔ جس اونٹ پر آپ سوار تھے اس پر تحمل۔ ہودج یا عماری وغیرہ کچھ نہ تھا۔ اس طرح آپ کا اونٹ بار تھا اور تلبیہ مذکور کتے جا رہے تھے۔ صحابہ میں کوئی ایسی طرح کہنا تھا۔ کوئی کچھ کم کوئی زیادہ مگر آپ نے کسی کو منع نہ کیا۔

روحا	جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم روحا میں پہنچے تو دیکھا کہ ایک وحشی گدھا کسی کا ذبح کیا ہوا پڑا ہے
آپ نے اصحاب سے فرمایا کہ اُس کو چھوڑ دو شاید اس کا مالک آئے گا تھوڑی دیر	
میں وہ آیا۔ اور کہا کہ یا رسول اللہ آپ کو اس گدھے میں اختیار ہے آپ نے حضرت صدیق	
حکم دیا کہ اُس کو تقسیم کر دو۔	

اٹایا	جب آپ اٹایہ میں پہنچے۔ جو رویشہ اور عرج کے درمیان ایک جگہ ہے۔ تو دیکھا کہ
اٹایہ بھڑہ و نمار مثلثہ بعدہ الف و مثناہ تخانیہ ابن اثیر کہتے ہیں کہ مشہور جگہ ہے جھنڈکرات میں مکتی طرف	

ایک ہرن سایہ میں پڑی ہے جس کو کسی نے تیر مارا ہے۔ آپ نے ایک شخص کو مقرر کر دیا کہ اسکے پاس کھڑا رہے جیتک سب لوگ آگے نہ بڑھ جائیں۔ اور کسی کو اس کے پاس نہ جانے دے۔ ابن قیم زاد المعاد میں لکھتے ہیں کہ ان دونوں قصوں میں فرق یہ ہے کہ گدا غیر محرم کا ذبح کیا ہوا تھا اسکے کھانے کی آپ نے اجازت دی۔ اور ہرن کے تیر مارنے والے کا حال معلوم نہ ہوا کہ وہ محرم تھا یا غیر محرم حلال اسیلے اس کے کھانے سے منع فرمایا۔ اور آدمی نگرانی کے لئے مقرر کر دیا۔ جو اس امر میں شدید احتیاط کی دلیل ہے۔

عرج حضور صلعم کے اسباب کا اونٹ اور حضرت صدیق اکبر کے اسباب کا ایک ہی تھا۔ اور حضرت صدیق کے غلام کے ساتھ تھا جب سب حضرات مقام عرج میں پہنچے تو غلام نہ آیا تھا حضور صلعم حضرت صدیق حضرت عائشہ حضرت اسماء سب حضرات ایک جگہ بیٹھ کر غلام کا انتظار کرنے لگے۔ غلام کچھ دیر کے بعد آیا اور اس کے شامل اونٹ تھا۔ حضرت صدیق نے پوچھا کہ اونٹ کہاں ہے۔ اس نے کہا کہ اونٹ تو گم ہو گیا۔ حضرت صدیق نے فرمایا کہ ایک اونٹ کی بھی تو حفاظت نہ کر سکا۔ اور یہ کہ اس کو مارنا شروع کیا حضور صلعم نے بتیم فرمایا اور کہا کہ دیکھو یہ احرام میں ہیں اور کیا کر رہے ہیں حضور صلعم نے صرف اتنا کہا اور بتیم فرمایا لیکن مارنے سے حضرت صدیق کو منع نہ کیا اسیلے ابو داؤد نے اس روایت کو جہاں ذکر کیا ہوا اس باب باندھ لیا ہے کہ محرم کا غلام کو ادب دینا۔

ابو ار اس کے بعد حضور جب ابو ار میں پہنچے تو صعوب بن جثامہ نے حمار وحشی کا پھلار ان آپ کی خدمت میں ہدیہ کیا۔ آپ نے قبول نہ کیا رد کر دیا۔ اور صحیحین کی ایک روایت ہے کہ حمار وحشی ہدیہ کیا صحیح مسلم کا لفظ ہے کہ حمار وحشی کا گوشت ہدیہ کیا گیا۔ حمیری کہتے ہیں کہ سفیان (ابن عیینہ) کہی تو حمار وحشی کا گوشت کہتے تھے۔ کہی اس میں اتنا اضافہ کرتے تھے کہ اس سے خون ٹپکتا تھا کہی کہتے تھے کہ حمار وحشی ہدیہ کیا گیا۔ ایک روایت میں ہے کہ حمار وحشی کا ایک پہلو کسی روایت میں ہے پیر اور ان سب روایتوں میں ہے کہ حضور نے رد کر دیا قبول نہ فرمایا لیکن تحفہ بنی سعد جعفر سے اور وہ عمر بن امیہ غمری سے وہ اپنے والد سے اور وہ صعوب سے روایت کرتے ہیں کہ تحفہ میں حمار وحشی کے

سورن کا گوشت میں نے حضور کی خدمت میں ہدیہ کیا تو حضور نے اور قوم نے کھایا۔ یہی کہتے ہیں کہ یہ اسناد صحیح ہے۔ ابن قیم کہتے ہیں کہ قصہ ایک ہے اور یہ تمام صحیح روایتوں کے خلاف ہے کہ حضور نے قبول کیا یا کھایا۔ مگر یہ روایتیں اگر محفوظ ہیں تو غلبہ شاید یہ ہوگا کہ زندہ جانور کے ہدیہ کو رد کر دیا اور غیر محرم کے ذبیحہ کے گوشت کو قبول کیا۔ امام شافعی صاحب فرماتے ہیں کہ زندہ کو اس لئے رد کر دیا گیا کہ سب احرام کی حالت میں تھے۔ کوئی ذبح نہیں کر سکتا تھا اور جو احرام کی حالت میں نہ تھا اس کا شکار اور ذبیحہ قبول کیا گیا۔ اسی طرح صحیحین میں عمرہ حدیبیہ کے متعلق ایک روایت ہے کہ ابو قتادہ رضی اللہ عنہ نے حمار وحشی کا گوشت حضور کو ہدیہ کیا اور حضور احرام کی حالت میں تھے اور قبول کیا کیونکہ حضرت ابو قتادہ حلال تھے۔ یہ سلسلہ کا واقعہ ہے لیکن صعب بن جنامہ کا یہ قصہ حجۃ الوداع کا ہے جب طبری اور دوسرے بہت لوگوں نے ہی کہا ہے۔ ہرن کا قصہ اور یزید بن کعب السلی البہزی کے حمار کا قصہ ابن قیم نے حجۃ الوداع میں ذکر کیا ہے واللہ اعلم

مقام سرف حضور جب مقام سرف میں پہنچے۔ تو حضرت عائشہ صدیقہ کو ایام حیض شروع ہو گیا اور وہ احرام کی حالت میں تھیں حضور ان کے پاس گئے تو دیکھا کہ رو رہی ہیں۔ دریافت کیا کہ کیوں رو رہی ہیں۔ شاید حیض شروع ہو گیا؟ فرمایا کہ ہاں حضور نے فرمایا کہ یہ تو خدا نے بنات آدم کے لئے مقدر ہی کر دیا ہے حج کے تمام افعال حلیوں کی طرح ادا کرو۔ البتہ بیت اللہ کا طواف نہیں کر سکتی ہو۔

حضرت عائشہ کے اس قصہ پر فقہار و محدثین کے بعض بڑے بڑے اختلافات کی بنیاد ہے۔ ان میں سے ایک اختلاف یہ ہے کہ اگر ایسا ہو جائے اور عورت عمرہ کی نیت کئے ہوئے ہو تو عورت کیا کرے۔ عمرہ کے احرام کو توڑ کر حج مفرد کی نیت کرے۔ یا عمرہ کے ساتھ حج کی نیت کر کے قرآن کرے۔ پہلا قول اہل کوفہ اور امام ابو حنیفہ کا ہے۔ دوسرا اہل حجاز امام شافعی اور امام مالک کا

۱۱۱ سرف۔ امام نووی کہتے ہیں کہ وہ بفتح سین و کسر ہر مکتہ اور مدینہ کے درمیان اور مکہ کے قریب ہوتے ہیں کہ مکہ سے پچھ میل ہے بعض شات میل بعض نویل بعض بارہ میل کہتے ہیں واللہ اعلم ۱۱۱

اور یہی امام احمد صاحب کا بھی قول ہے۔ اہل کوفہ کہتے ہیں کہ مہین میں ہے کہ حضرت عروہؓ حضرت عائشہؓ سے روایت کرتے ہیں وہ کہتی ہیں کہ میں نے عمرہ کے لیے تہلیل کی لیکن مکہ آئی تو حائضہ تھی نہ بیت اللہ کا طواف کر سکی نہ صفا و مروہ کا۔ تب میں نے اپنی حالت کا شکوہ رسول اللہؐ کیا حضورؐ نے فرمایا کہ عمرہ ترک کر دو۔ سر کھول کر نگھی کرو۔ اور حج کے لیے تہلیل کر لو۔ کہتی ہیں کہ میں نے یہی کیا۔ پھر جب حج سے فارغ ہوئی تو حضورؐ نے مجھ کو عبدالرحمن ابن ابی بکرؓ کے ساتھ تنعیم بھیجائیں نے اُنکے ساتھ عمرہ ادا کیا حضورؐ نے فرمایا کہ یہ تمہارے اس عمرہ کا بدلہ ہے۔

یہ حدیث صریح دلیل ہے کہ پہلا احرام باقی نہ رہا حضورؐ نے پہلے احرام کو ترک کر دینے کا حکم دیا۔ اور حضرت عائشہؓ نے حضورؐ کے حکم سے نگھی کی۔ اگر پہلا احرام باقی رہتا تو نگھی نہ کر سکتیں۔ تنعیم کے عمرہ کو حضورؐ نے پہلے عمرہ کا قائم مقام دوسرا مستقل عمرہ بتایا۔ اگر پہلا احرام باقی رہتا تو تنعیم کا عمرہ دوسرا عمرہ قائم مقام نہ ہوتا بلکہ وہی پہلا عمرہ ہوتا۔

لیکن حضرت عائشہؓ سے اور لوگوں نے بھی یہ حدیث روایت کی ہے مگر عروہؓ کے سوا اور کسی کی روایت میں یہ الفاظ نہیں ہیں کہ حضورؐ نے عمرہ کے احرام کو ترک کر دینے کا حکم دیا۔ حضرت عائشہؓ کا نگھی کرنا اور لوگ بھی بیان کرتے ہیں مگر یہ خود بابہ التزاع ہے کہ نگھی کرنا احرام کے منافی ہے یا نہیں الغرض ان وجوہ سے یہ ایک معرکہ الاراء تحقیق طلب مسئلہ بن گیا ہے۔ ہم اس کتاب میں اس پر زیادہ تفصیل سے بحث نہیں کر سکتے۔ کیونکہ یہ سیرۃ کی کتاب اس پر زیادہ فقہی بحث کی قائل نہیں ہو سکتی۔

اس پر سب کا اتفاق ہے کہ حضرت عائشہؓ کے حیض کی ابتداء مقام سرف میں ہوئی۔ لیکن اختلاف یہ ہے کہ پاک کب ہوئیں۔ مجاہد اور عروہؓ حضرت عائشہؓ سے روایت کرتے ہیں کہ عرفہ کے روز۔ اور قاسم بن محمد انہیں سے روایت کرتے ہیں کہ یوم النحر میں۔ انہیں عروہؓ اور انہیں قاسم کی ایک روایت یہ بھی ہے کہ عرفہ کے روز حضرت عائشہؓ حائضہ تھیں اس میں تطبیق ممکن ہے۔ ہو سکتا ہے کہ اس روز حائضہ بھی ہوں پھر اسی روز پاک بھی ہو گئی ہوں۔ یہ سب روایتیں صحیح ہیں لیکن ابوداؤد و دیگر ایک روایت ہشام ابن عروہؓ کی عروہؓ سے ہے کہ لیلۃ النحر میں حضرت عائشہؓ پاک ہوئیں۔ اس کی سند

بھی اگرچہ صحیح ہے۔ مگر ابن حزم کہتے ہیں کہ یہ روایت تمام روایات صحیحہ کے خلاف ہے۔ اس لیے کہ
 یلۃ البطار یوم النحر کے چار راتوں کے بعد ہے۔ اس کے علاوہ گو یہ روایت بھی حضرت عائشہ سے
 مروی ہے لیکن تامل کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اس روایت کا وہ لفظ جس پر اختلاف کی بنیاد ہے
 خود حضرت عائشہ کا لفظ نہیں ہو سکتا یعنی یہ جملہ کہ حضرت عائشہ یلۃ البطار میں پاک ہوئیں کسی
 راوی کا قول ہے خود حضرت عائشہ کا نہیں۔ لہذا یہ روایت عروہ کی دوسری روایتوں کے
 برابر نہیں ہو سکتی جس میں خود حضرت عائشہ کے الفاظ ہیں واللہ اعلم

ذی طوی و مکہ چار تاریخیں ذی الحجہ کی گزروا چکی تھیں صبح کی نماز حضور نے وہیں پڑھی غسل کیا
 اور مکہ کی طرف روانہ ہوئے۔ ثلثۃ العلیا کی طرف سے جو چون کی طرف بلندی پر ہے آپ مکہ میں داخل
 ہوئے۔ اور سیدھا مسجد شریف لے گئے۔ یعنی کے وقت یعنی جب آفتاب بلند ہو چکا تھا مسجد میں
 داخل ہوئے۔ طبرانی نے ذکر کیا ہے کہ باب بنی عبد مناف سے جس کو اب باب بنی شیب کہتے ہیں حضور صلی
 علیہ وسلم مسجد میں داخل ہوئے۔ اور ایک مرسل روایت میں ہے کہ مسجد پر جب آپ کی نظر پڑی تھی تو ہاتھ
 اٹھا کر یہ دعا کرتے تھے

اللہم انت السلام ومنک السلام جتنا نبی السلام اے اللہ تیرے لیے سلامتی ہے۔ اور تیری طرف
 اللہم زد هذا البیت تشریفاً وتعظیماً سلامتی ہو۔ اور بے سلامتی کے ساتھ زندہ رکھ
 و تکریمًا ومہابة۔ و زد من اے اللہ اس گھر کی عظمت شرف عزت اور آبرو
 جتہ و اعتمده تکریمًا و تشریفاً زیادہ کر۔ اور جو اس گھر کا حج کرے یا عمرہ کرے
 و تعظیماً۔ تو اسکی عزت اس کا شرف عظمت اور بھلائی کو زیادہ کر۔

یہ روایت اگرچہ مرسل ہے مگر سعید بن اسیب نے یہ دعا حضرت عمر بن الخطاب سے سنی ہے مسجد
 میں جب حضور صلی علیہ وسلم داخل ہوئے تو طواف کیا۔ حجۃ البید پڑھنا حضور سے ثابت نہیں ہے۔ کیونکہ
 مسجد حرام کی حجۃ طواف ہے جب حجر اسود کے سامنے حضور صلی علیہ وسلم تشریف لے گئے تو سلام کیا اور

طواف کیا۔ طواف کے درمیان یا میزاب کے پاس۔ یا پشت کعبہ کی طرف۔ یا باب کے سامنے۔ یا ارکان کے سامنے۔ کوئی معین دعا حضور سے ثابت نہیں ہے۔ کہین کے سامنے البتہ آپ نے یہ دعا کی ہے ربنا اتنا فی الدنیا حسنة و فی الآخرة حسنة وقنا عذاب النار اسے رب ہمیں دنیا کی بھلائی عطا کر۔ اور آخرت کی بھلائی عطا کر۔ اور جہنم کے عذاب سے بچا۔

طواف کے وقت یمن شوط میں آپ نے رمل کیا یعنی قدم نزدیک نزدیک اور جلد جلد رکھتے تھے۔ اور چار شوط میں بلا رمل مثنی کیا یعنی معمولی چال سے چلے۔ ہر دفعہ جب حجر اسود کے سامنے جاتے تھے تو یمن سے اشارہ کرتے تھے۔ اور یمن کے سرے کو بوسہ دیتے تھے۔ یمن آپ کا ایک عصا تھا جس کا سراٹھڑھا تھا۔ حجر اسود کا استلام بھی آپ نے عصا کے ذریعہ کیا ہی کبھی ہاتھ سے چھو کر ہاتھ کو بوسہ دیا ہے کبھی لب مبارک کو حجر اسود پر رکھ کر بوسہ دیا اور یہ بھی ثابت ہے کبھی رکن یمانی کا استلام بھی آپ نے کیا ہے۔

جب طواف سے حضور صلیم فارغ ہوئے تو مقام ابراہیم کے پیچھے آئے اور وہاں دو رکعت نماز ادا کی۔ نماز سے فارغ ہو کر پھر حجر اسود کا استلام کیا۔ اور سامنے کے دروازہ سے صفا کی جانب روانہ ہوئے۔ قریب پہنچے تو یہ آیت پڑھی ان الصفا والمروة من شعائر الله صفا پر پہنچنے کے بعد قبلہ کی طرف رخ کیا اور فرمایا۔

لا اله الا الله وحده لا شريك له	اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔ وہ اکیلا ہی اس کا کوئی
له الملك وله الحمد وهو على كل شيء	شک نہیں۔ اسی کا ایک ہوا اسی کیلئے حمد مخصوص ہے
قدير لا اله الا الله وحده وانجنا	وہ ہر شئی پر قادر ہے کوئی معبود نہیں ہے مگر اللہ۔ وہ
وعده ونصر عبده وهزم الاحزاب	اکیلا ہی۔ اس نے اپنا وعدہ پورا کیا۔ اپنے بندہ
وحده۔ یہ آپ نے تین مرتبہ فرمایا	کی مدد کی اور ساری جماعتوں کو تنہا شکست دیا۔

اس کے بعد معمولی چال سے مروہ کی جانب چلے جب بطن وادی میں آپ کا قدم ٹھہرا تو وہاں سے سعی کی یعنی تیز چلے۔ جب وادی ختم ہوئی اور مروہ پر چڑھنے لگے تو پھر معمولی چال سے

چلے۔ یہ روایت حضرت جابر سے صحیح مسلم میں ہے۔ اور اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور نے بیت اللہ کا طواف اور صفا و مروہ کے درمیان سعی دونوں پیدل کیا لیکن مسلم ہی نے حضرت ابن زبیر سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے حضرت جابر بن عبد اللہ سے سنا کہ حضور نے حجۃ الوداع میں بیت اللہ کا طواف اور صفا و مروہ کے درمیان سعی اونٹ پر کیا تھا۔ بظاہر ان روایات میں تعارض ہے لیکن صحیح مسلم نے حضرت ابن عباسؓ کی ایک روایت ہے کہ حضورؐ کو دیکھنے کے لئے صفا پر بڑا مجمع ہو گیا تھا۔ جسے کل جوان عورتیں اپنے گھروں سے نکل آئی تھیں۔ اور حضورؐ کی طرف اشارہ کر کے لوگ ہر طرف کہتے تھے کہ وہ محمد ہیں۔ اس لئے حضورؐ اونٹ پر سوار ہو گئے تھے۔ البتہ طواف بیت اللہ کے متعلق روایتیں بہت مختلف ہیں لیکن کسی روایت میں یہ صاف تصریح نہیں ہے کہ حجۃ الوداع کے وقت پہلے طواف جو آنے کے ساتھ آپؐ نے کیا وہ سواری پر تھا۔ اور حضرت جابرؓ کی روایت میں تصریح ہے کہ حجۃ الوداع میں جو پہلا طواف آپؐ نے کیا اس کے تین شوٹ میں رمل کیا اور چار میں مٹی اور رمل مٹی پیدل ہی میں ہو سکتا ہے سواری پر نہیں۔ بلاشبہ اس کے بعد آپؐ نے سواری پر طواف کیا ہے۔ چونکہ روایتوں میں سواری پر طواف کا ذکر ہے اس میں یا تو بعد کے طواف کا ذکر ہے۔ یا کسی عمرہ کے طواف کا۔ حضرت عائشہؓ کی روایت میں حجۃ الوداع کا ذکر ہے مگر یہ مذکور نہیں کہ وہ طواف قدم کا ذکر کرتی ہیں یا دوسرے طواف کا۔ دوسری روایت تو یہ بھی مذکور نہیں ہے کہ یہ حجۃ الوداع کا ذکر ہے یا کسی عمرہ کا واللہ اعلم

جب حضورؐ صفا و مروہ پر پہنچے تو وہاں بھی قبلہ کی طرف رخ کر کے تکبیر کی اور تہجد بیان کی۔ اور جس طرح صفا پر آپؐ نے دعائیں پڑھی تھیں یہاں بھی پڑھیں۔ اس کے بعد صفا کی طرف روانہ ہوئے اس طرح ثات مرتبہ آپؐ نے سعی کی۔ وادی میں جس مقام سے جہا تک آپؐ نے سعی کی تھی۔ یعنی تیرے چلے تھے۔ ان دونوں مقامات پر نشانیاں بنادی گئی ہیں جس کو میلین انھیں کہتے ہیں۔ آخر سعی آپؐ کی باتفاق مروہ پر تمام ہوئی۔ یعنی صفا سے مروہ تک ایک پھر مروہ سے صفا تک دوسری علیٰ ہذا القیاس بعضوں نے کہا ہے کہ صفا سے مروہ تک جانا۔ اور پھر مروہ سے صفا تک آنا یہ دونوں

ملا کر ایک سی ہوئی۔ یہ صحیح نہیں ہے۔ ائمہ مذاہب میں سے کسی کا یہ مسلک نہیں ہے۔ اور پہلا اتفاق ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سعی صفا سے شروع ہوئی اور مردہ پر تمام ہوئی۔ یہ اسی وقت ہو سکتا ہے جب مفاد مردہ ایک فسر کو ایک سی قرار دجائے۔

مردہ پر شرعی حکم جب مردہ پر آپ نے سعی ختم کی تو حکم دیا کہ جسکے پاس ہدی نہ ہو۔ وہ احرام کو ختم کر کے کامل حلال ہو جائے۔ کامل حلال کے یہ معنی ہیں کہ اس کو عورت سے وطی کرنا خوشبو لگانا۔ سلا ہوا کپڑا پہننا سب حلال ہے۔ اور جسکے پاس ہدی ہو وہ احرام ختم نہ کرے۔

فسخ الحج بالعمرة کا اختلاف صحابہ کرام میں بعضوں کی نیت عمرہ کی تھی بعض نے حج اور عمرہ کی ساتھ نیت کی تھی حضور نے حکم دیا کہ جس کے پاس ہدی نہ ہو

وہ حلال ہو جائے۔ اور جسکے پاس ہدی ہو وہ احرام پر قائم رہے۔ اب جن کی نیت صرف عمرہ کی تھی وہ طواف اور سعی سے فارغ ہو چکے تھے لہذا ان کے حلال ہو جانے میں کوئی اشتباہ باقی نہ تھا لیکن جن کی نیت حج یا حج و عمرہ کی ساتھ تھی۔ اور ان کے ساتھ ہدی نہ تھی ان کو تردد ہوا حضور نے فرمایا کہ اگر میرے ساتھ ہدی نہ ہوتی تو ہم بھی حلال ہو جاتے۔ اور آپ نے سب کو بتا دیا کہ حلال ہو جانے کا حکم دیا۔ اس لیے جن اصحاب کے پاس ہدی نہ تھی ان میں سے کسی نے حلق کر لیا اور کسی نے قصر مگر احرام سے باہر ہو کر حلال ہو گئے۔ حضور کا یہ حکم اور صحابہ کا یہ فعل ثابت ہے لیکن ائمہ مجتہدین میں اختلاف یہ ہو گیا کہ حضور کا یہ حکم صحابہ کرام کے لیے خاص تھا یا سارے مسلمانوں کیلئے ہمیشہ کے واسطے ہی حکم ہے۔ امام احمد اور ان کے مقلدین بن تیمیہ اور ابن قیم کہتے ہیں کہ سب کے لیے ہی حکم ہے۔ مگر امام شافعی امام مالک اور امام ابو حنیفہ اور اکثر فقہار ائمہ کہتے ہیں کہ یہ حکم صرف صحابہ کے لیے تھا۔ دونوں طرف اس باب میں مباحث طویل ہیں۔ ہم بعض روایات کو جن پر مباحث کا مدار ہے ذیل میں لکھ دیتے ہیں۔

حکم کے عام ہونے کی دلیلیں جو لوگ فسخ الحج بالعمرة کے جواز یا وجوب کے قائل ہیں۔ اور اس حکم کو سب کے لیے عام کہتے ہیں۔ وہ فرماتے ہیں کہ حضور نے پہلے مقام صرف میں صحابہ سے فرمایا کہ



جس کے پاس ہدی نہ ہو تو میرے نزدیک بہتر ہے کہ وہ عمرہ کرے۔ اور جس کے پاس ہدی ہو وہ یہ نہ کرے۔ اس میں گومن و بھیر تخریب ہے لیکن عمرہ کی ترجیح ظاہر ہے۔ اس کے بعد کہہ آکر آپ نے حتماً حکم دیا کہ جس کے پاس ہدی نہ ہو وہ حلال ہو جائے اور جس کے پاس ہدی ہو وہ اپنے احرام پر قائم رہے۔ سراقہ بن مالک سے سوال کیا کہ یا رسول اللہ! اس سال کیلئے فاعص کم ہی یا ہمیشہ کیلئے عام ہی حضور فرمایا کہ ہمیشہ کیلئے عام ہی بن قیم کہتے ہیں۔ شیخ الحج با عمرہ کے حکم کو خود رسول اللہ سے رسول اللہ کے چودہ صحابی نے روایت کیا ہے۔ اور سب کی حدیثیں نہایت صحیح ہیں۔ وہ صحابہ یہ ہیں۔ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ ام المومنین حضرت حفصہ حضرت علی بن ابی طالب حضرت فاطمہ زینت رسول اللہ حضرت اسماء بنت ابی بکر جابر بن عبد اللہ حضرت ابو سعید الخدری حضرت برابر بن عازب حضرت عبداللہ بن عمر حضرت انس ابن مالک حضرت ابو موسیٰ الاشعری حضرت عبداللہ بن عباس حضرت بسرہ بن معبد الجعفی حضرت سراقہ بن مالک المدنی رضی اللہ عنہم چنانچہ صحیحین میں حضرت ابن عباس سے مروی ہے کہ رسول اللہ اور ان کے اصحاب حج کے لئے اہلال کتے ہوئے چار ذی الحجہ کی صبح کو آئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو حکم دیا کہ صرف عمرہ کر لیں تو یہ بات ان کو بڑی عظیم معلوم ہوئی۔ پوچھا کہ یا رسول اللہ کیسے حاصل کریں حضور نے فرمایا کہ حل نام۔ اور صحیح مسلم کا لفظ ہے کہ حج کا تلبیہ کہتے ہوئے آئے۔ اور بعض روایت میں یہ لفظ ہے کہ اپنے احرام کو عمرہ کا احرام کر لیں سوائے ان لوگوں کے جن کے ساتھ ہدی ہو۔ اور صحیحین میں حضرت جابر بن عبد اللہ کی روایت ہے کہ حضور اور اصحاب نے حج کے لئے اہلال کیا۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت طلحہ کے سوا کسی کے پاس ہدی نہ تھی حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے آئے تھے۔ ان کے ساتھ ہدی تھی۔ اور انہوں نے کہا کہ میں نے اہلال کہا مثل اہلال نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے۔ اس کے بعد حضور نے حکم دیا کہ جس کے ساتھ ہدی ہو اس کے سوا اور سب عمرہ کر لیں۔ طواف کریں پھر قصر کر کے حلال ہو جائیں صحابہ اس پر کچھ بولنے لگے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرے ساتھ اگر ہدی نہ ہوتی تو ہم بھی حلال ہو جاتے ایک روایت کا لفظ ہے کہ فرمایا کہ تم جانتے ہو کہ ہم تم سے زیادہ متقی ہیں۔ تم سے زیادہ صادق ہیں۔ اور تم سے زیادہ نیکی کرنیوالے ہیں اگر میرے ساتھ ہدی نہ ہوتی تو ہم بھی حلال ہو جاتے۔ ایک روایت میں ہے کہ سراقہ بن مالک

ابن جشم نے کہا کہ یا رسول اللہ یہ اس حال کے لئے ہے یا ہمیشہ کے لئے۔ فرمایا کہ ہمیشہ کے لئے۔ اور یہ سارے الفاظ نہایت صحیح روایات کے ہیں صحیحین میں حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ ہم لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نکلے تو حج کے سوا کچھ ارادہ نہ تھا۔ پھر جب مکہ آئے تو حضورؐ نے احباب کو حکم دیا کہ عمرہ کرو۔ تو سب لوگ حلال ہو گئے سوائے ان لوگوں کے جنکے ساتھ ہدی تھی۔ یہ حدیث بہت طویل ہے اور صحیح مسلم میں حضرت حفصہؓ سے مروی ہے کہ حجۃ الوداع میں رسول اللہؐ نے اپنی ازواج کو حکم دیا کہ حلال ہو جائیں۔ میں نے کہا کہ آپ کو حلال ہونے سے کس چیز نے روکا۔ فرمایا کہ میں نے بدنہ کی تقلید کی ہے اس لئے بغیر خمر کے حلال نہیں ہو سکتا۔ ابن قیمؒ کہتے ہیں کہ سلمہ بن شیبہ نے امام احمد صاحب شریکما کہ آپ کی ساری بات ہمیں اچھی معلوم ہوتی ہے مگر ایک بات۔ پوچھا کہ وہ کیا۔ تو کہا کہ آپ حج کو فسخ کر کے عمرہ بنانے کا حکم دیتے ہیں۔ امام احمدؒ نے کہا کہ اے سلمہ ہم تم کو ذی عقل سمجھتے تھے۔ اس باب میں میرے پاس گیارہ صحیح حدیثیں ہیں۔ تو کیا ہم ان سب کو صرف تمہارے قول کی وجہ سے چھوڑ دیں۔ انہی میں صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں اس مضمون کی اس کے سوا اور بہت سی حدیثیں ہیں۔ اور سنن کی روایتیں اس کے علاوہ ہیں۔ ان سب روایات سے یہ معلوم ہوا کہ حضورؐ نے ان سب صحابہ کو جنکے پاس ہدی نہ تھی حج کے بدلہ عمرہ کرنے کا حکم دیا۔ اور سراقہ بن مالکؓ کے سوال وجواب نے یہ بات طے کر دی کہ یہ حکم ہمیشہ کے لئے عام ہے۔ یہ حکم صحابہ کے لئے مخصوص نہ تھا۔ اور سنن میں حضرت برابر بن عازبؓ کی روایت ہے کہ صوا۔ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ہم نے حج کی نیت کی ہے تو صرف عمرہ کر کے احرام کیسے توڑ دیں۔ اس پر حضورؐ ناراض ہوئے اور فرمایا کہ جو ہم کہتے ہیں کرو۔ اگر میرے ساتھ ہدی نہ ہوتی تو ہم بھی یہی کرتے۔

صحیح بخاری میں حضرت انس بن مالکؓ سے مروی ہے کہ ہلوگ مکہ آئے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا تو ہم لوگ حلال ہو گئے پھر یوم الترویہ یعنی ۸ ذی الحجہ کو حج کا احرام باندھا۔ اور انہیں حضرت ابو موسیٰ الاشعریؓ سے مروی ہے کہ ہم یمن سے آئے۔ اور حضورؐ بطحا میں تھے تو پوچھا کہ کس چیز کا تم نے احرام باندھا ہے۔ میں نے کہا کہ میں نے احرام باندھا ہے کہ میرا ہلال مثل ہلال نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ہے

پوچھا کہ کیا تمہارے ساتھ ہدی ہے میں نے کہا کہ نہیں تو حضور کے حکم پر میں نے طواف کیا پھر مغامروہ کے درمیان ہی کی۔ اس کے بعد حلال ہو جانے کا حضور نے حکم دیا۔ اور صحیح مسلم میں ہے کہ کسی نے حضرت ابن عباسؓ سے کہا کہ یہ کیا فتویٰ ہے کہ جس نے طواف کیا وہ حلال ہو جائے۔ حضرت ابن عباسؓ نے کہا کہ یہ تمہارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے۔

دلائل تخصیص حکم بھابیہ عبد اللہ بن الزبیر الجعفی روایت کرتے ہیں کہ حضرت ابی ذر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ فسخ حج کا حکم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خاص ہم لوگوں کو دیا تھا۔

اور وہ حج روایت کرتے ہیں کہ حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ہم لوگوں کے بعد کسی کو یہ جائز نہیں ہے کہ حج کو عمرہ کرے۔ یہ صرف اصحاب رسول اللہ کے لئے رخصت تھی مستند زاریں ہیں کہ زید بن شریک نے حضرت ابو ذرؓ سے کہا کہ آپ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے۔ تمتع کا کیا حکم تھا فرمایا کہ وہ تمہارے لئے نہیں ہے وہ صرف ہم لوگوں کے لئے رخصت تھی۔ اور صحیح مسلم میں ہے کہ حضرت ابو ذرؓ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ تمتع حج میں اصحاب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے خاص تھا۔ اور ایک روایت میں ہے کہ وہ ہم لوگوں کے لئے رخصت تھی۔ اور ایک روایت میں ہے کہ دو تمتع ہے دونوں صحیح نہیں ہیں لیکن ہم لوگوں کے لئے خاص تھا یعنی حواء النساء اور تمتع الحج۔ اور ایک روایت میں ہے کہ وہ ہم لوگوں کے لئے خاص تھا تم لوگوں کے لئے نہیں ہے۔ اور سنن نسائی میں باسناد صحیح مروی ہے کہ تمتع حج میں تم لوگوں کے لئے نہیں ہے اور تم کو اس سے کچھ علاقہ نہیں ہے وہ اصحاب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے رخصت تھی۔ اور ابو داؤد و ترمذی میں ہلال بن الحارثؓ سے مروی ہے کہ میں نے پوچھا کہ یا رسول اللہ فسخ الحج الی العمرہ ہم لوگوں کے لئے خاص ہے یا سب کے لئے عام ہے تو فرمایا کہ تم لوگ کے لئے خاص ہے۔ اور امام احمد و ابو داؤد نے بسند صحیح روایت کیا ہے کہ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سے تمتع الحج کے بارہ میں سوال کیا گیا تو فرمایا کہ یہ ہم لوگوں کیلئے خاص تھا تمہارے لئے نہیں ہے۔

وہ حدیثیں جو فسخ الحج کے معارض ہیں | جو روایتیں تخصیص کے ثبوت میں مذکور ہوئیں وہ سب آثار صحابہ میں یوں سے ہلال بن یحزق کی

روایت کے وہ مرفوع ہے۔ اور وہ سند بھی کو صحیح ہے مگر ان تمام روایات صحیحہ کا تنہا معارضہ نہیں کر سکتی جو فسخ الحج کے دلیل میں ذکر کی گئیں کیونکہ سند بھی ان روایات کی قوت کو نہیں پہنچ سکتی لیکن تخصیص کی بابت فسخ الحج کے معارض اور روایتیں بھی ہیں صحیح مسلم میں امام زہری کی روایت عروہ سے ہے۔ وہ حضرت عائشہؓ سے روایت کرتے ہیں۔ کہ حضرت عائشہؓ نے کہا کہ ہلوگ رسول اللہ کے ساتھ حجۃ الوداع میں نکلے۔ تو بعضوں نے عمرہ کے لئے اہلال کہا بعضوں نے حج کے لئے جب مکہ آئے تو رسول اللہ نے فرمایا کہ جس نے عمرہ کا احرام باندھا ہو اور اس کے ساتھ ہدی نہ ہو وہ حلال ہو جائے اور جس نے عمرہ کا احرام باندھا ہو اور اس کے ساتھ ہدی ہو وہ حلال نہ ہو جب تک ہدی کا خر نہ کرے اور جس نے حج کے لئے اہلال کہا ہو وہ حج پورا کرے۔ اس میں دوسری روایت مالک کی ہے ابوالاسود سے وہ عروہ سے وہ حضرت عائشہؓ سے روایت کرتے ہیں کہ ہم لوگ حجۃ الوداع کے لئے رسول اللہ کے ساتھ نکلے تو کسی نے عمرہ کا اہلال کہا کسی نے حج و عمرہ دونوں کا کسی نے صرف حج کا اور رسول اللہ نے حج کے لئے اہلال کہا۔ تو جنہوں نے عمرہ کا اہلال کیا وہ حلال ہو گئے لیکن جنہوں نے حج کا اہلال کیا۔ یا حج و عمرہ دونوں کا وہ یوم النحر تک حلال نہ ہوئے۔

ابن ابی شیبہ حضرت عائشہؓ سے روایت کرتے ہیں کہ ہلوگ رسول اللہ کے ساتھ حج کے لئے نکلے تو تین قسم کے لوگ تھے۔ پہلی نے حج و عمرہ دونوں کی نیت کی۔ دوسری نے صرف حج کی نیت کی۔ تیسری نے صرف عمرہ کی جن لوگوں نے حج و عمرہ کی ساتھ نیت کی تھی وہ بالکل حلال نہ ہوئے جب تک انہوں نے مناسک حج کو پورا نہ کیا۔ اور جنہوں نے صرف حج کی نیت کی تھی وہ بھی بالکل حلال نہ ہوئے جب تک انہوں نے مناسک حج کو پورا نہ کیا جن لوگوں نے صرف عمرہ کی نیت کی تھی وہ جب بیت اللہ کا اور صفا و مردہ کا طواف کر چکے تو حلال ہو گئے۔ اور پھر مستقل حج کیا۔ صحیح مسلم میں عروہ بن الزبیر کی ایک بہت طویل روایت ہے اس کے آخر میں حضرت عروہ کہتے ہیں کہ گزشتہ لوگوں میں سے کسی کو میں نے

نہیں دیکھا مگر یہ کہ جب وہ (مکہ میں) قدم رکھتے تو سب سے پہلے طواف کرتے اور حلال نہیں ہوتے اور میں نے اپنی ماں اور خالہ کو دیکھا کہ جب وہ آئیں تو طواف سے پہلے کچھ نہ کرتیں۔ دونوں سب سے پہلے بیت اللہ کا طواف کرتیں۔ اور حلال نہ ہوتیں۔

ظاہر ہے کہ یہ روایتیں فسخ الحج کے بالکل معارض ہیں۔ اور جو آثار و روایات تخصیص حکم فسخ بصوابہ کے ثبوت میں لکھے گئے ان کے بھی خلاف ہیں۔ کیونکہ ان روایات سے بھی یہ ثابت ہوتا ہے کہ جن صحابہ نے حج کی نیت کی تھی وہ طواف کے بعد حلال ہوئے اور ان روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ جن صحابہ نے حج کی نیت کی تھی وہ حلال نہ ہوئے حلال صرف وہ ہوئے جنہوں نے صرف عمرہ کی نیت کی تھی۔ ان روایات میں شدید تعارض ہونے کی وجہ سے پیچھے علماء مجتہدین بھی مختلف الرائے ہو گئے اکثر ائمہ کہتے ہیں کہ حدیثیں سب معارض ہیں اس لئے نیت کے بعد ابطال عمل کا حکم نہیں دیا جاسکتا۔ لیکن امام احمد صاحب قوت سند کی بنا پر فسخ الحج بالعمہ کی روایتوں کو ترجیح دیتے ہیں واللہ اعلم بہتر کیف کثیر مستند روایات سے یہ ثابت ہے کہ جن حضرات کے ساتھ ہدی نہ تھی وہ سعی کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کے موافق حلال ہو گئے۔ لیکن خود حضور حلال نہ ہوئے اس لئے کہ آپ کے ساتھ ہدی تھی۔ اور حضرت ابوبکر صدیقؓ، حضرت عمر فاروقؓ، حضرت علیؓ، حضرت طلحہؓ، حضرت زبیرؓ بھی حلال نہ ہوئے۔ کیونکہ ان سب حضرات کے ساتھ ہدی تھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات سب حلال ہو گئیں۔ حضرت عائشہؓ کے حلال ہونے کے بارہ میں صحیح مسلم کی روایت لکھ چکا ہوں مگر ان میں بعض علماء کو شبہ ہے حضرت فاطمہؓ حلال ہو گئی تھیں ان کے ساتھ ہدی نہ تھی۔ مگر حضرت علیؓ حلال نہ ہوئے کیونکہ وہ یمن سے آئے تھے اور ان کے ساتھ ہدی تھی۔ اور ان کو رسول اللہ نے احرام باقی رکھنے کا حکم دیا تھا۔ حضرت علیؓ عراق میں فرمایا کرتے تھے کہ ہم گئے تو دیکھا کہ حضرت فاطمہؓ گنگھی کر کے برہ لگا کر اور خوشبو لگا کر رنگین کپڑے پہنے ہوئے ہیں تو میں نے تعجب کیا اور مجھ کو یہ بات ناگوار ہوئی۔ انہوں نے کہا کہ مجھ کو میرے والد نے یہ حکم دیا ہے میں نے۔ اس کے بعد رسول اللہ سے دریافت کیا تو حضور نے فرمایا کہ ہاں میں نے حکم دیا ہے۔

حج کا بقیہ حال مروہ سے اتر کر حضورؐ نے مکہ سے باہر قیام فرمایا۔ اور تمام احباب یوم الترویہ یعنی آٹھ ذی الحجہ تک آپ کے ساتھ وہیں رہے۔ اتوار۔ سوموار۔ منگل۔ بدھ۔ یہ

چار روز آپ نے وہاں قیام فرمایا۔ اور اس درمیان میں برابر نماز قصر ادا کرتے رہے جمعرات کے روز یعنی آٹھ ذی الحجہ کو صبح کے وقت آفتاب بلند ہونے کے بعد تمام احباب کے ساتھ منیٰ کی طرف روانہ ہوئے۔ جو لوگ حلال ہو گئے تھے انہوں نے یہیں سے ۸۔ ذی الحجہ کو حج کا احرام باندھا۔ احرام کے لئے یہ لوگ مسجد نہ گئے بلکہ مکہ سے باہر ہی احرام باندھ منیٰ میں پہنچ کر آپ نے ظہر اور عصر کی نماز پڑھی اور رات کو وہیں رہے۔ یہ جمعہ کی رات تھی۔ پھر جمعہ کے روز جب آفتاب طلوع ہوا تو منیٰ کے راستہ سے عرفہ کی جانب روانہ ہوئے۔ راستہ میں بعض احباب تلبیہ کہتے تھے بعض تکیہ آپ سنتے تھے مگر کسی کو منع نہ کرتے تھے۔ عرفات کے پورب جانب اُس وقت ایک قریہ تھا جس کا نام ممرہ تھا۔ آپ کے حکم سے وہیں آپ کا قبہ نصب ہوا تھا اُس میں آپ اترے۔ آفتاب ڈھلنے کے بعد آپ کا ناقہ قصویٰ آیا۔ اس پر سوار ہوئے اور وہاں عرفہ کے بطن وادی میں آئے اور وہاں اونٹنی پر وہ خطبہ عظیمہ ارشاد فرمایا جو اسلام کی سب سے بڑی دولت ہے۔

عرفہ کا خطبہ اس خطبہ میں حضورؐ نے اسلام کے قواعد کو حکم اور مقرر کیا۔ کفر اور جاہلیت کے قواعد کو منہدم کیا۔ اور اس خطبہ میں آپ نے اس حرمت کی تقریر کی جو تمام ملوں میں باطلاق

لے منیٰ بمصر میں حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ یہاں حضرت جبریلؑ نے حضرت آدمؑ سے پچھا کہ کیا تمنا رکھتے ہیں فرمایا جنت اس لئے اس کا نام منیٰ ہوا تمنا سے۔ اور منیٰ کے معنی بہانا بھی ہے یہاں خون بہایا جاتا ہے اس لئے اس کو منیٰ کہا و اللہ اعلم
لے شب بفتح ضاد جمع ۱۲ منہ

لے عرفہ زمان و مکان دونوں معنی میں آتا ہے لیکن عرفات بفتح جمع مخصوص مکان کے معنی میں آتا ہے۔ اسکو عرفات اس لئے کہتے ہیں کہ حضرت آدمؑ اور حواؑ کا بیوی کے بعد یہیں تعارف ہوا تھا اور عرف اسکو راز و محرم بھی کہتے ہیں۔ چونکہ قربانی کے ایام میں منیٰ میں تعفن پیدا ہو جاتا اور یہاں کی ہوا اچھی رہتی ہے اسلئے اسکو عرفات کہتے ہیں اس لئے یہ لفظ با تعارف کے مشتق ہے یا عرف سے کذا فی شرح سفر السعادت و اللہ اعلم ۱۲ منہ
لے ممرہ بفتح زون و کسر میم و فتح راء ہما ایک قریہ کا نام ہے یا ایک پہاڑ کا کذا فی القاموس و اللہ اعلم ۱۲ منہ

حرام ہے فرمایا کہ تمہارا خون تمہارے اموال اور تمہاری آبرو حرام ہیں ایک کی دوسرے پر۔ اس خطبہ میں آپ نے تمام رسوم جاہلیت کو اپنے پیروں کے نیچے کیا یعنی ہمیشہ کے لئے اس کے مٹنے کا اعلان فرمایا۔ اس خطبہ میں آپ نے جاہلیت کی سود خواری کو بالکل مٹا دیا اور باطل کر دیا۔ اس خطبہ میں آپ نے اپنی امت کو وصیت کی کہ عورتوں کے ساتھ ہمیشہ اچھا سلوک کرو پھر تشریح فرمادی کہ عورتوں کے حقوق مردوں پر اور مردوں کے حقوق عورتوں پر کیا ہیں۔ اس میں حضور نے مردوں کو اختیار دیا کہ وہ عورتوں کو مار سکتے ہیں اور ان کی تنبیہ کر سکتے ہیں اگر وہ ایسے مردوں کو گھس لے لیں جن کا آنا ان کے شوہر ناپسند کرتے ہوں۔

آپ نے اس خطبہ میں اپنی تمام امت کو وصیت کی کہ کتاب اللہ کو پکڑے رہیں اور فرمایا کہ جب تک لوگ اس کتاب کو پکڑے رہیں گے گمراہ نہ ہوں گے۔

خطبہ تمام ہونے کے بعد آپ نے لوگوں سے کہا کہ تم سے یہ سوال کیا جاوے گا کہ یہ سب احکام تم لوگوں کو پہنچے یا نہیں تو تم لوگ کیا شہادت دو گے۔ سب نے کہا کہ ہم شہادت دیتے ہیں کہ آپ نے خدا کے احکام پہنچا دیئے۔ آپ نے اپنا حق ادا کر دیا۔ اور آپ نے پوری طرح نصیحت کر دی اس کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے آسمان کی طرف انگلی اٹھائی اور تین مرتبہ فرمایا کہ خداوند اتو گواہ رہ۔ خداوند اتو گواہ رہ۔ خداوند اتو گواہ رہ۔

اس کے بعد آپ نے لوگوں سے فرمایا کہ جو لوگ حاضر ہیں وہ ان تمام احکام کو ان لوگوں تک پہنچا دیں جو حاضر نہیں ہیں۔

ابن حزم نے لکھا ہے کہ اسی خطبہ کے وقت حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی ماں ام الفضل بنت الحارث الملائیہ نے آپ کی خدمت میں دودھ بھیجا جو آپ نے پی لیا۔ لیکن ابن قیم کہتے ہیں کہ یہ وہم ہے۔ دودھ پینے کا قصہ اس کے بعد کا ہے۔ میں نے حضرت بیہونہ کی روایت سنی کہ لوگوں کو اس میں شک ہوا کہ رسول اللہ آج روزہ سے ہیں یا نہیں۔ تو آپ کے پاس جب آپ وقف میں تھے دودھ بھیجا گیا۔ اور ایک روایت میں ہے کہ جب آپ عرفہ میں واقع تھے۔ اور خطبہ کی جگہ وقف

نہیں ہے۔ آپ غزہ میں مقیم ہوئے۔ اور غزہ میں خطبہ دیا۔ اس کے بعد موقف میں جا کر وقوف کیا یہ سب مقامات علیحدہ علیحدہ ہیں۔

جب خطبہ تمام ہوا تو آپ نے حضرت بلالؓ کو حکم دیا۔ انہوں نے اذان کی۔ پھر اسکے بعد قامت کی۔ اور آپ نے اس روز دو رکعت نماز ظہر کی پڑھی۔ اس میں قرأت آہستہ پڑھی حالانکہ جمعہ کا دن تھا۔ مگر آپ نے جمعہ نہ پڑھا۔ اس کے بعد دوسری اقامت ہوئی اور آپ نے عصر کی بھی دو رکعت نماز پڑھی۔

وقوف عرفہ نماز سے فارغ ہونے کے بعد آپ موقف میں آئے۔ پہاڑ کے نیچے منجرات کے پاس قبلہ رو ہو کر کھڑے ہوئے اور جبل مشاء آپ کے سامنے تھا۔ آپ اونٹ پر سوار تھے۔ اور نہایت گریہ و زاری کے ساتھ دعا کرتے رہے اسی طرح غروب آفتاب تک دعا کرتے رہے۔ اور فرمایا کہ ہم نے اس جگہ وقوف کیا لیکن عرفہ کل موقف ہے۔ اور فرمایا کہ حج یوم عرفہ ہے۔ اور بہترین دعا یوم عرفہ کی دعا ہے۔ دعا کے وقت آپ سینہ تک ہاتھ اٹھائے ہوئے تھے جس طرح فقیر کھانا مانگتے وقت اٹھاتا ہے۔ اس وقت کی دعائیں آپ کی احادیث مجموعہ میں مروی ہیں۔

دین کی تکمیل یہیں یہ آیت نازل ہوئی **اليوم اكملت لکم دینکم و اتممت علیکم نعمتی و رضیت لکم الاسلام** دین آج ہم نے تمہارے دین کو تمہاری لئے مکمل کر دیا۔ تمہارے اور اپنی نعمت پوری کی اور تمہارے لئے دین اسلام کو پسند کیا۔ یہ اس امر کا اشارہ تھا کہ خدا نے جس مقصد کے لئے آپ کو دنیا میں بھیجا تھا وہ پورا ہو چکا۔ آپ کے ذریعے جو احکام خداوندی آئے تھے وہ آگئے۔ ایسے اب دنیا میں آپ کے رہنے کی ضرورت باقی نہ رہی۔

محرم کا انتقال یہیں ایک صحابی جو احرام کی حالت میں تھے سواری سے گر گئے اور ان کا انتقال ہو گیا حضور صلعم نے حکم دیا کہ ان کو غسل دیا جائے۔ اور احرام ہی کے کپڑے کو کفن بنایا جائے۔ تو شبونہ لگائی جائے۔ اور سر و چہرہ ان کا پھپھایا نہ جائے۔ اور فرمایا کہ یہ قیامت کے روز تبلیہ کہتے ہوئے اُنھیں گے۔ اسی بنا پر امام احمد صاحب امام شافعی اور اسحاق کہتے ہیں کہ موت کے

احرام نہیں ٹوٹتا۔ مگر امام ابو حنیفہ۔ امام مالک اور امام اوزاعی فرماتے ہیں کہ یہ صحابی مذکور کے لئے خاص حکم تھا ورنہ خداوند کریم فرماتا ہے اذا مات احدکم انقطع عمله الا من ثلث یعنی جب تم میں سے کوئی مر جاتا ہے تو اس کا عمل منقطع ہو جاتا ہے۔

مزدلفہ و منیٰ جب غروب آفتاب کے بعد شفق کی زردی چھپ گئی تو آپ عرفة سے روانہ ہوئے حضرت اسامہ بن زید کو آپ نے اپنے ساتھ اونٹ پر بٹھالیا۔ اور آہستہ آہستہ

واں سے چلے۔ اور صحابہ سے فرمایا کہ تیزی میں بھلائی نہیں ہے یہ معلوم ہو چکا ہے کہ آپ صبح کے راستہ سے عرفة گئے تھے۔ اور آ زمین کے راستہ سے واپس ہوئے۔ یہ آپ کا ہمیشہ قاعدہ تھا کہ

عیدین میں جس راستہ سے مصلے پر جاتے تھے واپس اُس راستہ سے نہ ہوتے تھے بلکہ دوسرا راستہ اختیار فرماتے تھے۔ راستہ میں آپ کے اونٹ کی چال نہ بہت تیز تھی نہ بہت سست۔ جب کسی بلندی پر چڑھنا ہوتا تھا تو باگ ڈور اڑھیلی کر دیتے۔ اور سارے راستہ میں برابر تلبیہ کہتے جلتے تھے

کسی وقت آپ نے تلبیہ بند نہ کیا۔ راستہ میں ایک جگہ اترے بیٹھا کیا۔ اور ہلکا وضو کیا۔ حضرت اسامہؓ نے عرض کیا کہ حضور نماز کا وقت ہے فرمایا کہ نماز کی جگہ آگے آئی ہے جب مزدلفہ میں پہنچے تو فوراً مکمل وضو کیا۔ اور موذن کو اذان کے لئے حکم دیا انہوں نے اذان اور اقامت کی۔ اور آپ نے

مغرب کی نماز پڑھی۔ یہ اونٹ کو کھولنے اور اسباب اتارنے سے پہلے مغرب کی نماز سے فارغ ہو کر لوگوں نے اونٹ کھولا۔ اسباب اتارا۔ اور اُس کا انتظام کیا۔ اُس کے بعد پھر اقامت ہوئی تب آپ نے عشا کی نماز پڑھی۔ بعض روایات میں ہے کہ عشا کے لئے اذان بھی جدید ہوئی۔ اور بعض میں ہے کہ اقامت بھی ایک ہی ہوئی۔ مگر راجح اور قوی یہ ہے کہ اذان ایک ہوئی اقامت دو۔

اُس کے بعد حضور سو گئے۔ اور رات کی نماز کے لئے نہ اٹھے جیسا کہ آپ کا روزانہ معمول تھا بلکہ صبح کی نماز کیلئے اٹھے۔ یوں بھی عیدین کی شب میں نماز کے لئے آپ کا اٹھنا کسی معتبر روایت سے ثابت نہیں ہے۔

رات ہی کے وقت آپ نے اپنے اہل میں سے کمزوروں کو منیٰ روانہ کر دیا اور منع کر دیا کہ نبی جہاد

طلوع آفتاب سے پہلے نہ کریں۔ یہ روایت صحیح ہے ترمذی نے اس کی تصحیح کی ہے۔ اور صحیحین کی بیسی
 معلوم ہوتا ہے کہ ضعفار بنی عبد المطلب کو آپ نے بھیجا تھا۔ حضرت ابن عباسؓ بھی ان کے ساتھ
 گئے تھے۔ اور ازواج رسول اللہ صلم میں سے صرف حضرت سودہؓ ان کے ساتھ گئی تھیں۔ اور سب
 ازواج مطہرات حضورؐ کے شامل تھیں۔ مستدرام احمد کی ایک روایت کے الفاظ سے معلوم ہوتا ہے کہ
 بنی المطلب کے لڑکے حضرت ابن عباسؓ کے ساتھ بھیجے گئے تھے۔ اور حضرت سودہؓ بھی اجازت
 لیکر انہیں کے ساتھ گئی تھیں۔ اور حضورؐ نے فرمایا تھا کہ اے لڑکوں! طلوع آفتاب سے پہلے رومی جمار نہ کرو۔

لیکن حضرت عائشہؓ کی روایت ابو داؤد اور مستدرام احمد میں ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ
 حضرت ام سلمہؓ نے طلوع فجر سے پہلے رومی جمار کیا۔ یا دارقطنی کی روایت ہے کہ حضورؐ نے ازواج
 مطہرات کو حکم دیا کہ ذات کے وقت رومی جمار کر لیں امام احمد صاحبؒ اور دوسرے محدثین نے ان
 روایات کی صحت سے انکار کیا ہے۔ کیونکہ صحیحین میں حضرت عائشہؓ سے ثابت ہے کہتی ہیں کہ مزدلفہ
 میں حضرت سودہؓ نے اجازت لے لی اور عجم کے قبل چلی گئیں۔ ہم سب رہ گئے اجازت نہ لیا۔ اور
 صحیحین سے ثابت ہے کہ حضورؐ نے اپنے اہل میں سے کمزوروں کو رات کے وقت بھیجا تھا۔ حضرت
 ابن عباسؓ ان کے ساتھ گئے تھے اور حضرت سودہؓ بھی انہیں کے ساتھ گئی تھیں۔ لیکن اور سب ازواج
 مطہرات آپ کے ساتھ رہیں۔ صوفی صحیح مسلم کی ایک روایت ہے کہ حضرت ام حبیبہؓ بھی گئی تھیں۔
 ہو سکتا ہے کہ کمزوروں میں وہ بھی داخل ہوں اور وہ بھی گئی ہوں واللہ اعلم

فجر طلوع ہونے کے بعد اول وقت اذان و اقامت کے ساتھ آپ نے صبح کی نماز پڑھی۔ پھر وہاں سے
 سوار ہو کر موقف میں شعر حرام کے پاس آئے۔ اور غار دگرہ و زاری۔ اور تکبیر و تہلیل میں مشغول رہے
 حتیٰ کہ خوب صاف ہو گیا مگر آفتاب طلوع نہیں ہوا تھا۔ اور آپ نے فرمایا کہ مزدلفہ کل موقف ہے۔
 یہاں سے اس کے بعد روانہ ہوئے تو ساتھ سواری پر فضل ابن عباسؓ کو لے لیا اور اسامہ بن زیدؓ کو پیل
 چلے۔ اور راستہ میں حضورؐ برابر تلبیہ کہہ رہے تھے حضورؐ نے حضرت ابن عباسؓ کو حکم دیا کہ میرے لئے
 سات کنکریاں یہاں سے چن لو۔ نہ یہ کنکریاں اسی روز پہاڑ سے توڑی گئی تھیں۔ جیسا کہ عام قاعدہ

ہو گیلے نہ رات کے وقت چن کر رکھی گئی تھیں۔ آپ نے ان کنکریوں کو اپنے دست مبارک میں لیکر فرمایا کہ اسی طرح کی کنکریوں سے رمی جمار کرو۔ اور غلوفی الذین سے پچھلی قوم میں غلوفی الذین کی وجہ سے بر باد ہوئیں۔ اسکے بعد جب حضور بطن محشر میں آئے تو اونٹ کو تیز کر دیا۔ حضور کا قاعدہ تھا کہ جب کسی ایسے مقام میں پہنچتے تھے جہاں کسی قوم پر عذاب الہی نازل ہوا ہے تو وہاں سے گزر جانے میں جلدی کرتے تھے۔ جیسا کہ تبوک جلتے ہوئے جب مقام حجر میں پہنچے جو قوم ثمود کی جگہ ہے تو آپ نے چہرہ مبارک پر کپڑہ ڈال لیا۔ اور وہاں سے نکل جانے میں جلدی کی۔ یہ وادی محشر وہ مقام ہے جہاں اصحاب قیل و تباہ ہوئے۔ خداوند کریم نے ان کا ذکر الکہ ترکیف کی سورہ میں کیا ہے۔ وادی محشر منیٰ اور مزدلفہ کے درمیان برزخ ہے۔ نہ منیٰ کا جز ہے نہ مزدلفہ کا جس طرح عرہ عرہ اور مشعر کے درمیان برزخ ہے۔ ان مقامات میں سے منیٰ تو حرم میں بھی داخل ہے اور مشعر بھی ہے۔ وادی محشر حرم میں داخل ہے مگر مشعر نہیں ہے۔ مزدلفہ حرم میں بھی ہے اور مشعر بھی۔ عرہ حل میں ہے نہ حرم میں نہ مشعر ہے عرہ حل میں ہے مگر مشعر ہے۔

حضور یہاں سے بیچ کے راستہ سے چلے جو جرہ کبریٰ کے پاس پہنچا ہے جب آپ منیٰ میں آئے تو اسفل وادی میں مشرے منیٰ کو آپ نے اپنے داہنے کیا۔ اور بیت کو بائیں۔ اور جرہ کی طرف رخ کیا پھر اونٹ ہی پر سے آپ نے کنکریاں ماریں۔ آپ ایک ایک کنکری پھینکتے تھے۔ اور ہر دفعہ تکریم کرتے تھے یہ رمی جمار آپ نے آفتاب طلوع ہونے کے بعد کیا۔ اور یہیں سے آپ نے تلبیہ موقوف کیا۔ رمی کے

۱۔ محشر بغمیم و کسرین مہل مشدہ حشر کے معنی عاجز اور منقطع ہو جانے کے ہیں چونکہ اس وادی میں اصحاب قیل عاجز ہو گئے اور ان کے ہاتھی نکل سکے اس لیے اس وادی کا نام محشر ہو گیا۔ یہ صحیح روایات سے ثابت ہے کہ حضور نے اس وادی سے نکل جانے میں عجلت کی مگر اس میں راہیں مختلف ہیں کہ عجلت کا سبب کیا تھا صحیح وہی ہے جو کتاب میں مذکور ہے مگر بعض کہتے ہیں کہ کفار یہاں قوف کرتے تھے اس لئے حضور نے ان کا خلاف کیا بعض اور کہتے ہیں لیکن یہ سب قیاسات ہیں اس بارہ میں کوئی قول حضور سے مروی نہیں ہے واللہ اعلم ۱۲ منہ

وقت حضرت اسامہؓ اور حضرت بلالؓ آپ کے پاس تھے۔ ایک اونٹ کی ہمار تھا ہے ہوئے تھے۔ اور ایک اپنے کپڑے سے آپ پر سایہ کئے ہوئے تھے۔ کیونکہ دھوپ میں تیزی آگئی تھی۔

اس کے بعد حضورؐ منیٰ تشریف لے گئے اور وہاں ایک عظیم و بلند خطبہ ارشاد فرمایا۔ اور منیٰ کا خطبہ بہت سے احکام کی اس میں تعلیم دی۔ اس خطبہ میں آپ نے یوم النحر کی فضیلت بیان کی۔ جس کی حرمت بیان فرمائی اور فرمایا کہ اس بلدہ کو تمام بلاد پر شرف حاصل ہے۔ اس خطبہ میں آپ نے حکم دیا کہ جو شخص کتاب اللہ کے موافق تم کو چلائے اس کی اتباع تم پر ضروری ہے سب کو حکم دیا کہ مناسک کے قواعد میں میری اتباع کرو اور ہم سے یکجہ لو۔ آپ نے حضرت علیؓ سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ ہم اس سال کے

۱۷ منیٰ میں اس جگہ قیام فرمایا جہاں مسجد حنیف ہے۔ بطح خائے محمد و کون یا۔ اور میں پر آپ نے خطبہ ارشاد فرمایا اس خطبہ کے وقت ایک معجزہ ظاہر ہوا عبد الرحمن بن عاذیؓ سے آلوداؤ داد اور قسانی میں مروی ہے فرماتے ہیں کہ اس خطبہ کو منیٰ کے سب آدمی دور و نزدیک اپنے اپنے مقامات سے سنتے تھے اس خطبہ کے لئے سب کے کان کھول دیئے گئے تھے واللہ اعلم ۱۲ منہ

۱۸ معین میں ابی بکرؓ سے مروی ہے کہ یوم النحر کے خطبہ میں آپ نے ارشاد فرمایا کہ زمانہ گردش کر کے اس ہیئت پر آگیا ہے جس پر خدا نے اس کو پیدا کیا اللہ پاک نے بارہ مہینے بنائے ہیں جس میں چار حرمت کے مہینے ہیں تین متواتر یعنی ذوقعدہ ذوالحجہ اور محرم اور چوتھا رجب جو جمادی اور شعبان کے درمیان ہے۔ اس کے بعد حضورؐ نے سوال کیا کہ یہ کون مہینہ ہے سب نے کہا کہ خدا اور خدا کے رسول کو علم ہے۔ آپ تھوڑی دیر ساکت رہے پھر فرمایا کہ کیا یہ ذوالحجہ نہیں ہے سب نے کہا کہ ان ہے یا رسول اللہ پوچھا کہ یہ کون شہر ہے سب نے کہا کہ خدا اور اس کے رسول کو علم ہے۔ آپ ساکت رہے پھر فرمایا کہ کیا یہ بلدہ یعنی مکہ نہیں ہے سب نے کہا کہ ان ہے یا رسول اللہ۔ پوچھا کہ یہ کون دن ہے۔ سب نے کہا کہ خدا اور اس کے رسول کو علم ہے۔ آپ ساکت رہے پھر فرمایا کہ کیا یہ یوم النحر نہیں ہے۔ سب نے کہا کہ ان ہے یا رسول اللہ۔ فرمایا کہ تمہارا خون تمہارے اموال اور تمہاری آبرو ایک دوسرے پر حرام ہے مثل حرمت اس روز کے اس بلدہ اور اس مہینہ میں۔ اور فرمایا کہ وہ وقت جلدا کے گاجب تم سب اپنے پردہ گار کے سامنے جاؤ گے۔ اور وہ تم سے تمہارے اعمال کے متعلق سوال کرے گا۔ جس در میرے بعد گمراہ نہ ہو جائیو۔ اور ایک روایت میں ہے کہ کافر نہ ہو جائیو۔ اور آپس میں ایک دوسرے کا گلانا کاٹنے لگیو ۱۲ منہ

بعد حج نہ کریں گے۔ پھر آپ نے مناسک کے قواعد کی تعلیم دی۔ آپ نے سب سے فرمایا کہ میرے بعد کافر نہ بنجائیو۔ اور آپس میں ایک دوسرے کی گردن نہ کاٹیو۔ اور آپ نے حکم دیا کہ خدا کے احکام اُن لوگوں کو پہنچاؤ جن کو یہ احکام نہ پہنچے ہوں۔ آپ نے اس روز بھی اپنے خطبہ میں فرمایا کہ جو شخص کوئی گناہ کرتا ہے اس کا وبال اسی کی ذات پر ہوتا ہے۔ پھر اسی خطبہ میں آپ نے ارشاد فرمایا۔

اعبدوا ربکم وصلوا خمسکم
وصوموا شهرکم واحطی عواذاً امرکم
تدخلوا الجنة ربکم۔

تم سب اپنے رب کی عبادت کرو اپنے پانچ وقت کی نماز پڑھو اپنے مہینہ (رمضان کا) روزہ رکھو اور جو تم میں صاحب امر ہو اس کی اطاعت کرو۔ تو تم سب اپنے رب کی جنت میں داخل ہو گے۔

اسی خطبہ کے وقت آپ سب سے رخصت ہوئے اور اسی لئے صحابہ اس حج کو حجۃ الوداع کہنے لگے۔ اسی جگہ آپ سے پوچھا گیا کہ خلق۔ ذبح۔ اور رومی جمار میں اگر تقدیم و تاخیر ہو جائے تو کیا ارشاد ہے تو حضور نے فرمایا کہ کوئی مضائقہ نہیں ہے یہ حضرت ابن عباسؓ کی روایت ہے۔ اور اسی طرح حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے بھی مروی ہے لیکن اسامہ بن شریکؓ کی روایت میں طواف و سعی کی تقدیم و تاخیر کا ذکر ہے۔ مگر وہ صحیح نہیں ہے صحیح یہی ہے کہ خلق۔ ذبح۔ اور رومی جمار کے متعلق آپ نے فرمایا لا حرج لا حرج خطبہ کے بعد حضور قربانگاہ تشریف لے گئے۔ اور ترسٹھ اونٹ اپنے ہاتھ سے نحر کیا۔ پھر حضرت علیؓ کو حکم دیا کہ تڑیاں جو باقی رہ گیا ہے وہ تم نحر کر دو۔ اور حضرت علیؓ کو یہ بھی حکم دیا کہ گوشت چمڑہ۔ اور ناتھہ دیکھا سب صدقہ کر دو۔ اور فرمایا کہ کھال جدا کرنے والے اور گوشت بندنے والے کی مزدوری اس میں سے نہ دیجائے۔ یہ روایت حضرت جابرؓ کی ہے کہ حضور صلعم نے اپنے دست مبارک سے ترسٹھ بدنہ نحر کیا۔ لیکن صحیحین میں حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ حضور نے اپنے ہاتھ سے سات بدنہ نحر کیا۔ بظاہر ان دونوں روایتوں میں تعارض ہے لیکن عروہ بن الحارث الکندیؓ کی روایت ملائے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ پہلے حضور نے تھما سات بدنہ نحر کیا۔ اور پھر ترسٹھ پورا ہونے میں جتنا

لے ترسٹھ اونٹ آپ نے اپنے ہاتھ سے اپنی عمر شریف کے مطابق قربان کیا یعنی ہر سال کے بدلہ ایک واللہ اعلم

باقی تھا اس میں حضرت علی کرم کو شریک کیا۔ یعنی ملکر نحر کیا۔ اور پھر حضورؐ حریہ چلائے تھے اور نیچے سے حضرت علی کرم ترستھ پورا ہونے کے بعد حضورؐ مسلم دہاں سے ہٹ گئے۔ اور تنو میں جتنا باقی رہ گیا تھا۔ وہ حضرت علیؑ کے لئے تنہا نحر کیا۔ امام احمد اور ابو داؤد نے حضرت علی کرم سے ایک روایت بیان کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ہاتھ سے تین بدنہ نحر کیا۔ یہ روایت تمام روایات صحیحہ کے خلاف ہے۔ ان یہ ہو سکتا ہے کہ سات حضورؐ نے پہلے تنہا نحر کیا ہو۔ پھر ترستھ جیسا کہ حضرت جابرؓ کی روایت ہے اس کے علاوہ نحر کیا ہو اور اس میں حضرت علی کرم کو شریک کیا ہو تو اس صورت میں حضرت علی کرم نے تنو پورا کرنے کے لئے جو تنہا نحر کیا اس کی تعداد تین رہ جاتی ہے اور شاید اسی کو اٹھ کر راوی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب کر دیا ہو۔ واللہ اعلم

حضورؐ نے بدنہ کو قربگاہ میں نحر کیا لیکن فرمایا کہ منی سب نحر ہے۔ اسی طرح عرفہ میں موقف کی جگہ وقف کیا اور فرمایا کہ عرفہ کل موقف ہے۔ مزدلفہ میں مشعر کے پاس وقف کیا اور فرمایا کہ مزدلفہ کل موقف ہے۔

جب حضورؐ قربانی سے فارغ ہوئے تو حلاق یعنی سر مونڈنے والے کو بلایا امام بخاری **خلق راس** فرماتے ہیں کہ لوگوں کا بیان ہے کہ عمر بن عبد اللہ بن حنظلہ بن عوف رضی اللہ عنہ نے حضورؐ کا سر حلق کیا تھا۔ حضورؐ کے حکم سے پہلے انہوں نے داہنی طرف کا بال کاٹا۔ اس کو حضورؐ نے حاضرین پر تقسیم کر دیا۔ پھر بائیں طرف کا کاٹا وہ حضورؐ نے حضرت ابوطالب رضی اللہ عنہ کو عطا فرمایا۔ یہ صحیح مسلم کی روایت ہے لیکن بخاری میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ سب سے پہلے حضورؐ کا موئے مبارک حضرت ابوطالب رضی اللہ عنہ کو ملا۔ اس میں کوئی تعارض نہیں ہے اس لئے کہ داہنی طرف کی تقسیم میں بھی پہلے حضرت ابوطالبؓ کو ملا ہوگا۔

صحیح مسلم میں حضرت انسؓ کی روایت ہے کہ داہنی طرف کا موئے مبارک حضورؐ نے حضرت ابوطالبؓ کو دیا۔ پھر بائیں طرف کا بھی ان کو دیا اور کہا کہ اس کو تقسیم کر دو۔ اس سے معلوم ہوا کہ حضرت ابوطالبؓ کا خاص حصہ داہنی طرف کا ہوا۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت میں اختلاف ہو گیا ہے

سفیان بن عیینہ جو روایت کرتے ہیں اُس میں ہے کہ حضرت ابو طلحہ کا خاص حصہ داہنی جانب کا تھا۔ اور ابن عون ابن سیرین کے واسطے سے جو روایت کرتے ہیں جس کا بخاری کی روایت میں اوپر ذکر ہوا اُس سے بھی اس کی تقویت ہوتی ہے۔ لیکن ابن سیرین ہی سے اس کو دوسرے لوگوں سے روایت کیا ہے اُس میں ہے کہ حضرت ابو طلحہ کو خاص بائیں جانب کا ملا تھا واللہ اعلم بالصواب۔ حضور نے نائون ترشوائے۔ اور اس کو بھی تقسیم کر دیا۔

طواف افاضہ | افاضہ کے معنی لغت میں دفع۔ رجوع اور تفرق کے آتے ہیں۔ حلق و فارغ ہو کر حضور منی سے سوار ہو کر مکہ آئے۔ اور سواری پر طواف افاضہ کیا اُسی کو

طواف افاضہ بھی کہتے ہیں۔ اور طواف زیارت بھی۔ طواف ہمدرد بھی۔ طواف رکن بھی۔ طواف یوم النحر بھی۔ صحیح یہ ہے کہ اس روز آپ نے صرف ہی طواف کیا۔ اور دن کے وقت ظہر سے پہلے طواف کیا۔ اس کے ساتھ صفاد مروہ کے درمیان سعی نہ تھی۔ اور اس طواف میں رمل بھی مروی نہیں ہے۔

طواف سواری پر | صحیح مسلم میں حضرت جابر سے مروی ہے کہ حضور نے حجۃ الوداع میں سواری پر طواف کیا اور صحیحین میں حضرت ابن عباس سے مروی ہے کہ حضور نے حجۃ الوداع

میں اونٹ پر طواف کیا۔ ان دونوں روایتوں میں ہی طواف مراد ہے۔ طواف قدوم ہو نہیں سکتا اسلئے کہ اُس میں رمل آپ نے کیا تھا۔ اور طواف وداع بھی نہیں ہو سکتا اسلئے کہ وہ رات کے وقت اپنے کیا حضور نے طواف دن کے وقت کیا | حضرت جابر کی روایت میں ہے کہ یہ طواف حضور نے دن کے وقت کیا۔ اور یہی نافع حضرت ابن عمر سے

روایت کرتے ہیں۔ اور کبیر بن ابی سلمہ حضرت عائشہ سے روایت کرتے ہیں۔ اور یہ تینوں روایتیں اس باب میں اصح الروایات ہیں لیکن اس کے خلاف سنن ابی داؤد و ترمذی اور ابن ماجہ میں حضرت ابن عباس اور حضرت عائشہ کی روایت ابی الزبیر مکی کے واسطے سے ہے کہ حضور نے یوم النحر کے طواف میں۔ اور بعض میں ہے کہ طواف زیارت میں رات تک تاخیر کی۔ ترمذی نے کہا کہ یہ حدیث حسن ہے

محدثین اس روایت کو غیر معتبر اور غلط کہتے ہیں اس لئے کہ یہ اصح الروایات کے خلاف ہے۔ دوم
ابن زبیر کی اگرچہ ثقہ ہیں مگر مدلس ہیں۔ اور امام بخاری کہتے ہیں کہ ان کی لقا حضرت عائشہؓ سے ثابت
نہیں ہے۔ حضرت ابن عباسؓ سے لقا ثابت ہے مگر یہ روایت معنعن ہے۔ اور مدلس کا عنعنہ
متعاصرین سے ہو تو باتفاق معتبر نہیں ہے۔ امام مسلم فرماتے ہیں کہ متعاصرین کا عنعنہ اتصال پر محمول
ہوگا اگر ان کے لقا کا حال معلوم نہ ہو۔ لیکن ابن قیم کہتے ہیں کہ یہ حکم غیر مدتیسین میں ہے۔ نیز ایسے
اتصال سے اُس وقت حجتہ قائم ہوگی جب اس کے خلاف کوئی حدیث صحیح نہ ہو۔

حضورؐ نے ظہر کہاں پڑھی صحیحین میں حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی روایت عید اللہ اور نافع کے
واسطے مروی ہے کہ حضورؐ نے طواف افافہ کیا پھر مکہ سے لوٹ کر واپس گئے تب ظہر کی
نماز منیٰ میں پڑھی۔ مگر صحیح مسلم میں حضرت جابرؓ کی روایت حاتم بن اسماعیل اور جعفر کے واسطے
مروی ہے کہ حضورؐ نے ظہر کی نماز مکہ میں پڑھی۔ اور حضرت عائشہؓ کی روایت جو ابوسلمہ سے مروی ہے
اُس سے بھی یہی ثابت ہے۔

بلاشبہ عبداللہ بن عمرؓ کی روایت بھی صحیح ہے۔ اور حضرت جابرؓ کی روایت بھی مگردونوں میں
صریح تعارض ہوا اور ترجیح میں بھی محدثین کی رائے مختلف ہے۔ ابن حزم وغیرہ حضرت جابرؓ کی روایت
کو ترجیح دیتے ہیں کیونکہ حضرت عائشہؓ کی روایت سے اُس کی تائید ہوتی ہے۔ اور کہتے ہیں کہ
حجۃ الوداع کے جزئیات کو جس تفصیل سے بیان کرتے ہیں ویسا اور کسی صحابہ نے بیان نہیں کیا
راستہ میں حضورؐ پشاپ کے لئے اترے اُس کو بھی انہوں نے یاد رکھا تو نماز کی جگہ کو کیسے بھول
جائیں گے۔ دوسری جماعت کہتی ہے کہ عبداللہ بن عمرؓ کی روایت متفق علیہ ہے۔ اور حضرت جابرؓ
کی روایت مسلم کے افراد میں سے ہے اسلئے متفق علیہ روایت کو ترجیح ہوگی دوم ابن عمرؓ کی
روایت کے راوی عید اللہ اور نافع ہیں۔ اور حضرت جابرؓ کی روایت کے حاتم بن اسماعیل اور
جعفر عید اللہ اور نافع کو جو ترجیح حاصل ہے وہ اہل علم سے مخفی نہیں ہے۔ باقی حضرت عائشہؓ
کی روایت تو اُس میں اضطراب ہے۔ حضرت عائشہؓ کی روایت کو ابوسلمہ روایت کرتے ہیں تو

اُس میں ہے کہ حضور نے دن کو طواف کیا۔ اور انہیں سے ابو زبیر کی روایت کرتے ہیں کہ حضور نے طواف میں رات تک تاخیر کی۔ اور محمد بن اسحق بن عبد الرحمن بن قاسم سے۔ وہ اپنے والد سے اور وہ حضرت عائشہؓ سے روایت کرتے ہیں کہ حضور نے اصحاب کو اجازت دی کہ دن کو طواف وقت بیت اللہ کی زیارت کر لیں اور خود حضور نے اپنی ازواج کے ساتھ رات کو زیارت کی۔

وجہ ترجیح میں دونوں فریق دوسرے سے دعوات بھی پیش کرتے ہیں مگر اصل یہ ہے کہ حضرت عائشہؓ کی روایت جو ابو زبیرؓ سے ہے اس کا حال دیکھ چکا ہوں دوسری روایت جو محمد بن اسحاقؓ سے ہے اس کا حال بھی وہی ہے محمد بن اسحاق میں اختلاف ہے اور یہ روایت انکی معنی ہے صحیح روایات کے قابل میں محمد بن اسحاق عنہ مقبول نہیں ہو سکتا۔ اسی لئے یہی کہتے ہیں کہ اس باب میں تین روایتیں بہت صحیح ہیں ابن عمرؓ کی روایت۔ حضرت جابرؓ کی روایت۔ اور حضرت عائشہؓ کی روایت جو ابوسلمہ کے واسطے سے ہے اس لئے بحث اسناد کی نہیں ہے بلکہ خود حضرت ابن عمرؓ اور حضرت جابرؓ کے بیان میں اختلاف ہے اور حضرت عائشہؓ کا بیان حضرت جابرؓ کے موافق ہے۔ یہ بھی ظاہر ہے کہ جس تفصیل سے حجۃ الوداع کے جزئیات کو حضرت جابرؓ نے بیان کیا ہے وہ کسی نے نہیں بیان کیا اور اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حجۃ الوداع کے تمام حالات کو انہوں نے یاد رکھنے کی کوشش کی اور اہتمام کیا۔ اس لئے ان کے حافظہ کو ترجیح ہونی چاہیئے۔ اس کے علاوہ یہ بھی قابل غور ہے کہ یوم النحر کی صبح کو حضورؐ مزدلفہ پہلے۔ اسی روز منیٰ میں آئے۔ رمی جمار کیا۔ اہم خطبہ ارشاد فرمایا۔ پھر اسی روز ایک تہودنٹ نحر کیا۔ اس کے کھال چھڑائے گئے۔ گوشت بھونا گیا اور اپنے کھایا۔ پھر حلق کرایا۔ ناخون تر شویا ان سب سے فارغ ہو کر منیٰ سے مکہ آئے زوال کے بعد طواف کیا۔ زمزم کے پاس سقایہ پر گئے اور وہاں گفتگو ہوتی رہی۔ اتنے کاموں کے لئے کافی وقت کی ضرورت ہے۔ یہ بڑا قرینہ ہے کہ حضرت جابرؓ کی یاد صحیح ہے۔

طواف کے بعد حضورؐ زمزم کے پاس آئے۔ سقایہ پر حضرت مکہ سے رجوع اور منیٰ میں قیام عباسؓ اور ان کی اولاد بھی حضورؐ نے فرمایا کہ اگر یہ اندیشہ

ہوتا کہ میری اتباع میں لوگ سقایہ پر هجوم کر دیں گے تو میں خود اترتا اور تمہارے کام میں شریک ہوتا۔ بنی عباس نے ایک ڈول پانی بھر کر حضور کی خدمت میں پیش کیا اور حضور نے اسکو کھڑے کھڑے پیا اسی روز اس کے بعد حضور منیٰ واپس تشریف لے گئے۔ رات بھر ٹھہرے۔ دوسرے دن زوال کا انتظار کرتے رہے۔ زوال کے بعد پیادہ پا حجرہ اولیٰ کے پاس تشریف لے گئے جو مسجد خیف کی طرف ہے۔ کھڑے ہو کر یکے بعد دیگرے ثلث کنکریاں آپ نے ماریں۔ اور ہر دفعہ اللہ اکبر کہتے تھے۔ اس کے بعد حجرہ کی طرف آگے بڑھے۔ اور ہاتھ اٹھا کر آپ نے طویل دعا کی جس کی مقدار سورہ بقرہ کے برابر تھی۔ پھر حجرہ وسطیٰ کے پاس گئے اور وہاں بھی اسی طرح کیا۔ تب حجرہ عقبہ کے پاس گئے۔ اور وہاں بھی وہی ثلث کنکریاں ماریں لیکن وہاں دعا نہ کی بلکہ رمی کے بعد فوراً واپس ہو گئے۔

حضور کا اس حج میں چھ جگہ وقوف اور دعا کرنا ثابت ہے اول صفا پر دوم مروہ پر سوم عرفہ میں۔ چہارم مزدلفہ میں۔ پنجم حجرہ اولیٰ پر ششم حجرہ وسطیٰ پر۔

یہ ثابت ہے کہ حضور نے منیٰ میں دو روز خطبہ ارشاد فرمایا۔ ایک یوم النحر میں۔ اور دوسرے خطبہ کا ذکر ابوداؤد کی روایت میں ہے۔ اُس میں اُس روز کو یوم الرؤس اور اوسط ایام التشریق کہا گیا اور یوم الرؤس یوم النحر کے دوسرے دن کو کہتے تھے یہی منیٰ میں حضرت ابن عمرؓ کی ایک روایت ہے کہ اوسط ایام التشریق میں اذا جاء نصرہ اللہ کی سورہ نازل ہوئی اسی کے بعد حضور نے اپنے ناقہ قصویٰ پر سوار ہو کر خطبہ ارشاد فرمایا۔

حضرت عباس بن عبدالمطلبؓ کے متعلق سقایہ کی خدمت تھی ایسے انہوں نے طواف وداع شب کے وقت تک ہی میں رہنے کی اجازت چاہی اور آپ نے ان کو اجازت دی۔ آؤٹ چرانے پر جو لوگ مقرر تھے انہوں نے اپنے اپنے اونٹوں کے پاس منیٰ کے باہر رہنے کی اجازت چاہی آپ نے ان کو بھی اجازت دی۔ سفیان ابن عیینہ کہتے ہیں کہ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ صاحب عذر کو منیٰ کی شب باقی ضرور نہیں ہے۔

منگل کے روز ظہر کے بعد متی سے حضور روانہ ہوئے۔ اور محصب میں آئے۔ اسی کو ابھی بھی کہتے ہیں اور یہی خیمہ بنی کنانہ بھی ہے۔ یہ وہ مقام ہے جہاں ابتداء بعثت و وقت قریش اور بنی کنانہ نے بنی ہاشم اور بنی المطلب کے خلاف معاہدہ کیا تھا۔ اور قسم کھایا تھا کہ اُن کے ساتھ شادی بیاہ اور ہر طرح کے تعلقات منقطع کر دیئے جائیں جب تک وہ رسول اللہ کو حوالہ نہ کر دیں۔ اور ارفع رضی اللہ عنہ نے محصب میں پہلے پہنچ کر اپنی مرضی سے قبۃ نصب کر دیا تھا۔ حضور تشریف لائے تو وہاں ٹھہرے اور ظہر عصر مغرب عشاء کی نمازیں وہیں پڑھیں۔ پھر سورہے پھر اُٹھے اور رات ہی کے وقت مکہ گئے اور طواف و دعاء ادا کیا۔ اس طواف میں آپ نے زل نہیں کیا۔

محصب ہی میں معلوم ہوا کہ حضرت صفیہ کو حیض شروع ہو گیا ہے حضور نے فرمایا کہ کیا اس پر ہم لوگوں کو یہاں روک دیا۔ مگر پھر معلوم ہوا کہ وہ اقاضہ کو چکی ہیں۔ اسی رات میں حضرت عائشہ نے عمرہ مفرد ادا کرنے کی خواہش ظاہر کی کیونکہ انہوں نے حیض کی وجہ سے طواف قدوم نہیں کیا تھا۔ حضور نے اُن کے بھائی عبدالرحمن بن ابی بکرؓ کو حکم دیا کہ اُن کو تنیم بجاؤ اور وہاں سے عمرہ پورا کرادو۔ وہ رات ہی کے وقت فارغ ہو گئیں۔ اور جو فیل میں اپنے بھائی کے ساتھ رسول اللہ کی خدمت میں واپس آئیں۔ حضور نے پوچھا کہ فراغت ہو گئی۔ کہا کہ ہاں۔ تب اس کے بھائی نے کوچ کا حکم دیا۔ یہ بخاری کی روایت ہے۔ لیکن اُسی میں دوسری روایت اسود کی حضرت عائشہ سے ہے کہ جب ہم عمرہ سے واپس آئے تو رسول اللہ راستہ میں ملے۔ اور پہلی روایت قاسم کی

۱۵ ابن اثیر کہتے ہیں کہ محصب اُس شعب کا نام ہے جس کا راستہ ابج میں نکلا ہے مگر یہاں خود ابج کا میدان مراد ہے ۱۲ منہ

۱۵ تنیم مکہ سے سب سے قریب حل کا مقام ہی ہے۔ مکہ سے تین یا چار میل ہے اس کے داہنے ایک پہاڑی اُس کو تنیم کہتے ہیں۔ اس کے بائیں پہاڑ ہے اس کو نام کہتے ہیں۔ اور وہاں وادی ہے اس کو نعمان کہتے ہیں بفتح نون یہ سب تفصیل مقدمہ ہدایہ میں ہے ۱۲ منہ

حضرت عائشہؓ سے ہے اُس سے معلوم ہوا کہ حضورؐ نے منزل میں حضرت عائشہؓ کا انتظار کیا جب وہ آگئیں تب حضورؐ نے کوچ کا حکم دیا۔ شاید انتظار کے بعد کوچ کے لئے آپؐ انتظام کر رہے ہوں کہ حضرت عائشہؓ پہنچ گئی ہوں واللہ اعلم

حضرت صفیہؓ کا قصہ اور حضرت عائشہؓ کو عمرہ کی اجازت۔ دونوں طواف وداع سے پہلے کا قصہ ہے۔ طواف وداع کے بعد آپؐ مکہ ہی سے مدینہ کی طرف روانہ ہو گئے پھر محضبت نہیں آئے اور حضرت عائشہؓ کی روایت صحیحین میں ہے کہ حضورؐ نے حضرت عائشہؓ سے فرمایا کہ عمرہ سے فارغ ہو کر ہمیں محضبت میں مجھ سے ملو۔ اور حضرت عائشہؓ محضبت ہی میں جا کر رسول اللہؐ سے ملیں۔ اس کے بعد رسول اللہؐ نے طواف وداع ادا کیا۔ اور مکہ ہی سے مدینہ کی طرف روانہ ہو گئے۔ اس باب میں اصح ترین روایت یہی ہے۔ اور اسود کی روایت کا مطلب بھی اسی کے موافق ہونا چاہیے تطبیق دینے میں لوگوں نے بہت سی خیالی باتیں پیدا کی ہیں وہ سب غلط ہیں مثلاً دو طواف وداع کرنا۔ یا مکہ سے پھر محضبت جانا بالکل غلط ہے۔ اس کا کوئی ثبوت نہیں ہے۔

عذیر خم کا خطبہ اور مسئلہ امامت | حجۃ الوداع سے فارغ ہو کر جب حضورؐ مکہ سے واپس ہوئے۔ اور عذیر خم پر پہنچے۔ ثم بنم خارجہ وقت تدبیر ہم حجۃ سے تین میل پر مکہ اور مدینہ کے درمیان ایک مقام ہے۔ یہاں ایک غدیر ہے یعنی تالاب ہے۔ اس جگہ جب حضورؐ پہنچے تو ایک خطبہ ارشاد فرمایا۔ صحیح مسلم میں حضرت زبیر بن العوامؓ کی روایت ہے کہ اس خطبہ میں آپؐ نے پہلے خدا کی حمد و ثناء بیان کی۔ پھر وعظ و نصیحت کی۔ اس کے بعد فرمایا۔

اما بعد الا ایہا الناس انما انا بشر | اما بعد اے لوگو میں انسان ہوں۔ شاید میرے
یوشک ان یاتینی رسول ربی فاجیب | یا میں میرے رب کا قاصد آئے گا یعنی ملک الموت
ان اتارک فیکم الثقلیں | ولہما | اور میں قبول کروں گا اور تم میں دو بھاری چیزیں
کتاب اللہ فیہ الہدی والنور۔ | چھوڑے جاتا ہوں۔ پہلی چیز کتاب اللہ ہے۔
فخذوا بکتاب اللہ واستمسکوا بہ | اس میں ہدایت اور نور ہے۔ تو خدا کی کتاب کو پکڑے

فحش علی کتاب اللہ و رغب فیہ | رہو۔ اور اسی سے دلیل لیا کرو۔ لوگوں کو کتاب اللہ
شہ قال و اهل بیتی۔ اذکرکم اللہ کی طرف بہت رغبت دلائی۔ پھر فرمایا کہ دوسری
فی اهل بیتی (مسلم) چیز میرے اہل بیت ہیں۔ میں اپنے اہل بیت کے
بارہ میں تم کو خدا کی یاد دلاتا ہوں۔

یہ الفاظ صحیح مسلم کے ہیں۔ لیکن امام احمد نے حضرت برابر بن عازب اور زید بن ارقم سے
روایت کیا ہے کہ جب حضور غریب رحم پر پھرے تو حضرت علی کم کا ہاتھ پکڑا اور فرمایا۔

السلام تعلمون انی اولی بالمومنین | کیا تم لوگ نہیں جانتے کہ میں مومنین کیلئے انکی
من انفسہم قالوا بلی قال السلام اپنی ذاتوں سے اولی ہوں سب نے کہا کہ ہاں۔
تعلون انی اولی بكل مومن من انفسہ فرمایا کہ کیا تم کو معلوم نہیں کہ میں ہر مومن کیلئے
قالوا بلی۔ فقال اللهم من کنت مولاہ اسکے اپنے نفس سے اولی ہوں سب نے کہا کہ ہاں۔
فعلی مولاہ۔ اللهم وال من والاه و تب فرمایا کہ اے اللہ جس کا میں مولا ہوں اسکا
عاد من عاداه فلقیہ عمر بعد علی بھی مولا ہے۔ اے اللہ جو علی کم کو دوست رکھے اسکو
ذک فقال له ہنیاء یا ابن ابی طالب تو دوست رکھ۔ اور جو علی کم سے عداوت کرے
اصبحت وامسیت مولی کل مومن ومومنتہ اس سے تو عداوت کر اسکے بعد حضرت علی کم سے حضرت
عمرؓ ملے تو کہا کہ مبارک ہو اے ابن ابی طالب آپ ہر مومن مرد و عورت کے مولا ہو گئے۔

ترمذی میں بھی حضرت زید بن ارقمؓ سے مروی ہے کہ غزیر رحم کے خطبہ میں حضور نے یہ فرمایا
من کنت مولاہ فعلی مولاہ اور طبرانی وغیرہ نے بسند صحیح روایت کیا ہے کہ حضور نے
غزیر رحم میں شجرات کے نیچے خطبہ ارشاد فرمایا۔ اس میں کہا کہ میرے رب لطیف خیر نے مجھ کو خیر
دی ہے کہ ہر نبی کی عمر اس کے پہلے نبی سے نصف ہوتی ہے۔ اس لئے میرا گمان ہے کہ اب میں
بلا یا جاؤں اس کے بعد لوگوں کو اسلامی تعلیمات یاد دلائی۔ اور ضروریات دین کی تعلیم فرمائی پھر فرمایا
ایہا الناس ان اللہ مولای۔ وانا | اے لوگو بیشک اللہ میرا مولی ہے۔ اور میں

لی المومنین۔ وانا اولیٰ بہم من مومنین کا مولیٰ ہوں۔ اور ان کے لئے اُن کی
 بہم۔ فمن کنت مولاه فهذا مولاه اپنی ذاتوں سے اولیٰ ہوں تو جس کا میں مولا
 علیکم اللہم وال من والاہ وہاد من ہاداہ ہوں اس کا یہ مولیٰ ہے یعنی علی کرم۔
 ۱۔ الشرح علی کرم کو دوست رکھے اس کو تو دوست رکھ۔ اور جو علی کرم سے عداوت
 رکھے اس سے تو عداوت رکھ۔

اس خطبہ میں حضور کے اس ارشاد کی ضرورت کیا پیش آئی تھی اس کو ابن حجر مکی نے
 راجع بحرقہ میں ذکر کیا ہے لکھتے ہیں کہ حافظ شمس الدین جزری نے ابن اسحق سے نقل
 ہے کہ جو لوگ حضرت علی کرم کے ساتھ میں گئے تھے اُن میں بعض حضرت علی کرم سے ناراض
 گئے تھے۔ اور صحیح بخاری سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت بریدہؓ کو حضرت علی کرم کے ایک فعل
 وجہ سے حضرت علی کرم سے بغض ہو گیا تھا حضور نے ان کی تردید کی۔ حافظ ذہبی نے اسکی
 صحیح کی ہے کہ حضرت بریدہؓ نے رسول اللہ کے سامنے شکایت کی تو حضور کا چہرہ متغیر ہو گیا
 اور حضرت بریدہؓ خود کہتے ہیں کہ حضور نے فرمایا۔

بابریدۃ الست اولیٰ بالمومنین من اے بریدہؓ کیا میں مومنین کے لئے اُنکے نفسوں سے
 نفسہم قلت بلی یا رسول اللہ قال اولیٰ نہیں ہوں۔ میں نے کہا کہ ماں یا رسول اللہ
 من کنت مولاه فعلى مولاه تو فرمایا کہ جس کا میں مولا ہوں اس کا علی مولا ہے۔

ابوداؤد البخستانی اور ابوحاتم الرازی وغیرہ نے اس روایت کی صحت میں کلام کیا ہے۔
 مگر ابن حجر مکی لکھتے ہیں کہ سوانہ صحابی نے اس قصہ کو روایت کیا ہے۔ اور امام احمد کی ایک
 روایت ہے کہ تین صحابہ بیان کرتے ہیں کہ ہم نے رسول اللہ کو یہ کہتے سنا۔ اور حضرت علی کرم کو
 خلافت کے ایام میں جب آپس میں اختلافات پیدا ہوئے تو اُن اصحاب نے حضرت علی کرم کی
 فضیلت پر اس سے استدلال کیا۔ یہ روایت مختلف اسانید سے مروی ہے جس میں بعض صحیح
 ہیں بعض حسن۔ اسلئے یہ روایت یقیناً صحیح ہے اور بعض ائمہ حدیث کے اختلاف کے باوجود

صحیح ہے۔ اور بلاشبہ اس سے حضرت علی کرم کی بہت بڑی فضیلت ثابت ہوتی ہے۔ آپ نے
 مومنین کے مولیٰ ہیں آپ کا دوست خدا اور رسول کا دوست اور آپ کا دشمن خدا اور رسول کا دشمن
 لیکن شیعوں نے اس روایت کو حضرت علی کرم کی خلافت پر سب سے بڑا استدلال بنایا
 اور شیخین کی خلافت کے خلاف اس سے استدلال کیا ہے وہ محض لغو ہے۔ اور چونکہ شیعوں
 نزدیک مسئلہ امامت پر صرف متواتر روایات سے استدلال کیا جاسکتا ہے اس لئے وہ اس
 روایت کو متواتر بھی کہتے ہیں وہ بھی محض جھوٹ ہے۔

معلوم ہو چکا ہے کہ بعض ائمہ حدیث کو اس کی صحت میں بھی کلام ہے۔ متواتر کہا
 بخاری نے اس قصہ کو روایت ہی نہیں کیا۔ امام مسلم خطبہ کا ذکر کرتے ہیں۔ اور اس کے الفاظ
 روایت کرتے ہیں مگر اس میں وہ الفاظ نہیں ہیں جس پر بحث کی بنیاد ہے یعنی من کنت
 فعلی مولا۔ یہ حدیث کثرت طرق کی وجہ سے صحیح ہے مگر احاد کے درجہ سے بالا نہیں ہو سکتی۔
 حدیث صحیح ہے مگر امامت پر استدلال اس سے کسی طرح صحیح نہیں۔ مولیٰ چند معانی میں
 مشترک ہے متعلق۔ عقیق۔ تاجر۔ محبوب۔ متصرف فی الامر۔ لیکن کوئی معنی خلافت یا امامت
 مستلزم نہیں ہے۔ اور اگر بالفرض امام اور مطاع کے معنی بھی اس سے لئے جائیں تو اس کی
 مطلب تو قطعا نہیں ہو سکتا کہ حضرت علی کرم اسی وقت امام المومنین تھے جس وقت حضور
 یہ کہا۔ اس لئے کہ اس وقت خود حضور موجود تھے لا محالہ مطلب یہ ہو گا کہ بیعت کے بعد امام
 ہوں گے جیسا کہ ہوا۔ اس سے شیخین کے مقابلہ میں خلافت و امامت بلا فصل پر استدلال
 کیونکر صحیح ہو گا۔

تجربہ ہے کہ یہ لوگ اس زور و شور سے اس روایت کو حضرت علی کرم کی امامت کے ثبوت
 میں پیش کرتے ہیں۔ لیکن یہ نہیں دیکھتے کہ جس وقت خلافت اور امامت کے مسئلہ پر گفتگو ہو
 نہ حضرت علی کرم نے خود اس کو استدلال میں پیش کیا نہ حضرت عباسؓ نے۔ نہ کسی بنی ہاشم
 نہ کسی دوسرے صحابی نے۔ سقیفہ بنی ساعدہ میں خلافت کے مسئلہ پر گفتگو ہوئی۔ جلیل القدر مہاجر

انصار اُس میں شریک تھے اور وہ صحابہ بھی شریک تھے جو غدیر خم کے خطبہ میں موجود تھے اُس خطبہ کے بعد صرف دو مہینہ درمیان میں گزرا تھا مگر کسی نے امامت پر اس سے استدلال نہیں کیا۔ البتہ انہیں لوگوں نے پیچھے حضرت علی کرم کی فضیلت پر اس سے استدلال کیا ہے۔

اس کے علاوہ حضرت علی کرم نے بار بار تصریح کر دی ہے کہ حضور نے کسی کی امامت یا خلافت کی تعیین و تصریح نہیں کی۔ خلافت کا انعقاد مسلمانوں کے مشورہ سے ہوا۔ بے شمار روایتیں حضرت علی کرم سے اس باب میں مروی ہیں۔ ذہبی نے ذکر کیا ہے کہ بزاز نے بسند حسن اور امام احمد نے بسند قوی روایت کیا ہے کہ حضرت علی کرم سے لوگوں نے استدعا کی کہ اپنا خلیفہ بنائے تو فرمایا کہ میں جس طرح رسول اللہ نے اس کو تمہاری رائے پر چھوڑ دیا اسی طرح ہم بھی تمہاری رائے پر چھوڑتے ہیں۔ اور بزاز کی ایک روایت ہے جس کے رجال بخاری کے رجال ہیں کہ حضرت علی کرم نے فرمایا کہ رسول اللہ نے کسی کو خلیفہ نہیں بنایا۔ دارقطنی۔ ابن عساکر۔ اور ذہبی وغیرہ نے حضرت علی کرم سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے بصرہ میں بیان کیا کہ خدا کی قسم رسول اللہ نے ہمارے لئے کوئی عہد نہیں کیا۔ اگر رسول اللہ کا عہد ہوتا تو ہم اپنے بھائی بنی تیم بن مرہ کو اور عمر بن الخطاب کو رسول اللہ کے منبر پر نیابت نہ کرنے دیتے۔ اور اپنے انہیں ہاتھوں سے اُن کے ساتھ مقاتلہ کرتے۔ ابو نعیم روایت کرتے ہیں کہ حسن المثنیٰ سے کہا گیا کہ من کنت مولاه فعلی مولاه حضرت علی کرم کی امامت پر استدلال ہے تو انہوں نے فرمایا کہ خدا کی قسم اگر مولیٰ سے رسول اللہ کی غرض امیر یا سلطان بتانا ہوتا۔ تو آپ اس سے زیادہ صاف اور صریح لفظ استعمال کرتے۔ کیونکہ آپ فصیح البیان تھے۔ اور اگر امامت کے لئے رسول اللہ حضرت علی کرم کی تعیین فرما دیتے۔ اور حضرت علی کرم اس علم کے باوجود ساکت رہتے اور رسول اللہ کے حکم کو ترک ہوتا دیکھتے تو سب سے بڑے گنہگار حضرت علی کرم ہوتے۔ حاشا وکلاء ہرگز نہیں ہو سکتا الغرض اس روایت سے امامت کے مسئلہ پر استدلال کسی طرح صحیح نہیں۔ نہ لغۃ نہ دیانۃ اگر یہ صحیح ہوتا تو صحابہ اس سے استدلال کرتے۔ بنی ہاشم کرتے۔ حضرت علی کرم کرتے۔ حضرت عباس

کرتے۔ مگر کسی نے ایسا نہیں کیا۔ اور اس وقت نہیں کیا جب اُس کے فیصلہ کی اشرف ورت تھی۔
مولا کے معنی یہاں ناصر یا محبوب کے ہیں۔ اور اس معنی میں کسی طرح کا کوئی محذور لازم نہیں آتا۔

آخری فوج اور وفات

سریہ اسامہ بن زید ابن ابی اسحق لکھتے ہیں کہ حضور نے حضرت اسامہ بن زید بن حارثہ کو فلسطین بھیجا۔ اور اُن کے ساتھ مہاجر بن اولین کو کیا۔ ابن ہشام کہتے ہیں کہ یہ آخری فوج تھی جس کے بھیجنے کا رسول اللہ نے حکم دیا۔ علامہ زرقانی مواہب کی شرح میں عیون وغیرہ سے نقل کرتے ہیں کہ صفر ۱۱ھ کی چار راتیں باقی تھیں۔ اور دو شنبہ کا دن تھا کہ آپ نے لوگوں کی غزوہ روم کے لئے تیاری کا حکم دیا۔ اور دوسرے روز حضرت اسامہ بن زید کو بلا کر کہا کہ میں تم کو اس فوج کا امیر مقرر کیا اور اپنے باپ کے مقتل ابی بن جاؤ۔ اور اُن پر حملہ کرو۔ اور آپ نے فرمایا کہ تیزی سے جاؤ تا کہ خبر سے پہلے تم پہنچ جاؤ اور اپنے ساتھ طلایع اور جاسوس وغیرہ بھی لے لو۔ یہ ابی شراۃ میں ایک مقام ہے۔ ارض بلقار کے اطراف میں۔ سریہ موتہ کی جنگ یہیں ہوئی تھی اور زید بن حارثہ عبداللہ بن رواحہ جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہم یہیں شہید

۱۱۔ دو شنبہ کے روز صفر کی ۲۶۔ تاریخ نہیں ہو سکتی حضور کے وفات کے متعلق تین روایتیں ہیں (۱) یکم ربیع الاول (۲) دوم ربیع الاول (۳) اور بارہ ربیع الاول۔ اور باتفاق وفات کے روز دو شنبہ کا دن تھا اگر صفر کی ۲۶۔ تاریخ دو شنبہ ہو تو پھر ربیع الاول کی ان تاریخوں میں سے کوئی بھی دو شنبہ کے روز نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ اس صورت میں صفر کی ۲۹۔ تاریخ جمعرات ہوگی اور ۳۰۔ تاریخ جمعہ۔ اگر رویت ہلال ۲۹ کی ہو۔ تو یکم جمعہ۔ دوم سنہر اور بارہ منگل۔ اور ۳۰ کا چاند ہو تو یکم سنہر۔ دوم اتوار اور بارہ چار شنبہ۔ اس لئے کسی روایت کی بنا پر تطبیق ممکن نہ ہوگی واللہ اعلم ۱۲۔ منہ
نکاح ابی یضم حمزہ و سکون بار موحده و فتح نون۔ اور علامہ زرقانی شرح مواہب میں لکھتے ہیں کہ بعض پار موحده کی جگہ میم کہتے ہیں یعنی امئی اور ابن اثیر نہایت میں لکھتے ہیں کہ امئی افطسین میں عقلاں اور درمیان ہے بعض اس کو یثی کہتے ہیں یعنی بجائے حمزہ کے یار مثناة تھنا بنہ واللہ اعلم ۱۲۔ منہ

ہوئے تھے۔ جیسا کہ پہلے مغازی میں ذکر کر چکا ہوں۔

تو اہلبلدین میں ہے کہ اُس کے بعد چار شنبہ کے روز رسول اللہ کو بخارا اور در دسر شروع ہو گیا۔ علامہ زرقانی فرماتے ہیں کہ رسول اللہ کے مرض وفات کی ابتداء کے متعلق صحابہ سیر کا یہی قول ہے۔ اور حاکم نے اسی پر حرم کیا ہے لیکن خطابی کہتے ہیں کہ مرض کی ابتداء دوسرے روز ہوئی۔ اور بعض کا اُل ہے کہ سینچر کے روز مرض شروع ہوا۔

بہر کیف جمعرات کے روز بیماری کی حالت میں اپنے دست مبارک سے حضرت اسامہؓ کے لئے حضورؐ نے لوار درست فرمایا۔ اور حضرت اسامہؓ کو دیکر فرمایا: بسم اللہ جاؤ اللہ کی راہ میں جہاد کرو۔ اور جو خدا کا انکار کرے اس سے مقاتلہ کرو۔

حضرت اسامہؓ دُعا سے نکلے تو لوار حضرت بریدہ بن الحنصیب الاسلمی کے سپرد کیا۔ اور فوج کو خُرف میں جمع کیا۔ تمام جلیل القدر مہاجرین و انصار بسرۃ دُعا اکڑ جمع ہوئے۔ اُنہیں حضرت ابوبکرؓ، حضرت عمرؓ، حضرت ابو عبیدہؓ، حضرت سعدؓ، حضرت سعیدؓ، سلمہ بن اسلم، قتادہ بن نعمان بھی تھے جیسا کہ واقدی نے لکھا ہے۔ اور ابن عساکر و ابن سعد نے بھی اسی طرح روایت کیا ہے۔ لیکن ابن تیمیہ نے اس سر پہ میں حضرت ابوبکرؓ کی شرکت سے شدت انکار کیا ہے کیونکہ حضرت ابوبکرؓ کو حضورؐ نے اس بیماری میں امامت نماز کے لئے اپنا خلیفہ مقرر کیا تھا۔ علامہ زرقانی کہتے ہیں کہ ان دونوں امور میں کوئی بُعد نہیں ہے۔ ابتداء حضورؐ نے حضرت صدیقؓ کو بھی اس سر پہ میں شرکت کا حکم دیا۔ لیکن جب بیمار ہوئے اور مرض بڑھ گیا تب اُن کو نماز کی امامت کا حکم دیا جس کی وجہ سے سر پہ کی شرکت سے انکا استثناء ہو گیا۔ وہ کہتے ہیں کہ بعض اتنے ہی شہ پر امید مغازی کی متفقہ روایت کا انکار مکارہ ہے۔ واقدی نے مغازی میں اسکو اپنے سند سے ذکر کیا ہے۔ ابن سعد نے سیرۃ نبویہ کے آخر میں بلا سند ذکر کیا ہے۔ ابن اسحق نے اپنی مشہور

راہ الحنصیب بضم حارمہ و فتح صاد صغراً ۱۲ منہ

لے جُزء بضم جیم و ضم رارمہ۔ اور زرقانی میں ہے کہ بسکون رارمہ بھی آیا ہے واللہ اعلم ۱۲ منہ

سیرت کے آخر میں لکھا ہے کہ مہاجرین اولین میں سے کوئی باقی نہ رہا جس نے اس غزوہ کی شرکت کے لئے عجلت نہ کی ہو۔ انہیں میں حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ بھی تھے۔ ائمہ معاری نے اس قول کو ثابت رکھا ہے اور اس باب میں انہیں کے اقوال پر اعتماد ہے حفاظ مثلاً تقری مغلطائی۔ اور حافظ نے اس پر جزم کیا ہے۔ اور ابن جوزی نے ان سب کو جزاً منتظم میں ذکر کیا ہے۔ حضورؐ نے حضرت اسامہ بن زید کو اس عظیم الشان جیش کا امیر مقرر کیا۔ اور ابن حجر عسقلانی اصحابہ میں لکھتے ہیں کہ ابن سعد کی روایت کے موافق ان کی عمر اس وقت بیس برس کی تھی اور ابن ابی حاتم کی روایت کے موافق اٹھارہ برس کی۔ اس لئے بعض لوگوں نے اس پر طعن کیا کہ کم عمر کے کو اتنی بڑی فوج پر اور ایسے بڑے بڑے مہاجرین و انصار پر امیر مقرر کیا گیا ہے علامہ زرقانی نے نقل کیا ہے کہ طعن کرنے والوں میں حضرت عیاش بن ابی رباح مخزومی کا نام مروی ہے۔ لوگوں میں جب اس کا زیادہ ذکر ہونے لگا تو حضرت عمرؓ نے ان لوگوں کو سمجھایا۔ اور پھر رسول اللہؐ کو اس کی خبر دی حضورؐ کو یہ سنکر بہت رنج ہوا اور آپ بہت غصہ ہوئے۔ آپ کے سر میں درد تھا مگر آپ نے سر میں ہٹی باندھی۔ اور مسجد میں تشریف لائے۔ پھر ممبر پر بیٹھ کر فرمایا۔ کہ اے لوگو یہ کیا ہے جو میں نے سنا ہے کہ تم لوگ اس پر طعن کرتے ہو کہ میں نے اسامہ کو امیر بنایا ہے۔ اور صحیحین کی روایت ہے کہ مجھے خبر ملی ہے کہ تم نے اسامہ کے متعلق اس طرح کہا ہے۔ اگر تم نے اس کے امیر مقرر ہونے پر طعن کیا تو اس سے پہلے اس کے باپ کے امیر مقرر ہوئے ہیں بھی

۱۔ بعض روایتوں کے الفاظ سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ طعن کی وجہ ان کا کس ہونا تھا۔ اور بعض روایتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ طعن کی وجہ ان کا غلام ہونا تھا صحیحین میں جو حضورؐ کے الفاظ جواب میں مروی ہیں اس سے معلوم ہوتا ہے کہ گو بظاہر اعتراض و طعن کسی کی وجہ سے ہو مگر اصل وجہ طعن کی یہی تھی کہ یہ غلام تھے اسی لئے حضورؐ نے فرمایا کہ تم اسامہ پر آج طعن کر رہے ہو مگر اس سے پہلے زید بن حارثہ کے امیر ہونے پر بھی تو طعن کر چکے ہو یعنی یہ اگر کم عمر ہیں تو زید تو کم عمر نہ تھے حضورؐ کے غصہ کی وجہ یہی تھی کہ اس طعن سے معلوم ہوا کہ اب تک انساب پر فخر کا خیال باقی ہے حالانکہ اصل چیز دیکھنے کی اہلیت جو زیدؓ میں بھی تھی اور اسامہؓ میں بھی ہے واللہ اعلم ۱۲

طعن کر چکے ہو۔ حالانکہ خدا کی قسم وہ اس کا سنی تھا۔ اور اُس کے بعد اُس کا بیٹا بھی اس کا اہل ہی اور وہ ہم کو سب سے زیادہ محبوب ہے۔ اور بخاری کی روایت میں ہے کہ وہ (یعنی زید بن حارثہ) ہم کو سب سے زیادہ محبوب تھا۔ اور اُس کے بعد اس کا لڑکا سب سے زیادہ محبوب ہے۔
 موابہب لدنیہ میں ہے کہ یہ قصہ سینچر کے روز دس ربیع الاول ۱۰ سالہ کا ہے اسی روز وہ لوگ جو حضرت اسامہؓ کے ساتھ جانے والے تھے حضورؐ سے رخصت ہونے کے لئے آئے۔ اور رخصت ہو کر فوج کی جگہ مقام جُرف میں گئے۔ جو مدینہ سے ایک فرسخ پر ہے جیسا کہ ابن اسحق نے بیان کیا ہے۔

اس کے دوسرے دن اتوار کے روز آپ کی تکلیف بہت بڑھ گئی۔ زرقانی صحابہ غازی ہو نقل کرتے ہیں کہ حضورؐ اس حالت میں کہ رہے تھے کہ اسامہؓ کی فوج کو روانہ کر دو۔ حضرت اسامہؓ اپنی فوج سے واپس آئے تو حضورؐ بیہوش تھے۔ اور اسی روز دوپلانے کا قصہ پیش آیا جس کا ذکر آگے وفات میں آتا ہے۔ حضورؐ نے حضرت اسامہؓ کو دیکھا مگر کچھ بول نہ سکے ہاتھ آسمان کی طرف اٹھاتے تھے اور پھر حضرت اسامہؓ پر رکھتے تھے۔ حضرت اسامہؓ فرماتے ہیں میں نے سمجھا کہ حضورؐ میرے لئے دعا کر رہے ہیں۔ اس کے بعد حضرت اسامہؓ اپنی فوج میں چل گئے اور دوشنبہ کے روز صبح کے وقت پھر آئے اس وقت حضورؐ کو افاقہ تھا۔ آپ نے حضرت اسامہؓ کو دعا دی۔ رخصت کیا۔ اور روانگی کا حکم دیا۔

اُس کے بعد حضرت اسامہؓ اپنی فوج میں گئے۔ سب کے اکٹھا ہونے کا اعلان کرایا پھر کوچ کا لوگوں کو حکم دیا۔ یہ لوگ سوار ہونے کی تیاری کر رہے تھے کہ حضرت اسامہؓ کی ماں ام ایمن کا آدمی

۱۰ سینچر مہ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضورؐ آخر مرتبہ پر سینچر کے روز گئے مگر ابو سعید خدریؓ جس خطبہ کا ذکر کرتے ہیں جس میں حضورؐ نے مسجد کی کھڑکیاں بند کرنے کا حکم دیا تھا۔ اور حضرت صدیق کی باقی رہنے کی اجازت دی مشہور یہ ہے کہ وہ آخری خطبہ تھا اور یہی داری کی روایت میں ہے اور صحیح مسلم میں حضرت جنذب کی روایت ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ خطبہ وفات سے پانچ دن پہلے تھا یعنی جمعات کو وہ روایت وفات کے تذکرہ میں آتی ہے واللہ اعلم ۱۱ من

پہنچا کہ رسول اللہ کی حالت نزع کی ہے۔ حضرت اسامہؓ حضرت عمرؓ حضرت ابو عبیدہؓ وغیرہ مدینہ آئے۔ تو حضور پر سکرات کی حالت طاری تھی۔ بخاری میں ہے کہ اسی روز آخر دن میں حضور کا انتقال ہو گیا۔ اور ابن اسحاق جزا بیان کرتے ہیں کہ دوپہر کی تیزی کے وقت انتقال ہوا واللہ اعلم۔ حضرت اسامہؓ کی فوج اس وقت رگ گئی جب حضرت صدیقؓ خلیفہ ہوئے تو انہوں نے سب سے پہلا کام یہ کیا کہ لوگوں کی مخالفت کے باوجود اس فوج کو روانہ کیا۔ واللہ اعلم

وفات رسول اللہ صلم

حضور کا اس عالم میں تشریف لانا صرف مخلوق کی ہدایت اور ارشاد کے لئے تھا۔ اور اس لئے تھا کہ خدا کے آخری اور قطعی احکام کو اس کے بندوں تک پہنچا دیں۔ اور خدا کی حجت اُس کے بندوں پر تمام کر دیں۔ اس کام کو آپ نے کیونکر انجام دیا اور اس میں آپ کو کتنی کامیابی ہوئی اس کا اجمالی جواب یہ ہے کہ اس دنیا میں ابتداء آفرینش عالم سے اس وقت تک بے شمار انبیا اور رسل اسی کام کے لئے تشریف لائے۔ مگر تمام انبیا و مرسلین کے کاموں کو ملا کر جمع کیا جائے تاہم وہ جناب سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی تنہا تبلیغ اور آپ کی تنہا کامیابیوں کا مقابلہ نہیں کر سکتے۔ آپ کی کامیابیوں سے اُن کو کوئی نسبت نہیں ہے۔

اور اُسی کے تفصیلی جواب کے لئے یہ کتاب کتاب السیرۃ لکھی گئی ہے۔ آپ نے تبلیغ و رسالت کے کاموں کو کیونکر انجام دیا۔ اور اس کے لئے کیا اصول و قواعد مقرر کئے۔ اس کا جواب مفصل اس کتاب کی اسی جلد میں ملے گا۔ یہ جلد ابتداء سے انتہا تک اس سوال کا جواب ہے۔ اس سے معلوم ہو جائے گا کہ حضور نے کن کن مواقع اور کیسے حالات میں تبلیغ اور رسالت کی کیا صورتیں اختیار کیں۔ دوسرا سوال کہ آپ کی تبلیغ کا نتیجہ کیا ہوا۔ آپ کی تبلیغ نے عالم کو کس پستی سے نکالا۔ اور کس مرتبہ تک پہنچا دیا۔ اس کا جواب بھی اس جلد میں ملے گا۔ مگر اس کا اس سے زیادہ واضح جواب اس کی دوسری جلد میں ملے گا۔ دوسری جلد میں یہ بات بھی اچھی طرح معلوم ہو جائیگی کہ

دنیاوی زندگی کا کوئی شعبہ۔ اور اخلاق و روحانیت کا کوئی مرتبہ ایسا باقی نہیں رہا جس کے لئے ایک مکمل قانون دنیا والوں کے سامنے حضورؐ نے نہ پیش کر دیا ہو۔ ایسا مکمل کہ اب اس دنیا کا کوئی معلم اس میں قطعاً کوئی اصلاح نہیں کر سکتا۔ اور اگر کسی نے اس میں کسی طرح کے تغیر و تبدل کی کوشش کی تو وہ یقیناً اصلاح نہیں ہوگی تخریب ہوگی۔

وفات لازمی تھی | یہاں سے جا چکے تھے۔ اور یہ معلوم تھا کہ ایک روز اپنا کام پورا کر نیچے حضورؐ سے پہلے اس عالم میں جتنے انبیاء و مرسلین آئے۔ وہ یکے بعد دیگرے

بعد حضورؐ بھی تشریف لے جائیں گے۔ آپ کا یہاں سے حظیرہ قدس میں اپنے رب کے پاس جانا نہ تعجب کی بات تھی نہ افسوس کی۔ بلکہ العامات الہیہ کی تکمیل آپ پر ممکن نہ تھی جب تک خلدِ کریم آپ کو اپنے پاس بلا نہ لیتا۔ مگر انبیاء کا اپنی امت سے جدا ہونا خود امت کیلئے مصیبت کبریٰ ہے۔ مومنین صادقین کا دل آتش فراق سے جل اٹھتا ہے۔ فایتِ حزن و ملال سی وہ سوا اس باختہ ہو جاتے ہیں۔ مومن صادق کے لئے کوئی تکلیف اور کوئی مصیبت اتنی صبر آزما نہیں ہو سکتی۔ جتنا اپنے رسول اور بادی کا فراق۔ اس لئے ہر نبی کو موت کے قبول کرنے کا اختیار دیا جاتا ہے۔ بخاری میں حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ کسی نبی کو موت نہیں آئی جب تک اُن کو اختیار نہ دیا گیا۔

حضورؐ کو وفات کا علم اور وداع | حضورؐ کو وفات کے قریب تمام انبیاء کرام کی طرح اس امر کا اختیار دیا گیا کہ وہ خزانِ ارض کو اختیار کریں یا

رفیقِ اعلیٰ کے وصال کو قبول کریں جیسا کہ آگے اس مضمون کی روایتیں ذکر ہوں گی۔ مگر اس سے بہت پہلے صراحتاً یا اشارہً اس بات سے آپؐ کو مطلع کر دیا گیا تھا کہ اب وصال کا وقت قریب آگیا ہے۔ حجۃ الوداع میں جب یہ ایت نازل ہوئی ایوم اکملت لکم دینکم و اتممت علیکم نعمتی و رضیت لکم الاسلام دیناً تو اس سے جلیل القدر صحابہ سمجھ گئے تھے کہ جب دین کامل ہو گیا۔ اور آپؐ نے رسالت کا فرض ادا کر دیا تو اب آپؐ کا

رب آپ کو اپنے پاس جلد بلائے گا۔ پھر اس کے بعد حضور لوگوں سے وہیں رخصت ہوئے۔ اور فرمایا کہ شاید اب اس کے بعد میں تمہارے ساتھ حج نہ کر سکوں۔ یہ وداعِ اتنا صریح اور اتنا واضح تھا کہ اس حج کا نام ہی حجۃ الوداع ہو گیا۔ پھر حجۃ الوداع سے واپسی کے وقت غدیر خم پر جو خطبہ آپ نے ارشاد فرمایا اس میں صراحۃً اس بات کی خبر دی کہ اب میرا رب شاید ہمیں جلد اپنے پاس طلب کرے۔ اور میں اس طلب کو قبول کر لوں اس لئے فلاں فلاں امور کی وصیت کرتا ہوں (جیسا کہ پہلے لکھ چکا ہوں)

پہلی اطلاع | اصحاب سیر اور محدثین اس موقع پر ایک بحث یہ لکھتے ہیں کہ حضور کو اسکی اطلاع پہلے پہلے پہلے کب دی گئی۔ مواہب لدنیہ میں ہے کہ حضور کو سب سے

پہلے انقضاءِ عمر اور قربتِ اجل کی اطلاع اذا جاء نصر الله والفتح کے نازل ہونیکے بعد ہوئی۔ اس لئے کہ اس سورہ کا مفہوم یہ تھا کہ آئے محمد صلی اللہ علیہ وسلم جب بلا پر آپ کو خدائے فتوحات عطا کئے۔ اور جس مدین کی طرف آپ لوگوں کو بلائے تھے اس میں لوگ جوق جوق داخل ہو گئے۔ تو تبلیغ و رسالت کا مقصد پورا ہو گیا جس لئے آپ دنیا میں بھیجے گئے تھے۔ اب تسبیح تحمید اور استغفار کی کثرت کر کے میری لقا کا سامان کیجئے۔

کہتے ہیں کہ یہ سب سے آخری سورہ ہے جو آپ پر نازل ہوئی۔ ایک روایت ہے کہ یہ سورہ حجۃ الوداع کے زمانہ میں نحر کے روز منیٰ میں نازل ہوئی تھی۔ اور اُسی کے بعد حضور نے خطبہ ارشاد فرمایا۔ اور لوگوں سے رخصت ہوئے یعنی وداع کہا۔ اس کے نازل ہونے کے بعد حضور کا نئی روز زندہ رہے۔ یہ تعداد اسی صورت میں صحیح ہوتی ہے کہ نزول کا زمانہ یوم النحر تسلیم کیا جائے اور وفات کا روز دوسری ربیع الاول مگر یہ جمہور کے خلاف ہے جیسا کہ آگے معلوم ہوگا۔ اور ابن ابی حاتم حضرت ابن عباسؓ سے روایت کرتے ہیں کہ اس سورہ کے نزول کے بعد حضور صرف نو دن زندہ رہے۔ تو گویا حجۃ الوداع کے بہت بعد یہ سورہ نازل ہوئی۔ اور مقاتل کہتے ہیں کہ اس کے بعد سات دن زندہ رہے بعض روایت میں ہے کہ تین دن ابوعلی

بند ضعیف حضرت ابن عمرؓ روایت کرتے ہیں کہ یہ سورہ حجۃ الوداع کے وقت اوسط ایام تشریق میں نازل ہوئی۔ اور دارمی میں حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ جب یہ سورہ نازل ہوئی تو حضورؐ نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو بلا کر اپنے موت کے قریب ہونے کی خبر دی۔ وہ رونے لگیں تو حضورؐ نے فرمایا کہ رُوِ موت میرے اہل میں سب سے پہلے تم ہم سے ملو گی۔ تو وہ ہنسنے لگیں حضرت فاطمہؓ کو بلائے اور ان سے اس گفتگو کا قصہ صحیحین میں بھی ہے اور صحیحین کی روایت میں تصریح ہے کہ یہ گفتگو حضرت فاطمہؓ سے حضورؐ نے مرض الموت میں کی۔ اگر دارمی کی روایت کے موافق یہ گفتگو اذاجاء نصر اللہ کے نزول کے وقت ہوئی تو تسلیم کرنا پڑے گا کہ اس سورہ کے حجۃ الوداع کے ایام میں نازل ہونے کی روایتیں صحیح نہیں ہیں۔

بعض روایتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ سورہ حجۃ الوداع سے بھی بہت پہلے شاید نازل ہو چکی ہو۔ طبرانی میں حضرت ابن عباسؓ کی ایک روایت بطریق غیر مروی ہے کہ جب اذاجاء نصی اللہ کی سورہ نازل ہوئی تو اس کے بعد حضورؐ نے امر آخرت کیلئے سخت مجاہدہ شروع کر دیا۔ اس باب میں ایک روایت حضرت جابرؓ کی بھی مروی ہے اور حضرت عائشہؓ کی روایت صحیحین میں ہے کہ حضرت فاطمہؓ نے فرمایا کہ مجھ سے رسول اللہؐ نے پوشیدہ بیان کیا کہ حضرت جبریلؑ ہر سال ایک مرتبہ مجھ پر قرآن پیش کرتے تھے اس سال دو مرتبہ پیش کیا۔ اس سے میں سمجھتا ہوں کہ میرا وقت قریب آگیا۔ حضورؐ سے یہ بھی ثابت ہے کہ ہمیشہ رمضان کے آخر عشرہ میں آپ اعتکاف کیا کرتے تھے لیکن وفات کے سال اپنے بیس روز اعتکاف کیا۔ قرآن پیش کرنے کا اور اعتکاف کرنے کا حال رمضان شریف کا ہے۔ ان روایتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ اس وقت آپ کو قربت اجل کا علم ہو چکا تھا۔ تو یہ علم آپ کو حجۃ الوداع سے تین مہینہ پہلے ہو چکا تھا و اللہ اعلم

اور طبرانی کی روایت کے موافق اگر اذاجاء نصر اللہ کے نزول کے بعد آپ کو پہلے پہلے امر آخرت کی تیاری کا حکم دیا گیا تو ضرور ہے کہ یہ سورہ رمضان سے بھی پہلے نازل ہو چکی ہو کیونکہ

اس سال رمضان میں ہمیشہ کے معمول کے خلاف حضورؐ کی تیاری شروع کر دی تھی مگر مشکل یہ ہو کہ روایات میں جو بڑی سے بڑی مدت اس سورہ کے نزول کے متعلق آئی ہے۔ وہ حجۃ الوداع میں نازل ہونے کی روایت ہے۔ اور صحابہ سے جو اس سورہ کے نزول کا مختلف زمانہ مزی ہو اس کی وجہ علماء یہ بیان کرتے ہیں کہ سورہ پہلے نازل ہو چکی تھی مگر سب صحابہ کو اس کا علم نہ ہوا۔ جس کو جب اس کی خبر ملی انہوں نے اسی کو نزول کا وقت سمجھا واللہ اعلم صحیح یہ ہے کہ حضورؐ نے پہلے حضرت جبریل کے مکرر قرآن عرض کرنے پر۔ اور وللاخرة خیرات من الاول کے نزول سے یہ سمجھا تھا کہ اب اجل قریب ہے۔ حجۃ الوداع کے ایام میں یہ بات آپ پر زیادہ واضح کی گئی مگر وہ بھی قرآن ہی تھے۔ اس لیے حجۃ الوداع اور غدیر خم پر آپ نے جو خطبات ارشاد فرمائے اور وداع کیا اس میں آپ نے نعت یعنی شاید کا لفظ فرمایا۔ یہ لفظ ان خطبات میں نہیں ہے جو حجۃ الوداع سے واپسی کے بعد مدینہ میں آپ نے ارشاد فرمایا۔

صحیحین کی روایت ہے حضرت عقبہ بن عامرؓ روایت کرتے ہیں کہ حضورؐ نے آنحضرتؐ کے بعد شہدار اُحد پر جنازہ کی نماز پڑھی جس طرح رخصت ہونے والا زندہ اور مردہ سے رخصت ہوتا ہے۔ اور بخاری کی ایک روایت میں ہے کہ ایک روز حضورؐ نکلے اور اہل اُحد پر نماز پڑھی۔ پھر واپس تشریف لائے تو منبر پر گئے۔ اور سب سے رخصت ہوئے اور فرمایا کہ میں تم سے پہلے جانا ہوں تاکہ جو من وغیرہ کا انتظام درست کروں پھر فرمایا کہ ہم تم سے پہلے پرٹنے کا وعدہ ہے۔ اور ایک روایت ہے کہ حضورؐ نے فرمایا کہ بخدا میں اپنے اس مقام سے جو من کو دیکھ رہا ہوں۔ اور فرمایا کہ مجھ کو تمام زمین کے خزانوں کی کنجیاں دیدی گئی ہیں مجھ کو اس کا اندیشہ نہیں ہے کہ تم میرے بعد اب شرک کرو گے۔ البتہ خوف یہ ہے کہ تم میرے بعد دنیا کی طرف راجع ہو جاؤ گے۔ اور اس کی وجہ سے آپس میں لڑنے لگو گے بعض روایتیں اضافہ ہے کہ باخود با قتال کرو گے تب ہلاک ہو جاؤ گے جس طرح تمہارے پہلے کی امتیں ہلاک ہو گئیں۔

یہ قعدہ مرض الموت شروع ہونے سے پہلے کا ہے لیکن اس قعدہ کے وقت آپ کو اپنی وفات کا یقین علم تھا۔ اور اس کے بعد مرض الموت میں حضرت فاطمہؓ سے بیان کیا کہ میں اٹھایا جاؤں گا جیسا کہ صحیحین میں حضرت فاطمہؓ سے مروی ہے اس میں بھی شک کا لفظ نہیں ہے بلکہ آپ نے وثوق کے ساتھ فرمایا جس پر حضرت فاطمہؓ روئیں۔ اس پر حضورؐ نے یہ طسلا ع بھی دی کہ میرے بعد سب سے پہلے حضرت فاطمہؓ کا میرے اہل بیت میں انتقال ہوگا۔ اسکے بھی بعد حضورؐ کو موت کے قبول کرنے کا اختیار دیا گیا جیسا کہ حضرت عائشہؓ کی روایت ہے واللہ اعلم

ابتداء مرض عائشہؓ فرماتی ہیں کہ ایک روز بقیع میں ایک صحابی کے جنازہ سے فارغ ہو کر حضورؐ تشریف لائے تو میرے سر میں درد تھا۔ میں نے کہا واداساۃ (یہ تدریج کا لفظ ہے اور ایسی حالت میں بولا جاتا ہے کہ گویا تکلیف سے موت آجائے گی) حضورؐ نے فرمایا بلنا واداساۃ اور کہا کہ اے عائشہؓ اگر میرے قبل تجھ کو موت آجائے تو تیرا کیا نقصان ہے میں خود تجھ کو غسل دوں گا۔ کفن پہناؤں گا۔ تیرے جنازہ کی نماز پڑھوں گا پھر دفن کروں گا حضرت عائشہؓ نے فرمایا کہ ہاں یہ سب تو آپ کرینگے۔ پھر اُسی روز میرے گھر میں اپنی ازواج میں سے کسی کے ساتھ آرام کرینگے۔ شاید میں آپ پر حیر ہوگئی ہوں۔ اور بخاری میں ہے کہ جب حضرت عائشہؓ نے واداساۃ کہا تو حضورؐ نے فرمایا کہ اگر یہ ہو اور میں زندہ رہوں تو تیرے لئے استغفار کروں گا دعا کروں گا۔ اس پر حضرت عائشہؓ نے فرمایا واللہ شکلیاۃ خدا کی قسم میرا گمان ہے کہ آپ میری موت پسند کرتے ہیں۔ اور اگر یہ ہو جائے تو آپ اُسی روز

لے وائکلیاۃ قاموس میں ہے کہ التکل بالضم الموت والہلاک وفقدان الحبيب اور نکلیاۃ اسی سے ہے بضم مثلاً وسکون کاف وکسر لام اور حافظ ابن حجر فتح لام لکھتے ہیں لیکن معنی کہتے ہیں کہ نکلیاۃ یا تو مصدر ہے یا اس معنی میں کہ جس عورت کا لڑکا گم ہو گیا ہو اس کی صفت کے طور پر استعمال ہوئی مصدر ہو تو بضم مثلاً وکسر لام ہوگا اور صفت کی صورت میں ثار مثلاً اور لام دونوں فتوح ہوگا واللہ اعلم ۱۲

اپنی کسی زوجہ کے ساتھ آرام کریں گے۔ اُس پر حضور نے فرمایا بل انا واداسا (مطلب یہ ہے کہ تم اپنے درد سر کا قصہ چھوڑو اُس سے اہم یہ ہے کہ میں ویسی ہی درد میں مبتلا ہوں اس کی طرف توجہ کرو) اور حضور نے فرمایا کہ میرا ارادہ تھا کہ تم سے کہوں کہ ابو بکر صدیقؓ اور اُن کے لڑکے (عبدالرحمن) کو بلاؤ۔ تاکہ میں ایک عہد لکھ دوں کہ میرے بعد نزاع پیدا نہ ہو۔ اور متنا کرنے والے متنا نہ کرنے لگیں لیکن پھر خیال ہوا کہ ابو بکر کے رہتے اگر کسی نے متنا کی تو خدا اُس کا انکار کرے گا۔ اور مومنین اس کو رد کر دیں گے۔ اور صحیح مسلم کی ایک روایت میں ہے کہ حضور نے فرمایا کہ ابو بکر کو بلاؤ ہم اُن کیلئے ایک تحریر لکھ دیں یہیں اندیشہ ہے کہ کوئی دوسرا شخص خواہش کرنے لگے۔ اور اللہ پاک اور مومنین ابو بکر کے سوا اور کسی کو نہیں چاہتے۔ اور بزاز کی ایک روایت میں ہے کہ معاذ اللہ ان مختلف الناس علی ابی بکر یعنی خدا کی پناہ اس بات سے کہ لوگ ابو بکر پر اختلاف کریں۔

اس روایت سے معلوم ہوا کہ بقیع سے واپسی کے بعد حضرت عائشہؓ کے گھر میں حضور کو درد سر شروع ہوا۔ یہ حضور کے مرض الموت کی ابتدا ہے اور اکثر محدثین اسی کو ابتدا حقیقی کہتے ہیں لیکن صحیحین میں عید اللہ بن عبد اللہ کی روایت حضرت عائشہ صدیقہؓ سے مروی ہے کہ سب سے پہلے حضور کی بیماری حضرت مہموذہؓ کے گھر میں شروع ہوئی۔ ان روز تو نہیں بظاہر تعارض ہے لیکن علماء اس کی تاویل کرتے ہیں کہ مرض کی حقیقی ابتدا بقیع سے واپس آنے کے بعد حضرت عائشہؓ کے مکان میں ہوئی اور حضرت مہموذہؓ کے مکان میں اشتداد مرض کی ابتدا ہوئی مرض کی نہیں لیکن تاویل قابل غور ہے صحیح روایات میں یہ نہیں ہے کہ حضرت عائشہؓ کے یہاں بقیع سے واپس آنے کے بعد مرض شروع ہوا۔ ہو سکتا ہے کہ اس وقت حضرت عائشہؓ کو اس کا علم نہ ہو مگر حضرت مہموذہؓ کے مکان میں عارضہ شروع ہو گیا ہو۔

۱۵ حضرت صدیقؓ کے لئے جو عہد اور جو تحریر حضور لکھنا چاہتے تھے بظاہر اُس سے مراد حضرت صدیقؓ کی خلافت تھی۔ امام بخاری نے بھی کتاب الاحکام میں اس پر باب باندھا ہے باب الاستخلاف والشرط ۱۲ منہ

تکلیف ہی کی حالت میں آپ جنازہ کے ساتھ یقین گئے ہوں۔ اور اس کی وجہ سے دردِ سر زیادہ ہو گیا ہو جس سے آپ کو بلانا و ادا سنا کہنے کی ضرورت پیش آئی ہو۔ جو ناقابلِ برداشت تکلیف کی حالت میں کہا جاتا ہے حضور کے دردِ سر کی خبر حضرت عائشہؓ کو نہ تھی جس کی وجہ سے وہ گفتگو پیش آئی جس کا ذکر پہلی حدیث میں ہے۔ حضرت عائشہؓ کو اس کے بعد تحقیق کرنے پر معلوم ہوا ہو گا کہ حضرت یمونہؓ کے گھر میں آپ کو عارضہ شروع ہو چکا ہے جو انہوں نے پیچھے بیان کیا واللہ اعلم۔ ابو معشر نے لکھا ہے کہ حضرت زینب بنت جحشؓ کے مکان میں مرض شروع ہوا اور سلیمان الیمی کہتے ہیں کہ ریحانہؓ کے مکان میں مرض شروع ہوا۔ ان روایتوں کو زرقانی نے شرح ہوا ہب میں ذکر کیا ہے مگر معتمد وہی ہے کہ حضرت یمونہؓ کے مکان میں مرض شروع ہوا واللہ اعلم

علامہ قسطلانی حافظ ابن حبیب علی

کس روز بیمار ہوئے اور کتنے روز بیمار رہے نقل کرتے ہیں حضور کی بیماری صفر کے

آخر میں شروع ہوئی۔ اور مشہور یہ ہے کہ آپ تیرہ روز بیمار رہے۔ یہی اکثر کا قول و خطابی سے منقول ہے کہ سوموار کے روز آپ کا مرض شروع ہوا۔ اور حاکم ابوالاحمد جو حاکم ابوعبداللہ کے استاد ہیں کہتے ہیں کہ آپ کا مرض بدھ کے روز شروع ہوا۔ بعض کہتے ہیں کہ پیر کے روز مدتِ مرض میں بھی اختلاف ہے اکثر علماء کہتے ہیں کہ حضور تیرہ روز بیمار رہے یہی قول مشہور ہے۔ اور علامہ قسطلانی نے روضہ سے دو قول نقل کیا ہے جو وہ روز اور بارہ روز سلیمان الیمی نے جزایہ ذکر کیا ہے کہ حضور دس روز بیمار رہے اس قول کو بیہقی نے اسناد صحیح ذکر کیا ہے۔

علامہ زرقانی کہتے ہیں کہ ہمارے شیخ نے ان تمام اقوال کو جمع کیا ہے وہ کہتے ہیں کہ ابتداء مرض کو مرض سمجھنے میں لوگوں کی حالتیں مختلف تھیں کسی نے ان ایام کو مرض کے ایام میں شمار کیا کسی نے نہیں اس لئے دنوں کے تعداد میں اختلاف ہو گیا لیکن اشتداد

مرض کا وہ زمانہ جس میں آپ کا نکلنا بند ہو گیا اور آپ حضرت عائشہ صدیقہؓ کے مکان میں رہے سات دن ہے۔ قسطلانی نے ابن ابی ملیک کی ایک روایت حضرت عائشہ صدیقہؓ سے لکھی ہے کہ حضور میرے گھر میں سو موار کے روز آئے اور دوسرے سو موار کو آپ کا انتقال ہو گیا واللہ اعلم

اشدد مرض اور حضرت عائشہؓ کے گھر قیام | بخاری اور مسلم میں حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ حضور کا مرض جب بہت

بڑھ گیا تو آپ نے اپنی ازواج سے اجازت چاہی کہ حضرت عائشہؓ کے مکان میں قیام فرمائیں اور باری کے قاعدہ سے گھومنا موقوف کریں۔ سب نے اجازت دی۔ تو آپ حضرت عباس بن عبدالمطلبؓ اور ایک دوسرے شخص کے سہارے سے تشریف لائے۔ اس طرح کہ پیر پر زور نہیں دیکتے تھے آپ کا پیر زمین پر کھیتا تھا۔ عبید اللہ کہتے ہیں کہ میں نے عبد اللہ بن عباسؓ سے ذکر کیا کہ مجھ سے حضرت عائشہؓ نے اس طرح روایت بیان کی ہے۔ عبد اللہ نے پوچھا کہ تم کو معلوم ہے کہ وہ دوسرے شخص کون تھے جس کا نام حضرت عائشہؓ نے نہیں بتایا۔ اور صحیحین کی ایک روایت میں ہے کہ عبید اللہ نے کہا کہ عبد اللہؓ نے ان میں سے کسی بات کا انکار نہیں کیا۔ البتہ دریافت کیا کہ کیا تم کو دوسرے شخص کا نام بتایا جو عباسؓ کے ساتھ تھے میں نے کہا کہ نہیں۔ تو فرمایا کہ وہ علی بن ابی طالبؓ تھے اور مسلم کی ایک روایت حضرت عائشہؓ سے ہے کہ فضل بن عباسؓ اور ایک دوسرے شخص کے سہارے حضور نکلتے۔ غیر صحیحین کی بعض روایت ہے کہ حضور دو شخصوں کے سہارے سے نکلتے جن میں ایک اسامہ بن زیدؓ تھے اور دارقطنی کی روایت ہے کہ اسامہؓ

۱۵ ابن ابی ملیکہ بضم میم ان کا نام عبد اللہ تھا ۱۲ منہ

۱۵ عبید اللہ بضم عین ابن عبد اللہ بفتح عین ابن عبید بضم عین و کون ثناء فوقہ اس حدیث کے راوی کا نام ہے جنہوں نے اس روایت کو حضرت عائشہؓ سے روایت کیا ہے ۱۲ منہ

اور فضل بن عباسؓ کے سہارے سے نکلے۔ اور ابن جناب کی روایت ہے کہ بریرہؓ اور ثویبہؓ کے درمیان نکلے۔ ابن خزیمہ روایت کرتے ہیں کہ بریرہؓ اور ایک دوسرے مرد کے سہارے اور ابن سعد کی ایک روایت ہے کہ فضل اور ثوبان کے درمیان۔ ان میں سے جتنی روایتیں سنداً صحت کے درجہ تک پہنچ جائیں ان میں بھی اختلاف باقی رہتا ہے مگر ان میں تطبیق ممکن ہے یہ سب ایک دفعہ کے خروج کا حال نہیں ہے۔ اس طرح کئی دفعہ حضورؐ کو نکلنا پڑا۔ جب ازواج کے اذن کے بعد حضرت عائشہؓ کے مکان میں گئے تو اسی طرح سہارے پر گئے۔ حضرت عائشہؓ کے مکان سے ایک دفعہ یاد و دفعہ مسجد اسی طرح سہارے سے گئے۔ ایک دفعہ انصار کے اشتیاق دیدار کی وجہ سے مسجد گئے تو اسی طرح گئے۔ حضرت عائشہؓ کے مکان میں آنے سے پہلے جب شدید بیماری کی حالت میں بھی آپ ازواج کے یہاں دورہ فرما رہے تھے تو اس وقت بھی بعض دفعہ اس طرح جانا ہوا ہوگا۔ اس لئے کبھی کسی کا سہارا ہوگا کبھی کسی کا بعض علماء کہتے ہیں کہ ایک دفعہ بھی تمام راستہ ایک ہی سہارا ضرور نہیں ہے۔ راستہ میں سہارا لینے والے بدلے ہوں تو ممکن ہے واللہ اعلم

حضرت عائشہؓ کے گھر میں مرض کی ترقی بخاری میں حضرت عائشہؓ سے مروی ہے۔ وہ فرماتی ہیں کہ حضورؐ جب میرے گھر آئے۔ اور

مرض بہت بڑھ گیا تو آپ نے فرمایا کہ مجھ پر سات مشک پانی بہاؤ جس کا رباط ڈھیلانا ہوا ہو یعنی مشک بھرا ہوا ہو اس میں سے پانی نہ گرا ہو۔ فرماتی ہیں کہ ہم لوگوں نے حضورؐ کو حضرت حفصہؓ کے مخضبت میں بٹھایا۔ اور حضورؐ کے اوپر مشک سے پانی گرانے لگے حتیٰ کہ

لن ثوبہ بضم نون و سکون واو و فتح موحده بعض کہتے ہیں کہ یہ ایک لونڈی کا نام ہے اور بعض کہتے ہیں کہ یہ ایک اسود غلام تھے علامہ زرکانی کہتے ہیں کہ ابن خزیمہ کی روایت سے اسی کی تائید ہوتی ہے کہ یہ مرد تھے کیونکہ اس میں ہے کہ حضورؐ حضرت بریرہؓ اور ایک دوسرے مرد کے سہارے سے نکلے اس لئے جن لوگوں نے ثوبہؓ کو صحابیہ عورتوں میں ذکر کیا ہے ان کو دھوکہ ہوا ہے واللہ اعلم

عن مخضبت بکسر میم و سکون حاء جیمہ و فتح ضاد جیمہ بوجه بڑا برتن جس میں میٹھکر غسل کرتے تھے ۱۲ منہ

حضور نے ہاتھ کے اشارہ سے فرمایا کہ بس کرو اور بخاری ہی میں ہے کہ اس کے بعد حضور باہر نکلے سب کے ساتھ نماز ادا کی۔ پھر خطبہ ارشاد فرمایا حضرت ابن عباسؓ کی روایت میں بھی ہے کہ حضور نے اپنے مرض میں خطبہ ارشاد فرمایا۔ اور صحیح مسلم میں حضرت جندبؓ سے مروی ہے کہ یہ خطبہ حضور کے وفات سے پانچ روز پہلے تھا۔ ابن حجر کہتے ہیں کہ اس حساب سے یہ خطبہ جمعرات کے روز حضور نے ارشاد فرمایا۔

حضرت ابی سعید خدریؓ سے ابن ماجہ ابن ابی الدنیا اور حاکم نے ایک روایت لکھی ہے اور حاکم نے کہا کہ یہ حدیث صحیح الاسناد ہے کہ حضور کا بخار اتنا شدید تھا کہ آپ ایک قیضہ یعنی بہت موٹی چادر اوڑھے ہوئے تھے۔ مگر کوئی شخص حضور پر ہاتھ رکھتا تھا تو بخار کی شدت اس چادر کے اوپر سے محسوس ہوتی تھی حضور سے ذکر کیا گیا تو فرمایا کہ انبیاء پر بلائیں شدید آتی ہیں۔ اور اجر بھی زیادہ ملتا ہے۔

حضرت عائشہؓ سے صحیحین میں ایک روایت ہے فرماتی ہیں کہ میں نے کسی کو نہیں دیکھا جس کا مرض رسول اللہؐ سے زیادہ شدید ہو۔ اور عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ میں رسول اللہؐ کے پاس گیا تو آپ شدید بخار میں مبتلا تھے میں نے کہا کہ یا رسول اللہؐ آپ کا بخار بہت شدید ہے۔ فرمایا کہ ہاں تمہارے دو شخصوں کے برابر۔ میں نے کہا کہ یہ دونوں اس لئے کہ آپ کا اجر بھی دو ٹا ہو گا۔ فرمایا کہ ہاں ایسی طرح ہے کسی مسلم کو ایک کا ٹٹا بھی گرجائے تو اللہ پاک اس کو اس کے گناہوں کا کفار کرتا ہے۔ یہ حدیث بخاری میں کئی جگہ ہے اور مسلم نے بھی روایت کیا ہے۔

فاطمہ بنت الیمانؓ یعنی حضرت حذیفہؓ کی بہن سے تسائی نے ایک روایت بیان کی ہے اور حاکم نے اس کو صحیح کہا ہے۔ اس میں ہے کہ حضور نے فرمایا کہ انبیاء پر جو بلا آتی ہے وہ سب سے زیادہ سخت ہوتی ہے۔ پھر جن کا مرتبہ ان کے بعد ہے۔ پھر جن کا مرتبہ ان کے بھی بعد ہے۔ اسی مضمون کی روایت فاطمہ بنت الیمانؓ سے طبرانی نے کبیر میں ذکر کیا ہے۔ حضرت عائشہؓ

بخاری میں روایت ہے۔ کہ حضور کے پاس ایک پیالہ میں پانی تھا۔ آپ اس پانی میں ہاتھ ڈالتے تھے پھر منہ پرٹتے تھے اور کہتے تھے لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ إِنَّ لِلْمَوْتِ سَكْرَاتٍ الْحَدِيثُ سکرہ کے معنی شدت کے ہیں۔

امام بخاری نے حضرت عروہ سے ایک روایت ذکر کیا ہے کہ حضور نے فرمایا کہ میں نے خیبر میں جو طعام (مسموم) کھایا تھا۔ اس کی تکلیف ہمیشہ محسوس کرتا ہوں۔ مگر اب مجھ کو معلوم ہوتا ہے کہ میری رگ ابھری منقطع ہو گئی ہے۔ امام بخاری نے اس روایت کو حضرت عروہ سے تعلقاً ذکر کیا ہے لیکن حافظ کہتے ہیں کہ بزاز۔ حاکم اور اسماعیلی نے اس کو متصلاً روایت کیا ہے عن عروہ عن عائشہؓ واللہ اعلم ابھری بفتح ہمزہ و سکون موحده و فتح با قلب و منقصل ایک رگ ہے۔ اُس کے منقطع ہونے سے انسان مر جاتا ہے۔ اسی وجہ سے حضرت ابن مسعودؓ وغیرہ سمجھتے تھے کہ حضور شہید فوت ہوئے اور آپ کی موت سم کی وجہ سے ہوئی واللہ اعلم یحییٰ نے حضرت ابی سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے مرض الموت کا خطبہ کہ رسول اللہ نے لوگوں کے سامنے خطبہ ارشاد فرمایا۔ اُس میں

۱۵ اس حدیث کے ایک راوی عمر بن عبد بن ان کو فک تھا کہ یہ پیالہ غلبہ تھا یا رکوہ غلبہ بضم بن مہملہ و سکون لام و فتح موحده لکڑی کے بڑے پیالہ کو کہتے ہیں اور رکوہ بفتح راء مہملہ چڑے کے پیالہ کو کہتے ہیں۔ اس حدیث کو امام بخاری نے ذکر کیا ہے واللہ اعلم ۱۲ منہ

۱۶ حضرت ابی سعید خدریؓ حضرت ابن عباسؓ حضرت جندبؓ حضرت انسؓ حضرت عائشہؓ اور دوسرے صحابہ نے حضور کے خطبہ کا ذکر کیا ہے اور مختلف روایتوں میں مختلف مخمون بیان ہوا ہے کھربوں کے بند کرنے کا حکم کسی نے بیان کیا ہے کسی میں حضرت اسامہؓ کے امارت کے متعلق جو لوگوں نے اعتراضات کئے تھے اور حضور نے خطبہ میں حضرت اسامہؓ کی تعریف اور اُن کی امارت کی حمایت کی تھی اس کو ذکر کیا ہے مگر معلوم ہوتا ہے کہ یہ سب ایک ہی خطبہ کا ذکر ہے اور وہ خطبہ جمعرات کے روز حضور نے ارشاد فرمایا تھا قسطلانی کہتے ہیں کہ حضرت اسامہؓ کا قصہ شہر کا ہے مگر اس تعیین کی کوئی روایت صحیح معلوم نہیں ہے۔ وہ بھی جمعرات ہی کا قعہ ہے واللہ اعلم ۱۲ منہ

بیان کیا کہ خدا نے اپنے ایک بندہ کو اختیار دیا کہ وہ دنیا کی زینت کو قبول کرے۔ یا اس چیز کو جو خدا کے پاس ہے۔ تو اس بندہ نے اسی چیز کو قبول کیا جو خدا کے نزدیک ہے حضور کے اس فرمانے پر حضرت ابوبکر صدیقؓ رو اٹھے اور کہا کہ یا رسول اللہ میں آپ پر فدا ہوجاؤں اور میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں۔ حضرت ابوسعید خدریؓ کہتے ہیں کہ ابوبکر صدیقؓ کے رونے پر ہم سب کو تعجب ہوا۔ کہ رسول اللہ تو ایک بندہ کا ذکر کرتے ہیں جس کو خدا نے یہ اختیار دیا۔ یہ رونے کی کیا بات ہے۔ مگر اصل یہ تھا کہ اس بندہ سے مراد حضور تھے۔ اور حضور ہی کو یہ اختیار دیا گیا تھا۔ چونکہ حضرت صدیقؓ ہم سب سے فہم میں زیادہ تھے انہوں نے اس رمز کو سمجھ لیا۔ اس کے بعد حضور نے فرمایا کہ ایسا شخص جس کے مال اور جس کی صحبت پر ہمیں سب سے زیادہ بھروسہ رہا وہ ابوبکر ہیں۔ اور اگر ہم خدا کے سوا اور کسی کو اپنا خلیل بناتے تو ابوبکر کو اپنا خلیل بناتے۔ ہاں اب اخوة اسلام اور مودودہ پھر حضور نے فرمایا کہ کوئی دروازہ باقی نہ رہے سب بند کر دیئے جائیں سوائے ابوبکر کے دروازہ کے اور صحیحین کی ایک روایت کے الفاظ ہیں کہ مسجد میں کوئی خوشہ باقی نہ رہے ابوبکر کے خوشہ کے سوا۔ اور ایک روایت ہے کہ ابوبکر میرے غار کے ساتھی ہیں۔ مسجد میں اُن کے خوشہ کے سوا اور سب خوشہ بند کر دو۔ بخاری کی ایک روایت ہے کہ اگر ہم کسی کو خلیل بناتے تو ابوبکر کو بناتے لیکن اسلام کی دوستی (خلۃ) افضل ہے۔ اس مسجد میں جتنے خوشہ ہیں سب کو بند کر دو ابوبکر کے خوشہ کے سوا۔ ابن عدی کی روایت ہے کہ اس مسجد میں جتنے دروازے جاری ہیں سب کو بند کر دو ابوبکر کے دروازہ کے سوا۔

خوشہ بدو خارجہ چھوٹے دروازہ کو کہتے ہیں یعنی کھر کی کو۔ داری میں حضرت ابوسعید خدریؓ کی روایت ہے اس میں تصریح ہے کہ حضور نے جس وقت یہ خطبہ ارشاد فرمایا اس وقت سر میں پٹی باندھے ہوئے تھے اور یہ حضور کا سب سے آخری خطبہ تھا۔ اس خطبہ کے بعد منبر سے اترے تو پھر منبر پر آپ تشریف نہ لے گئے۔ حضرت حذیفہؓ کی روایت پہلے ذکر کر چکا ہوں کہ

یہ خطبہ حضورؐ نے وفات سے پانچ روز پہلے ارشاد فرمایا تھا۔

آن روایا میں تصریح ہے کہ حضورؐ نے اپنے آخر خطبہ میں حضرت صدیقؓ کے خُلدِ اسلامِ آنوہ اور مودۃ کی تصدیق فرمائی۔ اور اُن کے خلوص کو سب سے غالب بتایا۔ حکم دیا کہ مسجد میں جتنی کھریاں ہیں سب بند کر دیجائیں ابو بکرؓ کی کھری کے سوا۔ حضرت ابوسعیدؓ کے سوا اور بہت طریقوں سے یہ روایتیں آئی ہیں۔ حضرت حذیفہؓ، حضرت انسؓ، حضرت عائشہؓ، حضرت ابن عباسؓ، حضرت معاویہؓ، ابن ابی سفیان رضی اللہ عنہم سے اس قسم کی روایتیں مروی ہیں۔

کچھ روایتیں ایسی بھی ہیں جو بظاہر اس کے معارض ہیں۔ امام احمدؒ اور نسائیؒ نے اسناد قوی حضرت سعد بن ابی وقاصؓ سے روایت کیا ہے کہ حضورؐ صلعم نے حکم دیا کہ مسجد کے تمام ابواب بند کر دیئے جائیں صرف علیؓ کا باب رہنے دیا جائے۔ طبرانیؒ نے اوسط میں ذکر کیا ہے کہ اس پر صحابہ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہؐ آپ نے ہمارے دروازے بند کر دیئے تو حضورؐ صلعم نے فرمایا کہ میں نے بند نہیں کیا خدا نے بند کر دیا ہے۔ امام احمدؒ، نسائیؒ، اور حاکم نے بسند ثقات حضرت زید بن ارقمؓ سے روایت کیا ہے کہ مسجد میں بعض صحابہ کے دروازے تھے

حضورؐ صلعم نے فرمایا کہ ان سب دروازوں کو بند کر دو علیؓ کے دروازہ کے سوا صحابہ اس پر کچھ بولنے لگے تو حضورؐ نے فرمایا کہ نہ میں نے بند کیا ہے نہ کھولا ہے جو جھکو حکم دیا گیا اُس کی میں نے اتباع کی ہے۔ امام احمدؒ اور نسائیؒ حضرت ابن عباسؓ سے بسند ثقات روایت کرتے ہیں کہ حضورؐ صلعم کے حکم سے مسجد کے سب دروازے بند کر دیئے گئے حضرت علیؓ کم کے دروازہ کے سوا۔ اور وہ جنابت کی حالت میں اس طرف سے جایا کرتے تھے۔ کیونکہ اُن کا اُس کے سوا اور کوئی راستہ نہ تھا۔ طبرانیؒ نے جابر بن سمرةؓ سے روایت کیا ہے کہ حضورؐ کے حکم سے سب کے دروازے بند کر دیئے گئے حضرت علیؓ کم کے دروازہ کے سوا۔ وہ جنابت کی حالت میں اُس میں جایا کرتے تھے۔ امام احمدؒ نے بسند حسن حضرت ابن عمرؓ سے روایت کیا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ حضرت علیؓ کم کو بڑی بڑی تین خصوصیتیں عطا کی گئیں حضورؐ نے اُن سے اپنی بیٹی بیاہی جس سے

اولاد ہوئی مسجد میں سب کے دروازے بند کر دیئے مگر اُن کا دروازہ رہنے دیا۔ خیبر کے روز اُن کو علم عنایت فرمایا۔ اُن میں سے ہر روایت سنداً قابل احتجاج ہے۔ پھر جب اتنے طریقوں سے مروی ہوا اور ایک دوسرے کی مؤید ہو تو اب اس کے قابل احتجاج ہونے میں کیا شبہ ہے۔ لیکن ابن جوزی نے اس کو موضوعات میں ذکر کیا ہے۔ اور اُنکا خیال یہ ہے کہ یہ روایتیں روافض نے احادیث صحیحہ کے مقابلہ میں وضع کی ہیں تاکہ اس سے حضرت ابو بکر صدیقؓ کے دروازہ والی روایتوں کا رد کریں۔

علامہ زرقانی کہتے ہیں کہ یہ ابن جوزی کی صریح غلطی ہے معارفہ کے وہم میں پڑ کر وہ احادیث صحیحہ کو رد کرتے ہیں۔ حالانکہ دونوں قسم کی روایتوں میں تطبیق ممکن ہے اور پھر فتح الباری سے تطبیق کا خلاصہ نقل کیا ہے۔ اسمعیل قاضی مطلب بن عبد اللہ ابن حنطب سے روایت کر رہے ہیں کہ حضور صلعم نے حالت جنابت میں مسجد سے گزرنے کی اجازت حضرت علیؓ کے سوا اور کسی کو نہ دی۔ حضرت علیؓ کو اجازت دی اس لئے کہ اُن کا گھر ہی مسجد میں تھا۔ اور ترمذی و ہزار کی روایت بھی اس مفہوم پر دلالت کرتی ہے اُس کا مطلب یہ ہے کہ حضرت علیؓ کے مکان کا دروازہ اس کے سوا تھا ہی نہیں اسلئے وہ بند نہیں کیا جاسکتا تھا۔ تو تطبیق کی تقریر کا خلاصہ یہ ہوگا کہ حضور نے اس قسم کا حکم دو دفعہ دیا۔ پہلا حکم یہ تھا کہ جن لوگوں کے دروازے مسجد کی طرف ہیں وہ بند کر دیئے جائیں۔ اور لوگ اپنے دروازے دوسری طرف بنالیں لیکن حضرت علیؓ کو دوسری طرف دروازہ بنانے کی جگہ نہ تھی۔ اس لئے وہ مستثنیٰ کئے گئے تو لوگوں نے حضور کے حکم سے وہ دروازے تو بند کر دیئے جو مسجد کی طرف تھے اور دوسری طرف دروازے بنائے لیکن مسجد میں آنے کے لئے مسجد کی طرف چھوٹی کھڑکیاں بنالیں تاکہ مسجد میں آنا آسان ہو۔ آخری خطبہ میں حضور نے ان کھڑکیوں کے بند کرنے کا بھی حکم دیا۔ لیکن ابو بکر صدیقؓ کی کھڑکی کو اس سے مستثنیٰ کیا۔ کہتے ہیں کہ امام طحاوی اور کلاباذی نے بھی اسی طرح

تطبیق دی ہے اور تصریح کی ہے کہ حضرت ابو بکرؓ کے مکان کا دروازہ دوسری جانب تھا۔ کھر کی مسجد کی جانب تھی۔ اور حضرت علیؓ کے مکان کا دروازہ صرف مسجد ہی کی جانب تھا۔ واللہ اعلم بعض علماء نے کہا ہے کہ حضرت ابو بکرؓ کے راستہ والی روایت میں غلطی ہو گئی اور کھر کی مسجد مراد اصلی راستہ نہیں ہے بلکہ وہ استعارہ ہے۔ اور اس سے مراد خلافتِ نبویؐ تو رہی ہے۔ اس قول کو ترجیح دی ہے اس بنا پر کہ حضرت ابو بکرؓ کا مکان منہ منہ تھا جو عوالی مدینہ میں ہے۔ مسجد کے بغل میں ان کا مکان تھا ہی نہیں۔ ممکن ہے کہ استعارہ ہو مگر تو رہتی ہے جو وجہ بیان کی ہے وہ صحیح نہیں ہے۔ حافظ نے اس کی تردید کی ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ مقام منہ منہ میں مکان ہونے سے یہ کیسے لازم آگیا کہ یہاں مکان نہ تھا۔ منہ منہ میں تو ان کا سسرالی مکان تھا کیونکہ انصار میں انہوں نے ایک شادی کی تھی۔ اور وہی لکھتے ہیں کہ عمر ابن شہبہ نے اخبار مدینہ میں ذکر کیا ہے کہ حضرت ابو بکرؓ کا وہ مکان جس کی کھر کی مسجد کی طرف باقی رکھنے کی ان کو اجازت ہوئی تھی۔ وہ مسجد سے ملا ہوا تھا۔ اور انہیں کے قبضہ میں رہا۔ حتیٰ کہ ان کو دو درہم بھی خرچ کرنے کی ضرورت پیش آئی تو انہوں نے اس کو چار ہزار درہم میں حضرت حفصہؓ کے ہاتھ فروخت کر دیا۔

تین نے لکھا ہے کہ یہ حضورؐ کا آخری خطبہ تھا۔ اور وفات سے پانچ روز پہلے یہ خطبہ آپؐ نے ارشاد فرمایا لیکن سر یہ حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ میں ذکر ہوا ہے کہ سنیچر کے روز یعنی وفات سے دو روز پہلے ایک خطبہ آپؐ نے ارشاد فرمایا جس میں آپؐ نے ممبر پر حضرت اسامہؓ کی تعریف کی۔ اور ان لوگوں پر ناراض ہوئے جو حضرت اسامہؓ کی امات پر اعتراض کر رہے تھے۔ اگرچہ وہ محاب سیر کی روایت ہے مگر صحیح یہ معلوم ہوتا ہے کہ

لے منہ منہ۔ ہنایہ میں ہے کہ منہ منہ بین و ضم نون اور بعض نے کہا ہے بسکون نون۔ عوالی مدینہ میں ایک مقام کا نام ہے جہاں بنی الحارث ابن الخزرج کے مکانات تھے اور وہیں حضرت صدیقؓ کا بھی مکان تھا۔ آخر میں حار مہل ہے واللہ اعلم ۱۲ منہ

یہ دونوں مضمون ایک ہی خطبہ کا ہے اور وہ جمعرات کے روز یعنی وفات سے پانچ روز پہلے آپ نے ارشاد فرمایا۔ صحیح مسلم میں حضرت جندبؓ کی روایت ہے اور داری میں حضرت ابوسعید خدریؓ کی روایت ہے اس سے اس کی تائید ہوتی ہے۔ واللہ اعلم

محبوب ترین انسانؓ سوال کیا کہ آپ کو سب سے زیادہ کون انسان محبوب ہے فرمایا کہ عائشہ۔ انہوں نے کہا کہ مردوں میں سے۔ فرمایا کہ اُن کے والد۔ پوچھا کہ اُن کے بعد حضورؐ نے فرمایا عمر بن الخطاب۔

نقوی ابیہقی کی روایت ہے کہ اس بیماری کے ایام میں حضورؐ کے پاس سات دینار تھے اور حضورؐ فرماتے تھے کہ اس کو صدقہ کر دو۔ لیکن اس کے بعد حضورؐ پر غشی طاری ہو گئی اور سب لوگ آپ کی تیمارداری میں مشغول ہو گئے۔ آپ کو ہوش ہوا تو فرمایا کہ اُس کو لے آؤ اُس دینار کو حضورؐ نے اپنے ہاتھ پر رکھ کر فرمایا کہ محمدؐ کا اپنے رب پر کیا گمان ہو گا جبکہ وہ اپنے رب سے ملے اور اس کے پاس یہ ہو۔ پھر حضورؐ نے اس کو خود صدقہ کر دیا۔

حضرت فاطمہؓ کا رونا اور ہنسنا بخاری مسلم اور تہذیبی میں ایک روایت بطریق عودہ عن عائشہؓ مروی ہے کہ حضورؐ نے اپنے اس بیماری میں جس میں آپ کا انتقال ہوا حضرت فاطمہؓ کو بلایا اور اُن سے کچھ پوشیدہ گفتگو کی جس پر حضرت فاطمہؓ نے رو دیا۔ پھر اُسی طرح پوشیدہ کچھ اور کہا تو انہوں نے ہنس دیا۔ ہلوگوں نے اُن سے اس رونے اور ہنسنے کا سبب پوچھا تو فرمایا کہ حضورؐ نے مجھ سے پوشیدہ فرمایا کہ میرا اسی عارضہ سے انتقال ہو گا تو میں روئی۔ پھر فرمایا کہ میرے بعد میرے اہل میں سے اور ایک روایت میں ہے کہ میرے اہل بیت میں سے سب سے پہلے تمہارا انتقال ہو گا اور سب سے پہلے تم مجھ سے ملو گی تو میں نے ہنس دیا۔

لیکن صحیحین میں دوسری روایت مسروق کی ہے وہ حضرت عائشہؓ سے روایت کرتے

ہیں۔ حضرت عائشہؓ نے فرمایا کہ حضرت فاطمہؓ کی چال رسول اللہؐ سے بہت مشابہ تھی وہ آئیں تو حضورؐ نے فرمایا کہ بیٹی مر جی! پھر حضورؐ نے اُن کو اپنے دائیں بائیں بٹھایا۔ اور کچھ آہستہ آہستہ اُن سے فرمایا جس پر اُنہوں نے رو دیا۔ پھر اسی طرح کچھ اور کہا تو انہوں نے ہنس دیا۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ میں نے حضرت فاطمہؓ سے پوچھا کہ رسول اللہؐ نے کیا کہا تو انہوں نے فرمایا کہ میں رسول اللہؐ کا راز ظاہر نہیں کر سکتی۔ جب حضورؐ کا انتقال ہو گیا تو میں نے اُن سے پھر پوچھا۔ اُنہوں نے فرمایا کہ مجھ سے پہلے رسول اللہؐ نے آہستہ یہ بیان کیا کہ ہر سال مجھ پر جبریلؑ ایک مرتبہ قرآن پیش کیا کرتے تھے لیکن اس سال دو مرتبہ پیش کیا ہے اس لئے میرا گمان ہے کہ میرے وفات کا وقت قریب آگیا۔ اور میری اہل میں سے تم سب سے پہلے مجھ سے ملو گی۔ اس پر میں روئی۔ تو حضورؐ نے فرمایا کہ کیا تو اس پر راضی نہیں ہے کہ جنت کی تمام عورتوں کی تو سردار ہو تو میں نے ہنس دیا۔

دو روایاتیں اس پر متفق ہیں کہ حضرت فاطمہؓ کے رونے کی وجہ یہ تھی کہ حضورؐ نے اپنے وفات کی خبر دی تھی۔ مگر ہنسنے کی وجہ میں اختلاف ہے۔ حضرت عروہؓ کی روایت میں ہنسنے کی وجہ یہ ہے کہ حضورؐ نے حضرت فاطمہؓ سے کہا کہ میرے اہل میں سے سب سے پہلے تم مجھ سے ملو گی۔ مگر مسروقؓ کی روایت میں یہ ہنسنے کی وجہ نہ تھی۔ بلکہ یہ وفات کی خبر کا ایک حصہ تھا جس پر حضرت فاطمہؓ روئیں ہنسنے کی وجہ یہ تھی کہ حضورؐ نے اُن کو جنت کی تمام عورتوں کا سردار بتایا۔ مسروقؓ کی روایت راجح ہے کیونکہ وہ مزید علم پر مبنی ہے اور ثقہ کی زیادتی باتفاق معتبر ہے۔ ایک اختلاف اور ہے۔ عروہؓ کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ حضورؐ نے وفات کی خبر و ثوق کے ساتھ دی۔ اور مسروقؓ کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ جبریلؑ کے دو دفعہ قرآن پیش کرنے پر حضورؐ نے اپنا ایسا گمان ظاہر کیا۔ اس کے علاوہ ترمذی میں ایک روایت ابو سلمہ بن عبد الرحمنؓ کی حضرت عائشہؓ سے ہے اس سے معلوم ہوتا ہے

۱۔ یہ راوی کا شک ہے واللہ اعلم ۱۲ منہ

کہ ہکا کی وجہ تو وفات کی خبر تھی۔ مگر ضحک کی وجہ دونوں تھی۔ اہل بیت میں سب سے پہلے ملنے کی خوشخبری بھی۔ اور جنت کی عورتوں کا سردار ہونے کی خوشخبری بھی واصل یہ ہے کہ ایک ہی خبر بعض وجہ سے خوشی کی خبر تھی بعض وجہ سے غم کی۔ لہذا ایک ہی خبر پر غم اور خوشی دونوں ممکن ہیں و اللہ اعلم

لدود لدود دفتح لام اُن دواؤں کو کہتے ہیں جو مریض کے منہ میں ایک طرف سے

دیجاتی ہے (کذا فی النہایہ) جس طرح دوا کو کہتے ہیں جو حلق میں ٹپکانی جائے۔ لدید الفم مومکھ کے دونوں اطراف کو کہتے ہیں۔ حضور کو ایک روز اسی طرح دوا دی گئی تھی۔

صحیح بخاری میں ہے کہ حضور کو مرض کی شدت سے بار بار غشی ہو جاتی تھی۔ لوگوں کا خیال ہوا کہ ذات الجنب ہے اس لئے لدود کیا جائے حضور نے منع کیا کہ ایسا نہ کرو مگر سب نے سمجھا کہ یہ امتناع آپ کا ویسا ہی ہے جیسا کہ عموماً مریض دوا سے نفرت کر کے پینے سے انکار کیا کرتے ہیں۔ اس لئے لوگوں نے دوا دیدی جب حضور کو افاقہ ہوا تو فرمایا کہ کیا میں نے نہیں کہا تھا کہ مجھ کو اس طرح دوا نہ دو۔ لوگوں نے کہا ہاں آپ نے منع تو فرمایا تھا۔ مگر ہم نے سمجھا کہ یہ منع ویسا ہی ہے جیسا کہ مریض منع کیا کرتے ہیں حضور نے فرمایا کہ گھر میں جتنے لوگ ہیں سب کو اسی طرح دوا دیجائے سوائے حضرت عباسؓ کے وہ تمہارے ساتھ نہ تھے۔

ابن سعد روایت کرتے ہیں کہ اس طرح دوا دینے کا مشورہ ام المومنین ام سلمہؓ اور اسماء بنت عیسٰیؓ کا تھا بطرانی میں عباس ابن عبد المطلبؓ سے مروی ہے کہ قسط بضم قاف یعنی عود ہندی کو زیت میں حل کر کے لوگوں نے حضور کے منہ میں ایک جانب ٹپکایا تھا۔ علاقہ قسطلانی لکھتے ہیں کہ تحقیق یہ ہے کہ حضور کے انکار کی وجہ یہ تھی کہ وہ دوا حضور کے مناسب نہ تھی۔ لوگوں نے سمجھا کہ ذات الجنب ہے۔ اور دوا بھی ذات الجنب ہی کی تجویز

ہوئی۔ حالانکہ حضور کو ذات الجنب نہ تھا۔ اور ابن سعد ہی حضرت عائشہ سے روایت کرتے ہیں۔ وہ فرماتی ہیں کہ حضور کو غشی آئی تو ہم لوگوں نے لدود کیا۔ افاقہ ہوا تو فرمایا کہ تم لوگوں نے سمجھا کہ خدا نے ہم پر ذات الجنب مسلط کر دیا۔ حالانکہ ذات الجنب کا ہم پر اثر نہیں ہر گھر میں جتنے لوگ ہیں سب کو اسی طرح دوا دیجائے۔ فرماتی ہیں کہ ہم نے اسی طرح ام المومنین حضرت میمونہؓ کو بھی دوا پلائی حالانکہ وہ روزہ سے تھیں جو اہلب لدنیہ میں حضرت اسماءؓ کے سر پہ میں مذکور ہے کہ دوا پلانے کا یہ واقعہ اتوار کو روز کا ہے یعنی وفات سے ایک دن پہلے کا۔ واللہ اعلم

واقعہ قرطاس اور صحیحین میں حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ جب حضور کے وفات کا آخری وصیت وقت قریب ہوا۔ اور گھر میں بہت سے آدمی موجود تھے۔ جن میں حضرت عمرؓ بھی تھے۔ حضور نے فرمایا کہ آؤ ہم تمہارے لیے ایک تحریر لکھیں تو اس کے بعد گمراہ

۱۔ اس پر خوب خوب علماء نے بحث کی ہیں کہ حضور نے ناراض ہو کر حکم دیا کہ گھر کے سب حاضرین کو لدود کیا جائے۔ اس حکم کی علت کیا تھی۔ مگر بات صاف ہے۔ حضرت ام سلمہؓ اور اسماء بنت عیسٰی نے حبشہ میں دیکھا تھا کہ وہ لوگ ذات الجنب میں قسٹ اور زیت سے لدود کرتے ہیں۔ ان کو اس کی پہچان نہ تھی کہ ذات الجنب ہے یا نہیں۔ طب سے ان کو واقفیت نہ تھی۔ حالات کی مشابہت کی وجہ سے انہوں نے لدود کرنا چاہا حضور نے منع کیا مگر اس پر بھی انہوں نے نہ مانا اور لدود کر دیا۔ اور حضور نے فرمایا ہر کہ جو شخص بغیر طب جانے علاج کرے وہ ضامن ہے۔ اس حکم کے ذریعہ آپ نے بتا دیا کہ بغیر طب جانے جو شخص علاج کرے اس سے اسی طرح کا قصاص لیا جائے اور گھر کے بقیہ حاضرین کو بھی لدود کا آپ نے حکم دیا اس سے معلوم ہوا کہ امتناع کے بعد اس فعل کے عملاً اعانت کرنے والے یا سکوت سے مدد کرنے والے سب ضامن ہوتے ہیں۔ حضرت ابن عباسؓ اس سے مستثنی ہوئے اس لیے کہ شاید انہوں نے منع کیا ہو حضور نے فرمایا کہ وہ تمہارے ساتھ نہ تھے۔ ذات الجنب دو طرح کا ہوتا ہے حقیقی۔ اور غیر حقیقی حقیقی درم حار ہے جو نواحی صدر یا تجاب حاجز یا عضلات میں پیدا ہوتا ہے۔ اور غیر حقیقی پہلو کا درد ہے جو ریا ح قلیظ کے احتقان سے پیدا ہوتا ہے۔ قسٹ اور زیت شراب و طلا وغیرہ حقیقی میں مفید ہے واللہ اعلم ۱۲ منہ

نہ ہو سکو گے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ رسول اللہؐ کو تکلیف زیادہ ہے اور تمہارے پاس
 (مگر اہی سے بچنے کے لئے) خدا کی کتاب موجود ہے جو تمہارے لئے کافی ہے (حضور کو ایسی
 حالت میں تکلیف نہ دو) معاہدہ جو موجود تھے اُن میں اس کے متعلق اختلاف ہوا اور
 آپس میں لڑنے لگے۔ بعض کہتے تھے کہ حضورؐ جو کچھ لکھنا چاہتے ہیں لکھواؤ۔ اور کچھ وہ
 کہتے تھے جو حضرت عمرؓ نے کہا تھا جب لوگوں میں اختلاف اور شور زیادہ ہوا تو حضورؐ نے
 فرمایا کہ میرے پاس سے اُٹھ جاؤ۔ عید اللہ بن عبد اللہ جنہوں نے اس حدیث کو حضرت
 ابن عباسؓ سے روایت کیا ہے کہتے ہیں کہ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا کہ ساری مصیبت یہ
 ہوئی کہ رسول اللہؐ اور اس تحریر کے درمیان لوگوں کا اختلاف اور شور مچا ہوا گیا اور
 سلیمان بن ابی سلم الاحول۔ جوسفیان بن عیینہ کے استاد ہیں روایت کرتے ہیں کہ حضرت
 ابن عباسؓ نے فرمایا کہ پخشبنہ اور بخشبنہ کا کیا پوچھتے ہو۔ یہ مکرر رونے لگے اور اتنا روئے
 کہ اُن کے رونے سے کنکریاں تر ہو گئیں۔ اُن کے رونے پر سعید بن جبیرؓ نے کہا کہ اے
 ابن عباسؓ پخشبنہ میں کیا ہوا۔ فرمایا کہ جب رسول اللہؐ کا مرض بہت زیادہ ہو گیا تو فرمایا کہ
 ایک کتف (یعنی اونٹ یا بکرے کے مونڈھے کی ہڈی) لاؤ ہم تمہارے لئے ایک تحریر لکھیں
 کہ اس کے بعد پھر کبھی گمراہ نہ ہو گے۔ لوگوں نے اس میں نزاع شروع کر دی۔ حالانکہ
 نبی کے سامنے نزاع مناسب نہ تھی کسی نے کہا کہ کیا رسول اللہؐ غفلت اور بیہوشی میں کہ
 رہے ہیں۔ پوچھ کر تحقیق کر لو۔ حضورؐ نے فرمایا کہ میں چھوڑ دو۔ ہم جس حال میں ہیں وہ اُس کے
 بہتر ہے جو تم لوگ کہتے ہو۔ اس کے بعد حضورؐ نے تین باتوں کا حکم دیا۔ ایک یہ کہ مشرکین
 کو جزیرہ عرب سے نکال دو۔ دویم یہ کہ دُفود کو اسی طرح بدلہ دیا کرو جس طرح ہم دیا
 کرتے تھے۔ سفیان بن عیینہ کہتے ہیں کہ سلیمان نے کہا کہ تیسری بات حضرت ابن عباسؓ نے

۱۔ سفیان بن عیینہ اس حدیث کو سلیمان بن ابی سلم سے روایت کرتے ہیں وہ سعید بن جبیرؓ سے اور
 وہ حضرت ابن عباسؓ سے و اللہ اعلم ۲۔ یہ احکام رسول اللہؐ کی آخری وصیتیں ہیں ۱۲ منہ

بیان نہیں کی۔ یا بیان کی ہو مجھے یا وہ نہیں رہی۔ بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ
 تیسری بات حضرت اسامہؓ کے جیش کے متعلق کوئی حکم تھا۔ اور بعض روایات سے معلوم
 ہوتا ہے کہ تیسرا حکم حضورؐ نے یہ دیا کہ میری قبر کو پرستش گاہ نہ بناؤ و اللہ اعلم
 قطعی طور پر یہ نہ معلوم ہو سکا کہ حضورؐ کیا لکھوانا چاہتے تھے۔ مگر یہ ظاہر ہے کہ اگر
 اُس کا بیان کرنا ضرور ہوتا تو حضرت عمرؓ یا اور کسی کے اختلاف کی وجہ سے آپؐ اسکو قطعاً
 موقوف نہ کرتے۔ ممکن ہے کہ وہی باتیں ہوں جن کو آپؐ نے پیچھے بیان کر دی۔ کیونکہ اگر وہ
 اُن کے سوا کوئی اور اہم حکم ہوتا۔ اور اختلاف کی وجہ سے لکھنا نہ جاسکتا تاہم انہیں احکام کے
 ساتھ اُس کو آپؐ بیان کر دیتے۔ اصل یہ ہے کہ حضرت ابن عباسؓ نے جب مشاجرات
 صحابہ کو خود ملاحظہ فرمایا تو اُس کا اُن پر بہت اثر ہوا۔ انہوں نے خیال کیا کہ شاید رسول اللہ
 اس وقت کوئی ایسی بات لکھواتے جس سے صحابہ میں یہ اختلافات نہ ہوتے۔ اور اسی لیے وہ روئے
 روافض نے اس قصہ میں دو فرضی باتیں پیدا کر کے اس قصہ کو مابہ النزاع بنا
 دیا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ حضورؐ حضرت علیؓ کے لیے خلافت نامہ لکھوانا چاہتے تھے۔ تو وہم حضرت
 عمرؓ کا شجر سے روکنا۔ اسی کو روکنے کی غرض سے تھا۔ حالانکہ یہ دونوں باتیں بالکل لغو
 ہیں۔ اس واقعہ کے متعلق جتنی روایتیں ہیں اُس میں حضرت علیؓ کے بارہ میں کوئی اشارہ
 بھی موجود نہیں ہے۔ اگر یہ صحیح ہو کہ حضورؐ کسی کیلئے خلافت نامہ لکھنا چاہتے تھے تو مجمع روایات
 میں یہ موجود ہے کہ اسی مرض میں حضورؐ نے فرمایا کہ ابوبکرؓ کو بلاؤ ہم اُن کے لیے لکھیں تاکہ
 کوئی شخص اس بارہ میں تمنا نہ کرنے لگے۔ مگر پھر آپؐ نے لکھوانے کے خیال کو ترک کر دیا
 اور فرمایا کہ ابوبکرؓ کے رہتے ہوئے کوئی اس کی تمنا کر ہی نہیں سکتا۔

حضرت عمرؓ کا ایسی حالت میں جبکہ حضورؐ کو سخت تکلیف تھی۔ اور بیماری شدید ہو چکی تھی
 تحریر یا ملاکی رحمت نہ دینا اور لوگوں کو اس سے روکنا انکے غایت خلوص و محبت کی دلیل ہے اس روکنے کو طعن کا
 ذریعہ بنانا بڑی سخت بددیانتی ہے۔ اُن جن لوگوں نے یہ کہا کہ ابھی اسلئے مسمومہ (یعنی

کیا حضور بیہوشی کی حالت میں کہہ رہے ہیں پوچھ کر تحقیق کر لو ان کا یہ کہنا غلط اور ناجائز طریقہ استدلال تھا مگر یہ جملہ حضرت عمرؓ کا نہیں ہے بلکہ ان لوگوں کا ہے جو حضرت عمرؓ کی رائے کا خلاف کر رہے تھے۔ حضرت عمرؓ نے جب فرمایا کہ حضورؐ کو تکلیف کا قلعہ ہے اس وقت اس تحریر کے لکھوانے کی ضرورت نہیں ہے تو لوگوں نے کہا کہ کیوں جب حضورؐ نے خود حکم دیا تو کیوں نہ لکھوایا جائے کیا حضورؐ کی بات خود یا شہد بیان ہے۔ کہنے والے نے بھی استفہام انکاری کے صیغہ میں کہا وہ اس کا قائل نہ تھا۔ اور حضرت عمرؓ سے تو محض الزام یہ جملہ کہا گیا حضرت عمرؓ کی غرض تو یہ تھی کہ گو حضورؐ کا یہ حکم ہمارے لئے کتنا ہی ضروری ہو مگر حضورؐ کو ایسی سخت تکلیف کی حالت میں اس کی زحمت دینا مناسب نہیں ہے۔ یہ جملہ بہترین روایات میں استفہام انکاری کے صیغہ میں مروی ہے بعض روایتوں میں بلا استفہام بھی آیا ہے مگر وہ بھی اسی پر محمول ہے واللہ اعلم

حضرت ابن عباسؓ ہی کی روایت سے یہ معلوم ہوا کہ یہ پنجشنبہ کا واقعہ ہے جس روز حضورؐ نے خطبہ بھی ارشاد فرمایا تھا۔ اس کے پانچویں دن حضورؐ کا انتقال ہوا۔

انصار کا اضطراب اور حضورؐ کا آخر خطبہ | علامہ زرقانی نے فاکہانی سے نقل کیا ہے کہ جب انصار نے دیکھا کہ رسول اللہؐ کی بیماری برابر بڑھتی جا رہی ہے۔ تو وہ اضطراب اور اشتیاق کی وجہ سے مسجد کے اطراف میں پکر لگاؤ تھے حضرت عباسؓ نے انصار کے اشتیاق کا حال رسول اللہؐ سے بیان کیا پھر فضل ابن عباسؓ گئے تو انہوں نے بھی تذکرہ کیا۔ اس کے بعد حضرت علیؓ کم گئے تو انہوں نے بھی اسی طرح بیان کیا جب اس طرح متواتر خبر آپؐ کو ملی تو آپؐ باہر تشریف لائے۔ مگر اس طرح کہ حضرت علیؓ کم اور فضل ابن عباسؓ پر آپؐ ٹیک لگائے ہوئے تھے۔ دونوں پیر آپؐ کے زمین پر کھٹے جلتے تھے۔ حضرت عباسؓ آگے آگے تھے۔ سر میں آپؐ کے پٹی بندھی ہوئی تھی۔ آپؐ منبر کے پخلی سیڑھی پر بیٹھے اور فرمایا۔ کہ اے لوگو مجھے خبر ملی ہے کہ تم میری موت سے ڈرتے ہو کیا جتنے

انبیاء مبعوث ہوئے اُن میں سے کوئی ہمیشہ رہا میں خدا سے ملنے والا ہوں اور تم بھی ملنے والے ہو میں وصیت کرتا ہوں کہ مہاجرین اولین کیساتھ بھلائی کرو اور میں وصیت کرتا ہوں کہ مہاجرین آپس میں چھا برتاؤ رکھیں۔ اسکے بعد اپنے والعصر کی پوری سورۃ تلاوت فرمائی اور فرمایا کہ سارا کام خدا کو حکم پر چلتا ہے۔ جس کام میں تاخیر ہو اس کے لئے عجلت نہ کرو کسی کی عجلت سے خدا جلدی نہیں کرتا۔ اور وصیت کرتا ہوں کہ انصار کے ساتھ بھلائی کرو۔ انہوں نے تم سے پہلے مدینہ کو اپنا وطن بنایا۔ اور ایمان کو اپنے اوپر لازم کر لیا۔ کیا انہوں نے اپنے پھلوں میں تم کو اپنا شریک نہ بنایا۔ کیا انہوں نے تمہارے لئے مکانوں میں وسعت نہ دی۔ کیا انہوں نے باوجود احتیاج کے تم کو اپنے نفسوں پر ترجیح نہ دی۔ دیکھو اپنے نفسوں کو اُن پر ترجیح نہ دو۔ اور فرمایا کہ دیکھو میں پہلے جاتا ہوں۔ اور تم بھی آ کر مجھ سے ملو گے۔ جوش پر ملنے کا وعدہ ہے۔ -

اور بخاری میں حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عباسؓ رضی اللہ عنہما انصار کی ایک مجلس میں گئے تو وہ رو رہے تھے۔ رونے کی وجہ پوچھی تو کہا کہ رسول اللہؐ کی صحبتیں یاد کر کے ہم سب رو رہے ہیں۔ یہ سن کر اُن میں سے ایک (غالباً حضرت عباسؓ) رسول اللہؐ کی خدمت میں گئے۔ اور حضورؐ کو اس کی خبر دی۔ تو حضورؐ باہر نکلے اور ایک چادر کا کنارہ آپ سر میں باندھے ہوئے تھے۔ پھر آپ منبر پر گئے۔ اور یہ منبر پر آپ کا آخری خطبہ تھا۔

اس صحیح روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ابی سعید خدریؓ وغیرہ جس خطبہ کا ذکر کرتے ہیں یعنی جس حضورؐ نے حکم دیا کہ مسجد کے سب خونے یعنی کھڑکیاں بند کر دی جائیں سوائے ابو بکرؓ کے خود کے وہ آخر خطبہ تھا۔ یہی معتبر طریقہ سے ثابت ہے کہ حضرت اسامہؓ کی امامت پر جو لوگوں نے اعتراض کیا اس کا حضورؐ نے خطبہ میں جواب دیا وہ آپ کا آخر خطبہ تھا۔ یہ بھی بطریق صحیح ثابت ہے کہ انصار حبیب حضورؐ کی بیماری کی وجہ سے مضطرب ہوئے تو حضورؐ نے مسجد میں آکر منبر پر بیٹھ کر انصار کو تسلی دی اور انصار کی فضیلت بیان کی وہ آپ کا آخر خطبہ تھا معلوم یہ ہوتا ہے کہ یہ سب ایک ہی خطبہ کا ذکر ہے ایک ہی خطبہ میں یہ سب مضامین تھے۔ کسی نے اس خطبہ کے ایک مضمون کا ذکر کیا ہے کسی نے دوسرے مضمون کا۔ اور یہ آخر خطبہ آپ کا وفات سے پانچ روز قبل جمعرات کے روز تھا۔ حضرت اسامہؓ کی امامت والے خطبہ کے نسبت بعض روایت میں آئے ہیں وہ وفات سے ایک روز پہلے تھا غالباً وہ تسامع ہے واللہ اعلم ۱۲ منہ

اور پھر روایت میں خطبہ کا مضمون ہے جس میں آپ نے انصار کی فضیلت بیان کی۔
 حضور کے آخری خطبہ کے متعلق تین قسم کی معتبر روایتیں آئی ہیں۔ ایک یہ کہ آپ کا آخری
 خطبہ وہ تھا جس میں آپ نے مسجد کی سب کھریوں کو بند کرنے کا حکم دیا حضرت ابو بکرؓ کی
 کھری کے سوا۔ دوسری قسم کی روایتیں وہ ہیں جس میں مذکور ہے کہ انصار کی بیٹائی کی
 خبر شکر آپ باہر آئے۔ انصار کو تشفی دی۔ اور مہاجرین و انصار کو وصیت کی وہ آپ کا
 آخری خطبہ تھا تیسری قسم کی روایتیں وہ ہیں جن میں مذکور ہے کہ حضرت اسامہؓ کی امارت پر
 جن لوگوں نے اعتراض کیا تھا ان کا حضور نے منبر پر جواب دیا وہ آپ کا آخری خطبہ تھا۔ مگر
 صحیح یہ ہے کہ یہ سب ایک ہی خطبہ کا حال ہے۔ یہ سب مضمون ایک ہی خطبہ کا ہے اسکے
 مختلف حصہ کو صحابہ علیحدہ علیحدہ بیان کرتے ہیں۔ یہ خطبہ آپ کا جمعرات کے روز
 ظہر کی نماز کے بعد ہوا تھا۔ اس کے بعد حضور مسجد تشریف لے گئے۔ البتہ پیر کے روز صبح کے
 وقت پردہ اٹھا کر آپ نے صحابہ کو نماز پڑھتے دیکھا تھا۔ اور اس روز تین دن کے بعد
 آپ کے جمال مبارک پر صحابہ کرام کی نظر پڑی تھی۔ یہ صحاح کی روایت ہے اس لیے میر کی
 ان روایتوں کا جس میں دوسرے خطبوں کا وقت اسکے بعد بتایا گیا ہے اعتبار نہ ہوگا۔

حضور کی آخری نماز باجماعت اور حضرت صدیق کی امامت | حضور جب تک مسجد
 جاسکے برابر تشریف لے گئے

اور خود امامت کی جب جاننا ممکن ہو گیا تو آپ نے حضرت صدیق کو امام مقرر کیا صحیحین میں
 عبید اللہ ابن عبد اللہ کی روایت ہے کہ میں نے حضرت عائشہؓ سے حضور کے مرض کا
 حال دریافت کیا۔ تو انہوں نے فرمایا کہ جب حضور کا مرض بہت شدید ہو گیا تو عائشہ کے
 وقت آپ نے دریافت فرمایا کہ کیا لوگوں نے نماز پڑھ لی۔ ہم سب نے کہا کہ نہیں یا رسول اللہ
 سب آپ کا انتظار کر رہے ہیں۔ حضور نے محضب میں پانی طلب کیا۔ اور غسل کیا لیکن اٹھنے کا
 ارادہ کیا تو آپ پر غشی طاری ہو گئی۔ آفاقہ ہوا تو پھر دریافت فرمایا کہ لوگ نماز پڑھ چکے۔

ہم نے پھر ہی کہا کہ سب لوگ آپ کے انتظار میں ہیں یا رسول اللہ! آپ نے پھر پانی مانگا اور غسل کیا۔ لیکن جب اٹھنا چاہا تو پھر غشی ہو گئی۔ تیسری مرتبہ پھر دریافت فرمایا اور پھر وہی حال ہوا۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ حضور کا یہ حال تھا۔ اور صحابہ مسجد میں حضور کا انتظار کر رہے تھے۔ اور فرماتی ہیں کہ یہ عشا کی نماز کا وقت تھا۔ آخر حضور نے کہلا بھیجا کہ ابو بکرؓ نماز پڑھائیں۔ حضرت صدیقؓ بہت ہی رقیق القلب تھے اُن کو جب حضور کے آدمی نے خبر دی۔ اُنہوں نے حضرت عرشےؓ سے کہا کہ تم پڑھاؤ۔ حضرت عرشےؓ نے فرمایا کہ آپ اس کے زیادہ احق ہیں۔ انفرض اس کے بعد حضرت صدیقؓ نماز پڑھاتے رہے۔ پھر ظہر کے وقت حضور کی حالت کچھ سنبھلی۔ تو آپ دو شخصوں کے سہارے جس میں ایک حضرت عباسؓ تھے آپ مسجد تشریف لے گئے۔ مگر اس طرح کہ آپ کا پیر زمین میں کھنٹا تھا۔ حضرت ابو بکرؓ نماز پڑھا رہے تھے اُنہوں نے حضور کو دیکھا تو پیچھے آنا چاہا۔ مگر حضور نے اشارہ سے منع کیا۔ اور حضور کو اُن لوگوں نے حضرت صدیقؓ کے بائیں جانب بٹھا دیا۔ آپ نے بیٹھ کر نماز پڑھی عید اللہ کہتے ہیں کہ مجھ کو عبد اللہ بن عباسؓ نے بتایا کہ حضرت عباسؓ کے ساتھ دوسرے شخص حضرت علیؓ تھے۔ ایک دوسری روایت میں تصریح ہے کہ حضرت ابو بکرؓ کھڑے ہو کر نماز پڑھ رہے تھے اور حضور بیٹھ کر۔ اور ابو بکرؓ حضور کی اقتدا کر رہے تھے اور صحابہ حضرت صدیقؓ کے نماز کی اقتدا کر رہے تھے۔ اور ایک روایت میں ہے کہ حضرت صدیقؓ آپ کے تکبیرات کی آواز لوگوں تک پہنچا دیتے تھے۔

یہ حال جمعرات کے روز ظہر کی نماز کے وقت کا ہے۔ اسی نماز کے بعد آپ نے وہ خطبہ ارشاد فرمایا جو آپ کا آخری خطبہ تھا۔ اور یہ نماز آپ کی مسجد میں آخری نماز تھی اسی روز اس سے پہلے قرطاس کا واقعہ ہوا جس کو پہلے لکھ چکا ہوں۔

صحیحین میں اور سنن کی اکثر کتابوں میں حضرت ابن عباسؓ کی روایت ہے فرماتے ہیں کہ میں نے مغرب میں دالمرسلات عرفا پڑھی تو میری ماں ام الفضلؓ نے کہا کہ بیٹا

تو نے اس سورہ کو پڑھ کر یاد دلادیا کہ یہی وہ سورہ ہے جس کو میں نے مغرب کی نماز میں رسول اللہ سے سب سے آخر سنایا ہے صحیح مسلم میں صراح کے طریقہ سے اور ترمذی میں محمد بن اسحاق کے واسطہ سے اس پر یہ زیادتی ہے کہ ام الفضل نے کہا کہ اسکے بعد رسول اللہ نے پھر نماز نہ پڑھائی حتیٰ کہ آپ خدا سے مل گئے۔

حضرت ام الفضلؓ اور حضرت عائشہؓ کے بیان میں بظاہر رسول اللہ کے آخری نماز کے متعلق تعارض ہے مگر واقعہ یہ ہے کہ بدھ کے روز مغرب کی نماز پڑھا کر حضور تشریف لے گئے وہ آپ کی آخری مستقل امامت تھی۔ اور صحابہ نے وہی آخری قرأت آپ کی نماز میں سنی۔ پھر عشا کے وقت مسجد جانے کی آپ نے بہت کوشش کی تین دفعہ غسل کیا اور مسجد جانا چاہا مگر ہر دفعہ آپ پر غشی طاری ہو گئی اور کسی طرح مسجد نہ جاسکے تب آپ نے حضرت صدیقؓ کو امامت کا حکم دیا۔ اور اس کے بعد برابر حضرت صدیقؓ نے نماز پڑھائی جمعرات کے روز حضور کی حالت کچھ سنبھل گئی تھی حضرت صدیقؓ نے عشا اور فجر کی نماز پڑھائی تھی اور ظہر کی نماز پڑھا رہے تھے کہ حضور تشریف لے گئے اور حضرت صدیقؓ کے بغل میں بیٹھ کر نماز ادا کی۔ صحیح مسلم میں یہ تصریح ہے کہ حضور کے تشریف لانے کے بعد امام حضور ہی تھے۔ اور حضرت ابوبکرؓ آپ کے بکیرات کی اقتدا کرتے تھے۔ اور صحابہ حضرت صدیقؓ کے نماز کی اقتدا کرتے تھے۔ اسی لئے حضرت ام الفضلؓ آپ کے مستقل امامت۔ اور نماز میں قرأت کی انتہا مغرب کی نماز کو بتاتی ہیں۔ اور حضرت عائشہؓ حضور کے حاضری مسجد سے قطعی انقطاع کا وقت ظہر کی نماز بتاتی ہیں و اللہ اعلم

حضرت صدیقؓ کی امامت اور رسول اللہ کی تاکید صحیحین میں حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ مروی ہے کہ جب رسول اللہ کا مرض

شدید ہو گیا تو فرمایا کہ ابوبکرؓ کو کہو کہ نماز پڑھائیں حضرت عائشہؓ نے کہا کہ یا رسول اللہ وہ بہت رقیق القلب ہیں۔ آپ کی جگہ امامت کرنے کھڑے ہوں گے تو نماز پڑھانا ان کی

طاقت سے باہر ہوگا۔ حضورؐ نے فرمایا کہ ابو بکرؓ کو کہو کہ امامت کریں۔ حضرت عائشہؓ نے پھر اسی طرح کہا۔ حضورؐ نے فرمایا کہ ابو بکرؓ کو کہو کہ امامت کریں۔ تم حضرت یوسفؑ کے ساتھیوں کی سی ہو۔ اسکے بعد حضورؐ کے آدمی نے حضرت صدیقؓ کو خبر دی۔ اور انہوں نے نماز پڑھائی۔ اور تاحیات رسول اللہؐ وہی پڑھاتے رہے۔

ایک روایت میں ہے کہ جب حضرت عائشہؓ کے بار بار اصرار کرنے پر بھی حضورؐ نے نہ مانا تو حضرت عائشہؓ نے حضرت حفصہؓ سے کہا کہ رسول اللہؐ سے کہو کہ حضرت عمرؓ کو نماز پڑھانے کا حکم دیں۔ حضرت حفصہؓ نے کہا تو حضورؐ نے انکار کیا۔ غصہ ہوئے اور کہا کہ تم سب حضرت یوسفؑ کے ساتھیوں کی سی ہو۔ یہ امر بطریق قواثر ثابت ہے کہ رسول اللہؐ نے حضرت صدیقؓ کو نماز کی امامت کرنے کا حکم دیا۔ حضرت عائشہؓ، حضرت ابن مسعودؓ، حضرت ابن عباسؓ، حضرت ابن عمرؓ، حضرت عبداللہ بن زمرہؓ، حضرت ابی سعیدؓ، حضرت علی بن ابی طالبؓ، حضرت حفصہؓ، سبھوں نے یہ بیان کیا ہے۔ بعض طریقوں میں حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ ہم بار بار رسول اللہؐ سے کہہ رہے تھے کہ حضرت ابو بکرؓ کو امامت کے لیے نہ کیئے اس کی وجہ یہ تھی کہ میرا خیال تھا کہ جو شخص رسول اللہؐ کی جگہ کھڑا ہوگا اس کو صحابہؓ بھی پسند نہ کریں گے اور اس کو مشوم سمجھیں گے۔ اس لیے میں یہ چاہتی تھی کہ رسول اللہؐ حکم حضرت ابو بکرؓ کو نہ دیں۔ اور ابن زمرہؓ کی روایت میں ہے کہ اُن سے رسول اللہؐ نے کہا کہ جاؤ ابو بکرؓ کو نماز پڑھانے کے لیے کہو۔ یہ نیکے تو دروازہ پر حضرت عمرؓ ایک جماعت کے ساتھ تھے۔ حضرت ابو بکرؓ موجود نہ تھے۔ عبداللہ بن زمرہؓ نے کہا کہ اے عمرؓ نماز پڑھا دیجئے۔ حضرت عمرؓ نے تکبیر کی تو اُن کی آواز بلند تھی رسول اللہؐ نے سن لی۔ فرمایا کہ نہیں نہیں نہیں۔ خدا اور مسلمان ابو بکرؓ کے سوا اور کسی کو نہیں چاہتے۔ خدا اور مسلمان ابو بکرؓ کے سوا اور کسی کو نہیں چاہتے۔ خدا اور مسلمان ابو بکرؓ کے سوا اور کسی کو نہیں چاہتے۔ ابو بکرؓ ہی نماز پڑھائیں اور ابن عمرؓ کی روایت میں ہے کہ جب حضرت عمرؓ کے تکبیر کی آواز رسول اللہؐ نے سنی تو غصہ سے سر اٹھایا اور کہا کہ ابن ابی قحافہ کہاں ہیں۔

حضور نے حضرت ابو بکر صدیقؓ کو نماز کی امامت کے لئے اپنا قائم مقام بنایا۔ اور اس پر تاکید اور امر ار کیا۔ اس سے صحابہ نے استدلال کیا ہے کہ وہی خلافت کے بھی زیادہ اہل تھے حضرت عمرؓ سے بھی یہ مروی ہے اور خود حضرت علیؓ کا قول ابن عساکر نے روایت کیا ہے وہ کہتے ہیں کہ حضور نے حضرت ابو بکرؓ کی امامت کا حکم دیا۔ اور ہم موجود تھے غائب نہ تھے۔ اور تندرست تھے بیمار نہ تھے۔ لہذا چونکہ رسول اللہؐ نے دین کے معاملہ میں ان کو ہم سب کا امام بنانا پسند کیا۔ اس لئے ہم سب نے دنیا کے معاملہ میں بھی انہیں کا امام ہونا پسند کیا۔

ابن حجر لکھتے ہیں کہ ابن عدی نے حضرت ابو بکر بن عباسؓ سے روایت کیا ہے وہ فرماتے ہیں کہ مجھ سے امیر المؤمنین رشیدؓ نے سوال کیا کہ ابو بکر صدیقؓ کیونکر خلیفہ ہو گئے۔ میں نے کہا کہ اے امیر المؤمنین خدا نے سکوت کیا۔ خدا کے رسولؐ نے سکوت کیا۔ اور مؤمنین ساکت رہے۔ رشیدؓ نے کہا کہ بخدا تم نے تو اس جواب سے ہم کو اور بھی تاریکی میں ڈال دیا میں نے کہا کہ امیر المؤمنین رسول اللہؐ آٹھ روز بیمار رہے حضرت بلالؓ نے آکر دریافت کیا کہ یا رسول اللہؐ کون پڑھاؤ فرمایا ابو بکرؓ کو کہو کہ نماز پڑھائیں۔ ابو بکرؓ نے آٹھ روز نماز پڑھائی۔ اس وقت وحی نازل ہو رہی تھی۔ مگر خدا نے اس کے متعلق کچھ نہ کہا۔ اور اسی وجہ سے رسول اللہؐ ساکت رہے۔ اور رسول اللہؐ کے سکوت کی وجہ سے مسلمان ساکت رہے۔ رشیدؓ نے کہا کہ بارک اللہ۔

روافض کا عجیب شبہ | روافض اس کو تسلیم کرتے ہیں کہ حضورؐ نے ایام مرض میں ابو بکر صدیقؓ کو نماز کے لئے امام مقرر کیا۔ مگر کہتے ہیں کہ پھر وہ معزول کر دیئے گئے اور اس کا ثبوت یہ ہے کہ اس کے بعد ایک روز ظہر کے وقت حضورؐ خود مسجد شریف لے گئے اور حضورؐ ہی نے امامت کرائی۔ روایات مذکورہ سے معلوم ہو چکا ہے کہ اس ظہر کے بعد بھی ابو بکر صدیقؓ ہی نماز پڑھاتے رہے۔ اور خود اس ظہر کی نماز بھی ابو بکر صدیقؓ ہی نے شروع کی تھی۔ درمیان میں حضورؐ آگئے۔ اور بخاری میں حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ سووار کے روز یعنی جس روز حضورؐ کا انتقال ہوا۔ صحابہ فجر کی نماز پڑھ رہے تھے۔ اور حضرت صدیقؓ پڑھ رہے تھے

کہ حضور نے حضرت عائشہ کے حجرہ کا پردہ اٹھایا اور صحابہ کو نماز کی صف میں دیکھ کر حضور مسکرائے۔ ابو بکر صدیقؓ نے ارادہ کیا کہ پیچھے ہٹ کر صف میں بجائیں۔ کیونکہ انہوں نے سمجھا کہ رسول اللہ نماز میں شریک ہونا چاہتے ہیں۔ اور صحابہ کا تو یہ حال ہوا کہ قریب تھا کہ خوشی میں ان کی نمازیں ٹوٹ جائیں۔ مگر حضور نے اشارہ کیا کہ نماز پوری کرو اور پردہ گرا دیا اور حجرہ میں چلے گئے۔ حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ اس کے بعد اسی روز صبح کے وقت حضور کا انتقال ہو گیا۔

حضور نے سوموار کی فجر کی نماز کے وقت پردہ اٹھا کر دیکھا۔ حضرت انسؓ کی روایت میں یہ تصریح ہے کہ اس روز تین دن کے بعد حضور کے حجرہ اور پر صحابہ کی نظر پڑی تھی کیونکہ جموات کو ظہر کی نماز میں حضور شریک ہوئے تھے۔ جمعہ پندرہ دراتوار کو حضور باہر نہ آئے۔

علامہ زر قانی نے دیلمی سے نقل کیا ہے کہ حضرت صدیقؓ نے شہد وقت امامت کی مگر یہ صحیح نہیں ہے۔ صحاح کی روایتوں سے معلوم ہو چکا ہے کہ عشاء کے وقت حضور نے حضرت صدیقؓ کو امام بنایا اس کے بعد ظہر کی نماز کے وقت مسجد تشریف لائے۔ اور یہ معلوم ہو چکا ہے کہ ظہر کے وقت مسجد میں آپ جمعات کے روز تشریف لائے۔ اس لئے یہ عشا لا محالہ اس سے پہلے یعنی بدھ کے دن گزرنے کے بعد والی عشا ہے۔ اس وقت سے سوموار کی صبح تک جمعات کے ظہر کو چھوڑ کر اکیس وقت کی نمازیں ہوتی ہیں جس کی حضور کے حیات میں حضرت صدیقؓ نے امامت کی اللہ اعلم۔

سوموار کی صبح کو حضور کی رحلت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ حالت میں ہونے لگی تھی صبح کی

نماز کے وقت آپ نے پردہ اٹھا کر صحابہ کو جماعت سے نماز پڑھتے دیکھا۔ اور اس پر حضور نے تبسم بھی فرمایا۔ اور بخاری میں متعدد روایتیں ہیں حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ عبدالرحمن ابن ابی بکر صدیقؓ تشریف لائے ان کے ہاتھ میں مسواک تھی۔ اور ایک روایت میں ہے کہ ترکٹری کی مسواک تھی۔ اور فرماتی ہیں کہ رسول اللہ مجھ پر ٹیک لگائے ہوئے تھے۔ میں نے دیکھا کہ رسول اللہ مسواک کی طرف دیکھ رہے ہیں۔ میں سمجھی کہ حضور کو اس کی حاجت ہے۔ اس لئے

دریافت کیا کہ کیا آپ کے لئے مسواک مانگوں۔ آپ نے سر سے اشارہ کیا کہ ”ہاں“ میں نے مسواک لیکر اس کے سرے کو توڑ دیا۔ اور پھر سرے کو نرم بنا کر حضور کو دیا۔ آپ نے نہایت اچھی طرح مسواک کیا۔ لیکن جیسے ہی مسواک سے فارغ ہوئے آپ کا ہاتھ گر گیا۔ اور تین دفعہ فرمایا فی الرفیق الاعلیٰ بس اس کے بعد حضور کا انتقال ہو گیا۔ اس روایت میں راوی کو شک ہے کہ حضرت عائشہؓ نے یہ فرمایا کہ ہاتھ گر گیا۔ یا یہ فرمایا کہ ہاتھ سے مسواک گر گئی۔

بخاری کی ایک روایت میں ہے کہ حضرت عائشہؓ نے فرمایا کہ مجھ پر خدا کے انعامات میں سے ایک انعام یہ تھا کہ حضور کے انتقال کے وقت میرا لعاب دہن آپ کے لعاب دہن سے مل گیا۔ وہ آپ کے دنیا کا آخری دن تھا اور آخرت کا پہلا دن تھا۔

بخاری میں حضرت عائشہؓ کی روایت ہے فرماتی ہیں کہ حضور حالتِ صحت میں فرمایا کرتے تھے کہ نبی نہیں مرنے کا حتیٰ کہ اُس کو اختیار دیا جائے کہ وہ دنیا کو قبول کرے یا آخرت کو حضور کے وفات کا جب وقت آیا تو آپ کا سر میرے ران پر تھا اور آپ کو غشی تھی۔ غشی سی افادہ ہوا تو آپ کی آنکھیں چھت سے لگ گئیں۔ اور آپ نے فرمایا اللہم فی الرفیق الاعلیٰ میں سمجھ گئی کہ اب حضور ہم لوگوں کو اختیار نہ کریں گے۔ یہ وہی اختیار ہے جس کا صحت کی حالت میں آپ ذکر کرتے تھے۔ اور بخاری کی ایک روایت ہے کہ آپ کے الفاظ یہ تھے اللہم اغفر لی وارحمی والحق فی الرفیق الاعلیٰ۔

امام احمد اور ترمذی قاسم بن محمد سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عائشہؓ نے فرمایا کہ جس وقت حضور کا انتقال ہوا تھا۔ آپ کے پاس پیالہ میں پانی تھا۔ اُس میں ہاتھ دیتے تھے اور پھر پانی چہرہ پر ملتے تھے۔ اور کہتے تھے اللہم اغفر لی سکوات الموت بخاری میں ہے کہ شدت تکلیف سے آپ پر غشی طاری ہو گئی۔ اس وقت حضرت فاطمہؓ نے بے تابانی میں کہا وا کرب ابناہ اور تنائی کی روایت میں ہے وا کرباہ حضور نے اس پر کہا کہ اب آج کے بعد تیرے باپ پر کوئی کرب و تکلیف نہ ہوگی یعنی آج خاتمہ ہے۔

الغرض سرور کائنات اور فخر موجودات صلی اللہ علیہ وسلم نے توحید کی بنیاد کو مستحکم کر کے تبلیغ اور رسالت کے ذمہ داریوں کو علی وجہ الکمال انجام دیکر ربیع الاول کے مہینہ میں سوموار کے روز انتقال فرمایا جیسا صحیحین میں حضرت انسؓ سے مروی ہے۔ حضرت عائشہؓ کی اصح ترین روایت یہ ہے کہ سب سے آخر جملہ جو حضورؐ کی زبان مبارک سے نکلا وہ یہی تھا فی الرفیق الاعلیٰ۔

بخاری کی روایت ہے۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ حضورؐ نے میرے گھر میں میرے باری کے دن میرے خلق اور سینہ کے درمیان انتقال کیا۔ موسیٰ بن عقبہ نے جزاً امام السیر والحدیث ابن شہاب زہری سے روایت کیا ہے کہ آفتاب ڈھلتے ہی آپکا انتقال ہوا ابوالاسود بھی عروہ بن الزبیر سے اسی طرح روایت کرتے ہیں۔ اور ابن اسحق نے جزاً بیان کیا ہے کہ حضورؐ نے دھوپ کی تیزی کے وقت انتقال کیا۔ ایک روایت کے الفاظ اس طرح ہیں کہ حضورؐ کا سوموار کے روز آخر وقت انتقال ہوا۔ اس کا بھی مطلب وہی ہے کہ دن کے نصف آخر میں یعنی زوال کے بعد آپکا انتقال ہوا انا للہ وانا الیہ راجعون۔

اس پر تو سب کا اتفاق ہے کہ حضورؐ کا انتقال ربیع الاول کے مہینہ میں سوموار کے روز ہوا اس میں کسی کا اختلاف نہیں ہے۔ اور بخاری نے حضرت انسؓ سے اسی طرح روایت کیا ہے۔ ابن سعد نے حضرت عائشہؓ، حضرت علیؓ، حضرت سعدؓ، عروہ، ابن المسیب اور ابن شہابؓ سے بھی یہی روایت کیا ہے لیکن اختلاف اس میں ہے کہ اس روز تاریخ کیا تھی۔ امام السیر ابن اسحاق اور جمہور کا قول یہ ہے کہ اس روز ربیع الاول کی بارہ تاریخ تھی۔ اور ابن سعد نے عمر بن علیؓ ابن ابی طالبؓ سے اور وہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ حضورؐ چار شنبہ کے روز بیمار ہوئے جبکہ صفر کا ایک دن باقی تھا۔ تیرہ روز بیمار رہے اور بارہ ربیع الاول کو انتقال کیا۔ لیکن ابن عقبہ، لیث اور خوارزمی وغیرہ کہتے ہیں کہ ربیع الاول کی پہلی تاریخ تھی اور ابو مخنف اور کلبی وغیرہ کہتے ہیں کہ دوسری تاریخ تھی۔

جمہور کے قول پر علامہ سیسی اور ان کے متبعین نے ایک اعتراض کیا ہے جسکو ان کے بعد کے سارے محدثین اور ارباب سیر نقل کرتے ہیں۔ وہ اعتراض یہ ہے کہ اس سال ذوالحجہ کی پہلی تاریخ جمعرات کا دن تھا۔ کیونکہ اس پر اجماع ہے کہ حجۃ الوداع میں وقوف عرفہ جمعہ کے دن ہوا۔ اور یہ کسی طرح نہیں ہو سکتا کہ جب ذوالحجہ کی نو تاریخ جمعہ ہو تو ربیع الاول کی بارہ تاریخ سوموار ہو۔ چاہے ذوالحجہ محرم۔ اور صفر سب تین دن کا شمار کیا جائے۔ یا تینوں مہینہ انتیس دن کا شمار ہو۔ یا دو انتیس ایک تین یا دو تین ایک انتیس۔

حساب کے رد سے یہ اشکال بہت بدیہی ہے۔ اور اس اعتراض پر علماء نے تفصیلی بحثیں کی ہیں۔ مگر یہ اشکال اتنا اہم نہیں ہے جتنا خیال کیا جاتا ہے۔ رویت ہلال کے بارہ میں اختلافات کا پیدا ہونا مستبعد نہیں ہے۔ ابن کثیر وغیرہ کہتے ہیں کہ ہو سکتا ہے کہ مکہ میں پہلی ذوالحجہ جمعرات ہو اور مدینہ میں جمعہ۔ وقوف عرفہ مکہ کے حساب سے ہوا ہو۔ اور وفات کی تاریخ اہل مدینہ نے اپنی رویت کے حساب سے بیان کی ہو واللہ اعلم لیکن اس پر بھی شبہ ہے۔ اگر ذوالحجہ کی پہلی تاریخ اہل مدینہ کی رویت سے جمعہ ہوتا ہے بارہ ربیع الاول سوموار کے روز ہونے کی صورت ہے کہ تینوں مہینہ یعنی ذوالحجہ۔ محرم۔ اور صفر مسلسل تین دن کا ہو۔ اور ایسا نہیں ہوتا کہ تین مہینہ مسلسل تین دن کا ہو۔ لیکن علماء نے تصریح کی ہے کہ گویا ہونا نادرا وقوع ہے مگر ممکن ہے۔

سلمان لیبی ثقات میں سے ہیں اور انہوں نے جزا بیان کیا ہے کہ حضور کے مرض کی ابتداء پندرہ روز بایس صفر کو ہوئی۔ اور انتقال سوموار کے روز دوسری ربیع الاول کو ہوا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ صفر کا مہینہ انتیس دن کا تھا۔ اور پہلی صفر پندرہ روز تھی چونکہ ذوالحجہ کا جمعہ ہونا مسلم ہے اس لیے پہلی صفر پندرہ روز نہیں ہو سکتی جب تک ذوالحجہ اور محرم کو بھی انتیس دن کا مہینہ نہ مان لیں۔ تو اس صورت میں بھی مسلسل تین مہینوں کو

ناقص یعنی انیس دن کا تسلیم کرنا پڑے گا۔ اور یہ بھی دیا ہی نادر وقوع ہے جیسا تینوں کا
سلسلہ کامل ہونا اللہ اعلم

وفات کا اثر | حضور کے وفات کا اثر صحابہ پر کیسا پڑا۔ اور مدینہ کی حالت کیا ہو گئی۔
روایتوں کے الفاظ میں اس کی پوری تفصیل کا تلاش کرنا بے سود ہے۔

صحیح بخاری کی مستند روایت ہے کہ مسجد نبوی میں پہلے منبر نہ تھا حضور ایک لکڑی پر کھڑی ہو کر
خطبہ ارشاد فرمایا کرتے تھے۔ جب منبر بنا اور آپ منبر پر تشریف لے گئے تو بیجان لکڑی اس
فراق کو برداشت نہ کر سکی۔ روئی اور اتنے زور سے روئی کہ صحابہ نے اس کے رونے کی
آواز سنی۔ جب اتنے سے فراق کا بیجان لکڑی پر یہ اثر ہوا۔ تو ظاہر ہے کہ صحابہ پر حضور کے
فراق کا کیا اثر ہوا ہوگا۔ کفار مکہ نے شہادت دی ہے کہ جو محبت صحابہ کو رسول اللہ سے تھی
اُس کی نظیر نہیں پیش کی جاسکتی۔ ماں۔ باپ۔ اولاد۔ عزیز۔ جان۔ مال سب سے زیادہ
اُن کو رسول اللہ سے محبت تھی۔ اور یہ ایسا فراق حاصل ہوا کہ اس کے بعد چہرہ افور پر
نظر پڑنے سے اُن کو قطعی یاوسی ہو گئی۔ اس لیے جتنی بے تابی بھی اُن کو ہوئی ہو وہ تھوڑی
جلیل القدر صحابہ کرام بلا مبالغہ حواس کھو بیٹھے عقلیں گم ہو گئیں۔ آوازیں بند ہو گئیں۔
علامہ قسطلانی لکھتے ہیں کہ حضرت عثمان پر سکتہ کی حالت ہو گئی۔ وہ آتے جاتے تھے مگر کوئی بات
نہیں بول سکتے تھے۔ حضرت علی کرم بیٹھ گئے اُن میں حرکت کرنے کی سکت نہ رہی۔ حضرت
عبداللہ بن ابی سہل کے قلب کو ایسا صدمہ ہوا کہ وہ برداشت نہ کر سکے اُن کا انتقال ہو گیا۔
حضرت عمر کی عقل غائب ہو گئی۔ انہوں نے تلوار کھینچ لی کہ اگر کسی نے یہ کہا کہ رسول اللہ کا
انتقال ہوا ہے تو اُس کو قتل کر دوں گا۔

امام احمد صاحب حضرت عائشہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عمرؓ اور مغیرہ ابن شعبہؓ آئے
اور اجازت لیکر اندر داخل ہوئے۔ رسول اللہؐ کو دیکھا تو حضرت عمرؓ نے کہا کہ حضورؐ کو
کیسی سخت غشی ہے۔ جب چلے تو مغیرہؓ نے کہا کہ اے عمرؓ حضورؐ کا انتقال ہو گیا۔ حضرت عمرؓ نے کہا کہ

تم بھوٹے ہو۔ رسول اللہ اس وقت تک نہ مریں گے جب تک خدا منافقین کو فنا نہ کر دے۔
 اقصاب سنن سالم ابن عیسیٰ الاشجعی کی ایک روایت لکھتے ہیں کہ جب رسول اللہ کا انتقال ہوا تو
 حضرت عمرؓ نے لوگوں کو پریشان کر دیا۔ انہوں نے تلوار کھینچ لی اور کہا کہ اگر کسی نے کہا کہ
 رسول اللہ کا انتقال ہو گیا تو ہم اس کو تلوار سے قتل کر دیں گے۔ لوگوں نے کہا کہ اے سالم
 رسول اللہ کے صحابی (یعنی ابو بکرؓ) کو تلاش کرو۔ میں مسجد کی طرف گیا تو وہاں حضرت ابو بکرؓ تھے
 اُن کو دیکھتے ہی میں بیتاب ہو کر رونے لگا۔ فرمایا کہ اے سالم کیا رسول اللہ کا انتقال ہو گیا۔
 میں نے کہا کہ عمر بن الخطابؓ تو کہتے ہیں کہ اگر کسی نے کہا کہ رسول اللہ کا انتقال ہو گیا تو میں
 اس کو قتل کر دوں گا۔

مواہب لدنیہ میں بطری سے منقول ہے کہ حضورؐ کے وفات کے وقت حضرت صدیقؓ
 موجود نہ تھے وہ شخص میں تھے جو عالجہ میں مسجد نبوی سے ایک میل کے فاصلہ پر ہے۔ ان کی زوجہ
 حبیبہ بنت خاریجہ بن زید الخزرجیہ وہیں رہتی تھیں۔ رسول اللہؐ نے خود اُن کو وہاں جانے کی
 اجازت دی تھی اس لیے کہ سو مواری کی صبح کو مرض میں کمی نظر آئی۔ اور کچھ سکون معلوم ہوا۔ تو
 حضرت صدیقؓ نے وہاں کی اجازت چاہی۔ اور حضورؐ نے اجازت دی۔ اسلئے انکی عدم موجودگی
 میں حضورؐ کا انتقال ہو گیا۔ اور حضرت عمرؓ نے تلوار کھینچ لی۔ اور دھمکی دی کہ اگر کسی نے کہا کہ
 رسول اللہ کا انتقال ہو گیا تو اس کو قتل کر دوں گا۔

اور بخاری میں حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ حضرت ابو بکرؓ اپنے مکان سے جو شخص

۱۔ کثرت سے صحیح زوایہ میں شاہد ہیں کہ حضرت عمرؓ کو یقین تھا کہ رسول اللہؐ کا ابھی ہرگز انتقال نہ ہوگا۔ وہ
 کہتے تھے کہ منافقین کے خاتمہ کے بعد سب کے پیچھے رسول اللہؐ کا انتقال ہوگا۔ اور آیت شریفہ ویکون
 الرسول علیکم شہیداً پر اُن کے اس اجتہاد کی بنیاد تھی یہ انتقال کے بعد کی حالت ہے لیکن وہ شخص
 کہتے ہیں کہ انہوں نے رسول اللہؐ کو وصیت کی تحریر سے اس لیے روکا کہ حضورؐ کے بعد حضرت علیؓ کو خلیفہ
 نہ ہو جائیں حالانکہ حضرت عمرؓ کو رسول اللہؐ کے انتقال کا وہم بھی نہ تھا ۱۲ منہ

۲۔ بضم بین اور علامہ زرقانی کہتے ہیں کہ سکون نون و بضم نون وقت ہے اس کے بعد حار ۱۲ منہ

میں تھا۔ گھوڑے پر آئے۔ اور اتر کر مسجد میں آئے۔ وہاں کسی سے کوئی بات نہ کی حضرت عائشہؓ کے حجرے میں داخل ہوئے اور رسول اللہؐ کو دیکھا۔ حضورؐ جبہ کی چادر میں لپٹے ہوئے تھے حضرت صدیقؓ نے آپؐ کے چہرہ سے کپڑہ ہٹایا۔ اور آپؐ پر جھکے۔ اور حضورؐ کے دونوں آنکھوں کے درمیان بوسہ دیا اور فرمایا۔ کہ یا رسول اللہ میرے ماں باپ آپؐ پر فدا ہوں ہرگز خدا آپؐ پر دو موتیں جمع نہ کرے گا البتہ صرف ایک موت جو آپؐ کے لئے لکھی گئی ہے۔

امام بخاری کہتے ہیں کہ زہری نے کہا کہ ابوسلمہؓ نے حضرت ابن عباسؓ سے روایت کیا ہے کہ حضرت ابوبکرؓ رسول اللہؐ کے پاس سے باہر آئے اس وقت حضرت عمرؓ لوگوں سے بول رہے تھے تو کہا کہ اے عمرؓ بیٹھ جاؤ۔ حضرت عمرؓ نے بیٹھنے سے انکار کیا۔ حضرت ابوبکرؓ نے اُن کو چھوڑ دیا اور لوگوں کی طرف متوجہ ہوئے۔ اور کہا۔ اے ابوبکرؓ جو شخص محمدؐ صلی اللہ علیہ وسلم کی پرستش کرتا تھا (وہ جان لے) کہ محمدؐ صلی اللہ علیہ وسلم کا انتقال ہو گیا۔ اور جو تم میں سے خدا کی پرستش کرتا تھا تو خدا زندہ ہے وہ کبھی نہیں مرے گا۔ اور ابوبکرؓ نے آیہ پڑھی وما محمد الا رسول قد خلت من قبلہ الرسل..... شاکر بن تک یعنی محمدؐ صلی اللہ علیہ وسلم صرف خدا کے رسول ہیں اور اُن کے پہلے بہت سے رسول گزر چکے ہیں حضرت ابن عباسؓ کہتے ہیں کہ حضرت ابوبکرؓ نے یہ آیت پڑھی تو معلوم ہوتا تھا کہ کوئی اُس کو جانتا ہی نہ تھا۔ اُن سے سنکر ہر شخص اسی آیت کو

۱۲ منہ جبہ بکسر حار مہل دفع بار موحده ایک یعنی خدا دار اور سبز کپڑہ ہوتا تھا ۱۲ منہ

۱۳ بوسہ دینے کی روایت بخاری میں حضرت ابن عباسؓ سے بھی مروی ہے حضرت ابوبکرؓ نے یہ بوسہ کام حضورؐ کی اُترا میں کیا۔ ترمذی میں ہے کہ حضرت عثمان ابن مظعونؓ کا جب انتقال ہوا اور رسول اللہؐ اُن کو دیکھنے گئے تو اسی طرح چہرہ کھول کر بوسہ دیا تھا ۱۲ منہ

۱۴ حضرت ابوبکرؓ کی دو موتوں سے کیا غرض تھی اس میں علماء نے بڑی بحثیں کی ہیں مگر حضرت عمرؓ جو باتیں جوش میں کہہ رہے تھے اُس میں ایک بات یہ بھی تھی کہ جس طرح حضرت موسیٰؑ چالیس روز کے لئے قوم سے جدا ہو کر طور پر رہے تھے اور چالیس روز نے جد قوم میں واپس آئے اسی طرح رسول اللہؐ بھی چالیس روز کے بعد واپس آئینگے اور منافقین کو سزا دیں گے۔ چونکہ اس صورت میں دو موتیں لازم آتی تھیں اسلئے حضرت ابوبکرؓ نے اس کی تردید کی واللہ اعلم ۱۲ منہ

پڑھنے لگا۔ اور ابن ابی شیبہ نے حضرت ابن عمرؓ سے روایت کیا ہے اس میں ہے کہ حضرت ابو بکرؓ نے یہ آیتیں بھی پڑھیں انک میت وانهم میتون اور وما جعلنا البشیر من قبلک الخلد۔

بخاری میں ہے کہ حضرت عمرؓ نے کہا کہ میں نے حضرت ابی بکرؓ سے آل عمران کی آیتیں تو ہم خط ہو گئے پیر بھاری ہو گئے۔ اور میں زمین کی طرف جھک گیا۔ اُن کے اس آیت کی تلاوت کرنے پر مجھے معلوم ہوا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا انتقال ہو گیا۔

پچھے حضرت عمرؓ نے اپنے ان کلمات سے رجوع کیا۔ جو اضطراب کی حالت میں وہ بول گئے تھے ابن اسحاق نے سیرۃ میں زہری سے روایت کیا ہے کہ حضرت انسؓ نے فرمایا کہ سقیفہ بنی سافلہ کی بیعت کے بعد حضرت ابو بکرؓ نے منبر پر خطبہ ارشاد فرمایا۔ اُن کے بعد حضرت عمرؓ کھڑے ہوئے اور کہا کہ میں نے کلمہ کچھ باتیں کہی تھیں وہ صحیح نہ تھیں۔ وہ باتیں نہ میں نے کتاب اللہ میں پائیں نہ میرے ساتھ رسول اللہؐ کا ایسا کوئی عہد تھا۔ البتہ میں چاہتا تھا کہ رسول اللہؐ زندہ رہتے۔ اور اُن کی موت ہم سب کے بعد ہوتی اور کما قال

الغرض اس حادثہ عظیم کے بعد مدینہ صحابہ کی نظروں میں تاریک ہو گیا۔ روایت ہے کہ حضورؐ کے دفن سے پہلے حضرت بلالؓ جب اذان دیتے تھے اور اشہد ان محمد رسول اللہ کہتے تھے تو گریہ و بکا سے بھر رہا جاتا تھی۔ دفن کے بعد حضرت بلالؓ نے اذان موقوف کر دی۔

یہی سنی نے دلائل النبوة میں ذکر کیا ہے۔ کہ غسل کے وقت صحابہ کو تردد ہوا کہ کپڑا غسل اتار کر غسل دیا جائے یا اسی کپڑا میں جو حضورؐ پہرے ہوئے ہیں۔ رائیں مختلف تھیں کہ اتنے میں وہاں جتنے لوگ تھے سب پر نیند کا غلبہ ہوا۔ اور سب کو اونگھ آگئی۔ اسی حالت میں سب نے ایک آواز سنی کہ حضورؐ کو کپڑے کے ساتھ غسل دو۔ اس لئے حضورؐ کو غسل دیا گیا تو آپؐ قمیص پہرے رہے۔ اس کی اصل ابوداؤد میں حضرت عائشہؓ اور ابن ماجہ میں حضرت بریدہؓ سے مروی ہے۔

ابن ماجہ میں حضرت علیؓ کی ایک روایت ہے کہ حضورؐ نے وصیت کی تھی کہ مجھے میرے
کوٹے بستر غرض کے سات مشک پانی سے غسل دیجیو۔ بستر غرض سے بقیع غین معجمہ و سکون راہ
مہلہ قبایں ایک کوٹا ہے۔ حضورؐ کو تین غسل دیا گیا پہلے خالص پانی سے۔ دوسری مرتبہ
بیر کی پتی دیکر تیسری مرتبہ کافور ڈالکر۔

حضرت علیؓ کم اور حضرت عباسؓ نے غسل دیا۔ اور حضرت فضل ابن عباسؓ کروٹ بدلنے
میں دیتے تھے۔ قثم ابن عباسؓ۔ اسامہ ابن زید اور شقران موٹے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
پانی دیتے تھے۔ اور یہ لوگ پردہ کے باہر تھے۔ اور حضرت علیؓ کم کے سوا سب نے آنکھوں پر
پٹیاں باندھ لی تھیں تاکہ کھلے ہوئے جسد اطہر پر نظر نہ پڑ جائے جیسا کہ بزاز اور بیہقی سے علامہ
زرقانی نے شرح مواہب میں نقل کیا ہے۔

تکفین علامہ قسطلانی لکھتے ہیں کہ بیہقی نے ذکر کیا ہے کہ تکفین کے بارہ میں متواتر خبریں
دارد ہیں۔ حضرت علیؓ کم۔ حضرت ابن عباسؓ۔ حضرت عائشہؓ۔ حضرت ابن عمرؓ۔ حضرت
جابرؓ۔ حضرت عبداللہ بن مغفلؓ سب کہتے ہیں کہ حضورؐ کے کفن میں تین کپڑے دیا گیا اس میں قمیض
اور عمامہ تھا۔ لیکن ان الفاظ کے مطلب میں اختلاف ہو گیا ہے یعنی حدیث کا مطلب یہ ہے کہ
کفن میں تین ہی کپڑے تھے قمیض و عمامہ نہ تھا۔ یا یہ مطلب ہے کہ قمیض و عمامہ کے علاوہ تین
کپڑے تھے۔ امام شافعی اور جمہور یہی کہتے ہیں کہ کل تین کپڑے تھے۔ امام نووی فرماتے ہیں کہ الفاظ
حدیث کے مناسب یہی مطلب ہے۔ اور یہ ثابت نہیں ہے کہ حضورؐ کے کفن میں قمیض و
عمامہ دیا گیا۔

مسند امام احمد میں ایک روایت عبداللہ بن محمد بن عقیل کی ہے وہ محمد بن حنفیہ سے اور
وہ اپنے والد علی بن ابی طالبؓ سے روایت کرتے ہیں کہ حضورؐ کے کفن میں سات کپڑے دیئے گئے
ابن حزم کہتے ہیں کہ یہ ابن عقیل کا وہم ہے۔ اور سنن ابی داؤد میں ایک روایت حضرت
ابن عباسؓ کی ہے کہ حضورؐ کے کفن میں تین کپڑے تھے۔ دو حلا اور ایک قمیض جس میں حضورؐ کا

انتقال ہوا تھا۔ یہ روایت ضعیف ہے۔ اس کے ایک روای بزرگین زیادہ ہیں جن کے ضعف پر سب کا اتفاق ہے۔

زہری عروہ سے اور وہ حضرت عائشہؓ سے روایت کرتے ہیں کہ حضور کو تین سحری کپڑہ کا کفن دیا گیا۔ اور ائمہ شہہ شام ابن عروہ سے روایت کرتے ہیں کہ وہ حضرت عروہؓ سے۔ اور وہ حضرت عائشہؓ سے روایت کرتے ہیں اُس میں یہ زیادتی ہے کہ سحری کرسف یعنی روئی کے کپڑہ کا۔ اور صحیح مسلم میں یہ زیادتی ہے کہ محلہ چھوڑ دیا گیا تو عبداللہ بن ابی بکرؓ نے اس کو اپنے کفن کے لئے رکھ لیا تھا۔ مگر پھر انہوں نے کہا کہ اس کپڑہ کو خدا نے اپنے نبی کیلئے پسند کیا۔ اس لئے انہوں نے اُس کو بیچکر صدقہ کر دیا۔ مسلم ہی کی ایک روایت ہے کہ وہ محلہ عبداللہ بن ابی بکرؓ کا تھا جو حضور کو پہلے کفن دیا گیا تھا پھر علیؓ کو دیا گیا۔

سحری بعض بضم سین مملہ کہتے ہیں لیکن عند اکثر بفتح سین ہے۔ یا تو کپڑہ دھونے والے کی طرف منسوب ہے کیونکہ یہ کپڑہ دھلا ہوا سفید کپڑہ ہوتا تھا۔ یا یمن میں کوئی قریہ کا نام تھا اُس کی طرف منسوب تھا۔ اور سحری بضم سین مملہ محل کی جمع ہے۔ محل سفید صاف کپڑہ کو کہتے ہیں جو صرف روئی کا ہوتا تھا کذا قال الزرقانی فی شرح المواہب۔

صلوۃ جنازہ | حضرت ابن عباسؓ کی روایت ابن ماجہ میں ہے کہ منگل کے روز جب تجمیز تکفین سے لوگ فارغ ہوئے تو حضور کو ایک تخت پر گھری میں رکھا پھر جماعتیں یکے بعد دیگرے جاتی گئیں اور نماز پڑھتی گئیں۔ مرد فارغ ہو گئے تو عورتیں گئیں عورتوں کے بعد رکے گئے۔ لیکن آپ کے جنازہ میں کسی نے امامت نہ کی۔

ایک روایت میں ہے کہ پہلے اہل بیت نے نماز پڑھی۔ لیکن اور لوگ سمجھ نہ سکے کہ کیا پڑھیں۔ حضرت ابن مسعودؓ سے لوگوں نے پوچھا۔ انہوں نے فرمایا کہ حضرت علیؓ کو دریافت کرو حضرت علیؓ نے فرمایا کہ ان الله وملائكته يصلون على النبي الایہ اور لیسك اللهم ربنا وسعدیک الخ پڑھو۔

لوگوں نے حضرت ابو بکر صدیقؓ کو دریافت کیا کہ کیا رسول اللہ کے جنازہ کی نماز پڑھیں۔ فرمایا کہ ہاں پڑھو۔ پوچھا کیا پڑھیں۔ تو فرمایا کہ ایک ایک جماعت جاؤ اور تکبیر کو پھر دہار پڑھو تو لوگ جاتے تھے اور الگ الگ تکبیر مکر دہار پڑھتے تھے۔ اس پر اتفاق ہوا کہ حضور کے نماز جنازہ میں کسی نے امامت نہ کی۔ اور حضرت علیؓ نے فرمایا کہ حضور تمہارے امام تھے اور اب بھی وہی امام ہیں۔

تدفین نماز کے بعد اس میں اختلاف ہوا کہ دفن کہاں کیا جائے بعض نے کہا کہ منبر کے پاس۔ اور بعض نے کہا کہ بقیع میں جیسا کہ موطا میں ہے۔ حضرت ابو بکر صدیقؓ نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ سے سنا ہے کہ نبی کا جہاں انتقال ہوتا ہے وہیں دفن کیا جاتا ہے۔ حضرت علیؓ نے کہا کہ میں نے بھی رسول اللہ سے اسی طرح سنا ہے۔ ابن ماجہ۔ ترمذی اور موطا وغیرہ میں یہ روایت باختلاف الفاظ مروی ہے۔

قبر اس میں اختلاف ہوا کہ حضور کی قبر شقی بنائی جائے یا لحد مہاجرین کی رائے شقی شقی کی۔ اور انصار لحد کی رائے دیتے تھے۔ مدینہ میں دو شخص تھے ابو عبیدہ شقی کھودا کرتے تھے اور ابو طلحہ لحد رائے یہ قرار پائی کہ دونوں کو بلایا جائے۔ جو پہلے آجائے وہی اپنا کام کرے چنانچہ ابو طلحہ زید بن سہل الانصاری پہلے آئے اور انہوں نے حضور کے لئے لحد تیار کی۔

اس میں اختلاف ہوا کہ حضور کو قبر میں کون داخل کرے۔ صحیح یہ ہے کہ عباس بن عبد المطلب علی بن ابی طالبؓ۔ قثم بن عباسؓ قبر میں داخل ہوئے۔ اور سب کے بعد قبر سے قثم ابن عباسؓ نکلے۔

آپ کے قبر میں نو اینٹیں بچھائی گئیں۔ اور آپ کے موئے شقران نے آپ کے نیچے قطیفہ نخرانیہ بچھا دیا تھا۔ لیکن ابن عبد البر کا قول ہے کہ اینٹیں بچھانے کے بعد وہ قطیفہ نکال دیا گیا جیسا کہ محمد بن الحسن بن زبالہ سے قسطلانی نے نقل کیا ہے۔ بخاری میں ہے کہ دفن کے بعد حضرت فاطمہؓ نے کہا کہ اے انس تم لوگوں کو دل نے اس کو قبول کر لیا کہ رسول اللہ پر مٹی ڈالو؟

اور بخاری کے علاوہ بعض روایتوں میں یہ زیادتی ہے کہ اس کے بعد حضرت فاطمہؓ نے حضورؐ کے قبر کی مٹی لیکر آنکھوں پر رکھی۔ اور ابن عساکر نے یہ روایت لکھی ہے کہ حضورؐ کے قبر پر حضرت بلالؓ نے مشک سے پانی پھینکا۔ اور سر کے جانب ہی پانی دینا شروع کیا واللہ اعلم

دفن کا دن حضورؐ کے وفات کا دن سوموار ہے اس پر تو سب کا اتفاق ہے۔ اور یہی بخاری میں حضرت عائشہؓ اور حضرت انسؓ سے مروی ہے لیکن دفن کے

متعلق ابن سعد نے کئی روایتیں لکھی ہیں۔ یحییٰ بن الیسیب اور ابوالسک بن عبدالرحمن سے روایت کیا ہے کہ تدفین منگل کے روز ہوئی۔ ابن کثیر کہتے ہیں کہ یہ قول غریب ہے۔ اور ابن ہریرہ سے روایت کرتے ہیں کہ سوموار کے روز حضورؐ کا انتقال ہوا۔ اس روز اور اس کے بعد والی رات۔ اور منگل کا دن دفن نہ کیا گیا۔ اس کے بعد والی رات میں دفن کیا گیا۔ ابن کثیر کہتے ہیں کہ یہی جمہور کا قول ہے۔ اور ابن سعد نے عثمان بن محمد بن المغیرہ بن الاغس الاغسی سے روایت کیا ہے کہ سوموار کے روز حضورؐ کا انتقال ہوا۔ اور بدھ کے روز حضورؐ دفن کئے گئے اور اسی طرح ابی بن عباس بن سہل ابن سعد الساعدی سے بھی روایت کیا ہے۔

بدھ والی روایتیں سنداً ضعیف ہیں۔ تاہم علماء نے ان روایتوں میں تطبیق دی ہے کہ حضورؐ کو منگل اور بدھ کے درمیان والی رات میں دفن کیا گیا۔ اس لئے کوئی اسکو منگل کا دن کہتا ہے کوئی بدھ کا دن واللہ اعلم

مستزکات

یہ معلوم ہو چکا ہے کہ مرض الموت میں وفات کے قریب حضورؐ کے پاس کل سات دینار تھے۔ اُس کو حضورؐ نے خود اپنے ہاتھ سے صدقہ کر دیا۔ چند مکانات تھے وہ ازواجِ مطہرات پر بٹے ہوئے تھے اور انہیں کے قبضہ میں تھے۔ امام بخاری نے ایک باب اسی کے ثبوت میں باندھا ہے کہ وہ حجرے حضورؐ کے حیات ہی میں ازواجِ مطہرات کی طرف منسوب تھے۔

آگے معلوم ہوگا کہ وفات کے بعد بھی انہیں کے قبضہ میں رہے۔ کچھ زمینیں تھیں حلیل اقدرا صحابہ میں اس کی ملکیت کے متعلق اختلافات ہیں مگر صحیح یہی ہے کہ وہ فی یا صدقہ کی زمینیں تھیں۔ اور من جانب اللہ اس پر تصرف کا حضور کو کامل اختیار تھا لیکن وہ ذاتی ملکیت نہ تھی جس میں وراثت جاری ہو سکے۔

حضرت عائشہ فرماتی ہیں قالت مات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم درہمًا و لادینارًا ولا شاة ولا بعیرًا ولا اوصی بشیء رواہ مسلم حضور نے نہ درہم چھوڑا نہ دینار نہ بکری نہ اونٹ اور نہ کسی چیز کی وصیت کی۔ ام المومنین حضرت جویریہ کے بھائی عمرو بن الحارث کی روایت بخاری میں ہے عن عمرو بن الحارث انہی جویریہ قال مات رسول اللہ عند موتہ دینارًا ولا

درہمًا ولا عبدًا ولا امۃ ولا شیئًا الا بغلۃ البیضاء وسلاحہ وارضًا جعلھا صدقۃ رواہ البخاری یعنی حضرت جویریہ کے بھائی عمرو بن الحارث کہتے ہیں کہ رسول اللہ نے موت کے وقت نہ دینار چھوڑا نہ غلام نہ لونڈی۔ نہ کوئی ہادشہ لیکن ایک سفید بچہ اور سلاح جنگ اور زمینیں جو حضور نے صدقہ کر دیا تھا۔

حضور کے زمینوں کا حال مکرر لکھ چکا ہوں۔ بنی النضیر میں سات مکانات تھے جو مخیر بن

زمینیں

یہودی نے غزوہ احد کے روز آپ کے نام پر کیا تھا۔ دویم ابو طلحہ بن سہل انصاری نے بیرقہ کی بلند زمین آپ کو دیدی تھی۔ لیکن یہ بہت پہلے۔ کیونکہ حضور نے یہ زمین حضرت حسان بن ثابت کو دیدی تھی اس وقت جبکہ صفوان بن مہطل نے ان کو انک کے قہر کے بعد تلوار ماری تھی۔ سویم بنی النضیر کی زمین حضور کوئی بیس ملی تھی جس کا ذکر قرآن پاک میں ہے اور یہ زمین برابر حضور کے قبضہ میں رہی۔ خیبر کا دو قلعہ ابو طلحہ اور اسلام جو تقسیم نہیں ہوا تھا۔ اور الکلبہ جس میں آپ کا سم تھا اور ازواج مطہرات کے نفقات مقرر تھے۔ فدک کی نصف زمین وادی القری کا ایک ثلث۔ یہ سب زمینیں رسول اللہ کی بھی جاتی تھیں۔ اور رسول اللہ کے قبضہ میں تھیں۔

۱۔ حضرت عائشہ اور عمرو بن الحارث کی روایتیں بظاہر نزہت کی تعمیل کے خلاف ہیں مگر زمین اور مکانات کے متعلق معلوم ہو چکا ہے کہ ان حضرات کے نزدیک حضور کی ملک نہ تھی۔ اور چیزوں کے متعلق مگر حضور وفات سے پہلے صدقہ کر دیا جو ان حضرات میں سے کسی کو بھی نہ ملا۔ واللہ اعلم

ان اراضی پر رسول اللہ کا قبضہ تھا۔ اور بیڑ خاں کی زمین کے سوا سب پر وفات کے وقت تک حضور کا کامل قبضہ تھا۔ اُس میں سے حضور ازواج مطہرات کو بعض اہل بیت کو اور بعض بنی ہاشم کو نفقات دیتے تھے۔ باقی غزوات میں۔ و فود پر۔ اور مختلف قسم کے کاغیر میں خرچ کرتے تھے۔ اور عاجمندیوں کی امداد کرتے تھے۔

حضور کے انتقال کے بعد جلیل القدر اصحاب اور خاص لوگوں میں انہیں اموال کے متعلق اختلاف پیدا ہو گیا۔ حضرت فاطمہؓ، حضرت علیؓ، اور حضرت عباسؓ فرماتے تھے کہ یہ سب رسول اللہ کی ملکیت خاص تھی۔ اور جس طرح ہر مسلمان کی ملک اس کے ورثہ پر تقسیم ہوتی ہے اسی طرح قرآن شریف کے مطابق اس کو بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ورثہ پر تقسیم ہونا چاہیے۔ لیکن حضرت صدیقؓ، حضرت فاروقؓ، اور دوسرے صحابہ کہتے تھے کہ یہ رسول اللہ کی ملک خاص نہ تھی اور انبیاء کی ملکیت ہوتی ہی نہیں ہے جس میں وراثت جاری ہو سکے۔ اس کی سند میں حضرت صدیقؓ نے خود حضور کا فرمان پیش کیا۔ نحن معاشر الانبیاء لا نورث ما ترکناہ صدقۃ یعنی حضور نے فرمایا ہے کہ ہم انبیاء کی جماعت (کے اموال) میں ورثہ نہیں دیا جاتا۔ انبیاء جو کچھ چھوڑتے ہیں وہ صدقہ ہے (یعنی ملک خداوندی ہے) اسکے علاوہ بعض اراضی کے متعلق نص قرآنی موجود ہے کہ وہ فی ہے مثلاً بنی النضیر کی زمین۔ اور بعض کے متعلق حضور کا قول و عمل شاہد ہے کہ آپ نے اسکو فی سمجھا۔ اور فی کے اموال کا حکم خدا نے قرآن پاک میں بتا دیا ہے کہ اُس میں تمام مسلمانوں کا حق ہے۔ تو ایسے مال میں وراثت کیونکر جاری ہو سکتی ہے۔

حضرت عائشہؓ اور دوسری ازواج مطہرات نے بھی حصہ کا مطالبہ کیا تھا جیسا صحیحین کی روایت سے معلوم ہوتا ہے مگر صحیحے جب ان کو حضرت صدیقؓ وغیرہ نے مسئلہ کی حقیقت سمجھائی تو انہوں نے اقرار کیا کہ یہ رسول اللہ کا صدقہ ہے اس میں ورثہ نہیں ہو سکتا۔ اس میں جمہور صحابہ حضرت صدیقؓ اور حضرت فاروقؓ کے موافق تھے۔

حضرت فاروقؓ نے اپنے زمانہ میں مدینہ کی زمین حضرت عباسؓ اور حضرت علیؓ کے سپرد کر دی تھی۔ مگر اسی شرط پر کہ اس میں اُسی طرح تصرف کیا جائے جس طرح رسول اللہؐ کرتے تھے۔ مگر اس پر حضرت علیؓ کا قبضہ ہو گیا۔ حضرت عباسؓ اس سے بہت ناخوش ہوئے اور انہوں نے حضرت فاروقؓ کے سامنے اس قصہ کو پیش کیا۔ اور بڑے سخت الفاظ میں حضرت علیؓ پر اعتراض کیا۔ حضرت فاروقؓ نے وہی کہا کہ نہ اس میں ملکیت ہو سکتی ہے نہ حصہ کیا جاسکتا ہے واللہ اعلم

مکانات ہجرت کے بعد حضور مدینہ تشریف لائے تو حضرت ابو ایوب انصاریؓ کے مکان میں قیام فرمایا۔ اور ابن سعد کی روایت ہے کہ وہاں سات مہینہ تک رہے۔ ایک روایت ہے کہ دوسرے سال صفر تک آپؐ کا وہاں قیام رہا۔ مگر پہلا قول قوی ہے۔ اس وقت تک وہاں کوئی مسجد نہ تھی۔ بلاذری نے زید بن ثابتؓ کی ماں سے ایک روایت نقل کی ہے کہ ہجرت کے پہلے اسعد بن زرارہؓ نے سہل و سہیل کے مربد میں ایک مسجد بنائی تھی۔ اور اس میں مسلمان جمع ہو کر پنج وقت کی نماز پڑھتے تھے۔ اور رسول اللہؐ بھی ہجرت کے بعد اس مسجد میں نماز پڑھتی تھے۔ مگر صحیح یہ ہے کہ سہل و سہیل کے مربد کو رسول اللہؐ ہجرت کے بعد خرید لیا اور اس میں مسجد بنایا۔ ممکن ہے کہ پہلے وہیں جمع ہو کر مسلمان نماز پڑھتے ہوں۔ اور اسی وجہ سے اس کو مسجد بھی کہتے ہوں۔ ہجرت کے پہلے بنی زریق کی مسجد کا اور دوسری بعض مسجدوں کا ذکر بھی روایات میں آیا ہے۔ مگر وہ مسجدیں ان کی اسلام کے پہلے کی تھیں۔ اس واسطے کہ اسلام کی سب سے پہلی مسجد قبا ہے۔ اور دوسری مسجد نبوی ہے۔ بنی سالم میں بھی ایک مسجد تھی جہاں پہلا پہلا جمعا دایا گیا مگر وہ بھی اسلام کے پہلے کی مسجد تھی۔ صحیحین میں حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ جہاں نماز کا وقت ہوتا وہیں حضور نماز پڑھ لیا کرتے تھے حتیٰ کہ اگر مابض غنم میں وقت ہوتا تو وہیں ادا کر لیا۔ جب مسجد بنائے گا ارادہ

ہوا تو آپ نے بنی نجار سے کہا کہ اپنا یہ باغ تم قیمت لیکر ہمیں دیدو۔ انہوں نے کہا کہ ہم قیمت نہیں چاہتے۔ آپ نے بلا قیمت لینے سے انکار کیا۔ اور دس دینار اس کی قیمت آپ نے ادا کی اور بخاری میں حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ دو یتیم لڑکوں کو آپ نے بلوایا۔ اور قیمت اُن سے اُن کا مرید خریدنا چاہا۔ ان دونوں نے کہا کہ یا رسول اللہ! ہم یہ مرید آپ کو ہمہ کرتے ہیں حضورؐ نے ہبہ قبول کرنے سے انکار کیا۔ اور قیمت دیکر اس کو مسجد کے لیے خرید لیا۔ اور بعض روایت میں ہے کہ اسعد بن زرارہ نے اُن لڑکوں کو اس کے بدلہ بنی بیاضہ میں کچھ درخت دیئے بعض روایت ہے کہ معاذ بن عفرار نے ان کو راضی کیا۔ اور بلا ذری میں کہ دس دینار جو حضرت ابو بکرؓ کے مال سے حضورؐ نے اُن کو قیمت دلوائی تھی وہ اس زمین کی قیمت تھی جو مسجد کے بغل میں سہل و سہیل کی زمین تھی۔ صحیحین میں حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ مسجد جہاں بنی دہان کھجور کے درخت تھے۔ اور پڑنی جگہ تھی۔ اور مشرکین کا وہاں مقبرہ تھا۔ حضورؐ کے حکم سے قبریں کھود کر برابر کر دی گئیں۔ درخت کاٹ دیئے گئے۔ اور زمین مسطح کر دی گئی۔

زید ابن حارثہؓ کی روایت ہے کہ مسجد کا طول ایک تلوذرع تھا۔ اور عرض بھی اسی کے قریب۔ اور دوسری روایت خارجہ بن ثابتؓ سے مروی ہے کہ طول شتر ذرع تھا اور عرض ساٹھ ذرع۔ یا کچھ زیادہ۔ تین ذرع کے قریب اینٹ کی بنیاد تھی۔ اور کھجور کے درخت کا ستون تھا۔ سایہ کے لیے کھجور کا تنہا۔ اُس کی شاخیں۔ اور پتے دیکر چھت بنائی گئی تھی۔ مسجد کے بغل میں پہلے دو گھر حضورؐ نے بنوائے۔ ایک حضرت عائشہ صدیقہؓ

۱۱ کسی روایت میں حدیقہ یعنی باغ آیا ہے۔ کسی روایت میں مرید یعنی کھنڈر آیا ہے حضرت انسؓ کی ایک روایت ہے کہ اس میں درخت تھا کھنڈر تھے۔ اور اُس میں مشرکین کی قبرستان تھی معلوم ہوتا ہے کہ اس زمین کا کئی حصہ تھا بعض حصہ حضورؐ نے خریدا اور اُس کی قیمت دس دینار حضرت صدیقؓ کے مال سے دلوا دیا بعض کے بدلے حضرت اسعد بن زرارہؓ نے بنی بیاضہ میں درخت دیدیئے بعض کے لیے معاذ ابن عفرارؓ نے راضی کیا واللہ اعلم ۱۲ منہ

کے لئے۔ اور ایک حضرت سودہ بنت زمعہ کے لئے۔ وفات کے وقت نواز واج مطہرات تھیں۔ اور سب کے بیوت علیحدہ علیحدہ تھے۔ وہ پیچھے رفتہ رفتہ ضرورت کے وقت بنتے گئے۔ حارثہ ابن النعمان کے منازل مسجد کے بغل میں تھے۔ وہ یکے بعد دیگرے سب حضور کے قبضہ میں آتے گئے۔ یہ سارے مکانات منبر کے آگے بائیں جانب تھے۔ اور سب کا راستہ مسجد میں تھا۔ حضرت عائشہؓ اور حضرت سودہ کے بیوت تھینا چھ سات ذرعہ چوڑے اور دس ذرعہ لمبے تھے دیواریں اینٹ کی تھیں۔ سایہ کے لئے کھجور کے درخت اور شاخوں اور پتوں سے چھت بنا دیا گیا تھا۔ مسجد میں ایک سایہ دار جگہ اور بنی ہوئی تھی جس کو صفہ (بالضم) کہتے تھے۔ یہاں مساکین۔ فقراء۔ اور غیر مستطیع مسلمان رہا کرتے تھے۔ جنکو گھر بار۔ بیوی بچے کچھ نہ تھے۔ نہ معاش کا کوئی ذریعہ تھا۔ اسلئے یہ خدا و رسول کے مہمان تھے۔

مسجد اور صفہ پر نہ سی کا مالکانہ قبضہ ہوا نہ ہو سکتا تھا۔ ازواج مطہرات کے بیوت جو جنگے قبضہ میں تھے انہیں کے رہے۔ ابن سعد کہتے ہیں کہ حضرت سودہؓ نے وصیت کی تھی کہ اُن کا گھر حضرت عائشہؓ کو دیدیا جائے۔ حضرت صفیہؓ کے اولیاء نے ان کا گھر حضرت معاویہؓ سے ایک لاکھ یا اتنی ہزار میں فروخت کیا۔ حضرت حفصہؓ کا گھر اُن کے بعد حضرت ابن عمرؓ کو ترکہ میں ملا اور انہوں نے بلا قیمت مسجد میں دیدیا۔ ابن البخار کا قول ہے کہ حضرت فاطمہؓ کا حجرہ وہاں تھا جہاں اب عراب ہے۔ یہودی کہتے ہیں کہ موجودہ مقصورہ حضرت عائشہؓ اور حضرت فاطمہؓ کے بیوت کی جگہ کو گھیرے ہوئے ہے بعض کا قول ہے کہ حضرت فاطمہؓ کی قبر بھی وہیں ہے۔

الغرض حضور نے جو بیوت خود بنائے۔ اور جو حارثہ بن النعمان کے منازل میں سیئے اُن میں سے جس بیت میں جس کو حضور نے ٹھہرا دیا تھا وہ حضور کے حیات میں بھی انہیں کی طرف منسوب تھا۔ بخاری میں ایک باب اسی کے ثبوت میں ہے۔ پھر حضور کے وفات کے بعد بھی وہ انہیں کا رہا۔ اور اُن میں وراثت بھی جاری ہوئی۔ اور انہیں کے ورثائے اسکو بیع بھی کیا

یہ سب حجرے عرصہ تک قائم تھے۔ ولید بن عبد الملک کے حکم سے یہ حجرے توڑ کر مسجد میں داخل کئے گئے۔ اور حضرت عائشہؓ کے حجرہ میں چونکہ رسول اللہ کا مزار تھا وہ باقی رہا۔ ان مکانات کے علاوہ ایک بالا خانہ بھی حضور کا تھا۔ ایلا کی روایتوں میں اس کا ذکر آتا ہے۔ یہ معلوم نہ ہو سکا کہ وفات کے بعد یہ کس کے قبضہ میں رہا مگر یہ بھی مسجد میں داخل کر دیا گیا اس کو مشربہ کہتے تھے اور ایلا کے زمانہ میں ایک مہینہ حضور نے اسی مشربہ میں قیام فرمایا تھا۔ وفود کی بعض روایتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ وفود کے لئے جو سامان حضرت بلالؓ کے قبضہ میں رہتا تھا وہ اسی مشربہ میں رکھا کرتے تھے۔

حضرت مار یہ قبیلہ کے لئے ایک گھر حضور نے علیہ بنو ادیا تھا۔ وہ مسجد سے دور تھا۔ اور مولانا شاہ عبدالحق صاحب لکھتے ہیں کہ وہ جگہ اب تک ہے جو مشربہ ام ابراہیم کے نام سے مشہور ہے۔

لباس | حضور زیادہ تر روئی کا لباس پہرتے تھے۔ صوف۔ اور کتان کا لباس بھی کبھی کبھی آپ نے پہرا ہے۔ جبہ۔ قبا۔ قمیض۔ ازار۔ عمامہ۔ ٹوپی۔ چادر۔ عمامہ۔ موزہ۔ یہ سب آپ نے پہرا ہے۔ پانچامہ کا پہرنا مختلف فیہ اور مشتبہ ہے سفید لباس پسند فرماتے تھے۔ لیکن ہنر اور سرخ خط کی بینی چادر آپ کو بہت مرغوب تھی۔ جو بردیمانی کے نام سے مشہور تھی۔ خالص سرخ کو منع فرماتے تھے۔ کبھی کبھی سیاہ عمامہ اپنے باندھا ہی لیکن کسی اور ایک رنگ کا کپڑہ پہرنا آپ کا ثابت نہیں ہے۔ ٹوپی آپ کی سر سے ٹٹی رہتی تھی اور عمامہ کے نیچے ٹوپی پہرنے کی تاکید کرتے تھے۔

بیہقی سے شرح سفر السعادت میں منقول ہے۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ ایک انصاریہ میرے پاس آئیں اور دیکھا کہ رسول اللہ کا فرش ایک قتیفہ کمنہ ہے۔ انہوں نے گھر جا کر ایک اچھا فرش بھیج دیا۔ رسول اللہ نے آکر دیکھا تو پوچھا کہ یہ کیا ہے۔ میں نے

اس قتیفہ موئی چادر ۱۲ منہ

قصہ کہا حضور نے فرمایا کہ اے عائشہ! اسے واپس کر دو۔ خدا کی قسم اگر میں چاہوں تو
استدپاک سونے کا پہاڑ میرے ساتھ کر دے۔

سواری کے جانور

گھوڑے | حضور کے ساتھ گھوڑے تھے۔ اور کسی صفت خاص کی وجہ سے اُن کے
مختلف نام تھے۔ سَکَبٌ۔ یُحِفُّ۔ فِجَارٌ۔ ظَرْبٌ۔ تَزَارٌ۔ مَرْجَبٌ۔ اَوْرَدٌ۔
بِغَالٌ یعنی خچر | حضور کے پانچ بغال یعنی خچر تھے

دُلْدُلٌ جو مقوقس نے بھیجا تھا۔ فَصَّہُ فِرْدَۃُ الْجَزَامِی نے بھیجا تھا۔ ایک بغل صاحب
ایڈ نے بھیجا تھا۔ ایک بغل صاحب دومتہ الجندل نے بھیجا تھا۔ ایک بغل نجاشی
شاہ حبش نے بھیجا تھا۔

حمیر یعنی گدھے | گدھے تین تھے

عَفِیرٌ جو مقوقس نے بھیجا تھا۔ ایک فِرْدَۃُ الْجَزَامِی نے بھیجا تھا۔ ایک حضرت
سعد بن عبادہؓ نے ہدیہ پیش کیا تھا۔
اَوْنُثٌ | اَوْنُثٌ تین تھے۔

- ۱۰ سَکَبٌ کے معنی کثیر الجری تیزی کی وجہ سے یہ نام تھا ۱۲ منہ
۱۱ یُحِفُّ فیعل کے وزن پر فاعل ہے یعنی کانہ۔ یلحف الارض بذنبہ یعنی گویا زمین کو اپنے دم کا
لحاف اوڑھا دے گا۔ لابی اور موٹی دم کی وجہ سے یہ نام ہوا ۱۲ منہ
۱۲ ثِجَارٌ بالمد واسع الخطو (ہنایہ) لانبہ لانبہ قدم رکھتا تھا ۱۲ منہ
۱۳ ظَرْبٌ چھوٹے پہاڑ کو کہتے ہیں۔ قوۃ کے اعتبار سے یہ نام ہوا ۱۲ منہ
۱۴ تَزَارٌ کثرت تیز کی وجہ سے یہ نام ہوا ۱۲ منہ
۱۵ رَجَزٌ شعر کے بھور کو کہتے ہیں مرتجز ابھی آواز کی وجہ سے یہ نام ہوا ۱۲ منہ
۱۶ اَوْرَدٌ رنگ کی وجہ سے یہ نام ہوا ۱۲ منہ

انقصوی یہ وہی اونٹ تھا جس پر آپ نے ہجرت کیا تھا۔ اور جسکی نسبت حضور نے فرمایا تھا کہ مامور من الشر ہے جس مقام میں خدا کو میرا قیام منظور ہوگا وہاں یہ خود بیٹھ جائے گا۔

دوسرا غضبار تیسرا الجدر غار بعض کہتے ہیں کہ یہ دونوں ایک ہی کا نام ہے۔ بعض اس کے علاوہ اور بھی بتاتے ہیں۔

بکریاں حضور کے ملک میں ایک تلو بکریاں تھیں جس میں گابھن اور بچے بھی شامل تھے۔ تلو سے زیادہ ہوتیں تو اس کو ذبح کر دیتے اور پوری ایک تلور کھتے تھے۔

اسلحہ وغیرہ

سیوف تلواریں آپ کے پاس نو تھیں۔ اور ہر ایک کے نام تھے

ماثور۔ آپ کی اس تلوار کا نام تھا جو آپ کو والد سے ورثہ میں ملی تھی۔ الغضب۔ ذوالفقار قلنی۔ البشار۔ الخنف۔ الرشوب۔ الخدم۔ الغضیب۔ ذوالفقار آپ نے پیچھے حضرت علیؓ کو دیدیا تھا۔

ادرع زرہیں آپ کے پاس سات تھیں

ذات الفضول لوہے کی زرہ تھی۔ اور اس میں تلنبے یا چاندی کے چار حلقے تھے۔ اسی زرہ کو آپ نے ابی الحکم یودی کے پاس گرو رکھا تھا۔ اور اس سے تین صاع جو اپنے عیال کے لئے قرض لیا تھا۔ یہ زرہ ایک سال تک گرو رہی تھی۔ اسکے علاوہ یہ زرہیں تھیں
الوشاح۔ ذات الجواشی۔ السعدیہ۔ قضہ۔ البتر۔ الخرق

السعدیہ۔ آپ کو یہودیوں سے ملی تھی۔ اور اسکے متعلق یہ خبر تھی کہ حضرت داؤد علیہ السلام

لہ ذوالفقار بکسر فافسح قاف یہ ہمیشہ حضور کے پاس رہتی تھی بعض تلواروں کے دستہ پر بونا چاندی چڑھایا ہوا تھا ۱۲ منہ

- کی زرہ ہے واللہ اعلم
- قسی | قسی یعنی کمائیں چھ تھیں۔ الزورار۔ الروحار۔ الصفار۔ البیضا۔ الکتوم۔ الشداد۔
- جعبہ | جعبہ یعنی تیردان جس کو ترکش بھی کہتے ہیں ایک تھا جس کا نام الکا فور تھا۔
- ترس | یعنی سپرد و تھی الزلوق۔ التفیق اور ایک اور بھی تھی جس میں شکل تھی۔ اور اپنے اس پر ماتھ رکھا تو شکل محو ہو گئی۔
- راح | یعنی نیزے دو تھے المثنوی۔ المثنی۔
- حرب | یعنی چوب دست تین تھے البیضا اور ایک چھوٹا تھا الغزہ اس کو حضور اکثر ساتھ رکھتے تھے۔ چھوٹے نیزہ کی طرح تھا۔ کبھی اس کو گاڑ کر سترہ بناتے تھے کبھی اسی کو کھود کر کلوخ کے لئے ڈھیلے نکالتے تھے۔
- مغفر | خود کے قسم کی چیز تھی۔ دو الملوخ لوہے کا تھا اور ذو المبلوغ۔
- جبات | حضور کے پاس تین جبات تھے جس کو حرب کے وقت پھرتے تھے۔
- رایت | ایک سیاہ رنگ کا بڑا علم تھا جس کا نام العقاب تھا۔
- الویہ | یعنی جھنڈیاں سفید کئی تھیں۔
- قسطاط | ایک چھوٹا سا خیمہ تھا۔
- محجن | ایک ذرع یا اس سے بھی کچھ بڑا ترکش تھا۔
- ممشوق | ایک لکڑی تھی جس کا نام مشوق تھا۔
- پیالے | پیالے کئی تھے الزبایان۔ مغنیا اور ایک پیالہ تھا جس میں سفید کام تھا۔ ایک پیالہ شیشہ کا تھا۔ ایک پیالہ عیدان کا تھا۔
- رکوبہ | چمڑہ کا ایک پرانا ڈول تھا جس کا نام انصار تھا۔
- تور | پتھر کا ایک بڑا تھار تھا۔
- مخضب | ایک پرانی مشک تھی۔

قوب | ایک بڑا سا قوب تھا جس کا نام اسوہ تھا۔

ربعہ | اس میں آپ آئینہ۔ دو مقرہین۔ اور سواک رکھتے تھے۔

مشط | ایک کنگھی تھی جو غالباً مٹی دانت کی تھی۔

کحلہ | ایک سرمہ دانی تھی۔ سوتے وقت آپ اس سے سرمہ لگایا کرتے تھے۔

قصوہ | ایک بہت بڑا پیالہ تھا جس کا نام الغرار تھا۔

ان چیزوں کے علاوہ صاع اور مدیہ دونوں ناپ کے برتن تھے۔ اور قطیفہ ایک گاڑھی چادر تھی۔ اور سریر یعنی چوکی تھی جس کے پائے سیاہ لکڑی کے تھے یہ چوکی حضرت اسعد بن زرارہؓ نے ہدیہ خدمت میں پیش کی تھی۔

فرش اور تکیہ چمڑے کا تھا جس میں کھجور کی پھال بھری ہوئی تھی۔

یہ حضورؐ کے سامان و اسباب کی تقریباً مکمل فہرست ہے جن کا تذکرہ احادیث میں متفرق طور پر آتا ہے۔ لیکن طبرانی نے حضرت ابن عباسؓ سے ایک روایت نقل کی ہے۔ اور ابن قیم نے زاد المعاد میں اُس کو نقل کیا ہے۔ اس روایت میں حضرت ابن عباسؓ نے حضورؐ کے اسباب کی ایک فہرست بتائی ہے۔ وہ فہرست مختصر ہے لیکن اُس میں بعض چیزوں کا نام اس سے مختلف ہے اس لیے وہ فہرست بھی لکھ دیتا ہوں۔

سيف کا نام ...	ذوالفقار ...	حریہ کا نام ...	النبعہ ...
قوس ...	السداد ...	محجن ...	الدين ...
کنانہ ...	المجیع ...	ترس ابیض ...	الموجز ...
درع ...	ذات الفضول ...	فرس ادہم ...	الکب ...
سرج ...	الداج ...	عنزہ ...	القر ...
بغلہ ...	دُلْدُل ...	رکوبہ ...	الصادر ...
مادہ ...	قصوار ...	مقراض ...	الجامع ...

حمار	...	يعفور	مرارة ...	نام مذکور نہیں
بساط	...	الکرد	قضب شوحظ	الموت

مغفر۔ اور قضاہ دو چیز ہے۔ اور دونوں جنگ کے وقت سر پر اجاتا ہے۔ قضاہ تو خود کو کہتے ہیں۔ لیکن مغفر کی وضع اس سے جدا ہے۔ حضور کے پاس مغفر دو تھک الموش اور ذوالسوغ جس کا ذکر اوپر ہو چکا۔ لیکن غزوہ احد میں حضور نے قضاہ یعنی خود پہرا تھا۔ جو خسا و مبارک میں گڑ گیا تھا۔ اور اس سے زخم آیا تھا جیسا کہ غزوہ احد میں لکھ چکا ہوں۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور کے پاس مغفر کے علاوہ قضاہ بھی تھا واللہ اعلم

موالی رسول اللہ صلعم

زید بن حارثہؓ یہ حضور کے مشہور غلام ہیں۔ اُن سے حضور نے ام ایمن کو بیاہ دیا تھا جس سے اسامہ بن زید ہوئے۔ یہ زید بن محمد مشہور تھے غزوہ موتہ میں شہید ہوئے انکا ذکر اس کتاب میں بہت جگہ ہے۔

ابورافعؓ رسول اللہ کے مولیٰ یعنی آزاد کردہ غلام تھے۔ ابن اثیر کہتے ہیں کہ وہی قبلی ہیں۔ اور ابن حجر کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ قبلی دوسرے ہیں بعض کہتے ہیں کہ حضرت عباسؓ نے رسول اللہ کی خدمت میں اُن کو ہبہ کیا بعض کہتے ہیں کہ سعید بن العاصؓ کے وارثوں نے ہبہ کیا بعض کہتے ہیں کہ ان کا انتقال حضرت عثمانؓ سے پہلے ہوا بعض کہتے ہیں کہ حضرت علیؓ کے زمانہ میں واللہ اعلم یہی ابورافع حضرت میمونہؓ کے عقد میں سفیر تھے۔

ثوبانؓ ثوبان بن بجدہ نام کنیت ابو عبد اللہ۔ رسول اللہ کے مولیٰ اور مشہور صحابی ہیں۔ حجن کے قبیلہ حمیر سے تھے حضور نے اُن کو خریدا۔ اور آزاد کر دیا۔ اور کہا کہ تمہیں اختیار ہے کہ اپنے ملک اور اپنی قوم میں چلے جاؤ۔ یا میرے ساتھ رہو۔ یہ حضور کی خدمت میں رہے اور سفر و حضر میں برابر ساتھ رہتے تھے حضور کی وفات کے بعد مکہ اور پھر حمص چلے گئے سید میں

انتقال ہوا واللہ اعلم

ابو کبشہ سلیمؓ | مولے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ موسیٰ ابن عقبہ اور ابن اسحاق ان کو اصحاب بدر میں لکھتے ہیں۔ ابن ہشام کہتے ہیں کہ فارس کے تھے۔ اور لوگ قبیلہ دوس کا کہتے ہیں۔ سلسلہ میں جس روز حضرت عمرؓ خلیفہ ہوئے اسی روز ان کا انتقال ہوا۔ بعض کہتے ہیں کہ سلسلہ میں جس روز عروہ بن زبیر پیدا ہوئے اُس روز انتقال ہوا۔

شقرانؓ | رسول اللہ کے مشہور مولے ہیں۔ حبشی تھے۔ صراح بن عدی نام تھا۔ یا تو ان کو عبدالرحمن بن عوفؓ نے حضورؐ کی خدمت میں ہدیہ کیا تھا یا حضورؐ نے خریدا تھا۔ بدر کے بعد ان کو حضورؐ نے آزاد کر دیا۔ اصابہ میں ایک روایت ہے کہ ام ایمنؓ کے ساتھ یہ بھی حضورؐ کو ورثہ میں ملے تھے۔ وفات کے بعد یہ حضورؐ کے غسل اور دفن میں شریک تھے اور قبر میں حضورؐ کے نیچے انہوں نے قطیف بچھا دیا تھا۔ جیسا کہ ترمذی میں مروی ہے اور ہم نے وفات رسول اللہؐ میں اس کو ذکر کیا ہے۔

رباح نوینیؓ | حضورؐ کے مولے تھے۔ صحیحین میں ان کا ذکر ہے۔ ایلا کے زمانہ میں مشہور ہوا کہ حضورؐ نے ازواج مطہرات کو طلاق دیدیا۔ اور حضرت عمرؓ نے گئے تو انہیں کے ذریعہ سے اجازت چاہی تھی۔

یسار نوینیؓ | ان کا حال صحیحین میں مذکور ہے۔ حضرت انسؓ نے عربیین کا قصہ بیان کیا ہے کہ انہوں نے کس طرح تکلیف دیکر ان کو قتل کیا۔ صحیحین میں نام نہیں ہے مگر طبرانی نے سلمہ ابن الاکوعؓ سے عربیین کا قصہ روایت کیا ہے اس میں ہے کہ ان کا نام یسار تھا۔ حضورؐ کو ان کی نماز پسند آئی اس لئے آزاد کر کے لقا ح (یعنی ادنیوں) کی نگرانی پر مقرر کر دیا تھا۔ مدغمؓ | یہ حضورؐ کے حبشی غلام تھے۔ رفاعہ بن زید جذامی نے حضورؐ کو ہدیہ کیا تھا۔ وادی القریٰ میں حضورؐ کے سامنے ایک تیر لگنے سے شہید ہوئے۔ حضورؐ نے فرمایا کہ خیر کی غنیمت میں سے اس نے غلول کیا ہے اس لئے اس پر آگ دہک رہی ہے صحیحین اور موطا میں ان کا ذکر ہے۔

حضور کے آزاد کردہ نوبی غلام تھے۔ امام بخاری نے کاف کے اعراب میں کر کرہ نوبی اختلاف کا ذکر کیا ہے کہ بفتح ہے یا کسر۔ امام نووی کہتے ہیں کہ اختلاف پہلے کاف میں ہے۔ دوسرے کاف کو کسرہ ہے جزاً۔ بخاری کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ خیبر کے غلول کا قصہ انہیں کا ہے۔ اور موطا سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ مدغم کا قصہ ہی کر کرہ نوبی کو حضور کی خدمت میں ہوزہ بن علیؓ نے ہدیہ کیا تھا۔

ابن جشہ جشی تھے۔ آواز بہت اچھی تھی۔ حدی خوب پڑھتے تھے۔ بخاری۔ مسلم اور نسائی وغیرہ میں ان کا ذکر ہے۔ بلاذری نے کہا ہے کہ ان کی کنیت ابو ماریہ تھی۔ واہد بن الاسقع سے مروی ہے کہ یہ مختش تھے۔ طبرانی میں بسند ضعیف مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مختشین پر لعنت کی اور حکم دیا کہ ان کو اپنے گھروں سے نکال دو اور حضور نے ابن جشہ کو نکال دیا۔

سفینہ ابن قیم زاد المعاد میں لکھتے ہیں کہ سفینہ بن فروح حضور کا اسباب سفر میں لیکر چلتے تھے اس لیے حضور نے ان کو سفینہ کہا نام مہران تھا۔ ابو حاتم کہتے ہیں کہ رسول اللہ کے آزاد کردہ تھے اور لوگ کہتے ہیں کہ حضرت ام سلمہ کے۔ ابن حجر نے ان کے نام میں اکیس قول لکھا ہے۔ مہران۔ طہان۔ مروان۔ بخران۔ رومان۔ ذکوان۔ کیشان۔ یلمان۔ شعنہ۔ شعنہ۔ ایمن۔ مرقنہ۔ احمہ۔ احمد۔ رباح۔ مفلح۔ عیمر۔ معتب۔ قیس۔ عیسیٰ۔ ابن کثیر کہتے ہیں کہ مہران اکثر کا قول ہے بطن خلہ میں رہا کرتے تھے۔ اصلاً فارسی تھے بعضوں نے عربی کہا ہے۔ اپنا نام نہیں بتاتے تھے کہتے تھے کہ جو نام رسول اللہ نے پسند فرمایا وہی بہتر ہے۔

السہ امولے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کنیت ابو مسروح یا ابو مسرح تھی۔ عروہ۔ زہری اور ابن اسحاق سب کہتے ہیں کہ حضرت صدیق کی خلافت میں ان کا انتقال ہوا۔ لیکن داؤد بن حصین حضرت ابن عباسؓ سے روایت کرتے ہیں کہ وہ بدر میں شہید ہوئے۔ واقدی کہتے ہیں کہ یہ خبر صحیح نہیں ہے۔ وہ احد میں شریک تھے اور برابر زندہ رہے حضرت صدیق کی خلافت میں ان کا انتقال ہوا۔

افلح | مولے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم - ترمذی میں ام سلمہؓ سے مروی ہے۔ کہ میرے ایک غلام افلح کو رسول اللہؐ نے سجدہ میں زور سے سانس لیتے دیکھا تو فرمایا تراب و جھک اس لیے بعضوں نے مولے رسول اللہؐ اور مولے ام سلمہؓ کو دو افلح سمجھا ہے۔ مگر صحیح یہ ہے کہ دونوں ایک ہی ہیں افلح کی کئی روایتیں احادیث میں مروی ہے۔

ذکوان | مولے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عطار ابن اسائب نے ایک روایت بیان کی ہے لا تمل الصدقة لی ولا لاهل بیتی لیکن اس روایت میں جو مولے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہے انکے نام میں رواۃ نے بڑا اختلاف کیا ہے۔ کوئی طہمان کہتا ہے۔ کوئی ذکوان۔ کوئی ہرمز۔ کوئی میمون۔ کوئی بادام۔ کوئی کیسان۔ مگر سفیان ثوری عطار سے روایت کرتے ہیں مہران ہی قوی ہے۔

حضور کے موالی میں بعضوں نے طہمان۔ ذکوان۔ ہرمز۔ میمون۔ کیسان سب کو علیحدہ علیحدہ مختلف اشخاص سمجھا ہے مگر فی الواقع یہ نام کا اختلاف ہے۔ آدمی ایک ہی تھے واقدا ابو واقد اور ابو عیسیٰ ابیہ رسول اللہ کے آزاد کردہ غلام تھے۔ اور مختلف اشخاص تھے۔

ابو موہبہ | قبیلہ مزینہ کے تھے رسول اللہ نے ان کو خرید کر آزاد کیا۔ ان کا نام معلوم نہیں کینت ہی سے مشہور ہیں۔ مرض الموت سے ایک دن پہلے ان سے رسول اللہ نے کہا تھا کہ ہم کو خدا نے یہ اختیار دیا کہ دنیا کے مفاتیح اور خلود جنت کو قبول کریں یا لقار رب کو تو میں نے لقار رب کو قبول کیا۔

بابور خصی | مارٹیا اور سیرین کے ساتھ ان کو مقوقس نے حضور کے پاس ہدیہ بھیجا تھا۔

سندرا | مولے زینباع الجذامی۔ انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ میرے لیے کچھ وصیت کیجیے

حضور نے فرمایا کہ ہم تمہارے لیے سب مسلمانوں کو وصیت کرتے ہیں۔ یہ حضور کے بعد حضرت صدیق کے پاس آئے اور وصیت یاد دلائی۔ انہوں نے اپنی زندگی تک ان کی پرورش کی۔

پھر حضرت عمرؓ کے پاس آئے۔ اور وصیت یاد دلائی۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ تم میرے پاس رہنا

چاہو تو رہو۔ اور اگر دوسری جگہ پسند ہو تو کوہم وہاں تمہارے لیے لکھ دیں۔ انہوں نے مصر جانا پسند کیا تو حضرت عمرؓ نے عمرو بن العاصؓ کو لکھا اور اس میں رسول اللہؐ کی وصیت کا ذکر کیا انہوں نے بہت وسیع زمین اور گھر ان کے لیے مہیا کر دیا۔

حنینؓ | رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے غلام تھے۔ حضورؐ نے حضرت عباسؓ کو ہبہ کر دیا تھا۔ انہوں نے آزاد کر دیا۔ مگر یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کیا کرتے تھے۔ اور رسول اللہؐ کے وضو کا پانی صحابہ میں تقسیم کیا کرتے تھے تقسیم کرنا روک دیا تو صحابہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے شکایت کی۔ معلوم ہوا کہ وہ اس پانی کو جمع کر کے رکھتے ہیں اور وہی پانی پیاس کے وقت پیتے ہیں واللہ اعلم

عورتیں

سلی ام رافعؓ | ابو رافعؓ مولے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ ہیں۔ حضرت صفیہ بنت عبد المطلب کی مولاہ تھیں حضورؐ کی مولاہ بھی ان کو لگتے ہیں۔ اور خادم رسول اللہؐ بھی ان کو کہتے ہیں۔ ابتدا ربوت میں انہیں نے حضرت حمزہؓ کو خبر دی تھی کہ ابو جہل نے رسول اللہؐ کو سخت کہا ہے جس پر حضرت حمزہؓ نے ابو جہل کو مارا تھا۔

میمونہ بنت سعدؓ | ان سے کئی شخصوں نے روایت کیا ہے بعض مولاہ ابنی صلی اللہ علیہ وسلم کہتے ہیں۔ اور بعض خادم ابنی صلی اللہ علیہ وسلم کہتے ہیں۔ ان سے روایت ہے کہ حضورؐ سے ولد الزنا کے بارہ میں پوچھا گیا تو فرمایا لا خیر فیہ۔

نخضرہؓ | خادمہ ابنی صلی اللہ علیہ وسلم۔ ابن سعد نے سلی ام رافعؓ سے بطریق داقدی روایت کیا ہے کہتی ہیں کہ میں نے اور نخضرہؓ نے اور رضوی نے اور میمونہ بنت سعدؓ نے رسول اللہؐ کی خدمت کی۔ اور سب کو رسول اللہؐ نے آزاد کر دیا۔

رزینہؓ | صفیہ زوجہ ابنی صلی اللہ علیہ وسلم کی مولاہ ہیں اور حضورؐ کی خادمہ ہیں۔ ان کے نام میں بعضوں نے کہا ہے کہ اول زار مجہ اور ثانی زار مہل ہے۔ مگر صحیح یہ ہے کہ اول زار مہل مفتوحہ ہے اور ثانی

زادہ۔ اُن کی لڑکی امہ اللہ واسط میں تھیں وہ بھی حضور کی مولاۃ تھیں واللہ اعلم

الرعیصا ریا الغیصا [یہ ام سلیم کا نام یا لقب ہے جو حضرت انس ابن مالک کی ماں اور ابی طلحہ کی زوجہ تھیں۔ اور طحان بن خالد بن زید بن حرام کی لڑکی۔ انصار یثیں۔ اسلام سے پہلے ان کا عقد مالک بن النضر سے ہوا تھا۔ اور حضرت انسؓ جاہلیت کے ایام ہی میں پیدا ہوئے تھے اور انصار میں جو لوگ سابقین الی الاسلام تھے انہیں کے ساتھ مسلمان ہو گئے۔ اسی خبری بخیر ہو کر مالک بن النضر شام چلے گئے تھے۔ وہیں اُن کا انتقال ہو گیا۔ اس کے بعد ان سے ابی طلحہ نکاح کرنا چاہا۔ انہوں نے شرط کیا کہ مسلمان ہو جاؤ تو ہم تم سے نکاح کریں چنانچہ ابی طلحہ مسلمان ہو گئے۔ ہجرت کے وقت حضرت انسؓ کی عمر سن سال کی تھی۔ اسی وقت ان کو ام سلیمؓ کی رسول اللہؐ کی خدمت میں پیش کیا۔ رسول اللہؐ نے قبول کیا اور یہ اس وقت سے آخر تک رسول اللہؐ کی خدمت کرتے رہے صحیح میں مروی ہے کہ ام سلیمؓ نے اپنے لڑکے ابن ابی طلحہ کے مرنے پر بڑا صبر و ضبط کیا تھا اس کے بدلہ اللہ تعالیٰ نے ان کو اولاد صالح عنایت فرمائی عبد اللہ ابن ابی طلحہ جنہوں نے قرآن خوب پڑھا۔

ام سلیمؓ کے بھائی حرام بن طحان قرار صحابہ میں تھے جو بیر معونہ میں شہید ہوئے حضور ام سلیمؓ کے گھر برابر جلتے تھے۔ اور کبھی کبھی تناول بھی فرماتے تھے۔ ام سلیمؓ کی بہن یعنی حضرت انسؓ کی خالہ ام حرام بنت طحان مشہور صحابیہ ہیں حضرت عبادہ بن صامتؓ کی زوجہ اور حضرت انسؓ کی خالہ تھیں حضورؐ کی بہت خدمت کرتی تھیں حضورؐ کا پسینہ انہوں نے جمع کر کے رکھا تھا۔ اور وصیت کی تھی کہ مرنے کے بعد اس سے حنوط کیا جائے حضورؐ اکثر ان کے یہاں قیلولہ کرتے تھے۔

ام ضمیرہؓ [مولاۃ ابی سلمہ مصعب زبیری نے ذکر کیا ہے کہ ابو ضمیرہ کا گھر فنیق میں تھا ابن حجرؒ اصحاب میں ضمیرہ اور ابو ضمیرہ کے تذکرہ میں ایک روایت لکھی ہے کہ رسول اللہؐ نے ابو ضمیرہؓ کو خط لکھا تھا۔

من محمد رسول الله لا يفت
ضميرہ و اہل بیتہ ان رسول الله
(صلعم) اعتقہم
محمد رسول اللہ کی جانب سے ابی ضمیرہ اور
ان کے اہل بیت کو معلوم ہو کہ رسول اللہ نے
ان سب کو آزاد کر دیا۔

یہ عرب کے ایک ذی عزت گھر کے لوگ تھے۔ فی میں رسول اللہ کو ملے۔ رسول اللہ نے یہ خط لکھ کر
ان کو آزاد کر دیا۔ اور اختیار دیا کہ ان کا جہاں دل چاہے رہیں۔ وہ مسلمان ہو گئے۔

ابن سعد اور بلاذری نے لکھا ہے کہ اس خط کو حسین بن عبد اللہ بن ضمیرہ نے ہمدی کے
سامنے پیش کیا تھا۔ تو ہمدی نے اس کو آنکھوں پر رکھا۔ اور بقوی نے ذکر کیا ہے کہ ایک دفعہ
اس خاندان کے لوگ سفر میں تھے چوروں نے لوٹ لیا۔ لیکن جب ان لوگوں نے رسول اللہ کا
یہ خط دکھایا تو ان سب نے ان کی ساری چیزیں واپس کر دیں۔ اور پھر کچھ تعرض نہ کیا۔

مار یہ قبیلہ یہ رسول اللہ کی ام ولد ہیں۔ مقوقس نے حاطب ابن ابی بلتہ کے ساتھ ان کو
رسول اللہ کی خدمت میں بھیجا تھا۔ بلاذری کہتے ہیں کہ مار یہ کی ماں رومیہ تھیں اس لیے وہ
بہت حسین تھیں ان کو پہلے رسول اللہ نے حارث بن النعمان کے مکان میں ٹھہرایا تھا جو حضرت
عائشہ کے بڑے بھائی کے ہاں تھا۔ لیکن وہاں سے ان کو عالیہ میں وہاں منتقل کر دیا۔ جو پچھلے مشربہ
ام ابراہیم کے نام سے مشہور ہوا۔ مولاء کے لیے حجاب نہ تھا مگر ان کو حضور نے ازواج مطہرات
کی طرح حجاب میں رکھا۔ ذوالحجہ سنہ ۱۱ میں ان سے حضرت ابراہیم بن رسول اللہ پیدا ہوئے
حضور کے پانچ برس بعد عمر ستائیس میں مار یہ قبیلہ کا انتقال ہوا۔

ریحانہ بنتی ضمیرہ یا بنتی قریظہ کے سبایا میں آئی تھیں۔ مسلمان ہو گئیں۔ حضور نے ان کو حجاب میں
رکھا تھا۔ حضور سے پہلے ان کا انتقال ہو گیا۔

برکہ حبشہ حضرت ام حبیبہ کے ساتھ حبشہ سے آئی تھیں۔ انہیں نے رسول اللہ کا پیشاب پی لیا تھا۔
بریرہ ان کو بعض حضرت عائشہ کی مولاء لکھتے ہیں اور بعض رسول اللہ صلعم کی۔ بعض نے
دوسرا ہے مگر غالب یہ ہے کہ ایک ہی ہیں۔ حضرت عائشہ نے خرید کر ان کو آزاد کیا۔ رسول اللہ

کی طرف ولایت کی نسبت مجازی ہے۔

ان کے علاوہ حضورؐ کی خادمہ اور مولاء اور بھی کئی ہیں۔ رضویؒ میمونہ بنت ابی عیسیٰ
موہبہ۔ خولہ وغیرہ واللہ اعلم

خدا

غلام اور لونڈیوں کے علاوہ کچھ احرار تھے جنکے متعلق خاص حدیثیں پہنچیں۔ وہ خدام تھے۔
انس بن مالکؓ انس بن مالک بن انضر بن صفیم بن زید بن حرام بن جندب بن عامر
ابن غنم بخاری خزرجی رسول اللہؐ کے مشہور خادم ہیں۔ دس برس کے
سن سے حضورؐ کی خدمت میں رہے۔ اور حضورؐ کے ذاتی حوائج کو پورا کرتے تھے۔ اُن کی ماں ام سلیم
بنت طحان مخلص سلمان تھیں۔ رسول اللہؐ کی دادی یعنی عبدالمطلب کی ماں سلمیٰ بنت عمر کا
نسب ان کے ساتھ عامر بن غنم میں ملتا ہے۔

عبد اللہ بن مسعودؓ رسول اللہؐ کے خادم اور حضورؐ کے نعلین و مسواک کے محافظ تھے۔ یہ
بہت قدیم الاسلام ہیں سید بن زید اور فاطمہ بنت الخطاب کے ساتھ حضرت عمرؓ سے پہلے مسلمان
ہو چکے تھے۔ اُن کے والد بھی ہندلی ہیں۔ اور اُن کی ماں ام عبد بنت عبد دؤد بن سوار بھی
ہندلی کی عورت تھیں۔

عقبہ بن عامر الجہنیؓ یہ سفر میں حضورؐ کا بغل یعنی خچر چلایا کرتے تھے۔ بڑے مرتبہ کی شخص ہیں
مصر کے والی ہو گئے تھے۔ فتوح شام میں شریک تھے۔ دمشق کے فتح کی خبر حضرت عمرؓ کے پاس
یہی لائے تھے۔ صفین کی جنگ میں یہ حضرت معاویہؓ کے ساتھ تھے۔

اسام بن شریکؓ ابن عوف الاعرجی تمیمی حضورؐ کا اونٹ چلاتے تھے۔

رسول اللہؐ کے مشہور حبشی موزن اور خادم ہیں۔ وفود کے اخراجات کا سامان اُنکے
پال پاس رہتا تھا۔ اور تنقعات مقررہ کی تقسیم بھی ان کے متعلق تھی۔

سعد مولے ابی بکرؓ | حضرت ابو بکرؓ کے مملوک تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کرتے تھے۔ حضورؐ ان سے بہت خوش ہوئے اور حضرت ابو بکرؓ فرمایا کہ سعد کو آزاد کر دو۔

ابوذر غفاریؓ | مشہور کبار صحابہ سے ہیں۔ حضورؐ نے فرمایا کہ میری امت میں ابوذر کا زہد حضرت عیسیٰ کے مثل ہے۔ یہ مکہ جا کر چار آدمی کے بعد مسلمان ہو گئے تھے مگر پھر اپنی قوم میں چل گئے اور ہجرت کے بعد مدینہ میں آکر حضورؐ سے ملے۔

ایمن بن عبیدؓ | ایمن بن عبید خزرجی۔ ام ایمن کے لڑکے اور اسامہ بن زید کے سوتیلے بھائی تھے۔

ام ایمنؓ | حضورؐ کی حاضنہ۔ اور خادمہ تھیں۔ حضورؐ ماں کی طرح ان کا خیال رکھتے تھے۔ یہ حضورؐ کے طہارت اور حوائج کے متعلق خدمات انجام دیتی تھیں۔

معینؓ | ابن ابی فاطمہ الدوسی آپ کی انگوٹھی رکھتے تھے جس میں مہر تھی۔

موزنین

حضورؐ کے موزن چار تھے دو مدینہ میں ایک بلال بن رباح حبشی تھے۔ اور ایک عمرو بن ام مکتوم قرشی عامری نابینا۔ ایک قبایس سعد القرظ جو عمار بن یاسر کے موئے تھے۔ اور ابو مخدومہ اوس بن مغیرہ حمیری تھے۔ ابو مخدومہ اذان میں ترجیع کرتے تھے اور اقامت کے الفاظ کو دہراتے تھے۔ حضرت بلالؓ ترجیع نہیں کرتے تھے۔ اور اقامت میں الفاظ کو ایک مرتبہ کہتے تھے۔ امام شافعیؒ نے اذان میں ابی مخدومہ کا قاعدہ اخذ کیا۔ اور اقامت میں حضرت بلالؓ کا۔ امام ابو حنیفہؒ اور اہل عراق نے اذان میں حضرت بلالؓ کا قاعدہ لیا۔ اور اقامت میں ابی مخدومہ کا۔

ازواج مطہرات

حسن معاشرت | حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ حضورؐ نے فرمایا کہ تمہاری دنیا کی دو چیزیں ہمیں محبوب ہیں عورت اور خوشبو۔ اور میرے آنکھ کی ٹھنڈک نمازیں ہے۔ بعض طریقہ نہیں یہ الفاظ ہیں کہ تین چیزیں دو یہ اور ایک نماز۔ مگر غالباً یہ رواۃ کا تسامح ہے اس لئے کہ نماز دنیا کی چیزوں میں شمار نہیں ہو سکتی حضورؐ نے فرمایا ہے کہ تم میں وہ شخص اچھا ہے جو اپنے اہل کے لئے اچھا ہو اور میں تم سب سے زیادہ اپنے اہل کے لئے اچھا ہوں۔

حضورؐ کبھی ایک رات میں اپنی سب ازواج سے ملے تھے۔ جماع وغیرہ میں آپ کو تین مردوں کے برابر طاقت عنایت ہوئی تھی۔ اسلئے بعض باتیں آپ کے لئے مباح تھیں۔ جو امت کے لئے مباح نہیں ہیں۔ حضورؐ نے باری مقرر کر دی تھی۔ راتوں کو ازواج مطہرات پر برابر تقسیم کر دیا تھا۔ نفقہ سب کو برابر دیتے تھے۔ لیکن محبت سب کے ساتھ برابر نہ تھی۔ اس لئے فرماتے تھے کہ خداوند اوج چیز میرے اختیار میں ہے اس میں میں نے مساوی تقسیم کیا مگر جو چیز میرے اختیار کی نہیں ہے اسکے بارہ میں تو مجھ پر الزام نہ رکھو۔ اس سے مراد محبت اور جماع ہے۔

حضورؐ نے بعض ازواج کو طلاق دیا۔ رجعت کیا۔ ایک مہینہ کا موقت ایلا کیا مگر حضورؐ نے ظہار نہیں کیا۔ جن لوگوں نے کہا ہے کہ حضورؐ نے ظہار کیا ہے انہوں نے بڑی سخت غلطی کی ہے۔

حضورؐ کا سلوک اپنے ازواج کے ساتھ بہت اچھا تھا۔ اُن کے ساتھ بہت اخلاق سے

پیش آتے تھے حضرت عائشہؓ کے پاس انصار کی لڑکیوں کو جلنے کی اجازت دیتے تھے تاکہ

ان کے ساتھ کھیلیں۔ ازواج مطہرات کسی بات کی خواہش کرتیں اور شرعاً خرابی نہ ہوتی تو

اُن کی خوشی آپ پوری کرتے۔ حضرت عائشہؓ سے آپ کو بہت محبت تھی وہ پانی پیتیں تو آپ

برتن لے لیتے اور اُن کے لب کی جگہ اپنا لب مبارک رکھتے۔ وہ ہڈی سے گوشت کھاتیں تو

آپ ہڈی لے لیتے اور اُن کے منہ کی جگہ اپنا دہن مبارک رکھتے۔ اُن کے گود کو تیکہ کرتے۔

گو دین سر رکھ کر قرآن پڑھتے کبھی حضرت عائشہؓ حائضہ رہتیں اور آپ کا سر اُنکے گود میں ہوتا تاہم آپ قرآن پڑھتے۔

ایک دفعہ مسجد میں کچھ حبشی لکڑیوں سے کھیل رہے تھے۔ آپ نے خود حضرت عائشہؓ کو دیر تک دکھایا۔ وہ آپ کے مونڈھے پر سر رکھ کر دیکھتی رہیں۔

حضورؐ کا معمول تھا کہ عصر کی نماز کے بعد اپنے سب ازواج کے بیوت میں جلتے۔ اور اُنکی خیریت و حالت دریافت کرتے۔ مگر رات کو اسی کے گھر میں رہتے جس کی باری کا دن ہوتا۔

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ رات کی تقسیم میں حضورؐ کسی کو ترجیح نہیں دیتے تھے۔ اور کم ایسا ہوتا تھا کہ کسی روز آپ سب کے یہاں نہ گھومے ہوں۔

حضورؐ نے آٹھ ازواج پر راتیں تقسیم کی تھیں۔ حضورؐ کی ایک زوجہ اس تقسیم میں شریک نہ تھیں یعنی سودہ بنت زمعہ کیونکہ وہ ضعیف ہو گئی تھیں اور اپنی نوبت انہوں نے حضرت عائشہؓ کو ہیہ کر دیا تھا۔ صحیح مسلم میں عطا کا قول ہے کہ صفیہ بنت حمی باری میں شریک نہ تھیں مگر وہ صحیح نہیں ہے قاضی عیاض اور امام طحاوی نے کہا ہے کہ یہ غلط ہے عطار کے دہم کی وجہ یہ ہوئی کہ ایک دفعہ حضورؐ حضرت صفیہؓ سے ناراض ہوئے۔ صفیہؓ نے حضرت عائشہؓ سے کہا کہ اگر تم رسول اللہؐ کو مجھ سے راضی کر دو تو اپنی نوبت ہمیں ہیہ کر دوں گی۔ حضرت عائشہؓ نے منظور کیا اور حضرت صفیہؓ کے باری والے دن حضورؐ کے بغل میں جا کر بیٹھیں حضورؐ نے فرمایا کہ اے عائشہؓ! الگ رہو آج تمہارا دن نہیں ہے صفیہؓ کا دن ہے۔ حضرت عائشہؓ نے فرمایا اذک فضل اللہ یوتیہ من یشاء اس سے عطار نے سمجھا کہ عہد کے موافق صفیہؓ نے اپنی باری حضرت عائشہؓ کو ہیہ کر دی ہوگی۔ مگر یہ ایک نوبت کا ہیہ تھا کیونکہ اگر صفیہؓ کو باری میں شمار نہ کیا جائے تو آٹھ ازواج پر باری تقسیم نہ ہوگی حالانکہ اصح ترین روایات سے ثابت ہے کہ حضورؐ آٹھ ازواج پر باری تقسیم کرتے تھے۔

۱۔ یہ خدا کا فضل ہے وہ جس کو چاہتا ہے دیتا ہے ۱۲ من

حضور اپنے اہل سے کبھی اوّل شب میں ملتے کبھی آخر شب میں۔ اگر اوّل شب میں ملتے تو کبھی اسی وقت غسل کرتے۔ کبھی صرف وضو کر کے نہوتے۔ اور اگر ایک شب میں سب سے ملتے تو کبھی سب کے لئے الگ الگ غسل کرتے۔ کبھی آخر میں ایک غسل کر لیتے۔

حضور کی ازواج مطہرات نص قرآن کے موافق امہات المؤمنین ہیں۔

امہات المؤمنین اللہ تعالیٰ نے فرمایا السبی اولیٰ بالمؤمنین من انفسہم و ازواجہ امہاتہم یعنی نبی مؤمنین کیلئے اُن کے اپنے نفوس سے اولیٰ ہے اور نبی کی ازواج مؤمنین کی مائیں ہیں۔ یہ حکم حضور کے اُن تمام ازواج مطہرات کو شامل ہے جنکے ساتھ حضور نے نکاح کیا اور وہ حضور کے ماتحت رہیں۔ چاہے حضور کے پہلے ان کا انتقال ہوا ہو یا حضور کے بعد۔ یہ بھی متفق علیہ ہے کہ ان کا حکم امہات کی طرح دو باتوں میں ہے۔ ایک یہ کہ اُن کے ساتھ نکاح جائز نہیں۔ دوسریم اُن کی تعظیم و تکریم اسی طرح واجب ہے جس طرح حقیقی ماں کی بلکہ زیادہ۔ لیکن نظر اور خلوت کے بارہ میں ان کا حکم ماں کی طرح نہیں ہے۔ اللہ پاک فرماتا ہے اِذَا سَاوَلْتُمُوْهُنَّ مَتَاعًا فَاسْأَلُوْهُنَّ مِنْ وَرَآءِ حِجَابٍ ۚ مَعْنٰی جِبِ اُن سے کوئی چیز مانگو تو حجاب کے باہر سے مانگو۔ اور نہ انساب میں اس کا اعتبار ہے یعنی امہات المؤمنین کی بیٹی بہن۔ ماں۔ باپ حقیقی بہن۔ خالہ۔ نانی۔ نانا کی طرح حرام نہ ہوں گی۔ اس میں اختلاف ہے کہ وہ صرف مؤمنین کی ماں ہیں۔ یا مؤمنین و مومنات دونوں کی دوسم کی روایتیں حضرت عائشہؓ سے مروی ہیں۔ مگر سنداً یہ قوی ہے کہ حضرت عائشہؓ نے ایک عورت سے کہا کہ لست لک بائم انما انا امّ رجالکم یعنی ہم تمہاری ماں نہیں ہیں۔ تمہارے مردوں کی ماں ہیں۔

ازواج مطہرات کی تعداد میں بھی اختلاف ہے۔ مگر گیارہ امہات المؤمنین میں کسی کا اختلاف نہیں ہے۔ اُن میں دو کا حضور کے سامنے انتقال ہو گیا۔ یعنی حضرت خدیجہؓ اور زینب بنت خزیمہؓ کا اور نو حضور کے وفات کے وقت موجود تھیں۔ ان گیارہ امہات المؤمنین میں چھ قریشیہ تھیں۔ خدیجہ بنت خویلدؓ۔ عائشہ بنت ابی بکرؓ۔ حفصہ بنت عمرؓ۔ الخطابؓ۔ ام حبیبہؓ۔

بنت ابی سفیانؓ۔ ام سلمہ بنت ابی امیہؓ۔ سودہ بنت زمعہؓ۔ چار عربیہ غیر قریش۔ زینب بنت جحشؓ۔
 بنی اسد بن خزیمہ کی تھیں۔ میمونہ بنت الحارثؓ ہلایہ تھیں۔ زینب بنت خزیمہ ام المساکینؓ
 ہلایہ تھیں۔ جویریہ بنت الحارثؓ خزاعیہ مصطلقہ تھیں۔ ایک بنی اسرائیل کی عورت تھیں۔
 صفیہ بنت حی بن اخطبؓ ان کا خاندان یہود تھا۔ یہ عربیہ نہ تھیں

حضرت حفصہؓ ذرا سخت مزاج تھیں حضورؐ نے ایک دفعہ اُن کو طلاق بھی دیدیا تھا۔ مگر
 حضرت عمرؓ کے صدمہ کے خیال سے پھر رجوع کر لیا۔ حضرت سودہؓ تقسیم میں داخل نہ تھیں انہوں نے
 اپنی باری حضرت عائشہؓ کو ہیہ کر دیا تھا۔ اس میں روایتیں مختلف ہیں کہ باری ہیہ کرنیکی وجہ
 کیا ہوئی۔ زیادہ سن ہونے کی وجہ سے حضورؐ نے اُن کو طلاق دیا تھا انہوں نے رجوع کرایا۔
 یا صرف ارادہ کیا تھا۔ دیا نہ تھا۔ یا اُن کو صرف اس کا اندیشہ ہوا اس باب میں سب سے بہتر
 روایت وہ ہے جو ترمذی نے حضرت ابن عباسؓ سے بطریق حسن روایت کیا ہے۔ اور
 ابو داؤد و حاکم نے حضرت عائشہؓ سے روایت کیا ہے کہ حضرت سودہؓ کو خوف ہوا کہ حضورؐ طلاق
 دیدینگے تو انہوں نے حضورؐ سے کہا کہ طلاق نہ دیکئے مجھ کو اپنی زوجیت میں رہنے دیکئے
 میں اپنی باری عائشہؓ کو دیدیتی ہوں۔ دیساٹی وغیرہ نے اس کی تصحیح کی ہے کہ حضورؐ نے
 طلاق دیا نہیں۔

حضورؐ کو ازواج مطہرات کے حقوق کا بہت خیال تھا۔ باریوں کے تقسیم کی سختی سے
 پابندی کرتے تھے مرض الموت میں سخت تکلیف کے باوجود جب تک امکان میں تھا آپؐ
 اس کے پابند رہے۔ آخر میں جب بالکل مجبوری ہو گئی تو تمام ازواج مطہرات سے اجازت
 لینے کے بعد حضرت عائشہؓ کے گھر ایک سو موار سے دوسرے سو موار تک آپؐ کا قیام رہا۔
 امہات المؤمنین کے عقد کی ترتیب میں بھی اختلاف ہے۔ اس پر سب کا اتفاق ہے کہ
 سب سے پہلے حضورؐ نے حضرت خدیجہؓ سے عقد کیا۔ اور جب تک وہ زندہ رہیں آپؐ نے
 اور کسی سے عقد نہ کیا۔ لیکن اُن کے بعد اختلاف ہے۔ یونس نے زہری سے یہ ترتیب روایت

کی ہر کہ حضرت خدیجہؓ کے بعد حضرت سودہؓ پھر عائشہؓ پھر حفصہؓ پھر ام سلمہؓ پھر ام حبیبہؓ پھر بنت جحشؓ
 پھر ام المساکینؓ پھر میمونہؓ پھر جویریہؓ پھر صفیہؓ اور عقیل کی روایت زہری سے ہے کہ حضرت
 خدیجہؓ کے بعد حضرت سودہؓ پھر عائشہؓ پھر ام حبیبہؓ پھر حفصہؓ پھر ام سلمہؓ پھر بنت جحشؓ پھر جویریہؓ
 پھر میمونہؓ پھر صفیہؓ پھر ام المساکینؓ۔

خدیجہ بنت خویلد

ام المؤمنین | خدیجہ بنت خویلد بن اسد بن عبد العزی بن قصی قرشیہ اسدیہ۔ ان کا خاندان
 مکہ میں معزز اور دولت مند تھا۔ دارالندوہ انہیں کا تھا۔ بیزنی اسد مشہور کو تھا جو اہل مکہ کے
 پانی کا ذریعہ تھا۔ خود حضرت خدیجہؓ کی ذاتی تجارت تھی اور اچھی تھی۔ ان کا مفصل حال ابتداء
 کتاب میں لکھ چکا ہوں۔ اس میں اختلاف ہے کہ حضورؐ سے نکاح کے وقت ان کا ولی کون تھا
 بعض کہتے ہیں کہ اُن کے والد خویلد بن اسد نے خود ان کا نکاح حضورؐ سے کیا بعض کہتے ہیں
 کہ ان کے بھائی عمرو بن خویلد نے اور بعض کہتے ہیں کہ ان کے چچا عمرو بن اسد نے۔ واقعہ یہ
 آخر قول کو ترجیح دی ہے۔ اور سبلی نے اسی کو اصح کہا ہے۔ کیونکہ خویلد بن اسد اس سے
 پہلے ہی مر چکے تھے۔

صحیحین میں مردی ہے کہ خدائے اُن کو حضرت جبریل کی معرفت سلام کھلا بھیجا۔ یہ مرتبہ
 امہات المؤمنین میں سے اور کسی کو حاصل نہ ہوا۔ ابن اثیر اور امام ذہبی نے ذکر کیا ہے کہ اس پر
 اجماع ہے کہ خدا کی مخلوق میں رسول اللہؐ پر سب سے پہلے یہ ایمان لائیں۔ اس سے پہلے ثعلبی اور
 ابن عبد البر نے بھی اس اجماع کا ذکر کیا ہے علماء نے اس میں اختلاف کیا ہے کہ حضرت خدیجہؓ
 حضرت فاطمہؓ اور حضرت عائشہؓ میں سے کون افضل ہے مگر صحیح یہ ہے کہ جہات مختلف ہیں۔ ابتداء
 میں جبکہ رسول اللہؐ کا کوئی معاون نہ تھا۔ حضرت خدیجہؓ کی ذات۔ اُن کا مال۔ اُن کا مشورہ۔
 رسول اللہؐ کے لئے وقف تھا۔ یہی حضورؐ کی وزیر اور ہی مشیر تھیں جب ہر طرف مخالفت کا

طوفان تھا تو صرف انکی ذات حضور کے تسکین کا باعث تھی۔ اس خصوصیت میں کوئی فرد انکا مقابلہ نہیں کر سکتا۔ حضرت فاطمہؓ رسول اللہؐ کی بیٹی اور جگر پارہ تھیں یہ فضیلت نہ حضرت خدیجہؓ کو حاصل تھی نہ حضرت عائشہؓ کو۔ حضرت عائشہؓ کا علمی تفوق۔ حقائق شریعت کا وسیع علم! در رسول خدا کی ان کے ساتھ بے انتہا محبت ایسی چیزیں ہیں جن میں ان کو سب پر تفوق حاصل ہے۔

جب حضرت خدیجہؓ عقد ہوا تو رسول اللہؐ کی عمر پچیس سال کی تھی۔ اور حضرت خدیجہؓ کی چالیس سال کی۔ انتقال کے وقت ان کی عمر پینسٹھ سال کی ہو گئی تھی۔ اور رسول اللہؐ کی پچاس سال کی۔ مگر جب تک یہ زندہ رہیں حضورؐ نے اور کسی سے عقد نہ کیا۔ انتقال کے بعد حضورؐ نے ان کو حجون میں دفن کیا۔ قبر میں خود داخل کیا۔ صلوٰۃ جنازہ اس وقت تک شروع نہیں ہوئی تھی

سودہ بنت زموہ

ام المؤمنین سودہ بنت زموہ قرشیہ۔ جنہوں نے اپنی باری کا دن حضرت عائشہؓ کو ہبہ کر دیا تھا۔ ان کی ماں کا نام سموس بنت قیس بن عمرو بن زید انصاریہ۔ مدینہ کی عورت تھیں بنی عدی بن النجار کی۔ رسول اللہؐ کے دادا خواجہ عبد المطلب کی ماں سلی بھی بنجار تھیں اور یہ سموس سلی کی بھتیجی تھیں۔ کیونکہ قیس بن عمرو یعنی سموس کے باپ سلی مذکور کے بھائی تھے اور خواجہ عبد المطلب کے اموں۔ سلی کا نسب ہے سلی بنت عمرو بن زید۔

حضرت سودہؓ کی پہلی شادی۔ سکران بن عمرو سے ہوئی تھی۔ سکرانؓ حضرت سودہؓ کے شوہر اور زموہ حضرت سودہؓ کے باپ دونوں چچا زاد بھائی تھے۔ قیس بن عبد شمس بن عبد ود اور عمرو بن عبد شمس بن عبد ود۔ دونوں بھائی تھے۔ قیس کے لڑکے زموہ حضرت سودہؓ کے باپ تھے اور عمرو کے لڑکے سکران ہیں۔ سکران کے کئی بھائی مشاہیر صحابہ سے ہیں۔ سہیل بن عمرو جبکہ ذکر عمرہ حدیبیہ میں۔ اور عمرہ القضاء میں ہوا ہے انہیں کے بھائی تھے۔ سیسط بن عمرو جو حضورؐ کے ایک قاصد تھے انہیں کے بھائی تھے۔ سہل بن عمرو۔ اور حاطب بن عمرو بھی ان کے بھائی تھے۔

حضرت عمرؓ برابر حضورؐ کے سامنے پردہ کی تحریک کیا کرتے تھے۔ مگر چونکہ کوئی حکم اس بارہ میں خدا کی طرف سے نہ آیا تھا آپ ساکت تھے مکانوں کے اندر اس وقت بیت الخلاء تھا بلکہ عرب اس کو بُرا سمجھتے تھے۔ حضرت عائشہؓ نے افک کی روایت میں اس کو تفصیلاً بیان کیا ہے۔ ہر وقت عورتیں بھی حاجت ضروری کے لئے شب کے وقت میدان جایا کرتی تھیں۔ چونکہ حضرت سودہؓ جسم اور بلند قامت تھیں مجمع میں بھی پہچانی جاتی تھیں۔ ایک روز شب کے وقت یہ جا رہی تھیں حضرت عمرؓ نے دیکھ لیا۔ اور آواز دی کہ ”سودہ ہم نے تم کو پہچان لیا“ ان کو اس سے بڑا رنج ہوا۔ لوٹ کر آئیں تو حضورؐ سے شکایت کی اس کے بعد حجاب کی آیت نازل ہوئی۔ یہ بخاری میں ہے۔ آیت حجاب کے نزول کا حال صحاح میں بالتفصیل موجود ہے۔ یہ حکم حضرت زینبؓ کے عقد کے وقت نازل ہوا۔ مگر ممکن ہے کہ حضرت سودہؓ کا یہ قصہ بھی انہیں ایام کا ہو لیکن آگے معلوم ہو گا کہ حجاب کا حکم نازل ہونے کے بعد بھی عرصہ تک عورتوں کو میدان جانے کی اجازت تھی کیونکہ مکانوں میں بیت الخلاء تھا بیت الخلاء کے بہت بعد مکانوں میں بنایا گیا۔

حضرت سودہؓ اور سرانِ قدیم الاسلام ہیں۔ حضرت سودہؓ بیوہ ہو گئیں اور ام المومنین خدیجہ بنت خویلد کا بھی انتقال ہو گیا تھا۔ اور حضورؐ مغموم تھے تو خولہ بنت حکیم نے حضورؐ سے اجازت لیکر نسبت کی۔ اور ان کے باپ سے بات پختہ کر کے نکاح کر دیا۔ گو اس میں اختلاف ہے کہ حضرت خدیجہؓ کے بعد حضورؐ نے پہلے عقد ان سے کیا۔ یا حضرت عائشہؓ سے۔ مگر اس میں کسی کو خلاف نہیں ہے کہ زفاف پہلے ان سے ہوا واللہ اعلم

حضرت سودہؓ کے وفات کی روایتیں بہت متضاد ہیں۔ واقعہ یہ ہے کہ اس کو ترجیح دی ہے کہ ان کا مدینہ میں ۳۵ھ کے شوال میں انتقال ہوا معاویہؓ کے ایام خلافت میں۔ ابن حجرؒ ۵۵ھ کہتے ہیں۔ بخاری نے اپنے تاریخ میں اسد صحیح روایت کیا کہ حضرت عمرؓ کے ایام خلافت میں ان کا انتقال ہوا۔ اور امام ذہبیؒ جزا بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمرؓ کے آخری ایام میں ان کا انتقال ہوا حضرت عمرؓ کی شہادت آخر ذی الحجہ ۳۵ھ میں ہوئی۔ اس لئے حضرت سودہؓ کا انتقال

اُس سے بھی پہلے ہوا ہو گا واللہ اعلم

عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا

ام المؤمنین عائشہ بنت صدیقؓ۔ محبوبہ رسول خداؐ جنکی برارت میں آسمان سے وحی نازل ہوئی یہ چھ برس کی تھیں جب حضورؐ نے سوال کے مہینہ اُن سے عقد کیا۔ اور سلسلہ ہجری میں سوال ہی کے مہینہ اُن سے زفاف ہوا۔ اس وقت اُن کی عمر نو برس کی تھی۔ نو برس حضورؐ کے صحبت میں رہیں۔ اور جب حضورؐ نے انتقال کیا تو اُن کی عمر اٹھارہ برس کی تھی (صحیح مسلم) حضورؐ نے مرض الموت میں فرمایا کہ مخلوق میں ہم کو سب سے زیادہ محبوب عائشہؓ ہیں حضورؐ نے اُن کے سوا کسی باکرہ سے عقد نہیں کیا۔ خود فرماتی ہیں کہ حضورؐ میرے ساتھ لحاف میں تھے اور آپؐ پر وحی آئی۔ اور کسی زوجہ کے ساتھ ایسا نہیں ہوا۔ اور فرماتی ہیں کہ حضورؐ نے میرے ساتھ ایک برتن میں غسل کیا اور کسی زوجہ کے ساتھ ایسا نہیں کیا۔ علم اور سمجھ میں اور رموز شریعت واقفیت میں تمام امہات المؤمنین بلکہ اس اُمت کی تمام عورتوں سے علی الاطلاق بڑھی ہوئی تھیں۔ اکابر اصحاب رسول اللہؐ مشکل ترین مسائل میں اُن کی طرف رجوع کرتے تھے۔ اور اُن سے فتویٰ لیتے تھے۔ ترمذی میں حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ سے مروی ہے کہتے ہیں کہ اصحاب رسول اللہؐ کو جب کسی بات میں دقت پیش آتی اور حضرت عائشہؓ کی طرف رجوع کرتے تو اُن کے پاس ضرور اس کے متعلق معلومات ہوتے تھے فقیہہ۔ عالمہ فصیحہ تھیں۔ ایام عرب کے حالات اور جاہلیت کے اشعار سے خوب واقف تھیں۔

معلوم ہو چکا ہے کہ حضرت سودہؓ نے اپنی باری کا دن حضرت عائشہؓ کو ہبہ کر دیا تھا اسلئے باری کی تقسیم میں حضورؐ اُن کے لئے دو دن رکھتے تھے اور تمام ازواج مطہرات کیلئے ایک ایک دن۔ خود فرماتی ہیں کہ حضورؐ کا انتقال میرے گھر میں۔ میرے باری کے دن۔ میری ٹھڈی اور گردن کے درمیان ہوا۔ اور انہیں کے حجرہ میں حضورؐ مدفون بھی ہوئے۔

حضرت عروہ سے مروی ہے کہ حضرت عائشہؓ کا انتقال ۵۷ھ میں ہوا۔ تقریب میں اسی کو صحیح کہا ہے اور واقعہ یہی کہتے ہیں ۵۷ھ میں ۱۷۔ رمضان منگل کے دن۔ یہی اکثر کا قول ہے۔ اور شامی نے اسی کو صحیح کہا ہے۔ حضرت عائشہؓ کی عمر ۶۶ سال کی ہوئی۔ یہ وفات کے پہلے قول کے بنا پر صحیح ہوتا ہے کیونکہ ولادت سلمہ بعثت میں ہوئی تھی۔ دوسرے قول کے بنا پر بھی صحیح ہو سکتا ہے اگر سنہ ولادت یا سنہ وفات کو نہ جوڑیں۔

حضرت عائشہؓ کا انتقال معاویہ ابن ابی سفیان کے ایام خلافت میں ہوا۔ اس وقت مدینہ کا حاکم مروان تھا۔ لیکن جنازہ کی نماز حضرت ابی ہریرہؓ نے پڑھائی۔ اور حضرت عائشہؓ کی وصیت کے موافق شب کے وقت بقیع میں دفن کیا گیا۔ قبر میں داخل ہوئے قاسم بن محمد عبداللہ بن عبدالرحمن۔ عبداللہ بن ابی عقیق۔ عروہ بن الزبیر۔ اور عبداللہ بن الزبیر۔ ابی عقیق محمد بن عبدالرحمن بن ابی بکر کو کہتے تھے۔

حضرت ابو بکر صدیقؓ کی ایک زوجہ ام رومان تھیں ان سے حضرت عائشہؓ اور عبدالرحمن ہوئے ایک زوجہ قیل یا قتیلہ ان سے عبداللہ بن ابی بکرؓ اور اسماء بنت ابی بکرؓ۔ ایک زوجہ اسماء بنت ابی عقیق ان سے محمد بن ابی بکرؓ۔ عبدالرحمن بن ابی بکرؓ کے لڑکے عبداللہ اور محمد بن ابی بکرؓ ہی محمد بن عبدالرحمن ابی عقیق کے جاتے تھے ان کے لڑکے عبداللہ بن ابی عقیق تھے۔ اسماء بنت ابی بکرؓ کی شادی زبیر بن العوام بن خویلد سے ہوئی۔ یعنی ام المومنین حضرت خدیجہؓ کے بھائی کے لڑکے سے ان کے لڑکے عبداللہ بن زبیرؓ۔ عروہ بن زبیرؓ اور منذر بن زبیرؓ سب حضرت عائشہؓ کی سوتیلی بہن کے لڑکے ہیں۔ عبداللہ بن زبیرؓ تو مشاہیر اسلام سے ہیں اور خلیفہ تسلیم کئے گئے تھے۔ عروہ حدیث کے مشہور رواۃ سے ہیں۔ حضرت عائشہؓ کی اکثر حدیثیں ان کے واسطے سے مروی

۱۷۔ حضرت ابو بکرؓ کی ایک زوجہ حبیبہ بنت خارجہ تھیں تو طایں روایت ہے کہ ان کو حاملہ چھوڑ کر حضرت صدیقؓ نے انتقال کیا ان کے انتقال کے بعد لڑکی پیدا ہوئی جنکا نام ام کلثوم تھا۔ ابن سکس اور ابن منذر نے ام کلثوم کو صحابہ میں شمار کیا ہے کیونکہ ان کی بعض روایتیں بلا واسطہ بنی مسلم سے مروی ہیں۔ مگر وہ صحیح نہیں ہے جیسا کہ موطا کی روایت سے معلوم ہوا۔ اور وہ روایتیں مرسل ہیں واللہ اعلم ۱۲ منہ

ہیں۔ حضرت عائشہؓ اور حضرت علیؓ میں پیچھے بڑی جنگ ہوئی جو جنگ جمل کے نام سے مشہور ہے۔ اُس میں حضرت عائشہؓ کی طرف اصل ہیر وہی عبداللہ بن زبیر تھے۔ انہوں نے حضرت عائشہؓ کی روایت کے موافق بیت اللہ کو نئے سرے سے بنیاد ابراہمی پر تعمیر کیا تھا مگر بنی امیہ نے رہنے نہ دیا۔

اسمار بنت عیسیٰ سے محمد بن ابی بکرؓ ہوئے مشہور سپہ سالار ہیں۔ حضرت عثمانؓ کے خلاف مصریوں نے بغاوت کی تو یہ اُن کے سردار تھے جنگ صفین میں یہ حضرت علیؓ کے طرفدار تھے اُن کے لڑکے قاسم بن محمد ہیں۔ وہ بھی زبردست شخصیت کے آدمی تھے۔ یہ سب حضرت عائشہؓ کو بھتیجے اور بھانجے ہیں۔ ایک عبداللہ بن ابی عقیق اُن کے بھائی کے پوتے تھے واللہ اعلم

حفصہ بنت عمر رضی اللہ عنہما

ام المومنین حفصہؓ حضرت عمر بن الخطابؓ کی صاحبزادی تھیں۔ ان کی ماں زینب بنت جحش بھی بہت مشہور اور معزز صحابیہ تھیں۔ بعثت سے پانچ برس پہلے پیدا ہوئیں جب قریش کعبہ کی تعمیر کر رہے تھے۔ اُن کی پہلی شادی خنیس بن حذافہؓ اسمی سے ہوئی تھی۔ وہ طے اختلاف الروایات غزوہ بدر یا غزوہ احد میں زخم لگنے کی وجہ سے شہید ہوئے تب ستھنہ ہجری میں حضورؐ نے اُن سے عقد کیا۔

حضرت حفصہؓ کے مزاج میں تندہی اور سختی تھی۔ ابوداؤد میں حضرت عائشہؓ کی روایت ہے

۱۔ حضرت عمر بن الخطابؓ عدوی تھے عدی بن کعب کی اولاد اور اُن کی ماں بنی مغیرہ مخزومی تھیں نام غنمہ بنت اشم بن المغیرہ تھا۔ اشم ذرہمیں اُن کے نانا تھے بعضوں نے غنمہ بنت ہشام بن المغیرہ لکھا ہے مگر یہ صحیح نہیں ہے ہشام ابو جمل کا باپ تھا وہ حضرت عمرؓ کا نانا نہیں ہے۔ اُن کے نانا ابو جمل اور خالد بن ولید اور ام المومنین ام سلمہؓ کے چچا تھے۔ حضرت عمرؓ کی ماں غنمہ حضرت ام سلمہؓ کی چچا زاد بہن تھیں واللہ اعلم ۱۲ منہ

۲۔ خنیس بن حذافہؓ معمر مضموم و بعدہ ذرہ مفتوح بعدہ عثمانیہ ساکن دین مہملہ ۱۲ منہ

۳۔ حذافہ بن غنم مہملہ بعدہ ذال معمر بعدہ الف بعدہ فامہ ۱۲ منہ

کہ انہوں نے اُن کے متعلق فرمایا انہا ائینہ ایہا یعنی وہ اپنے باپ کی بیٹی ہیں۔ حضرت عمرؓ بھی تند مزاج مشہور تھے۔ اور حضورؐ نے بھی فرمایا ہے کہ عمرؓ سے شیطان بھاگتا ہے۔

حضرت حفصہؓ کو ایک مرتبہ حضورؐ نے ایک طلاق دیدیا تھا۔ تو اُن کے دو ماموں۔ قدامہ بن مظعون اور عثمان بن مظعون روتے ہوئے حضورؐ کے پاس آئے۔ اور حضرت عمرؓ نے سنا تو اپنے سر پر مٹی ڈال لی۔ آخر حضرت جبریلؑ نے حضورؐ سے کہا کہ حفصہؓ سے رجوع کر لیجئے وہ بہت روزہ رکھنے والی اور نماز پڑھنے والی ہیں بعض روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ حضورؐ نے طلاق دیا تو جبریلؑ نے کہا کہ عمرؓ پر رحم کر کے رجعت کر لیجئے۔ دوسری دفعہ پھر طلاق دینا چاہا تو حضرت جبریلؑ نے کہا لا تطلقھا انہا صوامۃ قوامۃ ایک دفعہ ایلا کے ایام میں حضرت عمرؓ حضرت حفصہؓ کے پاس گئے تو وہ رو رہی تھیں۔ حضرت عمرؓ نے کہا کہ کیا رسول اللہؐ نے پھر طلاق دیدیا ہے۔ ایک دفعہ تو حضورؐ نے میری وجہ سے رجعت کی ہے۔ اب اگر حضورؐ نے طلاق دیا تو ہم تجھ سے بات نہ کریں گے۔

سکنہ کے شعبان میں ان کا انتقال مدینہ میں ہوا۔ مروان بن الحکم مدینہ کا حاکم تھا اسی نے جنازہ کی نماز پڑھائی۔ اور معاویہؓ کی خلافت کا زمانہ تھا۔ حضورؐ سے دوڑ تک مروانؓ نے سر پر بھی اکٹھایا پھر حضرت ابو ہریرہؓ قبر تک لے گئے۔ اور قبر میں ان لوگوں نے اتارا۔ اُن کے دو بھائی حضرت عبداللہ بن عمرؓ اور عاصمؓ عبداللہ بن عمرؓ کے لڑکے سالم۔ عبداللہ۔ اور حمزہ۔ ان کے اہل میں سے سات آدمی غزوہ بدر میں شریک تھے۔ حضرت عمرؓ ان کے والد۔ اور حضرت زید بن الخطابؓ ان کے چچا۔ ان کے شوہر خنیس بن حذافہ۔ ان کے تین ماموں عثمان بن مظعون۔ عبداللہ بن مظعون۔ قدامہ بن مظعون۔ اور ان کے ماموں کے لڑکے سائب بن عثمان۔

۱۵ حضرت عمرؓ کی مشہور ازواج اور اولاد کی تفصیل یہ ہے ایک زوجہ زینب بنت مظعون تھیں اُن سے حضرت حفصہؓ حضرت عبداللہ بن عمرؓ اور حضرت ام عبداللہ بنت بھائی ہیں تو یقینی ہوئے اور اغلب یہ ہے کہ عبدالرحمن اکبرؓ بھی انہیں سے ہوئے اور عبید اللہ بن عمرؓ کی نسبت بھی یہی قرینہ ہے۔ ایسا یا نہیہ حضرت عمرؓ کی

زینب بنت خزیمہ رضی اللہ عنہا

ام المومنین زینب بنت خزیمہ بن الحارث ہلالیہ بنی بکر بن صوازن سے تھیں۔ انکا اور
ام المومنین میمونہ کاتب ہلال بن عامر بن صعصعہ میں ملتا ہے۔ یہ اسلام سے پہلے ہی ام المساکین
نام سے مشہور ہو گئی تھیں۔ کیونکہ مساکین کو کھانا کھلایا کرتی تھیں۔ ابن شہاب زہری کا
قول ہے کہ یہ حضور سے پہلے عبداللہ بن جحش کے نکاح میں تھیں۔ اور یہی صحیح ہے۔ وہ غزوہ احد
میں شہید ہوئے۔ اور کفار نے ان کو مثلہ کیا۔ اس جیسی تکلیف حضرت زینب کو ہوئی ہوگی ظاہر ہے
عبداللہ بن جحش حضور کی بھوپھی امیمہ بنت عبدالمطلب کے لڑکے تھے اور زینب بنت جحش
انہیں کی بہن تھیں جنکو حضور نے زید بن حارثہ کے ساتھ بیاہ دیا تھا مگر زن و شو کے

بقیہ صفحہ ۵۷۴

ام ولد ہیں عبدالرحمن واسطہ جنکو محمد کہتے تھے ان کے لڑکے ہیں۔ انہیں کوغیر کی حد لگی تھی۔ نکیتہ ایک زوجہ تھیں
ان سے زینب۔ اور عبدالرحمن اصغر ہوئے اصغر کی کنیت ابولہی تھی۔ ان کو مجبر کہتے تھے۔ لڑکپن میں بڑی بوٹ
گئی تھی لوگوں نے حضرت حفصہ سے کہا کہ یہ تمہارے بھائی کستر ہیں انہوں نے کہا کستر نہیں مجیز ہیں۔ اس لئے مجیز
مشہور ہو گئے۔ جمیلہ بنت ثابت مشہور ہیں ان سے حضرت عمر نے عقد کیا عامر پیدا ہوئے پھر طلاق دیدیا
تو زید بن حارثہ نے ان سے عقد کر لیا۔ ام کلثوم حضرت علیؓ کی لڑکی امام حسنؓ اور امام حسینؓ کی بہن ان سے
جب حضرت عمرؓ نے عقد کیا تو بڑی خوشی منائی۔ بڑا ولیمہ کیا چالیس ہزار مسروا۔ زید بن عمر اکبر اور رقیہؓ ان کے
اولاد ہوئی حضرت عمرؓ کے بعد عون بن جعفر اور پھر عبداللہ بن جعفر ام کلثوم کا عقد ہوا۔ عائشہ بنت زید بن عمر
بن نفیل حضرت سجد بن زید کی بہن پہلے عبداللہ بن ابی بکر کی زوجہ تھیں۔ ان کے بعد حضرت عمرؓ نے ان سے
عقد کیا۔ قائلہ بنت الولید خالد بن الولید کی بہن حارث بن ہشام کی زوجہ تھیں۔ حارث کے بعد حضرت
عمرؓ نے ان سے عقد کیا۔ معلوم نہیں کہ ان دو سے کوئی اولاد ہوئی یا نہیں۔ زید بن عمر اصغر صفیہ بنت عمر
جمیلہ بنت عمر کے نسبت معلوم نہ ہو سکا کہ ان کی ماں کون ہیں حضرت عمرؓ کے ایک مشہور لڑکے عبید اللہ بن عمرؓ
ہیں جنہوں نے ہرمزان کو اس شبہ میں قتل کر دیا تھا کہ وہ ابو لؤلؤ قاتل عمرؓ سے خوش تھا۔ ان کے ماں کا
نام بھی ٹھیک معلوم نہیں مگر قرآن میں ہے کہ یہ بھی حضرت زینبؓ کے لڑکے اور حضرت حفصہؓ کے حقیقی بھائی تھے

واللہ اعلم

تعلقات اچھے نہ تھے۔ انحضرتؐ بعد اشد بن جحش کی شہادت کے بعد اسی سال یعنی ۳۳ھ میں ام المہاجرین سے حضورؐ نے خود عقد کر لیا۔

محل تاقل یہ ہے کہ عدت و فوات چار مہینہ دس روز ہے۔ لیکن غزوہ اُحد شوال کے مہینہ میں ہوا۔ اسلئے ۳۳ھ میں غزوہ اُحد کے بعد عدت پوری نہیں ہو سکتی۔ تو آپؐ نے ۳۳ھ میں عقد کیسے کیا۔ علامہ زرقانی کہتے ہیں کہ شاید حمل ہوا اور وضع حمل سے عدت پوری ہو گئی ہو۔

ام المہاجرین حضورؐ کے پاس دو تین مہینہ رہیں۔ اور ۳۳ھ میں حضورؐ کے سامنے اُن کا انتقال ہو گیا۔ حضورؐ نے اُن کے جنازہ کی نماز پڑھی اور بقیع میں دفن کیا۔ اُنکی عمر تیس برس یا اس کے قریب تھی۔

ام سلمہ بنت ابی امیہ رضی اللہ عنہا

ام المؤمنین ام سلمہؓ کا نام عند الاکثر ہند ہے بعضوں نے رملہ کہا ہے۔ مگر ابن اثیر کہتے ہیں کہ ہولیس لشیٰ یہ ابی امیہ بن المغیرہ بن عبد اللہ بن عمرو بن الخزوم کی صاحبزادی تھیں۔ ابو امیہ کے نام میں اختلاف ہے اسی کنیت سے مشہور تھے۔ یہ قریش کے بڑے ذی رتبہ شخص تھے جو دو سخاں اُن کی شہرت تھی۔ بڑے شہسوار تھے۔ اور اُن کا لقب زاد الرکب تھا۔ اسلئے کہ سفر میں جو سوار اُن کے ساتھ ہوتے تھے۔ اُن کے کھانے کی کفالت یہ اپنے ذمہ لیتے تھے۔

ابو جہل کا باپ ہشام۔ حضرت عمر بن الخطابؓ کے نانا ہاشم ذورحمین۔ خالد بن الولیدؓ کے باپ ولید بن المغیرہ اور ابو حذیفہ مخزومیؓ جس کی جاریہ عمار بن یاسرؓ کی ماں تھیں۔ عیناش ابن ابی ربیعہ کے باپ ابی ربیعہ بن المغیرہ۔ فاکھ جو ہند بنت عتبہ کا ابوسفیان کے پہلے شوہر تھا۔ حصص جس کے لڑکے ابو عمرو کو رسول اللہؐ نے حضرت علیؓ کے ساتھ میں بھیجا تھا۔ عبد شمس جس کے لڑکے ولید نے ابو جہل کی لڑکی اسماء سے بیاہ کیا تھا۔ یہ سب مغیرہ مخزومی کے لڑکے۔ ابی امیہ کے

بھائی۔ اور حضرت ام سلمہؓ کے چچا تھے۔ اور عمرو بن العاصؓ کی ماں ام حارثہ بنت ہشام حضرت عمر بن الخطابؓ کی ماں خنتمہ بنت ہاشم۔ حضرت ام سلمہؓ کی چچا زاد بہن تھیں۔ خالد بن الولیدؓ و لید بن ولیدؓ۔ عیماش بن ابی ربیعہؓ۔ سلمہ بن ہشامؓ۔ ابو جہل بن ہشامؓ۔ خالد بن ہشامؓ۔ حارث بن ہشامؓ۔ سب اُن کے چچا زاد بھائی تھے۔

ابو امیہؓ سے رسول اللہؐ کی پھوپھی عاتکہ بنت عبد المطلبؓ بیاہی ہوئی تھیں اور عبد اللہؐ ابن ابی امیہؓ۔ ام زہیرہؓ اور قریبہؓ ان کی اولاد میں تھیں لیکن حضرت ام سلمہؓ کی ماں یہ عاتکہؓ نہ تھیں اصحاب سیر بالاتفاق کہتے ہیں کہ ام سلمہؓ کی ماں عاتکہ بنت عامر بن ربیعہ بن مالک الکنازہ تھیں یہاں پر صاحب روضۃ الاجاب کو نام کی وجہ سے دھوکہ ہو گیا ہے۔

حضرت ام سلمہؓ کی شادی عبد اللہ بن عبد الاسد بن ہلال بن عبد اللہ بن عمرو بن مخزوم مخزومی سے ہوئی تھی۔ انہیں کی کنیت ابو سلمہؓ ہے نسب سے ظاہر ہے کہ ہلال اور مخزوم دونوں بھائی تھے۔ ہلال مخزومی کے پوتے ابو سلمہؓ ہیں۔ اور مغیرہ مخزومی کی پوتی ام سلمہؓ ہیں۔ ابو سلمہؓ کے باپ عبد الاسد مخزومی رسول اللہؐ کے پھوپھا تھے۔ اُن سے حضورؐ کی پھوپھی برہ بنت عبد المطلبؓ بیاہی ہوئی تھیں۔ اور انہیں کے لڑکے ابو سلمہؓ ہیں۔ اسی لئے خواجہ ابو طالبؓ۔ خواجہ عبد اللہؓ۔ حضرت حمزہؓ اور حضرت عباسؓ ابو سلمہؓ کے ماموں تھے۔

یہ دونوں زن و شوہر بہت قدیم الاسلام ہیں۔ ابن اثیر لکھتے ہیں کہ ابو عبیدہ بن الحارثؓ ابو سلمہؓ بن عبد الاسد۔ ارقم بن ابی ارقم۔ عثمان بن مظعونؓ۔ سب ایک ساتھ مسلمان ہوئے اُن کے بعد عبد اللہ بن مسعودؓ۔ اور سعید بن زیدؓ وغیرہ نے اسلام قبول کیا۔

جب بنی مخزوم سابقین اولین کو سخت اذیت دے رہے تھے اس وقت ابو سلمہؓ بھاگ کر ابو طالبؓ کے پناہ میں آگئے تھے۔ بنی مخزوم نے کہا کہ اے ابو طالبؓ تم اپنے بھائی کے لڑکے کی حمایت تو کر ہی رہے تھے۔ اب ہمارے بھائی کے لڑکے کو بھی ہمارے سپرد نہیں کر دو خواجہ ابو طالبؓ نے کہا کہ میں جن مصائب سے ہم اپنے بھائی کے لڑکے کو بچاتے ہیں۔ اُس سے

اپنی بہن کے لڑکے کو بھی بچاتے ہیں۔

ابن اسحاق کہتے ہیں کہ ابو سلمہ پہلے شخص ہیں جنہوں نے اپنی بی بی کے ساتھ حبشہ ہجرت کی اور ابو نعیم کہتے ہیں کہ ابو سلمہ قریش میں سب سے پہلے شخص ہیں جنہوں نے مدینہ ہجرت کی۔

ان کے ہجرت کا واقعہ بھی درناک ہے۔ ان کے لڑکے سلمہ حبشہ میں پیدا ہوئے تھے۔

اس کے بعد یہ مکہ لوٹ آئے۔ مگر مکہ میں رہنا مشکل تھا اس لیے ابو سلمہ نے اپنی بی بی اور بچہ کو لیکر

مدینہ جانا چاہا۔ ام سلمہ کے اقربا بنی مغیرہ نے ام سلمہ کو روکا کہ اس کو باہر نہ جانے دیں گے تب

ابو سلمہ کے اقربا بنی اسد نے کہا کہ جب تم اپنی لڑکی کو اس کے شوہر کے ساتھ نہیں جانے دیتے ہو

تو ہم اپنے لڑکے سلمہ کو تمہارے ساتھ نہ رہنے دیں گے۔ چنانچہ سلمہ کو دونوں فریق کھینچنے لگے۔

حتیٰ کہ سلمہ کا ماتھ اٹھ گیا۔ آخر بنی اسد نے گئے۔ اس طرح یہ تین تین جگہ ہو گئے۔ ابو سلمہ مدینہ

چلے گئے۔ ام سلمہ بنی مغیرہ میں رہیں۔ اور سلمہ بنی اسد کے پاس رہے۔ حضرت ام سلمہ روزانہ

بیقرار ہوتیں اور روتیں۔ آخر عرصہ کی بیقراری کے بعد بنی مغیرہ نے اجازت دی۔ اور بنی اسد

بھی ماں کا لڑکا ان کو دیدیا۔ یہ تھا اپنے لڑکے کو لیکر مدینہ روانہ ہوئیں۔ تنیم میں ایک شخص عثمان

ابن طلحہ بن ابی طلحہ نے تنہا دیکھ کر کہا کہ اے بنت ابی امیہ کہاں جاتی ہو۔ جب ان کو سب حال

معلوم ہوا تو ادنٹ کی باگ پکڑ لی۔ اور بنی عمر بن عوف تک پہنچا دیا۔ حضرت ام سلمہ کہتی ہیں کہ

خدا کی قسم ایسا کریم انفس عرب میں نے نہیں دیکھا۔

ابن حجر اصابہ میں لکھتے ہیں کہ نسائی نے بسند صحیح ام سلمہ سے روایت کیا ہے کہ جب میں

مدینہ آئی۔ اور کہا کہ ابی امیہ بن المغیرہ کی بیٹی ہوں تو لوگوں نے اعتبار نہ کیا بلکہ تکذیب کی۔

لیکن جب وہ لوگ حج کو گئے۔ اور تحقیق ہو گیا تو انہوں نے میری تصدیق کی اور عزت بھی

زیادہ کرنے لگے۔

ابو سلمہ کے انتقال کی روایتیں متخالف اور متضاد ہیں۔ بعض روایت میں ہے کہ انکا

انتقال بدر کے بعد جمادی الآخر سنہ ۳۷ عیس میں ہوا بعض روایت میں ہے کہ اُحد کے بعد جمادی الآخر

سنت میں ہوا اور بعض روایت ہے کہ جمادی الآخر سنت میں لیکن نہ بدر کے بعد سنت میں جمادی الآخر ممکن ہے نہ احد کے بعد سنت میں اسلئے کہ سنت کے رمضان میں غزوہ بدر ہوا اور سنت کے شوال میں غزوہ احد۔

اکثر اصحاب سیر کے نزدیک یہ مسلم ہے کہ غزوہ احد کے بعد حضور نے حضرت ابوسلمہ کو بنی اسد ابن خزیمہ کی طرف ڈیڑھ سو معزز اصحاب کے ساتھ طلحہ بن خویلد اور سلمہ بن خویلد سے مقابل کیلئے بھیجا تھا ابن قیم نے بھی لکھا ہے کہ ابوسلمہ کو حضور نے غزوہ احد کے بعد بھیجا۔ اس سر پہ واپس آنے کے بعد ان کا انتقال ہوا اور اقدسی کی روایت ہے کہ واپسی کے بعد ۲ جمادی الآخر کو انتقال ہوا بنی امیہ کے کتے سے جس کو پہلے غیر کہتے تھے اور رسول اللہ نے اس کا نام یسیرہ رکھا آپ کو غسل دیا گیا۔ اس کے بعد جنازہ بنی امیہ سے مدینہ لایا گیا اور وہیں مدفون ہوئے۔

ابوسلمہ کے انتقال کے بعد رسول اللہ نے ام سلمہ کو نکاح کا پیغام دیا مگر انہوں نے چار عذر پیش کئے اول یہ کہ مجھ میں غیرت کا مادہ ہے۔ مقصد یہ تھا کہ آپ کی ازدواج اور بھی ہیں اسلئے رشک اور اختلاف کا اندیشہ ہے

دویم یہ کہ میں بچہ والی عورت ہوں۔ یعنی آپ کو تکلیف ہوگی

سوم یہ کہ میری عمر زیادہ ہے

چہارم یہاں میرا کوئی ولی نہیں ہے۔

حضور نے فرمایا کہ میں خدا سے دعا کروں گا۔ رشک کو وہ تم سے دفع کر دے گا

بچوں کے بارہ میں فرمایا کہ ان کی نگرانی خدا اور رسول کے ذمہ ہوگی۔ یا یہ فرمایا کہ تمہارے

بچے میرے بچے ہوں گے غلے اختلاف الروایہ

عمر کے بارہ میں فرمایا کہ میرا سن تم سے زیادہ ہے

ولی کے بارہ میں فرمایا کہ تمہارا کوئی ولی اس عقد کو ناپسند نہ کرے گا۔

اس کے بعد ام سلمہ راضی ہوئیں اور نکاح ہو گیا۔ نکاح میں یا تو ان کے لئے کے سلمہ ولی تھے

یا کوئی دلی نہ تھا۔ مستدام احمد کی ایک روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ عمر بن ابوسلمہ کی ولایت کی نکاح ہوا مگر وہ صحیح نہیں ہے اس وقت عمر بن ابی سلمہ کا سن تین برس کا تھا۔

حضرت ام سلمہؓ حسن میں بھی مشہور تھیں۔ اور ذہانت۔ فہمی معلومات۔ اور دقت نظر میں حضرت عائشہؓ کے بعد انہیں کا مرتبہ تھا۔ جلیل القدر صحابہ۔ اور کبار تابعین ان سے مسائل کی تحقیق کرتے تھے ان کی اصابت رائے اور کمال عقل پر حدیبیہ کا ایک واقعہ شاہد ہے۔ حضورؐ نے حدیبیہ میں جن شرائط پر کفار سے صلح کی تھی۔ تمام صحابہ اس کو ناپسند کرتے تھے۔ اور اس خیال میں تھے کہ کسی طرح یہ شرائط بدلے جائیں۔ اور چونکہ شرائط صلح کی بنا پر اس سال کوئی مکہ جا نہیں سکتا تھا اس لئے حضورؐ نے حکم دیا کہ سب لوگ وہیں ہدی ذبح کریں اور حلق کرنا حرام سے باہر ہو جائیں۔ حضورؐ نے مکرر تین مرتبہ یہ حکم دیا۔ مگر نہ کسی نے ہدی ذبح کی نہ حلق کرایا۔ حضورؐ کو بہت رنج ہوا۔ اور آپؐ کبیدہ خاطر حضرت ام سلمہؓ کے خیمہ میں گئے۔ ام سلمہؓ کو جب یہ حال معلوم ہوا تو کہا کہ یا رسول اللہؐ آپ صحابہ کی طرف سے دل برداشتہ نہ ہوں۔ ان کے امیدوں کے خلاف بالکل دبے ہوئے شرائط پر آپؐ نے صلح کی ہے۔ اس سے ان کو بہت عدم ہوا ہے۔ آپ اگر چاہتے ہیں کہ صحابہ حرام سے باہر ہو جائیں تو آپ ان سے کچھ نہ کہئے۔ آپ خود اپنی ہدی ذبح کیجئے اور اپنا حلق کرائیے۔ حضورؐ نے یہی کیا۔ صحابہ کو یقین ہو گیا کہ اب شرائط بدل نہیں سکتے اس لئے سب نے ہدی بھی ذبح کی اور حلق بھی کرائے۔

جب حضورؐ نے ان سے عقد کیا تو حضرت زینب بنت خزیمہؓ کا انتقال ہو چکا تھا۔ وہی مکان ان کو رہنے کو ملا۔ وہاں کچھ عرصہ اور چربی پہلے سے موجود تھی۔ پہلے ہی روز حضرت ام سلمہؓ نے خود جو ہیں کر اس میں چربی ملا کر کھانا پکایا۔ اور ایک پیالہ حضورؐ کے سامنے رکھا۔

۱۔ مولانا شاہ عبدالحق صاحب لکھتے ہیں کہ اہمات المؤمنین کی دو جماعت تھی ایک میں حضرت عائشہ صدیقہؓ حضرت حفصہؓ حضرت سودہؓ اور حضرت صفیہؓ تھیں۔ دوسری جماعت میں حضرت ام سلمہؓ اور یقینہ زواج مطہرات دوسری جماعت کی سردار حضرت ام سلمہؓ تھیں واللہ اعلم ۱۲ منہ

یہی ان کا طعام ولیمہ تھا۔

حضرت ام سلمہؓ کے پاس رسول اللہؐ کا موئے مبارک تھا۔ لوگ اس سے تبرک حاصل کرتے تھے۔ بخاری میں عثمان بن عبد اللہ بن مویہؓ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ مجھ کو میرے گھر کے لوگوں نے ایک پیالہ میں پانی لیکر حضرت ام سلمہؓ کی خدمت میں بھیجا۔ ایک چاندی کی ظرف میں ان کے پاس رسول اللہؐ کا موئے مبارک تھا۔ جب کسی کو نظر لگتی یا اور کوئی حرج ہوتا تو وہ ان کے پاس ایک پیالہ میں پانی لیکر جاتا۔ آپ اس میں وہ موئے مبارک دھو دیا کرتی تھیں۔ عثمانؓ کہتے ہیں کہ میں نے دیکھا وہ موئے مبارک سرخ رنگ کا تھا

حضرت ام سلمہؓ کی وفات میں اقوال بہت مختلف ہیں واقدیؒ کہتے ہیں ابن حبانؒ ۶۱ھ ابن جریرؒ ابو نعیمؒ سے ۶۲ھ لکھا ہے۔ امام نوویؒ کہتے ہیں کہ ابو عمر بن عبد البرؒ اور ابوبکر ابن ابی خثیمہؒ نے لکھا ہے کہ یزید کی بیعت کے بعد انتقال ہوا۔ اور یزید کی بیعت ۶۳ھ کے آخر میں ہوئی۔ ترمذیؒ کے ابواب المناقب میں ایک روایت ہے کہ امام حسینؑ شہید ہوئے تو ام سلمہؓ نے رسول اللہؐ کو خواب میں دیکھا۔ سر اور داڑھی خاک آلود تھی وجہ پوچھی تو حضورؐ نے فرمایا کہ میں ابھی حسینؑ کے مقتل میں تھا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ۶۳ھ میں ام سلمہؓ زندہ تھیں حضورؐ نے فرمایا ہے کہ ایک جیش مقام بیداء میں خسف کی جائے گی۔ صحیح مسلم میں روایت ہے کہ حارث ابن عبد اللہ بن ابی ربیعہؒ اور عبد اللہ بن صفوانؒ نے ام سلمہؓ سے اس جیش کا حال دریافت کیا۔ ابن حجرؒ اصابہ میں لکھتے ہیں کہ ان لوگوں نے یہ سوال اس وقت کیا تھا جب یزیدؒ نے مسلم بن عقیلؒ کے ماتحت مدینہ فوج بھیجی تھی۔ اور واقعہ حرہ واقع ہوا تھا۔ یہ فوج ۶۳ھ میں آئی تھی۔ اس سے معلوم ہوا کہ اس وقت تک حضرت ام سلمہؓ موجود تھیں۔

مولانا شاہ عبدالحق صاحب لکھتے ہیں کہ ام سلمہؓ کا انتقال ۸۴ برس کی عمر میں ہوا واللہ اعلم رسول اللہؐ کی ازواج میں سب کے بعد انکا انتقال ہوا (اصابہ) ان کی وصیت تھی کہ میرے جنازہ کی نماز سعید بن زیدؒ پڑھائیں مگر ان کا پہلے ہی انتقال ہو گیا تھا لہذا جنازہ کی نماز حضرت

ابو ہریرہؓ نے پڑھائی اور جنت البقیع میں دفن کی گئیں یا نا اللہ وانا الیہ راجعون ط
 حضرت ام سلمہؓ کو ابو سلمہؓ سے چھ اولادیں ہوئیں۔ ایک سلمہ جو حبشہ میں پیدا ہوئے اور
 ہجرت کے وقت یہی ساتھ تھے۔ اُن کا عقد حضورؐ نے امامہ بنت حمزہ رضی اللہ عنہ سے کر دیا تھا
 دویم زینبؓ انہوں نے اسماء بنت ابی بکرؓ کا دو دھبیہ کیا تھا۔ اس لئے حضرت زبیرؓ کی اولاد کی
 رضاعی بہن تھیں ان کا عقد عبداللہ بن زعمہ بن الاسود الاسدیؓ سے ہوا۔ سویم عمر بن ابی سلمہؓ
 یہ رسول اللہؐ کے انتقال کے وقت ۹ برس کے تھے جنگ جمل میں حضرت علیؓ کم کے طرفدار تھے
 اور حضرت علیؓ نے اُن کو فارس اور بحرین کا عامل مقرر کیا تھا چارم درہ بنت ابی سلمہؓ بخاری ہیں
 انہیں کا قصہ ہے کہ ام حبیبہؓ نے رسول اللہؐ سے کمائیں نے سنا ہے کہ آپ درہ بنت ابی سلمہؓ سے
 عقد کرنا چاہتے ہیں حضورؐ نے فرمایا کیسے ممکن ہے اُس کی ماں میرے عقد میں ہے۔ اور یہ نہ بھی
 ہوتا تاہم وہ میرے لئے جائز نہ تھی کیونکہ ابو سلمہؓ میرے رضاعی بھائی تھے پنجم محمد بن ابی سلمہؓ
 بعضوں نے ان کے صحابی ہونے میں شبہ کیا ہے۔ ابن اثیر کہتے ہیں کہ ابو سلمہؓ نے انتقال کیا تو
 اُن کی اولاد رسول اللہؐ کی زینب تھی۔ رسول اللہؐ کے عہد میں پیدا نہ ہونے کے کیا معنی
 ششم ام کلثوم بنت ابی سلمہؓ۔

زینب بنت ابی سلمہؓ کے متعلق اختلاف ہے بعض کہتے ہیں کہ یہ بھی حبشہ میں پیدا ہوئی تھیں
 بعض کہتے ہیں کہ ابو سلمہؓ کے انتقال کے بعد پیدا ہوئیں۔ اسی لئے ام سلمہؓ کی عدت میں بھی اختلاف ہے
 کہ عدت وفات چار مہینہ دس روز انہوں نے پورا کیا۔ یا وضع حمل عدت تھی واللہ اعلم بعض
 روایتوں سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ حضورؐ سے عقد کے وقت اُن کے پاس ایک شیرخوارہ بچہ تھا۔

زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا

ام المؤمنین زینبؓ رسول اللہؐ کے پھوپھا جحش بن رباب بن عمر الاسدیؓ کی لڑکی تھیں جو

۱۔ جحش ازل جیم عددہ عارمطہ اُن کا نام پہلے میرہ تھا بغض موحده حضورؐ نے جحش نام رکھا۔ اور زینب کا
 نام بڑے فتح موحده درار مشدہ تھا حضورؐ نے زینب نام رکھا کذا فی الزرقانی شرح المواہب واللہ اعلم ۱۲ منہ

بنی اسد ابن خزیمہ سے تھے اور زینبؓ کی ماں رسول اللہؐ کی بھوپھی امیمہ بالتصنیف عبد المطلب تھیں۔ اُن کے دو بھائی ابوسفیانؓ کی لڑکی سے بیاہے ہوئے تھے یعنی حضرت معاویہؓ کی بہن سر عبید اللہ بن جحشؓ ام حبیبہ بنت ابی سفیانؓ سے۔ اور ابواحمد بن جحشؓ فارغہ بنت ابی سفیانؓ اور اُن کے ایک بھائی عبد اللہ بن جحشؓ تھے جو غزوہ اُحد میں شہید ہوئے۔ اور کفار نے اُن کا پیٹ چاک کر دیا تھا اور مُثلہ کیا تھا۔ وہ اپنے ماموں حضرت حمزہ بن عبد المطلبؓ کے ساتھ ایک قبر میں دفن کئے گئے۔ حضرت زینبؓ کی دو بہنیں تھیں حمزہ بنت جحشؓ اور ام حبیبہ بنت جحشؓ دونوں کو استخاضہ تھا۔ حدیثوں میں انکا ذکر بہت آتا ہے رسول اللہؐ سے استخاضہ کے مسائل دریافت کرتی تھیں حمزہؓ کا عقد پہلے مصعب بن عمیرؓ سے ہوا جس سے زینب بنت مصعبؓ ہوئیں پھر طلحہ بن عبید اللہؓ سے ہوا جس سے محمد بن طلحہؓ اور عمران بن طلحہؓ ہوئے۔ پھر عبد اللہ بن عبد اللہ ابن ابی امیہ بن المغیرہؓ سے ہوا۔ اُن سے دو اولاد ہوئی محمد اور مصعب۔ دوسری بہن ام حبیبہؓ عبد الرحمن بن عوفؓ کی زوجہ تھیں۔ مسلم کی روایت ہے کہ سات برس انکو استخاضہ رہا۔

عبد اللہ بن جحشؓ اور اُن کے بھائی بہن بہت قدیم الاسلام ہیں۔ حضورؐ کے دارارِ قم میں جانے سے پہلے یہ مسلمان ہو چکے تھے۔ پھر حبشہ ہجرت کر کے گئے۔ وہاں اُن کے ایک بھائی عبید اللہ نصرانی ہو گئے اور اُن کی زوجہ ام حبیبہؓ اسلام پر ثابت قدم رہیں۔ اس لیے ام حبیبہؓ سے نجاشی کے ذریعہ حضورؐ نے عقد کر لیا۔ اور یہ لوگ لوٹ کر مکہ چلے آئے اور وہاں سر عبد اللہ ابن جحشؓ اور ابواحمد بن جحشؓ اپنے اہل اور بہنوں کے ساتھ مدینہ آئے۔

قریش کو انساب پر بڑا فخر تھا۔ مگر حضورؐ نے حضرت زینب بنت جحشؓ کا عقد زید بن حارثہؓ کر دیا زید بن حارثہؓ رسول اللہؐ کے خاص محبوب تھے۔ اُس وقت مسلمان ہوئے تھے جب حضرت خدیجہؓ اور حضرت ابوبکرؓ مسلمان ہوئے تھے اکثر سرایا میں معزز مشرقا قریش پر اُن کو حضورؐ سردار بناتے تھے اور زید بن محمدؓ مشہور ہو گئے تھے حضورؐ کی اُن پر خاص عنایت تھی۔ لیکن باوجود ان تمام ذاتی خوبیوں کے غلام تھے۔ اور حضرت زینبؓ ذی نسب شریف تھیں۔ عقد کے پہلے ہی اُن کو یہ عقد

پسند نہ تھا۔ حضور کے فرمانے سے راضی ہو گئی تھیں۔ اور عقد کے بعد بھی حضرت زینبؓ اور حضرت زیدؓ میں محبت نہ ہو سکی اور خلوص پیدا نہ ہوا۔ حضرت زیدؓ نے طلاق دینا چاہا تو حضورؐ نے پہلے اس طلاق کو روکا۔ مگر آخر الامر زیدؓ نے طلاق دیدیا۔ اسکے بعد اُن کا عقد حضورؐ سے ہو گیا۔

صحیح مسلم میں حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ جب حضرت زینبؓ کی عدت پوری ہو گئی۔ تو حضورؐ نے زیدؓ ہی کو بھیجا۔ کہ اُن کو میرے ساتھ نکاح کرنے کا پیغام دو۔ زیدؓ گئے تو وہ آٹا گوندھ رہی تھیں زیدؓ کہتے ہیں کہ میری نظر اُن پر پڑی تو دلیس اُن کی بڑی عظمت پیدا ہوئی۔ اور اُن کی طرف دیکھنے کی ہمت نہ ہوئی تھی۔ کیونکہ رسول اللہؐ نے اُن کو نکاح کا پیغام دیا تھا۔ میں پیچھے لوٹا۔ اور ایک روایت میں ہے کہ دروازہ کی طرف پشت کر کے کھڑا ہوا اور کہا کہ اے زینبؓ تم کو رسول اللہؐ نے اپنے ساتھ نکاح کا پیغام دیا ہے۔ انہوں نے کہا کہ جب تک میں خدا سے استخارہ نہ کر لوں کچھ نہیں کہہ سکتی۔ اور وہ مسجد جاتے لگیں۔ کہ اتنے میں رسول اللہؐ خود تشریف لائے اور بلا اذن داخل ہوئے کیونکہ قرآن پاک کی آیت نازل ہو گئی تھی (وہ آیت یہ ہے)۔

فلما قضی زید منها وطراً رزقنا کھا

لکی لا یكون علی المؤمنین حرج

فی ازواج ادعیائہم

پھر جب زید اپنی حاجت پوری کر چکا (یعنی طلاق دے چکا۔ تو ہم نے اسکو تیرے نکاح میں دیدیا تاکہ مسلمانوں کو متبنی کی زوجہ نکاح کرنے میں تنگی نہ رہے) (جب طلاق دیدیں) احزاب

اس آیت میں خدا نے بتایا کہ تمہارا نکاح زینبؓ سے میں نے کر دیا۔ اسلئے وہ حضورؐ کی زوجہ ہو گئیں اذن کی ضرورت نہ رہی۔ ابن اسحقؒ لکھتے ہیں کہ زینبؓ کا نکاح حضورؐ سے ابواحمد بن حبشؒ نے کیا تھا۔ ممکن ہے کہ پھر یہ بھی ہوا ہو۔ لیکن صحیح مسلم کی روایت کے الفاظ یہی ہیں کہ نزول آیت کے بعد حضورؐ بلا اذن زینبؓ کے پاس داخل ہوئے۔ اور صحیحین کی روایت ہے کہ

لہ چنانچہ سورہ احزاب کی یہ آیت نازل ہوئی ما کان لمومن ولا مومنة اذا قضی اللہ ورسولہ امرا ان ینکون لہما الخیرۃ یعنی خدا اور رسول کا حکم کہ بعد یہ اختیار نہیں رہتا۔ پھر جب زیدؓ نے طلاق دینا چاہا تو حضورؐ نے فرمایا امسک علیک زوجک واتیق اللہ یعنی طلاق نہ دو خدا سے ڈرو۔ یہ بھی سورہ احزاب میں اسکے بعد ہے ۱۲ منہ

حضرت زینبؓ تمام ازواج کے مقابلہ میں فخر کرتی تھیں کہ تمہارا نکاح تمہارے اولیاء کیا اور میرا نکاح خود خدا نے اپنے رسول کے ساتھ کیا۔ حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ جب آفتاب بلند ہوا تو حضورؐ نے ہم سب کو روٹی اور گوشت کھلایا۔ لوگ کھا کھا کر نکل گئے۔ مگر کچھ آدمی۔ اور بعض روایت میں ہے کہ تین آدمی گھر ہی میں بیٹھے باتیں کرتے رہے۔ حضورؐ نے ان سے تو کچھ نہ کہا مگر خود نکلے اور ازواج مطہرات کے حجرہوں کا چکر لگایا۔ حجرہوں کے دروازوں پر گئے ان کو سلام کیا۔ اور کچھ باتیں کیں۔ حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ اسکے بعد نہ معلوم میں نے حضورؐ کو کیا یا حضورؐ نے خود فرمایا کہ وہ لوگ چلے گئے۔ تب حضورؐ گھر میں گئے۔ اور میں بھی ساتھ جا رہا تھا۔ کہ آپؐ نے میرے اور اپنے درمیان پردہ گرا دیا۔ اور حجاب کا حکم نازل ہوا۔ ابن رافع کی روایت میں یہ زیادہ ہے کہ یہ آیت نازل ہوئی

لَا تَدْخُلُوا بُيُوتَ النَّبِيِّ إِلَّا أَنْ يُؤْذَنَ
لَكُمْ إِلَى طَعَامٍ غَيْرٍ نَظِيرِهَا
بِإِذْنِ اللَّهِ

نبی کے گھر میں داخل نہ ہو مگر اس وقت جب تم کو اجازت
دی جائے کھانے کیلئے۔ پکنے کا انتظار نہ کرتے رہو۔
واللہ اعلم بالصواب

ابی کامل حضرت انسؓ سے روایت کرتے ہیں کہ حضورؐ نے اور کسی زوجہ کا ایسا ولیمہ نہیں کیا جیسا
زینبؓ کا۔ اُس میں آپؐ نے بکری ذبح کی۔ اور عبدالعزیز بن شیبہ حضرت انسؓ سے
روایت کرتے ہیں کہ ایسا اچھا اور اتنا زیادہ ولیمہ آپؐ نے کسی کا نہیں کیا جیسا زینبؓ کا۔ ابو حمزہ
حضرت انسؓ سے روایت کرتے ہیں کہ یہ آیت نازل ہوئی

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَدْخُلُوا بُيُوتَ النَّبِيِّ إِلَّا أَنْ يُؤْذَنَ
لَكُمْ مِمَّنْ هُنَا مِنْكُمْ

اے ایمان والو! نبی کے گھر میں داخل نہ ہو مگر
ان کے حکم سے

فقہین نے حضرت عائشہؓ سے روایت کیا ہے کہ حضورؐ نے اپنی ازواج سے فرمایا کہ تم سب میں
پہلے مجھ سے وہ ملے گی جو سب سے دراز دست ہوگی۔ اس لئے حضورؐ کے بعد ازواج مطہرات
جمع ہوئیں تو ہاتھ ملایا کرتی تھیں کہ ہم سب میں دراز دست کون ہے۔ اور حقیقت میں زینبؓ

دراز دست تھیں کیونکہ وہ اپنے ہاتھ سے کما کر مساکین کو صدقہ کیا کرتی تھیں۔ اور ایک روایت میں ہے کہ حضرت زینبؓ کا انتقال ہوا تب ہم لوگوں نے حضورؐ کا مطلب سمجھا۔ وہ اگرچہ قد میں چھوٹی تھیں مگر حضورؐ کا مطلب صدقہ میں دراز دست ہونا تھا۔ حضرت زینبؓ دباغت کا کام جانتی تھیں اور اس سے جو کچھ حاصل ہوتا تھا وہ خدا کی راہ میں صدقہ کرتی تھیں۔

ابن سعد حضرت ام سلمہؓ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہؐ کو زینب بنت جحشؓ سے بہت محبت تھی۔ وہ بڑی صالحہ تھیں بہت روزہ رکھتی تھیں اور بہت نماز پڑھتی تھیں۔ وہ صنعت جانتی تھیں۔ اور صنعت سے جو کچھ حاصل کرتی تھیں وہ سب مساکین پر صدقہ کر دیتی تھیں۔ وادی اور ابن اسحاقؒ بیان کرتے ہیں کہ سلسلہ ہجری میں حضرت زینبؓ کا مدینہ میں انتقال ہوا۔ اور اس وقت اُن کی عمر ۵۲ سال کی تھی۔ اور اَصحاب میں ہے کہ حضورؐ سے عقد کے وقت اُن کی عمر بیس سال کی تھی، اور سلسلہ میں انتقال ہوا تو عمر پچاس سال کی تھی۔

بزاز نے عبدالرحمن ابزی سے روایت کیا ہے کہ حضرت زینبؓ کے جنازہ کی نماز حضرت عمرؓ نے پڑھائی اور اُس میں پکار تکیسوں کہیں واللہ اعلم

ایک اعتراض کفار اور منافقین نے حضرت زینبؓ کے عقد کے بعد یہ اعتراض کیا کہ محمدؐ منع کرتے ہیں کہ بیٹا کی زوجہ سے نکاح جائز نہیں لیکن خود اپنے لڑکے کی زوجہ سے انہوں نے نکاح کیا۔ یہ اسلئے کہ زید بن حارثہؓ اُس وقت زید بن محمدؐ مشہور تھے۔ اُن کی تردید میں آیت نازل ہوئی ما کان محمد اباً احد من رجالکم اور منع کر دیا گیا کہ زید بن محمدؐ کو بلکہ ہر شخص کو اُس کے باپ کی جانب منسوب کرو۔ چنانچہ زید بن حارثہؓ کے جانے لگے۔ سورہ احزاب میں اس کا ذکر ہے

وما جعل ادعیاءکم ابناءکم ذلکم	اور غلامانے تمہارے بیٹے کو تمہارا بیٹا نہیں بنایا یہ
قولکم با فواہکم واللہ یعول الحق	تمہارے اپنے منہ کی باتیں ہیں۔ اللہ حق کہتا ہے اور
وہو یہدی السبیل ؕ اذعوہم	وہی راستہ کی ہدایت کرتا ہے مگر اُن کے باپ کی طرف

لَا بَأْسَ لَهُمْ هُوَ اقْطَعْ عِنْدَ اللَّهِ
فَنَافِلَهُمْ لَمْ تَعْلَمُوا آبَاءَهُمْ
فَلَوْ أَنَّكُمْ فِي الدِّينِ وَمَوَالِيكُمْ

منسوب کر کے پکارا کرو یہ خدا کے نزدیک انصاف ہے
اور اگر تم ان کے باپ کو نہیں جانتے تو وہ تمہارے
دینی بھائی ہیں۔ اور تمہارے آزاد کردہ غلام ہیں۔

حضرت انسؓ کی روایت سے معلوم ہوا کہ آیت لَا تَدْخُلُوا
حِجَابَ نِسَاءِ الْبَنِیِّ الْأَیِّہ حضرت زینبؓ کے ولیمہ کے روز نازل ہوئی

اور اسی روز سے حجاب کا حکم ہوا۔ اس آیت میں کئی احکام ہیں۔ بنی کے بیوت میں بلا اذن داخل نہ
کھانے کے لیے بلائے جاؤ تو کھانا پکے کے پہلے ہی سے پکے کے انتظار میں وہاں بیٹھے نہ رہو۔
جب بلایا جائے تو جاؤ مگر کھا کر منتشر ہو جاؤ۔ وہاں باتیں نہ بنانے لگو۔ بنی صلی اللہ
علیہ وسلم کی ازواج سے کوئی چیز مانگو تو حجاب کے (پردہ کے) باہر سے مانگو۔

امام بغوی لکھتے ہیں کہ آیت حجاب کے نزول کے بعد ازواج النبی صلی اللہ علیہ وسلم کو نقاب کے ساتھ یا
بلا نقاب کسی طرح دیکھنا جائز نہ تھا۔ جب بلا حجاب رسول اللہ کے ازواج سے بات کرنا منع
ہو گیا تو بعض صحابہ نے کہا کہ یہ کیا ہے کہ ہم کو ہماری چچا زاد بہنوں کے پاس جانے سے بھی منع
کیا جاتا ہے۔ ہم رسول اللہ کے بعد عائشہؓ سے عقد کرینگے۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی وَلَا
تَنْكِحُوا أَزْوَاجَهُمْ بَعْدَ إِبْدَائِهِمْ رَسُولُ اللَّهِ کے بعد ان کے ازواج سے نکاح
کرنا تمہارے لیے کبھی درست نہیں۔

آیت حجاب کے بعد ان کے آبا۔ اور اولاد۔ واقربائے دریافت کیا کہ یا رسول اللہ کیا
ہم لوگ بھی ان کے ساتھ حجاب کے باہر ہی سے گفتگو کر سکیں گے۔ تو یہ آیت نازل ہوئی کہ کس کس سے
حجاب نہیں ہے لَا جُنَاحَ عَلَيْهِمْ فِي آبَائِهِمْ وَأَبْنَائِهِمْ وَلَا إِخْوَانِهِمْ الْآیہ

ان فرض حکم ہوا کہ مخصوص رشتہ داروں کے سوا کسی کے سامنے نہ ہوں۔ اور بلا حجاب
کسی سے بات نہ کریں۔ پھر حکم ہوا وَقُرْنِیْنَ فِیْ بُیُوتِکُنَّ وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِیَّةِ
الْأُولٰٓئِیْ یعنی اپنے گھر میں جمی بیٹھی رہو۔ زمانہ جاہلیت کی طرح بناؤ سنگار دکھاتی نہ پھرو۔

اس حکم کے بعد رسول اللہ کی عورتیں گھروں سے نہیں نکلتی تھیں لیکن جہان تک حدیث کے تتبع سے معلوم ہوتا ہے دو وقت نکلا کرتی تھیں (۱) ایک رات کے وقت وائج بشری کے لئے مناصع جایا کرتی تھیں۔ جو ایک میدان تھا۔ کیونکہ اُس وقت گھروں کے اندر بیت الخلا کا دستور نہ تھا (۲) دویم نماز کے لئے مسجد جانے کی اجازت تھی۔

حضرت عائشہؓ کی مفصل روایت صحاح و سنن کی تمام کتابوں میں مشور ہے جس میں انہوں نے افک کے قصہ کو بالتفصیل بیان کیا ہے۔ وہ کہتی ہیں کہ صفوان بن معطلؓ نے ہمیں پہچان لیا۔ اس لئے کہ حجاب کا حکم نازل ہونے سے پہلے انہوں نے ہمیں دیکھا تھا۔ حضرت عائشہؓ نے پہچاننے کا سبب اسی لئے بیان کیا کہ حجاب کے بعد تو کوئی دیکھ نہیں سکتا تھا تو شبہ ہوتا تھا کہ صفوانؓ نے پہچاننا کیسے۔ اس روایت سے قطعی طور پر یہ ثابت ہو گیا کہ حجاب کا حکم افک کے قصہ سے پہلے نازل ہو چکا تھا۔ پھر اسی روایت میں حضرت عائشہؓ نے یہ بھی بیان کیا ہے کہ منافقین نے جو ہم پر اتنا بڑا افک باندھا تھا اُس کی ہمیں مطلق خبر نہ تھی۔ مہینہ پہنچنے کے بعد شب کے وقت ہم ام سلمہؓ کے ساتھ وائج بشری کے لئے مناصع گئے تو وہاں ام سلمہؓ نے ہم سے سب حال بیان کیا۔ اور اسی روایت میں حضرت عائشہؓ نے کہا ہے کہ اس وقت ہمارے گھر وہیں بیت الخلا نہ تھا بلکہ بیت الخلا بنانا معیوب سمجھتے تھے۔

آیت حجاب کی شان نزول میں صحیحین کی روایتوں میں بظاہر اختلاف ہے۔ ایک روایت یہ ہے کہ حضرت زینبؓ کے ولیمہ میں بعض اشخاص دیر تک رسول اللہ کے گھر میں بیٹھے رہ گئے تھے اس وجہ سے حجاب کا حکم نازل ہوا۔ اور دوسری روایت یہ ہے کہ حضرت سودہؓ مناصع جا رہی تھیں حضرت عمرؓ نے آواز دی کہ اے سودہ میں نے تم کو پہچان لیا اس پر حجاب کا حکم نازل ہوا۔ مگر اصل یہ ہے کہ حجاب کا حکم بھی دوسرے احکام کی طرح رفتہ رفتہ نازل ہوا ہے۔ سارا حکم ایک دفعہ نازل نہیں ہوا۔ حضرت زینبؓ کے ولیمہ کے وقت یہ حکم تو ہو گیا تھا کہ امہات المؤمنین سے کوئی شخص بلا حجاب بات نہ کرے۔ مگر رات کے وقت وہ مناصع جایا کرتی تھیں۔ اور حضرت عمرؓ کو

پسند نہ تھا۔ اس کے علاوہ ایک دوسری خرابی اور تھی کہ منافقین و کفار عورتوں کو بعض وقت راستہ میں چھیڑا کرتے تھے۔ اور جب باز پرس ہوتی تھی تو کہتے تھے کہ ہنہ پچا ناہیں۔ اسلئے یہ آیت نازل ہوئی قل لا ذوا جک و بنا قلع و نساء المؤمنین یدنین علیہن من جلا بیہن الایہ یعنی اسے رسول اللہ آپ اپنی ازواج کو۔ لڑکیوں کو۔ اور مسلمانوں کی عورتوں کو کہتے کہ وہ چادروں کا نقاب لٹکالیں۔ تاکہ پچانی جائیں۔ اور منافقین و بد معاش اس پر بھی باز نہ آئیں تو عنقریب جلا وطن کر دیئے جائیں گے۔

اس آیت سے کفار اور منافقین کو تنبیہ تو کی گئی۔ مگر عورتوں کو مناصع جانے سے روکا نہ گیا۔ اور حضرت عمرؓ کو ان کا مناصع جانا ہی ناپسند تھا۔ ایک روز حضرت سودہؓ جا رہی تھیں۔ حضرت عمرؓ نے اُن کو پچانا کیونکہ یہ طویل القامت اور عظیم الجثہ تھیں۔ انہوں نے آواز دی کہ اے سودہ میں نے تم کو پچانا۔ وہ بہت ناراض ہوئیں اور رسول اللہؐ سے اس کی شکایت کی۔ اس کے بعد مناصع کا جانا بند ہو گیا۔ اور گھروں میں بیت الخلاء بن گیا۔ روایتوں کے الفاظ یہ ہیں کہ اس کے بعد حجاب کا حکم ہوا۔ مگر خود اسی روایت پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ حجاب کا حکم اس سے پہلے ہو چکا تھا ورنہ قد و قامت کے قیاس پر حضرت عمرؓ نہ پچانتے بلکہ چہرہ دیکھ کر پچانتے لے

آیت نمازوں کے لئے مسجد جانے سے حضورؐ کا منع کرنا ثابت نہیں ہے۔ بلکہ حضرت ابن عمرؓ کی روایت ہے کہ حضورؐ نے فرمایا کہ اگر عورتیں مسجد جانے کی اجازت چاہیں تو اُن کو رد کو مت اور حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ اگر حضورؐ فساد زمانہ کی حالت دیکھتے تو عورتوں کو مسجد جانے سے ضرور روکتے۔ اس سے معلوم ہوا کہ حضورؐ نے منع کیا نہیں۔ باوجود اس کے جلیل القدر اصحاب رسول اللہؐ نے اپنی ازواج کو مسجد جانے سے روکنا شروع کر دیا تھا۔ تاکہ بنت زیدؓ حضرت عمرؓ نے

لے جلال الدین سیوطی اتقان کے نوع ثالث میں لکھتے ہیں کہ صحیح بخاری کی روایت میں تصریح ہے کہ حضرت سودہؓ کا قصہ حجاب کے نازل ہونے کے بعد کا ہے واللہ اعلم ۱۲ منہ

عقد کرنا چاہا تو عائشہؓ کو رنے یہ شرط پیش کی کہ ہمیں مسجد جانے سے روکا نہ جائے۔ روایت تو نہیں تصریح ہے کہ حضرت عمرؓ اس شرط پر بکراہت راضی ہوئے حضرت عمرؓ کے بعد عائشہ بنت زیدؓ نے حضرت زبیرؓ سے عقد کیا۔ اور ان کے ساتھ بھی یہی شرط کیا۔ وہ راضی تو ہو گئے مگر ایک دوسرے ترکیب سے انہوں نے عائشہؓ کا مسجد جانا بند کر دیا۔ حضرت زبیرؓ راستہ میں چھپ گئے حضرت عائشہؓ عشا کی نماز کے لئے مسجد جا رہی تھیں۔ حضرت زبیرؓ نے تاریکی میں ان کی سرین پر ہاتھ مارا۔ اس روز سے انہوں نے مسجد جانا بند کر دیا۔

حضرت عائشہؓ کا نکاح کے ساتھ ایسا شرط کرنا خود اس بات کی دلیل ہے کہ صحابہ رسول اللہؐ عموماً اپنی عورتوں کو مسجد جانے سے روکتے تھے ورنہ شرط کی ضرورت کیا تھی۔

حضورؐ نے عورتوں کو مسجد جانے سے روکا نہیں لیکن یہ فرمایا کہ عورتوں کی نماز گھروں میں بہتر ہے۔ ابو داؤد میں ابن عمرؓ کی روایت ہے کہ رسول اللہؐ نے فرمایا کہ عورتوں کو مسجد جانے سے منع نہ کرو۔ لیکن ان کا گھر ان کے لئے بہتر ہے۔ جو عورتیں مسجد جائیں ان کے لئے کئی شرائط ہیں صحیح مسلم میں حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی زوجہ زینبؓ کی ایک روایت ہے مرفوعاً کہ جو عورت خوشبو لگائے وہ مسجد میں نہ آئے۔ مسلم ہی میں حضرت ابو ہریرہؓ کی روایت ہے کہ جو عورت بخور کرے وہ مسجد میں نہ آئے۔ اور مسلم ہی میں حضرت ابو ہریرہؓ کی ایک اور روایت ہے کہ جو عورت خوشبو لگا کر مسجد آئے اس کی نماز مقبول نہیں ہوتی۔ جب تک غسل جنابت کی طرح پورا غسل نہ کرے۔ ابن اثیر اسد الغابہ میں۔ اور ابن حجر اصابع میں ایک روایت لکھتے ہیں کہ ام حنیدہؓ نے رسول اللہؐ سے کہا کہ میں آپ کے پیچھے مسجد میں اگر نماز پڑھنا چاہتی ہوں مگر ہمارے ازواج روکتے ہیں۔ حضورؐ نے فرمایا کہ تمہاری نمازیں کو ٹھریوں میں صحن سے بہتر ہیں۔ اور صحن میں احاطہ بہتر ہیں۔ اور احاطہ میں محلہ کی مسجد سے بہتر ہیں۔ اور محلہ کی مسجد میں اگر پڑھنے سے بہتر ہیں۔ اصابع میں ہے کہ اسی لئے ام حنیدہؓ نے نماز کی جگہ کو ٹھری میں بنائی۔ اور اسی میں تمام عمر نماز پڑھتی رہیں۔

حجاب کے بعد بھی امہات المؤمنین غزوات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جایا کرتی تھیں۔

مگر ہودج میں ہوا کرتی تھیں۔ اور صرف چہرہ اور بدن ہی نہیں بلکہ اُن کی شخصیت بھی پوشیدہ رہا کرتی تھی۔ حضور کے بعد بھی حضرت عائشہؓ میدان جنگ میں حضرت علیؓ کے خلاف صف آرا ہوئیں۔ یعنی جنگ جمل میں۔ مگر تمام روایات میں یہ تصریح ہے کہ ہودج میں ہوتی تھیں۔ انکو کوئی دیکھ نہیں سکتا تھا۔

حجاب کا حکم ام ولد اور لونڈیوں کے لئے نہ تھا مگر حضور نے حضرت ماریہ قبطیہ کو حجاب کے اندر رکھا۔ حضرت ریحانہؓ کے بارہ میں اختلاف ہے۔ خیبر میں حضور نے حضرت صفیہؓ سے عقد کیا۔ صحابہ کو اس کی خبر نہ تھی۔ اس لئے صحابہ کو شک ہوا کہ صفیہؓ ام ولد ہیں یا حضور نے اُن سے عقد کیا ہے صحیح مسلم کے یہ الفاظ ہیں:-

لوگوں نے کہا کہ معلوم نہیں حضور نے صفیہؓ سے نکاح کیا ہی یا ام ولد بنایا ہی۔ سب نے کہا کہ اگر پردہ میں رکھیں تو وہ زوجہ ہیں۔ ورنہ ام ولد ہیں۔ پھر جب حضور نے سوار ہونے کا ارادہ کیا تو حضرت صفیہؓ کو حضور نے حجاب میں رکھا۔ اور وہ اونٹ کے سرین پر بیٹھیں۔ تب لوگوں نے سمجھا کہ حضور نے ان سے عقد کیا ہے۔

قال الناس لاندري۔ اتزوجها ام اتخذها ام ولد۔ قالوا ان حجبها فهي امرأتہ وان لم تجبها فهي ام ولد۔ فلما اراد ان يركب حجبها فقعدت على عجز البعير فعرفوا انه قد تن وجها۔

حجاب اور پردہ شرعی یہی ہے کہ شخصیت پوشیدہ کی جائے۔ اس کا مندرجہ جابی ہے یعنی چہرہ کھول کر کسی کے سامنے آنا۔ حجاب صرف حرہ۔ بالغ عورتوں پر فرض ہے۔ مرد کو حجاب کا حکم نہیں ہے۔ اور لونڈیوں پر بھی حجاب فرض نہیں ہے۔

ستر عورت کا حکم علیحدہ ہے۔ اس کا مندرجہ ستری اور ننگا ہونا ہے۔ ستر عورت یہ ہے کہ اعضا مخصوصہ کو پوشیدہ رکھا جائے۔ ستر عورت۔ عورت حرہ۔ لونڈی۔ غلام سب پر فرض ہے اگرچہ حدود مختلف ہیں۔ نماز کے لئے ستر عورت شرط ہے حجاب شرط نہیں ہے۔

حجاب اور ستر عورت | اللہ پاک سورہ نور میں فرماتا ہے۔

قُلْ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ يَغْضُوا مِنْ اَبْصَارِهِمْ
وَيَحْفَظُوْا اَفْرَاجَهُمْ ذٰلِكَ اَزْلٰى لَّهُمْ
اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌ بِمَا يَصْنَعُوْنَ

وَقُلْ لِّلْمُؤْمِنٰتِ يَغْضُضْنَ مِنْ
اَبْصَارِهِنَّ وَيَحْفَظْنَ فُرُوجَهُنَّ

یہ دو حکم عورت و مرد دونوں کے لیے ایک ساں تھا۔ یعنی غضب بصر۔ اور فروج کی حفاظت۔
اس کے بعد خاص عورتوں کو حکم ہوا۔

وَلَا يَبْدِيْنَ زِينَتَهُنَّ اِلَّا مَا ظَهَرَ
مِنْهَا وَلْيَضْحَكُنَّ وَلْيَ تَهَضَّبُنَّ عَلٰى حُيُوبِهِنَّ

یعنی حکم ہوا کہ عورتیں اپنی زینت کو پوشیدہ رکھیں۔ قابل غور ہے کہ اس زینت سے کیا
مراد ہے۔ زینت دو طرح کی ہوتی ہے۔ ایک محاسن خلقت جو اللہ تعالیٰ نے عورتوں کے

اندر پیدا کیا ہے۔ امام رازی کہتے ہیں کہ اقرب یہ ہے کہ یہ بھی اس آیت کے حکم میں داخل ہے۔
دوسری غیر خلقی زینت جس سے عورتیں سنگار کرتی ہیں۔ امام رازی فرماتے ہیں کہ وہ تین قسم کی

چیزیں ہیں (۱) ایک رنگ جیسے آنکھوں میں سرمہ۔ باتوں میں دسمہ۔ خدین پر گودنا۔ آٹھ
پیر میں ہندی وغیرہ (۲) دوسرے زیور جیسے انگوٹھی۔ کڑے۔ بھانجھ۔ طوق۔ بالی وغیرہ (۳)

تیسری قسم کپڑے ہیں۔ خدا نے کپڑوں کو خود زینت فرمایا ہے خذوا زینتکم عند کل مسجد
اس آیت میں زینت سے باتفاق کپڑے مراد ہیں۔

امام شافعی صاحب فرماتے ہیں کہ اس آیت میں نفس زینت کے پھپھانے کا حکم ہوا ہے جیسا کہ
ملاحیون نے تفسیرات احمدیہ میں ذکر کیا ہے لیکن اور لوگ کہتے ہیں کہ زینت سے مراد مواضع زینت ہے
یعنی سر۔ کان۔ آنکھ۔ گردن۔ بازو۔ پہنچا۔ ساق وغیرہ جہاں زینت کے لیے زیورات یا رنگ

استعمال کئے جاتے ہیں۔

اس حکم سے خدائے مستثنیٰ کیا اور فرمایا الا ما ظہر منها یعنی جو زینت ظاہر ہو اس کا پوشیدہ کرنا فرض نہیں ہے۔ امام بغوی معالم التنزیل میں لکھتے ہیں کہ اس میں اختلاف ہے کہ زینت ظاہرہ جس کا اس آیت میں استثنیٰ ہوا۔ اس سے کیا مراد ہے۔ سید بن جبیر ضحاک۔ اور امام اوزاعی کہتے ہیں کہ اس سے مراد چہرہ اور کفین ہے۔ ابن مسعود کہتے ہیں کہ مراد کپڑہ ہے۔ حسن کہتے ہیں کہ چہرہ اور کپڑہ مراد ہے۔ ابن عباس کہتے ہیں کہ زینت ظاہرہ سے مراد سر۔ انگوٹھی اور خضاب ہے۔ قاضی بیضاوی کہتے ہیں کہ الا ما ظہر منها سے مراد یہ ہے کہ مزاویہ کے وقت جو ظاہر ہو۔ جیسے کپڑہ یا انگوٹھی۔ چونکہ اس کو چھپانے میں حرج تھا اسلئے مستثنیٰ ہوا۔ قاضی بیضاوی یہ بھی لکھتے ہیں کہ کہا گیا ہے کہ اس آیت میں زینت سے مراد مواضع زینت ہے۔ اور مستثنیٰ وجہ کفین ہے کیونکہ یہ دونوں عورت نہیں ہیں جس کا چھپانا فرض ہو۔ پھر کہتے ہیں کہ یہ نماز کے بارہ میں تو صحیح ہے لیکن نظر کے بارہ میں صحیح نہیں ہے۔ اسلئے کہ حرہ کا بدن کل عورت پر اور شوہر یا محرم کے سوا کسی کو اس کا بلا ضرورت دیکھنا حلال نہیں۔ البتہ ضرورت کے وقت اجازت ہے مثلاً معالجہ کے لئے یا شہادت کے لئے۔

کوئی روایت مرفوعہ ایسی نہیں ہے جس سے یہ ثابت ہو سکے کہ الا ما ظہر سے مراد وجہ اور کفین ہے باوجود اس کے ہمارے فقہاء بھی اس سے یہی مراد لیتے ہیں۔ صاحب ہدایہ نے اس کی وجہ یہ بتائی ہے کہ حضرت علی کرم اور حضرت ابن عباسؓ نے اس سے کحل اور خاتم مراد لیا ہے اور ان دونوں چیزوں سے مراد ان دونوں کے مواضع ہیں۔ اس لئے وجہ اور کفین مستثنیٰ ہوگا مگر یہ محل نظر ہے اس لئے کہ کحل کا محل آنکھ ہے نہ کہ چہرہ۔ اس لئے اگر مواضع کحل بھی مراد ہے تو انہیں مستثنیٰ ہوں گی نہ کہ سارا چہرہ۔

امام رازی فرماتے ہیں کہ اس پر اتفاق ہے کہ چہرہ عورت نہیں ہے۔ یہ نماز کے لئے تو صحیح ہو سکتا ہے جیسا کہ قاضی بیضاوی نے کہا ہے مگر نظر کے بارہ میں صحیح نہیں ہے۔

یہ تو مفسرین اور فقہاء کے اختلافات ہیں۔ مگر قرآن پاک کے الفاظ کا صاف اور واضح مطلب آیت کے آخر حصہ میں بیان کر دیا گیا انشاء اللہ تعالیٰ
 اللہ پاک نے ستر عورت کے بارہ میں مزید احتیاط کے لئے چادر اوڑھنے کی ترکیب بھی بتا دی۔ فرمایا کہ چادر کا کنارہ گریبانوں پر ڈالنا چاہئے تاکہ گردن اور صدر اچھی طرح چھپ جائے پھر فرمایا:-

اور اپنی زینت نہ ظاہر کریں مگر (۱) شوہروں پر	وَلَا يُبْدِينَ زِينَتَهُنَّ إِلَّا لِبُعُولَتِهِنَّ أَوْ
(۲) یا اپنے آباء پر (۳) یا شوہروں کے آباء پر (۴)	أَبَائِهِنَّ أَوْ آبَاءَ بُعُولَتِهِنَّ أَوْ أَبْنَاءَهُنَّ
یا اپنے لڑکوں پر (۵) یا شوہروں کے لڑکوں پر (۶)	أَوْ أَبْنَاءَ بُعُولَتِهِنَّ أَوْ إِخْوَانَهُنَّ أَوْ
(۷) یا اپنے بھائیوں پر (۸) یا بھائیوں کے لڑکوں پر	إِخْوَانَهُنَّ أَوْ بَنِي إِخْوَانِهِنَّ
(۹) یا بہنوں کے لڑکوں پر (۱۰) یا مسلمان	أَوْ نِسَاءَهُنَّ أَوْ مَمَالِكَهُنَّ إِيْمَانَهُنَّ
عورتوں پر (۱۱) یا ملک پر (۱۲) یا ایسے مرد پر	أَوِ الْتَّابِعِينَ غَيْرِ أُولِ
جو طفیلی ہوں اور صاحب شہوت نہ ہوں (۱۳)	الْأَرْبَةِ مِنَ الرِّجَالِ - أَوْ
یا ایسے لڑکوں پر جو عورتوں کے شرمگاہوں پر	الطِّفْلِ الَّذِي لَمْ يَظْهَرْ وَأَعْلَى
واقع نہ ہوں۔	عَوْرَاتِ النِّسَاءِ

پوری آیت کا خلاصہ یہ ہوا کہ چہرہ اور دونوں ہاتھ کی ہتیلیوں کے سوا تمام بدن چھپانے کا خدائے عورتوں کو حکم دیا۔ اور اکثر لوگوں کے قول کے مطابق چہرہ اور کفین کو خدائے اس حکم سے مستثنیٰ کیا۔ جن اعضا کے چھپانے کا حکم دیا اس کے متعلق فرمایا کہ شوہر اور باپ بھائی و ان سب کا چھپانا ضرور نہیں ہے۔

صحیح ترین روایتوں سے یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ حجاب کا حکم سورہ احزاب کی آیت کے نزول کے بعد ہوا۔ اور آیت حجاب سورہ احزاب ہی کی آیت ہے۔ اُس میں مردوں کو حکم دیا گیا کہ اہتمام المؤمنین سے بلا حجاب بات نہ کرو۔ اگر وہ حکم اہتمام المؤمنین کے ساتھ خاص ہو تو پھر

کنا چاہئے کہ حجاب کا حکم مسلمان عورتوں کے لئے نازل ہی نہیں ہوا۔ حجاب کا حکم امت مسلمہ کے ساتھ ختم ہو گیا۔ حالانکہ تمام سلف و خلف متفق ہیں کہ حجاب کا حکم مسلمان عورتوں کے لئے ہے اور احادیث صحیحہ سے یہ ثابت ہے کہ صحابیہ عورتیں حجاب کے حکم کی مامور تھیں۔ اور حجاب امت مسلمہ کو حجاب کا حکم تھا جو بنی قرآن سب مسلمانوں کی ماں تھیں تو کوئی وجہ نہیں ہے کہ دوسری مسلمان عورتوں کو یہ حکم نہ ہو۔ شان نزول کی تخصیص۔ یا ام المؤمنین کے مخاطب کی وجہ سے اگر اس حکم کو امت المؤمنین ہی کے ساتھ خاص کر دیا جائے تو اس قاعدہ کی وجہ سے قرآن پاک کا بڑا حصہ مسلمانوں کے لئے مامور نہ رہے گا۔ شان نزول یا مخاطب کی خصوصیت ہر جگہ حکم کو خاص نہیں کرتی۔

سورہ نور کی آیت میں مردوں سے حجاب کرنے یا نہ کرنے کا کوئی حکم نہیں ہے۔ اگر زینت مراد عمل زینت ہی ہو۔ اور الا ما ظہر منها سے مراد وجہ اور کفین ہی ہو۔ تاہم آیت کا مطلب صرف اتنا ہو گا کہ چہرہ اور کفین کے سوا سب بدن کو چھپاؤ۔ لیکن شوہر یا باپ بھائی سے چھپانا ضرور نہیں ہے۔ شوہر اور باپ بھائی کا حکم ایک نہیں ہے لیکن اس فرق کو اس آیت میں بیان نہیں کیا گیا۔

سورہ احزاب کی آیت میں یہ حکم ہے کہ عورت حجاب کے اندر رہے۔ اور سورہ نور کی آیت میں یہ بتایا گیا کہ گھر کے اندر اپنے لوگوں میں کیسے رہے۔ کس عضو کو کپڑے سے چھپائے کس کو کھولے۔ جسے کہ چادر اڑھنے کی ترکیب تک اس آیت میں بیان کی گئی۔ یہ کیونکر معلوم ہو گیا کہ چونکہ چہرہ اور کفین کو دوسرے اعضا کی طرح چھپانا ضرور نہ رہا اس لئے اجنبی کو منہ دکھانا بھی جائز ہو گیا جس کا امتناع دوسری آیت سے پہلے ثابت ہو چکا ہے۔

ہمارے فقہار بھی اجنبی کے سامنے چہرہ کھولنے کو جائز نہیں کہتے الا بضرورت تعالٰی و شہادت وغیرہ لیکن فرماتے ہیں کہ یہ حکم نص کی وجہ سے نہیں ہے بلکہ شرع پختہ کے لئے ہے۔

حجاب کی بحث میں ایک بڑی غلطی یہ ہوتی ہے کہ حجاب کے حکم سے پہلے جو عورتیں باہر نکلا کرتی تھیں اُس کو حجاب کے خلاف استدلال میں پیش کر دیا جاتا ہے۔ یا لونڈیاں نکلا

کرتی تھیں کبھی اس کو پیش کر دیا جاتا ہے۔ بدوی قبائل کی محترفہ عورتیں نکلا کرتی تھیں اور اپنا معاش خود حاصل کرتی تھیں اُن کے معاش کا ذریعہ اُن کا پیشہ تھا ایسے وہ معذور تھیں۔ مگر اس کو استدلال میں پیش کر دیا جاتا ہے۔ بنی غفار کی کچھ عورتیں مرہم پٹی کرنا جانتی تھیں ایسے فوج کے شامل ہو جایا کرتی تھیں۔ یہ عورتیں خیبر بھی گئی تھیں۔ روانگی کے وقت حضور کو اسکا علم نہ ہوا۔ پیچھے جب معلوم ہوا تو آپ اُن کے آنے پر ناخوش ہوئے مگر چونکہ جاچکی تھیں ایسے فوج کے ساتھ رہیں۔ اور زخمیوں کی خدمت بھی کی۔ اور غنیمت میں سے اُن کو اس خدمت کا معاوضہ بھی ملا تھا۔ مگر کیا اس کی وجہ سے حجاب کا حکم باطل ہو جائے گا۔ اور جو شریف اور شوہر دالی عورتیں ہیں معاش اور نفقہ حاصل کرنے کے لئے مجبور نہیں ہیں کیا اُن کو بھی صہنی کے سامنے منہ دکھانا جائز ہو جائے گا واللہ اعلم وعلما اتم واحکمہ

جویریہ بنت الحارث رضی اللہ عنہا

ام المؤمنین جویریہ بضم جیم مصغراً بنت الحارث ابن ابی ضرار بکسر ضاد مجہد تخفیف را لمصطلق بنی المصطلق کے سردار کی لڑکی تھیں۔ اور مسافع بضم میم وسین ممل وکسر فاء بن صفوان المصطلق کی زوجہ تھیں مسافع غزوہ مریسہ میں مارا گیا۔ یہ گرفتار ہوئیں۔ اور ثابت بن قیس ابن سہاس کے حصہ میں پڑیں یا ان کے بھائی کے۔ ثابت مذکور انصار کے خطیب تھے۔ اُنکا اور اُن کے خطبہ کا ذکر وفود میں ہو چکا ہے۔

واقعی کی روایت ہے کہ جویریہ رضی اللہ عنہا نے ثابت بن قیس سے نوا و قیہ سونا پر مکاتبت کر لی تھی۔ اور حضور کی خدمت میں آکر آپ سے امداد چاہی۔ حضور نے وہ ادا کر دیا۔ اور اُن کی مرضی معلوم کرنے کے بعد اُن سے نکاح بھی کر لیا۔ نکاح کی خبر جب صحابہ کو معلوم ہوئی تو بنی المصطلق کے جتنے قیدی اُن کے پاس تھے۔ اُنہوں نے سب کو آزاد کر دیا۔ اور کہنے لگے کہ اللہ اکبر یہ سب تو رسول اللہ کے قرابت مند ہو گئے ابوداؤد اور امام احمد نے حضرت عائشہ سے روایت

کیا ہے وہ فرماتی ہیں کہ میں نے نہیں دیکھا کہ کوئی عورت جویریہ سے زیادہ اپنی قوم کے لئے عظیم البرکت ثابت ہوئی ہو۔ بنی المصطلق کے ایک تنواہل بیت قید تھے سب چھوڑ دیئے گئے۔ علامہ زرقانی لکھتے ہیں کہ ایک تنواہل بیت سے ایک سو آدمی مراد نہیں ہیں کیونکہ انکی تعداد سات سو سے زیادہ تھی۔ بلکہ ایک سو گھر کے باشندے مراد ہیں۔

ام المومنین جویریہؓ کا تذکرہ غزوہ بنی المصطلق میں ہو چکا ہے۔ اور اُس غزوہ کی تاریخ مفصل بحث ہو چکی ہے۔ اُسی سے اُن کے عقد کی صحیح تاریخ بھی معلوم ہو جاتی ہے۔
 شہد میں اُن سے رسول اللہؐ نے عقد کیا۔ اس وقت اُن کی عمر بیس سال کی تھی۔
 اور علیؓ صحیح ربیع الاول شہد میں اُن کا انتقال ہوا جیسا کہ تقریب میں ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ ان کی عمر بیسٹھ سال کی ہوئی۔ مدینہ میں انتقال ہوا۔ اور قسح میں اُن کی قبر مشہور ہے۔

ام حبیبہ بنت ابی سفیان رضی اللہ عنہا

ام المومنین ام حبیبہؓ ابوسفیان کی لڑکی تھیں۔ ابوسفیان کا حال کتاب المغازی میں کئی جگہ ذکر ہو چکا ہے۔ اسلام کے قبل قریش کے تین شخص بہت ذی اثر اور صاحب الرائے تھے۔ عتبہ۔ ابوہل اور ابوسفیان۔ قریش کا فوجی علم عقاب ابوسفیان ہی کے پاس رہتا تھا۔ ابوسفیان بڑے تاجر تھے۔ شام۔ روم۔ اور عجم میں تجارتی قافلے بھیجتے تھے۔ اور کبھی خود بھی قافلہ کے ساتھ جلتے تھے اُن کی ایک لڑکی زینب عروہ بن مسعود ثقفی سے طائف بیاہی ہوئی تھیں۔ اور دُلڑکیاں ام المومنین زینب بنت جحشؓ کے دو بھائیوں سے بیاہی ہوئی تھیں۔ فارہ ابواحمد بن جحشؓ اور ام حبیبہ عید اللہ بن جحشؓ سے۔ اُن کے ایک لڑکے حضرت معاذؓ ہیں۔ جنگی جنگ حضرت علیؓ سے ہوئی اور معاویہؓ کا لڑکا یزید تھا جس نے حضرت امام حسینؓ کو شہید کیا۔ بنی امیہ کی حکومت کے بانی اول ہی تھے۔ ہند بنت عتبہ جس نے حضرت حمزہؓ کا جگر چھایا تھا وہ ابوسفیان کی زوجہ۔ اور

حضرت معاویہؓ کی ماں تھی۔

حضرت معاویہؓ کے سوتیلے بھائی یزید بن ابی سفیانؓ بڑے محتر تھے۔ اور یزید الخیر کے نام سے مشہور تھے۔ اُن کی ماں بنی کنانہ کی ایک عورت ام الحکم زینب بنت نوفل ابن خلف تھی۔

ام المومنین ام حبیبہؓ حضرت معاویہؓ اور یزید الخیر کی سوتیلی بہن تھیں۔ اُن کی ماں صفیہ بنت ابی العاص حضرت عثمان بن عفان بن ابی العاصؓ کی حقیقی پھوپھی تھیں۔ اور خالد بن سعیدؓ ابن ابی العاصؓ کی بھی پھوپھی تھیں۔ ابن سعدؓ سے اصابہ میں منقول ہے کہ امیہ بنت ابی سفیان کی ماں بھی صفیہ تھیں تو وہ ام حبیبہؓ کی حقیقی بہن ہوئیں۔

ابو سفیانؓ کی ایک اور لڑکی کا نام بانفاظ مختلف احادیث میں آتا ہے۔ ام حبیبہؓ نے حضورؐ کو کہا تھا کہ یا رسول اللہؐ آپ کو حمنہ بنت ابی سفیانؓ کی ضرورت ہے حضورؐ نے فرمایا کہ ہمیں ضرورت کیسی۔ کہا کہ اس سے عقد کیجئے حضورؐ نے فرمایا کہ وہ میرے لئے کیونکر جائز ہو سکتی ہے۔ کسی روایت میں حمنہ نام آتا ہے بجائے مہملہ ویمم نون۔ اور کسی روایت میں عرہ بعین مہملہ و زائے معجم بعض روایت میں درہ۔ بعض روایت میں یہ بھی ہے کہ حضورؐ نے اُن سے کہا کہ تم سب اپنی بہن اور بیٹیوں کا نام نہ پیش کیا کرو۔

ابو سفیانؓ موثقہ القلوب میں سے تھے بعض علمائے لکھا ہے کہ بعد کو صادق مسلمان ہو گئے تھے حضرت معاویہؓ بڑے رتبہ کے صحابی ہیں مگر سیاسی اور دنیاوی کاموں میں اُن کی چالاکی بہت بڑھی ہوئی تھی۔ یزید الخیرؓ بہت مخیر۔ بڑے پارسا۔ اور بڑے دلیر تھے۔ شام کی لڑائیوں میں یہ پہ سالار بھی رہے ہیں۔

ابو سفیانؓ اور اُن کی بیوی ہندہ اور اُن کے خاندان کے اکثر آدمی فتح مکہ کے وقت مسلمان ہوئے اور اس وقت بھی یہ صادق مسلمان نہ تھے بلکہ موثقہ القلوب میں سے تھے۔ لیکن اُن کی دُور کیاں ام حبیبہؓ اور فاطمہؓ اپنے شوہروں کے ساتھ بہت پہلے مسلمان ہو چکی تھیں اور ہجرت کر کو حبشہ گئی تھیں عبید اللہ بن مصفر ام حبیبہؓ کے شوہر۔ وہیں حبشہ میں نصرانی ہو گئے۔ اور شراب پیتے پیتے

نصرانیت ہی پر اُن کا انتقال ہو گیا۔ ام حبیبہؓ اسلام پر ثابت قدم رہیں۔ اور اُن کے ساتھ اُن کی لڑکی حبیبہ بنت محسن تھی جو وہیں پیدا ہوئی تھیں۔ جب حضور کو اُن کی حالت معلوم ہوئی تو آپ نے عمرو بن امیہ الفُزَری کو نجاشی کے پاس جہش بھیجا۔ اور لکھا کہ ام حبیبہؓ کا عقد میرے ساتھ کر دو۔ نجاشی کو جب یہ پیغام پہنچا تو اُس نے اپنی خاص لونڈی ابرہہ کو جو اُس کے لڑکی کی کھلائی تھی ام حبیبہؓ کے پاس بھیجا۔ اور رسول اللہؐ کے پیغام کی خبر دی۔ ام حبیبہؓ یہ سن کر بہت خوش ہوئیں۔ اور اپنا زیور اس خوشخبری کے انعام میں ابرہہ کو دیا۔ اور خالد بن سعید بن ابی العاص کو جو اُن کے ماموں کے لڑکے تھے اُن کو وکیل بنا کر نجاشی کے پاس بھیجا۔

نجاشی نے حضرت جعفرؓ اور دوسرے صحابہ کو جو اس وقت جہش میں موجود تھے بلایا۔ اور سب کے سامنے نکاح کیا۔ خود خطبہ پڑھا۔ اور چار سو دینار اپنے پاس سے مہر دیا جو اس وقت خالد بن سعیدؓ کے سپرد کیا گیا۔ جیسا کہ مستدرک وغیرہ میں ہے۔ اصحابہ میں ابن سعدؓ منقول ہے کہ یہ عقد شہ میں ہوا۔ یہی روایت اشہر ہے۔ مہر کے بارہ میں اور روایتیں بھی ہیں۔ مثلاً مستدرک کی ایک روایت ہے کہ چار ہزار دینار۔ اور ابو داؤد کی روایت ہے چار ہزار درہم ابن ابی حنیئہ نے زہری سے روایت کیا ہے چالیس اوقیہ۔ مگر علامہ زر قانی نے عیون سے نقل کیا ہے کہ اثبت چار سو دینار کی روایت ہے۔ عقد کے بعد نجاشی نے ام حبیبہؓ کو شہیل ابن حنہ کے ساتھ مدینہ بھیج دیا۔

ابن حزم نے دعویٰ کیا ہے کہ اس پر اجماع ہے کہ ام حبیبہؓ کا عقد جہش میں ہوا۔ اور اصحاب میر اس پر متفق ہیں لیکن قتادہ۔ اور زہری سے ایک روایت ہے کہ اُن کا عقد مدینہ میں حضرت

۱۵۔ یہ مہر جب حضرت ام حبیبہؓ کے پاس آیا تو انہوں نے اُس میں سے پچاس دینار ابرہہ کو دینا چاہا لیکن ابرہہ نے نہیں لیا اور کہا کہ میں نجاشی نے منع کیا ہے۔ بلکہ زیور جو پہلے اس نے لیا تھا وہ بھی واپس کر دیا اور نجاشی نے بہت ماعود۔ عنبر۔ مشک اور چیزیں حضرت ام حبیبہؓ کے پاس بھیجی۔ یہ تمام باتیں خود حضرت ام حبیبہؓ نے بیان کی ہے واللہ اعلم ۱۲ منہ

عثمان بن عفان نے کیا۔ اور اس میں انہوں نے ولیمہ بھی کیا جس میں گوشت کھلایا تھا مگر ہو سکتا ہے کہ مدینہ میں تجدید نکاح ہوا ہو۔

البتہ مشکل یہ ہے کہ صحیح مسلم میں حضرت ابن عباسؓ کی ایک روایت ہے عکرمہ بن عمار ابی زبیل سے۔ وہ ابن عباسؓ سے روایت کرتے ہیں۔ کہ ابوسفیانؓ نے رسول اللہؐ سے کہا کہ ہم تین باتیں چاہتے ہیں حضورؐ نے ابوسفیانؓ کی وہ تینوں باتیں قبول کر لیں۔ ایک بات انہیں یہ تھی کہ ابوسفیانؓ نے کہا کہ میرے پاس عرب کی حسین ترین عورت ام حبیبہؓ ہے اس کا آپ سے نکاح کر دوں۔

اہل سیرتفق ہیں کہ ام حبیبہؓ کا نکاح حبشہ میں ہوا۔ اور فتح مکہ کے قبل قریش نے بنو خزاعہ پر زیادتی کر کے عہد شکنی کی تھی تو اس عہد کی تجدید کے لئے خود ابوسفیانؓ مدینہ آئے تھے۔ اس وقت ام حبیبہؓ رسول اللہؐ کے پاس موجود تھیں۔ اور انہوں نے رسول اللہؐ کے فرش پر ابوسفیانؓ کو مشرک ہونے کی وجہ سے بیٹھنے نہیں دیا تھا جیسا کہ فتح مکہ میں لکھ چکا ہوں۔ اور ابن سعد کی روایت ہے کہ ام حبیبہؓ کے نکاح کی خبر ابوسفیانؓ کو مکہ میں ملی اس وقت وہ رسول اللہؐ کے محارب اور دشمن تھے مگر اس نکاح کو ناپسند نہیں کیا۔

ان واقعات سے جو نہایت صحت کے ساتھ ثابت ہے یہ معلوم ہو جاتا ہے کہ صحیح مسلم والی روایت صحیح نہیں ہو سکتی۔ ابن حزمؒ تو کہتے ہیں کہ بلا شک وہ روایت موضوع ہے۔ اور یہ عکرمہ بن عمار کا کذب ہے۔ ابن جوزیؒ کہتے ہیں کہ اس میں ذرا بھی شک و تردد نہیں ہے کہ اس میں بعض رواۃ کو وہم ہو گیا ہے۔ اور لوگ عکرمہ بن عمار کو متہم کرتے ہیں۔

ابن صلاح اس کے خلاف ہیں۔ انہوں نے ابن حزمؒ کا سختی سے انکار کیا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ ائمہ حدیث کی پوری جماعت میں سے کسی نے عکرمہ کی طرف وضع کی نسبت نہیں کی اور وکیع و ابن عیین نے اُن کو ثقت کہا ہے۔

علمائے عکرمہ کے روایت کی کئی تاویلیں کی ہیں۔ مگر حق یہ ہے کہ اُن میں سے کوئی تاویل

تشفی بخش نہیں ہے واللہ اعلم

ابن سعد نے جزا بیان کیا ہے کہ ام حبیبہؓ کا انتقال مدینہ میں چوالیس سالگی میں ہوا۔
بلاذری نے اسی کو ترجیح دی ہے۔ جیسا کہ زرقانی نے ذکر کیا ہے۔ اور صحیح یہ ہے کہ مدینہ ہی میں
دفن ہوئیں واللہ اعلم

صفیہ بنت محیی بن خطب رضی اللہ عنہا

ام المومنین صفیہ بنت محیی بضم حار مہملہ دفع تھانیہ اول ابن الخطب بفتح ہمزہ وسکون ہجہ۔
حضرت ہارون بن عمران علیہ السلام کی اولاد تھیں لادی بن یعقوب کی نسل سے۔ اور ان کا
نام ضرہ بفتح ضا و ہجہ وتشدید رار مہملہ بنت سموا ل بفتح سین ویم وسکون واو وفتح ہمزہ و آخر لام
کذا فی زرقانی

پہلے سلام بن مشکم قرظی کی زوجہ تھیں۔ اس نے جدا کر دیا تب کنانہ ابن ابی احنیق سوا کا
عقد ہوا احنیق بضم حار مہملہ دفع قاف اول۔

کنانہ سے عقد کو تھوڑا ہی دن ہوا تھا کہ عمر سترہ میں غزوہ خیبر ہوا۔ اور اس میں کنانہ مارا گیا
اور یہ قیدیوں میں گرفتار ہو کر آئیں۔ حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ جب خیبر فتح ہوا تو حمید بن غلیفہ
کلبی نے حضورؐ سے ایک لونڈی مانگا حضورؐ نے فرمایا کہ لے لو۔ انہوں نے حضرت صفیہؓ کو لیا۔ مگر
ایک شخص نے رسول اللہؐ سے آکر کہا کہ یا رسول اللہؐ آپ نے دجیہ کلبی کو صفیہ بنت محییؓ حوالہ کر دیا جو
بہنی قرظہ اور بہنی نصیر کے سردار کی لڑکی ہے۔ اور ایسے گھر کی لڑکی ہے جس میں ریاست اور نبوت
دونوں رہی ہے۔ اور حسن و جمال میں بھی وہ بے مثل ہے۔

گو روایتوں میں یہی ہے کہ ایک شخص نے آکر حضورؐ سے یہ کہا۔ اور حافظ وغیرہ کہتے ہیں کہ
اس اعتراض کرنے والے کا نام ہمیں معلوم نہ ہو سکا۔ مگر معلوم ہوتا ہے کہ اس قسم کا خیال جیش کے
اور لوگوں میں بھی پیدا ہو گیا تھا۔ کیونکہ اس صورت میں تمام جیش پر دجیہ کلبی کو غیر معمولی ترجیح

ہو جاتی تھی۔ حالانکہ اُن سے افضل اشخاص موجود تھے۔ دویم خود صفیہ کے لیے یہ بات بڑی عجیب تھی اُن کا خاندانی شرف۔ اعلیٰ اخلاق۔ بڑا مرتبہ۔ اور کمال حسن و جمال مقتضی تھا کہ اُن کے ساتھ اچھا سلوک کیا جائے۔

حضور نے دحیہ کلثمی کو مع حضرت صفیہ کے بلوایا۔ اور فرمایا کہ تم دوسری لونڈی لے لو۔ اور اُن کو حضور نے خود اپنے صفی میں لیا۔ اور آزاد کر کے نکاح کیا۔ اور بخاری میں ہے کہ آزادی کو اُن کا مہر مقرر کیا۔ اور فرمایا اعتقھا صد اقھا۔

امام شافعی کتاب الام میں واقدی کے واسطے سے روایت کرتے ہیں کہ دحیہ کلثمی کو حضور نے حضرت صفیہ کے بدلہ اُن کے شوہر کنانہ بن الربیع کی بہن کو دیا۔ اور ابن اسحق کی روایت ہے کہ اُن کے بنت عم کو۔ اور صحیح مسلم میں ہے کہ صفیہ کو حضور نے دحیہ کلثمی سے سات انسان کے بدلہ خریدا علامہ زرقانی کہتے ہیں کہ خریدنا مجازاً کہا گیا ہے۔

بخاری کی ایک روایت ہے کہ حضور خیر سے روانہ ہوئے اور مقام صہبائے میں پہنچے تو وہاں ام سلیم یعنی حضرت انس کی ماں نے اُنکی کنگھی کی۔ کپڑہ بدلا۔ خوشبو لگایا۔ اور وہیں زفاف ہوا اور وہیں ولیمہ ہوا۔ کوئی کچور۔ کوئی چربی۔ کوئی حبس لانا تھا جب جمع ہو گیا تو سب نے ملکر کھایا یہی ولیمہ تھا۔ صحیحین کی روایت میں حضرت انس سے اس ولیمہ کا ذکر مروی ہے۔

یہاں سے روانہ ہونے لگے تو لوگوں کو شک تھا کہ حضرت صفیہ سے حضور نے نکاح کیا ہے یا ملک یمن کی بنا پر اُن کو اپنے تصرف میں رکھا ہے مگر حضور نے اُن پر پردہ کیا بعض روایات میں ہو کہ اُن کے اور لوگوں کے درمیان حجاب کھینچا۔ اور بعض روایت میں ہے کہ اپنے عجل سے پردہ کیا۔ تب لوگوں کو معلوم ہوا کہ حضور نے نکاح کیا ہے کیونکہ پردہ کا حکم حرہ کے لیے ہر لونڈی پر پردہ نہیں ہے۔

ابن سعد نے عطار بن یسار سے روایت کیا ہے کہ جب حضرت صفیہ خیر سے مدینہ آئیں تو حارثہ ابن النعمان کے مکان میں ٹھہرائی گئیں۔ اُن کے حسن و جمال کا شہرہ ہوا تو انصار کی عورتیں اُن کو دیکھنے آئیں۔ اور حضرت عائشہؓ بھی نقاب اوڑھ کر آئیں مگر رسول اللہ نے اُن کو پہچان لیا۔ جب

واپس طپیں تو حضور بھی اُن کے ساتھ چلے۔ اور پوچھا کہ عائشہؓ تم نے کیا دیکھا۔ حضرت عائشہؓ نے کہا کہ دیکھا۔ یہودیہ ہیں۔ حضورؐ نے فرمایا کہ یہ نہ کہو۔ وہ مسلمان ہو گئی ہے۔ اور ابھی مسلمان ہوئی ہے۔ تیزی میں حضرت صفیہؓ سے مروی ہے کہ اُن کو خبر ملی کہ حضرت عائشہؓ اور حضرت حفصہؓ کہتی ہیں کہ ہم عند الرسولؐ زیادہ مکرم ہیں کیونکہ ہم رسول اللہؐ کی ازواج بھی ہیں۔ اور بنت عم بھی۔ حضرت صفیہؓ نے رسول اللہؐ سے اس کو ذکر کیا۔ تو رسول اللہؐ نے فرمایا کہ کیا تم نے یہ نہ کہا کہ تم ہم سے زیادہ مکرم کیونکر ہو سکتی ہو میرے شوہر محمدؐ ہیں۔ میرے باپ مارون نبی ہیں۔ میرے چچا حضرت موسیٰ نبی ہیں۔ علیہم السلام اہل بیت ہیں۔ کہ ایک دفعہ کسی سفر میں حضرت صفیہؓ کے لیے حضرت زینب بنت جحشؓ نے رسول اللہؐ کی ایک فاضل اونٹ مانگا۔ انہوں نے فرمایا کہ کیا میں یہودیہ کو اونٹ دوں۔ حضورؐ اس سے بہت ناخوش ہوئے اور اُن سے دو یا تین مہینہ تک بات نہ کی۔

ابن سعد نے امیہ بنت ابی قیس غفاریہ سے بطریق واقدی روایت کیا ہے کہ حضرت صفیہؓ نے فرمایا کہ جب میں رسول اللہؐ کے پاس آئی تو پورے سترہ برس کی نہ تھی۔ اور حضرت صفیہؓ کا انتقال ۲۵ھ میں ہوا اور واقدی کی ایک روایت ہے کہ سترہ سال میں انتقال ہوا۔ ابن حجر کہتے ہیں کہ یہی اقرب الی الصواب ہے ابن مندہ اور ابن حبان سلسلہ کہتے ہیں مگر ابن حجر کہتے ہیں کہ وہ غلط ہے کیونکہ سلسلہ میں علی بن حسینؓ پیدا بھی نہ ہوئے تھے حالانکہ صحیحین میں اُن کی روایت حضرت صفیہؓ سے ثابت ہے واللہ اعلم حضرت صفیہؓ کا حال غزوہ خیبر میں بھی بیان ہو چکا ہے۔

میمونہ بنت الحارث رضی اللہ عنہا

ام المؤمنین حضرت صفیہؓ کے بعد حضورؐ نے ام المؤمنین میمونہ بنت الحارثؓ السلاویہ سے عقد کیا۔ ابن سعد کہتے ہیں کہ یہ سب سے آخری عورت ہیں جن سے حضورؐ نے عقد کیا۔ اور خلوت ہوئی حضرت میمونہؓ ہلالیہ تھیں۔ کئی بہنیں تھیں۔ اور بڑے بڑے معزین سے اُن کا رشتہ تھا۔ ایک بہن اُن کی ام الفضل بایہ کبریٰ تھیں۔ حضرت عباسؓ کی زوجہ جنکے چچے کے مشاہیر اسلام سے ہیں فضیلؓ۔ عبد اللہؓ

عَلِیُّ اللہ تعالیٰ - قثم - اور عبد الرحمن - دوسری بہن بابہ صغریٰ تھیں یعنی جو حضرت خالد بن الولیدؓ کی ماں تھیں۔ ابن حجر نے اصابہ میں ابن ابی بکلی سے نقل کیا ہے کہ عصار انہیں کا نام تھا۔ زرقانی نے بعض سے نقل کیا ہے کہ عصار ابی کی زوجہ تھیں۔ زرقانی کہتے ہیں کہ ہو سکتا ہے کہ خالد بن الولیدؓ کی پیدائش کے بعد ولید نے طلاق دیدیا ہوا اور ابی نے عقد کر لیا ہو۔ ایک بہن برزہ زید بن الامم کی ماں تھیں بعض کہتے ہیں کہ انہیں کا نام عرہ تھا بعض کہتے ہیں کہ عرہ دوسری بہن کا نام تھا جو بی کلاب میں بیاہی ہوئی تھیں ایک بہن ام حفیدہ کا نام ہزیدہ تھا۔ موطا میں تفصیل سے اور صحیحین میں اختصار کے ساتھ روایت ہے کہ رسول اللہ حضرت میمونہ کے مکان میں تشریف لے گئے وہاں عبد اللہ بن عباسؓ اور خالد بن ولیدؓ بھی تھے اور سامنے گاوہ کا گوشت بھی تھا۔ حضرت میمونہ نے فرمایا کہ یہ میری بہن ہزیدہ بنت الحارث نے ہدیہ دیا ہے حضور نے اُس میں سے خود نہیں کھایا لیکن آپ کی اجازت سے اوروں نے آپ کے دسترخوان پر کھایا۔ طحاوی نے ایک روایت لکھی ہے کہ آپ کے نہ کھانے سے حضرت میمونہ نے بھی نہ کھایا۔

یہ سب باپ کی طرف سے حضرت میمونہ کی بہنیں تھیں۔ اور مواہب لدنیہ میں ہے کہ ماں کی طرف سے اُن کی ایک بہن اسماء بنت عمیس تھیں۔ جو حضرت جعفر بن ابی طالبؓ کی زوجہ تھیں۔ اور اُن سے اُن کو تین لڑکے تھے عبد اللہ - محمد اور عون۔ اُن کے شہید ہونے کے بعد حضرت ابو بکر صدیقؓ نے اُن سے عقد کیا۔ اُن سے محمد بن ابی بکر پیدا ہوئے۔ اُن کے بعد اُن سے حضرت علیؓ کرہ نے عقد کیا تو یحییٰ۔ اور عون پیدا ہوئے۔ ماں کی طرف سے دوسری بہن سلمیٰ بنت عمیس تھیں جو حضرت حمزہ ابن عبد المطلبؓ کی زوجہ تھیں۔ اور اُن کو اُن سے ایک لڑکی تھیں امت عبد جتو حضور نے ام المومنین ام سلمہؓ کے لڑکے سلمہ بن ابی سلمہ سے بیاہ دیا تھا۔ حضرت حمزہؓ کے بعد سلمیٰ بنت عمیس نے شداد بن الہاد الیشی سے عقد کیا تو عبد اللہ اور عبد الرحمن پیدا ہوئے ماں کی طرف سے اُنکی ایک بہن اور سلامۃ بنت عمیس تھیں مگر وہ مسلمان نہ ہوئیں۔

حضور سے پہلے حضرت میمونہ ابی زہم بضم ز کے مہمل و سکون ماہ بن عبد العزی بن عبدود

ابن مالک بن حسل بن عامر بن لوی کے پاس تھیں۔ یا سَجْرَةُ بَقِيعِ سِین و سکونِ خَاصِیہ و فتحِ باسے
 موصدہ و رارِ مہلہ ابن ابی رُہم کے پاس۔ یا حویطب بن عبد العزی کے یعنی ابی رُہم کے بھائی کے یا فروہ
 ابن عبد العزی کے۔ اصابعہ میں ہے کہ فروہ حویطب کا بھائی تھا لیکن زُرْقَانِی کہتے ہیں کہ ابن ابی حنیئہ نے
 قتادہ سے روایت کیا ہے کہ اس فروہ کا نسب ہے فروہ بن عبد العزی بن اسد بن غنم بن ہودان
 اس سے معلوم ہوا کہ یہ دوسرا شخص ہے حویطب کا بھائی نہیں ہے۔ اور زُرْقَانِی نے ابراہان سے نقل کیا ہے
 کہ ابی رُہم سے پہلے حضرت یمونہ مسعود بن عمرو بن غیر ثقفی کی زوجہ تھیں۔

حضرت یمونہ سے حضور نے عَمْرَةَ الْقُضَاة کے زمانہ میں عقد کیا۔ اس پر سب کا اتفاق ہے لیکن
 فقہار کا شدید اختلاف اس امر میں ہے کہ نکاح کے وقت آپ محرم تھے یا نہیں۔ میں نے عَمْرَةَ الْقُضَاة
 میں بحث کو پوری تفصیل سے لکھ دیا ہے۔ ابن حجر اصابعہ میں لکھتے ہیں کہ بعض نے ان اقوال کو اس طرح
 جمع کیا ہے کہ جب آپ نے نکاح کیا تو محرم تھے لیکن زفاف احرام سے خارج ہونے کے بعد حل میں آ
 اور کہتے ہیں کہ سیاق قصہ سے یہ بالکل واضح ہے۔

اصابعہ میں ہے کہ یمون بن مہران صفیہ بنت شیبہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضور نے حضرت
 یمونہ سے مقام سرف میں عقد کیا۔ اور سرف ہی میں ایک قبۃ میں زفاف ہوا۔ اور سرف ہی میں
 حضرت یمونہ کا انتقال ہوا۔ اور اسی مقام میں دفن ہوئیں جہاں زفاف کا قبۃ تھا۔

حضرت یمونہ کا انتقال ۱۱ھ میں ہوا۔ ابن حجر اسی کو صحیح کہتے ہیں (۶۱) (۶۲) اور (۶۳)

کی روایتیں صحیح نہیں ہیں کیونکہ یہ ثابت ہے کہ انکا انتقال حضرت عائشہؓ سے پہلے ہوا واللہ اعلم
 دوسری ازواج | حضور کی گیارہ ازواج مطہرات ہیں جن پر سب کا اتفاق ہے اور کیونکہ اختلاف
 نہیں ان میں سے حضرت خدیجہؓ کا ہجرت سے پہلے انتقال ہو گیا۔ اور ام المساکین والمومنین زینب
 بنت خزیمہ کا عقد کے دو تین مہینہ بعد حضور کے سامنے انتقال ہو گیا۔ حضور کے انتقال کے وقت
 نو بیویاں موجود تھیں جن میں سے آٹھ پر باریاں تقسیم ہوتی تھیں۔ لیکن حضرت سودہ رضی اللہ عنہا نے
 اپنی باری کا دن حضرت عائشہؓ کو ہبہ کر دیا تھا۔ ان نو بیویوں سے حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا نے

سب سے پہلے سلسلہ میں انتقال کیا اور سب کے بعد سلسلہ ۶۲ یا ۶۳ میں حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے انتقال کیا۔

واقعی کا قول مختار یہ ہے کہ حضرت ریحانہ کو آزاد کر کے اُن سے بھی حضور نے عقد کیا تھا بعض علماء اسی کو اثبت کرتے ہیں لیکن مشہور اور صحیح یہ ہے کہ حضرت ریحانہ ملک یمن کی بنیاد پر حضور کی تعریف میں تھیں۔ اُن سے عقد نہیں ہوا۔

ابن قیم زاد المعاد میں لکھتے ہیں کہ یہ حضور کی مشہور ازواج مطہرات ہیں جن سے حضور نے نکاح کیا ہے اور خلوت ہوئی۔ باقی چار پانچ عورتیں اور ہیں جن سے حضور کے نکاح کا پیغام ہوا مگر نکاح ہوا نہیں۔ یا جنہوں نے اپنے نفس کو حضور کے لیے ہبہ کیا مگر حضور نے اُن کو اپنی زوجیت میں لیا نہیں۔ بعض علماء نے کہا ہے کہ ایسی تین عورتیں ہیں۔ مگر جو لوگ رسول اللہ کی سیرت اور حالات سے اچھی طرح واقف ہیں وہ اس کا انکار کرتے ہیں۔

جونہ کنذیہ کی نسبت صحیح یہ ہے کہ اس کے پاس حضور نے پہلے نکاح کا پیغام بھیجا پھر خود تشریف لے گئے اور پیغام دیا تو اس نے استعاذہ کیا اسلئے آپ نے اس سے نکاح نہ کیا۔ کلبیہ کا بھی

سلسلہ ابن اسحاق نے ذکر کیا ہے کہ رسول اللہ نے اپنی لڑکی زینب کے انتقال کے بعد فاطمہ بنت ابیہ کو نکاح کیا۔ اور جب آیت تخیّر نازل ہوئی تو اس کو اختیار دیا۔ اور اس نے دنیا اختیار کی۔ اور ابن سعد نے واقعی کو روایت کیا ہے کہ حضور نے کلبیہ سے ذی فعدہ شہد میں نکاح کیا۔ جو اس سے لوٹنے کے بعد۔ اور واقعی ذی ہری سے روایت کیا ہے کہ فاطمہ بنت ابیہ کو وہ عورت ہے جس نے استعاذہ کیا تھا تو حضور نے طلاق دیدیا۔ پیچھے یہ بینگنیاں چنا کرتی تھی اور کہتی تھی انا اشد شقیۃ

لیکن حدیث صحیح میں ہے کہ فضاک ابن سفیان نے رسول اللہ کے سامنے اپنی بیٹی کا نام پیش کیا۔ اور اس کے ساتھ یہ بھی ذکر کیا کہ وہ کبھی بیمار نہیں پڑی۔ حضور نے فرمایا کہ یہ کوئی خوبی نہیں ہے بیماری گناہوں کا کفارہ ہوتی ہے۔ اور آپ نے نکاح سے انکار کر دیا۔ تخییر کے حکم میں اس کا شامل ہونا بھی صحیح نہیں ہے۔ بخاری میں حضرت عائشہ سے مروی ہے کہ تخییر کا حکم نازل ہوا تو حضور نے سب سے پہلے عہد سے پوچھا۔ میں نے خدا اور رسول کو اختیار کیا اور ازواج رسول اللہ نے میری اتباع کی۔ اور بعض روایت میں تصریح ہے کہ تمام ازواج رسول اللہ نے خدا اور رسول کو اختیار کیا۔ قتادہ اور عکرمہ کہتے ہیں کہ تخییر کے وقت حضور کی نوروج تھیں

یہی حال ہے۔ اور جس کے بدن پر برص کا سفید داغ تھا اس کا بھی یہی حال ہے اُن میں سے کسی کے ساتھ نہ نکاح ہوا نہ خلوت ہوئی۔ اور جس نے اپنے نفس کو حضور کے لئے ہبہ کیا تھا اُس کا عقد اپنے ایک صحابی سے کر دیا۔ اور قرآن پاک کی بعض سورتیں مہر مقرر کر دیں۔ واہبہ کا حال صحیحین کے مختلف ابواب میں بالتفصیل موجود ہے۔

امام بخاری اپنی صحیح میں تعلیقا ذکر کرتے ہیں کہ عباس بن سہیل اپنے والد اور ابی اسید سے روایت روایت کرتے ہیں کہ حضور نے ایمنہ بنت شراحیل سے عقد کیا اور ابن حجر اصابہ میں ابو عمر کا قول لکھتے ہیں کہ اس پر اجماع ہے کہ رسول اللہ نے اسما بنت نعمان بن الحارث بن شراحیل سے عقد کیا۔ اس میں اختلاف نہیں ہے۔ اختلاف اس میں ہے کہ تفریق کیونکر ہوئی۔ لیکن خود امام بخاری اس سے پہلے اسکو

بقدر صفحہ ۶۰۶

اور وہ وہی نو عورتیں ہیں جو آپ کی وفات کے وقت تھیں واللہ اعلم ۱۲ منہ
۱۷ مسند امام احمد میں یزید بن کعب بن عمر رضی اللہ عنہ کی ایک روایت ہے کہ بنی عفار کی ایک عورت سے آپ نے تزویج کیا۔ اور اسکے پاس گئے بیٹھے لیکن اس کے بدن میں سفید داغ دیکھا تو الگ ہو گئے۔ اور جو کچھ اُس کو دیا تھا وہ واپس نہ کیا۔ اس سے بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ اس عورت سے نکاح ہوا تھا۔ مگر محبت نہیں ہوئی واللہ اعلم ۱۲ منہ

۱۸ بخاری میں تعلیقا حضرت عائشہ سے مروی ہے کہ جن عورتوں نے خود کو رسول اللہ کے لئے ہبہ کیا تھا اُن میں ایک خولہ بنت حکیم ہیں۔ خولہ حضرت عثمان ابن مظعون کی زوجہ تھیں بعض کہتے ہیں کہ یہ قصہ حضرت عثمان سے نکاح کے قبل کا ہے۔ مگر خولہ ہی نے حضرت سودہ اور حضرت عائشہ کی نسبت رسول اللہ سے کی تھی اور اس وقت بھی حضرت عثمان کی زوجہ تھیں اور یہ متفق علیہ ہے کہ حضرت خدیجہ کی حیات میں حضور نے کسی عورت سے نکاح نہ کیا۔ دوم اُس وقت حضرت عائشہ کی عمر ہی کیا تھی کہ انہوں نے حضرت خولہ پر کھن کیا اور اُن کے طعن پر آیت نازل ہوئی۔ یا تو پیدا ہی نہ ہوئی ہوں گی۔ یا ہوں گی تو ہر برس سے کم کی ضرور ہوں گی۔ دوسری داسبہ کہا جاتا ہے کہ ام سلمہ ہیں مگر یہ طے نہیں ہوا کہ یہ کون تھیں اور کب انہوں نے اپنے کو ہبہ کیا بعض کہتے ہیں کہ خولہ بنت حکیم کی کنیت ہے بعض کہتے ہیں کہ زبیرہ تھیں اور ابتداء اسلام میں اُن سے عقد ہوا۔ مگر یہ صحیح نہیں ہے کیونکہ حضرت خدیجہ کی حیات میں آپ نے کسی سے عقد نہیں کیا۔ بعض انصاریہ کہتے ہیں بعض دوسرے مگر اس بارہ میں کوئی اچھی روایت نہیں ہے قیاسات ہیں۔ صحیح روایتیں انہیں داسبہ کی ہی جنکا آپ نے ایک صحابی سے عقد کر دیا واللہ اعلم ۱۲ منہ

دوسری طرح مسند گارہ وایت کرتے ہیں۔ روایت کرتے ہیں کہ امیمہ بنت شراحیل کے مکان میں جو نیہ
 آکر ٹھہری تھی۔ اس کے پاس رسول اللہ ﷺ گئے تھے۔ اور حضرت اسید بھی ساتھ تھے۔ اور جو نیہ وہی اسماء
 بنت النعمان ہے ابو عمر تو کہتے ہیں کہ اس کے نکاح پر اجماع ہے لیکن ابن قیم کہتے ہیں کہ اصحاب سیر کو
 اس کا علم نہیں ہے کہ نکاح ہوا۔

اس باب میں تین روایتیں بہت صحیح ہیں بخاری میں ہے کہ ابنتہ ابی جحون جب رسول اللہ ﷺ کے
 پاس داخل ہوئی۔ اور آپ اُس کے قریب ہوئے تو اُس نے کہا اعوذ باللہ منك حضور نے فرمایا
 عذت بعظیم الحقی باہلک یعنی تو نے بڑے کی پناہ مانگی۔ اپنے لوگوں میں جاؤ۔

دوسری حدیث اسی بخاری میں ہے حمزہ بن اسید اپنے والد حضرت اسید سے روایت کرتی ہیں
 کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ جو نیہ کے پاس آئے۔ جو امیمہ بنت النعمان بن شراحیل کے مکان میں ٹھہری
 ہوئی تھی۔ یہ مکان کھجوروں کے باغ میں تھا۔ اور اُس کے ساتھ اُسکی دایہ بھی تھی حضور اُسکے پاس
 داخل ہوئے اور فرمایا کہ تو اپنے کو میرے غیے ہبہ کر دے۔ اُس نے کہا کہ کیا کوئی ملکہ اپنے آپ کو کسی
 بازاری کے لئے ہبہ کرتی ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے اُس کو تسکین دینی چاہی مگر اُس نے کہا اعوذ باللہ منك
 حضور نے فرمایا عذت بمعاذ تو نے اس کی پناہ مانگی جو پناہ دینے والا ہے۔ اور اس کے پاس سے
 نکل آئے اور حضرت اسید سے کہا کہ اُس کو دو کپڑہ پہنادو۔ اور اسکے اپنے لوگوں میں پہنچا دو۔

اور صحیح مسلم میں حضرت سہیل بن سعد سے مروی ہے کہ حضور نے غریب کی ایک عورت کا حال سنا تو
 حضرت اسید سے کہا کہ اُس کو بلاؤ۔ وہ آئی اور بنی ساعدہ میں آکر ٹھہری۔ اس کے بعد رسول اللہ ﷺ
 اس کے پاس داخل ہوئے گفتگو ہوئی تو اُس نے کہا اعوذ باللہ منك حضور نے فرمایا قد
 اعذتک منی یعنی میں نے تجھ کو اپنے سے پناہ دیدی۔ لوگوں نے اُس کے بعد اس سے پوچھا کہ
 تو نے سمجھا کہ یہ کون تھے کہا کہ نہیں۔ لوگوں نے کہا کہ یہ رسول اللہ ﷺ تھے۔ اور اس لئے آئے تھے کہ
 تجھ کو نکاح کا پیغام دیں۔ اس نے کہا کہ میں بد بخت تھی کنت اشقی من ذلک

۱۔ یہ تو صحیح مسلم کے الفاظ ہیں اور بعض علماء کا خیال ہے کہ سیر کی روایتوں میں جو ایک کی حالت مذکور ہو کہ
 وہ مینگناں جنتی تھی اور کہتی تھی انا شقیۃ وہی ہے واللہ اعلم ۱۲ منہ

ظاہر ہے کہ یہ سب ایک ہی قصہ ہے۔ اور مسلم کی روایت نے فیصلہ کر دیا کہ نکاح ہوا نہیں تھا بلکہ حضور نکاح کا پیغام دینے گئے تھے۔ بخاری کے الفاظ میں ہبتی فی نفسک ہے اس کا مطلب بھی وہی ہے کہ مجھے نکاح کرو۔۔۔ باقی ضعیف اور غیر مستند روایات میں جو اور تصریحات ہیں۔ وہ اس کے مقابلہ میں قابل قبول نہیں ہو سکتیں۔

ساری

حضور کی چار کنیزیں تھیں جنہیں ملک بکین کی بنا پر آپ تصرف کرتے تھے۔

(۱) حضرت ماریہ قبطیہ موقوفہ نے سلسلہ میں اُن کو حضور کی خدمت میں بھیجا تھا۔ اُن کی ماں رومی تھیں اور قبطی اس لئے بہت حسین تھیں۔ اور بہت سفید پوش۔ یہ حضور کی ام ولد ہیں۔ ذوالحجہ سلسلہ میں اُن سے حضور کو ایک اولاد ہوئی۔ ان کا نام حضرت ابراہیم تھا بچپن میں انتقال ہو گیا۔ حضرت ماریہ کو کنیز تھیں مگر حضور اُن کو پردہ میں رکھتے تھے۔ سلسلہ یا سلسلہ میں ان کا انتقال ہوا اور بقیع میں مدفون ہوئیں۔

(۲) ریحانہ بنت شمعون بن شیمون معمرہ وغیرہ معمرہ۔ ابن اسحق کہتے ہیں کہ بنی قریظہ کی تھیں۔ اور ابن سعد کہتے ہیں کہ بنی نضیر کی تھیں لیکن بنی قریظہ میں بیاہی گئی تھیں۔ پہلا قول عند اکثر صحیح ہے ابن اسحاق کہتے ہیں کہ اُن میں ملک بکین کی بنا پر حضور تصرف کرتے تھے۔ مگر ابن سعد بسند و اقدی روایت کرتے ہیں کہ حضور نے آزاد کر کے اُن سے عقد کیا تھا۔ پہلا قول صحیح ہے سلسلہ میں حجۃ الوداع کے بعد حضور کے سامنے انہوں نے انتقال کیا۔ اور بقیع میں دفن ہوئیں۔

(۳) حضرت زینب بنت جحش کی ایک کنیز تھیں نفیسہ انہوں نے حضور کو بہ کر دیا تھا (صابہ) (۴) ایک کنیز اور تھیں جو حسین تھیں۔ اور کسی غزوہ میں آئی تھیں۔

مہر

حضرت عائشہ سے صحیح مسلم میں مروی ہے کہ رسول اللہ کا مہر اپنی ازواج کے ساتھ بارہ ذوقیہ اور

۱۵ بھوکھ کو اپنا نفس بہ کر دو۔

ایک نش تھا۔ اور حضرت عائشہؓ نے ابو سلمہؓ سے پوچھا کہ جانتے ہو نش کیا ہے۔ انہوں نے کہا کہ نہیں۔ فرمایا کہ نصف اوقیہ تو یہ پانچ سو درہم ہوتا ہے۔ اوقیہ چالیس درہم اور نش بیس درہم ہوتا ہے۔ حضرت عمرؓ فرماتے ہیں کہ مجھے نہیں معلوم ہے کہ رسول اللہؐ نے اپنی کسی زوجہ یا کسی لڑکی کا نکاح بارہ اوقیہ سے زیادہ پر کیا ہو۔ اس کو اما احمد۔ ترمذی۔ ابوداؤد۔ نسائی۔ ابن ماجہ اور دارمی نے روایت کیا ہے۔ حضرت عمرؓ نے نش کا ذکر نہیں کیا غالباً اس وجہ سے کہ انکار اوقیہ کی زیادتی کا ہے کسرات کا نہیں۔

حضرت صفیہؓ کے نسبت متفق علیہ روایت ہے کہ جعل عتقھا صد اوقیہ یعنی اُن کے عتق کو حضورؐ نے اُن کا مہر قرار دیا۔ یہ حضرت عمرؓ کی روایت کے خلاف نہیں ہے اسلئے کہ اُن میں زیادتی کا انکار ہے کمی کا نہیں۔ اور حضرت عائشہؓ کی روایت کا حکم اکثری ہے کلی نہیں۔

ابوداؤد اور نسائی نے روایت کی ہے کہ نجاشی نے حبشہ میں حضرت ام حبیبہؓ کا نکاح رسول اللہؐ سے کیا۔ اور چار ہزار اور ایک روایت میں ہے کہ چار ہزار درہم اپنے پاس سے مہر ادا کیا۔ اور انکو شرجیل ابن حسنہ کے ساتھ رسول اللہؐ کے پاس بھیج دیا۔ حضرت عمرؓ نے اس کا اعتبار نہ کیا شاید اس وجہ سے کہ وہ نجاشی نے خود مقرر کیا تھا۔ اور خود ادا کیا تھا۔

ابن اسحق نے بعض ازواج کا مہر چار سو درہم لکھا ہے۔ مگر مذکورہ بالا روایت کو اس پر جو ترجیح حاصل ہے وہ ظاہر ہے۔

حضرت خدیجہؓ کا مہر گو اسلام کے قبل مقرر ہوا تھا مگر وہ بھی پانچ سو درہم تھا۔ البتہ خواجہ ابوطالب کے خطبہ میں اسنو اونتہ ہے۔ اور ورقہ بن نوفل کے خطبہ میں چار سو مثقال مثقال ساڑھے چار ماشہ کا ہوتا ہے۔ درہم ساڑھے تین ماشہ کا۔ تو اس حساب سے چار سو مثقال کا پانچ سو چودہ درہم ایک ماشہ ہوتا ہے۔ کچھ قابل اعتبار فرق نہیں ہے۔ اور اگر اونٹ کی قیمت پچیس درہم اسوقت تسلیم کریں تو پانچ سو درہم ہو جاتا ہے۔

اس میں ایسا اختلاف نہیں ہے کہ مہر زیادہ ہونا اچھا نہیں ہے حضرت عمرؓ فرماتے ہیں کہ

مہر میں زیادتی نہ کرو اگر یہ دنیا یا دین میں اچھا ہوتا تو رسول اللہ زیادہ کرتے

اسلام کی خدمت

امہات المؤمنین کا حصہ اسلامی تعلیمات میں بہت زیادہ خصوصاً حضرت عائشہ صدیقہ کا جنگی کثیر بنے حدیفہ حدیثوں نے بہت سے مشکل مسائل کی گرہ کشائی کی ہے۔ امہات المؤمنین کی دو ہزار آٹھ سو بائیس حدیثیں صحاح وغیرہ صحاح میں اس وقت متبادل ہیں جنہیں دو ہزار دو سو دس حدیثیں حضرت عائشہ کی ہیں۔ ایک سو چوبیس متفق علیہ چونکہ افراد بخاری سر شیعہ افراد مسلم باقی اور کتابوں میں پانچ حضرت سودہ کی ایک بخاری میں چار دوسری کتابوں میں ساتھ حدیثیں حضرت حفصہ کی ہیں۔ جس میں چار متفق علیہ ہیں تین سو آٹھ حضرت ام سلمہ کی ہیں تیرہ متفق علیہ تین افراد بخاری۔ تیرہ افراد مسلم۔ گیارہ حضرت زینب بنت جحش کی ہیں جس میں نو متفق علیہ ہے۔ سات حضرت جویریہ کی جس میں دو افراد بخاری دو افراد مسلم ہیں شیعہ حضرت ام حبیبہ کی ہے جس میں دو متفق علیہ ہیں ایک افراد مسلم دنل حضرت صفیہ کی جس میں ایک متفق علیہ ہے۔ اور چھتر حضرت میمونہ کی جس میں متفق علیہ ایک افراد بخاری ایک افراد مسلم۔

حضرت عائشہ نے بہت سی مفید حدیثیں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہیں اس کے علاوہ اپنے والد حضرت ابو بکر صدیق سے حضرت عمر سے حضرت فاطمہ سے حضرت بن ابی وقاص سے حضرت اسید بن حضیر سے جدامہ بنت وہب اور حمزہ بنت عمر سے۔ اور حضرت عائشہ سے بھی بہت سی صحابی روایت کرتے ہیں۔ حضرت عمر۔ حضرت عبداللہ بن عمر۔ حضرت ابو ہریرہ۔ حضرت ابو موسیٰ حضرت زید بن خالد۔ حضرت ابن عباس۔ حضرت ربیعہ بن عمرو الجری۔ حضرت سائب بن یزید صفیہ بنت نبیہ عبداللہ بن عامر بن ربیعہ۔ عبداللہ بن الحارث بن نوفل وغیرہ۔ حضرت عائشہ کے عزیزوں نے بھی ان سے روایت کی ہے۔ ان کی بہن کلثوم بنت ابی بکر اور رضاعی بھائی عوف بن الحارث اور محمد بن ابی بکر کے دو لڑکے عبداللہ اور قاسم اور عبدالرحمن بن ابی بکر کی دو لڑکیاں حفصہ اور اسماء

عبدالرحمن بن ابی بکر کے پوتے عبداللہ بن ابی عتیق بن عبدالرحمن۔ اُن کی بہن حضرت اسماء کے
 دو لڑکے عبداللہ بن زبیر اور عروہ بن زبیر اور عبداللہ بن زبیر کے دو لڑکے عباد اور حبیب اور
 اُن کی بہن کلثوم بنت ابی بکر کی لڑکی عائشہ بنت طلحہ یہ سب بلا واسطہ حضرت عائشہ سے روایت کرتے
 ہیں۔ اور حضرت عائشہ کے غلاموں میں سے ابو بکرؓ۔ ذکوانؓ۔ ابویونسؓ۔ ابن فروح بھی ان سے روایت
 کرتے ہیں۔ کبار تابعین میں سے یہ لوگ بلا واسطہ حضرت عائشہ سے روایت کرتے ہیں۔ سعید
 ابن مسیب۔ عمرو بن مہمون۔ علقمہ بن قیس۔ مسروق۔ عبداللہ بن حکیم۔ اسود بن یزید۔ ابوسلمہ
 ابن عبدالرحمن۔ ابوداؤد۔

حضرت ام سلمہؓ نے بھی بہت حدیثیں رسول اللہؐ سے روایت کی ہے۔ اور حضرت ابوسلمہؓ اور
 ام سلمہؓ سے ان کی دو اولاد روایت کرتے ہیں۔ عمر اور زینب اور ان کے مکاتیب نہمان۔ اُن کے بھائی
 عامر بن ابی امیہ اور عبداللہ بن رافع۔ نافع یفینہ۔ ابوکثیر سلیمان بن یسار اور اُن سے بعض
 اصحاب رسول اللہؐ نے بھی روایت کیا ہے۔ حضرت ابن عباسؓ۔ حضرت عائشہؓ۔ ابوسعید خدریؓ۔
 قبیصہ بن ذؤبہ۔ نافع مولیٰ ابن عمرؓ۔ اور عبدالرحمن ابن الحارث بن ہشام وغیرہم۔ رحمہم اللہ
 تعالیٰ اجمعین۔

تم الجلد الاوّل من کتاب السیرۃ علی صاحبہا الصلوٰۃ والتحمیۃ

۱۳۵۰ھ



اِنَّ مَلَائِكَتَهُ عَلَی الدِّیْنِ اِلَیْهِمْ اَمِنْ وَاَصْلُوْا عَلَیْہِمْ سَلَامًا

کتاب مُستطاب

اصح السیر

فہدے

خیر البشر صلی اللہ علیہ وسلم
یعنی

سوانح اقدس جناب سرورِ عالم احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

جس میں مقدمہ سیرت مع تاریخ عرب قبل بعثت مختصر مگر نہایت جامع ہے پھر سیرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم از ولادت تا وفات۔ انساب کا حال یکمل کتاب المغازی۔ یکمل کتاب الاموال۔ کتاب الوفود حضور کا قصد مکاتیب حجۃ الوداع کا مفصل حال۔ ازواج النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات اور بے شمار معلومات کا ذخیرہ ہے۔ یہ ہے اہم معرکہ الآراء مسائل پر عالمانہ بحث ہے۔ اور یہ سب چیزیں اصح ترین روایات سے ماخوذ ہیں۔

— (تالیف) —

حضرت مولانا حکیم ابوالبرکات عبد الرؤف صاحب دہلوی

ناشر فضل دہلوی

مجلس نشریات اسلام

۱/ کے۔ ۲۔ ناظم آباد پرنٹنگ کراچی
ترجمہ و تالیف: ناظم آباد